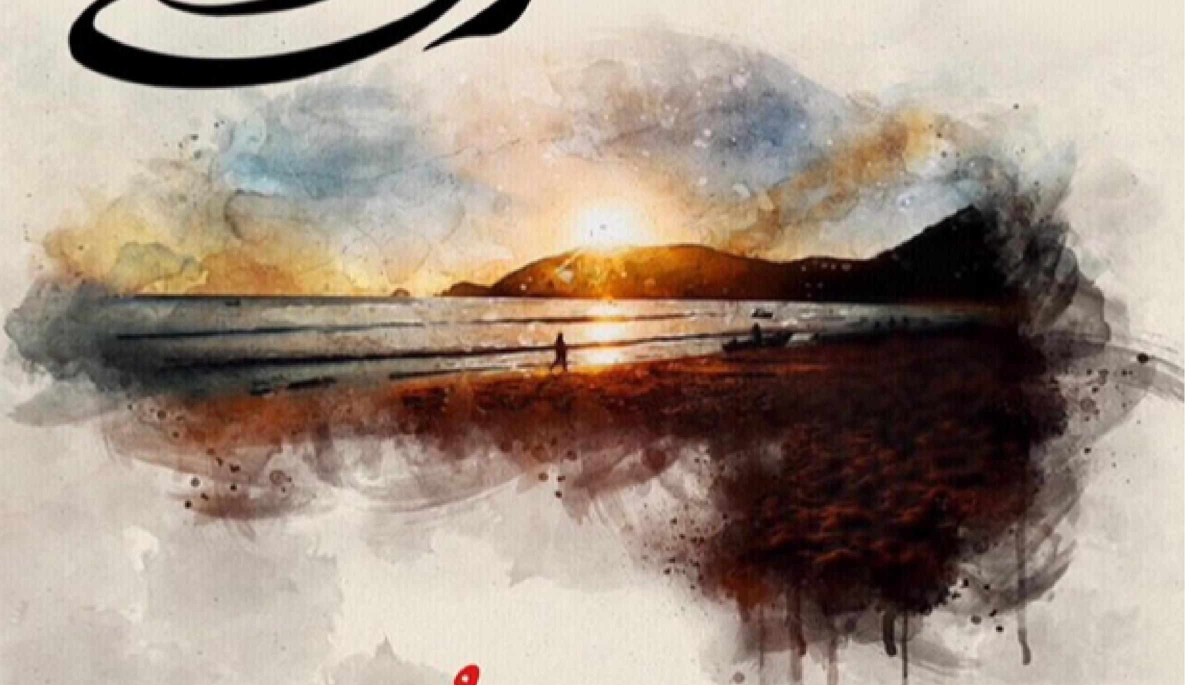
سأكون لكَ ناري



أُم طيفور

ساگر کنارے

اُم طیفور

قسط نمبر 1

دن کا آغاز معمول کی آوازوں سے ہو چکا تھا۔۔ماحور نے جھٹکے سے باورچی خانے کی کھڑکی کھولی تو لوہے کی گرل کے بیچ بیٹھی چڑیاں ایک ساتھ پھڑ پھڑاتی اڑ گئیں۔۔۔

"کمبختیں! یوں آ کر بیٹھ جاتی ہیں جیسے دعوت دے رکھی ہو۔۔۔یہاں دال بگھارنی عذاب بنی ہوئی ہے۔۔۔!"

دن چڑھتے ہی ماحور کی جلی کٹی شروع ہو چکی تھیں۔۔۔اس نے فٹافٹ نل کھول کر سنک میں پڑے رات کے جوٹھے مگ کھنگالے، فرج سے دودھ نکال کر اس کی ملائی نتھار کر اسٹیل کے کولے میں ڈالی۔۔۔پہلے سے پتلے دودھ کا دو گلاس مزید پانی ڈال کر بیڑہ غرق کیا اور ابلنے کے لئے چولہے پر رکھا۔۔۔ایک گہری سانس بھرنے کے بعد پلٹ کر سامنے چھوٹے سے لاؤنج میں لگے وال کلاک پر نظر ڈالی۔۔۔ٹک ٹک.ٹک۔۔۔! سوئیاں مخصوص رفتار سے سفر کرتی سات کے ہندسے کو چھونے والی تھیں۔۔۔ماحور نے اسٹیل کا چمچ داہنے ہاتھ میں لیا اور بائیں میں سٹیل کا تھال تھاما، آنکھیں سکوڑ کر گھڑی کو گھورتی، مسلسل ہونٹوں کے مختلف زاویے بناتی دیکھنے والے کو یقیناً پاگل ہی لگتی۔۔۔

اور یہ آئی سوئی سات پر۔۔۔اور یہ مچا گھر میں دھمال۔۔۔!

"اٹھ جاؤ۔۔۔اٹھ جاؤ بے شرمو! اٹھ جاؤ۔۔۔سات بج گئے،،، اسکول، کالج تمہارے باپ کا نہیں جو تم لوگوں کے لئے گیٹ کھلا رہے گا۔۔۔اٹھ جاؤ ورنہ چمچے کی بجائے اس تھال کو تم لوگوں کے سر پر بجاؤں گی۔۔۔اٹھو۔۔۔!"

تھال پر مسلسل چمچہ مارتی، بے تحاشا شور پیدا کرتی وہ ساتھ ساتھ حلق بھی پھاڑ رہی تھی۔۔۔اس سے چھوٹے بہن بھائی جاگ چکے تھے۔۔۔اکلوتے واش روم کے باہر لائین لگنی شروع ہو گئی تھی۔۔۔

"سیف، ریان، جنت۔۔۔اور یہ زوہان۔۔۔ہاں یہ زوہان کا بچہ کدھر ہے، ابھی تک نہیں اٹھا نا۔۔پٹے گا اب۔۔۔!"

سب بہن بھائیوں کی گنتی کرتی وہ چوتھے نمبر والے پر اٹک گئی تھی جو لائین میں موجود نہیں تھا۔۔۔

"اپیا۔۔۔زوہان اپنے بچے سمیت واش روم میں گھسا ہوا ہے تبھی ہم سب یہاں کھڑے ہیں نا۔۔۔حد ہو گئی۔۔۔بس صبح صبح ٹرک کا ہارن بن جاتی ہو۔۔۔بجے جاتی ہو، بجے جاتی ہو، بجے۔۔۔!"

جماہی روکتا مندی آنکھوں والا سیف ابھی گردان جاری رکھتا لیکن اس کی کمر پر کس کر تھال بجا تھا۔۔۔بند آنکھیں چوپٹ کھل گئیں۔۔۔وہ کمر سہلاتا ماحور کو غصے سے دیکھ رہا تھا اور اس سے پیچھے کھڑا ریان دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو کھجاتے ہوئے گلا پھاڑ کر ہنسا تھا۔۔۔جنت کے بھی دانت نکل آئے تھے جو کبھی کبھی نکلتے تھے۔۔۔

" کیوں بے۔۔۔! مجھ پر ہنسا تو۔۔۔تیری بتیسی توڑ کر ہاتھ میں دے دوں گا۔۔۔سمجھا۔۔۔جب دیکھو گدھے کی طرح ہنہناتا رہتا ہے۔۔۔ذرا کالج پہنچ، تیری ساری ہنسی حلق کے حوالات میں قید ہو جائے گی۔۔۔سر زمان آج اکنامکس کی ایکسٹرا کلاسز لیں گے بیٹا تیری۔۔۔!" سیف کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی ریان کے دانت اندر ہوئے تھے۔۔۔سر زمان اس کی دکھتی رگ تھے اور سیف کا من پسند کام اسے دباتے رہنا تھا۔۔۔

" اپیا۔۔۔آج میرا ناشتہ نا بنانا، ویسے بھی سر زمان سب کھایا پیا اگلوا لیتے ہیں۔۔۔!" ریان کراہنے والے انداز میں بولا۔۔۔ہاتھ بھی پیٹ پر ٹکا لیا تھا۔۔۔

"تم لوگ اپنی بکواس بند کرو اور چار منٹ میں تیار ہو کر ناشتے کے لئے آؤ۔۔۔ورنہ واقعی بغیر ناشتے کے دفعان ہونا پڑے گا۔۔۔اور مہینے کا آخر چل رہا ہے، میں جانتی ہوں کہ تم لوگوں کی جیبیں بھی خالی ہیں۔۔۔!" وہ سینے پہ بازو باندھتے ہوئے مزہ لینے والے انداز میں بولی۔۔۔

" جی بہتر۔۔۔!" سیف نے سلیوٹ کیا اور سر جھٹکا کے بولا۔" آج آپ واقعی ہمیں بغیر ناشتے کے دفعان ہونے دیں، کیونکہ آدھے کلو دودھ میں ڈیڑھ کلو پانی ملا کے جو کچی لسی آپ اس وقت ہمیں پلا کے بھیجتی ہیں نا، اس کی وجہ سے سارا دن مجھے کچے ڈکار آتے رہتے ہیں۔۔۔!"

" دو جوتے پڑیں نا تمہاری" بیٹھک" پر، تو سارا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔۔۔زیادہ نخرے مت کیا کرو۔۔۔شکر کرو جو یہ بھی مل جاتا ہے ورنہ مہینے کے آخر میں جو حالت ہو جاتی ہے، میرا تو دل کرتا ہے ڈراپر سے تم لوگوں کے منہ میں دودھ کے قطرے ٹپکا دیا کروں۔۔۔ہونہہ! لیکچر دیتا ہے۔۔۔!" سیف کی طبیعت اچھے سے صاف کرنے کے بعد ایک زوردار ہانک واش روم میں گھسے زوہان کو لگائی۔۔۔

" زونی۔۔۔جلدی باہر آ۔۔۔اندر کون سی بلڈنگ کی تعمیر کر رہا ہے جو نکلنے کا نام نہیں لے رہا۔۔۔جلدی کر بیٹا۔۔۔دوا پنٹیں اپنے بھائیوں کو بھی لگانے دے، نہیں تو میں تجھے رکھ کے دو تھپڑ لازم لگا دوں گی۔۔۔!" زوہان کو دھمکانے کی دیر ہوئی تھی، وہ کھٹ

کی آواز سے کنڈی گراتا باہر تھا۔۔۔سیف فوراواش روم میں گھسا تھا۔۔۔ماحوران سب کو جلدی کا کہہ کر کچن کی طرف مڑی۔۔۔کچن سے پہلے چھوٹا سالاؤنج تھا جس کے بیچوں بیچ عقیل مغل بازو اور ٹانگیں پھیلا کے بے سدھ پڑے تھے۔۔۔ماحور نے سرسری نگاہ ان پر ڈالی اور ان کے اوپر سے پھلانگتی کچن میں پہنچ کر فٹافٹ توے کو چولہے پر چڑھا کر سلائس گرم کرنے لگی۔۔۔یہ روکھے سلائس ان سب بہن بھائیوں نے ابلی ہوئی "کچی لسی" میں ڈبوڈبو کر کھانے تھے۔۔۔لاؤنج کے ایک سرے پر چھوٹی سی چوکور ٹیبل اور چار پانچ کرسیاں رکھی تھیں، وہیں بیٹھ کر ناشتہ کھانا ہوا کرتا۔۔۔ماحور کے ٹیبل لگانے تک سب تیار ہو کر کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔۔۔سب کے آگے دودھ، سلائس رکھنے کے بعد خود وہ فٹافٹ جنت کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کی چوٹی بنانے لگی۔۔۔

"اپیا۔۔۔رات بابا کتنے بجے گھر آئے تھے۔۔۔؟" سلائس کا بڑا سا نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے ریان نے پوچھا تھا۔۔۔نظریں قریب ہی چت پڑے عقیل مغل پر تھیں۔۔۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔میں دھیان نہیں رکھتی۔۔۔ہاں، جس دن نہیں آئیں گے اس دن دھیان بھی آ جائے گا۔۔۔!" ماحور نے جنت کی چوٹی میں بینڈ باندھتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیا۔۔۔وہ سارے بہن بھائی چور نظروں سے بڑی بہن کو دیکھے گئے۔۔۔چند لمحوں کے لئے مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔۔۔صرف سارے میں بے سدھ عقیل مغل کے خراٹے بدنما آواز پیدا کر رہے تھے۔۔۔ماحور نے انتہائی سنجیدگی سے سیف اور ریان کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور آنکھوں کو بے پرواہی سے مسلتے ہوئے اپنے لئے الگ سے بنائی چائے کا بڑا سا گھونٹ بھرا اور بولی۔۔۔

"سیف۔۔۔اج تم فاکہہ آنٹی سے بات کرنا، اگر وہ ٹیوشن کی فیس جلدی ادا کر دیں تو مہربانی ہو گی۔۔۔بجلی کا بل دو ماہ سے نہیں گیا۔۔۔اس بار بھی نا ادائی ہوئی تو چھٹی سمجھو بجلی کی۔۔۔!"

"کہہ کر دیکھوں گا لیکن امید کم ہی رکھئے گا کیونکہ ان کے جتنا باتوں کا جمع جتھا میں نے کسی کے پاس نہیں دیکھا۔۔۔ویسے کمال کی ہمدرد بنتی ہیں میری لیکن جب کبھی فیس بڑھانے کی بات کروں یا ایڈوانس مانگوں تو ان کے ماتھے پر ڈیڑھ کلو کی شکنیں ابھر آتی ہیں۔۔۔"

ماحور کے چہرے پر تفکر سا چھا گیا۔۔۔ایک لمحے کو وہ چپ سی ہوئی پھر اگلے ہی پل اس نے خود کو نارمل کرتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔۔۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔۔تم ان سے کچھ مت کہنا۔۔۔میں کرتی ہوں کچھ۔۔۔اب بس جلدی کرو اور نکلو۔۔۔دیر ہو گئی تو

جنت اور زوہان کو فائن ہو جائے گا۔۔۔!" وہ سب کو جلدی جلدی اٹھاتے ہوئے بولی۔۔۔" مجھے آج واپسی پر کچھ دیر ہو سکتی ہے۔۔۔سیف تم گھر کی چابی ساتھ لے جانا، کیونکہ سب سے پہلے تمہی دونوں گھر پہنچو گے کالج سے، تو یہ نا ہو کہ باہر ہی کھڑے رہ جاؤ۔۔۔بابا سے تو ہرگز امید مت رکھنا کہ وہ دروازہ کھول دیں گے۔۔۔چلو نکلو اب جلدی۔۔۔!" وہ عجلت میں بات مکمل کرتی فٹافٹ جنت اور زوہان کے بیگز اٹھا کر داخلی دروازے تک لے گئی، ان کو سکول بیگز پہنا کر ماتھے پر پیار کیا۔۔۔سیف اور ریان بھی اپنی کتابیں لیئے باہر نکل گئے۔۔۔دونوں چھوٹے بہن بھائیوں کو سکول چھوڑتے ہوئے وہ کالج جاتے تھے۔۔۔واپسی بھی اسی ڈھنگ سے کرتے۔۔۔ماحور ایز اے کاؤنٹر گرل جاب کرتی تھی چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں۔۔۔جاب اتنی اچھی نہیں تھی لیکن تنخواہ اتنی اچھی ضرور تھی کہ رو دھو کر گزارہ ہو رہا تھا۔۔۔آج کل کہیں اور نوکری ڈھونڈنے کے چکروں میں تھی۔۔۔اچھی بھلی اکنامکس کی ڈگری تھی مگر جابز کا کال تھا۔۔۔آج ایک جگہ انٹرویو کے لیئے جانا تھا۔۔۔واپسی پر یقیناً دیر ہو جاتی، اس لیئے چابی سیف کو دے دی تھی۔۔۔وہ بے چارہ واپس آ کر کھانا بھی بناتا۔۔۔اور ہلکی پھلکی صفائی بھی نبٹاتا۔۔۔دروازہ بند کر کے ماحور واپس پلٹی تو ذہن مسلسل ان کاموں میں الجھا تھا جو اسے ابھی کے ابھی بھگتانے تھے۔۔۔!ٹیبل سے برتن اٹھاتے اس کی نظر عقیل مغل پر پڑی تو ناگواری کی تیز لہر اس کا رواں رواں سرسراتی ہوئی گزر گئی۔۔۔اونچے خراٹے، چت لیٹنے کا عامیانہ انداز اور ہونٹوں کے کناروں سے بہتی رال۔۔۔! سر سے لے کر پاؤں تک وہ نشئی ہی لگتے تھے۔۔۔برتن وہیں پٹخ کو وہ بے حد جارحانہ انداز میں عقیل مغل کی طرف بڑھی تھی، اس سے پہلے کہ وہ باپ کو جھنجھوڑ ڈالتی کسی ان دیکھی طاقت نے اس کے دماغ میں ادب ملحوظ خاطر رکھنے کی سرگوشی سی کی تھی۔۔۔وہ ایک بے بس سا ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئی۔۔۔!

"بابا۔۔۔بابا۔۔۔اٹھیں یہاں سے۔۔۔اندر چل کر لیٹیں۔۔۔اٹھیں۔۔۔!"

کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر آواز دے کر اٹھانے کی کوشش کی۔۔۔لیکن وہ ٹس سے مس نا ہوئے۔۔۔بڑی مشکل سے دبایا غصہ پوری شدت سے عود کر آیا۔۔۔وہ کان کے قریب منہ رکھ کر زور سے چلائی۔۔۔۔

"بابا۔۔۔اندر بستر کے تکیئے کے نیچے پڑیا پڑی ہے۔۔۔جا کر اٹھا لیں ورنہ کوڑے میں ڈال دوں گی۔۔۔اور اگلی کے لئے میرے پاس ایک ٹکا نہیں ہے۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

عقیل مغل کے وجود کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا تھا۔۔۔ایک آنکھ کھول کر پہلے ماحور کا چہرہ دیکھا کہ کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہی، پھر دونوں آنکھیں کھول کر پوری پھرتی سے اٹھے اور جسم کھجاتے اندر کمرے کو بھاگے۔۔۔ماحور نفرت سے بھرپور نظریں ان پر

گاڑے چند پل تو کھڑی رہی پھر ایک زوردار ٹھڈا قریب پڑی کرسی کو دے مارا اور پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی۔۔۔ٹپ ٹپ ٹپ۔۔۔آنسو بڑی اپنائیت سے اس کے چہرے پر پھیلتے چلے گئے۔۔۔کبھی کبھار ہمیں رونا کسی بات کا ہوتا ہے اور رو ہم کسی بات پر پڑتے ہیں۔۔۔کوئی غیر متعلقہ بات ہمیں متعلقہ پر رونے کا جواز فراہم کر دیتی ہے اور بھرم بھی رہ جاتا ہے۔۔۔!

چند پل وہ یونہی پلکیں بھگوتی رہی اور انتظار کرتی رہی عقیل مغل کی چیخ و پکار کا، جو وہ ابھی کے ابھی مچانے والے تھے جب انہیں تکئے کے نیچے کچھ نا ملتا۔۔۔وہی ہوا۔۔۔! مغلظات کا بند ٹوٹ گیا اور وہ کسی منہ زور ریلے کی طرح عقیل مغل کے منہ سے بہتی ماحور کی سماعتوں میں سوراخ کرتی چلی گئیں۔۔۔وہ بھی سچے تھے، ان کو پڑیا بھی نا ملی اور نشہ بھی ٹوٹا۔۔۔ورنہ ماحور انہیں نا اٹھاتی تو کم از کم اگلے دس گھنٹے مزید ان کے "کوہ قاف" کی سیر کرتے گزرتے......وہ زندگی کو دھوئیں کی طرح ہلکا پھلکا اڑاتے اور رگ رگ میں نشے کی مستی دوڑاتے۔۔۔لیکن ستیاناس ہو ماحور کا جس نے ان کی ساری دیہاڑی کا کباڑہ کر دیا تھا۔۔۔! ماحور کان لپیٹے کاموں میں مصروف ہو چکی تھی کیونکہ بابا نے تب تک چپ نہیں ہونا تھا جب تک وہ گھر سے نکل نا جاتی۔۔۔شائد اس کے بعد بھی نا ہوتے ہوں پر وہ کون سا سنتی تھی۔۔۔اس کی زندگی میں چھوٹے بڑے کتنے ہی مسائل ڈائن کی طرح بال کھولے، لپلپاتی زبان نکالے زندگی کی خوشیاں چوس رہے تھے۔۔۔!

عقیل مغل کی راگنی برداشت سے باہر ہوئی تو اس نے بقیہ کاموں کو وہیں پر بریک لگایا۔۔۔سنک میں چند برتن رہتے تھے، وہ جوں کے توں چھوڑے۔۔۔ابھی جھاڑو لگانی تھی۔۔۔سیف اور ریان کے کمرے کے بستر بھی سمیٹنے باقی تھے لیکن اس نے سپاٹ چہرے اور جھلملاتی آنکھوں سے بکھرے بالوں پر الٹا سیدھا برش

پھیر کر انہیں اونچی سی پونی کی شکل دی۔۔۔کھونٹی سے جیکٹ کھینچ کر اتاری اور پہن کر اس کی پاکٹ میں گھر کی سپئیر چابی اور چھالیہ کے تین چھوٹے چھوٹے پیکٹ ڈالے، اسٹالر مفلر کی طرح لپیٹس، پاؤں میں گھسے ہوئے پرانے کینوس شوز پہن کر وہ بلکل تیار تھی۔۔۔اپنی فائل ٹیبل سے اٹھا کر ایک دفعہ سرسری نظر ڈال کر ڈاکومنٹس پورے ہونے کا یقین کیا اور کمرے کے اندر سے بکتے جھکتے نظر آتے عقیل مغل پر غضبناک نگاہیں پھینکتی زوردار آواز کے ساتھ بیرونی دروازہ مارتی گھر سے باہر نکلتی چلی گئی۔۔۔۔!

☆......☆......☆

"بس یہ آخری بار اٹھانے آیا ہوں تمہیں نالائق۔۔۔اب دوبارہ نہیں آؤں گا۔۔۔بتاؤ بھلا حد ہو گئی۔۔۔بار بار الارم کو ہاتھ مار کر لحاف میں غرق ہو جاتے ہو۔۔۔ذرا ہوش میں آؤ گے تو واویلا کرو گے کہ" دادا! ہو گیا نا میں لیٹ۔۔۔!"۔۔۔اب میری بلا

سے، بھلے انٹرویو کے لئے پہنچو یا نہیں، میں تمہیں مزید اٹھانے نہیں آنے والا۔۔۔!"

دادا کوئی پانچویں دفعہ مومن کو نیند سے جگانے آئے تھے۔۔۔وہ ہر بار" ابھی اٹھتا ہوں" کہہ کر دوبارہ سے لحاف کی گرمی میں اتر جاتا۔۔۔دادا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔۔۔ان میں اتنی بھی ہمت کہاں رہ گئی تھی اب۔۔۔اوپر سے روزانہ اسے جگانے کا مشکل ترین مرحلہ انہیں سر کرنا ہی ہوتا تھا۔۔۔مومن دادا کی دھمکی سنتا اٹھ بیٹھا تھا۔۔۔کسلمندی سے لحاف پرے کھسکاتے ہوئے وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھا اور مندی آنکھوں کے ساتھ بال سنوارتے ہوئے بولا

" دادا۔۔۔سوچ رہا ہوں کہ نا ہی جاؤں۔۔۔نوکری ملتی تو ہے نہیں۔۔۔بس جوتی کے سوراخ بڑھوا کر آجاتا ہوں۔۔۔اسی لئے کہتا ہوں کہ ایک دکان بیچ کر کچھ سرمایہ دے دیں، قسم سے پائی پائی واپس کروں گا لیکن مجھ سے نوکری نہیں ہوتی۔۔۔اپنا کاروبار کرنا ہے مجھے۔۔۔بس۔۔۔!"

" اب تیرا ٹریلر ختم ہو چکا ہو تو اٹھ جا پوتے۔۔۔! نا تو کسی گورنر کی اولاد نا تیرا دادا کوئی وزیر اعلی۔۔۔اس لئے ایسے خواب اپنے لحاف میں جھاڑ کر اٹھا کر۔۔۔بڑا آیا کاروبار کرنے والا۔۔۔شرافت سے تیار ہو کر آجاؤ اب۔۔۔فائل پکڑو، ناشتہ کرو اور جوتیاں چٹخانے نکل کھڑے ہو برخوردار۔۔۔آج خوار ہو گے تو کل کو سنوار سکو گے نا۔۔۔اور دکان کا آئندہ نام بھی نا لینا۔۔۔انہی دو دکانوں نے آج تک بھرم رکھا ہے، ورنہ کب کے ہم دونوں دادا پوتا مر کھپ گئے ہوتے۔۔۔جلدی آؤ، ورنہ تمہارے سلائس چڑیوں کو ڈال دوں گا۔۔۔!"

دادا کمر پر ہاتھ باندھے، جھکے کندھوں سے باہر نکل گئے۔۔۔پیچھے مومن بڑبڑاتا ہوا لحاف غصے سے پرے اچھالتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

" ہونہہ۔۔۔! ڈال دیں سلائس چڑیوں کو، کیا فرق پڑتا ہے! سوکھے سلائس حلق سے اتارنے بھی تو مذاق نہیں۔۔۔نا جیم نا بٹر۔۔۔بس ملائی لگاؤ ملائی۔۔۔جس کی بساند ہی کھانے سے پہلے دماغ کی چولیں ہلا ڈالتی ہے۔۔۔بڑا دل گردہ آزمایا تو شہد لگا دیا۔۔۔دادا تو جیسے دکانوں کی آمدن کو ٹرسٹ میں دے دیتے ہیں۔۔۔پتا ہی نہیں چلتا جاتی کہاں ہے۔۔۔!"

وہ مسلسل بڑبڑاتا وارڈروب کھنگالنے لگا۔۔۔آج انٹرویو تھا اور ایک بھی" انسانوں" والا لباس اس کے پاس نہیں تھا۔۔۔ایک ایک کر کے سارے کپڑے بیڈ پر ڈھیر ہونے لگے تھے۔۔۔اور چہرے پر غصے کے تاثرات مزید نمایاں ہونے لگے تھے۔۔۔مایوسی سے سر کو نفی میں ہلاتے وہ مڑا اور سائیڈ ٹیبل سے سیل فون اٹھا کر کال ملائی۔۔۔

" ہاں شاویز ۔۔۔! یار پانچ منٹ کے اندر اپنا وہ سوٹ لے کر ادھر پہنچ ،جو تو نے محب بھائی کے ولیمے میں پہنا تھا ۔۔بک بک نا کر ۔۔۔جلدی پہنچ ۔۔۔اگر آنا کانی کی تو بھول جا کہ اب کوئی اسائنمنٹ بنا کے دوں گا تجھے ۔۔۔سمجھا ۔۔۔اور ٹائی ساتھ میں میرون والی لانا!"

فون بند کر کے وہ جلدی سے واشروم میں گھس گیا تھا نہانے ۔۔۔جانتا تھا کہ شاویز پانچ منٹ سے بھی پہلے پہنچ جائے گا اور باہر صحن میں دادا کے ساتھ بیٹھا اس کے سلائس چائے میں ڈبو ڈبو کے کھا چکا ہوگا ۔۔۔اور واقعی وہ جس گھڑی سر کو تولیے سے خشک کرتا باہر آیا ،شاویز آخری سلائس کو دہرا کیئے منہ میں ڈالتا بڑے انہماک سے دادا کی داستان سن رہا تھا جو وہ ہر دفعہ صرف اسی کو سناتے تھے ،جس میں دادا کے کمالات آسمان کو چھوتے تھے اور شاویز پر فرض ہوتا کہ وہ ہر دوسرے فقرے پر" واہ" ضرور کہے ورنہ دادا ایک ہاتھ گدی پر جماتے اور اس کے منہ سے" آہ" نکل جاتی ۔۔۔!

" لے آئے ہو پینٹ کوٹ ۔۔۔؟" مومن نے ہاتھ بڑھا کر ہینگر جھپٹا اور واپس اندر کمرے کی طرف بڑھنے لگا جب شاویز بھرے منہ سے گویا ہوا ۔۔۔

" ذرا احتیاط سے پہننا ۔۔۔ابھی یہ سوٹ میں نے مزید چار پانچ موقعوں پر برتنا ہے ۔۔۔پچھلے انٹرویو میں لڑ بیٹھے تھے اور میری نئی نکور شرٹ کے بٹن شہید کروا آئے تھے ۔۔۔بس اس دفعہ لڑنے لگو تو پہلے کپڑے اتار کر سائیڈ پر رکھ لینا ۔۔۔!"

" ممممم ! ٹھیک کہہ رہا ہے شاویز ۔۔۔لیکن تم جا ننگیا پہن کر جانا نا بھولنا مومن ۔۔۔!"

دادا نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ ایک لمحے کو شاویز بھی سٹپٹا گیا اور ان کے چہرے سے ان کے تاثرات کا اندازہ لگانے لگا آیا طنز تھا ،طیش تھا یا ہمدردی ۔۔۔!

" حد کرتے ہیں آپ بھی دادا ۔۔۔!" مومن سچ میں خفت سے لال ہوا تھا ،پھر شاویز کو گھورتے ہوئے بولا ۔" اور تمہاری جان نا نکلے اپنے اس لنڈے کے سوٹ کے لیئے ۔۔۔تین جگہ تو چھید محب بھائی کے ولیمے میں ہی دیکھ لیئے تھے میں نے ،پھر بھی وہی" پاٹا پرانا" سوٹ منگوا لیا تجھ سے ۔۔۔مت بھول کہ میرے اسائنمنٹس کی بدولت تیرا ماسٹرز پار لگنا ہے ،جن میں کم از کم چھید نہیں ہوتا ۔۔۔سمجھا ۔۔۔! بھوکے چول ......ایک سلائس تک تو چھوڑا نہیں میرا اور چلا ہے مجھے ڈکٹیٹ کرنے ۔۔۔۔۔۔ہنہہ !"

شاویز کا منہ مومن کی اتنی باتیں سنانے پر یوں کھلا رہ گیا تھا جیسے کسی نے گدی پر رکھ کے چپیڑ ماری ہو ۔۔۔اور دادا چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے اس بلیٹن پر بڑے مدبرانہ انداز میں سر دھن رہے تھے ۔۔۔شاویز پر نگاہ پڑی تو اس کے کھلے منہ سے سلائس کا

ملغوبہ کسی واہیات ہمسائے کی طرح جھانک رہا تھا۔۔۔دادا نے کوفت سے اسے ٹوکا۔۔۔

"اپنا بھڑ ولے جیسا منہ بند کر بیٹا۔۔۔تیرا ادھ کھایا دیکھ کر میرا کھایا باہر نکل آئے گا۔۔۔چل شاوا۔۔۔اب یہ چائے کی دو سڑکیاں لگا اور نکل لے۔۔۔شام کو آ کر اپنی شہزادہ چارلس کی" اترن" لے جانا۔۔۔اور دادے کو سلام کہنا میرا،شوہدے کو کبھی باہر نکال کر ہوا بھی لگوا دیا کرو،الّی لگ جانی ہے اُسے۔۔۔!"

شاویز فٹافٹ مگ خالی کر کے یوں اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا جیسے دشمنوں کے مورچے میں گھس آیا ہو۔۔۔ایک بات تو طے تھی کہ وہ ان دادا پوتے کے آگے کبھی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔۔۔حاضر جوابی اور بذلہ سنجی جیسے ختم تھی ان دونوں پر۔۔۔!

اندر کمرے میں مومن ٹائی کی ناٹ باندھنے کے بعد،جیل کی خالی ڈبی میں انگلی رگڑ رگڑ کر باقیات نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔حسبِ معمول اس کے سر کے بلکل درمیان سے بال چونچ کی صورت کھڑے تھے،جنہیں بٹھانے کے لیئے وہ تھوک سمیت ہر حربہ استعمال کر چکا تھا۔۔۔اب جب جیل بھی ختم ہوئی دیکھی تو مارے غصے کے اسے نیچے پھینکا اور نچلے ہونٹ کا کنارا دانتوں میں دبایا،ایک آنکھ بند کی،نتھنے پھلائے اور رکھ کے پاؤں سے جیل کی ڈبی کا نشانہ لیا۔۔۔ڈبی الہڑ مٹیار کی طرح لڑھکتی دادا کے قدموں میں ڈھیر ہوئی۔۔۔دادا نے باسی اخبار کے نیچے سے جھانکا،ڈبی اٹھائی،اسے اچھے سے جانچا اور ہنکارا بھرتے ہوئے تپائی پر رکھ دیا۔۔۔

"اچھی بھلی ڈبی ہے۔۔۔پانی ڈال کر بتیسی رکھوں گا۔۔۔اس خبیث کو تو ہر شے بے کار ہی نظر آتی ہے۔۔۔!"

دادا دوبارہ سے اخبار کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئے تھے اور اندر مومن اپنے بالوں کے ساتھ نبرد آزما تھا۔۔۔یہ تماشے" فردوس محل" میں آئے روز کا معمول تھے۔۔۔جہاں صرف یہ دادا پوتا بستے تھے......!

☆......☆......☆

وہ سڑک پر تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے دھیان میں گم چلتی چلی جا رہی تھی۔۔۔دماغ میں بہت سی سوچیں اور مسائل گتھم گتھا تھے۔۔۔چھوٹی سی عمر میں اس نے جس قسم کے حالات دیکھ لیئے تھے اور ان پر قابو پانا سیکھ لیا تھا،اسے لگتا تھا جیسے وہ ان تمام مسائل کی ماں ہے،انہیں سینچ سینچ کر بڑا ہوتا دیکھتی ہے اور پھر ان کے ساتھ اولاد کی سی انسیت پیدا ہو جاتی ہے۔۔۔جب کوئی دشواری اس سے دور ہوتی تھی،اسے کتنے دن اپنا آپ خالی لگا کرتا۔۔۔وہ ان سے چھٹکارہ بھی چاہتی اور ان کو سینے سے لگائے رکھنے کی بھی عادت سی ہو چلی تھی۔۔۔!

"ماحور۔۔۔ماحور۔۔۔!رکو۔۔۔کہاں بھاگی جا رہی ہو۔۔۔رک جاؤ یار۔۔۔!"

رائنہ دور سے آوازیں دیتی اس کی طرف بھاگی چلی آ رہی تھی۔۔۔پڑوس والی خالہ بی کی بہو تھی۔۔۔دیوار سے دیوار ملی تھی اسلئے ماحور سے بہت گہری دوستی تھی، حالانکہ اسے بیاہ کے آئے ابھی آٹھ ماہ سے کچھ کم ہی ہوئے تھے لیکن بلا کی ذہین اور معاملہ فہم لڑکی تھی۔۔۔ماحور کے گھریلو حالات سے کلی واقفیت تھی۔۔۔گاہے بگاہے غیر محسوس طریقے سے کام آتی تھی۔۔۔خالہ بی کو اعتراض ہوتا تھا مگر رائنہ سب کو ہینڈل کرنا جانتی تھی۔۔۔اسکی بولڈنیس اور کانفیڈینس مثبت تھا۔۔۔وہ ناکسی کی دل آزاری کا سبب بنتی تھی نا کسی کو اجازت دیتی تھی کہ کوئی اسے گزند پہنچائے۔۔۔میاں کی سر چڑھی ہونے کے باوجود اس نے کبھی اس بات کا فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔۔۔جتنی پیاری شکل تھی اسی قدر دل بھی اجلا تھا۔۔۔ماحور کے گھر کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں تھی۔۔۔وہ کچھ چھپانا بھی چاہتی تب بھی رائنہ کو اس کی پریشانی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔۔۔!

کچھ دیر پہلے اس نے بالکونی سے ماحور کو کافی عجلت اور غصے میں گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔۔۔جھٹ پرس پکڑا، سیاہ چشمہ لگایا اور خالہ بی سے ان کی دواؤں والی پرچی اور بجلی کا بل لے کر اس کے پیچھے نکل آئی تھی۔۔۔پھولتے سانس اور سرخ ہوتی رنگت کے ساتھ وہ ماحور تک پہنچی۔۔۔اپنے گلاسز بالوں میں ٹکائے، کلچ ماحور کے بازو پر مارا اور تیوریاں ڈالتے ہوئے بولی۔۔۔

"کتنی بے ہودہ ہو۔۔۔بولا بھی تھا کہ صبح جس وقت بھی نکلو مجھے بتا دینا۔۔۔ساتھ میں چلیں گے۔۔۔مجھے بھی مارکیٹ کے چھوٹے موٹے کام ہیں، واپسی پر امی کی طرف سے بھی چکر لگا لوں گی۔۔۔مگر نا جی۔۔۔ماحور بی تو گھوڑے پر سوار رہتی ہیں ہر وقت۔۔۔!"

وہ تیز تیز بولتی بغور ماحور کے اترے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی۔۔۔دونوں ٹہلتی ہوئی آگے بڑھنے لگیں۔۔۔ذرا فاصلے سے ماحور کو ٹیکسی پکڑنی تھی۔۔۔وہ ستے ہوئے چہرے کے ساتھ تھکان زدہ آواز میں بولی۔۔۔

"جانتی تو ہو تم۔۔۔کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے گھر کی آوازیں تم لوگوں تک نا پہنچیں۔۔۔بابا سے لڑ کر نکلی ہوں۔۔۔باہر دنیا سے لڑنے کے لیئے۔۔۔!"

"چھوڑو بھی ماہی۔۔۔کیوں دل جلاتی ہو۔۔۔کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی۔۔۔اس طرح گھر کے رونے پلو سے باندھ کر نکلو گی تو کبھی بھی فوکس نہیں کر پاؤ گی۔۔۔!"

رائنہ نے حسب عادت ساری ٹینشن کو چٹکی میں مسلا تھا۔۔۔ماحور نا چاہتے ہوئے بھی اس کی باتوں سے وقتی طور پر ہی سہی، بہل جاتی تھی۔۔۔اپنی آنکھیں زور سے میچ کر کھولتے ہوئے اس نے اعصاب کو نارمل کرنے کی سعی کی تھی۔۔۔رائنہ کی اپنی ہی

کہانیاں شروع ہو چکی تھیں۔۔۔وہ ایک خالی ٹیکسی کے قریب پہنچ چکی تھیں۔۔۔رائنہ ٹیکسی والے سے بھاؤ کرنے کے لئے چند قدم آگے ہوئی۔۔۔پیچھے ماحور اسی طرح غیر حاضر دماغی سے کھڑی سامنے لگے بل بورڈ کو گھورے جا رہی تھی کہ اچانک سے ایک اچکا لمحوں کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر اس کا بیگ چھین کر سیدھ میں دوڑا۔۔۔ماحور کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی۔۔۔رائنہ کے متوجہ ہونے تک وہ کچھ فاصلے پر جا چکا تھا۔۔۔دونوں نے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی لیکن مقابلہ کیسے کر سکتی تھیں۔۔۔ماحور کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔۔۔اس کا موبائل، والٹ، گھر کی چابیاں اور سب سے قیمتی چیز، اس کے ڈاکومنٹس۔۔۔سبھی کچھ اس کے بیگ میں تھا۔۔۔اس کے حواس مختل ہو رہے تھے۔۔۔رائنہ اس کا ہاتھ تھامے حتی الوسع تیز دوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔آنسوؤں کی دھند میں اس نے دیکھا کہ وہ اچکا کسی سوٹڈ بوٹڈ ہینڈسم لڑکے سے ٹکرایا تھا اور پھر وہ لڑکا اس چور کے پیچھے انہی قدموں پر پلٹ کے بھاگا تھا۔۔۔اسے شائد اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کسی کا بیگ چھین کر بھاگا ہے کیونکہ اپنے پیچھے وہ مسلسل۔۔۔" پکڑو۔۔۔چور۔۔۔چور۔۔۔" کی آوازیں سن رہا تھا۔۔۔اس لڑکے نے برابر بھاگتے ہوئے اچکے کو گردن سے دبوچا اور پٹک کر نیچے گرا دیا۔۔۔وہ خود بھی اس کے اوپر گرا تھا۔۔۔چور نے جب دیکھا کہ اب وہ گھیرا گیا ہے تو بیگ اس لڑکے کے سینے پر مارتا، اسے دھکا دیتا اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔۔۔وہ ہینڈسم اب اپنے کپڑے جھاڑتا، ماحور کا بیگ تھامے واپس پلٹ رہا تھا۔۔۔اتنے میں وہ دونوں بھی بری طرح ہانپتی اس تک پہنچ چکی تھیں۔۔۔

" افففف۔۔۔! بہت بہت شکریہ۔۔۔آپ کا بہت احسان ہے ہم پر۔۔۔یقین کیجیئے اج کے دن کی یہ آپ کی سب سے بڑی نیکی ہو گی۔۔۔!"

رائنہ کا اپنا ہی انداز تھا۔۔۔وہ ہینڈسم حیرت سے اسے دیکھے گیا۔۔۔اس کے ساتھ کھڑی لڑکی مسلسل نیر بہا رہی تھی۔۔۔اس نے کوفت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

" یہ پکڑیں اپنا بیگ۔۔۔! اور اب کے کس کر پکڑیں۔۔۔میرے طرح کا الو کا پٹھا دوبارہ نہیں ملے گا جس کے گلے مفت میں یہ مصیبت آپڑی۔۔۔ہونہہ۔۔۔!"

وہ دونوں حیران پریشان سی اس کی صورت دیکھنے لگیں۔۔۔" جتنی اچھی شکل ہے اتنا ہی سڑا ہوا ہے۔۔" رائنہ، ماحور کے کان میں بدبدائی۔۔۔لیکن اس لڑکے نے یہ بات سن لی۔۔۔جواب میں وہ لڑاکا عورت کی طرح بگڑتے ہوئے بولا۔۔۔

" کیوں جی۔۔۔کیا سڑے ہوئے اچھی شکل کے نہیں ہو سکتے۔۔۔؟ یا اچھی شکل والوں کے لیئے لازم ہے کہ مزاج بھی

اچھا رکھیں۔۔۔ایک تو انٹرویو سے پہلے ہی دیر ہو رہی تھی اوپر سے آپ کا یہ بیگ کسی بلا کی طرح میرے پیچھے لگ گیا۔۔۔!"

" حد ہو گئی۔۔۔بے مروتی کی بھی کوئی آخری لکیر ہوتی ہے۔۔۔ہم نے کب آپ سے استدعا کی تھی کہ اس چور کے پیچھے بھاگیں۔۔۔نا بھاگتے۔۔۔کوئی نا کوئی اللہ کا بندہ مل ہی جاتا اس کار خیر کے لیئے۔۔۔!" برداشت کی تو رائنہ میں بھی کمی تھی اور پھر وہ بھی غلط بات۔۔۔

" اوہ میڈم۔۔۔! آپ کو کس کانے نجومی نے کہہ دیا کہ میں آپ کا بیگ لینے اس چور کے پیچھے بھاگا تھا۔۔۔میرے پاس اتنا فالتو وقت ہوتا تو میں اپنی حجامت کروانے پر صرف کرتا۔۔" اس نے بے اختیار ہاتھ اپنے سر پر وہاں پھیرا جہاں پر بالوں کی چونچ نکلی ہوئی تھی۔۔۔" جس وقت وہ خبیث مجھ سے ٹکرایا، میری ٹائی پن میں اس منحوس بیگ کا اسٹریپ پھنس گیا تھا۔۔۔اور میں بے چارہ اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔۔۔ورنہ اطلاعاً عرض ہے کہ میں پرائے پھڈے میں نہیں پڑتا ہوں نا میری روح ایسی کوئی نیک پروین ہے۔۔۔ہونہہ! یہاں زندگی کے جھمیلے ختم نہیں ہوتے اور یہ چلیں ہیں دنیا سے ہمدردی کی امید لے کر۔۔۔فول۔۔۔!"

وہ استہزائیہ انداز میں کہتا رائنہ کو خاصا بدتمیز لگا۔۔۔زہر تو وہ ماحور کو بھی لگ رہا تھا، جس کے مزاج کا غصہ عود کر آتا تو اس ہینڈسم کے چھکے چھوٹ جاتے لیکن ابھی اس کا بیگ اسی کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ایسے جاہل اور بداخلاق انسان کا کیا بھروسہ جواب میں بیگ ہی واپس کرنے سے انکار کر دیتا۔۔۔ویسے تو گیا نہیں تھا، ایسے چلا جاتا۔۔۔رائنہ نے ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے ہوئے کچکچاتے دانتوں کے ساتھ اس سرپھرے سے عرض کی۔۔۔

" مسٹر۔۔۔!اب اگر آپ اپنے بیوی سے ہوئی پٹائی کا غصہ نکال چکے ہوں تو یہ بیگ میری سہیلی کو واپس کر دیجئے۔۔۔!"

" او او اووو! اول تو میرا نام مسٹر نہیں۔۔۔۔ دوم میری کوئی بیوی نہیں۔۔۔سوم مجھے کوئی مارنے والا پیدا ہوا نہیں۔۔۔چہارم۔۔۔"

" یہ بیگ تمہارا نہیں۔۔۔!" ماحور نے فوراً اس کی بات کاٹ کر جملہ مکمل کیا۔۔۔اور آنکھیں دکھاتی ہوئی بولی۔۔" میرا بیگ واپس کرو لفنگے ورنہ ایسا گھما کے دوں گی کہ سر کے سارے بال نوے کے زاویے پر کھڑے ہو جائیں گے۔۔۔سمجھے!"

اور بالوں کا طعنہ تو جیسے سوکھی گھاس کو آگ لگا گیا۔۔۔اس لڑکے نے ایک جھٹکے سے بیگ تقریباً ماحور کے منہ پر اچھالا اور لمبے سانس لیتے ہوئے دوبارہ اپنے پنجوں کے بل اونچا ہوا، ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں پھنسائے اور غرا کر ان دونوں کو باری باری دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

" مومن ۔۔۔مومن تراب نام ہے میرا ۔۔۔اور مومن اپنے دوستوں کو تو معاف کر دیتا ہے، دشمنوں کو کبھی نہیں ۔۔۔اور میرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو میرے بالوں پر" ہاتھ" ڈالے ۔۔۔سنبھالو اپنے خالی ٹین کے ڈبے جیسے بیگ کو جس میں پڑے والٹ میں دس دس کے چار نوٹ بھی وفات پانے والے تھے ۔۔۔ہونہہ ۔۔۔بات کرتی ہیں میرے بالوں کو ۔۔۔!" بھرپور اسٹائل سے اپنے بالوں میں انگلیاں چلاتا وہ ان دونوں کو حیران پریشان کرتا ایڑیوں کے بل گھوما اور بے نیازی سے چلتا ہوا واپس ہولیا ۔۔۔!

سب سے پہلے ماحور کو ہوش آیا ۔۔۔سڑک پر پڑا چھوٹا سا پتھر اٹھایا اور اس کا نشانہ لیتے ہوئے پوری طاقت صرف کر کے دے مارا ۔۔۔

" تیری تو ۔۔۔واپس آ خبیث ۔۔۔جرات کیسے کی تو نے میرا بیگ دیکھنے کی ۔۔۔چور ۔۔۔اچکے ۔۔۔اٹھائی گیرے ۔۔۔واپس آ ۔۔۔!"

پتھر اسے نہیں لگا تھا اور ماحور کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے چلتی گاڑی کے آگے دھکیل دے ۔۔۔مارے خفت اور شرمندگی کے اس کی رنگت سرخ ہو چلی تھی ۔۔۔رائنہ نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ دھرا اور تسلی آمیز لہجے میں کہا ۔۔۔

" بس کرو ماہی ۔۔۔مت غصہ کرو ۔۔۔وہ جا چکا ہے ۔۔۔چھوڑو تم دل برا نا کرو ۔۔۔ویسے بھی تم نے انٹرویو کے لیئے پہنچنا ہے ۔۔۔پہلے ہی دیر ہو چکی ہے ۔۔۔چلو جلدی کرو ۔۔۔!"

رائنہ اس کی دلی کیفیت سمجھتی تھی ۔۔۔مومن تراب جاتے ہوئے اس کی عزت نفس پر ضرب لگا گیا تھا جو بڑی کاری تھی ۔۔۔وہ آنسو پیتی رائنہ کے ساتھ اس کی روکی ہوئی ٹیکسی میں سوار ہو گئی ۔۔۔

" دن کا آغاز ہی اچھا نہیں، انجام سے کیا امید ۔۔۔" اس نے یاسیت سے دل میں سوچتے ہوئے سر سیٹ سے ٹیک کر آنکھیں موند لیں ۔۔۔جبکہ رائنہ تاسف سے اس کے غلافی پپوٹوں کو دیکھتے سوچ رہی تھی ۔۔۔

" کتنا اچھا ہو گیا جو میں ماہی کے ساتھ آ گئی ۔۔۔ورنہ ٹیکسی کا کرایہ کہاں سے نکالتی اور انٹرویو کے لئے جہاں جانا ہے وہاں تک پیدل جانا ناممکن تھا ۔۔۔!"

وہ ماحور کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر ٹیکسی سے باہر دیکھنے لگی ۔۔۔۔۔۔!

☆......☆......☆

یہ ایک بڑی فرم کی بے حد اونچی بلڈنگ تھی۔۔۔جس کی ایلیویشن اس قدر متاثر کن تھی کہ اندر جاتے ہوئے ہتھیلیاں پسیجتی تھیں۔۔۔بلڈنگ کے گہرے سبز شیشے دھوپ کی روشنی میں مزید نکھرے بکھرے لگتے تھے۔۔۔رائنہ نے ماحور کو ڈراپ کیا۔۔گرم جوشی سے اسے نیک تمناؤں سے نواز کر وہ ٹیکسی لے کر اوجھل ہوگئی۔۔۔چند لمحے ماحور نے وہیں کھڑے کھڑے گردن اونچی کیئے فرم کی بلڈنگ کا جائزہ لیا۔۔آنکھوں میں رشک اور حسرت ایک ساتھ ہلکورے لینے لگی۔۔۔اپنے بیگ سے ڈاکومینٹس کی فائل نکال کر ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے ایک لمحے کو اپنا اعتماد کھوتا محسوس ہوا۔۔اس وقت اسے شدت سے اپنے کپڑوں کی رف لک کا احساس ہو رہا تھا۔۔بابا سے لڑنے کے بعد اکثر ایسے ہی وہ سدھ بدھ کھوتی تھی۔۔۔آج بھی جیسے حلئے میں تھی، مارے غصے کے نکل آئی اور اب پچھتا رہی تھی۔۔۔زندگی چن چن کے مشکلیں ڈھونڈ کے لاتی تھی اور انہیں ماحور مغل کی راہوں میں بچھاتی تھی۔۔۔یاسیت ہمیشہ سے اس کی سنگی ساتھی رہی تھی۔۔۔ایک تھکن زدہ سانس خارج کرنے کے بعد اس نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔۔۔!

"ایکسکیوزمی۔۔۔!انٹرویو کہاں ہو رہے ہیں۔۔۔؟ایکچولی میں اسی لئے آئی ہوں۔۔۔یہ۔۔۔یہ میری فائل۔۔۔۔!"

وہ ارد گرد کے ماحول سے مرعوب ہو چکی تھی اسی لیئے تھوڑی بوکھلا رہی تھی۔۔۔ریسیپشن کاؤنٹر پر کھڑی طرحدار اور ویل ڈریسڈ لڑکی سے پوچھتے ہوئے ماحور نے ہونقوں کی طرح فائل اسی کو شو کروائی۔۔۔

"تھرڈ فلور۔۔۔رائٹ سائیڈ۔۔۔فرسٹ روم۔۔۔۔تھینکس۔۔۔!"

نپا تلا سا جواب اس ریسپشنسٹ کی طرف سے آیا جس نے ایک نگاہ غلط بھی ماحور پر ڈالنا گوارا نہیں کیا تھا۔۔۔پروفیشنل انداز میں کہتی وہ مستقل لیپ ٹاپ اسکرین کی طرف متوجہ تھی۔۔۔شائد وہ انٹرویو کے لئے آنے والے بہت سے امیدواروں کو یہی جواب دے دے کر عاجز آئی بیٹھی تھی۔۔۔

"الو کی پٹھی۔۔۔پہاڑی بکری۔۔۔اکڑ دیکھو ذرا۔۔۔سیدھے منہ بات کرنے کی تمیز نہیں۔۔۔بھلا اور بیٹھی کس لیئے ہوئی ہو یہاں۔۔۔ہونہہ۔۔۔!"

جی ہی جی میں اسے کوستی اور گھورتی ماحور بیگ کندھے پر درست کرتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔۔۔

"ممممم۔۔۔!لفٹ سے چلنا چاہیئے۔۔۔آگے ہی کس قدر دیر ہو چکی ہے۔۔۔اور اتنی سیڑھیاں چڑھنے میں حالت مزید خراب ہو جائے گی۔۔۔!" نچلا ہونٹ اوپر والے دانتوں میں دبائے اس نے سڑھیوں کا سوچتی نظروں سے جائزہ لیا اور لفٹ کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔ابھی وہ لفٹ کے اندر داخل ہوئی تھی کہ دروازے میں کسی نے اپنا پاؤں پھنسا کر اسے بند ہونے سے روکا اور تیزی سے

اندر آیا۔۔لفٹ چل پڑی تو دونوں کی نظر ایک دوسرے پر پڑی۔۔۔

"تم۔۔۔!" دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔۔۔

"تم اور یہاں۔۔؟" ماحور نے نخوت سے سوال کیا۔۔۔

"کیوں جی۔۔آپ کے دادا یہاں کے ایم ڈی ہیں جو میں اور یہاں نہیں ہو سکتا۔۔!" جواب میں وہ بھی مرچیں چباتا ہوا بولا تھا۔۔۔

"تم تو مجھے کسی کالی بلی کی بھٹکتی روح لگتے ہو۔۔صبح سے دوسری دفعہ راستہ کاٹ رہے ہو۔۔سارا دن برباد ہوتا نظر آ رہا ہے مجھے تمہاری وجہ سے۔۔۔!" غصے سے وہ سامنے دیکھتی بولے جا رہی تھی۔۔۔چہرہ ایک بار پھر تمتمانے لگا تھا

"میں کالی بلی کی روح ہوں۔۔اچھا واقعی۔۔۔مجھے تو لگتا تھا میں انسانی مخلوق ہوں۔۔۔مجھے نیند بھی آتی ہے۔۔۔میں کھاتا پیتا بھی ہوں۔۔سو بھی جاتا ہوں۔۔لوگوں کے بیگز بھی چوروں سے چھڑاتا ہوں اور پھر بہترین انٹرویو دینے کے بعد جاب بھی ہتھیانے میں کامیاب ہو جاتا ہوں۔۔۔واللہ۔۔۔!"

وہ اتنی معصومیت سے بول رہا تھا کہ ماحور کو سمجھنا دشوار ہوا کہ آیا مذاق کر رہا ہے یا سنجیدہ ہے۔۔۔

"تمہیں یہ خوش فہمی کیونکر ہے کہ یہ جاب آپ کو ہی ملے گی۔۔؟" وہ مشکوک نظروں سے اسے جانچتے ہوئے بولی۔۔"کہیں سفارشئے تو نہیں ہو تم۔۔؟"

"ہاہاہاااا! لیٹس سی۔۔۔!" وہ اعلیٰ درجے کی لاپرواہی سے کندھے اچکا کر بولتا اسے زہر لگا۔۔اس سے پہلے کہ ماحور اسے کوئی جواب دیتی لفٹ رکی اور وہ بدتمیز آدمی اگلے ہی پل باہر نکل کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔۔وہ بھی مرے مرے قدموں سے باہر آ گئی۔۔اس کا دل پریشان سا ہو گیا تھا۔۔۔پتا نہیں کیوں اسے لگنے لگا جیسے سیلیکشن ہو چکا ہے۔۔۔یہ سب محض خانہ پوری ہے جو ہونے جا رہی ہے۔۔۔اس نے بجھے دل سے ایک بار اپنی فائل کو چیک کیا اور انٹرویو روم کی جانب بڑھ گئی۔۔۔اندر اتنے امیدوار جمع تھے جتنے لنگر بٹنے پر فقیر ہوتے ہیں۔۔۔سب کو ایک نظر دیکھتی وہ ایک کونے پر پڑی خالی چئیر پر بیٹھ گئی۔۔۔ان تمام امیدواروں نے بھی اسے دیکھ کر کچھ اچھے تاثرات چہرے پر نہیں سجائے تھے، انٹرویو کے لئے ایک اور نمونہ دیکھ کر سب کی شکلیں ایسی ہو گئیں تھیں جیسے پچھلی دو دو داڑھیں نکلوا کے آئے ہوں۔۔۔سوائے ایک کمینے کے جو اس کے بالکل سامنے والی سیٹ پر اکڑ کر بیٹھا ایک بازو ساتھ والی سیٹ کی بیک پر پھیلائے اسے کسی پان شاپ پر کھڑے لوفر کی طرح دیکھ رہا تھا۔۔۔ماحور کا جی کیا کہ اپنا

کینوس اتارے اور گھما کے ایسا مارے کہ چوٹ تو منہ پر پڑے لیکن سر کے تمام بال خودرو جھاڑیوں کی طرح کھلر کھلر جائیں۔۔۔!

مومن تراب بھی سامنے بیٹھا دماغ کی ٹیپ میں ملتے جلتے خیالات کی کیسٹ چلائے بیٹھا تھا۔۔۔

"سوچ مومن بیٹا سوچ۔۔۔یہ مرینہ خان کا لیٹسٹ ورژن شکل سے کافی باصلاحیت لگتا ہے۔۔۔اگر یہ انٹرویو کے لیئے اندر چلی گئی تو سمجھ اس کی جاب پکی۔۔۔ورنہ باقی سب کی تو شکلوں پر گاؤدی لکھا ہے۔۔۔ان کی طرف سے فکر نہیں۔۔۔جو ایک آدھ "تڑ" میں دکھائی بھی دے رہے ہیں، ان کو میں آرام سے لالی پاپ دے دوں گا۔۔۔مگر اس کا کچھ سوچ بیٹا۔۔۔کوئی سائینس لڑا مومن۔۔۔!"

"کیسے گھور گھور کے دیکھ رہا ہے خبیث۔۔۔شکل سے ہی چول لگتا ہے۔۔۔لسی کا گلاس مانگنے والوں جیسا منہ ہے اس کا۔۔۔بس ایک دفعہ انٹرویو کے لیئے کال کر لیں، پھر تو یہ جاب پکی اپنی۔۔۔میرا سی وی دھاک بٹھانے کے لئے کافی ہے۔۔۔!"

ماحور کن اکھیوں سے مومن کے جوتے کا سول دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تھا اور جوتے کے نیچے چیونگم چپکی ہوئی تھی۔۔۔

"کاش میں یہ چیونگم اس کے ہونٹوں پر چپکا سکتی۔۔۔!"

ایک دفعہ پھر تخریبی سوچ اس کے دماغ میں سرسرائی۔۔۔

"بتاؤ بھلا۔۔۔اچھی بھلی شکل کی ہو۔۔۔مطلب چلووووو۔۔۔کافی اچھی بھلی ہو۔۔۔تو آرام سے کسی نیک پیبے بندے سے شادی کر کے گھر بساؤ۔۔۔یہاں کیوں ٹپکی ہو ہمارا حق مارنے۔۔۔نوکری کرنی ہی ہے تو کسی سکول میں استانی لگ جاؤ، اور جہیز بناؤ۔۔۔پر ناجی، انہیں مردانہ جیکٹ کی طرح نوکری بھی مردانہ ہی چاہیئے۔۔۔!"

مومن نے دل میں اسے بہترین مشوروں سے نوازتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ اس کی بلیک لیدر کی جیکٹ پر ڈالی۔۔۔

دونوں کے خفیہ مراسلاتی پیغامات ناجانے کب تک جاری رہتے کہ اچانک پیون نے داخلی دروازہ کھول کر سر اندر گھسیڑا اور تنبیہی لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

"سر سالک کی گاڑی پارکنگ میں پہنچ چکی ہے۔۔۔آپ سب لوگ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔۔۔وہ کسی بھی وقت اوپر پہنچنے والے ہیں۔۔۔!"

سب میں تھرتھلی سی مچ گئی۔۔۔لڑکیاں اپنے بیگز سے دستی آئینے نکال کر شکلیں دیکھنے لگیں۔۔۔ایک آدھ نے لپ اسٹک

کے شیڈز کو ذرا گہرا کیا۔۔۔لڑکوں نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر ان کو سیٹ کیا۔۔۔سر کو اسی روم سے گزر کے اپنے آفس میں جانا تھا جہاں وہ ان تمام امیدواروں کے انٹرویوز لیتے۔۔۔!

ایسے میں دو نفوس تھے جن کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔۔۔محض دماغ تیزی سے کام کر رہے تھے۔۔۔

"کاش کچھ ایسا ہو کہ میری باری جلد آجائے۔۔۔ورنہ ان چوبیس امیدواروں کے ہوتے کہیں ایسا نہ ہو کہ سب کی باری ہی نا آسکے اور صاحب بہادر کو کسی ارجنٹ میٹنگ کے لئے کال آجائے۔۔۔!" ماحور کے اپنے ہی خدشے تھے۔

"جلدی کر۔۔۔جلدی کر مومن۔۔۔صرف یہ لڑکی پک جائے۔۔۔باقی سب کی وکٹ میں اڑا لوں گا۔۔۔!"

مومن تراب دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کیئے، شہادت کی انگلیاں پستول کی نال کی طرح کھڑی کیئے، ان پر اپنی پیشانی ٹکائے منہ سے مسلسل" ڈھز۔۔۔ڈھز۔۔۔" کی آواز نکال رہا تھا۔۔۔بھیجے کو ڈیوٹی پر لگا رکھا تھا کہ وہ جلدی سے کوئی آئیڈیا سوچے۔۔۔اور پھر ایک دم۔۔۔بلکل ایسے جیسے چپکے سے ویرانے میں بہار آئے یا بڈھے کے منہ پر نکھار آئے یا پھر گنجے کے سر پر بال آئے۔۔۔مومن تراب کے دماغ کی بتی چلی۔۔۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی۔۔۔وہ سیدھا ہوا۔۔۔کوٹ کی فرنٹ پاکٹ سے انک پین نکالا اور کھڑے ہو کر ارد گرد سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

"اینی ون ہیز انک پلیز۔۔۔اینی ون۔۔۔کسی کے پاس انک ہوگی۔۔۔؟"

سب نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے اگنور کیا۔۔۔بھلا یہاں کون سیاہی کی دوات لے کر گھوم رہا ہوتا۔۔۔مومن تراب کے چہرے پر مایوسی چھا گئ۔۔۔وہ چلتا ہوا چند قدم آگے ہوا اور پین کا کیپ ہٹا کر اسے زور سے جھٹکا۔۔۔کالی سیاہی کے کئی چھینٹے ماحور کے اوپر گرے۔۔۔وہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی۔۔۔نہایت ہی غضبناک ہو کر اس نے مومن کو دیکھا جو پریشانی سے بھرپور تاثرات لیئے اس سے مّعزرت کر رہا تھا۔۔۔ماحور اسے کچا چبا جاتی تب بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نا ہوتا۔۔۔گھٹیا، کمینہ، خبیث۔۔۔! جتنی گالیاں وہ اسے دے سکتی تھی، دل میں دے ڈالیں۔۔۔! قریب ہی کسی لڑکی نے اسے فوراً واش روم جانے کا مشورہ دیا کیونکہ اس کے چہرے پر بھی چند چھینٹے بہار دکھا رہے تھے۔۔۔اسے بھی یہی بہتر لگا کہ سر کے آنے سے پہلے ہو آئے۔۔۔اب اس حالت میں وہ اندر آفس میں جانے سے تو رہی۔۔۔!

اسی کمرے کے ایک طرف کارنر میں چھوٹا سا واش روم تھا۔۔۔اس نے جلدی سے اس کا رخ کیا۔۔۔اپنے پیچھے اسے مسلسل مومن تراب کے معزرتی کلمات سنائی دیتے رہے، لیکن اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔اسے یقین تھا کہ اس واہیات آدمی

نے یہ کام جان بوجھ کر کیا ہے۔۔۔!

چند منٹ لگے اسے فریش ہونے میں۔۔۔جس وقت وہ باہر نکلی، گیم ایک بار پھر پلٹ چکی تھی۔۔۔!

مومن تراب کو اس نے ہاتھوں میں ڈھیروں کاغذات کا پلندہ اٹھائے آفس کے اندر جاتے دیکھا تھا۔۔۔اس سے آگے ایک بہترین قد کاٹھ کے سوٹڈ بوٹڈ مرد کی پشت دکھائی دی تھی اسے۔۔۔وہ اچنبھے سے وہیں کھڑی رہ گئی۔۔۔وہ کمینہ اندر کیسے چلا گیا، یہ سوال اس کے دل میں لمحے کے ہزارویں حصے میں ہی پیدا ہو گیا تھا مگر خاموشی سے مردہ قدموں سے چلتی اپنی سیٹ پر آ بیٹھی تھی۔۔۔سب ہی امیدوار آپس میں کھسر پھسر کرنے میں مصروف تھے۔۔۔اس کے ساتھ بیٹھی دو سجی سنوری لڑکیاں بھی جلے کٹے انداز میں" مومن تراب" کا رونا رو رہی تھیں۔۔۔

" اففففف۔۔۔! کتنا خرانٹ ہے یہ لڑکا۔۔۔کس چالاکی اور مہارت سے اندر گیا ہے۔۔۔میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ،سر سالک کے جی ایم کے آگے اس نے اپنی ٹانگ کی تھی۔۔۔وہ بیچارہ منہ کے بل گرا اور ہاتھ میں تھامے سب کے سب پیپرز چھوٹ کر بکھر گئے۔۔۔اوپر سے غریب کی اتنے موٹے شیشوں والی عینک بھی گری، شیشہ الگ ٹوٹا۔۔۔وہ نیم اندھوں کی طرح واپس نیچے اپنی گاڑی میں سے سپئیر گلاسز لینے گیا ہے اور یہ چالاک لڑکا فٹافٹ ایفی شینسی دکھاتا سب پیپرز اکھٹے کرتا سر سالک کے مددگار کے طور پر آفس میں جا گھسا ہے۔۔۔اب دیکھ لینا اس کا نمبر ہم سب سے بعد میں تھا اور انٹرویو ہو گا سب سے پہلے۔۔۔!"

" مجھے تو لگتا ہے سلیکشن ہو چکی ہے۔۔۔اس کے پاس یقیناً سفارش ہے جبھی تو اتنا اوور کانفیڈنٹ ہے۔۔۔خامخواہ میں اتنی دیر سے بیٹھے ہیں۔۔۔میں نے تو کل اسپیشلی جا کر فیشل لیا۔۔۔مینی کیور اور پیڈی کیور بھی کروا ڈالا۔۔۔ہونہہ، سب بیکار گیا۔۔۔!"

دوسری لڑکی نے بھی دل جلی ہونے کا ثبوت دیا۔۔۔ماحور نے کن اکھیوں سے اس کے پیروں کی طرف دیکھا جہاں ہر ناخنوں پر الگ الگ رنگ کی نیل پالش لگی زہر لگ رہی تھی۔۔۔" پتا نہیں لڑکیاں اپنی شخصیت کے حساب سے فیشن کیوں نہیں کرتیں۔۔۔جو چیز انہیں ذرا نا جچتی ہو وہی کرنا پسند کرتی ہیں۔۔۔" یہ سراسر ماحور کی ذاتی رائے تھی۔۔۔لیکن چاہتی تھی کہ سب لڑکیوں تک پہنچے۔۔۔! اس لڑکی کے پیروں سے دھیان ہٹا تو فوراً اندر گھسے مومن تراب کی طرف چلا گیا۔۔۔

"کیا واقعی یہ سفارش کے تحت آیا ہے۔۔؟۔پھر تو سراسر دھاندلی ہے باقی سب کے ساتھ۔۔۔میں اس بدتمیز انسان سے زیادہ قابل ہوں۔۔۔مجھے تو لگتا ہے کہ جی ایم کے گرنے کا ڈرامہ بھی جان بوجھ کر رچایا گیا ہے تاکہ اسی بہانے مومن تراب اندر جا سکے اور کچھ دیر بعد باہر آ کر اعلان کر دیا جائے کہ سلیکشن ہو چکا، آپ لوگ پلیز جا سکتے ہیں۔۔۔لو بھلا بتاؤ۔۔۔ہم یہاں چنے بیچنے بیٹھے

ہیں ۔۔۔میں ایسا نہیں ہونے دوں گی ۔۔۔ ہرگز نہیں ۔۔۔!" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر شے تہس نہس کر دے ۔۔۔ کتنا وقت برباد ہوا صبح سے ۔۔۔ اور یہاں آ کے پتا چل رہا ہے کہ میرٹ پر نہیں سفارش پر نوکری دی جا رہی ہے ۔۔۔ وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی ۔۔۔ ایک طائرانہ نگاہ سب امیدواروں کے اکتائے ہوئے چہروں پر ڈالی اور تن فن کرتی اندر کی جانب بڑھی ۔۔۔ باہر کھڑے پیون نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے اپنی فائل کے ساتھ اسے پرے دھکیل دیا ۔۔ آفس کا دروازہ کھلنے پر جو پہلی نسوانی آواز اس کے کانوں میں پڑی، وہ بڑے خوشگوار انداز میں مومن تراب کو سراہ رہی تھی ۔۔۔

"ہمممم ۔۔۔ امپریسو ۔۔۔ آئی ونڈر کہ آپ جیسا قابل نوجوان اے ۔کیو بلڈرز کے پاس اپنے قیمتی آٹھ ماہ کیوں برباد کر کے آیا ہے ۔۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہاں آپ کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہوا ہوگا ۔۔۔!"

"انفیکٹ ۔۔۔ میں نے اسی لئے وہ جاب چھوڑی تھی کہ ۔۔۔"

"تا کہ یہاں آ کر کسی مستحق اور ایلیجیبل کینڈیڈیٹ کا حق مار سکوں، اپنی سفارش کے بل بوتے پر ۔۔۔ رائٹ ۔۔۔؟"

ماحور نے مومن تراب کی بات پوری نہیں ہونے دی تھی اور اندر داخل ہو کر فوراً اس کی اصلیت کھول دی تھی ۔۔۔ وہ غصے سے بھری ہوئی تھی اور صرف اپنی بھڑاس نکالنے آئی تھی ۔۔۔ بڑے سے گلاس ٹاپ ٹیبل کی مخالف سمت بیٹھے اس کمپنی کے مالک، سالک پاشا نے بھرپور دلچسپی سے اس کی بات نا صرف سنی تھی بلکہ ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی رینگ گئی تھی ۔۔۔ مومن تراب کے بلکل ساتھ والی چیئر پر بیٹھی ایک اسٹائلش اور خوبصورت لڑکی لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی، اس نے ناگواری سے اسے دیکھا اور اسے آفس سے نکالنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ سالک پاشا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا ۔۔ اور نرمی کے ساتھ ماحور سے مخاطب ہوا ۔۔۔

"دیکھیں مس ۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔۔۔ آپ پلیز بیٹھئے اور اپنی باری کا انتظار کیجئے ۔۔۔ یہاں سفارش نہیں، میرٹ چلتا ہے ۔۔۔ اور رہ گئی بات مسٹر مومن کی ۔۔۔ تو یقین کیجئے کہ یہ محض اتفاق ہے کہ یہ میرے جاننے والے نکل آئے ہیں ۔۔۔ ان کے مرحوم بابا اور میرے فادر نیبر ز اور اچھے فرینڈ ز رہ چکے ہیں ۔۔۔!"

"اچھاااا جی ۔!" ماحور نے اچھا کو خوب چبا کر اگلا تھا ۔۔" اچھا بہانہ ہے ۔۔۔ پھر تو ہو سکتا ہے کہ میری امی اور آپ کی امی بھی دوپٹہ بدل سہیلیاں رہ چکی ہوں ۔۔۔ تو کیا میں اپنی جاب پکی سمجھوں ۔۔۔ ہوں ۔۔۔ بولئے ۔۔۔؟"

ان سب کی بولتی بند کروا کے وہ بولنے کو کہہ رہی تھی ۔۔۔ سالک پاشا واقعی لاجواب سا اس کا چہرہ تک رہا تھا ۔۔ اور مومن کا

بس چلتا تو اس لڑکی کو مکھی بنا کے دیوار پر چپکا دیتا۔۔کس قدر شاطر تھی، ناجانے کیسے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس جاب کے لئے سالک پاشا واقعی اسے رکھ لے گا، پرانے حوالے کام آ گئے تھے۔۔۔کچھ ایسے ہی جلے کٹے تاثرات اس لڑکی کے چہرے پر بھی تھے جو مومن تراب کے ساتھ والی چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

"اس معاشرے کا یہی تو المیہ ہے سر۔۔کہ یہاں چور بازاری عروج پر ہے۔۔کوئی اونچی کرسی پر بیٹھ کر بے ایمانی کرتا ہے تو کوئی اس کرسی تک پہنچنے کے لئے اوروں کی ٹانگیں کھینچتا ہے۔۔گدھے کے سر پر تاج پہنانے سے اگر آپ کی کمپنی کو" چار گدھے" لگ جاتے ہیں تو میں دعا کروں گی کہ اللہ آپ کی کمپنی کو ایسے لوگوں سے بھر دے۔۔۔چلتی ہوں۔۔۔ہیو اے گڈ ڈے۔۔۔!"

اپنی بات کے اختتام پر اس نے طنز سے بھرپور نظریں مومن پر گاڑے رکھی تھیں۔۔۔جسے اس وقت مجبوری شرافت کے جامے میں رکھے ہوئے تھی، وگرنہ دو بدو لڑائی میں تو اس کا ثانی نہیں تھا۔۔سالک پاشا نے ریوالونگ چیئر پر ہولے ہولے گھومتے، بند مٹھی ہونٹوں پر جمائے بمشکل ہنسی کا گلا گھونٹا تھا۔۔۔اتنا تو وہ جان ہی گیا تھا کہ اس لڑکی نے" گدھا" کسے کہا ہے۔۔۔!

اپنی بھڑاس نکال لینے کے بعد ماحور نے دو دفعہ زور زور سے اپنا پاؤں ووڈن فلور پر مارا، گردن اکڑاتے ہوئے مڑی اور آفس سے باہر چلی گئ۔۔۔

باہر بیٹھے سبھی امیدواروں کو اس نے مومن تراب کی سیلیکشن کے بارے میں بتا کر تھرتھلی مچا دی۔۔۔وہ سب بکنے جھکنے لگے، زیادہ تر نے مایوس ہو کر ماحور کے ساتھ ہی لفٹ کا رخ کیا۔۔۔اب بھلا مزید بیٹھنے کا کیا فائدہ تھا۔۔۔بلڈنگ سے باہر آ کر ماحور نے ایک نظر سر اٹھا کر اس شاندار عمارت کو دیکھا۔۔۔دل میں مایوسی اترتی چلی گئی۔۔۔دو ماہ سے واجب الادا بجلی کے بل اور سکول کالجز کی پینڈنگ فیسیں۔۔۔سبھی کچھ ذہن میں گردش کرنے لگا تھا۔۔۔جاب مل جاتی تو کم از کم وہ تنخواہ کی آس میں کسی سے قرض تو لے ہی سکتی تھی نا۔۔۔اب تو اسے اپنی عزت نفس کی قربانی دیتے ہوئے فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ کے مالک سے ہی منتیں کرنی تھیں، جو ایک نمبر کا خرانٹ آدمی تھا۔۔۔اس نے بیگ میں منہ گھسا کر اپنے والٹ کے اندر موجود چالیس روپوں کو دیکھا اور بھرائی آنکھوں سے پیدل ہی ریسٹورنٹ کا رخ کیا۔۔۔آج کا دن واقعی مشکل ترین ثابت ہوا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

سارے دن کی مشقت۔۔۔کسٹمرز کی مارا ماری اور صبح ہونے والے واقعات نے اس کے اعصاب کو جھنجھلا کے رکھ دیا تھا۔۔۔وہ اس قدر تھک چکی تھی کہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ جا کر یونیفارم تبدیل کر کے گھر واپسی کا قصد کرے۔۔۔ابھی تو اس

نے ساتھی ورکر طیبہ سے واپسی کے کرائے کے لئے ادھار پیسے لئے تھے ورنہ اس میں پیدل گھر جانے کی ہمت نہیں بچی تھی۔۔۔اس کا آف ہو چکا تھا اور اب اسے ریسٹورنٹ کے مالک سے کچھ قرض بھی طلب کرنا تھا جو کہ خود ایک بے حد مشکل امر تھا۔۔۔ایک تو مختار انصاری کھڑوس بہت تھا، دوسرا بلا کے نظر باز انسان تھا۔۔۔اس کی مجبوری تھی یہ جاب وگرنہ اسے ان کی منحوس نظریں گوارا نہیں تھیں۔۔۔وہ جلدی سے کپڑے تبدیل کر کے مختار انصاری کے آفس کی جانب بڑھی۔۔۔ناک کرنے سے پہلے اس نے باہر کھڑے کھڑے جملے ترتیب دیئے اور اسی بے دھیانی میں لفظوں کی بنت کرتے اس کا ہاتھ دروازے کے ناب پر پڑا اور وہ کھلتا چلا گیا۔۔۔اندر گرلز اسٹاف کی سپروائزر نوشابہ، مختار انصاری کے تقریباً اوپر گری شائد ان کے کوٹ کا بٹن ٹانک رہی تھی۔۔۔اسے دیکھتے ہی ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور فق رنگت کے ساتھ ایک سائیڈ پر کھڑی ہو گئی۔۔۔وہ بوکھلاہٹ میں بار بار اپنے بال ٹھیک کرتی تھی لیکن ماحور کی نظر سے نظر نہیں ملا رہی تھی۔۔۔اس کی نسبت مختار انصاری کا رویہ بے جھجک تھا، یوں جیسے ان دونوں کے رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر انہیں کوئی شرمندگی نا ہو۔۔۔یا یہ ان کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔۔۔ناجانے وہ کتنی بار اور کن کے ساتھ اس حال میں کس کس کو دکھائی دیئے ہوں۔۔۔!

ماحور پورے اعتماد سے چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔۔۔بس اس کے ہاتھ کی پکڑ اپنے بیگ کے اسٹریپ پر لاشعوری طور پر سخت ہو گئی تھی۔۔۔

"آیئے ماحور بی بی۔۔۔بولیئے۔۔۔کوئی کام ہے کیا۔۔۔؟"

مختار انصاری نے چہرے پر کمینی سی مسکراہٹ سجا کر اس سے پوچھا تھا۔۔۔نظریں ماحور کے سراپے کو گھیرے میں لے چکی تھیں۔۔۔وہ دل میں دو گالیاں دیتی ٹیبل کے قریب آ کھڑی ہوئی۔۔۔نوشابہ اس دوران خاموشی سے باہر نکل گئی تھی۔۔۔

"مجھے کچھ ایڈوانس رقم کی ضرورت ہے۔۔۔تنخواہ میں سے کٹواتی جاؤں گی۔۔۔!"

"ہممممم۔۔۔!" مختار انصاری نے سوچ میں پڑنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے یوں ہنکارا بھرا جیسے اس نے نوشابہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت پوچھ لی ہو۔۔۔

"بڑا آیا فلاسفر۔۔۔گینڈے کا میرا بھائی۔۔۔ایسے پوز کر رہا ہے جیسے یہاں درس دے رہا تھا۔۔۔" وہ حسب عادت دل میں حسب پسند بولی۔۔۔مختار انصاری نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے آنکھوں کو مسلا اور بولے

"ایسا ہے ماحور کہ کام تمہیں بھی پتا ہے کچھ مندا جا رہا ہے۔۔۔ایسے میں ادھار، ایڈوانس وغیرہ جیسے سلسلے میرے لیئے

چلانے بہت مشکل ہیں۔۔۔ہاں۔۔۔ایک صورت ہے کہ میں تمہیں پیسے دیتا ہوں اور تم کچھ اوور ٹائم لگا لو، کچھ میرے آفس کی دیکھ بھال کر دیا کرنا۔میرے کمپیوٹر پر بیٹھ کر ذرا ڈیٹا اپ ڈیٹ کر دیا کرنا۔۔اسی میں تمہارے پیسے پورے ہو جائیں گے۔۔۔بولو۔۔۔کیا کہتی ہو۔۔۔؟"

وہ اپنی بٹن جیسی گول گول آنکھیں گھماتے اس سے احسان جتانے والے انداز میں پوچھ رہے تھے۔۔۔ماحور نے صرف چند سیکنڈز لئے تھے سوچنے میں اور پھر اس کا جواب ہاں میں تھا۔۔گھر کی حالت اس کے سامنے تھی۔۔۔کھائے بغیر گزارہ تھا لیکن بجلی بغیر چارہ نہیں تھا۔۔۔بل جمع کروانا ہر حال میں ضروری تھا۔۔۔اور رات کو ساڑھے آٹھ بجے جس وقت وہ اوور ٹائم لگا کر گھر پہنچی، اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ کھانے کی. میز پر پڑے جوٹھے برتن اٹھا کر سنک میں ہی رکھ ڈالے۔۔۔کھانا یقینا سیف نے بنایا تھا۔۔اس کی غیر موجودگی میں وہ ہر کام کر لیتا تھا سوائے برتن دھونے کا۔۔۔لہٰذا ماحور جتنی بھی تھکی ہوتی، رات لازما سارا کچن سمیٹ کر سوتی تھی۔۔۔مگر آج تو جیسے سارا جسم دہائیاں دے رہا تھا۔۔سرونگ کاؤنٹر پر کھڑے کھڑے ٹانگیں اگر شل ہوئیں تھیں تو کمپیوٹر پر بیٹھے بیٹھے کمر جواب دے گئی تھی۔۔۔!

"پتا نہیں اس کی مشقت کے دن کب ختم ہوں گے۔۔۔پتا نہیں کب اس گھر کے حالات ٹھیک ہوں گے۔۔۔ہوں گے بھی یا نہیں۔۔۔اگر آج وہ نوکری اسے مل جاتی تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔۔۔" بستر پر لیٹ کر بھی اسے اس نوکری کے ہاتھ سے جانے کا صدمہ کھائے جا رہا تھا۔۔۔اور اس کے ساتھ ہی مومن تراب کا کمینی ہنسی والا چہرہ بھی تصور میں ابھرا تو بے اختیار اس نے دانت کچکچائے۔۔۔اور پھر مومن تراب کو کچا چباتے چباتے کب وہ نیند کی آغوش میں اتر گئی۔۔۔اگلا سویرا اپنے دامن میں ابھی مزید سختیاں لئے اس کا منتظر تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

اسے جاب مل گئی تھی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کیونکہ اسے سو فیصد اور ردا کو دو سو فیصد یقین تھا کہ وہ کوئی کام ڈھنگ کا نہیں کر سکتا، جاب ملنا تو پھر بڑا کمال ہے۔۔۔اسے دو دن بعد سے جوائن کرنا تھا اور یہ دو دن وہ مکمل عیش کرنا چاہتا تھا۔۔۔!

اس کا انٹرویو بہترین رہا تھا کیونکہ ایک تو وہ پوری چالاکی اور مہارت سے سب سے پہلے آفس کے اندر جا کر دھاک بٹھانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔۔۔یہ سچ تھا کہ سالک پاشا کے فادر اور اس کے بابا کسی زمانے میں دوست رہ چکے تھے مگر یہ خاصی پرانی بات تھی، ضروری نہیں تھا کہ کسی کو یاد بھی ہوتی۔۔۔مگر مومن کو اس فرم میں انٹرویو دینے جانے سے پہلے ہی پتا تھا کہ اس کے

اونر عادل پاشا اس کے بابا کے دوست رہ چکے ہیں۔۔۔اس کا ارادہ تھا کہ ذکر ضرور کرے گا، کام بن گیا تو ٹھیک ورنہ قابلیت کے بل پر نوکری حاصل کر کے رہے گا۔۔۔وہی ہوا، جس وقت وہ بڑی چالاکی سے اندر جانے میں کامیاب ہوا، اس نے ساتھ ہی سالک پاشا کو پہچاننے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا اور عادل پاشا اور اپنے بابا کی دوستی کا حوالہ دیا۔۔۔سالک پاشا بھی فورا پہچان گیا اور بہت اچھے طریقے سے اس سے ملا مگر نوکری پھر بھی اسے قابلیت کی بنیاد پر ہی ملی تھی۔۔۔اس کا سی وی بہترین تھا۔۔۔اور دوسرا ماحور نے اس کی راہ ہموار کرنے میں مزید مدد کر دی تھی۔۔۔وہ اس کے آفس کے اندر جانے پر اتنا ہاپر ہو گئی تھی کہ خود تو انٹرویو کو لات مار کر نکلی ہی تھی، باہر بیٹھے بیشتر امیدواروں کو تاؤ دلا کر واپس جانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔۔اور جو رہ گئے تھے ان میں سے بلاشبہ مومن تراب بہترین چوائس تھا۔۔۔سلیکٹ تو وہ اسی وقت کر لیا گیا تھا لیکن باقاعدہ اپوائنٹ منٹ لیٹر اسے آج گھر پر موصول ہوا تھا۔۔۔وہ دادا کے ساتھ مل کر کپڑے دھلوا رہا تھا۔۔۔صبح سویرے اسے گرم بستر سے کھینچ نکال کر باہر صحن کی ٹھٹھرتی سردی میں کپڑے دھلوانے کے لئے دادا نے شاویز سے اس کے بھتیجے کا ٹیڈی بیئر منگوایا تھا۔۔۔حیران پریشان سا شاویز جب ٹیڈی بیئر لے کر پہنچا تو دادا نے اس کے استفسار پر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنے پیچھے آنے کا کہا۔۔۔مومن کے کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھول کر دبے پیر اس کے بستر کے قریب آئے اور ایک سائیڈ سے لحاف اٹھا کر وہ ٹیڈی بیئر اندر گھسایا اور اپنی چھڑی کی مدد سے آہستگی کے ساتھ اسے اوپر کو دھکیلا، یہاں تک کہ وہ مومن کی باہوں میں سما گیا۔۔۔دادا کی کھڑ پڑ نے مومن کے سوئے حواس بیدار کئے اور پھر چند پل نہیں گزرے ہوں گے کہ زوردار چیخ مارتا مومن بدکتا ہوا لحاف سے یوں اچھل کر باہر آیا جیسے اسے ٹھنڈے پانی کے حوض میں پھینک دیا گیا ہو۔۔۔سامنے کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے دادا کو اور ساتھ کھڑے شاویز کے خرگوش جیسے بڑے دانتوں کو نکلتا دیکھ کر اس نے پہلے تیکھے چتونوں کے ساتھ دونوں کو باری باری گھورا اور پھر ذرا سا جھک کر احتیاط کے ساتھ لحاف کو ایک کنارے سے ہٹایا مبادا وہ نرم گرم مخملیں جانور جو اس کی باہوں نے محسوس کیا تھا، چھلانگ لگاتا اس کے اوپر نا آ جائے۔۔۔تھوڑا تھوڑا کر کے ایک جھٹکے سے اس نے لحاف الٹ دیا۔۔۔اندر ایک نومولود بچے جتنا ٹیڈی بیئر پڑا اس کی "مردانگی" کا منہ چڑا رہا تھا۔۔۔

"یہ۔۔۔یہ کیا مذاق ہے دادا۔۔۔؟ حد ہو گئی ویسے۔۔۔یہ بھلا اٹھانے کا کون سا طریقہ ہوا۔۔۔آپ مجھے ویسے ہی اٹھاتے تو کیا میں نا اٹھتا۔۔۔!"

"اٹھتا۔۔۔گھنٹہ بھر بعد۔۔۔!" دادا کی طرف سے ٹھنڈا سا جواب آیا

"تو اٹھ تو جاتا نا۔۔لیکن آپ کے اس مذاق سے میرے دنیا سے اٹھ جانے کے چانسز ہو سکتے تھے۔۔۔قسم سے، مجھے یوں لگا جیسے میرے پہلو میں۔۔۔میرے پہلو میں۔۔۔افف اب کیا بتاؤں۔۔۔جانے دیں۔۔۔!" وہ بالوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھنساتا دھپ سے بیڈ پر بیٹھا۔۔۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔۔تم بتاؤ۔۔۔بتاؤ گے نہیں تو پتا کیسے چلے گا کہ تم کچھ بتانا چاہتے ہو۔۔۔لیکن فی الحال میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تین ہفتوں سے کپڑے نہیں دھلے اور اب نا میرے پاس اور نا تمہارے پاس، ایک بھی گرم کپڑا صاف حالت میں الماری میں موجود نہیں۔۔۔لہذا باہر صحن میں چلو اور مشین لگا کر کپڑے دھو۔۔۔چلو شاباش۔۔۔تب تک میں گرم گرم چائے بنتا ہوں۔۔۔دونوں دادا پوتا چائے پاپوں کا ناشتا کریں گے اور دوبارہ سے مصروف ہو جائیں گے۔۔۔تم کپڑے دھونے میں اور میں دھوپ سینکنے میں۔۔۔چلو جلدی سے باہر آؤ۔۔۔ورنہ اب دوبارہ میں گلی سے کوئی کتا اٹھا کر تم پر چھوڑوں گا۔۔۔!"

دادا چھڑی سے اسے وارن کرتے، زور زور سے اسے ٹیکتے باہر نکل گئے تھے۔۔۔مومن نے ٹیڈی بیئر پکڑا اور کھینچ کر دانت نکالتے شاویز کے منہ پر دے مارا۔۔۔

"ہمیشہ ایسی منحوس اشیاء تیری ہی بغل سے نکلتی ہیں۔۔۔تجھے کیڑے پڑیں گے۔۔۔دیکھ لینا۔۔۔تیری جس لڑکی سے شادی ہو گی، اس کی داڑھی مونچھ ہو گی۔۔۔اور وہ تجھے پپو کی امی اور تو اسے پپو کے پاپا بلایا کرو گے۔۔۔میری ہائے لگے گی تجھے شاویز۔۔۔اس کڑکتی سردی میں، تو نے میرے بستر میں یہ ٹھیلے سے لیا ریچھ گھسوایا ہے۔۔۔میرا وقت آنے دے، میں تجھے اصلی ریچھ کے درشن کرواؤں گا کمینے۔۔۔!"

ٹیڈی بیئر کو سینے سے چپکائے ہونق سا شاویز، مومن کے زنانہ کوسنے یوں سن رہا تھا جیسے لوگ پی ٹی وی کی خبریں سنا کرتے ہیں۔۔۔ٹیڈی بیئر کو سہلاتے ہوئے وہ بھولپن کے کامیاب تاثرات چہرے پر سجاتے ہوئے بولا۔۔

"مجھ سے کیا کہتے ہو۔۔۔تمہارے دادا کو انکار کرنے کا مطلب ہے، جینے سے انکار کرنا۔۔۔اور میں اس بھری جوانی میں جبکہ میرے آگے پیچھے لڑکیاں اولوں کی صورت تڑاتڑ برستی ہیں۔۔۔اپنی جان پر ظلم نہیں کر سکتا۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

"تم نے واقعی آج تک خود کو آئینے میں نہیں دیکھا پیارے۔۔۔؟" مومن نے مصنوعی حیرت سے شاویز سے سوال کیا۔۔۔

"دیکھ لیا کر گھونچو۔۔۔اوقات یاد رہتی ہے۔۔۔چل اب پتلی گلی سے نکل لے۔۔۔اور شام کو تیار رہنا، جم چلنا ہے۔۔۔چل نکل اب۔۔۔!"

شاویز اسے کڑے تیوروں سے گھورتا بڑبڑاتا چلا گیا اور وہ جی کڑا کر کے باہر صحن میں چلا آیا، جہاں سردی یوں اکڑ کے پھر رہی تھی جیسے اس کے نکاح میں ہو۔۔۔اس نے جھرجھری لیتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو بغلوں میں دابا اور کچن میں دادا کے پاس چلا آیا، جہاں چولہے کی فرحت بخش حرارت پھیلی تھی۔۔۔دادا مگوں میں چائے انڈیل چکے تھے اور اب ساری پتی کو پونی میں ڈال کر ساس پین کے پیندے سے دبا دبا کر اس میں سے چائے کشید کر رہے تھے۔۔۔مومن جھلا کے رہ گیا۔۔۔اور چڑ کر بولا۔۔

"دادا۔۔۔خبردار جو آپ نے یہ پتی میرے مگ میں نچوڑی۔۔۔سخت الجھن ہوتی ہے مجھے اس حرکت سے۔۔۔میں نہیں پیوں گا ورنہ۔۔۔ہاں۔۔۔!"

"ظاہر ہے۔۔۔تیرے باپ نے چلتی مل چھوڑی تھی نا جو اتنے نخرے ہیں۔۔۔میں کم از کم یہ چند گھونٹ بھی ضائع نہیں کر سکتا۔۔۔!"

"تو نا کریں نا۔۔۔اپنے مگ میں نچوڑا کریں۔۔۔مجھے کیوں دیتے ہیں۔۔۔مجھے کوفت ہوتی ہے دادا۔۔!"

"ابے او کوفتے۔۔۔چائے میں پاپے ڈبو کے کھاؤ اور باہر واشنگ مشین کو درشن کراؤ۔۔۔آج کپڑے ہر حال میں دھلنے ہی ہیں۔۔۔!" دادا نے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔کیونکہ مومن کے تیور سست تھے۔۔۔اتنا سن کر بھی اس کا منہ لٹک گیا تھا۔۔۔احسان کرتے ہوئے اس نے دو رس چائے میں ڈبو ڈبو کے مارے اور بقیہ ایک گھونٹ میں پی کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔!

کپڑے دھونا کون سا آسان کام تھا۔۔۔وہ بھی جب دادا سر پر بیٹھ کر دھلوائیں۔۔۔ایسے ملو۔۔۔یہاں سے رگڑو۔۔۔مشین کو ایک چکر اور دو۔۔۔میرے تو ہاتھ سے ہی ملنا، مشین میں مت ڈالنا۔۔۔ایسے میں مومن کو نانی دادی سبھی یاد آجاتیں۔۔۔وہ بلا تکان بڑبڑ کرتا اور کپڑے دھوتا جاتا۔۔۔دادا سکون سے باسی اخبار منہ کے آگے کیئے اس کی سنے جاتے، جیسے ابھی سن رہے تھے۔۔۔

"میں کہتا ہوں کہ آخر اتنی محنت سے جو میں نے ایم بی آئی ٹی کی ڈگری لی تھی، کیا وہ اس لئے کہ مشین کو پھیرے دوں۔۔۔رنگین اور سفید کپڑے الگ الگ کرنا سیکھوں۔۔۔فرش پر پھسکڑا مار کر بیٹھتے ہوئے کالروں پر برش رگڑوں۔۔۔نیل کتنا ڈالنا ہے، اس کا حساب رکھوں۔۔۔اور دادا آپ۔۔۔آپ کا بس چلے تو ہر شے کو نیلو نیل کر دیں۔۔۔میں کہے دے رہا ہوں، مجھ سے نہیں ہوتے اب یہ زنانہ کام۔۔۔!"

"تم مردانہ سمجھ کر، کر لیا کرو۔۔۔کیونکہ مردانہ کپڑے دھوتے ہو۔۔۔!" دادا نے اخبار کے پیچھے سے ہی جواب دیا۔۔۔

"ہونہہ۔۔۔! بھلا سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔۔۔دھوتا تو کپڑے ہی ہوں نا۔۔۔اب یہی دیکھیں۔۔۔یہ۔۔۔" اس نے ہاتھ میں تھامی ہلکے نیلے رنگ کی بیڈ شیٹ لہرائی۔" اس بیڈ شیٹ کو میں تب سے دیکھ رہا ہوں جب سے میں خود ابھی" شیٹ" بچھا کر سوتا تھا لیکن مجال ہے جو آپ نے اسے اللہ واسطے کسی کو دیا ہو۔۔۔یہ منحوس آج بھی ہمارے گھر ہے۔۔۔اب تو اس کی حالت کسی سالخوردہ بینر جیسی ہو چکی ہے، جسے ایک بار لگا دینے کے بعد اتارنے کی نوبت نہیں آتی۔۔۔اس پر سونے سے مجھے پت نکل آتی ہے دادا۔۔۔میرے جسم پر کانٹوں کی طرح چبھتی ہے یہ!"

"بک بک بند کرو۔۔۔سردیوں میں پت نہیں نکلتی۔۔۔اچھی بھلی بیڈ شیٹ ہے۔۔۔تمہاری دادی نے اس زمانے میں ساڑھے تین سو کی خریدی تھی۔۔۔اب لینے جاؤ تو تین ہزار سے کم میں نہیں ملے گی۔۔۔اور تم کدھر کی لیڈی ڈیانا ہو جو تمہارے جسم کو ریشم چاہیے۔۔۔!" دادا نے ٹھنڈے لہجے میں اسے دھو کر رکھ دیا۔۔۔اخبار ہنوز چہرے کے آگے تھا۔۔۔

"بس میں نے کہہ دیا۔۔۔!" مومن نے شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہاتھ میں پکڑی بیڈ شیٹ پانی کے ٹب میں پھینکی اور بولا۔۔۔" اس گھر کو عورت کی ضرورت ہے!"

"ارے۔۔۔دادا قربان تجھ پر میرے پوتے۔۔۔مجھے یہ بات کہتے شرم آتی تھی، آخر کو مشرقی دادا ہوں نا۔۔۔اب تجھے یہ نادر خیال آ ہی گیا ہے تو میں کیوں نا تیری خوشی پوری کروں گا۔۔۔رکھ بیٹا رکھ۔۔۔تو جس پر ہاتھ رکھے گا اسے تیری دادی بنالاؤں گا۔۔۔تو بس دادی بتا اپنی پسند کی۔۔۔!" دادا اخبار پرے پھینکتے یوں جوش میں آئے جیسے ابھی مومن اپنے پیچھے چھپی دادی لا سامنے کھڑی کرے گا۔۔۔مومن انہیں کینہ توز نظروں سے بلکل اسی انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے دادا عام طور پر اسے دیکھا کرتے تھے۔۔۔

"کیا کہنے آپ کے دادا۔۔۔آپ نے تو میری آنکھوں کے سوتے پھوڑ ڈالے۔۔۔بندہ پوچھے کہ اپنے لئے دادی ہی ڈھونڈنی ہے تو گھر والی ناڈھونڈ لوں۔۔۔میں اب اس عمر میں سوتیلی دادی کا دکھ نہیں اٹھا سکتا۔۔۔نا جانے کیسے کیسے ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے مجھ پر۔۔۔آپ کی تو آنکھوں پر ظاہر ہے خماری کی پٹی بندھ جائے گی، میں مسکین کدھر جاؤں گا۔۔۔نا بابا نا۔۔۔آپ کنوارے ہی بھلے۔۔۔!"

"کمینہ۔۔۔تھڑدلا نا ہو تو۔۔۔میں نے ساری عمر اس آس میں گزار دی کہ کب میرا پوتا جوان ہو اور اپنی دادی خود چن کر لائے۔۔۔مجھے کیا پتا تھا کہ تم میری آنکھوں کے خواب نوچ ڈالو گے۔۔۔!" دادا کے ایموشنل بیان پر ایک سنجیدہ سی نظر مومن نے ان کے چہرے پر ڈالنے کی کوشش کی مگر دادا اخبار کی آڑ سے ہی بولے تھے۔۔۔

" جیسے مجھے دادی کی ضرورت نہیں ۔۔۔ویسے ہی آپ کو جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ۔۔۔میں نے تو گھر کے کام کرنے والی عورت کی بات کی تھی ۔۔۔اپ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے ۔۔۔ہی ہی ہی ۔۔۔!" بات مکمل کر کے مومن مضحکہ خیز انداز میں ہنسا تو دادا کا ہاتھ پاؤں میں پہنے سلیپر کی طرف گیا ۔۔۔اس سے پہلے کہ کھینچ کر سلیپر مارتے اور دل ٹھنڈا کرتے ،گیٹ پر بیل ہوئی تھی ۔۔۔مومن سرف سے لتھڑے ہاتھوں سمیت گیٹ تک گیا تھا اور واپسی پر گھوڑے کی طرح ہنہناتا آیا تھا ۔۔۔

" یس ۔۔۔یس ۔۔۔مل گئی ۔۔۔مجھے ملنی ہی تھی ۔۔۔بھلا مومن تراب کے آگے کس کی دال گل سکتی ہے ۔۔۔اٹس آل اباوٹ گٹس ۔۔۔!" مومن خوشی سے قہقہے لگاتا ،دادا کے قریب ہی کرسی کھینچ کر بیٹھا اور اپنا اپوائینٹ منٹ لیٹر ان کی آنکھوں کے آگے لہراتے ہوئے بولا ۔۔۔

" اب آپ مجھ سے مزید یہ زنانے کام نہیں کروا سکتے ۔۔۔کیوں کہ مجھے ۔۔۔یعنی کہ مومن تراب کو جانی مانی فرم میں بہترین نوکری مل گئی ہے ۔۔۔اب میں بابو بن کر اپنے آرام دہ آفس میں بیٹھا کروں گا ۔۔۔ترقی میرے قدم چومے گی اور میں اسے بار بار کہوں گا ۔۔۔" ذرا زور سے چوم ۔۔۔اور زور سے ۔۔۔"!" وہ آنکھیں میچے یوں بولا جیسے ترقی نا ہوگئی ۔۔۔وہ ہوگئی ۔۔۔آہو!

دادا نے اپنا چشمہ اتارا ۔۔۔مومن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ذرا سا آگے ہوئے ۔۔۔اس کے گرم اونی سویٹر کا دامن پکڑ کر اسے کھینچا اور چشمے کے شیشے صاف کرتے ہوئے بولے ۔۔۔

" پوتے ۔۔۔تم بھلے سے فرم کے مالک بھی بن جاؤ نا ،کپڑے تو میں تمہی سے دھلواؤں گا ۔۔۔کیونکہ جو مزہ تمہاری" دھلائی" میں ہے وہ کسی اور کی کہاں ۔۔۔!" ان کا انداز سراسر چڑانے والا تھا اور مومن چڑ بھی گیا ۔۔۔اس نے ایک ابرو اچکاتے ہوئے دادا کو گھورا اور چبا چبا کے بولا ۔۔۔

" انفیکٹ آپ کو ایک پوتے کی نہیں ایک چھوٹے کی ضرورت ہے دادا ۔۔۔جسے آپ جب چاہے آواز دیں اور حکم بجا لانے کے لئے دوڑاتے رہیں ۔۔۔" چھوٹے ے ے ے ے ! آئیو ذرا گیٹ کھولیو ۔۔۔چھوٹے ے ے ے ے ذرا چھت سے کپڑے تو اتار لائیو ۔۔۔چھوٹے ے ے ے ے ۔۔۔چھوٹے ے ے ے ے ۔۔۔چھوٹے ے ے ے ے......بس میں نے بھی کہہ دیا ۔۔۔آج ہی شاویز کی کام والی ماسی سے کہیں کہ ہمارے گھر کی بھی صاف صفائی اور کپڑوں کی دھلائی کر جایا کرے ۔۔۔ بسسس کہہ دیا اب ۔۔۔جو خرچا ہوگا ،میں اٹھانے کو تیار ہوں ۔۔۔!" اس کی گردن میں آتا اکڑاؤ دادا کو تاؤ دلانے کے لئے بہت تھا ۔۔۔اب کہ انہوں نے لحاظ نہیں کیا تھا بلکہ سلیپر اتار کر سچ میں اس کی

گدی پر برسایا تھا۔۔مومن بیچارہ آنکھیں میچے ہونے والے خرچے کا حساب لگا رہا تھا، یکدم بلبلا کر رہ گیا۔۔اس کے بعد پوتا آگے آگے تھا اور دادا پیچھے پیچھے۔۔۔سارے میں مومن کی۔۔۔"او کوئی بچاؤ" اور دادا کی "کرخر چاآب" کی آوازیں گونج رہی تھیں۔۔۔جبکہ کپڑوں کا ڈھیر اور سرف کا جھاگ وہیں ایک کونے پر پھسکڑا مارے اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ سب نہایت خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔سبھی کے انداز بجھے بجھے سے تھے۔۔۔ماحور ایک ہاتھ میں چائے کا مگ پکڑے، دوسرے ہاتھ سے زوہان کا سر سہلا رہی تھی، جبکہ سوچتی نظریں ناشتے کی میز کے عین وسط میں پیوست تھیں۔۔۔سیف اور ریان بھی اسے مسلسل نوٹ کر رہے تھے۔۔۔وہ موڈی تھی۔۔۔اگر بتانا چاہتی تو خود سے ہی بتا دیتی ورنہ اگلا لاکھ سر پٹخ لے، وہ بھاپ تک نا نکالتی۔۔۔لیکن وہ دونوں اس کے بھائی تھے، پوچھے بغیر رہ بھی نہیں سکتے تھے۔۔۔ریان نے کہنی مار کر سیف کو ابتدا کرنے کا اشارہ دیا۔۔۔

"اپیا۔۔۔! کیا بات ہے۔۔۔؟ کل سے اس قدر چپ کیوں ہو۔۔۔کیا جاب نہیں ملی، اس لئے۔۔۔؟" سیف نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔۔۔وہ اب رس لے کر اس پر ملائی لگا رہا تھا۔۔۔

"ہممممم......! نہیں ایسا نہیں ہے۔۔۔میں اتنی جلدی ہار نہیں مانتی۔۔۔یہ نا سہی اور سہی۔۔۔نوکریوں کا کال تھوڑی نا ہے اس ملک میں۔۔۔ہر روز اتنی جابز نکلتی ہیں۔۔۔ہاں بس انہیں حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس تگڑی سفارش یا پھر ٹانگ کھینچنے کا گر آتا ہو۔۔۔!" اس کے تصور میں ایک بار پھر مومن تراب اتر آیا۔۔۔اندر تک کڑواہٹ سی بھر گئی۔۔۔ایک عرصہ ہو چکا تھا اسے تلخ ہوئے۔۔۔اب تو وہ سب عادی ہو چکے تھے۔۔۔

"اچھا چلیں چھوڑیں۔۔۔یہ بتائیں کہ پہلے بجلی کا بل جمع کروائیں یا سکول کالج کی فیسیں۔۔۔؟" سیف نے یہ بات پوچھتے ہوئے کسی مجرم کی طرح نظر چرائی تھی۔۔۔"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔۔کل زوہان اور جنت کو بھی سکول کی طرف سے لاسٹ نوٹس ملا ہے۔۔۔!"

"تم بل جمع کرواؤ نا۔۔۔آج میں مزید رقم کا بندوبست کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔۔۔ہو جائے گا، سب ہو جائے گا۔۔۔!"

ایک گھمبیر خاموشی ان سب کے درمیان چند پل کو چھا سی گئی۔۔۔جسے عقیل مغل کی بڑبڑاہٹ نے توڑا۔۔۔رات ڈھائی

بجے گھر آئے تھے اور آتے ساتھ ہی لاؤنج کے فرش پر دھڑام سے گر کر بے سدھ ہو گئے تھے۔۔۔اس حالت میں ان کو کوئی گاڑی بھی روندتی گزر جاتی تو کبھی ہوش میں نا آتے تھے، نا جانے گھر کیسے آجاتے تھے۔۔۔ماحور انہیں دیکھ کر اکثر یہی دعا کرتی تھی کہ کاش! یہ کبھی گھر نا آئیں۔۔۔!

اس کی زندگی کو اس نہج ہر پہنچانے والی دو ہی تو ہستیاں تھیں۔۔۔ایک اس کا باپ اور دوسری۔۔۔دوسری کے بارے میں سوچ کر ہی اس کی رگوں میں خون ابل پڑتا تھا۔۔اس نے اپنا دھیان بٹانے کے لئے شور مچانا شروع کر دیا تھا۔۔۔

"اٹھو اٹھو تم لوگ۔۔۔نکلو۔۔۔مت اتنی دیر کیا کرو۔۔۔اور زوہان تمہارے سکول سے کل پھر مجھے کال آئی تھی۔۔۔پرنسپل نے بلایا ہے۔۔۔کیا کیا ہے اب تم نے۔۔۔؟ مجھے گھر پر ہی بتا دو تو بہتر ہے ورنہ وہاں مجھے شرمندگی اٹھانی پڑی تو سکول سے جوتے لگاتی آؤں گی اور گھر تک لا کر بھی بس نہیں کروں گی۔۔۔اس لئے مجھے اپنی کرتوت کے بارے میں ابھی آگاہ کر دو۔۔۔بولو۔۔۔!"

سب کی نظریں زوہان پر جم گئیں تھیں۔۔۔گھبرا تو وہ پہلے ہی گیا تھا اب مزید حواس باختہ ہو گیا تھا۔۔اور اسی حواس باختگی میں وہ بولا۔۔۔

"میں نے کچھ نہیں کیا اپیا۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔سب مجھ سے لڑتے ہیں۔۔۔مجھ پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔۔۔سب کے سب۔۔۔!"

"کون زونی۔۔۔کون لگاتا ہے جھوٹے الزام اور کون لڑتا ہے۔۔۔بتاؤ مجھے۔۔۔کس کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟" ماحور نے پریشانی سے زوہان کا چہرہ جانچتے ہوئے سوال کیا۔۔۔جواباً وہ بالکل خاموش ہو گیا۔۔۔سب کی مشکوک نظریں ابھی بھی اسی پر جمی تھیں۔۔۔اس نے تھوک نگلتے ہوئے سب کو باری باری دیکھا اور اور ایک جھٹکے سے اٹھا۔۔۔اپنا بیگ گھسیٹا اور یوں باہر نکلتا چلا گیا جیسے اسے ڈر ہو کہ دو پل بھی مزید ٹھہرا تو اس کی شامت یقینی ہے۔۔۔ماحور اس کی حرکت پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔۔۔زوہان کے انداز میں جارحانہ پن نمایاں تھا۔۔۔سیف اور ریان بھی اس کے رویئے پر حیرت زدہ تھے۔۔۔صرف جنت تھی جو سکون سے ناشتہ کر رہی تھی جیسے یہاں موجود ہی نہیں یا پھر یہاں کچھ ہوا ہی نہیں۔۔۔!

"تم تینوں بھی اٹھو اب۔۔۔جاؤ اس کے پیچھے۔۔۔ادھر ادھر نا نکل جائے کہیں۔۔۔اٹھو جنت۔۔۔دیر ہو رہی ہے۔۔۔"

جنت اپنا سلائس ہاتھ میں لئے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"آج مجھے زونی کے سکول چکر لگانا ہی پڑے گا۔۔۔کوئی سیریس بات نا ہو۔۔۔!" ماحور نے دونوں ہاتھوں میں سر لیتے

ہوئے کہا۔۔سیف نے قدرے تاسف سے اسے دیکھا۔۔اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔۔چھوٹی سی عمر میں کتنی آزمائشوں میں مبتلا تھی اس کی بڑی بہن۔۔اس بات کا اسے بخوبی احساس تھا۔۔وہ تینوں خاموشی سے اپنے بیگز پکڑے باہر نکل گئے۔۔ماحور کتنی ہی دیر سر ٹیبل پر گرائے بیٹھی رہی۔۔۔پھر ایک دم ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی جب عقیل مغل کے ہوش میں آنے کی علامت ظاہر ہونا شروع ہوئی۔۔انہوں نے گالیاں دینا شروع کر دی تھیں۔۔اس سے پہلے کہ برداشت جواب دے جاتی، ماحور نے فٹافٹ برتن سمیٹے اور جیکٹ پہن کر سر کو اسٹالر سے لپیٹا اور چابیاں ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے گھر سے نکلتی چلی گئی۔۔۔۔۔!

☆......☆......☆

" دیکھئے پرنسپل صاحب۔۔آپ اس سارے معاملے کو یکطرفہ دیکھ رہے ہیں۔۔میں یہ نہیں کہتی کہ زوہان بے قصور ہے لیکن آپ دوسرے بچے سے بھی تو باز پرس کریں نا آخر اس نے زوہان کو گالی کیوں دی۔۔!" ماحور کچھ پریشان اور کچھ نادم سی پرنسپل صاحب کو زوہان کی صفائی دیتے ہوئے بولی۔۔وہ ریسٹورنٹ سے کچھ دیر کا آف لے کر زوہان کے سکول آئی تھی۔۔یہاں پہنچنے سے پہلے وہ رائنہ کو ساتھ لینا نہیں بھولی تھی، نا جانے کیوں اس کا ساتھ اسے تقویت دیتا تھا۔۔پرنسپل صاحب کے پاس زوہان کی شکایتوں کا انبار تھا۔۔زوہان ایسا ہے۔۔زوہان ویسا ہے۔۔!ماحور کو یہ معاملہ ذاتی ناپسندیدگی کا لگ رہا تھا کیونکہ اس کی برائیاں گنوانے میں پرنسپل صاحب کا جوش وخروش دیدنی تھا۔۔زوہان کی اپنے ایک کلاس فیلو سے لڑائی ہو گئی تھی۔۔وہ بچہ خاصی ویل آف فیملی سے تھا۔۔بقول پرنسپل، زوہان نے نا صرف اس بچے کو مارا پیٹا بلکہ اس کی بکس بھی پھاڑ دیں۔۔وہ ماحور کو یہ سب بتاتے ہوئے اس سکول کے پرنسپل کم اور اس بچے کے گارڈین زیادہ لگ رہے تھے۔۔۔

" دیکھیں مس ماحور۔۔زوہان کا آئے روز کسی نا کسی سے جھگڑا رہتا ہے۔۔وہ اتنا جھگڑالو ہے کہ اسے اگر کوئی لڑنے کے لئے میسر نا ہو تو سکول کی پچھلی گراؤنڈ میں جا کر خود سے لڑتا ہے۔۔درختوں پر چھڑیاں برساتا ہے۔۔چیختا چلاتا ہے۔۔شرجیل کے ساتھ بھی جھگڑے کی ابتداء اسی نے کی۔۔ورنہ وہ بچہ بڑا بھلا مانس ہے۔۔!"

" اچھاااا۔۔!" رائنہ اس بات پر چیخ کر بولی۔۔وہ کب سے خاموشی سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے اور کہنی کو کرسی کی ہتھی پر ٹکائے، شہادت کی انگلی کو ہونٹوں پر جمائے آنکھیں سکیڑے پرنسپل کو دیکھ رہی تھی۔" اتنا ہی بھلا مانس ہے تو آپ ہی کے منہ سے نکلا تھا کہ اس بچے نے زوہان کو "غلطی" سے گالی دے دی تھی۔۔اب اگر وہ بچہ غلطی سے گالی دے سکتا ہے تو زوہان بھی غلطی سے اسے پنچ مار سکتا ہے پرنسپل صاحب۔۔!"

ماحور نے ٹیبل کے نیچے سے پاؤں مار کر رائنہ کو خاموش رہنے کا الٹی میٹم دیا تھا۔۔مگر مقابل رائنہ تھی۔۔فوراً اس کی پہنچ سے پیر کو دور کیا اور گردن اکڑا کر پوچھ پڑتال کے لئے سیدھی ہو بیٹھی۔۔۔پرنسپل پہلے ہی بل کھائے ہوئے تھا۔۔مزید تلخی سے گویا ہوا

"دیکھیں مس۔۔۔ہماری سکول کی ریپوٹیشن کا سوال ہے۔۔۔شرجیل اس سکول کے ٹرسٹیز میں سے ایک کا پوتا ہے۔۔۔وہ کوئی معمولی گھرانے کا بچہ نہیں۔۔۔ہمارا سکول اس سے کس بنیاد پر باز پرس کرے۔۔۔اس کے سبھی ڈیوز وقت پر کلئیر ہوتے ہیں۔۔۔تین تین ماہ پینڈنگ نہیں رہتے۔۔۔ہونہہ۔۔۔!" پرنسپل نے تو اتنی جلدی اصل کھول نکال باہر کی تھی کہ کمال ہی کیا تھا۔۔ماحور نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں تھیں اور رائنہ نے نا سمجھی کے ساتھ اسکی سمت دیکھا تھا۔۔اسے چند پل لگے تھے اس سارے فتنے کی اصل تک پہنچنے میں۔۔۔یقیناً زوہان اور جنت کی فیسیز ادا نہیں ہوئیں۔۔۔اور پرنسپل صاحب نے بچوں کے چھوٹے سے جھگڑے کو بنیاد بنا کر اصل ایشو پر بات کرنا تھی۔۔۔لیکن انہوں نے بہت عامیانہ طریقہ اپنایا تھا۔۔پیرنٹس کو آفس میں بلا کر ذلیل کر کے فیسیز وصول کرنا کہاں کی انسانیت تھی۔۔۔رائنہ کے مارے طیش کے نتھنے پھڑکنے لگے تھے۔۔۔اس نے اپنا لیدر بیگ زوردار آواز کے ساتھ گلاس ٹاپ ٹیبل پر مارا اور اپنی لمبی انگلی پرنسپل کی طرف کھڑی کرتے ہوئے ان سے بولی۔۔۔

"آئے تو ہم یہاں زوہان اور جنت کے ڈیوز کلئیر کرنے تھے،لیکن اس بہانے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ بچوں کے ساتھ تعصب برتتے ہیں۔۔۔!"

پہلا فقرہ سن کر جو پرنسپل کی باچھیں چری تھیں،دوسرے کے ساتھ ہی واپس ٹھکانے پر آ گئیں۔۔وہ ہکلا سے گئے۔۔۔

"ار۔۔ارے نہیں۔۔نا۔۔نہیں۔۔۔ایسا ہرگز نہیں۔۔۔زوہان بہت انٹیلیجنٹ ہے،بس اس دفعہ ہی کچھ زیادہ ہائپر ہو گیا۔۔چلیں جانے دیں۔۔۔میں دیکھ لوں گا سارے معاملے کو۔۔آپ پلیز ایڈمن آفس میں جا کر ڈیوز کلئیر کیجیئے،تب تک میں آپ کے لیئے کافی منگواتا ہوں۔۔۔!" ماحور پرنسپل کی گرگٹی طبیعت پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔۔۔حیران پریشان تو وہ رائنہ کی بات پر بھی تھی۔۔۔بھلا اس کے پاس کہاں تھے فیس کے پیسے۔۔۔وہ بھی تین ماہ کی اکھٹی فیس۔۔۔!

وہ مسلسل رائنہ کو متوجہ کرنے کی کوشش میں تھی مگر وہ میڈم تو جیسے یہاں کسی اور کے ساتھ آئی تھیں جو اس کی طرف دھیان ہی نہیں دے رہی تھی۔۔۔تیوریاں چڑھائے وہ پرنسپل سے بولی۔۔

"آپ اپنی کافی اپنے پاس رکھیئے۔۔۔کچھ دیر میں آپ کو ضرورت پڑنے والی ہے۔۔۔ہم ذرا ایڈمن آفس سے فارغ ہو لیں،اس کے بعد ان شاءاللہ میرا اگلا اسٹیپ آپ کے سکول کے ہیڈ آفس کال کرنے کا ہو گا۔۔۔میں آپ کی کمپلینٹ لازمی کروں

گی۔۔۔کس طرح آپ نے ہمارے بچوں کو اور ان کے گھر والوں کو بروقت ڈیوز کلئیر نا ہونے پر ڈی گریڈ کیا ہے۔۔۔اور آج کے بعد۔۔۔" رائنہ اپنی کرسی سے ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور ٹیبل پر ہتھیلیاں جماتے ہوئے بولی۔۔۔" اگر آپ نے ہمارے بچوں کو ان کے کسی کلاس فیلو یا فیکیلٹی کے سامنے نیچا دکھانے کی کوشش کی تو یقین جانئیے بس دو دن۔۔۔دو دن میں آپ کا سکول بند کروا دوں گی۔۔۔اس علاقے کا ایس ایس پی میرا بہنوئی ہے۔۔۔بس اتنا تعارف کافی رہے گا پرنسپل صاحب۔۔۔!" رائنہ نے سکتے میں آئی ماحور کا بازو تھاما اور آفس سے باہر نکلتی چلی گئی۔۔۔پیچھے پرنسپل صاحب پریشانی کے عالم میں ادھ کھلا منہ لئے بیٹھے رہ گئے۔۔۔!

☆......☆......☆

ٹیکسی میں اس قدر خاموشی تھی کہ اسے اب الجھن ہونے لگی تھی۔۔۔وہ تو چپ بیٹھ ہی نہیں سکتی تھی۔۔۔کوئی نا ملتا تو خود سے ہی چار باتیں کر لیتی تھی۔۔۔پہلو پر پہلو بدلے جا رہی تھی مگر ماحور نے رخ بدل کر نا دیکھا۔۔۔وہ سپاٹ چہرہ لئے باہر بھاگتی دوڑتی ٹریفک میں اللہ جانے کون سی دنیا دریافت کرنے کے چکروں میں تھی۔۔۔عارض لال بھبوکا ہوئے اس کے اندرونی خلفشار کا پتا دے رہے تھے۔۔۔نتھنے بڑے ردھم سے پھڑک رہے تھے اور ماتھے پر پڑے بل جیسے سارے غصے کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔۔۔اس کو ہنسی آ گئی جسے اس. نے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔وہ ہنسی تو ماحور نے پلٹ کر اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔۔۔پلکوں پر ہلکی سی نمی بے اختیار اتر آئی تھی۔۔۔رائنہ نے طویل سانس بھری اور اسے دھیمے سے مخاطب کیا۔۔۔ٹیکسی میں نا بیٹھی ہوتی تو اپنے مخصوص والیوم میں ہی بات کرتی۔۔۔

"تمہیں پتا ہے ماہی۔۔۔تم جتنی خوبصورت ہو اتنی ہی سڑی ہوئی ہو۔۔۔اپنا خون جلا جلا کر تم ڈریگن کی طرح آگ اگلنے لگی ہو۔۔۔ہاہاہاہاااا۔۔۔!" وہ بھرپور ہنسی مگر ماحور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تک نا کھلی۔۔۔رائنہ نے اپنا بیگ دھپ کی آواز کے ساتھ اس کے پہلو میں کھینچ کر مارا اور دھونس سے بولی۔۔۔

"اب کیا جان لو گی میری۔۔۔بس بھی کرو۔۔۔میں اگر مر گئی تو دن رات مجھے یاد کر کے رویا کرو گی تم۔۔۔ہاں نہیں تو۔۔۔!"

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا رائنہ۔۔۔میں کس طرح اتنی بڑی رقم کا قرض اتاروں گی۔۔۔تمہیں زونی اور جنت کی فیس پے کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لینا چاہئیے تھا۔۔۔!"

"اچھا جی۔۔۔تو تم کیا کر لیتی۔۔۔ہیں جی؟" رائنہ نے ابرو اچکاتے ہوئے تیکھے لہجے میں پوچھا۔۔۔

"ظاہر ہے، تمہیں منع کر دیتی۔۔۔اور کیا۔۔۔!"

"اچھا۔۔۔تو پھر وہ پرنسپل کا بچہ دونوں کو ایکسپیل کر دیتا سکول سے۔۔۔وہ ٹھیک تھا۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔اس کی نوبت نہیں آتی۔۔۔میں چند دن تک رقم ارینج کر ہی لیتی۔۔۔ہو جاتا کچھ نا کچھ۔۔۔!"

"اوووووو۔۔۔ہاں جی آپ کے تو اشارۂ ابرو پر نوٹوں کی قطار ہاتھ باندھے چلی آتی نا۔۔۔اور کورنش بجالاتے ہوئے عرض کرتی۔۔۔بولیئے ماحور بی بی ہمیں کس کی جیب میں جانا ہے۔۔۔اتنی ہی تو تمہاری پی آر ہے۔۔۔ہیں جی۔۔۔!"

" کچھ بھی کرتی رائنہ۔۔۔لیکن تمہارا احسان لیتے مجھے واقعی شرم آ رہی ہے۔۔۔پہلے ہی کیا کم کرتی ہو تم ہمارے لیئے۔۔۔جانے انجانے کتنے ہی تو مقروض ہیں ہم تمہارے۔۔۔اب یہ نیا بار۔۔۔!" تاسف اس کے لہجے میں بول رہا تھا۔۔۔رائنہ نے اس کے قریب کھسک کے بڑی محبت سے اسے ساتھ لگایا اور اسے دھیما سا جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔۔۔

"ایسا مت سوچا کرو ماہی۔۔۔مجھے نہیں معلوم کیوں۔۔۔مگر جب سے میں بیاہ کر تمہارے ہمسائے میں آئی تھی تب سے ہی مجھے تم سے، تمہارے بہن بھائیوں سے بلکل اپنوں سی انسیت ہو گئی تھی۔۔۔گو کہ مجھے تم نے شروع مکں لفٹ نہیں کرائی تھی مگر پھر بھی میں ڈھیٹ بنی آتی رہی یہاں تک کہ تم سب مجھ سے مانوس ہو گئے۔۔۔عاقب نے کبھی اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں ان کی امی کی تمہاری والدہ سے بہت اچھی دوستی رہی ہے۔۔۔خیر چھوڑو ان باتوں کو۔۔۔ابھی فی الحال زوہان اور جنت کی فیسوں کی طرف سے تو ٹینشن ختم ہوئی نا، اب سیف اور ریان کا مسئلہ بھی حل ہو ہی جائے گا۔۔۔کچھ دن میں عاقب سے مزید پیسے مانگوں گی۔۔۔تم آرام سے ان کی فیسیں۔۔۔۔!"

"خبردار۔۔۔!" ماحور ایک دم بے حد سختی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔۔"خبردار جو تم نے اب ایک پیسہ بھی مجھ پر یا میرے گھر والوں پر لگانے کی کوشش کی تو۔۔۔!" اس کا تنفس تیز ہو گیا تھا اور آنکھیں نا چاہتے ہوئے بھی چھلک گئی تھیں۔۔۔ماحور کے رویے سے رائنہ یکدم خفیف سی ہو گئی تھی۔۔۔ماحور نے محسوس کرتے ساتھ ہی فوراً اس کا ہاتھ تھام کر عقیدت سے اس کی پشت پر بوسہ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔

"تم میرے لئے کیا ہو، اس کا اندازہ مجھے اپنے ہر مشکل وقت میں ہوتا ہے رائنہ۔۔۔تم وہ دوست ہو جو کڑے وقت میں پیٹھ نہیں دکھاتے بلکہ اپنی پیٹھ پر دوست کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔۔۔لیکن میں نا تو خودغرض ہوں نا ہی موقع پرست۔۔۔کمزور انسان دوسروں کی کمزوری کا فائدہ نہیں اٹھاتا۔۔۔کم از کم میں ایسی نہیں ہوں۔۔۔تم نے جتنا بھی میرے لئے کیا وہ نا میرا حق تھا نا تمہارا

فرض۔۔۔پھر بھی یہ تمہاری دوستی کا مجھ پر احسان ہے۔۔۔لیکن میری ریکوئسٹ ہے کہ مجھ پر اتنا بوجھ ڈالو جتنا میں اتار سکوں۔۔۔پلیز۔۔۔!"

رائنہ نے ایک طویل اور مطمئن سانس فضا کے سپرد کیا اور مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی سے اپنا سر ٹکراتے ہوئے بولی۔۔۔

"تم بھی نا۔۔ایک دم پگلی ہو۔۔۔مجھے یوں سمجھا رہی ہو جیسے۔۔۔جیسے۔۔۔میں نے تو سمجھ ہی جانا ہے۔۔۔ہٹ پاگل۔۔۔!"

ابتدا تو بڑے ناصحانہ انداز میں کی تھی اور بات کے اختتام پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوں مکھی اڑائی تھی کہ ماحور کو لگا اسے شارٹ کٹ میں فٹے منہ بولا تھا اس نے۔۔۔ماحور کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔۔۔رائنہ ایک ہاتھ اس کے سر کے اوپر اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا منہ بند کرتے ہوئے چمک کر بولی۔۔۔

" تین دن ہیں تمہارے پاس۔۔۔ان تین دنوں میں اگر ریان اور سیف کی فیسیں ارینج ہو جاتی ہیں تو ٹھیک۔۔۔ورنہ چوتھے دن میں کروا آؤں گی۔۔۔سمجھی۔۔۔بڑی آئی۔۔۔رائنہ نام ہے میرا۔۔۔میں دوستی میں سودے بازی کی قائل نہیں ہوں نا ہی دوست سے توقعات وابستہ کرتی ہوں۔۔۔بس دوستی کرتی ہوں اور دوستی ہی رکھتی ہوں۔۔۔سمجھ آیا نا۔۔۔آئندہ میرے ساتھ ایسا پنگا نا لینا۔۔۔ہیں جی۔۔۔!"

"تم۔۔۔تم ایک نمبر کی فضول لڑکی ہو۔۔۔تمہاری ساس کو شکایت کروں گی تمہاری کہ تمہیں لگام ڈال کر رکھیں ورنہ ان کے بیٹے کی کمائی اجاڑ دے گی ان کی بہو۔۔۔!" ماحور نے دانت پیستے ہوئے اسے دھمکایا مگر اس پر مطلق اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔وہ دانت نکوستے ہوئے بولی۔۔۔

" ہی ہی ہی۔۔۔ان کو بتاؤ گی تو منہ کی کھاؤ گی۔۔۔وہیں دھر لیں گی کہ بی بی اب گھر بعد میں جانا پہلے ساری چونیوں، اٹھنیوں سمیت پیسے واپس کرو۔۔۔بڑی آئی میری شکایت لگانے والی۔۔۔اب سنو میری اگلی بات۔۔۔میری ایک فرینڈ ہے۔۔۔ابرش راٹھور۔۔۔رکو یہ رہا اس کا کارڈ۔۔۔!" رائنہ نے عجلت میں بیگ ٹٹول کر کارڈ اس کے حوالے کیا۔" اس کے پاپا کی کمپنی ہے۔۔۔اچھی ساکھ ہے۔۔۔میں بھی شادی سے پہلے آٹھ دس ماہ جاب کر چکی ہوں۔۔۔ماحول بھی بہت اچھا ہے۔۔۔ابرش کو کوآرڈینیٹر کی ضرورت ہے۔۔۔خود تو نواب کی بچی بس ریوالونگ چیئر پر جھولے لینے آفس آتی ہے،کوئی ہارڈ ورکنگ ہینڈ چاہیے اسے جو اس کی ساری کرتوتیں اس کے پاپا سے چھپائے رکھے،کیونکہ وہ ڈسپلن اور اپنے کام کے حوالے سے کسی کو نہیں چھوڑتے۔۔۔اسے بھی زبردستی آفس جوائن کروایا تھا کیونکہ انہیں بے کار بیٹھنا پسند نہیں۔۔۔اب اس سے اتنے سیاپے نہیں ہوتے

اس لئے ڈھونڈ رہی ہے کسی ایفیشنٹ ورکر کو۔۔۔مجھے بلا رہی تھی لیکن عاقب نے اجازت نہیں دی۔۔۔میں نے تمہارا نام لے دیا۔۔۔اب کل تمہیں دس بجے تک اس جگہ پہنچنا ہے۔۔۔پیکج بھی اچھا ہے۔۔۔۔باقی سمجھو کہ یہ نوکری پکی۔۔۔اوکے۔۔۔!"

ماحور گنگ سی بیٹھی اس مہربان کو دیکھ رہی تھی جو اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے آخری حد تک جاتی تھی۔۔۔قدرت ہر ایک کو زندگی میں چند مخلص اور بے مثل لوگوں سے ضرور نوازتی ہے جن کے سہارے راستے کی کٹھنائیاں ،آسانیوں میں بدل جاتی ہیں۔۔۔یہ کہنا عبث ہے کہ ہمیں کوئی ملا نہیں ،بلکہ ہم کسی پر بھروسہ نا کر کے خود کو تنہا کر دیتے ہیں۔۔۔!

رائنہ،ماحور کی آنکھوں میں اترے پانی سے جان بوجھ کر بے نیاز سیل فون پر مصروف تھی جبکہ ماحور نے تشکر سے اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنا رخ کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی کی اور موڑ لیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

صحن میں ڈھیر ساری مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکرے پڑے تھے۔۔۔دادا ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔۔۔قریبی کرسی پر مومن پاؤں پھیلائے ،ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کئیے ،کوٹ کو اتار کر گھٹنوں پر ڈالے نیم دراز سا آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔۔۔ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔۔۔آج نوکری کا پہلا دن تھا۔۔۔صبح آٹھ بجے سے شام چار تک کی ٹائمنگز تھیں۔۔۔سارا دن کام سمجھتے اور پوری بلڈنگ کے ہر فلور کے ہر سیکشن کا تفصیلی جائزہ اور باقی ورکرز کے ساتھ تعارف میں دن نکل گیا تھا۔۔۔اس کا موڈ بہت فریش تھا۔۔۔واپسی پر وہ پھل اور مٹھائیاں لیتا آیا تھا۔۔۔ارادہ تھا کہ نوکری ملنے کی خوشی میں محلے میں بٹوا دے گا۔۔۔دادا کو البتہ اتنی فضول خرچی ہرگز ہضم نہیں ہو رہی تھی۔۔۔سارے پھلوں کے ٹوکرے ٹٹول ٹٹول کے دیکھے تھے۔۔۔مٹھائی بھی دیکھنے کے بہانے کتنی ہی کھا بیٹھے تھے۔۔۔پوتے کی شکل دیکھی تو وہاں تو بہار آئی بیٹھی تھی۔۔۔انہوں نے آنکھیں سکوڑ کر مومن کو متوجہ کرنے کے لئے دو دفعہ فرش پر چھڑی کی ٹوہ ماری اور لہجے کو سرسری سا رکھتے ہوئے بولے۔۔۔

"ہاں تو میاں۔۔۔یہ سب بھلا کس لئیے اٹھا لائے ہو۔۔۔کچھ بتانا پسند کرو گے۔۔۔؟"

"ارے پیارے دادا۔۔۔آم کھائیں نا۔۔۔اور بس آم ہی کھائیں۔۔۔!"

اس نے لہک کر جواب دیا

"کیوں گھٹلیاں تو چوسے گا۔۔۔؟ نا مجھے بس یہ بتا دے کہ میرا ولیمہ تھا جو اتنا پھل اور مٹھائی گھر اٹھا لایا۔۔۔!"

"دادا آپ کو ہر وقت اپنے ولیمے کا ہی چاء کیوں چڑھا رہتا ہے۔۔۔میرے ولیمے کا بھی ذکر خیر کیا کریں۔۔۔گھر میں رونق ہو گی۔۔۔!"

"رونق تو میرے ولیمے پر زیادہ ہو سکتی ہے کیوں کہ پورے شہر کے بابوں نے حسرت کے مارے بس یہ دیکھنے کے لیئے شرکت کرنی ہے کہ میرا بیاہ اس عمر میں ہوا کیسے اور اس کے محرکات کیا تھے۔۔اور آیا وہ بھی ایسے حالات پیدا کر سکتے ہیں کہ ان کا بھی چٹ ولیمہ اور پٹ ولیمہ ہو جائے۔۔۔کیوں کہ جھٹپٹے کی عمر میں ولیمے کا لفظ ہی کشتے کا کام کرتا ہے۔۔۔سمجھے پوتے۔۔۔!"

پوتا تو کیا خاک سمجھتا، اس کا تو دادا کے نادر خیالات پر ہی دل و دماغ اش اش کر اٹھا تھا۔۔۔اس نے تین چار بار آنکھوں کو ملا۔۔۔بھنویں اچکا کر تھوک نگلا اور رسان سے بولا

"آپ بھی بات پیدائش پرچی سے شروع کرتے ہیں اور ولیمے پر دم لیتے ہیں۔۔۔اب یہ سب ٹھکانے لگوائیں۔۔۔نوکری ملنے کی خوشی میں لایا ہوں۔۔۔سوچا محلے داروں کو بھی شریک کروں۔۔۔آپ سب میں تقسیم کروا دیں۔۔۔!"

"پوتے مجھے کہتا، میں حلوائی کو پورا ہفتہ گھر کے صحن میں ہی بٹھا لیتا۔۔۔اور پھلوں کے ٹھیلے یہیں کھڑے کروا کے مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کراتا۔۔۔کہ آؤ اور میرے پوتے کی عقل پر روٹے مارو۔۔۔جسے پہلی تنخواہ نہیں ملی ابھی لیکن تنخواہ کے برابر رقم جھونک آیا ہے یہ سب خریدنے میں۔۔۔اتنا تو عقلمند ہے نابنجار۔۔۔!" تحمل سے بولتے بولتے دادا کو جوش آیا اور بات مکمل کرتے ہی چھڑی مومن کے گھٹنے پر دے ماری۔۔۔وہ ڈھیلا ہو کر بیٹھا تھا۔۔۔لگا چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ سارے جسم میں سرایت کر گیا ہے۔۔۔سیدھا ہو کر بیٹھتے اور گھٹنے کو سہلاتے وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا۔۔۔

"کیا دادا۔۔۔کبھی محلے میں ہم نے کچھ نہیں بھیجا۔۔۔اللہ بخشے جب تک امی زندہ تھیں، ہر دوسرے دن کچھ نا کچھ بنا کے بھجواتی تھیں دائیں بائیں اور بدلے میں ہمیں بھی آ جاتا تھا تو منہ کا ذائقہ بدل جاتا تھا۔۔۔لیکن امی کے بعد تو آپ نے عید، شبرات پر بھی کبھی محلے میں کچھ نہیں بھجوایا۔۔۔اس لئے یہ سب لایا یوں کہ اسے تقسیم کریں۔۔۔تقسیم کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔۔۔کم نہیں ہوتا دادا۔۔۔!"

"تیری تقریر اگر ختم ہو گئی ہو تو اٹھ اور اندر کچن سے پلیٹیں پکڑ کر لا۔۔۔دادا ہوں میں تیرا۔۔۔میری امی نا بن۔۔۔سمجھا۔۔۔چل اب اٹھ۔۔۔اس سے پہلے کہ میرا ارادہ بدل جائے۔۔۔!"

مومن فٹافٹ اٹھا اور جھٹ سے کچن سے پانچ سات پلیٹیں پکڑ لایا۔۔۔دادا پلیٹوں کی تعداد دیکھ کر ایک بار پھر جز بز ہو گئے۔۔۔داڑھی کھجاتے ہوئے بولے۔۔۔

"کیا محلے کے قبرستان میں بھی بھجوانی ہے مٹھائی؟"

"کیوں۔۔۔کیا دادی نے رس گلوں کا کہلوایا ہے۔۔۔؟ میں تو کہتا ہوں کہ ایک پھلوں کا ٹوکرا اور ایک مٹھائی کا ڈبہ، دادی

کی قبر پر رکھ آتا ہوں۔۔۔اوپر آپ کے نام کی چٹ لگا کر آؤں گا۔۔۔تاکہ دادی شکریہ ادا کرنے گھر تک تو آسکیں۔۔۔!"

وہ بھی ان کا پوتا تھا۔۔۔انہی کی طرح بات سے بات نکالنے والا۔۔۔! دادا نے کچا چبا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور پلیٹیں اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر تپائی پر رکھیں۔۔۔ان میں پھل اور مٹھائی رکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں بولے۔

"مممم۔۔۔یہ ایک پلیٹ تو ہو گئی شاویز کے گھر کی۔۔۔لیکن اس کے دادے کو شوگر ہے۔۔۔زیادہ کھا گیا تو پھڑک جائے گا۔۔۔ناجی نا مفت میں ایف آئی آر میرے خلاف کٹ جانی۔۔۔اور بڑا بھائی بھابھی پہلے ہی گھی کا کنستر بن چکے ہیں پھول کر۔۔۔اتنی مٹھائی تو زہر بن کر لگنی ہے۔۔۔باقی رہ گیا شاویز۔۔۔تو اس غریب کا کیا ہے، جب بھی یہاں آتا ہے، ندیدوں کی طرح جو بھی سامنے رکھو، کھا پی جاتا ہے۔۔۔ایسے ہی دو برفی کی ڈلیاں رکھ دوں گا۔۔۔!"

لو جی ایک پلیٹ تو خالی ہو کر سائیڈ پر ہو گئی۔۔۔مومن اچنبھے سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔۔۔

"یہ دائیں طرف کی عطیہ بہن۔۔۔ان کو بھیج دیتے ہیں۔۔۔!" انہوں نے اگلی پلیٹ پکڑتے ہوئے کہا تو مومن کچھ ریلیکس ہوا۔۔۔

"ارررررے۔۔۔یاد آیا۔۔۔ناجی۔۔۔ہر گز نہیں۔۔۔یہ عطیہ خاتون کا تو تیری دادی سے بڑا زبردست جھگڑا رہتا تھا۔۔۔تیری دادی کے مرنے سے چار دن پہلے بھی دیوار پر چڑھ کر لڑی تھی یہ۔۔۔اور جواب میں تیری دادی نے اگال دان کھینچ مارا تھا۔۔۔وہ اس عورت نے آج تک واپس نہیں کیا۔۔۔اس کی بھی پلیٹ رکھ سائیڈ پر۔۔۔رکھ اسے۔۔۔!"

مومن نے بے بس ہو کر اگلی پلیٹ بھی سائیڈ پر رکھ دی تھی۔۔۔اور کمر کرسی سے ٹیک کر دادا کی "ونڈی" دیکھنے لگا۔۔۔

"یہ جو ذوالفقار صاحب ہیں نا۔۔۔ان کی طرف تو رہنے ہی دے۔۔۔یا تو پلیٹ واپس نہیں آتی یا پھر خود آجاتے ہیں مزید مانگنے۔۔۔اور سامنے والے مکرم کو تو بالکل نا بھجیو۔۔۔یاد نہیں پچھلے جمعے بریانی آئی تھی ان کے گھر سے۔۔۔مجال ہے ایک بوٹی بھی نکلی ہو۔۔۔!"

مومن نظر چرا گیا۔۔۔کیونکہ بریانی کی پلیٹ میں سے بوٹیاں اسی نے گیٹ پر کھڑے کھڑے ہی ہڑپ لی تھیں۔۔۔اب چپ رہنے میں ہی بھلا تھا، دادا کو بتاتا تو انہوں نے انتقاماً اسی کو چک مار لینا تھا۔۔۔

"اب رہ گئے تیری دادی کے پچھلے۔۔۔تو یہ جو نرم نرم سے کیلے ہیں نا وہ چن کر اٹھا اور اس پلیٹ میں رکھ۔۔۔تیری دادی کے بھائی کے منہ میں دانت نہیں، وہ آرام سے کھا لے گا۔۔۔سخت پھل بھیجا تو تالو اتر کر ہاتھ میں آجائے گا غریب کے۔۔۔نا جانے نیا تالو

کتنے میں لگے گا پھر۔۔۔!" دادا نے ناک میں انگلی پھیرتے ہوئے پرسوچ انداز میں کہا۔۔۔مومن چڑ کر کھڑا ہوا اور غصے میں بولا۔۔۔

"دادا۔۔۔آپ ایسا کریں کہ یہ سب اٹھا کر کچن میں ہی رکھ لیں۔۔۔آپ سمجھیئے گا کہ "ہم" نے "ہمیں" ہی بھیجا ہے۔۔۔پورا مہینہ کھائیں گے۔۔۔بس۔۔۔اب خوش۔۔۔!"

"یہ کی نا تم نے پیار محبت والی بات۔۔۔شاباش میرا ہونہار پوتا۔۔۔چل میرا شیر۔۔۔اب اٹھا میرے ساتھ سب کچھ اور کچن میں لے کر چل۔۔۔چل۔۔۔!"

دادا جوش سے کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔لیکن مومن اپنی بات کا الٹا اثر دیکھ کر غصے میں "واک ان" کر گیا۔۔۔یعنی باہر سے اندر کمرے میں چلا گیا۔۔۔دادا نے اسے جاتا دیکھ کر ہاتھ جھٹکا اور اکیلے ہی بڑے موڈ میں سارا پھل اور مٹھائی اٹھا اٹھا کر کچن میں رکھنے لگے کیونکہ۔دادا چمڑی جائے پر دمڑی نا جائے کے مقولے پر چلنے والے باعمل انسان تھے اور یہ بات مومن تراب سے بڑھ کر کون جانتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

"پلیز زرش میں آج کچھ نہیں کھاؤں گی۔۔۔ہاں ہو سکے تو ایک کپ کافی کا مزید مل جائے تو شائد سر کے درد میں افاقہ ہو۔۔۔!"

وہ تیزی سے کام نمٹا رہی تھی۔۔۔کچھ ہی دیر میں اس کی شفٹ آف ہونے والی تھی۔۔۔اس کی ساتھی ورکر زرش اس کے اور اپنے لئے برگر لئے پینٹری کی جانب چلی آئی۔۔۔ماحور کو بھی وہیں کھینچ لائی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ اس نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ہو گا۔۔۔اور یہ سچ بھی تھا۔۔۔صرف ایک کپ کافی پی تھی اور سر تھا کہ درد سے پاش پاش ہونے کو تھا۔۔۔تمام اسٹاف کو لنچ اور ڈنر ملتا تھا۔۔۔وہ کبھی کبھار کھا لیتی اور اکثر چپکے سے ریپ کر کے گھر لے جاتی۔۔۔ایک ایک نوالے کی برگر کی عیاشی اس کے بہن بھائیوں کو بہت پسند تھی۔۔۔

زرش نے اسے تاسف سے دیکھا اور ڈپٹ کو بولی۔۔۔

"عقل کو ہاتھ مارو ماحور۔۔۔خالی پیٹ کافی پی پی کر آنتوں میں زخم ہو جائیں گے۔۔۔آدھا ہی کھا لو۔۔۔اس کے بعد میں تمہیں کافی لا دیتی ہوں۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔یہاں نس نس زخمی ہے، تمہیں آنتوں کی پڑی ہے۔۔۔اتنی ہمدردی نا کیا کرو مجھ سے۔۔۔مجھے بھالے کی طرح لگتی ہے۔۔۔!" ماحور آنکھیں مسلتے ہوئے بے رحم لہجے میں بولی۔۔۔

"ماحور۔۔۔ہم پر تب تک کوئی ترس نہیں کھاتا جب تک کہ ہماری ذات سے خود ترسی یا خود اذیتی جیسے جذبات عیاں نا

ہونے لگیں۔۔۔اگر چاہتی ہو کہ تم سے کوئی ہمدردی نا کرے تو خود پر ترس کھانا ختم کرو اور خود کو اذیت دینا بھی۔۔۔لوگوں کو جیسا دکھتا ہے وہ ویسا ہی ری ایکٹ کرتے ہیں پاگل۔۔۔لو اب تھوڑا سا کھاؤ۔۔۔اس کے بعد تمہیں مختار صاحب کا آفس ورک بھی دیکھنا ہے۔۔۔میں ذرا ایک منٹ تک آئی۔۔۔!"

یہ زرش کیا کہہ گئی تھی اس سے۔۔۔کتنے الگ انداز میں آئینہ دکھایا تھا اسے۔۔۔وہ سن سی بیٹھی سوچتی رہ گئی تھی۔۔۔ہاں۔۔۔وہ ہمیشہ خود کو سب سے زیادہ قابل رحم لگی تھی۔۔۔جس طرح کے حالات سے وہ چھوٹی سی عمر سے گزر رہی تھی، ایسا سوچنے میں حق بجانب تھی۔۔۔لیکن کیا ملا تھا آخر اسے اپنے لئے روتے روتے۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔۔! ہوتا تو وہی تھا ہمیشہ جو اس کے گمانوں سے پرے منہ چھپائے بیٹھا ہوتا تھا۔۔۔تو کیوں وہ اس خول میں بند ہے۔۔۔؟

اس نے ایک ٹھنڈی اور افسردہ سانس بھر کر اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوئی

"زرش کو اندازہ نہیں ہے نا کہ میں کیسی اذیتوں کا دریا پاٹ کر یہاں تک پہنچی ہوں۔۔۔کاش میں اسے اپنی زندگی کے فلیش بیک میں لے جا سکتی۔۔۔تو شائد جو چولا میں نے خود اذیتی کا پہن رکھا ہے اس میں ترس کا ایک پیوند وہ خود اپنے ہاتھ سے لگاتی۔۔۔"

اس نے سر جھٹک کر خود کو ماضی کی اڑتی راکھ میں گم ہونے سے روکا اور جلدی سے برگر کو ریپ کر کے بیگ میں ڈالا۔۔۔ٹائم دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔آج اسے سر مختار کو سارا آڈٹ رپورٹ مکمل کر کے دینا تھا۔۔۔!

اگلے ڈیڑھ گھنٹے تک اسے کمپیوٹر اسکرین سے نظر اٹھانے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی۔۔۔دماغی طور پر بہت ڈسٹرب ہونے کے باوجود اس کی انگلیاں کھٹا کھٹ کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔۔۔یہاں تک کہ اسے احساس تک نا ہوا کہ اس کی پیچھے موجود آفس کا دروازہ انتہائی آہستگی سے لاک ہوا تھا۔۔۔اور پھر اگلے چند لمحوں میں اسے اپنی گردن کی پشت پر خفیف سا لمس محسوس ہوا تھا۔۔۔وہ سر سے پاؤں تک لرز کر رہ گئی۔۔۔اس کی خوف سے پھٹی ہوئی آنکھیں اسکرین پر جمی تھیں۔۔۔لمس ذرا گہرا ہوا۔۔۔دباؤ بڑھا تو اس کی تمام حسیات خوف کے اثر سے نکل کر بیدار ہو گئیں۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہو کر مڑی۔۔۔پشت پر کھڑا لحیم شحیم وجود اس کی راہ میں مکمل طور پر حائل تھا۔۔۔

"آپ۔۔۔! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟"

بے ساختہ پوچھتے ہوئے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل اندر ہی اندر بیٹھتا چلا جا رہا ہے۔۔۔اس نے خود کو سنبھالنے کے لئے تیزی سے میز کا کونا تھاما تھا۔۔۔مگر آنے والے کا اپنی طرف بڑھتا ہاتھ دیکھ کر اس کی روح فنا ہو گئی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

اس نے فائل بند کر کے گھڑی پر ٹائم دیکھا۔۔۔رات کے آٹھ بج چکے تھے۔۔۔یعنی وہ کافی دیر کام کرتا رہا تھا۔۔۔اس نے انگوٹھوں کی پوروں سے آنکھوں کو دبایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔اس سے مزید دیر وہ نہیں کر سکتا تھا ورنہ ڈھنڈیا مچ جانی تھی۔۔۔اس کے اٹھتے ہی گلاس وال سے پیون اسے دیکھتا فوراً اندر آیا۔۔۔اس کے چہرے پر بیزاری اور اکتاہٹ اس قدر نمایاں تھی کہ اسے ہنسی آ گئی۔۔۔

"لو بھئی۔۔۔اب تم سب کچھ لاک کرو اور گھر کا راستہ ماپو۔۔۔سوری! میری وجہ سے تمہیں اتنی دیر انتظار کرنا پڑا۔۔۔!" اس نے پیون کو ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بھی مروت نبھاتے ہوئے بولا۔۔۔

"نہین سر۔۔۔انتظار کیسا۔۔۔ہمارا تو کام ہے۔۔۔آپ بس اپنی ٹیبل کے دراز وغیرہ لاک کر جائیں۔۔۔!"

"ہاں وہ میں نے کر دیئے ہیں۔۔۔میں نکلتا ہوں۔۔۔تم آفس لاک کرو اور گارڈ کو بتا کے جانا۔۔۔تم چاہو تو میں تمہیں گاڑی پر ڈراپ کر دوں۔۔۔!"

"ن۔۔۔نہیں سر۔۔۔آپ کی مہربانی۔۔۔میں تو اندر اندر سے ہوتا ہوا دس منٹ میں گھر پہنچ جاؤں گا۔۔۔ان گلیوں میں گاڑی نہیں جا پائے گی۔۔۔!" پیون اس کی آفر پر عاجزی سے بولا

"چلو ٹھیک ہے پھر۔۔۔کل ملیں گے۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔!"

وہ گاڑی کی چابی اٹھا کر تیز تیز قدموں سے چلتا آفس کی عمارت سے باہر نکل آیا۔۔۔باہر ہر طرف خنکی کا راج تھا۔۔۔ہلکی ہلکی دھند اترنی شروع ہو گئی تھی۔۔۔گاڑی کا لاک کھول کر اس میں بیٹھ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ رگڑے اور اسٹارٹ کر کے ایک نظر اس نے گاڑی کے شیشے سے اپنے آفس کی نظر آتی بند کھڑکی کو دیکھا۔۔۔اس کے آفس کی لائٹس بجھ چکی تھیں۔۔۔وہ تسلی سے وہاں سے روانہ ہو گیا۔۔۔وہ بہت اسپیڈ میں گاڑی نہیں چلا رہا تھا۔۔۔دوسرے ہاتھ سے وہ مسلسل سیل پر گھر رابطہ کرنے کی کوششوں میں تھا۔۔۔جبھی ایک موڑ کاٹتے ہوئے کوئی ہیولہ تیزی سے اس کی گاڑی کے سامنے آیا اور یکدم زوردار بریک لگے۔۔۔کوئی لڑکی اس کی گاڑی کے بونٹ سے ایک آدھ فٹ کے فاصلے پر منہ کے بل گری تھی۔۔۔بریک بروقت لگے تھے ورنہ اس کا دھڑن تختہ ہو جاتا۔۔۔یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ اس کی اپنی ریڑھ کی ہڈی میں گو دا سرسرا کر رہ گیا تھا۔۔۔ایک پل کو اس کا جی کیا کہ لڑکی گاڑی سے ہٹ نہیں ہوئی سو چپ کر کے فٹافٹ سائڈ سے نکل جائے۔۔۔اور وہ ایسا کرنے ہی والا تھا جب اس نے کسی آدمی کو بھاگ کر اس لڑکی کی طرف آتے دیکھا۔۔۔نیم اندھیرے میں بھی اس آدمی کا جارحانہ انداز اسے صاف محسوس ہوا تھا۔۔۔اب بات بھاگ جانے والی نہیں تھی۔۔۔اسے اس لڑکی کی مدد کرنی ہی پڑنی تھی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ آدمی اس لڑکی تک

پہنچتا، وہ ایک جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھولتا باہر نکلا۔۔۔وہ لڑکی سڑک پر اوندھے منہ سجدے کی حالت میں گری ہوئی تھی۔۔اسے فوری طور پر راہ سوجھی اور وہ سرعت سے اس لڑکی کی طرف بڑھا۔۔۔

"ارے تم۔۔۔تم یہاں کیسے۔۔۔؟ کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔؟ اور تمہارا فون کیوں آف جا رہا ہے۔۔۔وہاں گھر پر سب نے پریشان ہو کر مجھے تمہیں ڈھونڈنے کے لئے بھیجا ہے۔۔۔حد ہو گئی ویسے۔۔۔!" وہ اتنی اچانک سے بولتا ہوا سامنے آیا تھا کہ پیچھا کرنے والا آدمی جہاں کا تہاں تھم گیا تھا۔۔۔اسے ادراک ہو گیا تھا کہ وہ ضرور لڑکی کا کوئی رشتے دار ہے۔۔۔وہ آدمی دو قدم پیچھے ہوا اور پلٹ کر بھاگنے ہی والا تھا جب وہ اس لڑکی کے پاس سے اٹھ کر تیزی سے غصیلے تاثرات لئے اس آدمی کی طرف بڑھا۔۔۔

"اوئے رک۔۔۔کون ہے تو۔۔۔اور کیوں پیچھا کر رہا تھا۔۔۔ٹھہر ذرا، ابھی پولیس بلاتا ہوں۔۔۔!" وہ آدمی یوں بھاگا جیسے اسے پاکستان کی پولیس کی ایفیشینسی پر پورا بھروسہ ہو۔۔۔اس نے پیچھے سے ایک ہانک مزید لگائی۔۔۔

"ابے رک۔۔۔تیری تو۔۔۔!"

جب اسے تسلی ہو گئی کہ وہ آدمی جا چکا تو وہ واپس اس لڑکی کے پاس آیا جو ابھی تک اسی پوزیشن میں گری پڑی تھی۔۔۔اسے کوفت نے گھیرا۔۔۔پہلے ہی اتنا وقت ہو گیا تھا اور پر سے یہ انجانی مصیبت۔۔۔!

"اے۔۔۔ہیلو۔۔۔! بات سنو۔۔۔اٹھو اوپر۔۔۔وہ آدمی چلا گیا۔۔۔اب تم بھی گھر جاؤ۔۔۔اگر کہیں آس پاس ہی رہتی ہو تو مجھے بتاؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔لیکن پلیز ذرا جلدی کرو، میں بہت لیٹ ہو چکا ہوں۔۔۔ہیلووووو!" کوئی جنبش نا پا کر وہ جھنجھلا رہا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اسے کندھے سے پکڑ کر سیدھا کرتا، اس لڑکی میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے ہولے سے اپنا سر سجدے کی حالت سے اٹھایا اور رخ پھیر کر اسے دیکھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں ہراس ابھی تک ٹھہرا ہوا تھا۔۔۔

"تم۔۔۔!" لڑکی کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔۔۔وہ جس قدر بھی حیران ہوتا کم تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

اپنے پیچھے مختار انصاری کا مکروہ چہرہ دیکھ کر وہ پوری جان سے کانپ گئی تھی لیکن بڑی سرعت سے اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی، وہ اپنا خوف عیاں نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔۔۔ایک مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر وہ تھوک نگل کر گلا تر کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"سر آپ کی تمام فائلز اور ڈیٹا میں نے اپ ڈیٹ کر دیا ہے۔۔۔میرا کام ختم ہو چکا۔۔۔میں اب چلتی ہوں۔۔۔!"

اس نے کہتے ساتھ ہی سائیڈ سے نکلنا چاہا تو مختار انصاری اس کے آگے آ گیا۔۔۔اس نے اچنبھے سے اسے دیکھا تو ایک کمینی سی مسکراہٹ اس پر اچھالتے وہ مزید پھیل کر کھڑا ہوا۔۔۔

"سر پلیز۔۔۔راستہ دیجیئے۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔!"

"پہلے جو راستہ میرے دل تک آتا ہے، اس پر قدم رکھو۔۔۔باقی تمام راستے کھل جائیں گے۔۔۔!" وہ چھچھورپن کی انتہا کرتے ہوئے معنی خیزی سے بولا۔۔۔ماحور نے خود کو مکمل خطرے میں گھرا محسوس کیا لیکن ہمت دکھاتے ہوئے بولی۔۔۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنے گھر کے راستے کے علاوہ دیگر راستے ماپتی پھروں۔۔۔اس کام کے لئے آپ نوشابہ سے رابطے میں رہیئے۔۔۔!"

"ہاہاہاااا۔!ارے تم تو کمزوریوں پہ ہاتھ رکھنا بھی جانتی ہو۔۔۔اور تمہیں پتا ہے۔۔۔کہ میں کمزوریاں ہاتھ میں لینا جانتا ہوں۔۔۔مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔۔۔ہاہاہاہا۔۔۔!" اس کے قہقہے میں درندگی کی لپک تھی۔۔۔ماحور کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا گئی۔۔۔اس کی برداشت بس اتنی ہی تھی۔۔۔

"سالے۔۔۔۔بے غیرت۔۔۔تو نے کمزوریاں ہاتھ میں لینے کا ٹھیکہ کر رکھا ہے یا ڈیلی ویجز پر ہے۔۔۔" زبان کی کڑواہٹ تو اس کے پاس حالات کا واحد تحفہ تھا جو محفوظ تھا" اب شرافت سے آگے سے ہٹ، ورنہ ایسا گھونسا ماروں گی کہ ساری عمر کے لئے۔۔۔۔۔!" آگے جو ماحور نے بولا، اس نے مختار انصاری کو ایک لمحے کے لئے بوکھلا دیا تھا۔۔۔وہ چڑیا سی لڑکی سے ایسی بازاری تڑی کی امید نہیں کر رہا تھا۔۔۔اگلے پل وہ اپنی شیطانی جون میں پلٹ چکا تھا اور ایک ہاتھ ماحور کے کندھے پر رکھ کر دباؤ ڈالا تاکہ وہ اپنے پیچھے پڑی کرسی پر بیٹھ جائے۔۔۔لیکن ماحور نے اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے پورا زور لگا ایسا ہونے سے روکا۔۔۔اس صورت میں وہ اس خبیث انسان کے شکنجے میں ہوتی۔۔۔صرف ایک پل لیا اس نے سوچنے میں اور پوری طاقت صرف کر کے اس نے اپنا سر مختار انصاری کے چہرے پر دے مارا۔۔۔سر اس کے ہونٹوں اور ناک پر لگا۔۔۔فوری طور پر خون بہنا شروع ہو گیا۔۔۔دونوں ہاتھ رکھے وہ آنکھیں میچے منہ پکڑے دہرا ہوا تھا اور اسی لمحے کا فائدہ ماحور نے اٹھایا۔۔۔ٹھیک اس کے چہرے کا نشانہ لے کر اس نے اپنا گھٹنا ایک بار اور وہیں دے مارا۔۔۔مختار انصاری کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ ڈکرا کر رہ گیا۔۔۔ماحور نے جلدی سے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔ناب کا لاک نہیں کھل رہا تھا۔۔۔بار بار گھمانے پر بھی کوئی

فائدہ نا ہوا تو اس نے سراسیمہ ہو کر دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔۔مگر شائد دروازے کو باہر سے بھی ملی بھگت سے بند کیا گیا تھا ۔۔اسی اثناء میں مختار اپنا خون آلود چہرہ لے کر اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔۔اس نے ایک جست لگائی اسے قابو کرنے کے لئے مگر اس کے حواس چوکس تھے، وہ فوراً جھکائی دے گئی۔۔تقدیر میں اس کا بچنا لکھا تھا اسی لئے اس کی نگاہ ریسٹورنٹ کی پچھلی طرف بنی ایک تنگ اور نیم تاریک گلی کی طرف کھلنے والے دروازے پر پڑی۔۔یہ دروازہ اس نے نوشابہ کو استعمال کرتے دیکھا تھا۔۔کبھی کبھار گارڈ بھی یہاں سے آتا جاتا تھا۔۔۔وہ فوراً اس دروازے کی طرف لپکی مگر مختار کے ہاتھ اس کے بیگ کا اسٹریپ آ گیا اور اس نے اسی کو جھٹکا دے کر ماحور کو کھینچا تھا۔۔وہ بری طرح لڑکھڑائی۔۔قریب تھا کہ گر جاتی مگر اس نے گھٹنوں کے بل نیم جھکے مختار کے سر کے بالوں کو پکڑ کر خود کو بچایا تھا۔۔یہ اتفاق تھا کہ اس کا ہاتھ اپنے بچاؤ کے لئے اس کے بالوں پر جا پڑا تھا مگر۔بپھرے سانڈ جیسے مختار انصاری کو وحشی کرنے کے لئے یہ آخری وار تھی۔۔اس نے چنگھاڑتے ہوئے گارڈ کو آواز لگائی۔۔ماحور کی ٹانگیں کانپنے لگیں تھیں۔۔یہ چند پل ہی اس کی عزت بچا سکتے تھے۔۔ایک بار گارڈ اندر آ جاتا تو اس کا نکلنا محال تھا۔۔وہ مختار سے چند فٹ کے فاصلے پر تھی اور اس کے دائیں طرف کمپیوٹر ٹیبل تھی۔۔اس نے اللہ کا نام لیتے ہوئے پورے حواس مجتمع کر کے کمپیوٹر ٹیبل کو ایک جانب سے تھاما اور اسے الٹ دیا۔۔زوردار آواز آئی اور سارا سسٹم ٹیبل سمیت اس کے اور مختار کے بیچ پڑا منہ چڑا رہا تھا۔۔

"کتیا۔۔تیری موت آج میرے ہی ہاتھوں ہو گی۔۔تو نے مختار کو للکارا ہے،اور مختار تجھے زمین میں گاڑ دے گا۔۔!"

وہ گالیاں بکتا پاگل ہو رہا تھا۔۔اسے کچھ وقت ضرور لگتا اس سارے کے پیچھے سے ماحور تک پہنچنے میں۔۔اور اسی اثناء میں ماحور پچھلے دروازے کو کھول کر فٹافٹ اسے پار کر گئی۔۔نیم اندھیری گلی میں سرپٹ بھاگتے اسے یہ وہم ستا رہا تھا کہ کہیں گارڈ اسے دبوچ نا لے مگر وہ اس کے پیچھے آیا ضرور لیکن تب تک وہ مین روڈ پر نکل آئی تھی۔۔اسے اپنے پیچھے کسی کے بھاگنے کی آواز آتی رہی پر وہ ایک پل کو بھی نہیں رکی تھی۔۔اردگرد کی ویرانی دیکھ کر اس کے حواس اب جواب دیتے جا رہے تھے۔۔اسے فوری طور پر کسی کی مدد کی ضرورت تھی پر یہاں وہ چیختی چلاتی بھی تو بے کار تھا کیونکہ یہ سارا کمرشل ایریا تھا۔۔بڑی بڑی آفس بلڈنگز اور پلازا تھے جو اس وقت تک بند ہو چکے تھے،رش ایریا نہیں تھا۔۔گارڈ کا اور اس کا فاصلہ تیزی سے کم ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے مارے بے بسی کے آنسو نکل پڑے تھے۔۔عین اسی وقت جب اسے لگ رہا تھا کہ وہ اب کسی بھی پل بے دم ہو کر گر پڑے گی اور گارڈ اس پر قابو پا لے گا،وہ کسی چلتی گاڑی کے سامنے آ کر سڑک پر گر گئی تھی۔۔گاڑی نے اسے ہٹ نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی وہ سڑک پر یوں سر

رکھے پڑی تھی جیسے ٹکرا کے گری ہو۔۔۔کچھ ہی لمحوں میں اس نے گاڑی سے نکل کر کسی کو اپنے قریب کھڑے یہ کہتے سنا۔۔۔

"آج تمہاری خیر نہیں۔۔۔کہاں تھی تم۔۔۔اور یہ کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔؟ تمہارا فون کیوں آف جا رہا ہے۔۔۔وہاں گھر پر سب نے پریشان ہو کر مجھے تمہیں ڈھونڈنے کے لئے بھیجا ہے۔۔۔حد ہو گئی ویسے۔۔۔!"

سجدہ ریزی کی حالت میں ہی اس نے ڈیلے گھما گھما کر اپنے پاس سے آتی اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کی کیونکہ اسے لگا کہ گاڑی والا شائد کسی اور سے مخاطب ہے۔۔۔مگر وہ اس کے قریب آ کر پہلے پیروں کے بل بیٹھا تھا پھر اٹھا اور گارڈ کی طرف پلٹا۔۔۔اس سے باز پرس کی آواز ماحور کے کانوں میں پڑی تھی۔۔۔اس نے گارڈ کو واپس بھاگتے ہوئے سنا تو شکر کا طویل سانس اس کے سینے سے خارج ہوا۔۔۔آج جتنی بڑی آفت سے وہ بچ نکلی تھی، اس کا جی چاہ رہا تھا کہ یونہی سجدے کی حالت میں پڑی رہے۔۔۔یہ گاڑی والا فرشتہ بن کے آیا تھا اس کے لئے۔۔۔اور اب وہ محتاط قدموں سے چلتا ہوا واپس اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور گلا کھنکھارتے ہوئے بولا۔

"اے۔۔۔ہیلو۔۔۔! بات سنو۔۔۔اٹھو اوپر۔۔۔وہ آدمی چلا گیا۔۔۔اب تم بھی گھر جاؤ۔۔۔اگر کہیں آس پاس ہی رہتی ہو تو مجھے بتاؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔لیکن پلیز ذرا جلدی کرو، میں بہت لیٹ ہو چکا ہوں۔۔۔ہیلوووو!"

ماحور کے دل میں تشکر کے جذبات ٹھاٹھیں مارتے باہر آنے کو بے تاب تھے۔۔۔وہ نہایت عاجزی و انکساری سے سڑک سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے محسن کی طرف چہرہ موڑا۔۔۔اگلا پل "محسن" اور خود اس کو حیرت آمیز جھٹکے سے دو چار کر گیا تھا۔۔۔

"تم۔۔۔!" وہ چیخا۔۔

"اور یہاں بھی تم۔۔۔!" جواباً وہ بھی اسی کے انداز میں چلا کر بولی۔۔۔

"مجھے تمہارے پاگل ہونے پر شبہ تھا، آج یقین ہو گیا۔۔۔کیا کرتی پھر رہی ہو تم آدھی رات کو گھر سے باہر۔۔۔شرم آتی ہے۔۔۔؟" مومن تراب کمر پر دونوں ہاتھ ٹکا کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔۔۔

"ہاں۔۔۔جب کبھی آجاتی ہے تو اسے عزت سے صوفے پر بٹھاتی ہوں، ٹی وی لگا کر دیتی ہوں اور خود بنا شرم کے گھر سے کام پر نکل آتی ہوں۔۔۔سمجھے! ۔۔۔کہ اور کچھ۔۔۔بولو تو اگلی بار جب آئے تو تمہارا ایڈریس دے دوں، ذرا تم بھی پہلی اور آخری بار درشن کر لو۔۔۔!"

وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی سرد لہجے میں بولی تو ایک لمحے کو وہ چپ سا ہو گیا۔۔۔مگر اگلے

ہی پل وہ واپس جون میں تھا۔۔۔

" زیادہ چٹر چٹر نا کرو۔۔۔باتیں بنانی تمہیں کتنی آتی ہیں، یہ میں انٹرویو والے دن ہی اندازہ کر چکا تھا۔۔۔اب شرافت سے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ۔۔۔اور یہاں کیسے پہنچی۔۔۔!"

ماحور نے تاسف زدہ سانس بھر کر اسے مختصراً ساری بات بتا دی۔۔۔وہ افسوس سے اس کا تھکان سے اٹا چہرہ دیکھ کر نظر چرا گیا۔۔۔ایک ہاتھ پاکٹ میں ڈال کر چابی ٹٹولی اور اسے ڈپٹ کے بولا۔۔۔

" رات بہت ہو چکی ہے ماحور بی بی۔۔۔باقی کی بات گاڑی میں بیٹھ کر بھی ہو سکتی ہے، یہ نا ہو کہ وہ آدمی اپنے ساتھ چار اور لے کر پلٹ آئے۔۔۔میں ایک سے نہیں لڑ سکتا، چار سے کیا بھڑوں گا۔۔۔مجھے پٹنے کا شوق نہیں۔۔۔چلو بیٹھو اب۔۔۔!"

ماحور نے حیرت سے اس اونچے چوڑے مرد کو دیکھا جس کے بازوؤں کے مسلز اس کی کسرت کا پتا دیتے تھے۔۔۔چوڑی چھاتی اور کاندھوں کے ابھار اس کی جسمانی طاقت کا احساس دلاتے تھے۔۔۔اور وہ کہہ رہا تھا کہ بے چارہ ایک سے بھی نہیں لڑ سکتا۔۔۔چچ۔۔۔!

" اب چلو بھی کہ یہیں مرنے کی وصیت کر رکھی ہے۔۔۔!" وہ دوبارہ تیکھے لہجے میں بولا تو ماحور چونکتے ہوئے فوراً گاڑی کی طرف بڑھی۔۔۔اس پاگل کا کیا بھروسہ تھا۔۔۔منہ پھٹ سا آدمی تھا۔۔۔میٹر گھوم جاتا تو یہیں چھوڑ جاتا۔۔۔اور موقع کی نزاکت کا خیال کرتے وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کا ساتھ جانے پر مجبور تھی۔۔۔اس سے ایڈریس پوچھنے کے بعد گاڑی اسٹارٹ کر کے اس نے فل اسپیڈ پر چھوڑ دی تھی۔۔۔ماحور کو صاف لگا کہ بس یہاں سے نکلنے کی جلدی ہے۔۔۔" ہونہہ! بزدل کمینہ۔۔۔شکل ٹام کروز جیسی اور حرکتیں شکتی کپور والی۔۔۔چھچھورا!" پرسکون ہوتے ہی وہ حسب عادت دل میں بھڑاس نکالنے کا کام شروع کر چکی تھی۔۔۔گاڑی اس ایریے سے کچھ دور نکل آئی تو پرانا غصہ بھی عود کر آیا۔۔۔ایک تفصیلی نگاہ ساتھ بیٹھے مومن پر اور اس کے حلئے پر ڈالنے کے بعد گاڑی کا اندر سے جائزہ لیا۔۔۔حسرت آمیز سانس خارج کرنے کے بعد اسنے باقاعدہ اسے کینہ توز نظروں سے گھور کر کہا۔۔۔

" ہمممم۔۔۔تو تمہاری تو بڑی موجیں ہو گئیں اس نوکری سے۔۔۔دو ماہ کے اندر اندر گاڑی بھی لے لی۔۔۔ویسے چالاک تم غضب کے نکلے۔۔۔سب کو ناک آؤٹ کروا کے آج خود مزے کر رہے ہو۔۔۔اگر تم نے اس دن چالاکی نا دکھائی ہوتی نا، تو تمہاری جگہ میں ہوتی اور اس گاڑی کو بھی میں چلا رہی ہوتی۔۔۔ویسے میں ریڈ میں لیتی۔۔۔!" وہ بے نیازی سے گردن اکڑا کر اپنی پسند ایسے بتا رہی تھی جیسے شوروم اس کے اباجی کا ذاتی ہو۔۔۔!مومن نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا، انداز ایسا تھا جیسے منہ بھر کے کہنا چاہتا ہو۔۔۔" یہ منہ اور

مسور کی دال" لیکن پتا نہیں کیوں چپ رہ گیا۔۔۔ چند پل یونہی خاموشی سے سرک گئے پھر اسٹیئرنگ پر انگلیاں بجاتے ہوئے بولا۔۔۔

"تم کچھ بھی کہو۔۔۔ یہ جاب میری قسمت کی تھی سو مجھے مل گئی۔۔۔ ہاں۔۔۔ جہاں تک اس گاڑی کا سوال ہے تو چلو تمہیں سچ بتا کر تمہارا" کلیجہ" ٹھنڈا کرتا ہوں کہ یہ میری نہیں ہے نا ہی میری تنخواہ اتنی ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ میں ہی میں ایسی لگژری کار لے سکوں۔۔۔ یہ سر سالک کی ہے۔۔۔ آج آفس میں ان کے بچپن کا دوست ان سے ملنے آیا تھا اور اپنے ساتھ ہی زبردستی لنچ کے لئے لے گیا۔۔۔ سر کو پتا تھا کہ واپس آفس آج نہیں آسکیں گے لہذا جاتے ہوئے مجھے اپنی کار کی چابی دے گئے کہ ممکن ہوا تو ان کے گھر ڈراپ کر دوں ورنہ اپنے گھر لے جاؤں کیونکہ ان کا ڈرائیور بھی چھٹی پر ہے اور کل صبح آفس لے آؤں۔۔۔ اب تمہیں ہماری تیسری ملاقات میں اتنا اندازہ تو ہو ہی چکا ہو گا کہ میں فطرتاً ایسا نہیں کہ ایویں بیبا بچہ بن کے پھروں، اس لئے گاڑی گھر لے کے جا رہا ہوں۔۔۔ بس اتنی سی اسٹوری تھی۔۔۔ لیکن وہ کیا ہے نا کہ جن کی عقل ہر وقت غصہ چرتی ہو، وہ گھاس ذرا کم ہی چرتی ہے۔۔۔ کیوں! ٹھیک کہا نا میں نے؟" اتنی تفصیل سے بتانے کی تک تو نہیں تھی مگر نا جانے کیوں اپنی طبیعت کے برخلاف خاصی تشفی کرائی تھی اس نے ماحور کی۔۔۔ جواباً وہ خفت زدہ ہو کر منہ پھیر گئی۔۔۔

"کیا سوچتا ہو گا کہ میں اتنی حاسدی ہوں۔۔۔ کہ ایک جاب ہاتھ سے کیا نکل گئی، برداشت ہی نہیں کر پا رہی۔۔۔"

وہ دل ہی دل میں خود کو لتاڑتی بات بدلنے کے لئے موضوع سوچنے لگی۔۔۔ مگر اس سے پہلے ہی مومن نے اس سے پوچھا۔۔۔

"تمہیں ایسی بھی کیا مجبوری ہے جو تم اتنی لیٹ نائٹ جاب کرتی ہو۔۔۔ کیا تمہارے فادر تمہیں اجازت دے دیتے ہیں۔۔۔؟" وہ اس کی دکھتی رگ چھیڑ گیا تھا۔۔۔ ماحور کے چہرے کا رنگ تیزی سے تبدیل ہوا تھا۔۔۔ اس کے ابرو بھنچ گئے تھے۔۔۔ اذیت سے آنکھیں نم سی ہوئیں تھیں۔۔۔

" میرے فادر کو اس بات کی ہوش ہی نہیں ہوتی کہ ان کی جوان بیٹی گھر چلانے کے لئے کہاں کہاں دھکے کھاتی ہے۔۔۔ اگر وہ اس قابل ہوتے تو میں آج کسی اجنبی کو اپنے لیٹ نائٹ گھر سے باہر رہنے کے لئے جواز نا دے رہی ہوتی۔۔۔!"

مومن اس کا جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا تھا۔۔۔ اس نے تو ویسے ہی ایک بات پوچھی تھی۔۔۔ اسے کیا پتا تھا کہ انجانے میں وہ اس کی کمزوری پر پیر دھرنے جا رہا ہے۔۔۔ اس نے فوراً اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش کی مگر ماحور نے اس کا ارادہ بھانپ کر اسے ٹوک دیا۔۔۔

" آپ شرمندہ نا ہوں مسٹر مومن۔۔۔! کوئی بھی شخص مجھے اس حال میں پائے گا، جس میں آج آپ نے مجھے بچایا تو وہ دل

میں میرے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ضرور ہوگا۔۔خیر۔۔! آپ کو بتاتی چلوں کہ میں اپنے گھر کی واحد کفیل ہوں۔۔۔مجھ سے چھوٹے تین بھائی اور ایک بہن ہے جو سب ابھی پڑھتے ہیں۔۔۔میرے بھائی چھوٹی موٹی ٹیوشنز کر کے یا گروسری سٹورز پر ایز اے سیلز مین جاب کر کے اپنا جیب خرچ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر انفیکٹ گھر کا سارا سیٹ اپ میری جاب کے آسرے پر چلتا ہے۔۔۔اگر مجھے یہ جاب مل جاتی۔۔۔" اس کا اشارہ مومن کی جاب کی طرف تھا۔" تو مجھے ادھر ادھر خوار ہونے کی حاجت نا رہتی۔۔۔لیکن آپ کی بات بھی درست کہ یہ جاب آپ کی قسمت میں تھی۔۔۔!" وہ سر جھکائے اپنا بیگ ٹٹولتے ہوئے یوں بات کر رہی تھی جیسے اسے کسی اور کی داستان امیر حمزہ سنا رہی ہو۔۔۔بیگ سے گھر کی چابیاں برآمد کر کے اس نے سر اٹھایا اور مومن کو سرسری سا مسکرا کر دیکھا۔۔

"بس، بس یہیں سے لیفٹ لے لیں پلیز۔۔۔اس سے آگے راؤنڈ اباؤٹ ہے، وہیں اتار دیں۔۔۔میں پیدل گھر چلی جاوں گی، واکنگ ڈسٹنس پر ہے۔۔۔!" اس نے محتاط انداز میں اپنے گھر کا آدھا ادھورا پتا سمجھایا۔۔۔مومن نے بھی اصرار کرنا مناسب نہیں جانا کہ گھر کے گیٹ تک اسے اتارتا۔۔۔راؤنڈ اباؤٹ پر پہنچ کر ماحور نے گاڑی رکوا دی تھی، اترنے سے پہلے پلٹ کر خوش دلی سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔۔۔اور اسے نوکری کی مبارک باد بھی دی تھی۔۔۔مومن جواب میں بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔وہ گاڑی سے اتر کر چلی گئی تھی مگر وہ تب تک وہیں کھڑا رہا تھا جب تک آنکھوں کو وہ دکھائی دیتی رہی۔۔۔ویسے بھی اس کے اندر ایک عجیب طرح کا احساس کروٹ لے رہا تھا۔۔۔شرمندگی کا، افسوس کا یا پھر کچھ اور۔۔۔وہ اندازہ نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔وہ شاید مزید یہیں کچھ وقت بتا دیتا مگر دادا کی کال نے اس کا ارتکاز توڑ دیا تھا۔۔۔اس نے مزید دیر کرنا مناسب نا سمجھا اور ایک طویل سانس سینے میں بھر کر گاڑی واپسی کے راستے پر ڈال دی تھی۔۔۔

باہر پھیلی رات اسے بے حد بوجھل لگی۔۔۔بالکل اپنے دل کی طرح۔۔۔!"

❀ ❀

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 2

" ایک تو میں اس ٹیکنالوجی سے بڑا تنگ ہوں، مجال ہے جو کوئی ایک سکھ ہی دیا ہو۔۔۔بلکہ زیادہ پریشان ہی کیا ہے اس نے لوگوں کو۔۔۔!" دادا مسلسل ٹہلتے ہوئے صحن کے چکر پر چکر کاٹ رہے تھے اور ساتھ ہی بڑبڑائے بھی جا رہے تھے۔۔۔قریب کرسی پر ٹھنڈ کی شدت سے اکڑا بیٹھا شاویز دادا کے موبائل سے مومن کو کال پر کال کیئے جا رہا تھا مگر مجال ہے جو وہ اٹھانے کا قصد کرتا۔۔۔اور اسی بات کو لے کر دادا کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔۔۔وہ خود تو سردی سے بے نیاز صحن ناپتے پھر رہے تھے، ساتھ میں شاویز غریب کو بھی کب کا بلوا کر بٹھا رکھا تھا۔۔۔اس کے ذمے مومن کو کال ملاتے رہنے کا کام تھا۔۔۔۔وہ بھی ایسا تابعدار تھا کہ ایک پل کو بھی اس نے دادا کے موبائل کو ستانے نہیں دیا تھا۔۔۔اور اب کسی بھی وقت مظلوم کی بیٹری آنکھیں موند سکتی تھی۔۔۔!

مومن عام طور پر پانچ بجے تک گھر آجاتا تھا، آ کر چائے بنا کے خود بھی پیتا تھا اور دادا کو بھی پلاتا تھا۔۔۔سارے دن کی تفصیل دادا نے سننا خود پر واجب کر رکھا تھا۔۔۔نئی نئی جاب تھی، مومن کے پاس بھی سنانے کو بہت کچھ ہوتا تھا۔۔۔دونوں دادا پوتا رات کے کھانے تک یونہی سر سے سر جوڑے بیٹھتے تھے اور پھر ایک بھرپور لڑائی پر بیٹھک کا اختتام ہوتا تھا۔۔۔دادا چاہتے تھے کہ مومن ان کے لئے پھلکا بنائے جبکہ مومن کی کوشش ہوتی تھی کہ تندور سے دو روٹیاں پکڑ لائے، پر دادا اپنے جبڑوں کی دہائی دے کر ہمیشہ اسے روٹی پکانے پر مجبور کر دیتے تھے اور پھر یہ ہلکی پھلکی تکرار رات سونے سے پہلے تک جاری رہتی۔۔۔۔!

آج مومن کو کافی دیر ہو چکی تھی۔۔۔دادا سچ میں پریشان سے شاویز کو کب سے بلائے بیٹھے تھے۔۔۔جو مسلسل مومن کو کال پر کال ملائے جا رہا تھا۔۔۔دادا کی فکر اب طیش میں بدلتی جا رہی تھی۔۔۔شاویز ان کے تاثرات دیکھتے ہوئے مستعد ہو کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔دادا کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس کی فرش پر پڑنے والی ٹک ٹک کی آواز میں شدت نمایاں ہوتی جا رہی تھی اور شاویز جانتا تھا کہ جب یہ آواز مسلسل اور تیز ہو جائے تو چھڑی برس پڑنے کے امکانات کافی روشن ہوتے ہیں۔۔۔وہ جی کڑا کرتے ہوئے دادا سے بولا۔۔۔

" دادا جی! مجھے لگتا ہے کہ مومن کا فون سائلنٹ پر ہے، یا پھر وہ پہنچنے ہی والا ہو گا جبھی کال پک نہیں کر رہا۔۔۔یا پھر۔۔۔۔!"

"اوئے بوتھی بند کرا اپنی۔۔۔" یا پھر" میں کرواؤں۔۔۔اس خبیث کو آج آلینے دے۔۔۔اس کا موبائل دیوار کے ساتھ ماروں گا کھینچ کر۔۔۔اس عمر میں مجھے ٹینشن دینے سے باز نہیں آتا۔۔۔مجھے لگتا ہے کہ جان کر نہیں اٹھا رہا، زچ کر رہا ہے۔۔۔کل کپڑے دھلوائے ہیں نا پھر زبردستی۔۔۔اسی کا بدلہ لے رہا ہے۔۔۔اور ایک تو نکما۔۔۔تجھ سے کبھی کوئی کام ڈھنگ کا نا ہوگا، ایک نمبر کا گھونچو ہے تو بھی۔۔۔ایسا کر ذرا اپنے موبائل سے نمبر ملا۔۔۔دیکھا اٹھاتا ہے۔۔۔!"

انہیں شبہ تھا کہ مومن ان کو ستانے کے لئے کال پک نہیں کر رہا۔۔شاویز کا "گھونچو" کہنے پر منہ ایسے بنا تھا جیسے گھونسا پڑا ہو۔۔۔اس نے بڑبڑاتے ہوئے جیب سے اپنا اسمارٹ فون نکالا اور بڑی احتیاط سے ہاتھوں میں تھام کے نمبر پش کرنے لگا۔۔۔دادا رک کر بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

"کیاااا۔۔۔بکواس کر رہی ہو تم۔۔۔ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔۔۔میں تجھے دن میں تارے دکھا دوں گا، تو ابھی مجھے جانتی نہیں۔۔۔بڑی آئی۔۔۔ہونہہ!"

"اوئے کیا ہوا۔۔۔! سچ سچ بول۔۔۔کس زنانی نے اٹھا لیا میرے مومن کا فون۔۔۔بول!" دادا پریشانی سے قریبی کرسی پہ ہی ٹک گئے۔۔۔شاویز نے غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا

"کچھ نہیں دادا جی۔۔۔آپریٹر تھی۔۔۔کہہ رہی تھی اس کال کے لئے آپ کے پاس مطلوبہ بیلنس نہیں ہے۔۔۔جب بھی کہیں کا نمبر ملاؤں، ہمیشہ یہی بولے گی۔۔۔آج میرا میٹر گھوم گیا بس۔۔۔سوچا ذرا منہ بند کرا دوں اس کا۔۔۔!"

دادا جو بڑی توجہ سے اس کی بات سن رہے تھے، نتھنے پھلائے اور کب کی پیاسی چھڑی رکھ کے اس کے گھٹنے پر دے ماری۔۔۔سخت سردی میں ٹھنڈے جسم پر چوٹ پڑی تو شاویز بلبلا کر رہ گیا۔۔شکوہ کناں نظروں سے دادا کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کو ملنے لگا۔۔۔

"ایسے کیا دیکھتا ہے خبیث۔۔۔۔شکر کر یہ چھڑی سر پر نہیں ماری۔۔۔رکھنے کو اتنا مہنگا فون رکھا ہوا ہے اور اندر چار روپے کا بیلنس نہیں ڈلوا سکتا۔۔۔اسے کیا کیل ٹھوکنے کے لئے جیب میں لئے پھرتا ہے۔۔۔تیرا دادا بھی جوانی میں ایسا ہی چول تھا۔۔۔بیٹا تو نے اپنے دادا پر جانے میں رتی کسر نہیں چھوڑی۔۔۔!"

"تو کیا کروں دادا جی۔۔۔جو کماتا ہوں، وہ دادا ابا لے لیتے ہیں، اس میں سے اس طرح گن گن کر نوٹ مجھے تھماتے ہیں کہ اپنے کمانے پر لعنت بھیجنے کو دل کرتا ہے۔۔۔ایک انڈر ویئر خریدنے کے لئے مجھے دادا ابا کو پہلے پورا ڈیمانڈ نوٹس دینا پڑتا

ہے،بیلنس تو بہت بڑی بات ہے۔۔۔۔!"

شاویز تپا بیٹھا تھا،اسے بڑے بھائی کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹاتے کافی وقت ہوگیا تھا،ساتھ ایم بی اے کی تیاری بھی کر رہا تھا،لیکن ایک تو چھڑا چھانٹ،اوپر سے گھر میں سب سے چھوٹا۔۔۔سب ہی کے دباؤ میں رہتا تھا۔۔۔!

دادا نے اس کی بات پر آئی مسکراہٹ کو چھپانے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔۔بلکہ انہیں ہولے ہولے ہنسی آنے لگی تھی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ ہنس ہنس کے شاویز کا دل مزید جلاتے،گیٹ کے باہر گاڑی رکنے کی آواز پر دونوں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔۔۔بیل ہوئی۔۔۔شاویز نے گیٹ کھولا تو سامنے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کیئے،کوٹ کندھے پر ڈالے،مومن کھڑا تھا۔۔۔دادا کی جان میں جان آئی مگر چہرے پر خشونت طاری کرلی۔۔۔۔

"السلام وعلیکم دادا۔۔۔!سوری آج لیٹ ہوگیا بہت۔۔۔اصل میں نئی نئی جاب ہے نا،تو ذرا جان مارنی پڑتی ہے۔۔۔۔"

مومن تھکے قدموں سے چلتا ہوا دادا کے قریب آ کر بیٹھ گیا،گاڑی کی چابی تپائی پر رکھ کر دادا کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔"آپ نے کھانا کھایا...؟"

"کون کھلاتا مجھ بڈھے کو۔۔۔ہاں۔۔۔بول۔۔۔؟ کتنے مزے سے ٹہلتا ہوا آیا ہے نواب کا بچہ اور پوچھ رہا ہے" آپ نے کھانا کھایا دادا۔۔۔!" دادا نے منہ بگاڑ کر اس کی نقل اتاری۔۔۔"تجھے احساس بھی ہے کہ میری جان کب سے سوکھ رہی ہے تیری فکر میں۔۔۔کیسے کیسے وہم ستارہے تھے مجھے۔۔۔۔نا تو موبائل اٹھاتا تھا نا خود سے کوئی خیر خبر دی اور تجھے لگتا ہے کہ میں اتنا پرسکون تھا کہ کھانا کھاتا اور مزے سے بستر پر پڑ جاتا۔۔۔ہیں نا۔۔۔!" دادا کا تنفس تیز ہوگیا تھا۔۔۔مومن جھٹ کرسی سے اٹھا اور اٹھ کر دادا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اکڑوں بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

"سوری دادا،معاف کردیں۔۔۔واقعی غلطی میری ہے۔۔۔۔مجھے خیال ہونا چاہیئے تھا آپ کی پریشانی کا۔۔۔اور اس شاویز کے بچے سے کہتے نا کہ آپ کو کھانا گرم کردے۔۔۔آڑا ترچھا پھلکا بھی پکا لیتا ہے یہ نیم زنانی۔۔۔۔!" مومن کے یوں کہنے پر دادا تو کھل کے ہنسے مگر شاویز کا بس نا چلتا تھا کہ اس کا سر توڑ دے۔۔۔ایک تو دو گھنٹے سے دادا کے ساتھ مغز ماری کر رہا تھا اور اب باقی کا دماغ چاٹنے مومن چلا آیا تھا۔۔۔اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے اپنی ناراضی دکھائی مگر واک آوٹ نہیں کیا اور اس کی وجہ مومن بخوبی جانتا تھا۔۔۔اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے دادا سے پوچھا۔۔۔

"چلیں غصہ تھوکیں،یہ بتائیں آج کھانے میں ہے کیا۔۔۔!"

"حق ہا۔۔!وہ زمانے لد گئے پوتے جب ہمارے گھر سے بھی پکوانوں کی مہک اٹھا کرتی تھی۔۔تیری ماں بہشتن ساری خوشبوئیں اور ذائقے ساتھ ہی لے گئی۔۔۔صبح سبزی والا امانت گونگلو دے گیا تھا،وہ اس کھڑ پینچ۔۔۔" اشارہ شاویز کی طرف تھا۔۔ابرواچکا کر دادا کو گھورا ضرور مگر تحمل کا مظاہرہ بدستور جاری تھا۔۔" کی بھابھی کو بجھوائے۔۔۔اللہ ماری کا ہاتھ بلا کا بدذائقہ ہے۔۔۔گھی الگ اور پانی الگ صاف نظر آرہا تھا،میں نے اٹھا کر فریج میں رکھ دیا۔۔اب اسی کو گرم کر کے حلال کرتے ہیں۔۔۔اور کیا ہوسکتا ہے۔۔۔!"

"ہممممم! چلیں اسے کل پر اٹھا رکھیں۔۔۔ابھی تو میں راستے سے سیخ کباب اور نہاری پکڑ لایا ہوں،وہی کھاتے ہیں۔۔۔ساتھ نان بھی ہیں روغنی۔۔۔!" مومن نے اشتہا انگیز انداز میں کہہ کر دادا کی بھوک بڑھا دی تھی۔۔۔ایسی عیاشی دادا نے پلے سے کبھی نہیں کروائی تھی۔۔۔پوتے کی کمائی کھانے کا بھی الگ ہی لطف ہے۔۔وہ خوش ہو گئے تھے۔۔۔

"اٹھ جاؤ شاویز میاں۔۔۔جائیے باہر گاڑی کے ڈیش بورڈ سے شاپر اٹھا لائیے،جس پر آپ کی نظر گیٹ کھولتے ہی پڑ گئی تھی اور جس کی وجہ سے آپ اتنی مٹی پلید کروانے کے باوجود ٹکے بیٹھے ہیں۔۔۔جاؤ اور لے کر آؤ اندر۔۔۔میں تب تک کپڑے بدل کر آتا ہوں،تم کچن سے پلیٹیں لے کر لاؤنج میں چلو،وہیں کھانا کھاتے ہیں۔۔۔اور دادا آپ بھی اٹھیں ادھر سے اب،باہر ٹھنڈ بہت زیادہ ہے،بیمار نہ ہو جائیں کہیں۔۔۔!" وہ شاویز اور دادا،دونوں کو بیک وقت کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔شاویز منمناتا ہوا بولا۔۔

"تم ہمیشہ مجھے چول ہی سمجھنا۔۔۔ایک تو تمہارے پیچھے میں دادا جی کا خیال رکھتا رہا،مسلسل ان کا دل بہلاتا رہا اور تم ہو کہ بجائے میرا احسان ماننے کے باتیں سنا رہے ہو۔۔نہیں کھاتا میں کھانا۔۔۔ہاں لیکن میں جاؤں گا اس وقت تک نہیں جب تک کہ دادا جی کھانا کھا کر لیٹ نہیں جاتے۔۔۔کیونکہ میں نے آج کے دن کی ان کی مکمل دیکھ بھال کی ذمہ داری لی ہے۔۔۔سمجھے!" شاویز سینہ ٹھونک کے جوش سے بولا تو مومن ایک قدم پیچھے ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ دھرتے ہوئے جذباتی انداز میں کہنے لگا۔۔۔

"مجھے تجھ سے یہی امید تھی میرے بھائی۔۔۔میں تیری رگ رگ سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں پیارے کہ تیری رگوں کی اکثریت کباب تکوں کے نام پر ہی پھڑکنے لگتی ہیں۔۔۔یہ تو نہاری کا بھی ساتھ ہے رے پگلے۔۔۔چل اب۔۔۔جا کے شاپر اندر لا اور پلیٹیں لے کر لاؤنج میں مر۔۔۔میں وہیں آتا ہوں۔۔۔پچ......!" وہ اسے پچکارتا ہوا سکون سے کمرے کی طرف چل دیا۔۔۔پیچھے دادا کا جاندار قہقہہ رات کے اس وقت سارے میں گونجا تھا،شاویز کھسیانی ہنسی ہنستا فوراً گیٹ کی طرف لپکا تھا۔۔۔

"مومن۔۔۔!یہ گاڑی کس کی ہے۔۔۔؟کیا آفس کی طرف سے تمہیں ملی ہے۔۔۔؟"

دادا کو گاڑی کا خیال آیا تو کمرے کی طرف جاتے مومن کو پوچھا۔۔۔

”نہیں دادا۔۔۔ باس کی ہے۔۔۔ انہیں اپنے دوست کے ساتھ جانا پڑ گیا تھا تو مجھ سے بولے کہ گھر لے جانا۔۔۔ اب صبح آفس جاتے ہوئے لے جاؤں گا۔۔۔!“ وہ مڑے بغیر جواب دیتا کمرے میں اوجھل ہو گیا۔۔۔

رات کو بستر پر لیٹ کر سارا واقعہ ایک بار پھر فلم کی طرح اس کے تصور کے پردے پر جھلملانے لگا۔۔۔ ماحور کا چہرہ، اس کی برہمی اور بے بسی پوری شدت سے اس کے احساسات پر حاوی ہونے لگیں۔۔۔ اس نے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کی لیکن اسے یاد تھا کہ ہوش کے آخری لمحے تک اس کی سوچیں ماحور کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھیں۔۔۔۔!“

☆......☆......☆

اتوار کا دن تھا۔۔۔ گھر میں صبح صبح ہی چیخ پکار مچی تھی۔۔۔ عقیل مغل چھوٹے سے صحن میں زخمی حالت میں ڈکراتے پھر رہے تھے۔۔۔ ان کی ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔۔۔ چلا چلا کر نا جانے کس کو گالیاں دے رہے تھے، ساتھ آستین سے بار بار ناک سے بہتا خون صاف کیے جاتے۔۔۔ سیف اور ریان ان کی آوازیں سن کر سوتے سے اٹھ آئے تھے۔۔۔ پورے صحن کے گول گول چکر کاٹتے عقیل مغل کو قابو کرنے کی کوششوں میں ناکام ہو کر دونوں نے ماحور کو پکارنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ اپنے بستر میں دبکی وہ سب سن کر بھی انجان بنی ہوئی تھی، اسے تو بس حیرت یہ تھی کہ آج عقیل مغل اتنی صبح ہوش میں کیونکر ہیں۔۔۔؟ یہ وقت تو ان کا لاؤنج کے کارپٹ پر آڑے ترچھے ہو کر بے سدھ پڑے رہنے کا ہوتا ہے۔۔۔ لیکن کب تک کان لپیٹے پڑی رہتی۔۔۔ اس سے پہلے کہ اتنی دہائیوں سے پورا محلہ اکٹھا ہوتا، وہ اٹھ کر باہر صحن میں چلی آئی۔۔۔ دونوں بازو سینے پر لپیٹے برآمدے کے پلر سے کندھا ٹکائے وہ سرد نگاہوں سے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی جو ننگی گالیاں دیتے ہوئے ذرا بھی محتاط نہیں تھے۔۔۔ ان کی چوٹ انہیں تڑپا رہی تھی اور وہ سیف اور ریان کے قابو میں نہیں آرہے تھے۔۔۔ معاً ماحور کی نظر ساتھ والے گھر کی بالکونی میں کھڑی رائنہ پر پڑی جو اس کے دیکھنے پر دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے انہیں چپ کروانے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔۔ یقیناً اس نے ارد گرد کے گھروں سے سر نکل نکل کر باہر جھانکتے دیکھ لیئے ہوں گے۔۔۔ ایک تلخ سانس خارج کرتے ہوئے وہ آگے بڑھی تھی۔۔۔

”بابا۔۔۔ بابا! بند کریں یہ شور۔۔۔ آرام سے بتائیں ہوا کیا۔۔۔ چپ کریں پہلے۔۔۔!“ اس نے چکر کاٹتے عقیل مغل کے راستے میں حائل ہوتے ہوئے کہا۔۔۔ عقیل مغل رک تو گئے مگر چپ پھر بھی نہیں ہوئے۔۔۔

”میں چھوڑوں گا نہیں ان کتوں کو۔۔۔ ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔۔۔ عقیل مغل پر ہاتھ اٹھایا ہے انہوں

نے۔۔۔میں ان کے ہاتھ ہی کاٹ ڈالوں گا۔۔۔ان کی تو۔۔۔۔!" انہوں نے اپنا کرتا اٹھا کر اس کے دامن سے ناک کا خون صاف کرتے ہوئے کہا تو ایک استہزائیہ مسکراہٹ ماحور کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔۔۔سیف اور ریان دونوں سہم گئے۔۔۔اگر بابا ،ماحور کو ہنستے دیکھ لیتے تو ایک نیا تماشا شروع ہو جاتا اور ان سے سب کچھ برداشت ہوتا تھا مگر کوئی ان کی بہن کو کچھ کہے، یہ سہنا مشکل ترین امر لگتا تھا، بھلے سے کہنے والا باپ ہی کیوں نا ہو۔۔۔ایسے میں ان کی توجہ ہٹانے کے لئے ریان فوراً ان کے سامنے آیا اور بے دھیانی میں بے تکا سوال پوچھ ڈالا۔۔۔

" بابا۔۔! پلیز غصہ چھوڑیں۔۔۔ میں اور بھائی دیکھ لیں گے،جس نے بھی آپ پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی ہے۔۔۔آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو مارا کیا ہے آخر۔۔۔یہ خون نکلا کیسے۔۔۔۔؟"

عقیل مغل نے ریان کی بات سن کر ایک پل کو رک کے اس کے چہرے کو جانچا اور پھر اگلے ہی لمحے اس کا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر پوری قوت سے اپنا سر اس کی ناک پر دے مارا اور بولے۔۔۔

" ایسے۔۔۔ایسے نکلا میرا خون لعنتی۔۔۔۔!"

ریان کی ناک سے بھل بھل کرتا خون نکل کر اس کا گریبان بھگو گیا۔۔۔وہ ناک پر دونوں ہاتھ رکھے نیچے جھکتا چلا گیا۔۔۔ سیف کے حلق سے چیخ نکل گئی اور کچھ فاصلے پر کھڑی ماحور نے صدمے سے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر جما لیئے تھے۔۔۔اس کی پشت پر نا جانے کب سے جنت اور زوہان آکر کھڑے تھے، جنھوں نے باپ کی یہ حرکت دیکھ کر بے یقینی سے رونا شروع کر دیا تھا۔۔۔ماحور کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا۔۔۔وہ غائب دماغی سے اردگرد کا منظر ٹٹولے جا رہی تھی۔۔۔جیسے یہ سب خواب ہو۔۔۔سیف کا ریان کو سیدھا کر کے نم آنکھوں سے اس کا سر اپنی گود میں رکھنا بھی اس نے ایسے ہی بت بنے دیکھا تھا۔۔۔اس نے اپنی بالکونی سے چیخ مار کر اوجھل ہوتی رائنہ کو دیکھا تھا، جو اگلے چند لمحوں میں اس کے صحن میں کھڑی ریان پر جھکی ہوئی تھی۔۔۔اس کے پیچھے عاقب بھائی بھی تھے۔۔۔۔کچھ ہی دیر میں رائنہ فٹافٹ جنت اور زوہان کو پچکارتی اپنے گھر ساس کے حوالے کر کے آگئی تھی، پھر عاقب بھائی نے سیف کی مدد سے ریان کو اپنی گاڑی میں ڈالا۔۔۔رائنہ اس کا اسٹالر اور موبائل اندر سے پکڑ لائی اور اس کا یخ ہوتا ہاتھ کھینچتی اسے گھر سے باہر لے گئی۔۔۔آخری بار اپنے سوئے دماغ اور مردہ حسیات کے ساتھ جو منظر ماحور نے دیکھا،وہ عقیل مغل کا جیب سے سگریٹ نکال کر لمبے لمبے سرور آمیز کش لینے کا تھا۔۔۔اس کے لیئے اپنی پوری زندگی میں اس سے بڑھ کر کریہہ منظر کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

"ضد چھوڑ دو ماہی۔۔۔۔۔ بس بھی کرو اب۔۔۔ انکل نے یہ تماشا کوئی پہلی دفعہ نہیں کیا۔۔۔ اور ڈاکٹر نے کہا تو ہے کہ ریان ٹھیک ہے اب۔۔۔۔ تم خوامخواہ بچوں کی طرح مت اینٹھو۔۔۔۔ چلو اٹھو اب۔۔۔ گھر چلو۔۔۔!"

"نہیں ہرگز نہیں۔۔۔ میں گھر نہیں جاؤں گی۔۔۔۔ میں ان سے کوئی بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی لیکن سامنا ہوگا تو کچھ نا کچھ منہ سے نکل جائے گا۔۔۔ بہتر یہ ہے کہ میں گھر ہی نا جاؤں۔۔۔!"

رائنہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔ پچھلے آدھ گھنٹے سے رائنہ، ماحور کو گھر چلنے پر آمادہ کر رہی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔۔۔ بس ایک ہی ضد کہ اب وہ اس گھر میں کبھی نہیں جائے گی جہاں اس کے باپ سا شقی القلب انسان رہتا ہو۔۔۔ آج جو کچھ انہوں نے ریان کے ساتھ کیا تھا، اس بات نے ماحور کو مزید متنفر کیا تھا۔۔۔۔ رہ رہ کر اس کی آنکھوں کے آگے وہ منظر ابھر آتا تھا جب نہایت سفاکی سے عقیل مغل نے اپنا سر ریان کے ناک پر دے مارا تھا۔۔۔ کتنے سنگدل تھے وہ۔۔۔۔ اپنے بیٹے کی تکلیف کا احساس تک نہیں تھا انہیں۔۔۔۔ وہ اب ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی، اسی لئے گھر جانے سے انکاری تھی۔۔۔۔ اور رائنہ اسے قائل کر کر کے خود رو دینے والی ہو چکی تھی۔۔۔ اتنے میں سیف اور عاقب بھائی ریان کو تھامے ہوئے آتے دکھائی دیئے۔۔۔۔ ریان کے ناک پر بینڈیج تھی اس کی رنگت ہلدی کی طرح زرد ہو رہی تھی۔۔۔۔ رائنہ فوراً اٹھ کر ان کے قریب گئی اور ساری صورتحال کہہ ڈالی۔۔۔ عاقب بھائی کیا کرتے، محض اسے دیکھ کر کندھے اچکا دیئے تھی جبکہ سیف اور ریان صحیح معنوں میں بوکھلا گئے۔۔۔۔ وہ دونوں تیزی سے ماحور کے قریب آئے اور بینچ پر اس کے دائیں بائیں ٹک گئے۔۔۔۔

"اپیا۔۔۔! یہ کیا مذاق ہے۔۔۔۔ یہ رائنہ آپی کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔ گھر نہیں جائیں گی تو کہاں جائیں گی آپ۔۔۔۔ ہاں۔۔۔!"

سیف پریشانی سے جھنجلایا ہوا تھا۔۔۔ ماحور کا ہاتھ تھام کر کچھ سختی سے پوچھا۔۔۔۔

"میری فکر مت کرو۔۔۔ تم ریان کو لے کر چلے جاؤ۔۔۔ میں ویمن ہاسٹل چلی جاؤں گی لیکن گھر نہیں آؤں گی۔۔۔ بس کہہ دیا میں نے۔۔۔۔!" وہ اپنی گود میں رکھے دائیں ہاتھ کی پہلی دو انگلیاں آپس میں مسلتے ہوئے بولی۔۔۔ اس کے انداز میں ہٹ دھرمی تھی۔۔۔۔۔

"ہاں! اتنا ہی بے غیرت ہوں نا میں کہ آپ کو ویمن ہاسٹل جانے دوں گا۔۔۔۔ مرا نہیں ہوں۔۔۔ مانا کہ میرے اختیار میں آپ کو فی الوقت کلی طور پر گھر بٹھانا نہیں ہے، پر ایسا رزیل بھی نہیں ہوں کہ اپنی بہن کو بھیڑیوں کے جھنڈ میں چھوڑ دوں۔۔۔۔۔۔"

سیف نے طیش میں بینچ پر مکا دے مارا تھا۔۔ماحور نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھاما اور دونوں ہاتھوں میں محبت سے بھینچ کر پیشانی سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔سیف کی آنکھیں بھی جھلملا گئیں اور زخمی ناک لئے کب سے خاموش کھڑے ریان نے آگے بڑھ کر ماحور کو دونوں بازوؤں میں لے لیا۔۔وہ بڑی عقیدت سے اس کے سر کو چوم رہا تھا۔۔۔عاقب بھائی اور رائنہ نے ایک دوسرے کو تاسف سے دیکھا۔۔ان دونوں کے بس میں اس سے زیادہ کچھ کر سکنے کا اختیار ہوتا تو کر گزرتے۔۔۔

" گھر چلیں اپیا۔۔۔میں کہہ رہا ہوں نا۔۔میری خاطر۔۔!" ریان نے التجائیہ انداز میں بڑے مان سے اسے کہا تھا۔۔۔

" میرا دل مر گیا ہے ریان۔۔۔بابا کی آج کی حرکت نے میرا جی اچاٹ کر دیا ہے۔۔۔میں جب جب انہیں دیکھوں گی، غصہ آئے گا۔۔۔مجھے نہیں جانا۔۔!" وہ ابھی بھی بضد تھی مگر زور ٹوٹ گیا تھا۔۔ریان نے انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کیئے اور بولا۔۔۔

" وہ نشے میں ہوتے ہیں اپیا۔۔ہم تو نہیں نا۔۔۔باپ ہیں، کیا ہوا جو مجھے مارا تو۔۔کون سا روز روز مارتے ہیں۔۔۔ان پر ترس کھائیں اپیا۔۔وہ ہمیشہ سے ایسے نہیں تھے۔۔۔اور کیا پتا وہ ہمیشہ ایسے نا رہیں۔۔۔!" ریان کے منہ سے اتنی سمجھداری کی باتیں سن کر ماحور کے دل میں شرمنگی کا احساس جاگا اور سیف نے بہت فخر سے اپنے سے چھوٹے بھائی کو دیکھا۔۔۔

" شرم کرو ماہی اب۔۔۔دیکھو تم سے چھوٹے ہیں دونوں اور کتنے جی دار ہیں۔۔۔اور تم انہیں بیچ منجدھار میں چھوڑ نے چلی ہو۔۔۔چچ چچچ!" رائنہ نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے اسے مزید شرمندہ کیا تھا اور اس کام میں تو اس کا ویسے بھی کوئی ثانی نہیں تھا۔۔۔ماحور نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو کہ تم تو سب جانتی ہو۔۔۔پھر بھی!

" چلو چلو۔۔۔اب مجھے گھورنا بند کرو اور گھر چلو۔۔۔ابھی گھر جا کر مجھے ریان کے لیئے سوپ بھی بنانا ہے۔۔۔اتنا خون ضائع ہو گیا اس کا۔۔۔طاقت کی ضرورت ہے۔۔۔۔چلیں عاقب۔۔۔آپ انہیں لے کر گاڑی میں بیٹھیں۔۔۔۔میں ماہی کو لے کر آتی ہوں۔۔۔۔!" اس نے عاقب بھائی کو اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتے، زخمی ریان اور ناراض سے سیف کو لے کر چلے گئے۔۔۔۔جیسے ہی کاریڈور کے آخری سرے سے وہ نظر آنا بند ہوئے، رائنہ کی زبان کھل گئی۔۔۔

" ہاں تو کیا کہہ رہی تھیں ماحور مغل صاحبہ۔۔۔ویمن ہاسٹل میں رہیں گی آپ۔۔۔۔اللہ اللہ۔۔۔۔شکل دیکھی ہے اپ نے اپنی۔۔۔کا کروچ نظر آ جائے تو چار فٹ دور سے جوتا مارتی ہو۔۔۔تو وہاں کیسے رہو گی جہاں انسانی لبادے میں درندے چھپے بیٹھے

ہیں ۔۔۔ماہی کم از کم انکل ان غیروں سے تو بہتر آپشن ہیں ۔۔باپ بجھی ہوئی لاٹ بھی ہو نا تب بھی روشنی دیتا ہے ۔۔۔مانا تم پر بوجھ ہے ۔۔۔اب سے نہیں کئی سالوں سے ۔۔۔لیکن یہ مت بھولو کہ یہ بوجھ تم نے ایک چیلنج سمجھ کر اٹھایا تھا ۔۔۔ورنہ جانے دیتی نا اپنے بہن بھائیوں کو " ان " کے ساتھ ۔۔۔کیوں روکا تھا ۔۔۔؟ اب اگر یہ ڈھول گلے ڈالا ہے تو یوں بجاؤ کہ پھٹنے نا پائے ۔۔۔ہیں جی ۔۔۔!" رائنہ آگے کیا بول رہی تھی، ماحور کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا ۔۔۔اس کا دماغ تو بس ایک جھٹکے سے "چیلنج" پر ہی جامد ہو گیا تھا ۔۔۔اسے یاد آ گیا کہ اس نے چھوٹی سی عمر میں کسی کے سامنے تن کر کہا تھا کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کو اپنے بل پر پال کر دکھائے گی ۔۔۔ہاں! وہ ہار نہیں مانے گی ۔۔۔اس نے ایک بھرپور سانس پھیپھڑوں میں بھری اور رائنہ کا ہاتھ تھام کر اٹھ کھڑی ہوئی ۔۔۔رائنہ نے اس کے چہرے کے تاثرات میں مثبت تبدیلی دیکھی تو جھٹ سے اس کا گال چوم لیا ۔۔اگلے چند منٹ میں وہ ساتھ لائی ضروری چیزیں اکٹھی کرنے کے بعد پٹر پٹر باتیں کرتی ہوئی واپس جا رہی تھیں ۔۔۔!

☆......☆......☆

صبح کے آٹھ بج چکے تھے مگر بلا کی دھند چھائی تھی ۔۔ٹھنڈ ہڈیوں میں گھس کر جوڑ جوڑ کڑکڑا ئے دے رہی تھی ۔۔۔دادا کو چولہے پر دودھ ابلنے کے لئے رکھتے اور بھاری لوہے کا توا چولہے پر رکھ کر اس کے نیچے آگ جلاتے ہوئے شدت سے احساس ہوا کہ یہ کام اب ان کے بس کے نہیں رہے تھے ۔۔۔مومن بہت احساس کرتا تھا لیکن لاکھ کوشش کے باوجود وہ ناشتہ بنانے سے کنی کتراتا تھا ۔۔اب تو آفس جانا ہوتا تھا تو ایسی ہڑبونگ مچاتا کہ محض دودھ مگ میں بھر کر مائیکروویو میں گرم کرتا اور پی کر فٹافٹ نکل جاتا ۔۔پیچھے دادا خود ہی چائے بنا کر ساتھ دو سلائس گرم کر لیتے یا رس کھا کر گزارا کر لیتے ۔۔۔پر اب ان کے لئے بھی صبح صبح گرم بستر چھوڑ کر کچن میں جانا بہت کٹھن ہوتا تھا ۔۔۔انہیں آج کل شدت سے مومن کی شادی کا خیال ستا رہا تھا ۔۔" چلو اور کچھ نا سہی، ایک کپ چائے تو بستر میں ہی پکڑا دیا کرے گی ۔۔۔" ..اس طرح کے چھوٹے موٹے گمان انہیں مومن کی بیوی سے تھے ۔۔۔لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ دادا کے دو چار بار یہ موضوع چھیڑنے کے باوجود مومن نے بات گول کر دی تھی ۔۔۔بلکہ مذاق مذاق میں یہ تک کہہ دیا تھا کہ آپ اپنی کروا لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔۔۔۔دادا کا دل کیا اپنی چھڑی سے اس کی " چھترول " کر ڈالیں مگر اب پوتا کماؤ ہو گیا تھا ۔۔۔روز بابو بن کے گھر سے نکلتا تھا تو وہ پشت تکتے بلائیں لیتے نا تھکتے تھے ۔۔۔ایسے اونچے لمبے کو بھلا وہ چھڑی کی مار مارتے اچھے لگتے ۔۔۔لیکن آج کچن میں سردی سے کپکپاتے انہوں نے پکا ارادہ کیا تھا کہ مومن کو شادی کے لئے راضی کریں گے، ورنہ خود ہی کوئی لڑکی ڈھونڈ کر رشتہ پکا کر ڈالیں گے ۔۔۔دو ہفتے سے شاویز کی بھابھی نے

اوپری کام کاج کے لئے دبلی پتلی مگر پھرتیلی سی ایک لڑکی لگوا دی تھی ۔۔۔ بانو!..عمر لگ بھگ پندرہ سولہ کی ہوگی ۔۔۔ حیادار بچی تھی اور وقت کے وقت کام کر کے چلی جاتی ۔۔۔ بلکہ ہوسکتا تو دادا کو سبزی بنا کے، پیاز لہسن چھیل کے دے جاتی ۔۔۔ ان کے کپڑوں کی الماری کی دیکھ بھال کر دیتی ۔۔۔ ایک دفعہ غلطی سے مومن کی الماری کھول دی تھی اس نے ۔۔۔ دھان پان سی تھی، سارے کپڑے پانی کی موج کی طرح ابل کر اس پر آپڑے ۔۔۔ صرف کپڑے ہی ہوتے تو بات بھی تھی ۔۔۔ جتنا ردی کاغذ تھا، پرانی کتابوں کا ذخیرہ ۔۔۔ سب کا سب اس پر پل پڑا تو بیچاری کو کتنے ہی منٹ لگ گئے حواس درست کر کے فرش سے اٹھتے ۔۔۔ سر پر موٹی موٹی کتابیں لگی تھیں اس لئے غصے میں مومن کے لئے منہ سے نکلا ۔۔۔ ”کھوتا دماغ“.... پھر گھبرا کے ادھر ادھر دادا کو دیکھا ۔۔۔ وہ تو آس پاس نہیں تھے لیکن اگر ہوتے بھی تو سن کر ایک دفعہ تو ضرور ہنستے ۔۔۔!

کچھ بھی تھا دادا کو واقعی صفائی اور دھلائی کی طرف سے آسانی ہو گئی تھی ۔۔۔ کپڑے دھل کر تہہ ہو کر الماریوں میں بھی چلے جاتے تو وہ بانو کے ہونے پر شکر مناتے ۔۔۔ پر ظالم یہ صبح صبح اٹھ کر کچن میں آنا اور ناشتہ بنانا، یہ کام بس سے باہر ہوتا جا رہا تھا ۔۔۔ وہ دودھ کا چولہا ہلکا کر کے اور توے کا بند کر کے اکتا کر باہر صحن میں چلے آئے ۔۔۔ ساری رات سے پڑی ٹھنڈی کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں جھرجھری کے ساتھ بے اختیار مومن کی ماں کی یاد آ گئی ۔۔۔ ابھی پچھلے سال کی ہی تو بات ہے جب صبح صبح انہیں بستر میں گرم گرم چائے بھی مل جاتی تھی اور جب وہ صحن میں آتے تو وہاں کرسیوں کے درمیان میں انگیٹھی جل رہی ہوتی ۔۔۔ دادا کی آنکھیں بھیگ سی گئیں ۔۔۔ مومن کی ماں آصفہ ان کی بھتیجی تھی ۔۔۔ بڑی خدمت گزار تھی ۔۔۔ جوانی میں بیوگی کاٹی تھی محض دادا اور اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے ۔۔۔ کتنے رشتے آئے مگر اس اللہ کی بندی نے چچا کو تنہا چھوڑنا گوارا نا کیا ۔۔۔ دادا نے جوان بیٹے کی میت کو کندھا دیا تھا ۔۔۔ ٹوٹ پھوٹ چکے تھے ۔۔۔ بیوی کو مرے عرصہ بیت چکا تھا ۔۔۔ مومن بھی محض نو سال کا تھا، جوان بھتیجی کو دیکھتے تو اپنا آپ خودغرض لگتا ۔۔۔ چپ چپاتے دل پر پتھر رکھ کر رشتے کی بات چلا دی ۔۔۔ لیکن جیسے ہی آصفہ کے کان میں پڑی، کچن سے مٹی کے تیل کی گیلن اٹھا لائی ۔۔۔ خود پر اور مومن پر ڈھیر سارا تیل انڈیلا، ہاتھ میں ماچس کی ڈبیا پکڑی اور چچا کو دھمکی دی کہ ابھی کے ابھی اگر انہوں نے قرآن پر حلف نا دیا کہ کبھی بھی ان کے دوسرے بیاہ کی کوشش نا کریں گے تو وہ مزید ایک لمحہ ضائع کئے بغیر خود کو اور ان کے پوتے کو آگ لگا دے گی ۔۔۔ دادا ایسا سہمے کہ کھڑے قدموں گر گئے ۔۔۔ آصفہ اور مومن لپک کر اٹھانے کو آگے بڑھے ۔۔۔ دادا نے پوتے کو سینے میں بھینچ لیا جو مٹی کے تیل میں نہایا ہوا تھا ۔۔۔ جی بھر آیا اور بچوں کی طرح رو دیئے ۔۔۔ مومن ناسمجھ تھا مگر دادا کو یوں روتا دیکھ کر بے اختیار سسکنے لگا ۔۔۔ اگلے کچھ پل میں صحن کے بیچوں بیچ تین نفوس بے

بسی کی انتہا پر پہنچے آنسو بہا رہے تھے۔۔۔تینوں کے اندر دکھ پل رہے تھے لیکن پھر تینوں نے ایک دوسرے کو سنبھال لیا۔۔۔وہ ایک دوسرے کی ذات میں گم ہو گئے۔۔۔ان کے دکھ سکھ ایک دوسرے سے منسوب ہو گئے۔۔۔آصفہ نے خود پر جبری بزرگی طاری کر کے بیٹا جوان کر لیا۔۔۔دادا مزید بوڑھے ہو گئے۔۔۔دادا ریلوے میں ملازم تھے،مومن کے بابا بھی۔۔۔بس دونوں کی پینشن سے کھینچ تان کے گزر بسر ہو رہی تھی۔۔۔کمی میں بھی آسودگی تھی کیونکہ خواہشات کا دائرہ چھوٹا تھا۔۔۔مومن کا بچپن گزر گیا تو کالج میں آ کر اس کی چھوٹی موٹی فرمائشیں دادا بخوشی پوری کرنے لگے۔۔۔وہ صابر بچہ تھا لیکن جوانی ترنگ پیدا کر ہی دیتی ہے۔۔۔دیکھا دیکھی دل رنگین چیزوں کی طرف ہمک ہی جاتا ہے۔۔۔دادا تو خوش ہوتے مگر آصفہ کو تشویش ہونے لگتی۔۔۔وہ اشارے کنائے میں منع کرتی اور دادا نظر انداز کر دیتے۔۔۔اگلے دن ہی پوتے کی فرمائش پوری ہو جاتی۔۔۔اتنا عرصہ آصفہ اس قدر کفائیت سے چلی تھی کہ دادا کا جی کرتا تھا کہ وہ کچھ خرچ کریں۔۔۔آصفہ نے تو محض مومن کے مستقبل کے لئے جوڑا ہی تھا۔۔۔گھر کی حالت بھی بہتر بنائے رکھی تھی مگر اپنے بل بوتے پر۔۔۔رنگ روغن سے لے کر صوفوں کی پوشش تک وہ خود ہی دادا اور مومن کو ساتھ ملا کر کر ڈالتی تھی۔۔۔اور پھر گھر کا یہ سکون بھی تاراج ہوا۔۔۔آصفہ کو بیٹھے بٹھائے بیماری نے گھیرا۔۔۔دبائے رکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب تکلیف برداشت سے باہر ہو گئی اور نوبت ڈاکٹر کے پاس جانے کی آئی تو ڈاکٹر نے ہاتھ جھاڑ دیئے تھے۔۔۔معدے کا کینسر تھا۔۔۔لاسٹ سٹیج تھی۔۔۔ڈاکٹر کے بقول اب کچھ ہو تو نہیں سکتا تھا مگر مریضہ کی تکلیف کم کرنے کے لئے کچھ دوائیں تھیں،جو دی جاتیں تو مریضہ آرام سے "مر" جاتی۔۔۔۔!دادا تو گم چپ ہی ہو گئے۔۔۔آصفہ نے انہیں سختی سے منع کیا کہ ان پر کسی قسم کا پیسہ نا لگایا جائے،مگر دادا نے اپنے خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔۔۔دوائیں مہنگی تھیں لیکن دادا نے پرواہ نا کی۔۔۔آصفہ نے بہتیرے ترلے کئیے کہ مرتے ہوئے پر پیسہ برباد نا کریں،مگر دادا کو بھتیجی بچانی تھی چاہے جیسے بھی ہو۔۔۔آصفہ ان کی بہو تھی،یہ بات تو وہ عرصہ ہوا بھول بھال چکے تھے۔۔۔!

مومن ماں کی حالت سے پریشان تھا،اس نے دادا سے" فرمائش" کی کہ امی کو بچا لیں۔۔۔تھرڈ ائیر کا تاڑ سا لمبا پوتا بوڑھے دادا کے گھٹنوں میں منہ دے کر بے حد رویا اور دادا سے اس کا رونا نہیں دیکھا گیا۔۔۔وہ رپورٹس لے کر گلی گلی گھومے۔۔۔جہاں سے آس لگتی،وہیں مومن کو ساتھ لے کر چلے جاتے۔۔۔آصفہ کو دادا پوتا کی خجل خواری وارا نہیں کھا رہی تھی اس لئے ایک رات دونوں سے نظر بچا کر آنکھیں بند کر لیں۔۔۔اس رات سونے سے پہلے مومن ماں کے پاؤں دبا رہا تھا تو آصفہ نے اسے پاس بلا کر اس کا سر سینے پر رکھا اور دادا کے لئے خصوصی ہدایات دیں،بلکل ویسی جیسی کہیں ضروری کام سے جانا پڑ جاتا تو دے

کر جاتی تھی۔۔۔مومن ماں کے سینے پر سر رکھے غنودگی میں چلا گیا تھا۔۔آخری بار اسے ماں کا ممتا سے بھرپور لمس مل رہا تھا۔۔۔اسی نے مومن کو میٹھی نیند سلا دیا اور آصفہ کو ابدی۔۔۔!

گھر ویران ہو گیا۔۔۔دکھ سکھ کی سانجھی تکون ٹوٹ گئی تھی۔۔۔مومن کی تو ماں مری تھی، دادا بھی ٹوٹ پھوٹ گئے۔۔۔ان کا بڑھاپا غم اٹھانے سے عاجز تھا اور غم تھے کہ انہیں تاک تاک کر نشانے پر لگتے رہے۔۔۔ایسا سنسان سا دکھتا تھا ہر کونا کہ مومن کالج سے گھر واپس آنے سے کترانے لگا۔۔۔ٹیوشنز پڑھانے کے بہانے زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتا اور گھر آتے ہی پڑ کر سو جاتا۔۔۔اپنے دکھ میں بوڑھے دادا کی ٹھیک سے خیریت بھی دریافت نا کر پاتا۔۔۔وہ کیا کھا رہے تھے۔۔۔کیسے بنا رہے تھے۔۔۔دوا لے رہے تھے یا نہیں۔۔۔ان باتوں سے وہ یکسر بے نیاز ہو گیا تھا۔۔۔نتیجتاً دادا کی حالت بگڑ گئی۔۔۔ایک دن شام گہری ہونے پر گھر واپس آیا تو دادا کو برآمدے کے ٹھنڈے گندے فرش پر بے سدھ گرا پایا۔۔۔اوسان خطا ہونا کسے کہتے ہیں، اس گھڑی مومن کو ادراک ہوا تھا۔۔۔اور اس پر ساتھ ہی یہ عقدہ کھلا کہ دادا اس کے لئے کیا تھے۔۔۔اگر انہیں بھی کچھ ہو جاتا تو اس کا کیا بنتا۔۔۔وہ اکیلا کسی قابل نہیں تھا۔۔۔اسے تو یہ بھی معلوم نا تھا کہ بجلی گیس کے بل کب جمع ہو جاتے ہیں۔۔۔گھر کی چھوٹی موٹی مرمتیں کون کرتا ہے۔۔۔راشن کون لاتا ہے۔۔۔اس کی کالج کی فیس کہاں سے آتی ہے۔۔۔ایسے چھوٹے بڑے کتنے ہی تارے تھے جو اس کی آنکھوں کے آگے ناچ گئے۔۔۔لیکن ان تمام باتوں پر ایک احساس جو سب سے زیادہ حاوی تھا وہ دادا کے کھو جانے کا ڈر۔۔۔ایک آخری خونی رشتے کے مر جانے کا ڈر۔۔۔بس اس ایک ڈر نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا تھا۔۔۔وہ دادا کو شاویز اور محب بھائی کے ساتھ فوراً ہسپتال لے کر گیا تھا۔۔۔مائینر سا انجائینا کا اٹیک تھا، مگر ڈاکٹر نے احتیاط کہی تھی۔۔۔اور مومن نے دادا کو کسی چھوٹے بچے کی طرح ٹریٹ کرنا شروع کیا۔۔۔دادا کے ہسپتال سے ڈسچارج ہونے سے پہلے مومن گھر گیا۔۔۔پڑوس میں کام کرنے والی ملازمہ سے اجرت پر سارا گھر دھلایا۔۔۔واشروم سے لے کر کچن تک۔۔۔باکس روم سے لے کر گھر کی چھت تک پورا گھر سر پر کھڑے ہو کر صاف کروایا۔۔۔کھانا دادا کے گھر آنے پر شاویز کی امی نے بھجوانے کا کہہ رکھا تھا سو اس طرف سے بے فکری تھی کیونکہ وہ ہر کام کر سکتا تھا سوائے کوکنگ کے۔۔۔اس ہنر سے وہ بلکل نابلد تھا۔۔۔آصفہ نے واقعی اس کے بہت لاڈ اٹھائے تھے۔۔۔ماں کی یاد اس کی آنکھیں بھگو گئی۔۔۔اس نے فوری طور پر خود کو اس جذباتی حصار سے نکالا اور گیٹ کے قریب کھڑے ہو کر ایک ناقدانہ نظر دھلے دھلائے گھر پر ڈالی۔۔۔کم از کم صاف ستھرے گھر کا اثر دادا کی صحت پر اچھا پڑے گا۔۔۔!وہ ہر طرف سے تسلی کر کے دادا کو ہسپتال سے واپس لانے کے لئے چلا گیا تھا اور پھر شام کو جب وہ دادا کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تو ان کے چہرے

کے تاثرات اس قدر خوشگوار تھے کہ مومن کو خود کی اتنے دن کی کوتاہی پر بے حد افسوس ہوا۔۔۔ابھی بھی وہ دادا کو کچھ ہو جانے کے خیال سے تھرا اٹھتا تھا۔۔۔اور پھر اس دن کے بعد سے سب روٹین میں آتا چلا گیا۔۔۔مومن دادا کو پرا پر ٹائم دینے لگا تھا۔۔۔شام کو وہ دادا اور پوتا مل کر گھر کی صفائی کرتے۔۔۔اور پھر رات کا کھانا وہ مل کر بناتے۔۔۔مومن کو دادا نے انڈا بنانا سکھایا تھا مگر وہ مومن کو اسی قدر آسکا کہ انڈہ توڑنے کے لئے وہ پہلے اسے کاؤنٹر پر توڑتا اور پھر چمچ سے کھینچ کر اسے فرائنگ پین پر انڈیل لیتا۔۔۔! ہفتے میں ایک دن کپڑوں کی دھلائی کا ہوتا اور اس دن سارا محلہ دیکھتا کہ چھڑے جب کپڑے دھوتے ہیں تو کیا بھونچال آتا ہے۔۔۔لیکن اس سب میں یہ ضرور تھا کہ دادا اور مومن ایک دوسرے سے بہل گئے۔۔۔ایک دوسرے کی سنگت میں انہیں کھانے کا بدمزہ ہونا، روٹی کا کچا ہونا یا جلا ہونا اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا۔۔۔وہ ایک دوسرے کے پھوہڑ پنے کے عادی ہو رہے تھے۔۔۔وہ اب بلاوجہ ایک دوسرے کو اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔۔۔اور یہی چیز دادا کو زندگی کی طرف کھینچ لائی تھی۔۔۔وقت گزرتا تو ہے لیکن گزارنے والے کو تھپیڑے دے کر جاتا ہے۔۔۔مومن ایم بی آئی ٹی کر کے نوکری سے جا لگا تھا تو یونہی نہیں۔۔۔بڑا روندے گئے تھے دونوں وقت کے گرد باد میں۔۔۔نوکری سے پہلے سب کچھ ایک ترتیب سے چل رہا تھا پر اب مومن کو صبح کے وقت اس قدر جلدی ہوتی تھی کہ دادا سے محض سلام دعا ہی ہو پاتی لیکن اس سارے کا گلہ دادا کو ہرگز بھی مومن سے نہیں ہوا۔۔۔خلاف توقع انہوں نے اس کا دوسرا حل سوچنا شروع کر دیا تھا۔۔۔انہیں گھر کے لئے صحیح معنوں میں گرہستن چاہئے تھی۔۔۔اب ان کا اکیلے مومن سے گزارا نہیں تھا۔۔۔وہ پوتے کی خوشیاں دیکھنا چاہتے تھے۔۔۔چل چلاؤ تو تھا ہی مگر حسرتیں عمر بیتنے کے ساتھ جوان ہوتی ہیں۔۔۔اپنے گھر کو مومن کے بیوی بچوں سے سجا دیکھنا ان کی حسرت تھی اور آج، ابھی انہوں نے با آواز بلند مومن کو کسی کھونٹے سے باندھنے کا تہیہ کر لیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

"چار سو چھیاسٹھ روپے جمع تین سو بہتر۔۔۔یہ ہوئے کل ملا کے۔۔۔۔!" وہ بہت مصروف سی پرانی سی ایک ڈائری پر حساب کتاب میں الجھی ہوئی تھی۔۔۔کیلکولیٹر پاس رکھنے کے باوجود پیپر کی سائیڈ پر ہی جمع تفریق کر رہی تھی۔۔۔الجھے بالوں کا جوڑا بنا کر اس میں بڑی مہارت سے پینسل اٹکا رکھی تھی۔۔۔دو تین چھوٹی بڑی لٹیں چہرے پر گر رہی تھیں جنہیں وہ ہر دو منٹ بعد بڑی کوفت سے کانوں کے پیچھے اڑستی اور اگلے ہی پل وہ پھر ٹوٹی شاخ کی مانند چہرے پر لہرا جاتیں۔۔۔بےزاری اس کے نکھرے سفید رنگت والے چہرے کو پھیکا بناتی تھی۔۔۔وگرنہ جس دم وہ ہنستی تھی، ساری فضا گویا تھمتی تھی مگر وہ ہنستی ہی کب تھی۔۔۔اس کے گرد

رہنے والے بھی پوروں پر گن کے وہ پل بتا سکتے تھے جب ماحور مغل کو کسی نے کھلکھلاتے دیکھا ہو۔۔۔اور پھر جب مہینے کی آخر آجاتی تو وہ گویا آتش فشاں بن جاتی تھی۔۔۔اس وقت بھی وہ بقایا جمع جتھا بائیں ہاتھ میں لیئے بہت ضروری حساب کتاب میں مصروف تھی۔۔۔گنتی کے چند نوٹوں کو مضبوطی سے تھامے وہ یہ اندازہ کر رہی تھی کہ دودھ والے کا بل پہلے ادا کیا جائے یا پانی کا۔۔۔اگر دودھ والے کو پیسے نا ملتے تو چڑھے مہینے دودھ بند۔۔۔اور اگر پانی کا بل جمع نا ہوتا تو پانی بند۔۔۔وہ بری طرح سے الجھی ہوئی تھی جب یکلخت اس کے ہاتھ سے کسی نے پیسے اچک لئے۔۔۔اس نے تڑپ کے سر اٹھایا۔۔۔سامنے عقیل مغل مکروہ مسکراہٹ لئے قیمتی متاع کی طرح سنبھالے اس کے نوٹ گن رہے تھے۔۔۔مارے طیش کے اس کا تنفس پارے کی مانند تھرکنے لگا۔۔۔وہ فورا کرسی چھوڑ کر اٹھی اور اچک کر ان کے ہاتھ سے پیسے چھیننے کی کوشش کی، جسے انہوں نے ہاتھ پرے کر کے ناکام بنا دیا۔۔۔

"بابا۔۔۔مجھے میرے پیسے واپس کریں۔۔۔ابھی کے ابھی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔واپس کریں۔۔۔!"

"بکواس بند کرو۔۔۔!باپ ہوں تمہارا۔۔۔تمیز سے بات کرو۔۔۔آخر کھا تا ہی کیا ہوں میں تمہارا۔۔۔آج ذرا ضرورت پڑ گئی مجھے۔۔۔سگریٹ ادھار نہیں دے رہا جاوید ہیرا۔۔۔اس لئے بس یہ۔۔۔یہ۔۔۔ایک نوٹ لے رہا ہوں۔۔۔!"عقیل مغل نے نرم اور بناوٹی لہجے میں کہتے ان پیسوں میں سے اکلوتا ہرا نوٹ گھسیٹا۔۔۔مارے بے بسی کے ماحور کی آنکھیں چھلک گئیں۔۔۔وہ آنسوؤں کا گولا بمشکل حلق سے اتارتے التجائیہ انداز میں گویا ہوئی۔۔۔

"بابا۔۔۔بابا پلیز۔۔۔یہ پیسے مت لیں۔۔۔آپ کو اللہ کا واسطہ۔۔۔میں وعدہ کرتی ہوں شام تک آپ کو کچھ رقم دے دوں گی مگر ابھی یہ مجھے واپس کر دیں۔۔۔آج اگر دودھ کا بل جمع نا کرایا تو اگلے مہینے سے دودھ نہیں آئے گا۔۔۔پلیز بابا۔۔۔!"

وہ ابھی بھی اچک اچک کر پیسے پکڑنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔۔۔عقیل مغل اس کی بات پر استہزائیہ ہنستے ہوئے بولے۔۔۔

"واہ بٹیا رانی۔۔۔ایک نوٹ نے تمہیں میرے آگے شیرنی سے بلی بنا دیا۔۔۔واہ بھئی واہ۔۔۔ورنہ تم تو مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو۔۔۔ایک نوٹ نے آج تمہیں میری عزت کرنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ہاہاہا۔۔۔میں تو نہیں دینے والا واپس۔۔۔بھلا آئی عزت کیسے موڑ دوں۔۔۔ہاہاہاااا۔۔۔!" وہ نوٹ کو چومتے ہوئے دل جلاتی ہنسی ہنستے ہوئے بول رہے تھے۔۔۔گدلی آنکھوں سے بہتے پانی کو انہوں نے اس نوٹ سے صاف کیا اور صدمے میں گھرے ماحور کے نیم جان وجود کو زوردار دھکا دے کر کرسی پر گراتے ہوئے بولے۔۔۔

"بیٹھ ادھر سمجھی۔۔۔بڑا زعم ہے نا تجھے اپنی کمائی کا۔۔کبھی باپ کو بھی کھلا تو مانوں نا۔۔میرا حق بنتا ہے تیرے پیسوں پر۔۔۔اور آج میں اپنے حق کے پیسوں سے سگریٹ خریدوں گا۔۔آخاہ! آج تو مزہ آجائے گا۔۔سب یاروں میں میری ٹور بن جائے گی جب جاوید ہیرے سے نقد سگریٹ لوں گا۔۔۔سالا مفت خور کہتا تھا مجھے۔۔۔آج بتاؤں گا ہونہہ۔۔۔!" وہ اسے بے دردی سے کرسی پر پٹخ کر بکتے جھکتے باہر نکل گئے تھے۔۔۔ساتھ اس کی انتہائی محنت کی کمائی بھی لے گئے تھے" پھونکنے" کے لئے۔۔۔اور وہ لاچار بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔۔۔باپ تھے،مرد تھے۔۔۔اس سے کہیں زیادہ طاقتور۔۔۔وہ اکیلی بھلا ان سے کیسے چھینا جھپٹی کر سکتی تھی۔۔۔ہاں اس وقت اگر سیف اور ریان گھر ہوتے تو عقیل مغل کو کبھی جرات بھی نا ہوتی اس کے ہاتھ سے پیسے چھیننے کی۔۔۔وہ دونوں کھال ادھڑوا لیتے مگر بہن کی محنت کی کمائی اجاڑنے کے لئے باپ کے ہاتھ میں نا جانے دیتے۔۔۔وہ بے بسی کی انتہا پر جاتے ہوئے پورے حلق سے چلائی اور ٹیبل پر سر رکھ کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔۔ہاتھ میں پکڑے چند لال نوٹ گر کر ادھر ادھر فرار ڈھونڈنے لگے۔۔۔وہ بلکل بچوں کی طرح رو رہی تھی۔۔۔اونچی اونچی آواز سے۔۔۔مچل مچل کر۔۔۔!

خوب سارا رو چکنے کے بعد اس کا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تو سب سے پہلے اس نے گرے ہوئے باقی کے نوٹ اکھٹے کئے اور ان مسلے ہوئے نوٹوں کو سینے سے لگا کر ہتھیلی کی پشت سے اپنے گیلے گال بے دردی سے رگڑے۔۔۔اس کا دماغ اب تیزی سے کام کر رہا تھا۔۔۔نا تو اسے اپنے بچوں کا دودھ بند ہونے دینا تھا نا پانی۔۔۔اور اس کے لئے اسے فوری طور پر کتنی رقم درکار تھی،اس کا اندازہ کر کے اس نے چند منٹ پرسکون ہو کر کچھ سوچا اور پھر اگلے دس منٹ میں وہ تیار ہو کر اپنے ضروری ڈاکومنٹس ہاتھ میں لئے گھر لاک کر رہی تھی۔۔۔چابیاں بیگ میں ڈال کر اس نے اسی بیگ کی اندرونی جیب سے رائنہ کا دیا ہوا کارڈ نکالا اور ایڈریس نوٹ کرنے لگی۔۔۔رائنہ نے چار دن پہلے دیا تھا یہ کارڈ اور کہا تھا کہ اگلے دن دس بجے وہاں چلی جانا مگر کچھ گھریلو مسائل اور ریان کی چوٹ میں ایسی اُلجھی تھی کہ وقت ہی نہیں نکال پائی تھی۔۔۔جی کو دھڑکا سا بھی لگ گیا تھا کہ کہیں رائنہ کی فرینڈ نے کسی اور کو نا رکھ لیا ہو۔۔۔پھر بھی دل میں ڈھیروں دعائیں مانگتی وہ ابرش راٹھور کے پاس جانے کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔۔۔!

☆......☆......☆

شاندار عمارت میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک نظر اپنے سراپے پر ڈالی۔۔۔ہاتھ سے گھٹنوں تک آتے کھدر کے کرتے کی سلوٹیں نکالیں اور اوپر پہنے شرگ کی فال درست کی۔۔۔آج وہ پچھلی بار کی نسبت خاصی بہتر حلئے میں تھی۔۔۔ریسپشن پر ابرش راٹھور کے لئے میسج چھوڑتے وہ خاصی پراعتماد تھی۔۔۔ریسپشنسٹ نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈال کر ریسیور کان سے لگایا اور

بناوٹی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے انتظار کرنے کو کہا۔۔۔

"نام کیا بتایا آپ نے۔۔۔!" ریسپشنسٹ نے ایک پل کو رک کر اس کا نام پوچھا

"ماحور۔۔۔ماحور مغل۔۔۔!" وہ تھوک نگل کر مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔اور چہرے پر لاپرواہی کا تاثر سجائے ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔۔۔

"آپ پلیز جائیے۔۔۔اپ اسٹیئر ز۔۔۔رائٹ سائیڈ، فرسٹ روم۔۔۔آپ چاہیں تو لفٹ یوز کر سکتی ہیں۔۔۔میم آپ کا ویٹ کر رہی ہیں۔۔۔!"

ریسپشنسٹ نے اس سے کہا تو اس نے گردن اکڑائی اور شکریہ کہتی آگے بڑھ گئی۔۔۔یعنی کہ اس کا انتظار ہو رہا تھا۔۔۔دل کا ایک کونہ اپنی اہمیت پر بے ساختہ خوش ہوا تھا۔۔۔

اس نے سیڑھیوں سے جانا مناسب سمجھا۔۔۔

داہنی طرف کے پہلے کمرے کا دروازہ ناک کرتے اس نے آنکھیں بند کر کے ایک بھرپور سانس اندر کھینچا تھا اور اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔۔۔

"یس پلیز۔۔۔کم اِن۔۔۔!"

اندر سے اجازت ملتے ہی وہ ناب گھما کر آفس میں داخل ہوئی۔۔۔مسحور کن خوشبو کا جھونکا اس کی ناک سے ٹکرا کر مزاج پر اچھا تاثر چھوڑ گیا تھا۔۔۔ریوالونگ چئیر پر بیٹھا وجود چئیر کا رخ گلاس وال کی طرف کیئے ہوئے تھا، جہاں سے نرم گرم دھوپ سیدھی جہازی سائز ٹیبل کی گلاس ٹاپ پر پڑ رہی تھی۔۔۔

"ایکسیوز می۔۔۔میں ماحور ہوں۔۔!" اسے مقابل کو متوجہ کرنے کے لئے یہی الفاظ مناسب لگے تھے۔۔۔

"آئیے۔۔آئیے ماحور جی۔۔۔آپ کا انتظار تو ہم تب سے کر رہے ہیں جب سے رائنہ نے آپ کا ذکر کیا تھا۔۔لیکن آپ تھیں کہ آ کر نا دے رہی تھیں۔۔۔!" ریوالونگ چئیر گھومی اور ایک انتہائی نازک و دلکش حسینہ نے اس کے استقبال کے لئے چئیر سے اٹھ کر مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا۔۔۔ماحور جو یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی یکدم چونک کر اس سے ہاتھ ملایا۔۔۔اپنی لٹ کان کے پیچھے اڑستے وہ مسلسل ابرش راٹھور کو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔جو خاکہ اس نے اپنے ذہن میں ابرش کا بنا رکھا تھا، وہ اس سے بلکل الٹ تھی۔۔۔گو کہ اس نے ابرش کو کوئی بڑی عمر کی سنجیدہ اور متین سی عورت گمان نہیں کیا تھا کیونکہ رائنہ کی دوست تھی

تو ظاہر ہے اسی کی ہم عمر ہوتی مگر اتنا نازک اندام اور مرمریں سا وجود بھی اس کے ذہن کے کسی گوشے میں نا تھا۔۔۔وہ تو محض کالج گرل لگتی تھی جبکہ یہاں وہ اپنے باپ کے آفس میں بیٹھی تھی۔۔۔ایک ٹھنڈی آہ ماحور کے سینے سے نکلی اور حلق میں جذب ہو گئی۔۔

"پلیز۔۔۔ہیو آ سیٹ۔۔۔!" ابرش نے اسے بیٹھنے کو کہا تو وہ خاموشی سے اس کے مقابل براجمان ہو گئی۔۔۔

"مجھے رائنہ نے تمہارے بارے میں بتایا تھا ماحور۔۔۔انفیکٹ میں نے اسے اپنے آفیشل پرابلز کے بارے میں بتایا تھا تبھی اس نے تمہارا نام رکمینڈ کیا۔۔۔بقول اس کے تم خاصی ہارڈ ورکنگ بھی ہو اور۔۔۔اور تمہیں جاب کی سخت ضرورت بھی ہے۔۔۔!" وہ "ضرورتمند" کہتے کہتے رک گئی تھی۔۔۔ماحور پھیکی سی مسکراہٹ لئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

""اب ایسا ہے کہ یار میں بہت بری پھنسی ہوں۔۔۔بابا نے مجھے زبردستی اپنے آفس میں" بھرتی" کر رکھا ہے جبکہ یہاں کا کام میرے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔۔۔لیکن میرے بابا اس معاملے میں بلکل کمپرومائیزنگ نہیں ہیں۔۔۔وہ کہتے ہیں کہ جب تک تمہاری شادی نہیں ہو جاتی تب تک کام کرو۔۔۔میں نے تو کئی منتیں مان لیں ہیں کہ میری شادی ہو جائے بس اور میری اس جنجال سے جان چھوٹے۔۔۔تمہارا کام یہ ہو گا مائی ڈیئر کہ سمجھو بس اس چیئر پر میں بیٹھی ہوں۔۔۔لیکن اس ٹیبل پر جو آفیشل میٹر ہے وہ سب تمہیں ہینڈل کرنا ہے۔۔۔فائلز، ڈیٹا۔۔۔ہر چیز تمہیں اپ ٹو ڈیٹ رکھنی ہے۔۔۔میری میٹنگز کی ڈیٹیلز اور ان کا ارینج منٹ سب تمہارے ذمے۔۔۔یعنی بابا کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔۔۔تمہیں اچھا سیلری پیکج ملے گا۔۔۔الاؤنسز بھی ہوں گے اور میڈیکل ہماری کمپنی کے ہر ورکر کا فری ہے۔۔۔بس ایفی شیئنسی شو کرنی ہے۔۔۔اپنے گٹس پروو کرنے ہیں۔۔۔رائیٹ؟" وہ خوش مزاج ہی نہیں، بے تکلف بھی تھی۔۔۔اس نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں ماحور کو ساری بریفنگ دی تھی۔۔۔وہ اب خاصی مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔۔۔یہ جاب اس کے لیئے آسان تھی۔۔۔وہ یہ سب ہینڈل کر سکتی تھی۔

"تو میں آج یعنی ابھی سے اپنا کام شروع کروں۔۔۔؟" اسنے جھجکتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"اویس آف کورس! وائے ناٹ۔۔۔بھئی میرے لئے ہی آسانی ہے اس میں۔۔۔ایکچوئلی جب سے پاپا نے مجھے باؤنڈ کیا ہے آفس میں، میں تو شاپنگ کے لئے بھی نہیں جا سکی۔۔۔اب تم آ گئی ہو تو مجھ غریب کو بھی ذرا فرصت نصیب ہو گی۔۔۔لیکن تمہیں میرے ہی آفس میں بیٹھ کر کام کرنا ہو گا۔۔۔آج تمہاری ٹیبل یہیں کارنر پر سیٹ کر دی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔رائٹ۔۔۔!"

"جیسا آپ کو مناسب لگے میم۔۔۔لیکن کیا آپ کے فادر کو اس بات پر اعتراض نا ہو گا۔۔۔۔!" اسے تشویش سی

ہوئی۔۔۔کچھ عجیب لگی تھی یہ بات۔۔۔۔

"ارے نہیں ہرگز نہیں۔۔۔فرسٹ آف آل میں تمہارے بارے میں انہیں بتا چکی ہوں،سیکنڈلی وہ میرے آفس میں بہت کم آتے ہیں۔۔۔اگر آ بھی گئے دین آئی وِل ہینڈل۔۔۔ڈونٹ یو وری۔۔۔!" اس نے چٹکی بجا کر اسے یوں ریلیکس کیا جیسے سچ میں اسے خود ہر بے حد بھروسہ ہو۔۔۔ماحور اس کی پر اعتماد شخصیت سے بہت مرعوب دکھائی دے رہی تھی۔۔۔

"ویسے میرا مشورہ ہے کہ آج تم ریلیکس ہو کر گھر جاؤ اور کل سے پراپر جوائننگ دو۔۔۔کل میں اسٹاف سے تمہارا تعارف بھی کروادوں گی۔۔۔!" وہ نرم مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو ماحور جواباً اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔۔۔وہ بیگ کندھے پر ڈال کر اٹھنے لگی تو ابرش یکدم بولی۔۔۔

"ماحور۔۔۔! یہاں کے اکاؤنٹنٹ ہیں نیّر صاحب،میں ان سے بات کر لیتی ہوں۔۔۔تم انہیں ذرا ملتی ہوئی جانا۔۔۔وہ تمہیں ایڈوانس سیلری دے دیں گے۔۔۔نیچے جو ریسپشنسٹ تھیں مس زوہا،تم ان سے پوچھ لینا،وہ تمہیں نیّر صاحب کے آفس تک گائیڈ کر دیں گی۔۔۔اوکے۔۔۔دین سی یو ٹو مارو۔۔۔گڈ لک۔۔۔!" ابرش نے بات مکمل کر کے فوراً حیرت سے بت بنی ماحور کے آگے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔۔۔جو اس نے خواب کی سی کیفیت میں تھام کر چھوڑ دیا تھا۔۔۔سب کچھ اس کی توقع سے الٹ ہو رہا تھا اور بہت اچھا ہو رہا تھا۔۔۔لیکن اسے یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔وہ اسی گم صم سی کیفیت میں ابرش راٹھور کے آفس سے باہر نکل آئی۔۔۔اس کے باہر جاتے ہی ابرش نے سب سے پہلی کال نیّر صاحب کو کی۔۔۔ماحور کی بابت بتا کر فون بند کیا اور پھر اپنا سیل فون اٹھایا اور ریوالونگ چیئر سے کمر ٹکا کر جھولتے ہوئے اس نے اگلی کال ملائی۔۔۔

"ہاں۔۔۔ہو گیا کام رائنہ کی بچی۔۔۔جیسے تم نے کہا تھا۔۔۔ایڈوانس سیلری بھی مل جائے گی اسے حالانکہ یہ بابا کی کمپنی کا رول نہیں ہے۔۔۔لیکن صرف تمہاری خاطر یار۔۔۔یو نو ویری ویل کہ نا تو میں اتنی "اِن کمپیٹینٹ" ہوں اور نا ہی اتنی نکمی۔۔۔لیکن تم نے میری گردن پر چھری رکھ کر اس لڑکی کو جاب دلوائی ہے۔۔۔اب یہ ذمہ داری مجھے اٹھانی تو پڑے گی نا۔۔۔اچھا میلوڈرامہ ہو تم بھی۔۔۔اب بتاؤ شاپنگ کا کیا پروگرام ہے۔۔۔میں کل شام میں تمہیں پک کرتی ہوں۔۔۔ذرا مستی کریں گے۔۔۔!"

ابرش راٹھور مدھر سی ہنسی ہنستے ہوئے رائنہ سے مزید کیا کہہ رہی تھی،یہ سننے کی زحمت ماحور نے نہیں کی تھی بلکہ وہ بے حد احتیاط سے دروازہ بھیڑ گئی تھی۔۔۔یکدم ڈھیر سارا پانی آنکھوں میں اکٹھا ہونا شروع ہو گیا تھا۔۔۔رائنہ کی دوستی کمال کے درجے کو چھو گئی تھی۔۔۔وہ تو ابرش راٹھور سے محض یہ پوچھنے کے لئے پلٹی تھی کہ صبح اسے آفس کتنے بجے تک پہنچنا ہوگا۔۔۔اور یہ پلٹنا اسے رائنہ

کا مزید زیر بار کر گیا تھا۔۔۔ابرش راٹھور کو کسی ہیلپنگ ہینڈ کی ضرورت نہیں تھی، اس نے بھی محض رائنہ سے دوستی کی خاطر ماحور کو جاب دی تھی۔۔۔ماحور ابرش کی اعلی ظرفی کی بھی قائل ہو گئی تھی۔۔۔۔بھلا کوئی خود کو دانستہ نااہل ثابت کرتا ہے کیا۔۔؟ انسان کبھی اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کی سوچ اسے اکیلا بناتی ہے۔۔۔قدرت آپ کو ہر موڑ پر ساتھی ضرور مہیا کرتی ہے، بس اس کو جانچنے اور پرکھنے کا ہنر خود میں پیدا کرنا ضروری ہے۔۔۔۔!

لفٹ میں گراؤنڈ فلور کا بٹن پریس کر کے ماحور نے دیوار کے ساتھ سر ٹیک کر چند پل کو آنکھیں موند لیں تھیں۔۔۔وہ اس وقت بے حد آسودگی محسوس کر رہی تھی۔۔۔ہر تنگی کی آڑ میں فراخی چھپی ہوتی ہے۔۔۔آج اسے یقین ہو گیا تھا۔۔۔!"

☆......☆......☆

گھر واپسی پر پہلی دفعہ وہ خالی ہاتھ نہیں تھی۔۔۔اس کے ایک ہاتھ میں موسمی پھلوں سے بھرا شاپر تھا اور دوسرے ہاتھ میں برگرز تھے جو وہ اپنے بہن بھائیوں کے لئے فاسٹ فوڈ کارنر سے پیک کروا کے لائی تھی۔۔۔اس نے پانی کا بل بھی ادا کر دیا تھا اور گلی کے نکڑ پر دودھ والے کی دکان پر ٹھہر کر اس کا حساب چکتا کیا اور آئیندہ کے لئے دودھ میں ایک کلو کا اضافہ کرواتے ہوئے اس کی گردن میں تناؤ سا تھا۔۔۔اس کے قدم آج اٹھتے کہیں تھے اور پڑتے کہیں تھے۔۔۔اکاؤنٹینٹ سر نیّر سے پیشگی تنخواہ لیتے ہوئے اسے زور کا چکر آیا تھا۔۔۔دل کو وہم ہوا کہ شائد اتنی بڑی رقم کسی اور کو دینے لگے ہوں گے مگر جب انہوں نے وہ پیسے اینویلپ میں ڈال کر چند فارمیلیٹیز کے بعد اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔۔" لیجیئے مس ماحور آپ کی ایڈوانس سیلری۔۔۔! لیکن آئیندہ سے آپ کی سیلری آپ کے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی جائے گی۔۔!" تو ایک پل کو اس کے آگے پوری بلڈنگ ہی ناچنے لگی تھی۔۔۔ہاتھ پاؤں شل سے ہو گئے تھے۔۔۔وہ اس تنخواہ کا تہائی حصہ کماتی تھی اور چار گنا محنت کرتی تھی۔۔۔اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایک دن اس کے بیگ میں اتنے پیسے ہوں گے۔۔۔آج اس کا بس چلتا تو وہ سارے پیسوں سے اپنے بہن بھائیوں کی خواہشات پوری کر دیتی۔۔۔!

گھر میں داخل ہوتے ہی اس کے چہرے پر چھائی خوشی نے سیف اور ریان کو ٹھٹکا دیا تھا۔۔۔وہ دونوں بے تابانہ اس کی طرف لپکے تھے۔۔۔ماحور نے ہاتھ میں تھامے لفافے ٹیبل پر رکھے اور دونوں کو گلے سے لگا لیا۔۔۔ایک بار پھر آنسو بہتے چلے گئے۔۔۔سیف نے بڑی محبت سے بڑی بہن کا ماتھا چوم کر اسے کرسی پر بٹھایا۔۔۔ریان پانی لے آیا اور گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔۔۔جنت اور زوہان بھی کمروں سے نکل آئے۔۔۔دونوں چھوٹے تھے لہذا سیدھا شاپروں پر لپکے۔۔۔۔یہ بہت بڑی عیاشی

تھی جوان کے گھر آئی تھی۔۔۔۔

" مجھے جاب مل گئی سیف۔۔۔رائنہ کی فرینڈ کے آفس میں۔۔۔اتنی تنخواہ ہے۔۔۔اتنی تنخواہ ہے کہ۔۔۔۔۔!"

" کہ میرا مہینے کا سگریٹ کا کوٹہ آرام سے پورا ہوگا اب۔۔۔لے بھئی عقیل مغل، تیری بھی سنی گئی۔۔۔۔!"

عقیل مغل نے بڑے موقع پر پہنچ کر اس کی بات کاٹی تھی۔۔۔۔وہ جو بڑے جوش سے بھاؤں سے خوشی بانٹنے لگی تھی، بلکل جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔۔۔سارے میں یکدم خاموشی چھا گئی۔۔۔۔جب سے عقیل مغل نے ریان کو زخمی کیا تھا، دونوں چھوٹے تو خاص طور پر باپ سے کترانے لگے تھے، سیف اور ریان کی بھی کوشش ہوتی کہ کم سے کم باپ سے سامنا ہو۔۔۔ماحور نے سرد نظروں سے باپ کو دیکھا، جن کے ہر انداز میں اسے پہلی بار ہٹ دھرمی کے ساتھ دیدہ دلیری بھی صاف محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔ایسا لگتا تھا جیسے آج صبح پیسے چھیننے کے بعد ان کی جھجک جاتی رہی تھی۔۔۔۔انہیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ ماحور اتنا آسان ہدف ہو سکتی ہے۔۔۔ناحق باہر ادھار کی خاطر جوتیاں چٹخاتے تھے۔۔۔۔اب ماحور کی نوکری لگی تھی اتنی شاندار تو اس کی تنخواہ میں سے کیا وہ اتنا بھی نا بٹورتے کہ مہینے بھر آرام سے چرس والے سگریٹ پی سکتے۔۔۔۔انہوں نے سب کی چبھتی نظروں سے حظ اٹھاتے ہوئے جیب سے ایک سگریٹ نکالی اور ماچس جلا کر اسے سلگایا۔۔۔ماچس کی تیلی دو انگلیوں سے اچھال کر سیف کے منہ پر ماری اور ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔۔۔جاتے جاتے سہمے کھڑے زوہان کے ہاتھ میں پکڑے شاپر سے ایک برگر نکالا، جنت کے ہاتھ سے دو مالٹے پکڑے اور کمرے میں گم ہو گئے۔۔۔۔پیچھے سارا ماحول بوجھل ہو چکا تھا۔۔۔۔ماحور کی آنکھوں میں تفکر لال ڈورے بن کر تیرنے لگا تھا۔۔۔سیف نے ایک زوردار سیٹی مار کر تالی بجائی اور اس سکوت کو توڑا۔۔۔

" چلو چلو۔۔۔جلدی سے برگر نکالو۔۔۔آج تو دعوت ہے ہم سب کی۔۔۔چلو جنت۔۔۔کچن سے ضروری برتن پکڑ لاؤ۔۔۔اور زوہان تم ٹی وی آن کرو۔۔۔چلو بھئی چلو۔۔۔!"

اس کے کہتے ہی سب میں ہلچل پیدا ہوئی اور کچھ ہی دیر میں وہ سب بہن بھائی اونچی اونچی ہنستے بولتے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔ماحور بھی بظاہر ان کے ساتھ باتیں کر رہی تھی مگر اندر سے ایک انجانا خوف اپنی جڑیں اس کے وجود میں گاڑے جا رہا تھا۔۔۔اسے بابا کے تیور بہت کھل رہے تھے۔۔۔وہ آج پہلی دفعہ ان سے بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

وسیع وعریض ڈائننگ ٹیبل کی کمفرٹیبل چیئر پر بیٹھا وہ بڑے اہتمام سے ناشتا کر رہا تھا۔۔۔ساتھ ساتھ ٹیبل پر پھیلے

اخبار پر بھی نظر مارتا تھا۔۔۔شیف گرم گرم بھاپ اڑاتا کافی کا مگ اس کے سامنے سلیقے سے رکھ گیا تھا۔۔۔سر براہی کرسی پر براجمان عادل پاشا نے چائے کی طویل چسکی لیتے ہوئے مسکراتی نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا اور بولے۔۔۔

"بیٹا جی، کبھی چائے کا لطف بھی اٹھا کے دیکھو۔۔۔یہ چائے "اریخ میرج" کی طرح ہے، ایک دفعہ گلے پڑ جائے تو ہرگز جان نہیں چھوڑتی۔۔۔جو اس کے ساتھ راضی اسے کسی اور کی حاجت نہیں رہتی۔۔۔کچھ سمجھے بیٹا جی۔۔۔!"

"آہممم۔۔۔!" سالک پاشا نے گلا صاف کیا اور بولا۔۔" آپ کا یہ فلسفہ میں اوروں سے شئیر ضرور کر سکتا ہوں۔۔۔مگر اسے اپنا نہیں سکتا۔۔۔وہ کیا ہے نا کہ اریخ ہو یا لو، دونوں شادیوں کے لئے میں نے" کافی" کو بطور پیمانہ مختص کر رکھا ہے۔۔۔اب دیکھیں میرے گلے کون سی والی میرج پڑتی ہے۔۔۔اریخ یا لو۔۔۔یا پھر میں کافی کو ہی خیر آباد کہتا ہوں۔۔۔!"

"ہاہاہا۔۔۔!" عادل پاشا نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا" تم واقعی باتیں بنانے میں مہارت رکھتے ہو۔۔۔تم میں مجھے اپنا آپ دکھتا ہے۔۔۔کبھی میں بھی ایسا ہی حاضر جواب تھا۔۔۔اب تمہیں دیکھتا ہوں تو جیسے گیا وقت سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔۔۔!"

انہوں نے محبت سے بیٹے کو دیکھا۔۔۔سالک پاشا نے ٹیبل پر رکھے باپ کے ہاتھ کی پشت کو عقیدت سے دبایا۔۔۔دونوں کی نظریں ملیں۔۔۔عادل پاشا کے لب وا ہوئے مگر پھر جڑ گئے۔۔۔بہت کچھ تھا جو ان کہا سا زبان پر مچلتا تھا مگر کافی عرصہ ہوا، ایک بے نام سا حجاب دونوں باپ بیٹا کے آڑے آچکا تھا۔۔۔بہت وقت بیت چکا جب پورا گھر ان دونوں نے قہقہوں سے گونجا کرتا تھا۔۔۔ناشتے اور کھانے کے وقت ٹیبل پر چھری کانٹے کی بجائے ان دونوں کی آوازیں کھنکتی تھیں۔۔۔اور پھر سب بدل گیا۔۔۔جیسے سارا فسوں ایک جھٹکے سے بگولے کی صورت چکر کھاتا سکوت کے صندوق میں بند ہو گیا۔۔۔اب دونوں پہروں بتاتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ مگر ایک تکلف سا در آیا تھا، ایک دیوار سی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔اور اس تمام صورتحال کی وجہ بلکل سامنے والی کرسی پر چپ چاپ بیٹھی خامشی سے سلائس کو چھوٹے چھوٹے نوالوں کی صورت زبردستی حلق میں اتار رہی تھی۔۔۔!

ناعمہ پاشا۔۔۔!عادل پاشا کی دوسری بیوی۔۔۔سالک پاشا کی سوتیلی ماں۔۔۔!

"ناعمہ۔۔۔!ٹھیک سے ناشتہ کریں آپ۔۔۔آپ کے ڈاکٹر نے مجھے آپ کی فزیکل فٹنس کے حوالے سے خبردار کیا ہے۔۔۔آپ اپنی خوراک کا خیال رکھیں ورنہ مجھے مجبوراً راؤنڈ دا کلاک کسی کیئر ٹیکر کا انتظام کرنا پڑے گا، جو آپ کا مکمل خیال رکھ سکے۔۔۔!" ناشتا جوں کا توں پڑا دیکھ کر عادل پاشا کو بیوی کو ٹوکنا پڑا تھا۔۔۔وہ کئی دن سے محسوس کر رہے تھے کہ ناعمہ پہلے کی نسبت زیادہ گم صم ہو گئی ہیں۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں عادل۔۔۔! آپ وہم نا کیا کیجیے۔۔۔اور ڈاکٹر کی بات پر بھی کان ذرا کم دھرا کریں۔۔۔اصل میں سارا دن گھر پر رہ کر بور ہوتی ہوں۔۔۔میں اتنی سوشل ہوں نہ میری اتنی فرینڈز ہیں۔۔۔بس اسی وجہ سے طبیعت میں قنوطیت بھرتی جا رہی ہے۔۔۔ہاں۔۔۔! ایک راستہ ہے میرا دل لگانے کا۔۔۔اگرررررر۔۔۔سالک بیٹا شادی کے لئے ہاں کہہ دیں تو۔۔۔!"

"ایکسکیوزمی۔۔۔!" وہ بے زاری سے کرسی پیچھے کھسکاتا کھڑا ہوا۔۔۔ہاتھ میں تھامے نیپکن سے ہونٹوں کو تھپتھپا کر اسے ٹیبل پر پٹخا اور اپنا موبائل اور گاڑی کی چابیاں اٹھا کر بنا کسی کی طرف دیکھے ڈائیننگ روم سے نکلتا چلا گیا۔۔۔عادل پاشا نے پہلے تاسف سے اس کی خالی کرسی کو دیکھا اور پھر ناعمہ کی جانب دیکھ کر پھیکا سا مسکرائے، جن کا رنگ مارے خفت کے اڑ سا گیا تھا۔۔۔

"میں آپ کو تسلی کے دو بولوں سے نہیں بہلاؤں گا ناعمہ، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اتنا وقت گزر جانے کے بعد ان کی قدرو قیمت صفر ہو چکی ہے۔۔۔بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں۔۔۔سالک کے رویئے نے مجھے آپ سے نگاہ ملانے کے قابل نہیں چھوڑا۔۔۔!" وہ شرمندہ سے سر جھکائے چائے کے کپ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے بولے تو ناعمہ نے فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے ان کی کلائی پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا۔۔۔

"پلیز۔۔۔ایسا مت کہا کریں۔۔۔شرمندہ تو میں ہوں آپ سے کہ اتنا وقت بیت جانے کے باوجود میں آپ کے بیٹے کے دل میں اپنے لیئے جگہ نہیں بنا پائی۔۔۔میں جس کام کو بے حد آسان سمجھتی تھی، وہ اتنا سہل نہیں تھا۔۔۔مجھے سالک سے کوئی شکوہ نہیں عادل۔۔۔آپ ہیں نا میرے پاس۔۔۔آپ کا ہاتھ اور ساتھ جب تک میری پشت پر ہے مجھے کسی بات کی پریشانی لینے کی بھلا کیا ضرورت۔۔۔! آپ بھی ٹینشن نا لیا کریں۔۔۔انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔!"

"ان شاءاللہ۔۔۔!" عادل پاشا نے محبت سے اپنی بیگم کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا تھا۔۔۔ان کے وجیہہ چہرے پر یکدم عجیب سے تاثرات نمایاں ہوئے جنہیں ناعمہ پرکھنے سے قاصر تھیں۔۔۔اسی لمحے ان کے سیل۔پر کال آئی تو وہ اٹینڈ کر کے کسی سے بات کرنے لگے۔۔۔ناعمہ نے ان کا دھیان بٹنے پرسکون کا سانس لیا تھا مگر اندر سے وہ مکمل طور پر بے چین ہو چکی تھیں۔۔۔سالک کا رویہ ہر بار انہیں توڑ کر رکھ دیتا تھا۔۔۔انہیں نے اس کی ماں کی جگہ نہیں لی تھی بلکہ وہ اس کی ماں کی خالی جگہ پر آئیں تھیں مگر سالک نے انہیں کبھی کوئی حیثیت نہیں دی تھی۔۔۔ان کی آنکھوں کے کونے بھیگنے لگے تو انہوں نے اپنا چائے کا

کپ اٹھا کر منہ سے لگا لیا، مبادا عادل پاشا کی نگاہ ان پر پڑ جائے۔۔۔ان کے بلکل سامنے سالک کی کرسی خالی پڑی تھی اور اس کے کافی سے بھرے مگ سے ابھی تک بھاپ اٹھ رہی تھی۔۔۔جسے وہ شادی کے ذکر پر بیچ میں ادھورا چھوڑ گیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ بڑے آف موڈ کے ساتھ آفس آیا تھا۔۔۔اور اس کے اسٹاف کو بھی اس بات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کیونکہ جب کبھی بھی وہ برے موڈ میں ہوتا تو سب سے پہلے پیون کو کافی لانے سے منع کر دیا جاتا، وگرنہ افس آنے کے بعد اسے دماغ چلانے کے لئے کافی درکار ہوتی تھی۔۔۔مومن نے اپنے کیبن کی گلاس وال سے جھانک کر ایک نظر آفس کے بند بلائینڈز پر ڈالی اور پھر اپنی جیب سے سیل نکالا اور اسے ٹھوری سے ٹکا کر چند پل ریوالونگ چئیر پر جھولتے کچھ سوچنے میں بتائے پھر کانٹیکٹ لسٹ میں سے ایک نمبر نکال کر کال ملائی۔۔۔غیر محسوس طور پر اس کے لب مسکرانے لگے تھے۔۔۔دوسری طرف کال تو پک ہو گئی مگر لہجہ بے حد سڑا ہوا تھا۔۔۔اس کے ہونٹ مسکراتے سے یکدم یوں لٹکے جیسے کسی کو گدگداتے ہوئے اچانک کس کے "چپیڑ" ماردی گئی ہو۔۔۔ایک پل کو تو اس کا دل کیا کہ ابھی کے ابھی کال کاٹ دے مگر عین اسی پل اس کے کانوں نے ماحور کا لٹھ مار لہجہ سنا تھا۔۔۔

"اگر بولنا نہیں تو کیا نبض چیک کروانے کے لئے کال کی ہے۔۔۔ہاں۔۔۔بولو۔۔۔؟"

"نبض تو نہیں چیک کروانی۔۔۔ہاں دل یہ ضرور کرتا ہے کہ تمہاری زبان چیک کرواؤں۔۔۔بہت تیز ہے۔۔۔!"

وہ مدھم لہجے میں مگر چبا چبا کر بولا۔۔۔ماحور اس کی آواز پہچانتے ہی ٹھٹک گئی۔۔۔اسے یاد آیا کہ جس دن مومن تراب نے اسے گھر ڈراپ کیا تھا تو اس سے سیل نمبر لیا تھا۔۔۔مگر وہ بھول گئی تھی۔۔۔اور خود ماحور کے پاس اس کا نمبر سیو نہیں تھا۔۔۔

"ارے آپ تھے تو تعارف تو کرا دیتے نا فورا۔۔۔ناحق چار باتیں سنیں۔۔۔کہئے کیسے ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔سوچا آپ کی خیریت معلوم کر لوں۔۔۔سب کچھ ٹھیک تو رہا نا اس رات۔۔۔؟" اسے پوچھنے کے لئے کوئی خاص بات نا سوجھی تو اسی رات کا ذکر چھیڑ دیا۔۔۔جواب میں پل بھر کی خاموشی کے بعد خاصا تڑخ کے کہا گیا تھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔بلکل بھی نہیں۔۔۔بلکہ اس رات زمین شق ہوئی اور آسمان ٹوٹ کر میرے سر پر گر پڑا تھا۔۔۔بارہ ٹانکے آئے۔۔۔بس کچھ نا پوچھیں۔۔۔!"

"ہیں۔۔۔!" اس "ہیں" میں غضب کی حیرانی چھپی تھی۔۔۔" آر یو سیریس۔۔۔میرا مطلب ہے کہ۔۔۔!"

"نا تو مجھے یہ بتائیں کہ کیا سننا چاہ رہے ہیں آپ۔۔۔یہی کہ مجھے آپ کی گاڑی سے اترتے کسی "ویلے" محلے دار نے دیکھ

کر بابا سے میری شکایت کر دی اور پھر انہوں نے میری خوب درگت بنائی ۔۔۔ یا پھر اس ریسٹورنٹ کے مالک مختار چول نے مجھے دوبارہ سے ہراساں کرنا شروع کر دیا ہے ۔۔۔۔ حد ہوگئی ۔۔۔ بندہ کوئی پوچھنے والی بات پوچھے ۔۔۔۔ یہ کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں آپ ۔۔۔!"

" واللہ ۔۔۔۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں پوچھا ۔۔۔!" وہ کرلا کر بولا ۔۔۔۔

" یہ اب کہہ رہے ہیں ورنہ پوچھنا ہی تھا آپ نے ۔۔۔۔!" ماحور کی زبان کو بریک لگنی مشکل تھی ۔۔۔۔" چلو خیر ۔۔۔۔ ان باتوں کو چھوڑیں ۔۔۔ نوکری کا پوچھیں اب ۔۔۔!" وہ خود ہی پلیٹ میں رکھ کے اسے سوال پیش کر رہی تھی

" نوکری ۔۔۔۔ کیسی نوکری ۔۔۔۔؟" وہ اس کی بات سمجھا نہیں تھا

"" ایسی ویسی ۔۔۔۔! بلکل آپ جیسی ۔۔۔۔!" اس نے چٹخارہ بھرا ۔۔۔

" اوہ ۔۔۔ اچھا اچھا ۔۔۔ تمہیں جاب مل گئی ۔۔۔ یہ تو بہت اچھی خبر ہے ۔۔۔۔ ورنہ مجھے خاصی فکر تھی تمہاری ۔۔۔۔!"

" کیوں ۔۔۔ آپ میری امی لگتے ہو ۔۔۔۔ ہونہہ ۔۔۔ فکر تھی ۔۔۔۔۔" ماحور نے اس کے لہجے کی نقل اتاری ۔" اتنی فکر ہوتی نا تو کبھی بھی اس دن میرے ساتھ چالاکی نا کرتے ۔۔۔۔ سمجھے ۔۔۔۔ یہ تو اپنی نوکری کا اس لیے بتا رہی ہوں کہ آپ کو معلوم ہو کہ مجھے کیسی شاندار جاب ملی ہے ۔۔۔ آپ کو کیا لگتا تھا کہ مجھے کہیں جاب نہیں ملے گی بھلا ۔۔۔ ایسی شاندار جاب ہے کہ بتاؤں تو ہوش اڑ جائیں گے آپ کے ۔۔۔۔ اسمارٹ سیلری اور دیگر سہولیات علیحدہ ۔۔۔۔ بس سمجھو کہ جو ٹانگ آپ نے کھینچی تھی نا ۔۔۔ اللہ نے اسی ٹانگ پر کھڑا کر دیا دوبارہ ۔۔۔۔!" وہ خود ہی سوال، خود ہی جواب کی عملی تفسیر بنی اسے گنگ کیے ہوئے تھی ۔۔۔۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ یہ لڑکی آخر ہے کیا ۔۔۔ حد ہوگئی ۔۔۔ ہمدردی کرنے کے چکر میں ہزاروں باتیں سن لی تھیں ۔۔۔ وہ بھی ایویں ۔۔۔۔!

"" اچھا سنیں ۔۔۔۔! وہ ایسا ہے کہ مجھے ابھی بہت کام ہے ۔۔۔ نئی نئی جاب ہے نا تو ذرا لوڈ زیادہ ہے ۔۔۔۔ اور آپ بھی دوسروں کی کن سوئیاں لینے کی بجائے کام پر دھیان دو ۔۔۔ آج کل اچھی نوکریاں ملتی ہی کہاں ہیں ۔۔۔۔ اچھا رکھتی ہوں ۔۔۔ اللہ حافظ ۔۔۔!"

" اففففف !" کب سے اٹکی ایک طویل سانس خارج کرتے مومن نے اپنے گالوں کو پھلایا اور پیشانی مسلی ۔۔۔ کس قدر بولتی تھی یہ لڑکی اور خوامخواہ میں بولتی تھی ۔۔۔۔ اس کے دماغ کی چولیں ابھی بھی ماحور کی آواز سے لرز رہی تھیں ۔۔۔۔ اس نے ایک اچٹتی نگاہ ارد گرد پر ڈالی تھی ۔۔۔۔ سب اپنے اپنے کیبنز میں مصروف تھے ۔۔۔۔ سیٹ سے ٹیک لگا کر خود کو آرام دہ پوزیشن میں لا

کر اس نے دونوں ہاتھ سر کی پشت پر باندھے۔۔۔شہادت کی انگلی سے سر کی جلد کو کھجاتے ہوئے بے اختیار اس کے ہونٹ مسکرانے لگے تھے۔۔۔۔

"دوسروں کی کن سوئیاں لینے کی بجائے کام پر دھیان دو۔۔آج کل اچھی نوکریاں ملتی ہی کہاں ہیں۔۔۔!"

ماحور کی ڈپٹنے والے انداز میں کہی گئی بات یاد آ کر اسے ہنسنے پر مجبور کر گئی۔۔۔وہ ہنس رہا تھا۔۔۔دھیمے سے، ہولے سے۔۔۔اتنی اواز سے کہ صرف اس کے کانوں کی رسائی ہو۔۔۔اسے ماحور کی کہی ہر بات اب مزہ دے رہی تھی۔۔۔وہ اپنی طرز کی انوکھی لڑکی تھی، اور یہ ماننے میں اسے کوئی عار نہیں تھا۔۔۔اسے جاب مل جانے کے خیال نے اس کے اندر تازگی سی بھر دی تھی۔۔۔دل پر دھرا کئی دنوں کا بوجھ یکدم ہٹ گیا تھا۔۔۔اس وقت اس کا دل روئی کے گالے سا ہلکا پھلکا عجب ہی لے پر گنگنا رہا تھا۔۔۔یک بیک اس کے جی میں ماحور کو ایک نظر دیکھنے کی چاہ اٹھی تھی جسے اس نے سر جھٹک کر نظر انداز کیا تھا۔۔۔

"ایکسکیوزمی مومن۔۔۔! آپ کو سر سالک نے اپنے آفس میں بلایا ہے۔۔۔ساتھ میں" راٹھور اینڈ کو" کی فائل لے جائیے گا۔۔۔سر نے مانگی ہے۔۔۔!

کوورکر نتاشا نے اس کے کیبن میں جھانک کر سالک پاشا کا میسج دیا اور چلی گئی۔۔۔مومن کا دھیان بٹ گیا تھا۔۔۔وہ فوراً سیدھا ہوا اور اپنی ٹیبل کی دراز سے فائل نکال کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔سالک پاشا کے آفس کی طرف جاتے ہوئے بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ائیر کنڈیشنڈ روم میں میں پرسکون سی خاموشی تھی۔۔۔ماحور مصروف سی فائلز پر جھکی تھی جب کہ اس کے بالکل سامنے ریوالونگ چئیر پر جھولتی ابرش نیل فائلر سے ناخن فائل کر رہی تھی ساتھ ہی گاہے بگاہے ایک اکتائی ہوئی نظر ماحور پر بھی ڈالتی۔۔۔۔کچھ دیر بعد اس نے فائلر ٹیبل کا دراز کھول کر اس میں پٹخا اور ماحور سے بولی۔۔۔

"مجھے یقین نہیں ہوتا کہ تم رائنہ کی دوست ہو۔۔۔اتنی ڈل اور پھیکی۔۔۔!" اس کے یوں کہنے پر ماحور نے یکدم ہڑبڑا کر سر اٹھایا تھا۔۔۔

"کیوں۔۔۔کیوں میم! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے کیا۔۔۔؟" اس نے ایک نظر اپنے حلئے پر ڈالتے ہوئے پوچھا تو ابرش نے برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا اور کہنے لگی۔۔۔

"تم انسان ہو یا روبوٹ۔۔۔؟ بس ہر وقت فائلز میں منہ دیئے رہتی ہو یا کمپیوٹر کی اسکرین نہارتی رہتی ہو۔۔۔تمہیں اپنے ہی آفس روم میں بٹھایا تھا کہ چلو اتنی پیاری لڑکی ہے، باتیں بھی پیاری کیا کرے گی مگر تم تو جیسے گھر سے حلف اٹھا کر نکلتی ہو۔۔۔" میں نہیں بولنا"۔۔۔۔! یار کوئی بات کیا کرو۔۔۔فیشن کی، آرٹ کی۔۔۔یا شاپنگ کی۔۔۔۔اور کچھ نہیں تو" آج کیا پکانا ہے" پوچھ لیا کرو۔۔۔آج کل کی خواتین کا پہلے پہر کا سب سے زیادہ پوچھا جانے والا سوال ہے یہ۔۔۔۔!"

ماحور نے فائل بند کی اور پین ہولڈر میں لگاتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں بولی۔۔۔۔

"فیشن میں نے کبھی کیا نہیں۔۔۔۔اور میرے گھر کا سب سے بڑا آرٹ اپنے جذبات و احساسات کو قتل کرنا ہے۔۔۔اپنی ضرورتوں کا گلا گھونٹنا ہے۔۔۔مشکل اور تنگی میں بھی سروائیو کرنا ہے۔۔۔اور جہاں تک کچھ پکنے کی بات ہے تو میرے گھر ہمیشہ سے سبزی پکتی آئی ہے جو سبزی والا اس خیال سے سائیڈ پر کرتا ہے کہ وہ بکنے کے قابل نہیں ہوتی۔۔۔ہاں! ایسی سبزی کو پکانا اور ذائقے دار بنانا واقعی ایک آرٹ ہے جو میں نے خاصی کم عمری میں سیکھا۔۔" اس کی آنکھیں خود اذیتی کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔اگلے ہی پل اس نے خود کو کمپوز کیا اور بمشکل مسکراتے ہوئے بولی۔۔" چلیں چھوڑیں۔۔۔آپ مجھے بتائیں کہ آپ کی بوریت دور کرنے کے لئے میں کیا کر سکتی ہوں۔۔؟" وہ اب بالکل نارمل دکھ رہی تھی۔۔۔ابرش کو رائنہ اس کے گھریلو حالات کے متعلق کافی حد تک آگاہ کر چکی تھی اس لئے وہ اس کی تکلیف سمجھ سکتی تھی۔۔۔اس کا دھیان بٹانے کے لئے وہ چلبلے انداز میں بولی۔۔۔

"سوچ رہی ہوں شادی کروا لوں۔۔۔۔مگر ماما کہتی ہیں، پہلے کچھ عقل سیکھ لو۔۔۔۔پاپا نے عقل سکھانے کے لئے اپنے آفس لا پٹخا۔۔۔عقل تو مجھے پھر بھی نہیں آنی۔۔۔۔ہاں یہ ضرور ہے کہ جو ہے تھی اسے بھی میں سارے آفس میں تبرکا تقسیم کر چکی ہوں۔۔۔بس ذرا سی رہ گئی ہے، وہ میں نے تمہیں دان کرنے کا سوچا ہے۔۔۔۔!" ابرش اوٹ پٹانگ بولنے میں طاق تھی، اس بات کا اندازہ ماحور کو ہو رہا تھا۔۔۔وہ ہنستے ہوئے پوری توجہ سے اس کی بات سن رہی تھی جبکہ ابرش کے تاثرات مکمل طور پر سنجیدہ تھے۔۔۔۔وہ مذاق کرتے وقت خود بالکل نہیں ہنستی تھی۔۔۔" ماحور بی بی۔۔۔لکھ لو میری بات۔۔۔عقل سے گھر نہیں بستے۔۔۔بلکہ ڈنڈے کے زور پر بستے ہیں۔۔۔اب یہ ڈنڈا بھلے بیوی برسا لے یا شوہر۔۔۔جسکا داؤ چل گیا سمجھو چل گیا۔۔۔کیا سمجھی۔۔۔؟" وہ مدبرانہ پوچھ رہی تھی۔۔۔ماحور نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔۔۔

"ویسے میں سیریسلی سوچ رہی ہوں کہ ایوننگ میں کوکنگ کلاسز جوائن کر لوں۔۔۔کل کو میں بھی سسرال والوں کو ایک پلیٹ سالن پر ایک کلو کی گارنشنگ کر کے کھلاؤں گی تو میری بھی شو بن جائے گی۔۔۔آج کل اصل پکے کو تو کوئی بھی نہیں

دیکھتا،، سبھی" سجاوٹ" کے ٹماٹر پیاز کھا کے پیٹ بھر لیتے ہیں۔۔۔۔ ہنہہ!"

" اب آپ زیادتی کر رہی ہیں میم۔۔۔ ایسا بھی نہیں ہے۔۔۔!" ماحور نے ہنستے ہوئے اس کی بات کی نفی کی۔۔۔ تو وہ دونوں کہنیاں گلاس ٹاپ پر ٹکاتی آگے ہوئی اور مسکین سی شکل بنا کے بولی۔۔۔۔

" چھوڑو ماحور۔۔۔ ماما کہتی ہیں کہ تمہیں کسی دن کچھ پکانا پڑ جائے تو صبح کے نو بجے سے لے کر بارہ بجے تک۔۔۔" کیا پکاؤں، کیا پکاؤں" کا شور ڈالے رکھتی ہو اور پھر آخر میں آلو پکا کر بیٹھ جاتی ہو۔۔۔ چلو جی خلاصی ہوئی۔۔۔۔!"

بھرپور قہقہہ ماحور کے حلق سے آزاد ہوا اور سارے میں پھیل گیا۔۔۔۔ وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی۔۔۔ اور ایسے میں اس کی سفید رنگت میں سرخی بڑی شدت سے نمایاں ہوئی۔۔۔ مدت بعد وہ کھل کر ہنسی تھی۔۔۔ آسودگی مزاج بدل دیتی ہے۔۔۔ اس کے مزاج میں بھی نمایاں تبدیلی آئی تھی۔۔۔۔ ابرش نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھا اور پھر مسمی سی صورت بنا کر لیپ ٹاپ پر جھک گئی۔۔۔۔ کچھ دیر میں اسے میٹنگ روم میں پہنچنا تھا۔۔۔ جہاں اس کے پاپا منصور راٹھور کی" پاشا انڈسٹریز" کے ساتھ میٹنگ تھی اور اس کی موجودگی ناگزیر تھی۔۔۔۔ پھر بھی وہ جان بوجھ کر میٹنگ کا ٹائم گزرنے کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔۔ وہ بہت بوریت محسوس کرتی تھی ایسی میٹنگز میں۔۔۔۔ ابھی بھی اس کی کوشش تھی کہ بالکل اخری لمحوں میں وہاں قدم رنجہ فرمائے۔۔۔۔ آفس کے باہر چھوٹی سی لابی سے گزر کر میٹنگ روم کی طرف جاتے سالک پاشا کے قدم مترنم سی ہنسی سن کے چند پل کو تھم سے گئے مگر اسے منصور راٹھور کے پی اے کی تقلید میں قدم بڑھانے پڑے۔۔۔ وہ یہاں" راٹھور اینڈ کو" کے ساتھ عادل پاشا کے کہنے پر اگلے پراجیکٹ کی ڈیل فائینل کرنے آیا تھا، اس کی توجہ بٹ گئی تھی۔۔۔ دھیان بار بار اسی ہنسی کی طرف لپک رہا تھا۔۔۔ دل میں یہ خواہش شدت سے بیدار ہوئی کہ ہنسنے والی کا چہرہ بھی دیکھے۔۔۔ اس نے ایک نظر پلٹ کر آفس روم کے بند دروازے کو دیکھا، جس پر" ابرش راٹھور۔۔۔ سی ای او" کے نام کی پلیٹ لگی تھی۔۔۔ جہاں سے آتی ہنسی کی آواز اس کے قدموں سے لپٹ گئی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحول بہت خوشگوار تھا۔۔۔ میٹنگ کامیاب رہی تھی۔۔۔ اور اب فارمل فضا قدرے دوستانہ محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ عادل پاشا نے بھی دوران میٹنگ ان لوگوں کو جوائن کیا تھا۔۔۔ منصور راٹھور سے اچھی علیک سلیک تھی ان کی اور اب کاروباری مراسم بھی بننے والے تھے۔۔۔ لیکن سالک سے یہ منصور راٹھور کی پہلی ملاقات تھی۔۔۔ انہیں سالک پاشا بہت پسند آیا تھا۔۔۔ ظاہر ہے بیٹی کے باپ تھے، ہر پہلو سے سوچتے اور پرکھتے تھے۔۔۔۔! جس وقت ابرش نے اندر قدم رکھا تھا اور منصور

راٹھور نے اس کا تعارف کروایا تھا تو بے اختیار سالک پاشا کا جھکا سر اٹھا تھا۔۔۔یہی نام بلکل یہی نام ابھی ابھی وہ اس آفس کے باہر لگی نیم پلیٹ پر پڑھ کر آیا تھا۔۔۔اس کے دل نے ایک ہارٹ بیٹ مس کی تھی۔۔۔وہ بہت حسین تھی۔۔۔اتنی کہ بے اختیار دوسری نگاہ پڑتی تھی۔۔۔حسن تھا تو نزاکت بھی بے بہا تھی۔۔۔سالک پاشا چند پل کے لئے مبہوت سا ہوا تھا مگر پھر فوراحواسوں میں لوٹ کر خود کو گھر کا۔۔۔عادل پاشا نے بھی اس کی محویت کا نوٹس لیا تھا اور زیرلب مسکرا دیئے۔۔۔ابرش، سالک کے بلکل سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ چکی تھی۔۔۔سالک پاشا پر نگاہ پڑتے ہی اس کی نگاہیں بھی چند پل کو جمی تھیں۔۔۔اور پھر بار بار اٹھ اٹھ کر ہٹتی رہی تھیں۔۔۔اس قدر کشش تھی سالک پاشا کی شخصیت میں کہ وہ دم بخود تھی۔۔۔!

۔بات چیت کا آغاز کب ہوا اور کب اختتام۔۔۔سالک کے کان مسلسل ابرش کی جانب ہی لگے رہے۔۔۔وہ اسے ہنستے سننا چاہتا تھا۔۔۔ایک بار، اور پھر بار بار۔۔۔اسے اپنی کیفیت پہ بیک وقت ہنسی بھی آ رہی تھی اور الجھن بھی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔وہ معمولی نوعیت کا بھی رنگین مزاج نہیں تھا اور نا کبھی مخالف صنف سے دوستی رہی تھی اس کی۔۔۔ایسا نہیں تھا کہ اسے خوبصورت چہرے بھاتے نہیں تھے مگر وہ خوبصورتی کے پیچھے لپکنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔۔جہاں دیکھا وہیں بھول گیا۔۔۔لیکن آج ایک ہنسی کی آواز نے اسے باندھ لیا تھا۔۔۔اس نے عادل پاشا اور منصور راٹھور کو آپس میں مصروف دیکھا تو ابرش کو یونہی مخاطب کر لیا۔۔۔

"اور آپ کے مزید کیا مشاغل ہیں مس ابرش۔۔۔؟"

"میں "مس" کو "مسز" میں بدلنے کے لئے پاپڑ بیلتی رہتی ہوں۔۔۔!" وہ مسکین شکل بنائے اس انداز میں بولی کہ نا چاہتے ہوئے بھی سالک کو ہنسی آ گئی۔۔۔ان دونوں کے درمیان میں ٹیبل تھا، جس کی شفاف سطح پر ابرش کہنیاں ٹکاتی ہوئی بولی۔۔۔

" ویسے آپس کی بات ہے میں شادی کروانے میں بہت انٹرسٹڈ ہوں لیکن کیا ہے نا کہ جولڑ کا ماما پاپا کو اچھا لگتا ہے وہ مجھے چمرخ لگتا ہے اور جس پر میں نظر رکھتی ہوں، اسے نظر ہی لگ جاتی ہے۔۔۔ایک دو ہفتوں میں کسی اور بہنا کو منگنی کی رنگ پہنا رہا ہوتا ہے۔۔۔اڈیٹ!"

سالک جو بے نیازی سے اس کی بات سنتا پانی کے گلاس سے گھونٹ بھر رہا تھا، اسے نگلنا دوبھر ہو گیا۔۔۔اس غضب کی ہنسی ابھری تھی کہ اچھو لگتے لگتے رہ گیا۔۔۔" افففف! کیا ڈرامہ ہے یہ۔۔۔" اس نے سوچا اور پھر قدرے سرسری انداز اپناتے ہوئے بولا۔۔۔

" تو مس ابرش آپ یہاں اپنے فادر کی کمپنی میں کیا کر رہی ہیں۔۔۔مجھے تو آپ کیریئر اورینٹڈ نہیں لگ رہیں۔۔۔۔آنسٹلی !"

" ہائے ے ے ے ے! میں واقعی کیریئر بنانے میں دلچسپی نہیں رکھتی مجھے تو میرے بڑے بھائی نے پھنسا دیا۔۔۔وہ سڈنی ہائراسٹڈیز کے لئے جانے سے پہلے پاپا کا دھیان میری طرف کروا کے گیا تھا۔۔ایسی دماغ میں ڈالی کہ وہ دن اور آج کا دن، میرے پاپا نے مجھے یہاں فٹ کر رکھا ہے۔۔۔حالانکہ یہ میرے سسرال میں فٹ ہونے کے دن ہیں۔۔۔حق ہاااا!" اس کے لہجے کی بیچارگی سالک کو حیرت میں ڈال گئی، آیا یہ ایکٹ کر رہی ہے یا سنجیدہ ہے۔۔۔منصور راٹھور اور عادل پاشا گاہے بگاہے دونوں کو کن اکھیوں سے دیکھ رہے تھے مگر لاتعلق سے ایک دوسرے سے بات چیت میں مصروف تھے۔۔۔سالک نے گلا کھنکار کر ابرش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔۔۔

" ویسے آپ کا شوق دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ شادی آپ کی بچپن کی آرزو ہے جو پوری ہو کے نہیں دے رہی۔۔۔رائٹ۔۔؟"

" ہاہاہاہااااا۔۔۔!" تازگی سے بھرپور خوبصورت قہقہہ ابرش کے حلق سے آزاد ہوا اور سالک پاشا کو ساکت کر گیا۔۔۔اس کی نظروں میں یکدم سرد مہری سی اتر آئی۔۔۔اس نے میکانکی انداز میں ابرش کی آنکھوں میں مسلسل دیکھتے ہوئے ٹانگ سے ٹانگ اتاری اور سیدھے ہو کر ٹیبل پر سے اپنی گاڑی کی چابی اور سیل فون اٹھایا۔۔ساتھ والی چیئر پر پڑا لیپ ٹاپ کا بیگ تھاما اور اس کے محسوسات سے بے خبر بے تکان بولتی ابرش کی مزید کسی بات کا جواب دیئے بغیر کھڑا ہو گیا۔۔۔

" سوری ابی۔۔۔!" اس نے عادل پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" مجھے بہت ضروری کال آ گئی ہے۔۔۔آئی ہیو ٹو لیو۔۔۔بائے ایوری ون۔۔۔!" سب کو الوداع کہتا وہ ناک کی سیدھ میں میٹنگ روم سے نکلتا چلا گیا۔۔۔۔یہ دیکھے بغیر کہ اس کی اس حرکت سے ابرش راٹھور کے چہرے کا رنگ خفت کے مارے کیسا زرد سا ہو گیا تھا۔۔۔خود عادل پاشا بھی عجیب سا محسوس کر رہے تھے۔۔۔سالک کبھی بھی اتنا ال مینرڈ نہیں رہا تھا۔۔۔انہیں یکدم تشویش سی لاحق ہوئی تھی۔۔۔مگر ماحول پر طاری سالک کی اس حرکت کا اثر زائل کرنے کے لئے مزید کتنی ہی دیر منصور راٹھور اور ابرش سے گپیں مارتے رہے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

اس کا دل شدت سے ہر شے سے اچاٹ ہوا تھا۔۔۔۔وہ بے دلی سے کاریڈور عبور کرتا اسی روم کے باہر ایک لمحے کو آ

کھڑا ہوا جس کے ماتھے پہ سنہری پٹی پر ابرش راٹھور کا نام لکھا تھا۔۔۔اس کے تصور میں اوس کی بوند جیسی شفاف ابرش کا سراپا لہرایا۔۔جس وقت اس نے میٹنگ روم میں قدم رکھا تھا، لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے ابرش کی خوبصورتی نے متاثر کیا تھا مگر وہ بڑا کمپوزڈ آدمی تھا۔۔اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل رکھنے میں ماہر تھا۔۔۔لیکن ایک سوچ، جس نے اسے سارا وقت بے چین کیئیے رکھا کہ ایک بار ابرش کو ہنستا سنے۔۔۔وہ بانسری کے سر جیسی مترنم ہنسی آیا اسی مہ جبیں کی تھی۔۔۔اپنی عادت کے برخلاف اس نے ابرش سے بلاوجہ باتیں کی تھیں۔۔۔اس کے سوال کے جواب میں ابرش کھلکھلا کے ہنسی تھی۔۔۔بلاشبہ اس کا ہنسنا کشش رکھتا تھا مگر یہ وہ ہنسی نہیں تھی۔۔۔اس ہنسی میں تو سحر تھا جس نے سالک پاشا کے دل کو باندھا تھا۔۔۔قدموں سے لپٹی تھی۔۔۔وہ ہنسی کھنڈر میں سج سج چلتی صندلی پیروں سے لپٹے گھنگھروں کی چھنک جیسی تھی۔۔۔ہاں۔۔۔بلکل اسی ہی تھی وہ۔۔۔!اس کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ نے چھب دکھلائی۔۔۔اسے یہ تشبیہہ اچھی لگی تھی۔۔۔وہ آگے بڑھ گیا۔۔۔لفٹ کے قریب آتے آتے اس کے سیل پر تھرتھراہٹ ہوئی۔۔۔مومن کی کال تھی۔۔۔یس کا بٹن پریس کر کے اس نے سیل فون کان سے لگایا اور قدموں کی رفتار تیز کرتے ہوئے بولا۔۔۔

"ہاں مومن۔۔۔۔۔میں بس نکل۔رہا ہوں۔۔۔تم انہیں بٹھاو۔۔۔۔میں۔۔۔۔"

وہ لفٹ کے پاس پہنچ چکا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ بٹن پر ہاتھ رکھتا، لفٹ کا دروازہ کھلا اور کوئی اندھوں کی طرح تیزی سے باہر نکلتا سالک سے بری طرح ٹکرایا تھا۔۔اس کا سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر لفٹ کے دروازے کے باہر رکھے آرائشی گملوں کے پیچھے جا گرا اور بدقسمتی سے اسے پتا بھی نا چلا کہ وہ گیا کہاں۔۔۔اس کی مومن سے بات ادھوری ہی رہ گئی۔۔۔وہ انتہائی کوفت کا شکار ٹکرانے والے کو دیکھنے لگا جو ڈھیٹ بنی اس کے مقابل تن کے کھڑی اسی کی گوشمالی کے لیئیے تیاری پکڑ رہی تھی۔۔۔یادداشت اس کی ہمیشہ سے کمال کی تھی۔۔۔ذرا تاخیر کے بغیر اسے یاد آ گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو انٹرویو کے لئے اس کے آفس آچکی ہے اور جو مومن تراب کو بلاتحقیق سفارشی کہہ کر باقی تمام کینڈیڈیٹس کو بھی بددل کر کے وہاں سے لے گئی تھی۔۔۔اور مقابل ماحور تھی جو کبھی بھی سالک پاشا کو بھول سکتی ہی نہیں تھی کیونکہ اس دن کی یاد آج بھی اس کا حلق کڑوا کر دیتی تھی۔۔۔

"ایک تو یہ سوٹ بوٹ پہن کر آپ لوگ آنکھیں شائد فریزر میں رکھ آتے ہیں۔۔۔تبھی کہیں بھی کسی سے بھی منہ اٹھا کر ٹکرا جاتے ہیں۔۔۔۔بندہ دو منٹ انتظار ہی کر لیتا ہے۔۔۔لفٹ نے مجھے باہر اگل کر آپ ہی کو نگلنا تھا پر صبر نامی شے تعویز کی صورت تھوڑی نا ملتی ہے ورنہ ہر شخص گلے میں لٹکا تو لیتا۔۔۔۔!" تڑ تڑ گولیاں برساتی ماحور کو سالک پاشا نے قدرے اچنبھے سے

دیکھا۔۔۔۔پہچان کی رمق اس کی آنکھوں میں بیدار ہوئی مگر ماحور نے زبان کو اگلے گیئر پر ڈال دیا تھا۔۔۔

"اب موبائل اللہ جانے کہاں منہ چھپا کے نکل گیا آپ کا۔۔۔پتا نہیں کیسا خناس بھر رکھا تھا اس میں جو۔۔۔۔"

"محترمہ آپ ایک سیکنڈ کے لیئے خاموش ہوں تو میں بھی کچھ عرض کر سکوں۔۔۔۔!" سالک کو اسے ٹوکنا پڑا تو وہ خاموش ہو کر اسے کڑی نظروں سے گھورنے لگی۔۔۔

"میرا موبائل آپ سے ٹکرا کر گرا تھا۔۔۔پلیز اسے ڈھونڈنے میں میری ہیلپ کیجیئے۔۔۔۔!"

"میں ہیلپ کروں۔۔۔؟ میں۔۔۔؟ وہ کیوں جی۔۔۔میں کوئی کھوجی ہوں۔۔۔میرے اپنے بڑے مسئلے مسائل ہیں۔۔۔اب یہاں موبائل ڈھونڈنے میں وقت برباد نہیں کر سکتی میں۔۔۔ویسے بھی آپ ہی کی غلطی سے وہ آپ کے ہاتھ سے چھوٹا تھا۔۔۔!" انگارے تو وہ ہر وقت چبائے رہتی تھی مگر سالک پاشا کو دیکھ کر وہ مزید تپ چکی تھی۔۔۔آخر یہ وہی تھا۔۔۔مومن تراب کا باس۔۔۔!

"ارے بابا تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ آپ اسے ارد گرد ہاتھ مار کر تلاش کریں۔۔۔آپ بس اتنا کریں کہ اپنے سیل سے میرے نمبر پر کال کریں، ابھی پتا چل جائے گا کہاں جا گھسا ہے میرا موبائل۔۔۔۔!"

"اوئے ہوئے ہوئے ے ے ے! کتنے چالاک آدمی ہیں آپ۔۔۔اس بہانے میرا نمبر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔کیسی کیسی حرکتیں ایجاد ہو گئیں اور میں بس" ضرورت ایجاد کی امی ہے" والا محاورہ ہی آج تک ذہن میں بٹھائے ہوئے ہوں۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔۔!" اس نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی۔۔۔سالک کو شدید کوفت ہوئی۔۔۔عجیب آئٹم تھا۔۔۔اس نے دل میں سوچا اور پھر تحمل سے مخاطب ہوا۔۔۔۔

"دیکھیں۔۔۔بات کا بتنگڑ مت بنائیے۔۔۔میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں کہ میں لڑکیوں کے نمبرز اکھٹے کرتا پھروں۔۔۔

نا ہی میں کھلنڈرا ٹین ایجر ہوں۔۔۔آپ کا نمبر حاصل کرنے کے لیئے مجھے آپ کے سیل سے کال کی ضرورت نہیں، وہ میں اس سے زیادہ آسان طریقے سے حاصل کر سکتا ہوں۔۔۔آپ بے کار کے شبہوں میں مت پڑیئے۔۔۔میں ابھی کسی پیون کے سیل سے اپنے نمبر پر کال کر لیتا ہوں۔۔۔" بڑے شائستہ انداز میں اس کی طبیعت صاف کرنے کے بعد وہ رخ موڑ کر کاریڈور میں جھانکنے لگا۔۔۔ماحور کے تن بدن میں غصہ پھڑ پھڑا کر رہ گیا تھا۔۔۔اس نے سالک پاشا کے داہنے کندھے پر کوٹ کے اوپر

شہادت کی انگلی سے دستک دی۔۔۔سالک نے چہرہ اس کی طرف واپس پھیرا تو اس نے ذرا سا جھک کر کلائی سے کوٹ کا کف تھام کر اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے اونچا کیا اور دھپ سے اپنا سیل اس کی چوڑی ہتھیلی پر دھر دیا۔۔۔۔۔

”زہر لگتے ہیں مجھے ایسے مرد جو مفت میں سیانے بننے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔یہ پکڑیں سیل اور اپنے فرار شدہ موبائل کو سرچ کر لیں۔۔۔سمجھے۔۔۔زیادہ اوور اسمارٹ بننے کی حاجت نہیں۔۔۔!“

سالک پاشا اپنی ہتھیلی پر رکھے اس کے چھوٹے سے عام سے موبائل کو تک رہا تھا مگر دماغ ابھی تک اس لڑکی کی ”تکنیک“ کو سراہ رہا تھا۔۔کس مہارت سے اس نے بغیر اسے چھوئے اس کا بازو اور ہاتھ دونوں چھو لئے تھے۔۔۔۔۔وہ چپ چاپ اسے دیکھنے کے بعد اس کے سیل سے اپنا نمبر ملانے لگا۔۔۔پہلی ہی بیل پر قریبی گملے کے پیچھے سے آواز کا تعین ہو گیا۔۔۔ماحور نے لپک کر وہاں سے موبائل نکالا اور سالک کے ہاتھ میں دینے کی بجائے خود ہی اس کا اسکرین لاک اوپن کیا اور کال لاگ میں جا کر اپنے نمبر سے کی جانے والی مسڈ کال کو ڈیلیٹ کر دیا۔۔۔اس سارے عمل کو سالک پاشا نے تحیر سے ملاحظہ کیا تھا۔۔۔وہ اس کی حاضر دماغی پر عش عش کر اٹھا تھا۔۔۔اگلے چند لمحوں میں مکمل تسلی کے بعد ماحور نے اسے موبائل واپس تھماتے ہوئے کہا۔۔۔

”وہ کیا ہے نا۔۔۔اب بھلے آپ کے پاس اتنا فالتو وقت نا ہو کہ لڑکیوں کے نمبر اکھٹے کرتے پھریں مگر میرا نمبر اتنا فالتو ہرگز نہیں کہ کسی کے سیل میں یونہی ”اکھٹا“ ہوا پڑا رہے۔۔۔یہ لیں اپنا سیل اور اس کو حفاظت سے رکھیئے گا۔۔۔ہیو آ گڈ ڈے سر۔۔۔!“ اس کے ہاتھ میں سیل تھماتی وہ آگے بڑھ گئی۔۔۔سالک وہیں کھڑا اس کی پشت دیکھتا رہا۔۔۔اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر لفٹ میں داخل ہوتا اس کے کانوں میں ماحور کی ہنسی کی جھنکاتی آواز پڑی تھی۔۔۔وہ وہیں ساکت ہو گیا۔۔کاریڈور کے اختتام پر کسی لڑکی کے پاس رک کر وہ بات کرتے ہوئے ہنس رہی تھی اور سالک پاشا کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا ہوا تھا۔۔۔اس کے بس میں نا لمحوں کو قید کرنا تھا نا وقت کو تھامنا ورنہ وہ اس پل میں ماحور کی ہنسی کی آواز کو کسی قیمتی جوہر کی طرح لپیٹ کر ہمیشہ کے لیئے سنبھال لیتا۔۔۔اس نے سر جھٹکا اور اس کے سراپے پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر وہ متانت سے مسکراتا لفٹ میں داخل ہو گیا۔۔۔سالک پاشا کے دل میں شدت سے کافی کی طلب جاگ اٹھی تھی۔۔۔۔۔!

☆......☆......☆

آدھی رات گزر چکی تھی مگر نیند تھی کہ آ کر نا دے رہی تھی۔۔۔کہاں وہ دس بجے تک سو جانے والی اور کہاں رات کے

پونے دو ہو چکے تھے۔۔۔کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تو اٹھ کر ٹیرس پر چلی آئی۔۔۔جاتی سردیاں تھیں، موسم میں ابھی بھی اس پہر شدت تھی۔۔۔اس نے ایک طائرانہ نگاہ لان پر ڈالی۔۔۔اس کے موروں کی جوڑی اپنے پنجرے سے باہر سر جوڑے آرام کر رہی تھی۔۔۔انہی کو دیکھتے ہوئے وہ وہیں راکنگ چیئر پر بیٹھ گئی۔۔۔موسم کا فسوں اس کے حواسوں پر طاری ہو رہا تھا۔۔۔اور ذہن تھا کہ بھٹک بھٹک کر بار بار اسی مغرور نقوش اور روشن پیشانی والے شخص کی طرف چلا جاتا تھا۔۔۔اب تو عاجز آچلی تھی وہ۔۔۔اسے غصہ بھی آرہا تھا کہ ایسی بھی کیا بے اختیاری!

لیکن وہ بھی کیا کرتی۔۔۔سالک پاشا کوئی عام سا تو نہیں تھا۔۔۔وہ نا صرف بے حد خاص تھا بلکہ ادراک بھی رکھتا تھا۔۔۔ابرش نے اسے اج پہلی بار دیکھا تھا اور دیکھتے ہی اس کے حواس جھنجھنا گئے تھے۔۔۔وہ میٹنگ روم میں داخل ہوئی تو پہلی نگاہ اسی پر پڑی اور ٹھہر گئی۔۔۔وہ سارے ماحول پر اس قدر چھایا ہوا تھا کہ ابرش کو ارد گرد کی ہر شے تحلیل ہوتی محسوس ہوئی، بس اس کا عکس تھا۔۔۔!اس کے بولنے کا انداز اور بات کرنے کے دوران جس طرح اس کی آنکھیں سکڑتی اور پھیلتی تھیں۔۔۔ابرش نے کسی مرد کی اتنی روشن آنکھیں نہیں دیکھی تھیں یا پھر اس نے کبھی کسی پر اس قدر غور ہی نہیں کیا تھا۔۔۔وہ دل تھام گئی تھی اس بار۔۔۔سالک پاشا اس کے حواسوں پر سوار ہو گیا تھا۔۔۔گو وہ حیران رہ گئی تھی، بلکہ اسے برا لگا تھا جب یکدم وہ اسے بات کرتا چھوڑ کر معذرتی کلمات کہتا وہاں سے چلا گیا لیکن پھر بھی دل نے اس کے اس عمل کو زیادہ دیر تک مزاج پر حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔۔۔گھر آکر بھی وہ کھوئی کھوئی سی تھی اور وہی کیفیت ہنوز تھی۔۔۔پر اب تو وہ سچ میں تھک گئی تھی اسے سوچ سوچ کر۔۔۔مگر سالک پاشا اتنا ہٹ دھرم تھا کہ پورے کروفر سے اس کے حواس سلب کیئے بیٹھا تھا۔۔۔وہ دونوں آنکھیں میچ کر بڑبڑائی۔۔۔

"کیاااا ہے۔۔۔!دفع بھی ہو جاؤ۔۔۔اب ایسے بھی نہیں ہو کہ میں اتنی رات گئے تمہیں سوچ رہی ہوں۔۔۔شکل دیکھی ہے اپنی۔۔۔!"

اس نے بے چارگی سے آنکھیں کھول کر انہیں گول گول گھماتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لیا اور آواز کے ساتھ سانس چھوڑتے ہوئے بولی۔۔۔

"شکل ہی تو اچھی ہے ظالم کی۔۔۔افففففف! ورنہ مینرز تو نام کو نہیں۔۔۔اس معاملے میں تو دو پڑنی چاہئیں اسے۔۔۔ہونہہ!"

اسے سالک پاشا کے ہاتھوں اپنی بے عزتی یاد آئی تو گردن میں تناؤ پیدا کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"بدتمیز آدمی۔۔۔ایسے لوگوں کو کیا یاد رکھنا۔۔۔بس اب بہت ہوا۔۔۔۔میں اب سوؤں گی۔۔۔بسس!"

وہ خود گھرکتی اندر جا کر لیٹ گئی اور آنکھیں سختی سے میچ لیں۔۔۔چھم سے سالک پاشا کا سراپا اس کی بند پتلیوں پہ اتر آیا۔۔اس نے بے بسی سے اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔۔۔۔!

☆......☆......☆

"کیا مسئلہ ہے ابرش۔۔۔سکون سے کھاؤ۔۔۔پیچھے کوئی لگا ہے یا تم نے کسی کو پکڑنا ہے۔۔۔۔!"

ابرش کو جلدی جلدی ناشتا کرتا دیکھ کر مسز منصور نے ٹوکا تھا۔۔۔ساتھ ہی انہوں نے چاکلیٹ ملک کا گلاس اس کے آگے کیا۔۔۔

"نانانا۔۔۔بلکل بھی نہیں۔۔۔میں بہت لیٹ ہوگئی ہوں آج ماما۔۔۔رات بہت دیر سے نیند آئی تو صبح آنکھ بھی نہی کھلی۔۔۔آپ پلیز اسے اس وقت رہنے دیں۔۔۔!" اس نے عجلت میں بوائل ایگ کی بڑی سی بائٹ نگلتے ہوئے گلاس پرے کھسکایا۔۔۔ساری رات سوتے جاگتے کٹ گئی تھی اور نتیجتاً وہ بہت لیٹ ہو چکی تھی۔۔۔منصور راٹھور بہت پنکچوئل تھے اور کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔۔۔اگے پیچھے وہ ان سے بس آدھا پونا گھنٹہ ہی لیٹ پہنچتی تھی مگر آج تو ساڑھے نو ہو چکے تھے۔۔۔اس نے باقی کا انڈہ ہاتھ میں تھاما اور اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔کندھے پر بیگ لٹکایا، گاڑی کی چابی اٹھائی اور بولی۔۔۔

"یہ میں راستے میں کھالوں گی۔۔۔میں چلی۔۔۔۔مزید دیر ہوئی تو پاپا مجھے فرائی کر دیں گے۔۔۔!"

"شرم تو نہیں آتی۔۔۔ہمیشہ فضول ہی ہانکتی ہو۔۔۔!" مسز منصور کو اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔۔۔ابرش نے جھک کر ان کا گال چوما اور بولی۔۔۔

"آپ کو اپنے میاں کا ابھی پتا نہیں نا کہ وہ ایز اے باس کیسے ہیں۔۔۔کبھی کبھار تو میں خود شک میں پڑ جاتی ہوں کہ آیا یہ پاپا ہی ہیں یا میرا وہم ہے۔۔۔۔!"

"بک بک کرتی جانا بس۔۔۔اب نکلو جلدی اور گاڑی سکون سے چلانا۔۔۔پہنچ کے کال کر دینا۔۔۔!"

مسز منصور نے محبت سے اسے گھرک کے جوابی بوسہ دیا تو وہ اللہ حافظ کہتی باہر نکل گئی۔۔۔وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتیں اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہوئیں، جو مسلسل بلنک کر رہا تھا۔۔۔وہ اپنا سیل فون سائلنٹ پر ہی رکھتی تھیں اور یہ ان کے بیٹے ارسل کی سڈنی سے کال تھی۔۔۔دو ہی تو اولادیں تھیں۔۔۔ایک ویسے ہی ہائیر اسٹڈیز کے لیے سڈنی میں تھا اور دوسری کو

منصور صاحب نے آفس میں کھا لیا تھا۔۔۔ایسے میں سارا دن وہ ملازمین کے ساتھ گپیں مارا کرتیں یا پھر بیٹے سے بات کرنا ان کا دلپسند مشغلہ تھا۔۔۔!

گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہی ڈیش بورڈ پر پڑا اس کا موبائل اس زور سے بجا کہ وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔۔۔ذرا سا آگے ہو کر دیکھا تو ماحور کالنگ اسکرین پر روشن تھا۔۔۔اس نے انگلی کی جنبش سے کال کاٹ دی۔۔۔اسے اندازہ تھا کہ ماحور سمجھ جائے گی کہ وہ گھر سے نکل چکی ہے جبھی کال پک نہیں کی۔۔۔!ایک موڑ کاٹتے ہوئے اس نے ساتھ والی سیٹ پر پڑے اپنے شولڈر بیگ میں ہاتھ ڈال کر سن گلاسز ٹٹولے اور انہیں آنکھوں پر لگانے ہی لگی تھی جب سامنے کا منظر دیکھ کر اسے فوراً دوسرا ہاتھ بھی گلاسز سمیت اسٹیئرنگ ویل پر جمانا پڑا۔۔۔اس نے گاڑی کی اسپیڈ سلو کی اور پلکیں جھپک جھپک کر خود کو یقین دلایا کہ آیا وہ خواب دیکھ رہی ہے یا واقعی اس بڑے سے محل نما بنگلے سے ابھی ابھی سالک پاشا کی گاڑی ہی نکل کر گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔

ساری رات حواسوں پر سوار رہا تھا،شائد اس لیئے پتلیوں پر اس کا عکس جم گیا ہے۔۔۔اس نے ایک بار پھر زور زور سے پلکیں جھپکیں اور مخالف سمت میں مڑتی لینڈ کروزر کے اندر بیٹھے نک سک سے تیار سالک پاشا کو نرم نگاہی سے دیکھا اور ٹھنڈا ہوکا بھرا۔۔۔"کتنی بے نیازی چھائی رہتی ہے اس اکڑو کے چہرے پر۔۔۔" اپنی ننھی سی ناک سکیڑتے ہوئے وہ بڑبڑائی اور رشک سے اس بنگلے کو دیکھا،جسے آج تک ہزاروں بار دیکھتی آئی تھی۔۔۔اسے خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی۔۔۔وہ ہمیشہ اس راستے سے گزرتے ہوئے اس عالیشان بنگلے کو وفور شوق سے دیکھا کرتی تھی۔۔۔حالانکہ اس کا اپنا بنگلہ بھی شاہانہ طرز تعمیر کا منہ بولتا ثبوت تھا مگر جو دلکشی اور نفاست اس رہائشگاہ کے درو دیوار سے چھلکتی تھی وہ ہر بار اس کے اندر شدت سے یہ خواہش بیدار کر دیتی کہ کاش کاش ایک بار وہ اسے اندر سے دیکھ سکے۔۔۔اور آج قدرت نے اسے موقع دیا تھا۔۔۔اس نے اگلے ہی پل اندر جانے کی ٹھانی اور گاڑی گیٹ کے آگے روک دی۔۔۔۔۔

"پر اندر جا کر کہوں گی کیا۔۔۔؟" اس نے سوچا۔۔۔معاً اس کی نظر ڈیش بورڈ پر رکھی فائل پر پڑی تو اسی کو ہاتھ میں تھاما اور گاڑی سے باہر نکل آئی۔۔۔۔

"کہہ دوں گی،عادل انکل نے یہ فائل منگوائی تھی۔۔۔سوچا یہاں سے گزرتے ہوئے دیتی جاؤں۔۔۔!" جملہ ترتیب دیتے ہوئے اپنے آنے کا جواز گھڑا۔۔۔ہاتھ میں گلاسز ابھی تک تھام رکھے تھے،انہیں بالوں پر ٹکایا۔۔۔ایک نگاہ اپنے لباس پر ڈالی اور بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔اگلے ہی پل چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔۔۔وہ تھوک سے گلا تر کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"پاشا صاحب گھر پر ہیں۔۔۔۔یہ فائل انہیں دینی ہے۔۔۔۔!"

چوکیدار نے اسے گھورا اور لٹھ مار لہجے میں بولا۔۔۔۔

"چار منٹ پہلے آتا تو ساب مل جاتا۔۔۔اب یہ پھائل واپس لے جاؤ اور آپھس میں پہنچاؤ۔۔۔۔۔!"

وہ اسے آفس ورکر سمجھا تھا۔۔۔۔ابرش کا تو دماغ گھوم گیا۔۔۔چوکیدار کا دماغ درست کرنے کے لئے اپنے لہجے کو درشت کیا اور سختی سے بولی۔۔۔۔

"تمہیں پتا ہے میں کون ہوں۔۔۔؟"

"تم ایک لڑکی ہے۔۔۔اور کیا۔۔۔!" وہ تمسخرانہ انداز میں بولا۔۔۔ساتھ ہی کان میں انگلی بھی پھیری۔۔۔ابرش چڑ کر رہ گئی۔۔۔"مغرور انسان کے ملازم بھی اسی کے جیسے ہیں۔۔۔!" دل میں کہہ کر وہ دوبارہ چوکیدار سے کڑک لہجے میں مخاطب ہوئی۔۔۔۔

"اب تو میں سیدھا آپھس ہی جاؤں گی اور جاتے ہی تمہارے ساب کو شکایت کروں گی، جب میری شکایت پر تمہیں چھٹی کرائی جائے گی نا تب تمہیں پتا چلے گا میں کون ہوں۔۔۔۔پھر یہی پھائل آ کر میں تمہارے سر پر بجاؤں گی۔۔۔اب شرافت سے اندر جاؤ اور بیگم ساب کو بولو۔۔۔ابرش راٹھور آئی ہے۔۔۔۔۔!"

اس کے لہجے کے اعتماد نے چوکیدار کا اعتماد ڈگمگا دیا۔۔۔وہ الٹے قدموں پلٹ کے اندر گیا اور نتیجتاً کچھ ہی دیر میں ابرش ،ناعمہ پاشا کے سامنے موجود تھی۔۔۔۔۔

"میں معذرت چاہتی ہوں بیٹا۔۔۔لیکن مین نے آپکو پہچانا نہیں۔۔۔۔!"

بے حد خوبصورت اور سپر لگژری ڈرائینگ روم کے صوفے پر بظاہر کانفیڈینس کے ساتھ بیٹھی ابرش سے ناعمہ پاشا نے بہت ملائمت سے سوال کیا۔۔۔وہ جو یک ٹک ان کا حسین چہرہ دیکھے جا رہی تھی، چونک کر سیدھی ہوئی اور بولی۔۔۔۔

"وہ ایکچوئیلی آنٹی۔۔۔میرا نام ابرش ہے۔۔۔۔ابرش راٹھور۔۔۔میں منصور راٹھور کی بیٹی ہوں۔۔۔عادل انکل کی فرم سے پاپا کے بزنس ٹرمز ہیں۔۔۔۔۔یہ کچھ ضروری پیپرز تھے جو عادل انکل کو چاہیے تھے۔۔۔پاپا گھر بھول گئے تو سوچا میں خود دیتی جاؤں۔۔۔۔!" اپنی زندگی میں کسی معاملے کا سب سے بھونڈا جواز اس نے آج پہلی بار کسی کے سامنے دیا تھا۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔!حیرت ہے۔۔۔۔!" ناعمہ پاشا نے اچنبھے سے اس کی گود میں رکھی فائل کو دیکھا۔۔۔"پاشا نے ویسے آج تک

کبھی آفیشل میٹر گھر نہیں منگوایا۔۔۔ہوسکتا ہے یہ کانفیڈینشل ہو اس لئے منگوالیا ہو۔۔۔آپ یہاں ٹیبل پر رکھ دو۔۔۔اور ایزی ہو جاؤ۔۔۔میں آپ کے لئے کافی لاتی ہوں۔۔۔اصل میں خانساماں ابھی تک کوارٹر میں ہے۔۔۔میں خود اسے اتنی صبح کچن میں آنے سے منع کرتی ہوں۔۔۔پاشا کا ناشتا میں ہی بناتی ہوں۔۔۔اس لئے خوامخواہ بے چارے کو کچن میں باؤنڈ نہیں کرتی میں۔۔۔!" وہ مسکراتی ہوئیں اٹھ کر ڈرائینگ روم سے باہر چلی گئیں تو ابرش نے کب کا اٹکا سانس بھرپور آواز کے ساتھ چھوڑا۔۔۔اور اطمینان سے صوفے سے کمر ٹیک کر ذرا پھیل کر بیٹھتے ہوئے بڑبڑانا شروع ہوئی۔۔۔

" لگتا ہے آنٹی کو بہت دن بعد کوئی بات کرنے کو ملا ہے۔۔۔اتنیییییی لمبی بات۔۔۔ویسے ہیں کتنی حسین۔۔لگتا ہی نہیں کہ جوان بیٹے کی ماں ہے۔۔۔سالک نے لگتا ہے سارا حسن انہی سے لیا ہے۔۔۔ویسے کم ڈیشنگ تو عادل انکل بھی نہیں ہیں۔۔۔کیا فیملی ہے بھئی۔۔۔اور کیا گھر ہے۔۔۔!" وہ پرستائش نظروں سے ڈرائینگ روم کی آرائش دیکھنے لگی تو نظر ہوتے ہوتے واپس شیشے کی سینٹرل ٹیبل پر رکھی فائل پر پڑی۔۔۔اس نے لمحے کی بھی دیر کئے بغیر جھپٹ کر فائل اٹھائی اور واپس اپنے بیگ میں ٹھونس دی۔۔۔لاسٹ ویک ماما کا تھارولی چیک اپ کروایا تھا۔۔اس فائل میں ان کی رپورٹس تھیں۔۔۔شکر تھا ناعمہ پاشا نے کھول کر نہیں دیکھا۔۔۔اسے یقین تھا کہ وہ انہیں باتوں میں لگا لے گی تو وہ فائل شائل سب بھول جائیں گی۔۔۔اور وہی ہوا۔۔۔اگلے آدھے گھنٹے میں وہ گہری سہیلیوں کی طرح باتیں کر رہی تھیں۔۔۔ابرش کی بے تکی گفتگو نے ناعمہ پاشا کی آنکھوں سے مارے ہنسی کے پانی نکال دیا تھا۔۔۔بہت دنوں سے جمی اندر کی کثافت چھٹ گئی تھی۔۔۔انہوں نے خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا۔۔۔ابرش سے انہیں بے حد اپنائیت محسوس ہوئی۔۔۔اس کے وجود میں کسی کی خوشبو تھی۔۔۔کسی بہت اپنے کی۔۔۔کس کی۔۔۔؟اس بارے میں سوچنے سے بھی انہوں نے گریز کیا۔۔۔۔

جس وقت ابرش اس شاندار بنگلے سے نکلی، پونے بارہ ہو چکے تھے۔۔۔ پندرہ منٹ اسے آفس پہنچتے لگتے تو بارہ بج ہی جاتے۔۔۔گاڑی چلاتے اس کا دماغ مسلسل کوئی بہانہ سوچ رہا تھا جو وہ پاپا کے سامنے کر کے جان بچاتی۔۔۔۔کچھ بھی تھا، وہ آج بے حد خوش تھی۔۔۔سالک پاشا کے گھر سے ہو کر آئی تھی۔۔۔وہاں کے چپے چپے پر اس کا لمس اور خوشبو بکھری تھی، اس کے بس میں ہوتا تو چرا لاتی۔۔۔اس کے انگ انگ سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔۔۔اسے سالک پاشا سے محبت ہو گئی تھی، ویسی محبت جو ہمیشگی ہوتی ہے۔۔۔جو سدا شاداب رہتی ہے۔۔۔۔سدا بہار محبت۔۔۔!

☆......☆......☆

صحن میں بڑی پیاری دھوپ پھیلی تھی۔۔۔کافی دن بعد ٹھٹھرتے بدن سینکنے کے لئیے باہر بیٹھنا نصیب ہوا تھا۔۔۔دادا اور شاویز بھی بیچ صحن کے کرسیاں ڈالے سر جوڑے بیٹھے تھے۔۔۔دونوں جیسے سینگ لڑائے جا رہے تھے۔۔۔دادا کے ہاتھ میں تصویریں تھیں جنھیں وہ نظر کا چشمہ لگائے بڑے غور سے اور اکیلے دیکھنے کی کوششوں میں تھے تو دوسری طرف شاویز بھی مسلسل اچک اچک کر اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتا تھا مگر مجال ہے جو دادا نے ایک نگاہ غلط انداز بھی اس کو ڈالنے کا موقع دیا ہو۔۔۔وہ جتنی تیزی اور چاپلوسانہ انداز میں دادا کے بلکل ساتھ جڑ کر تصاویر دیکھنے لگتا، دادا اتنی ہی پھرتی سے پھدک کے کرسی سمیت پرے کھسک جاتے۔۔۔شاویز خون کے گھونٹ بھرتا ٹرائی ٹرائی اگین کرتا رہتا۔۔۔ایسی ہی ایک ٹرائی مارنے کے چکر میں شاویز کچھ زیادہ ہی جزباتی ہوگیا اور اس ڈر سے کہ کہیں دادا فٹافٹ پھر تصویروں سمیت اس کی پہنچ سے دور ہو جائیں، اس نے" ڈڈو جمپ" مارا اور دادا کی گودی میں جاتا جاتا بچ گیا۔۔لیکن گال سے گال ضرور رگڑ کھا گیا۔۔۔دادا کی بس ہوگئ۔۔۔آو دیکھا نا تاو رکھ کے چھڑی برسا دی پنڈلی پر۔۔۔شاویز نے ہڑبڑا کے بیک گیئر پر ڈڈو جمپ کیا اور ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا۔۔۔دادا نے خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔

" کمینے۔۔۔کاہے کو اتنا اتاوَلا ہو رہا ہے۔۔۔کیا کبھی زندگی میں لڑکیاں نہیں دیکھیں جو یہ تصویریں لازمی دیکھ کر شوق پورا کرنا ہے تو نے۔۔۔حد ہی ہوگئی۔۔۔لے کے ایسی چھلانگ لگائی ہے کہ مجھے لگا میرا گال اکھاڑ ڈالے گا تو بے شرم۔۔۔اتنا تیرے جذبات جامے سے باہر ہوئے پڑے ہیں تو اندر چولہے پر پانی ابل رہا ہے، وہ انڈیل لے خود پر۔۔۔خبیث۔۔۔!"

شاویز دادا کو شاکی نظروں سے دیکھتا بولا۔۔۔۔

"کیا دادا۔۔۔ایک تو میں ہی لایا ہوں یہ پکچرز اور آپ مجھے ہی دیکھنے نہیں دے رہے۔۔۔جب کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مومن کے لئے لڑکی ہم دونوں مل کے پسند کریں گے۔۔۔!"

" ہاں تو کب انکار کیا ہے میں نے۔۔۔ایک بار لڑکی پسند آ لینے دے تو پھر تجھے لازمی دکھاوں گا نا۔۔۔میں وعدہ خلاف نہیں ہوں۔۔۔!"

شاویز دادا کی چالاکی پر انہیں بس دیکھ کر رہ گیا۔۔۔اس سے زیادہ بھلا کرتا بھی کیا۔۔۔اگلے چند منٹ بڑی مشکل سے دادا کو بغور لڑکیوں کا جائزہ لیتے دیکھتا رہا اور پھر نا چار بول ہی پڑا۔۔۔

" دادا۔۔۔مومن کے لئیے ہی پسند کر رہے نا آپ۔۔۔جس طرح سے آپ تصویر کو" تھری ڈی ورژن" میں تاڑ رہے ہیں

مجھے تو آپ کی نیت پر شک ہو رہا ہے۔۔۔۔۔"

" ابے او۔۔۔پھٹ لے یہاں سے۔۔۔۔چل شاباش۔۔۔ورنہ آج تجھے ایسی مار ماروں گا کہ تیرا سوجا منہ دیکھ کر تیرے اپنے گھر والے تجھے گھر میں گھسنے نا دیں گے۔۔۔۔۔سمجھا۔۔۔۔!"

" ہاں تو وہ ابھی بھی کون سا گھسنے دیتے ہیں۔۔۔" شاویز مصنوعی آزردگی سے بولا۔۔" جب بھی رات کے ایک ڈیڑھ بج جائیں مجھے تو مجال ہے کہ میاں جی دروازہ کھول دیں۔۔۔اندر سے ہی آواز لگاتے ہیں" بیٹھا رہ بیٹا تھڑے پر ہی۔۔۔اب تو صبح ہی گھسے گا تو اندر۔۔۔" بس دادا۔۔! یہ سب لاڈ ماں ہی دیکھتی ہے۔۔۔اور جن بچوں نے بچپن سے ماں نا ہونے کا دکھ سہا ہو ان کو یوں ہی تھڑے پر راتیں بتانی پڑتی ہیں۔۔۔۔!" شاویز کی بات پر دادا نے تصویروں سے نگاہ اٹھانے کی زحمت کی اور انہیں تپائی پر الٹا کر رکھا۔۔۔شاویز کی" ٹریجک بوتھی" دیکھی اور اپنی چھڑی پکڑ کر ایک بار پھر اس کی ران پر برساتے ہوئے بولے۔۔۔۔

" اوئے چغد۔۔۔چھ مہینے نہیں ہوئے تیری ماں کو گزرے اور بچپن تو ایسے گنوا رہا ہے جیسے ماں تیری نے اس جہان سے گزر جانے کے بعد تیرا پارسل اگلے جہان سے بھیج دیا تھا کہ لو اس کاکے منے کو پال لینا لوگو۔۔۔۔۔۔وڈا تو ایکٹر۔۔۔شکل دیکھی ہے اپنی تو نے۔۔۔مسکی نا ہو تو۔۔۔۔!"

" دادا۔۔۔آپ مجھے کچھ زیادہ ہی انڈر اسٹیمیٹ کر رہے ہیں۔۔۔ورنہ میرے حسن سے تو میری ماں تک خائف رہا کرتی تھی۔۔۔۔باہر بعد میں نکلتا تھا، کالا ٹیکا پہلے لگا دیتی تھی مجھے۔۔۔۔امی کی اس حرکت کا تو میرے دوستوں میں بھی خوب چرچا تھا۔۔۔۔"

" الو کے پٹھے! آٹے کا ٹیکا لگاتی تھی وہ، کچھ کنٹراسٹ تو بنتا تھا۔۔۔۔کالا ٹیکا بھلا دکھائی کب پڑتا تھا۔۔۔۔۔!"

دادا نے ہنستے ہوئے اس کی سانولی نمکین رنگت پر چوٹ کی تو وہ سچ میں منہ پھلا کے بیٹھ گیا۔۔۔دادا کے پاس بھی تو ایک یہی تفریح تھی۔۔۔۔شاویز کا اپنی باتوں سے ناک میں دم کرنا۔۔۔اس کا چڑنا انہیں مزہ دیتا تھا۔۔۔۔اچھا ٹائم پاس تھا وہ۔۔۔۔شاویز بھی ہر روز لازمی ان کے پاس وقت گزاری کے لیئے آجاتا تھا اور پھر چونچیں لڑائے رکھتے تھے دونوں۔۔۔۔حالانکہ گھر میں شاویز کے اپنے دادا بھی تھے جنہیں وہ میاں جی کہتا تھا مگر ان سے ذرا کم ہی بنتی تھی اس کی۔۔۔وہ مزاجاً خاصے روکھے اور کرخت تھے۔۔۔۔لیکن دادا واحد شخصیت تھے جو جب بھی میاں جی سے ملتے، انہیں ہنسی کی ڈرپ ضرور لگاتے جو دادا کے جانے کے بعد بھی کچھ دیر قطرہ قطرہ گرتی رہتی۔۔۔۔!

کچھ دیر منہ پھلائے رکھنے کے بعد اس کی زبان پر کھجلی ہوئی تھی۔۔۔۔

" ویسے دادا۔۔۔آپ خوامخواہ میں بچیاں دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔پہلے پوتے کی بھی تو خبر لیں کہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کے لئے راضی بھی ہوگا یا نہیں۔۔۔۔کیونکہ میں نے مومن کو موبائل پر کسی لڑکی سے بات کرتے سنا تھا۔۔۔۔بڑے دانت نکل رہے تھے اس کے۔۔۔اور لہجہ ایسا تھا جیسے قرض مانگ رہا ہے۔۔۔آپ پتا کریں دادا۔۔۔یہ نا ہو کہ ان میں سے جو آپ کو پسند آئے، اس کے لئے مومن مانے نا اور آپ مجھے بلی کا بکرا بنا دیں۔۔۔اور آپ کو پتا ہے نا کہ مجھے قربانی دینے کا بہت شوق ہے۔۔۔۔!"

دادا نے عینک کے اوپر سے اسے سر سے پاوں تک دیکھا۔۔۔ایک ابرو اچکا کر استہزائیہ ہنسے اور گردن کو بل دیتے ہوئے بولے۔۔۔۔

" نا۔۔نا۔۔۔ایسی قربانی دینے کا شوق تو میری بھی نس نس میں دوڑتا ہے۔۔۔تمہیں اتنا چھچھورا بننے کی ضرورت نہیں۔۔۔آج بال کالے کرلوں نا تو لوگ مجھے مومن کا بڑا بھائی کہیں۔۔۔۔!"

اس قدر مبالغہ آرائی پر شاویز کا منہ کھل گیا۔۔۔وہ چمک کے بولا۔۔۔

" اشکے بھئی اشکے۔۔۔دادا! بال تو کالے کرلیں گے۔۔۔لیکن تب کیا کریں گے جب" قبول ہے، قبول ہے" کہتے دانت باہر گر پڑے۔۔۔آپ تو "چمی" والا منہ بھی بنالیں تو بتیسی دوبارہ سیٹ کرتے ہیں۔۔۔" قبول ہے" کے لئے تو تین دفعہ چمی والا منہ بنانا پڑے گا۔۔۔۔!"

" اٹھ جا۔۔اٹھا جا بے غیرت۔۔۔۔بزرگوں کا کوئی لحاظ ہے یا نہیں۔۔۔کندھے پر بٹھایا تو کان میں چلانے لگے۔۔۔دفعہ ہو جا کمینے۔۔۔۔اور ویسے بھی آج کل دلہا کے منہ پر رومال رکھنے کا رواج پلٹ آیا ہے۔۔۔کسی کو پتا نہیں لگتا کہ منہ میں دانت اور پیٹ میں آنت ہیں یا نہیں۔۔۔۔!"

چلللللو! دادا کی تان وہیں آ کر ٹوٹی تھی۔۔۔شاویز نے ہاتھ جھاڑے اور ذرا آگے ہو کر تپائی پر رکھی تصویریں اٹھانے لگا۔۔۔دادا نے کس کے اس کے ہاتھ پر چپت لگائی۔۔۔وہ بے چارہ سی کر کے واپس ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔۔۔

" ان کو چھوڑو۔۔۔۔تم مجھے تین دن کے اندر مومن کے بارے میں پتا کر کے دو کہ وہ کس لڑکی کے چکر میں ہے۔۔۔آخر چھپا کیوں رہا ہے اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے بھی تو۔۔۔۔!" دادا نے پرسوچ انداز میں اسے ٹاسک سونپا تو وہ باچھیں چیرتا ہوا بولا۔۔۔

"تو پھر ان کی کیا ضرورت ہے۔۔۔انہیں میں لے جاتا ہوں۔۔۔!" اس نے ہاتھ دوبارہ تصویروں کی طرف بڑھایا تو دادا جلال میں اگئے۔۔۔

"اتنی کیا پسوڑی ہے تمہیں۔۔۔۔ایسے ہی مروڑ اٹھنے تھے تو لائے کیوں تھا انہیں۔۔۔۔تم کچھ بھی کرلو بیٹا۔۔تمہاری شادی فی الحال ہونا قرار نہیں پا سکتی۔۔۔کیونکہ ابھی تم" انڈر کنسٹرکشن" ہو۔۔۔۔!"

"کیاااااا" شاویز نے ہونقوں کی طرح منہ کھولا۔"کیا مطلب ہے دادا آپ کا۔۔۔۔استغفار۔۔۔۔آپ بھی نا۔۔۔۔کیسی باتیں کرتے ہیں۔۔۔۔اب کیا کہوں بھلا میں آپ کو۔۔۔!" مارے شرم کے شاویز صاحب بیر بہوٹی بنے جا رہے تھے تو دادا اٹھٹھک گئے۔۔۔فوراً اپنی بات کا مطلب سمجھانے لگے۔۔

"او۔۔۔او جاہل آدمی۔۔۔۔میرے کہنے کا مطلب ہے کہ ابھی پڑھائی تمہاری مکمل نہیں۔۔۔۔تیسرا سال ہے تمہارا ایم بی اے ہونے میں نہیں آرہا۔۔۔کمائی ابھی تمہاری نہیں اور جو ہے وہ بھی تمہاری نہیں، خیر سے تمہارا دادا کپتی زنانی کی طرح جھپٹ لیتا ہے۔۔۔لہذا اسکول سے دو سال اور لگا وایم بی اے کرنے میں۔۔۔۔اس کے بعد دو سال لگاو دادے سے چھپا کے اپنی کمائی میں سے بچت کرنے میں۔۔۔۔اس کے بعد میں خود سر پر سہرا ڈال کر گھوڑی چڑھوں گا۔۔۔۔!"

"واہ۔۔۔۔بہت خوب۔۔۔یعنی کہ اتنی جان میں نے مارنی ہے اور گھوڑی آپ نے چڑھ جانا ہے۔۔۔خاصے سیاسی نہیں ہو گئے آپ دادا۔۔۔کیا کہنے۔۔۔کمال است۔۔۔" !طنز سے سر دھنتا شاویز دادا کو زہر لگا۔۔۔نتھنے پھلاتے ہوئے بولے۔۔۔۔

"بات سن میری" است، پست! تجھے ایک کام سونپا ہے وہ کر۔۔۔۔مومن کی سیٹنگ کس کے ساتھ ہے مجھے پتا کر کے دو۔۔۔ورنہ تیرے دادے کو کہہ کر تیرا ایڈمیشن کچی میں کروادوں گا۔۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔! شاویز نے اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلیں دادا۔۔۔۔کل شام سے پہلے پوری رپورٹ پیش کر دوں گا۔۔۔۔لیکن اس کے بدلے میں آپ کو میری بات اس سے چلوانی ہوگی۔۔۔۔!"

"کس سے۔۔۔؟" دادا نے اچنبھے سے پوچھا

"تیسری والی سے۔۔۔۔!"

"یہ تو بھینگی ہے۔۔۔!"

"دادا آپ نے عینک اتار رکھی ہے۔۔۔۔دھیان سے دیکھیں۔۔۔۔!"

"تو تجھے لگتا ہے کہ اتنی دیر سے میں چنے بیچ رہا تھا کیا۔۔۔دھیان ہی تو جمایا ہوا تھا۔۔۔!"

"نہیں خیر مجھے آپ سے اس بات کی توقع تھی۔۔۔بس آپ اس لڑکی سے میری بات چلوائیں گے۔۔۔بھیا اور بھابھی کو کہہ کر۔۔۔میاں جی کو وہ دونوں خود منا لیں گے۔۔۔!"

"اگر اس لڑکی پر تیری نظر تھی تو اس کی تصویر کیوں لایا تھا خبیث۔۔۔اگر مجھے مومن کے لئے پسند آجاتی تو۔۔۔۔!"

"نہیں آنی تھی نا۔۔۔کیونکہ اس سے پہلے ہی پلان کے مطابق مجھے آپ کو بتا دینا تھا کہ مومن کہیں پھنسا پڑا ہے۔۔۔۔!"

"بڑا ذلیل ہے تو۔۔۔کتنی چالاک آتما ہے تیری شاویز۔۔۔مجھے تو تیرا شوق دیکھ کر یہ گمان گزر رہا ہے کہ اگر تیری سچ میں کہیں بات نا چلائی گئی تو، تو اپنے آپ سے ہی شادی نا کر لے کہیں۔۔۔۔!"

"استغفار۔۔۔اتنے برے حالات نہیں میرے دادا۔۔۔افففف۔۔۔آپ بھی نا۔۔۔بولتی بند کرا دیتے ہیں۔۔۔!"

"ہاں تو بند کر بولتی اور مجھے پتا کر کے بتا شاباش۔۔۔پھر میں تجھے انعام کے طور پر اس لڑکی کے ابا سے ملوا دوں گا۔۔۔آگے کی سیٹنگ خود ہی کیجئیو۔۔۔!"

دادا سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا۔۔۔شاویز بھی بے بسی سے سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔انہیں یقین دہانی کروا کے وہ پلیٹ میں پڑے آخری دو بسکٹ اٹھا کر نکل گیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

چمکتے پھسلتے فرش والے مال میں رش حسب معمول تھا۔۔۔اکتائے چہروں والے شوہر اور پرجوش تاثرات والی بیویاں اور ان کے ساتھ ہر دوسری شاپ میں گھستے بچے، جن کو ان کے باپ بڑی مشکل سے بہلا پھسلا کے باہر لے کر آتے اور وہ پھر انگلی چھڑا کر کسی اور شاپ میں جا گھستے۔۔۔رائنہ کے ساتھ ساتھ زبردستی چلتی ماحور کو اپنا آپ ایسے ہی کسی بے زار شوہر جیسا لگ رہا تھا۔۔۔وہ تھکن سے چور ہو چکی تھی۔۔۔رائنہ نے آفس کے باہر سے ہی اسے پک کر لیا تھا۔۔۔ابرش کو معلوم ہوا تو وہ اس سے زیادہ تیزی سے بیگ کندھے پر لٹکاتی کھڑی ہوئی تھی مگر عین وقت پر اس کی ماما کی کال آگئی اور اسے فوراً گھر جانا پڑا۔۔۔ماحور نے جی ہی جی میں شکر ادا کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ابرش کو بھی رائنہ کی طرح شاپنگ مالز کھنگالنے کا کریز ہے۔۔۔یک نہ شد دو شد والا معاملہ ہو جاتا۔۔۔اور اب اس کی بس ہو چکی تھی۔۔۔ستم یہ تھا کہ اتنی دیر میں رائنہ نے کچھ خاص خریدا بھی نہیں تھا۔۔۔وہ زچ

ہو کر بلآخر کہہ اٹھی۔۔۔۔

۔۔"کہاں خوار کرا رہی ہو رائنہ کی بچی۔۔۔۔۔سارا دن آفس میں کھپنے کے بعد تمہارے ساتھ مالز میں پچھلے ڈھائی گھنٹوں سے خجل ہو رہی ہوں اور خریدا تم نے کیا ہے۔۔۔یہ۔۔۔۔یہ فلیٹ سول سینڈل۔۔۔۔بس۔۔!" ماحور نے دونوں ہاتھوں سے جوتے کا ڈبہ اونچا کر کے رائنہ کو دکھاتے ہوئے کہا۔۔۔

"یہ۔۔۔" رائنہ نے پلٹ کے دیکھا اور "یہ" پہ زور دیتے ہوئے بولی۔۔"یہ تو میں نے ایویں خرید لیا ہے۔۔۔ورنہ مجھے کچھ خاص پسند تھوڑی آیا تھا۔۔۔عاقب کی جیب خالی کروائی ہے، بغیر کچھ لیئے گئی تو نیا کھاتہ کھل جائے گا۔۔۔اس لئے مجھے خریدنے دو، عزت کا سوال ہے ماہی۔۔۔۔!"

رائنہ اتنے رسان سے بولی جیسے عاقب بھائی سے یہ پیسے وہ شاپنگ کے لئے نہیں بلکہ خدمت خلق کے لئے لے کر آئی ہو۔۔اور چلتے پھرتے کوئی فقیر یا مستحق ڈھونڈ رہی ہو جسے یہ پیسے دے کر ہی جانے ہوں۔۔۔

"اگر مجھے کچھ بھی اپنے لئے پسند نا آیا تو عاقب کی امی کے لئے دو سوٹ لے جاوں گی۔۔۔ماں بیٹا دونوں خوش ہو جائیں گے۔۔۔"

"توبہ۔۔کتنی چالاک ہو تم رائنہ۔۔۔اب پلیز جلدی کرو۔۔۔مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔۔۔ابھی گھر جا کر بھی سیکڑوں کام میرے انتظار میں ہیں، یہاں سے فارغ ہوں گی تو کچھ نمٹاوں گی نا۔۔۔۔!"

"ممممم! ایسا کرو۔۔۔" رائنہ نے ایک پل کو چلنا ملتوی کر کے کچھ سوچتے ہوئے کہا "تم یہ جو سامنے نشاط لینن کی شاپ ہے نا، وہاں گھسو اور میرے لئے دو تین اچھے اچھے سے پرنٹس چوز کر کے خرید لاو۔۔۔تمہاری اور میری چوائس آل موسٹ ایک سی ہے، اس لئے مجھے پسند آئیں گے۔۔۔تب تک میں سامنے "آئیڈیاز" پر کچھ دیکھ لوں۔۔۔۔وقت بچے گا ایسے۔۔۔۔جاو جلدی!" رائنہ نے ہونق بنی ماحور کو فٹا فٹ والٹ سے پیسے نکال کر پکڑائے اور خود مڑ کر سامنے والی شاپ میں گم ہو گئی۔۔۔۔ماحور کوفت اور بے بسی کے ملے جلے تاثرات چہرے پر سجائے "نشاط" میں جا گھسی۔ ۔۔۔ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت اور دیدہ زیب پرنٹس کی بہاریں تھیں۔۔۔عرصہ ہو گیا تھا ماحور کو اتنی نفیس لان پہنے۔۔۔گھر کے حالات کبھی اس قابل بھی نہیں ہوتے تھے کہ وہ ٹھیلے سے چار چار سو والے شرٹ پیس ہی خرید سکتی۔۔۔اس جاب کے بعد ایسی کتنی ہی حسرتیں پوری کرنے کی آرزو تھی مگر ابھی تک تنخواہ نہیں ملی تھی۔۔۔جو ایڈوانس سیلری ملی تھی اس میں تمام بلز اور قرض اتر گیا تھا یہی غنیمت تھا۔۔۔اور جو باقی رقم بچی تھی، ماحور نے سب کے

یونیفارمز خرید لئیے تھے۔۔۔۔اس کے تصور میں سیف اور ریان کی ٹخنوں سے اوپر چڑھی پینٹس اور زوہان کی کالر سے ادھڑی ہوئی شرٹ گھوم گئی۔۔۔جنت کی تو بیگ بھی بوسیدہ ہو کر پھٹ چکی تھی جسے وہ بڑے طریقے سے سیٹ کر کے اسکول جاتی تھی تاکہ کسی کو اس کی پتلی حالت کی خبر نا ہو سکے۔۔۔۔ایک طویل سانس بھر کے ماحور نے اپنا دھیان رولرز سے لپٹے تھانوں کی طرف لگایا اور رائنہ کے لئے اس کی چوائس کے حساب سے پرنٹ چوز کرنے لگی۔۔۔۔ابھی اس نے دو سوٹ ہی اتروائے تھے کہ اسے شدید الجھن ہونے لگی۔۔کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا تھا یہ تو پکی بات تھی۔۔۔مگر کون؟

اس نے زیرک نگاہی سے ارد گرد دیکھا مگر بے سود۔۔۔جلدی جلدی ایک اور خوبصورت سا پرنٹ پسند کر کے اس نے سارے کپڑے پیک کروائے اور بل ادا کرتی شاپ سے باہر نکل رہی تھی جب گلاس ڈور کے بلکل ساتھ کھڑے اسپیچو کی ہپ پاکٹ پر لگے بٹن میں اس کے اسٹالر کا ٹسل پھنس گیا۔۔۔گردن کو زوردار جھٹکا لگا اور وہ ہڑبڑا کے رکی۔۔۔خفت سے ارد گرد دیکھا۔۔کسی کو بھی متوجہ نا پا کر ساری جھنجھلاہٹ رکھ کے ایک چماٹ اسپیچو کے کاندھے پر مار کر اتاری۔۔۔۔

"الو کے پٹھے۔۔۔۔!یہ کاٹھ کے الو راستے میں کھڑے کرنے بہت ضروری ہیں کیا۔۔ابھی پھندا لگ کے کام تمام ہو جاتا میرا۔۔۔!"

اسٹالر کا ٹسل کھینچ کر چھڑاتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔۔۔اتنے میں اسے محسوس ہوا جیسے اس پتلے میں حرکت ہوئی ہے۔۔۔اور پھر وہ چوڑا چکلا پتلا پورے کا پورا اس کی جانب گھوم گیا۔۔۔

"تم۔۔۔۔!" وہ چلائی۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔میں۔۔۔!" جواباً وہ بھی چلایا۔۔۔

رائنہ شاپرز اٹھائے اندر داخل ہو رہی تھی، دونوں کو دیکھ کر اسے بھی چلانا یاد آیا۔۔۔

"تم۔۔۔اور تم۔۔۔یعنی کہ تم دونوں۔۔۔۔ہیں جی۔۔۔!" اس کی باچھیں چر گئیں تھیں۔۔۔مومن اسے اچھے سے یاد تھا۔۔۔اس لئے فوراً پہچان گئی تھی۔۔۔۔اور پھر ماحور رائنہ سے بھلا اس رات والے واقعے کا ذکر کرنا کیسے بھول سکتی تھی۔۔۔

"واہ جی واہ۔۔بہت اچھے۔۔۔تو یہ نوکری کرتے ہو تم۔۔۔یہاں بت بن کے ٹنگے رہنے کی اور یہ ماہی مفت میں سر کھاتی رہتی تھی کہ تم اتنی اچھی جاب لے اڑے۔۔۔ہٹو ماہی۔۔۔تم سے تو پندرہ منٹ یوں کھڑا نا ہوا جاتا، سارا سارا دن ہونا کوئی مذاق تھا بھلا۔۔بڑا اسٹیمنا چاہئے۔۔۔ہر آتے جاتے کی چھیڑ چھاڑ سہنی۔۔۔بچے تو اس حد تک چھیڑتے ہیں کہ اسپیچو کے کپڑے

تک اٹھا اٹھا کے دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ہیں جی۔۔۔۔!" رائنہ اپنی بات کا مزہ لیتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کے ہنستی چلی گئی۔۔۔۔ماحور رائنہ کو سپاٹ چہرہ لئے ہوئے دیکھے جا رہی تھی جیسے اس کے پاگل پن پر کوئی شبہہ نا ہو جب کہ مومن سخت بدمزہ ہوتے ہوئے بولا۔۔۔

"میں یہاں جاب نہیں کرتا محترمہ۔۔۔بلکہ۔۔۔!"

"تو کیا امی کے کپڑے لینے آئے تھے۔۔۔ہیں جی!" آگے بھی رائنہ تھی۔۔۔بات اچکنے میں ماہر۔۔۔

"امی کو تو خیر اب ان کی حاجت نہیں۔۔۔کیونکہ اللہ کو پیاری ہو چکیں۔۔۔ہاں ہونے والی بیوی کے لئے ایڈوانس" ونڈو شاپنگ " کر رہا تھا۔۔۔سوچا کچھ تجربہ حاصل کروں گا تو ہی بیوی کو راضی رکھ سکوں گا نا۔۔۔کیوں جی؟" بات مکمل کر کے تائیدی انداز میں رائنہ کو یوں دیکھا جیسے تعریف کے ڈونگرے کی حاجت ہو اور اس نے برسا بھی دیے۔۔۔

"ہائے ے ے ے ے! میرے میاں کو بھی مرید کر لو۔۔۔قسم سے بڑا فیض ملے گا تم سے۔۔۔جس خاوند کو شاپنگ کروانی آتی ہو، سمجھو دنیا میں تو اس کا بیڑہ پار ہے کیونکہ آفٹر آل ایک اچھے خاوند کی دنیا اس کی بیوی کے ارد گرد ہی تو چکر کھاتی ہے۔۔۔ہیں جی!"

بڑے بڑے باتوں کے دھنی دیکھے تھے مگر ایسا پیس نہیں ملا تھا ابھی۔۔۔مومن لاجواب سا ہو کر بغلیں جھانکنے لگا۔۔۔ماحور کو اس کی حالت دیکھ کر مزہ آ گیا۔۔۔آنکھیں سکوڑ کر دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔

"آپ کی جاب کیسی جا رہی ہے۔۔۔؟ آپ کے باس سے ملاقات ہوئی تھی میری۔۔۔ہماری کمپنی کے ساتھ ڈیل فائنل ہوئی ہے آپ کی کمپنی کی۔۔۔یعنی کہ خود کو پروو کرنے کا وقت آ گیا مومن صاحب۔۔۔ہم دونوں کے لئے! اب آئے گا مزہ۔۔۔!"

"آپ خود کو پروو کر چکی ہیں ماحور۔۔۔اب جیت کے مزے لیجئے بس۔۔۔آپ جیت گئیں۔۔۔سچ میں۔۔۔!" ایک جذب کے عالم میں اسے دیکھتا وہ رائنہ کو چونکا گیا تھا۔۔۔اس نے کن اکھیوں سے ماحور کو دیکھا تو اس کے چہرے پر وہی بے نیازی کا عالم تھا۔۔۔ویسے بھی اس نے اس قدر سخت زندگی گزاری تھی کہ نرم گرم احساسات اسے دور سے ہی سلام کرتے تھے۔۔۔لیکن رائنہ کو کسی گڑبڑ کا احساس صاف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔اس نے گلا کھنکھار کے مومن کو متوجہ کیا۔۔۔

"ہممممم! یہ شاپنگ مال ہے رومیو۔۔۔یہاں" کچھ کچھ ہوتا ہے" کا سیکوئل نہیں چل رہا۔۔۔کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ تم میں تو شاہ رخ والی ساری خصلتیں پائی جا رہی ہیں مگر تمہارے مقابل یقین مانو کاجول نہیں ہے۔۔۔ہاں اسے تم پھولن دیوی کا ایڈیٹڈ

ورژن ضرور کہہ سکتے ہو۔۔۔۔۔!" رائنہ نے اس کے کان کے ذرا قریب ہو کر کہا تو وہ ایک پل کو سٹپٹا گیا۔۔۔۔

"توبہ استغفار۔۔۔آپ کیا سمجھ رہی ہیں۔۔۔ایسا کچھ نہیں۔۔۔مجھے تو بس سر راہ یہ نظر آ گئیں ورنہ تو میں کہاں اور۔۔۔۔یہ کہاں۔۔۔۔ہی ہی ہی!" اسے جواب نا سوجھا تو مدھم لہجے میں یونہی بے سروپا بول کر دانت نکوسنے لگا۔۔۔رائنہ نے ہاتھ میں پکڑے شاپر اس کو پٹخنے والے انداز میں تھماتے ہوئے کہا۔۔۔

"یہ پکڑو۔۔۔۔ہمارا گھر کہاں ہے یہ تو تمہیں یقینا پتا ہی ہوگا۔۔۔چلو شاباش۔۔۔ذرا ہمیں ڈراپ کردو۔۔۔اب کہاں دو جوان جہان لڑکیاں ٹیکسی کروا کے گھر جائیں گی۔۔۔سو پلیز تھوڑا اکشٹ کرو۔۔۔گاڑی تو ہو گی نا۔۔۔مطلب۔۔۔ماحور سے سنا تھا میں نے کہ۔۔۔۔۔!" رائنہ کی تیز گام کو پیچھے چھوڑتی زبان کو ذرا سا بریک ملا تو مومن جھٹ سے بول اٹھا۔۔

"جی جی۔۔۔چھوٹی سی گاڑی لی ہے میں نے پچھلے ماہ۔۔۔بلکل چھوٹی سی۔۔۔آپ لوگ آئیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔یہ شاپنگ بیگز بھی مجھے دے دیں پلیز۔۔۔!" وہ ماحور کے ہاتھ میں پکڑے شاپرز کی طرف اشارہ کر رہا تھا جنہیں وہ ہنوز تھامے رخ موڑے کھڑی تھی۔۔۔یوں جیسے وہاں ہے ہی نہیں۔۔۔رائنہ نے ٹھوکا دیا پر جب وہ ٹس سے مس نا کوئی تو اس کے ہاتھ سے شاپرز جھپٹ کر بناوٹی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے مومن کو پکڑائے اور ہاتھ سے اسے آگے چلنے کا اشارہ دیا۔۔۔مومن جزبز ہوتا کن اکھیوں سے ماحور کو دیکھتا، سامنے چل دیا۔۔۔

"یہ سڑک کراس کر کے بلکل فرنٹ لین میں میری گاڑی ہے۔۔۔ریڈ کلر کی۔۔۔!" جاتے جاتے وہ ذرا جتانے والے انداز میں انہیں گاڑی کی نشاندہی کروا گیا۔۔۔ماحور نے تنفر سے نتھنے پھلائے اور دل میں اسے ان گنت بار کمینہ کہا تھا۔۔۔

"اب چل بھی پڑو ماہی۔۔۔یا ادھر ہی خیمہ ڈلوانا ہے۔۔۔شکر نہیں کرتی کہ اتنی خواری کے بعد سواری مل گئی ورنہ آٹو میں خجل خوار ہو کے گھر جاتے۔۔۔۔چلو اب۔۔۔!" رائنہ اسے ہلکا سا دھکیلتے ہوئے بولی تو جواباً اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔۔۔

"تم تو جب سے شادی ہو کے میرے پڑوس میں آئی ہو، مجھے یقین سا تھا کہ نیم پاگل ہو۔۔۔پر میرے ہوش ابھی مارے نہیں گئے۔۔۔سمجھی۔۔۔بابا نے اگر اس گھونچو کے ساتھ ہمیں دیکھ لیا تو نشے کی حالت میں وہ آتما رولیں گے نا تمہاری اور میری کہ مرتے دم تک یاد رہے گا۔۔۔!"

"او بی بی۔۔۔!اور اگر ہمیں مزید کچھ اور وقت یہاں لگ گیا نا تو میری ساس نے میری آتما کو تیلی لگا کے پھلجڑی کی

طرح فضا برد کر دینا ہے۔۔۔اس لئے خاموشی سے اس نیک لڑکے کی نئی گاڑی میں گھر چلو۔۔۔آؤ جلدی اسی بہانے ذرا دیکھیں تو سہی کس ماڈل کی کار لی ہے اس نے۔۔۔۔!"

وہ اشتیاق میں اسے چٹکی بھرتی مٹک مٹک آگے چل دی اور ماحور پیر پٹختی اس کے پیچھے۔۔۔۔روڈ کراس کرتے ہی وہ ریڈ کلر کی وٹز کے ساتھ ٹیک لگائے غضب کا لگ رہا تھا۔۔۔آف وائٹ جینز پر نیوی بلو شرٹ کے بازو کہنیوں سے ذرا نیچے تک فولڈ کر رکھے تھے۔۔۔۔رائنہ اس کے کان میں بدبدائی۔۔۔

" ویسے بندہ دھانسو ہے۔۔۔وہ کون سا ہیرو ہے بھلا۔۔۔کیا نام ہے یار۔۔۔!" اسے مومن میں کسی ہیرو کی شبیہہ دکھائی دی تھی

" اجے دیوگن۔۔۔!" ماحور نے سڑ کے جواب دیا

" فٹے منہ۔۔۔وہ کوئی ہیرو ہے۔۔۔اسے تو کاجول نے منہ لگا لیا ورنہ تو اس کا منہ پرانی لالٹین سے نکلتے ہوئے کسیلے دھویں جیسا ہے۔۔۔۔!" ایسی لمبی چوڑی اور تھرڈ کلاس مثال پر بے اختیار ماحور کے حلق سے قہقہہ برآمد ہوا جسے اس نے اپنا ہیں ڈ بیگ منہ کے آگے کر کے روکنے کی ناکام کوشش کی۔۔۔مومن سٹپٹا کر کن اکھیوں سے خود کا جائزہ لینے لگا۔۔۔اسے شک گزرا کہ ماحور اسی پر ہنسی ہے۔۔۔لیکن سب کچھ فٹ تھا۔۔۔اس نے قدرے مطمئن انداز میں دونوں کے قریب آنے پر گاڑی کے پچھلے دروازے کھولے۔۔۔رائنہ اس کے اخلاق جتانے پر مسکراتی ہوئی اسے دیکھتی بیٹھ گئی تھی جبکہ ماحور نے اچھی طرح اسے گھورا اور احسان جتاتے ہوئے بیٹھی اور زوردار آواز کے ساتھ گاڑی کا دروازہ بند کیا۔۔۔مومن نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھا اور منہ ہی منہ میں اسے " ظالم" کہتا ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔۔۔سارا راستہ رائنہ اور مومن چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ائے تھے۔۔۔رائنہ نے اس کا تفصیلی انٹرویو لے لیا تھا۔۔۔مومن نے بیک ویو مرر کو ماحور پر سیٹ کر رکھا تھا جس کے چہرے کے زاویئے بگڑے بگڑے سے بھی اس کے جی کو بھا رہے تھے۔۔۔۔وہ اپنے ہی حساب کتاب میں کھوئی خود سے الجھ رہی تھی۔۔۔

" ایک دن ایسی ہی گاڑی لوں گی میں مومن تراب۔۔۔دیکھنا تم۔۔۔کمینے نے لی بھی ریڈ کلر کی ہے۔۔۔بھلا اور کوئی رنگ نہیں رہا تھا شوروم میں۔۔۔ہونہہ!" اس کی گاڑی کو ستائش اور رشک سے دیکھتی وہ مستقبل کے پلانز بنا رہی تھی ساتھ میں اسے کوس بھی رہی تھی۔۔۔۔پتا نہیں کیا بات تھی۔۔۔اسے ایک بہترین جاب بھی مل چکی تھی اور گھریلو حالات بہت اچھے نا سہی تو دگرگوں بھی نا رہے تھے کم ازکم جب وہ جاب لیس تھی اور گھر میں جس طرح سے فاقے اتر آئے تھے، وہ وقت یاد آتا تھا تو اس لمحے خود

کو بہت آسودہ محسوس کرتی تھی۔۔۔لیکن جب بھی مومن تراب کو دیکھتی یا کبھی بیٹھے بٹھائے اس کا خیال آجاتا تو دل بے کار میں اس سے الجھنے کے لئے مچلنے لگتا۔۔۔اور جب کوئی وجہ سمجھ نا آتی تو مومن کی جاب ایک اچھا بہانہ بن کر اس کے سامنے سر اٹھائے کھڑی ہو جاتی جس کو جواز بنا کر وہ بلاوجہ کی خار کا اظہار کرتی۔۔۔وگرنہ اس نے اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھا تھا، اسے مومن سے اس کی جاب کے حوالے سے اب نا تو کوئی گلہ تھا نا حسد۔۔۔اور جو تھا اس جذبے سے ابھی اس کے دل کو آشنائی نا تھی۔۔۔!

وہ بیک ویو مرر سے مومن کی خود پر ٹکی نظروں سے بے نیاز باہر بھاگتے مناظر کو دیکھتی فضول۔باتیں سوچنے میں مگن تھی جب گاڑی اس کے گھر کے چھوٹے سے گیٹ کے آگے جا ٹھہری۔۔۔غائب دماغی سے اس نے اپنا ہی گیٹ دیکھا اور ارد گرد نظر ڈالی۔۔۔اگلے ہی پل حواس چوکس ہوئے اور بوکھلا کر رائنہ کی ٹانگ پر زور کی چٹکی کاٹی۔۔۔وہ بیچاری سی کرتی غصے سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔۔۔بھلا چوک پر گاڑی رکواتی۔۔۔سیدھا گھر کا راستہ دکھا دیا بے وقوف۔۔۔!" وہ رائنہ کے کان میں گھسی کہہ رہی تھی۔۔۔جوابا رائنہ اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔۔۔

"ایویں چوک میں اتر جاتے۔۔۔عاقب کی امی وہاں آنٹی نصرت کے ساتھ کھڑی تھیں۔۔۔تمہارے بابا کا ہمیں دیکھ لینا تو چانس پر ہے مگر میری ساس اگر ہمیں دیکھ لیتیں نا تو میرے گھر پہنچنے سے پہلے عاقب کو کال جا چکی ہوتی۔۔۔اور تمہیں پتا ہے کہ وہ سیاق وسباق معلوم کئے بغیر ہائیپر ہو جاتے ہیں۔۔۔اترو اب۔۔۔یہ گاڑی ہم دونوں مین سے کسی کے جہیز کی نہیں۔۔۔سمجھی!" رائنہ کے اپنے ہی تحفظات تھے۔۔۔وہ ماحور کو آنکھیں نکالتی گاڑی سے اتری اور گیٹ کے داہنی طرف لگی چھوٹی سی بیل دینے لگی۔۔۔

"ویسے گھر کا راستہ تو میں نے پہلے بھی دیکھ رکھا تھا۔۔۔ہاں دل کا پتا معلوم کرنے کی کوششوں میں ہوں۔۔۔اب تو وہاں تک رسائی چاہیے۔۔۔۔!" گھمبیر لہجہ۔۔۔بھاری اواز۔۔۔یہ وہ مومن تراب تو نہیں تھا جسے وہ اب تک جانتی تھی۔۔۔اس گھڑی تو اس کی آنکھوں کے انداز ہی بدلے ہوئے تھے۔۔۔بیک ویو مرر سے جھانکتی اس کی لائیٹ براون آنکھوں پر ماحور کی نگاہ پڑی تو دل کی ایک دھڑکن جیسے اچھل کر سماعت کے پاس آ دھڑکی۔۔۔اس نے فورا نظریں چرائیں اور چہرے پر لاپروا سے تاثرات طاری کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"گھر کے اندر تک آئیے۔۔۔دل کا پتا میرے بھائی سمجھا دیں گے۔۔۔انہیں شارٹ کٹ معلوم ہے۔۔۔!"

مومن نے استعجاب سے اسے گاڑی سے اتر کر گھر کے اندر جاتے ہوئے دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بالوں میں ہاتھ

پھیر کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا کہ اتنے میں ہی رائنہ پر نگاہ پڑی۔۔۔وہ ماحور کے گھر کے گیٹ پر کھڑی اسے ہاتھ سے باہر آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔۔۔اس کے ساتھ دو لڑکے بھی کھڑے تھے جن میں سے ایک نے آگے بڑھ کر گاڑی کے شیشے میں منہ گھسا کر اپنا تعارف کروایا۔۔۔

"السلام وعلیکم۔۔۔۔میرا نام سیف ہے۔۔۔!"

"میرا نام مومن تراب ہے۔۔۔!" مومن نے سیف سے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔۔۔

" اپیا سے ایک دو بار اپ کا ذکر سنا ہے۔۔۔آئیے اندر چلئیے۔۔۔ایک کپ چائے ہو جائے۔۔۔آئیے پلیز۔۔۔۔۔!"

"ارے نہیں پلیز۔۔۔پھر کبھی سہی۔۔۔مناسب نہیں لگتا۔۔۔!"

" پلیز مومن بھائی! تکلف نہیں۔۔۔آجائیے۔۔۔!" سیف کے اصرار پر اسے اترنا پڑا۔۔۔پر درحقیقت وہ بھی یہی چاہتا تھا۔۔۔اور قدرت نے موقع فراہم کر دیا تھا۔۔۔سیف نے مومن کو ریان سے متعارف کروایا اور گھر کے اندر لے گیا۔۔۔رائنہ بھی شوخی سے مسکراتی ساتھ ساتھ تھی۔۔۔موسم بے حد خوشگوار تھا، مومن کے کہنے پر وہ سب وہیں صحن میں لگی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔۔۔رائنہ نے فوراً اندر کچن کا رخ کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ چائے بنانے کی زحمت اسے ہی کرنا پڑے گی، ماحور تو جان بوجھ کر کمرے میں اوجھل ہو چکی تھی۔۔۔کچھ ہی دیر میں وہ چائے بنا کر باہر صحن میں لے آئی تو وہاں کا ماحول بے حد خوشگوار تھا۔۔۔مومن، سیف اور ریان کے ساتھ یوں گھل مل گیا تھا جیسے کب سے جانتا ہو۔۔۔اور وہ دونوں بھی دوستانہ انداز میں اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے بے تکلفی سے نا جانے کون سے قصے چھیڑے بیٹھے تھے۔۔۔۔رائنہ نے ایک پرسوچ نگاہ تینوں پر ڈالی اور آسودہ سی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر ان میں شامل ہوگئی۔۔۔۔کچھ دیر بعد جب ماحور اپنے ہی دھیان میں کمرے سے باہر آئی تو صحن سے آتے بلند و بانگ قہقہوں پر بری طرح چونکی۔۔۔کچن کی جالی سے جھانکا تو موصوف صحن کے بیچ و بیچ راجا اندر بنے بیٹھے باقی تمام کو متاثر کرنے کے لئے شیخیاں بگھار رہے تھے۔۔۔اور وہ سب اتنے انہماک سے سن رہے تھے جیسے روئے زمین پر اس سے ضروری کام فی الوقت اور کچھ نا تھا۔۔۔رہی سہی کسر زوہان کو گود میں بٹھا کر نکال رکھی تھی۔۔۔عاقب بھائی بھی آئے بیٹھے تھے اور یہ رائنہ کی بچی۔۔۔۔!اس نے رائنہ کو دیکھ کر دانت پیسے۔۔۔

" حد ہوگئی۔۔۔یہ موصوف تو پورے گھر میں جراثیم کی طرح پھیل گئے۔۔۔اور دیکھو ذرا ان نمونوں کو۔۔۔ابھی جو آجائیں

ناجھومتے جھامتے بابا تو ان کی ساری محفل پر ایسی عطر کی پھوار پڑے گی کہ سب کے حواس کئی دن تک معطر رہیں گے۔۔۔۔" وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی اور کڑھ رہی تھی۔۔۔۔مومن کی چالاکی پر تاؤ بھی آ رہا تھا۔۔کینہ توز نظروں اس پر گاڑیں جو فرصت سے کف فولڈ کیئے، دونوں ٹانگیں قدرے پھیلا کر بیٹھا تھا جیسے یہیں رہنے کا ارادہ ہو۔۔۔سلیقے سے جمے بال اب بکھر کر پیشانی پر پڑے تھے۔۔۔ماحور نے اس پر سے بے ساختہ نظر ہٹائی اور خود بھی وہاں سے ہٹ گئی۔۔۔گھر تک تو آ گیا تھا، دل تک آنے میں کچھ ہی وقت باقی تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

چھوٹی سی میز کے گرد وہ پانچوں بہن بھائی خاموشی سے کرسیوں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔ماحور چہرے پر بھرپور سنجیدگی طاری کیئے چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کے منہ میں رکھتی چلی جا رہی تھی جیسے اسے چابی دی گئی ہو۔۔۔ایک اچٹتی نگاہ وہ سب کی پلیٹوں پر بھی ڈالتی تھی کہ کسی کو کوئی چیز تو نہیں چاہیے۔۔۔کچھ فاصلے پر سنگل صوفہ پر رائنہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھی تھی۔۔۔ہاتھ میں پرانا بوسیدہ سا فیشن میگ تھا جو اللہ جانے کہاں سے عقیل مغل ہی پکڑ لائے تھے۔۔۔اسی کی آڑ سے وہ گاہے بگاہے سیف کو دیکھتی ہاتھ سے "کیا ہوا اسے۔۔۔؟" کے اشارے بھی کر رہی تھی۔۔۔سیف ٹیبل کے نیچے اپنا بایاں ہاتھ لے جا کر جوابی اشارہ کر رہا تھا۔۔۔" پتا نہیں۔۔۔۔!"

ریان کو اس ساری صورتحال پر ہنسی آ رہی تھی جسے وہ بمشکل روکے ہوئے تھا۔۔۔ان سب کو خبر تھی کہ ماحور کا غصہ کس بات پر اور کیوں ہے مگر انجان بنے رہنے میں ہی عافیت تھی تاوقت یہ کہ وہ خود نا کچھ کہتی۔۔۔اسے سب پتا چل رہا تھا کہ ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔۔۔اور تو اور زوہان اور جنت بھی بھینچی بھینچی مسکراہٹ لیئے رائنہ کو دیکھتے اور پھر ماحور کو۔۔۔صورتحال اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔۔۔اب کے سیف نے اسے کن اکھیوں سے دیکھا تو اس نے وہیں دھر لیا۔۔۔

" کیا ہے۔۔۔ہاں۔۔۔کیا دیکھتے ہو بار بار۔۔۔میری شکل پر کوئی دوسرا ناک اگ آیا ہے یا تمہاری آنکھوں کی الائینمنٹ خراب ہے۔۔۔اپنی کرتوت سے تم سب باخبر ہو۔۔۔سمیت اس" آستین کی گنڈوئی " کے۔۔۔۔!" یہ اسنے رائنہ کو کہا تھا، جس نے یہ لفظ سنتے ہی زوردار" ہاااا" کے ساتھ میگزین تپائی پر پٹخا اور آستینیں چڑھا کے میدان میں اترائی۔۔۔

" توبہ توبہ۔۔کوئی شرم ہے تمہیں ماہی۔۔۔۔مجھے۔۔۔مجھے کہہ رہی ہو تم وہ۔۔۔وہ کیا بولی ہو تم۔۔۔گنڈوئے کی گھر والی۔۔۔افففففف! مجھے تو کہا ہی ساتھ میں عاقب کو گنڈویا کہہ ڈالا ظالم۔۔۔مانا کہ ان کو دیکھ کر کسی لڑکی کی ٹھنڈی آہیں نہیں

نکلتیں،لیکن اب وہ ایسے بھی گئے گزرے نہیں۔۔۔سمجھی تم ماحور مغل۔۔۔۔۔!" رائنہ کی جذباتی فقروں کا ماحور پر چنداں اثر نہیں ہوا تھا،ہنوز وہ کھانا کھانے میں مگن تھی۔۔۔رائنہ نے سیف اور ریان کو دیکھ کر بھنویں اچکائیں اور کچھ بولنے کا اشارہ کیا۔۔۔تبھی سیف نے ہمت کی۔۔۔

"اپیا۔۔۔۔۔!"

"کیا اپیا۔۔۔۔؟کون اپیا۔۔۔بھاڑ میں گئی اپیا۔۔۔!" ماحور چیچ پٹختی ہوئی غصے سے بولی۔۔۔۔۔

"اپیا۔۔۔وہ ہمارے گھر کے اندر آئے تھے۔۔۔ہم بھلا کیسے انہیں اگنور کر سکتے تھے اور پھر۔۔۔اور پھر یاد ہے آپ نے ہی تو مجھے بتایا تھا کہ اس رات مومن بھائی نے ہی آپ کی مدد کی تھی۔۔۔آپ کو بخیریت گھر تک پہنچایا تھا۔۔۔وہ ہمارے محسن بھی ہیں اپیا۔۔۔!"

ماحور سیف سے کچھ نہیں چھپاتی تھی۔۔۔اس رات کا سارا قصہ ذرا سی کانٹ چھانٹ کے ساتھ وہ سیف کو بتا چکی تھی۔۔۔یعنی غائبانہ وہ مومن سے واقف تھا۔۔۔

"اچھاااا۔۔۔ایک ہی ملاقات میں وہ مومن" بھائی" بھی بن گیا۔۔۔واہ کمال ہے۔۔۔مجھے تو حیرت تم لوگوں پر ہے کہ کیسے تین گھنٹے تک اسے صحن میں بٹھائے باتیں مٹھارتے رہے ہو۔۔۔جیسے پتا نہیں کب کا بچھڑا رشتے دار ملا تھا تم لوگوں کو۔۔۔اور۔۔۔اور اس کو دیکھو ذرا۔۔" ماحور نے زوہان کے سر پر چپت لگائی۔۔" یہ اس کی گود میں جا بیٹھا ننھا کاکا نا ہو تو۔۔۔شرم نہیں آئی اسے۔۔۔۔!" زوہان خاموشی سے سر سہلاتے ہوئے کھانا کھانے مین مگن رہا۔۔۔وہ کسی بھی بات کی ٹینشن کم ہی لیتا تھا۔۔۔ماحور نے اسے چھوڑ کر اس کی عقب میں دکھائی دیتی رائنہ کو گھورا تو وہ سٹپٹا کر گردن کی پشت کھجانے لگی۔۔۔۔

"ہممم۔۔۔تمہیں تو میں اکیلے میں نبٹتی ہوں۔۔۔تمہاری ساری چالاکی سمجھ گئی ہوں میں۔۔۔لیکن میں بتا رہی ہوں تمہیں۔۔۔کہ ایسی کوئی بات جو تمہارے گمان میں ہے وہ میں پوری ہونے نہیں دینے والی۔۔۔سمجھی۔۔۔!" انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرتی ماحور کو رائنہ نے سیز فائر کا سگنل دیا اور جنت اور زوہان کو کمرے میں بھیجنے کا اشارہ کیا۔۔۔وہ آج خلاف معمول وہاں اس وقت تک بیٹھی تھی تو یقیناً کوئی مسئلہ تھا۔۔۔اس طرف ماحور کا دھیان ہی نہیں گیا تھا۔۔۔۔جنت اور زوہان کھانا کھا چکے تھے،انہیں فوراً اندر بھیجا۔۔۔صبح ان کا اسکول تھا اور ماحور انہیں رات ساڑھے آٹھ تک لازم سلا دیتی تھی۔۔۔وہ دونوں جا چکے تو رائنہ تھوڑا سا کھسک کر آگے ہوئی۔۔۔اور مدھم آواز میں گویا ہوئی۔۔۔

" ماہی۔۔۔مجھے عاقب نے بتایا ہے کہ اس نے عقیل انکل کو پچھلے چوک میں الیکٹرک پول کے نیچے آوارہ اور بدقماش آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر جوا کھیلتے دیکھا ہے۔۔۔انکل جوا کھیلنے لگے ہیں ماہی۔۔۔جوا سمجھتی ہو۔۔۔!"اس کے لہجے کی سراسیمگی نے ان تینوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔۔۔ریان نے بے بسی سے اپنی خالی کلائی کو دیکھا تھا جس میں موجود گھڑی بابا نے تین دن پہلے ہی پہننے کے لیئے اتروائی تھی اور ابھی تک واپس نہیں کی تھی۔۔۔۔ماحور کا تو اگلے ہی پل سر چکرانے لگا تھا۔۔۔پچھلے مہینے سوا میں گھر کی چند چیزیں غائب ہوئی تھیں۔۔۔لیکن انہیں نظرانداز کر دیا گیا تھا۔۔۔پر یہ کڑی عقیل مغل کے جوا کھیلنے سے جڑی تھی۔۔۔آج چھوٹی موٹی چیزیں تو کل بڑی بھی۔۔۔یہ تو نا تھمنے والا سلسلہ تھا۔۔۔اور ان بہن بھائیوں کے لئے پریشانی کا ایک نیا در کھل گیا تھا۔۔۔!

❁ ❁

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 3

"پاشا کاٹیج" کا لان بہت خوبصورت تھا۔۔۔ناعمہ تنہائی کے بیشتر اوقات یہیں بتاتی تھیں۔۔۔جب سے ان کی عادل پاشا سے شادی ہوئی تھی، انہوں نے اس لان میں بہت سی تبدیلیاں کروائی تھیں۔۔۔باغبانی کا شوق اور ذوق رکھتی تھیں، وسائل ملے تو ہر نوع کا پودا لگوایا۔۔۔اپنے ہاتھوں سے دیکھ بھال کی تھی۔۔۔بچوں کی طرح برتاؤ کرتی تھیں وہ پیڑ پودوں سے۔۔۔عادل پاشا نے بھی ان کا شوق دیکھتے ہوئے باہر سے کئی قیمتی خوبصورت پھولوں والے پودے امپورٹ کروائے تھے۔۔۔عام لانز کی نسبت اس لان میں بیچوں بیچ بڑی نفیس روش بنی ہوئی تھی۔۔۔اس کے علاوہ گول دائرے کی صورت ٹف ٹائلز جگہ جگہ نظر آتی تھیں جن کے اطراف میں بوٹے سے قد کی باڑھ اگی ہوئی تھی جو دیکھنے میں بے حد خوشنما لگتی تھی۔۔۔کچھ دیر پہلے ہی عادل پاشا آفس سے گھر پہنچے تھے۔۔۔ناعمہ ان کے آتے ہی چائے لے آتی تھیں۔۔۔عادل پاشا چائے کے نشے کی حد تک شوقین تھے اور گھر آتے ہی پہلی فرمائش ان کی ایک کپ گرما گرم چائے کی ہوتی تھی۔۔۔ناعمہ بڑی محبت سے ان کے لئے چائے بناتی تھیں اور ساتھ بیٹھ کر پیتی بھی تھیں حالانکہ وہ خود چائے کی ہرگز رسیا نہیں تھیں مگر شوہر کی دلداری انہوں نے خود پر فرض کر رکھی تھی۔۔۔عادل پاشا سے شادی کے بعد بہت سے ایسے کام تھے جو وہ نہیں کرتی تھیں مگر اب وہ ان کی عادات میں شامل تھے، بھلے مجبوری سے سہی یا خوشی سے۔۔۔!

عادل پاشا چائے پینے کے بعد اپنے کمرے میں فریش ہونے کے لئے چلے گئے تو ناعمہ ملازم سے برتن اٹھانے کا کہہ کر لان میں نکل آئیں۔۔۔لان میں قدم رکھنے سے پہلے ہی مالی اصغر نے فٹافٹ پانی کا پائپ لپیٹا اور لان چیئرز سیٹ کر دیں۔۔۔ناعمہ کی پلکیں یکبارگی بھیگ سی گئیں۔۔۔ایک وقت تھا جب ان کے پاس کچھ نہیں تھا لیکن دل پرسکون تھا اور اب جب کہ ان کے پاس وہ سب کچھ تھا جس کے لئے انہوں نے اپنے دل کے ٹکڑے کئیے تھے تو ان کا دل ان سب میں نہیں لگتا تھا۔۔۔بلکہ نظروں کے سامنے ہر وقت اپنے ان پیاروں کی شکلیں رہتیں تھیں جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئیں تھیں۔۔۔ماضی کا یہ دریچہ کبھی بند ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ اب جینے کے لئے آکسیجن انہیں اسی دریچے سے مہیا ہوتی تھی۔۔۔!

بظاہر پودوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتیں، وہ سوچوں کے الجھے ریشم کا سرا ڈھونڈ رہی تھیں جب عادل پاشا نے اچانک پیچھے سے ان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے۔۔۔وہ چونک کر مڑیں۔۔۔

"کدھر کھوئی ہوئی ہیں آپ ناعمہ۔۔۔کب سے ایک ہی بیل کے پتے کو سہلائے جا رہی ہیں۔۔۔آپ جانتی ہیں کہ مجھے آپ کی ایسی غیر حاضر دماغی نہیں پسند۔۔۔پھر بھی۔۔۔!" عادل پاشا کے نرم لہجے میں ایک محسوس کی جانے والی تنبیہہ تھی۔۔۔جسے ناعمہ نے فوراً جانچ کر اپنے چہرے پر بشاشت پیدا کی۔۔۔

"ارے نہیں نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہے پاشا! میں تو بس سالک کی شادی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔" انہیں گھبراہٹ میں فوری یہی بات سوجھی۔۔۔" آج وہ بچی آئی تھی۔۔۔بڑا پیارا سا نام تھا۔۔۔ہممم۔۔۔ابرش۔۔۔ابرش۔۔۔! کہہ رہی تھی، یہاں سے گزر رہی تھی تو یونہی مجھ سے ملنے کا جی چاہا۔۔۔میں نے زبردستی چائے پر روک لیا۔۔۔اتنی پیاری مزے مزے کی باتیں کرتی ہے وہ بچی۔۔۔سچ میں پاشا! مجھے وہ بہت اچھی لگی سالک کے لئے۔۔۔اس گھر کی رونق کو چار چاند لگا دے گی وہ۔۔۔!" عادل پاشا کا دھیان بٹانے کے لئے انہوں نے خاصی لمبی چوڑی تفصیل دے دی تھی ورنہ آج جب ابرش واقعی ان کے گھر آئی تھی تو اس وقت ان کے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ابھری تھی مگر اس وقت فرفران کے منہ سے یہ سب نکلتا چلا گیا۔۔۔عادل پاشا بغور انہیں دیکھ رہے تھے۔۔۔مسکراتے ہوئے بولے۔۔۔

" آپ نے تو میرا دھیان کروا دیا ناعمہ۔۔۔واقعی بچی تو بہت پیاری ہے۔۔۔اور اس کے فادر سے میری خاصی اچھی سلام دعا ہے۔۔۔اور اب تو ہماری بہت بڑی ڈیل فائینل ہوئی ہے ان کی کمپنی کے ساتھ۔۔۔ہممم! سوپرب آئیڈیا۔۔۔اس طرح تو ہماری ساکھ کو بھی تقویت ملے گی۔۔۔!" وہ بزنس مین تھے، ہر شے کو اسی پلڑے میں تولتے تھے۔۔۔ناعمہ کو ان کی اس بات سے شدید کوفت ہوئی مگر کہا نہیں۔۔۔اتنی جرات نہیں تھی ان میں۔۔۔

"بس ٹھیک ہے۔۔۔چند دن تک میں راٹھور سے بات کرتا ہوں سرسری سی۔۔۔اس کے گھر آنے کی۔۔۔پھر ذرا چل کر ان کا گھر بار بھی دیکھ لیتے ہیں۔۔۔اس کے بعد سالک سے بات کریں گے۔۔۔!" عادل پاشا نے چٹکیوں میں سب پلان کر لیا تھا۔۔۔

"اور اگر سالک نا مانا تو۔۔۔وہ پہلے ہی شادی کی بات کو لے کر مجھ سے روٹھ چکا ہے۔۔۔!" ناعمہ کے لہجے میں یاسیت تھی جسے عادل پاشا نے نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔۔۔

" بی سینس ایبل ناعمہ۔۔۔آپ ہر وقت نیگیٹو نا سوچا کریں۔۔۔اور نا ہی سالک کی باتوں کو اعصاب پر سوار کیا

کریں۔۔۔باقی رہا اسے منانے کا سوال، تو یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔۔۔اگر یہ رشتہ مناسب ہوا تو پھر سالک کو یہیں شادی کرنی ہو گی۔۔۔ڈیٹس فائنل۔۔۔!" ہمیشہ کی طرح دوٹوک انداز اور رعونت۔۔۔! ناعمہ، عادل پاشا کو دیکھ کر رہ گئیں۔۔۔وہ بہت اچھے تھے۔۔۔خیال رکھنے والے اور احساس کرنے والے مگر تب تک، جب تک سب ان کی مرضی کے مطابق ہوتا رہے۔۔۔اور آج تک سب کچھ ان ہی کی مرضی کے مطابق ہوا تھا۔۔۔اس بات کو ناعمہ سے بہتر بھلا کون جانتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

عقیل مغل آج کچھ ہوش میں تھے اور وہ ہوش میں تبھی ہوتے تھے جب نشے کے لئے پیسے پلے نا ہوتے۔۔۔ان کے تمام جسم میں اینٹھن تھی۔۔۔وہ دونوں ہاتھوں کے ناخنوں سے اپنے بدن کو کھجا رہے تھے۔۔۔کبھی اپنی رانوں پر مکے برساتے۔۔۔

"ایسی اولاد سے اچھا تھا میں کتے پال لیتا۔۔۔کسی کام کی نہیں۔۔۔ہونہہ!" قریبی صوفے پر بیٹھے سیف نے پہلو بدلا

"ہائے۔۔۔ہائے۔۔۔کمبختو! مر چلا ہوں میں۔۔۔کوئی تو آکے پوچھ لو کہ مجھے کیا چاہیے۔۔۔اوئے زید۔۔۔!" انہوں نے تیزی سے چکر کاٹتے ہوئے سیف کو پکارا۔۔۔وہ اکثر اپنے ہی بچوں کے نام بھول جاتے تھے۔۔۔یاداشت کو نشے نے چاٹ لیا ہوا تھا اور بچے اس رویئے کے عادی! سیف نے آہستگی سے تصحیح کی۔۔۔

"سیف بابا۔۔۔سیف۔۔۔!" وہ سیدھا ہو بیٹھا تو انہوں نے اس کے آگے رکھی تپائی کو زوردار ٹھڈا مارا۔۔۔

" خبیث، بدذات تجھے نظر نہیں آرہا کہ باپ تکلیف میں ہے۔۔۔نکال اگر کچھ پیسے ہیں تیرے پاس تو۔۔۔نکال جلدی۔۔۔!"

"ابھی نہیں ہیں بابا۔۔۔مگر کل سٹور سے تنخواہ ملنی ہے۔۔۔تب دے دوں گا۔۔۔!"

" درفٹے منہ۔۔۔! مر میں ابھی رہا ہوں اور تو مجھے کہہ رہا ہے کہ کل دوں گا۔۔۔اتنا بڑا کیا پال پوس کر۔۔۔اپنی ہڈیاں تک گلا لیں ان کے پیچھے اور یہ ہیں کہ باپ کی پرواہ تک نہیں۔۔۔سب کے سب اپنی ماں پر پڑے ہیں۔۔۔حرام۔۔۔!" کچن میں برتن دھوتی ماحور کا ضبط جواب دے گیا۔۔۔بابا کی گالی کے بعد اور بہت کچھ تھا جو سیل رواں کی طرح ان کے منہ سے خارج ہونے کو بے تاب ہو جاتا لہٰذا چائے کا مگ سنک میں پٹختی وہ لاؤنج میں چلی آئی۔۔۔

" کتنے پیسے چاہئیں۔۔۔؟" دوٹوک، سپاٹ انداز میں اس نے باپ سے پوچھا۔۔۔عقیل مغل تھوڑا اگڑبڑائے مگر اگلے ہی پل تن کر بولے۔۔۔

"دے دو تین چار سو۔۔کرلوں گا گزارہ۔۔۔ویسے تو شرم آنی چاہیے تمہیں مجھ سے پوچھتے۔۔۔لیکن اب اولاد ہی ایسی بے غیر۔۔۔!"

"یہ پکڑیں پیسے۔۔۔!" ماحور نے ان کے منہ سے نکلنا والا آخری لفظ مکمل ادا ہونے سے پہلے اپنے سویٹر کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر پانچ سو کا نوٹ ان کی طرف بڑھایا۔۔۔عقیل مغل نے اسے یوں جھپٹا کہ کہیں ماحور کا ارادہ بدل ہی نا جائے۔۔۔

"اور آج کے بعد۔۔۔اگر آپ نے گھر کی کوئی چیز چرا کے بیچی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔آپ کو جب پیسے چاہیے ہوں، مجھ سے مانگ لیا کریں۔۔۔میرے پاس ہوں گے تو ضرور دوں گی اور نا دے سکی تب بھی آپ کو اس گھر کی ایک بھی شے لے کے جانے نہیں دوں گی۔۔۔سمجھے آپ۔۔۔!" دائیں ہاتھ کی انگلی اٹھا کر انہیں وارن کرتی ماحور کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔۔۔وہ اس وقت اس قدر طیش میں تھی کہ اس کی اس بدتمیزی کو عقیل مغل نا چاہتے ہوئے بھی پی گئے۔۔۔نوٹ کو حریص نظروں سے دیکھتے اور چومتے وہ باہر نکلتے چلے گئے۔۔۔جبکہ ماحور وہیں چیئر گھسیٹ کر ڈائینگ ٹیبل پر سر رکھے رو دی۔۔۔سیف فورا اپنی جگہ سے اٹھا اور محبت سے اس کا سر سہلانے لگا۔۔۔ان بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کا سہارا ہی بہت تھا۔۔۔وہ بہت عرصہ ہوا ہر رشتے کا اصل چہرہ دیکھ چکے تھے۔۔۔وہ خود ہی پلے تھے۔۔۔اپنے دم پر۔۔۔اکیلے۔۔۔!

"بس کریں اپیا۔۔۔کیوں رو رہی ہیں اس قدر۔۔۔ابھی تو ہمارے بھی اچھے دن شروع ہوئے ہیں۔۔۔آپ سوچیں کہ کیا کبھی اس قابل تھیں کہ بابا کو پانچ سو اکھٹے دے پاتیں۔۔۔آج ہیں تبھی دیے نا۔۔۔ان کے رویے کو دل پر مت لیں۔۔۔وہ تو شروع سے ایسے ہی ہیں۔۔۔!"

"میں ان کو پیسے دینے کی وجہ سے نہیں رو رہی سیف۔۔۔مجھے بس وہ دن یاد آگیا جس دن میں ابرش کے آفس جاب کے لیے گئی تھی۔۔۔میرے ذہن میں اس قدر پریشانیاں تھیں کہ مجھے بھول ہی چکا تھا کہ رائنہ نے مجھے وہاں اپلائی کرنے کا کہا تھا۔۔۔مگر بابا کی ایک حرکت نے مجھے تم آنے والے دنوں کا نقشہ دکھا دیا۔۔۔!"

وہ جب روتی تھی تو آنسو ایک تار آنکھوں سے بہا کرتے تھے۔۔۔کبھی بھی یہ لڑی ٹوٹتی نہیں تھی۔۔۔وہ آنکھیں بند کیے اس دن کو ذہن میں دہرانے لگی، جس دن بابا نے پہلی بار اس کے ہاتھ سے پیسے جھپٹے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

"چار سو چھیاسٹھ روپے جمع تین سو بہتر۔۔۔یہ ہوئے کل ملا کے۔۔۔!" وہ بہت مصروف سی پرانی سی ایک ڈائری پر

حساب کتاب میں الجھی ہوئی تھی۔۔۔کیلکولیٹر پاس رکھنے کے باوجود پیپر کی سائیڈ پر ہی جمع تفریق کر رہی تھی۔۔۔الجھے بالوں کا جوڑا بنا کر اس میں بڑی مہارت سے پینسل اٹکا رکھی تھی۔۔۔دو تین چھوٹی بڑی لٹیں چہرے پر گر رہی تھیں جنہیں وہ ہر دو منٹ بعد بڑی کوفت سے کانوں کے پیچھے اڑستی اور اگلے ہی پل وہ پھر ٹوٹی شاخ کی مانند چہرے پر لہرا جاتیں۔۔۔بے زاری اس کے نکھرے سفید رنگت والے چہرے کو پھیکا بناتی تھی۔۔۔وگرنہ جس دم وہ ہنستی تھی، ساری فضا گویا تھمتی تھی مگر وہ ہنستی ہی کب تھی۔۔۔اس کے گرد رہنے والے بھی پوروں پر گن کے وہ پل بتا سکتے تھے جب ماحور مغل کو کسی نے کھلکھلاتے دیکھا ہو۔۔۔اور پھر جب مہینے کی آخر آجاتی تو وہ گویا آتش فشاں بن جاتی تھی۔۔۔اس وقت بھی وہ بقایا جمع جتھا بائیں ہاتھ میں لیئے بہت ضروری حساب کتاب میں مصروف تھی۔۔۔گنتی کے چند نوٹوں کو مضبوطی سے تھامے وہ یہ اندازہ کر رہی تھی کہ دودھ والے کا بل پہلے ادا کیا جائے یا پانی کا۔۔۔اگر دودھ والے کو پیسے نا ملتے تو چڑھے مہینے دودھ بند۔۔۔اور اگر پانی کا بل جمع نا ہوتا تو پانی بند۔۔۔وہ بری طرح سے الجھی ہوئی تھی جب یکلخت اس کے ہاتھ سے کسی نے پیسے اچک لئے۔۔۔اس نے تڑپ کے سر اٹھایا۔۔۔سامنے عقیل مغل مکروہ مسکراہٹ لئے قیمتی متاع کی طرح سنبھالے اس کے نوٹ گن رہے تھے۔۔۔مارے طیش کے اس کا تنفس پارے کی مانند تھرکنے لگا۔۔۔وہ فوراً کرسی چھوڑ کر اٹھی اور اچک کر ان کے ہاتھ سے پیسے چھیننے کی کوشش کی، جسے انہوں نے ہاتھ پرے کر کے ناکام بنا دیا۔۔۔

"بابا۔۔۔مجھے میرے پیسے واپس کریں۔۔۔ابھی کے ابھی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔واپس کریں۔۔۔!"

"بکواس بند کرو۔۔۔! باپ ہوں تمہارا۔۔۔تمیز سے بات کرو۔۔۔آخر کھا تا ہی کیا ہوں میں تمہارا۔۔۔آج ذرا ضرورت پڑ گئی مجھے۔۔۔سگریٹ ادھار نہیں دے رہا جاوید ہیرا۔۔۔اس لئے بس یہ۔۔۔یہ۔۔۔ایک نوٹ لے رہا ہوں۔۔۔!" عقیل مغل نے نرم اور بناوٹی لہجے میں کہتے ان پیسوں میں سے اکلوتا ہرا نوٹ گھسیٹا۔۔۔مارے بے بسی کے ماحور کی آنکھیں چھلک گئیں۔۔۔وہ آنسوؤں کا گولا بمشکل حلق سے اتارتے التجائیہ انداز میں گویا ہوئی۔۔۔

"بابا۔۔۔بابا پلیز۔۔۔یہ پیسے مت لیں۔۔۔آپ کو اللہ کا واسطہ۔۔۔میں وعدہ کرتی ہوں شام تک آپ کو کچھ رقم دے دوں گی مگر ابھی یہ مجھے واپس کر دیں۔۔۔آج اگر دودھ کا بل جمع نا کرایا تو اگلے مہینے سے دودھ نہیں آئے گا۔۔۔پلیز بابا۔۔۔!" وہ ابھی بھی اچک اچک کر پیسے پکڑنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔۔۔عقیل مغل اس کی بات پر استہزائیہ ہنستے ہوئے بولے۔۔۔

"واہ بٹیا رانی۔۔۔ایک نوٹ نے تمہیں میرے آگے شیرنی سے بلی بنا دیا۔۔۔واہ بھئی واہ۔۔۔ورنہ تم تو مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتی ہو۔۔۔ایک نوٹ نے آج تمہیں میری عزت کرنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ہاہاہا۔۔۔میں تو نہیں دینے والا واپس۔۔۔بھلا آئی

عزت کیسے موڑ دوں۔۔۔ہاہاہا!!!۔۔۔!" وہ نوٹ کو چومتے ہوئے دل جلاتی ہنسی ہنستے ہوئے بول رہے تھے۔۔۔گدلی آنکھوں سے بہتے پانی کو انہوں نے اس نوٹ سے صاف کیا اور صدمے میں گھرے ماحور کے نیم جان وجود کو زوردار دھکا دے کر کرسی پر گراتے ہوئے بولے۔۔۔

"بیٹھ ادھر سمجھی۔۔۔بڑا زعم ہے نا تجھے اپنی کمائی کا۔۔۔کبھی باپ کو بھی کھلا تو مانوں نا۔۔۔میرا حق بنتا ہے تیرے پیسوں پر۔۔۔اور آج میں اپنے حق کے پیسوں سے سگریٹ خریدوں گا۔۔۔آخاہ! آج تو مزہ آجائے گا۔۔۔سب یاروں میں میری ٹور بن جائے گی جب جاوید ہیرے سے نقد سگریٹ لوں گا۔۔۔سالا مفت خور کہتا تھا مجھے۔۔۔آج بتاؤں گا ہونہہ۔۔۔!" وہ اسے بے دردی سے کرسی پر پٹخ کر بکتے جھکتے باہر نکل گئے تھے۔۔۔ساتھ اس کی انتہائی محنت کی کمائی بھی لے گئے تھے" پھونکنے" کے لئے۔۔۔اور وہ لاچار بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔۔۔باپ تھے، مرد تھے۔۔۔اس سے کہیں زیادہ طاقتور۔۔۔وہ اکیلی بھلا ان سے کیسے چھینا جھپٹی کر سکتی تھی۔۔۔ہاں اس وقت اگر سیف اور ریان گھر ہوتے تو عقیل مغل کو کبھی جرات بھی نا ہوتی اس کے ہاتھ سے پیسے چھیننے کی۔۔۔وہ دونوں کھال ادھڑوا لیتے مگر بہن کی محنت کی کمائی اجاڑنے کے لئے باپ کے ہاتھ میں نا جانے دیتے۔۔۔وہ بے بسی کی انتہا پر جاتے ہوئے پورے حلق سے چلائی اور ٹیبل پر سر رکھ کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔۔ہاتھ میں پکڑے چند لال نوٹ گر کر ادھر ادھر فرار ڈھونڈنے لگے۔۔۔وہ بلکل بچوں کی طرح رو رہی تھی۔۔۔اونچی اونچی آواز سے۔۔۔مچل مچل کر۔۔۔!

خوب سارا رو چکنے کے بعد اس کا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تو سب سے پہلے اس نے گرے ہوئے باقی کے نوٹ اکھٹے کئے اور ان مسلے ہوئے نوٹوں کو سینے سے لگا کر ہتھیلی کی پشت سے اپنے گیلے گال بے دردی سے رگڑے۔۔۔اس کا دماغ اب تیزی سے کام کر رہا تھا۔۔۔نا تو اسے گھر کا دودھ بند ہونے دینا تھا نا پانی۔۔۔اور اس کے لئے اسے فوری طور پر کتنی رقم درکار تھی، اس کا اندازہ کر کے اس نے کچھ دیر پرسکون ہو کر سوچا اور پھر اگلے دس منٹ میں وہ تیار ہو کر اپنے ضروری ڈاکومنٹس ہاتھ میں لئے گھر لاک کر رہی تھی۔۔۔چابیاں بیگ میں ڈال کر اس نے اسی بیگ کی اندرونی جیب سے رائنہ کا دیا ہوا کارڈ نکالا اور ایڈریس نوٹ کرنے لگی۔۔۔رائنہ نے چار دن پہلے دیا تھا یہ کارڈ اور کہا تھا کہ اگلے دن دس بجے وہاں چلی جانا مگر کچھ گھریلو مسائل اور ریان کی چوٹ میں ایسی الجھی تھی کہ وقت ہی نہیں نکال پائی تھی۔۔۔جی کو دھڑکا سا بھی لگ گیا تھا کہ کہیں رائنہ کی فرینڈ نے کسی اور کو نا رکھ لیا ہو۔۔۔پھر بھی دل میں ڈھیروں دعائیں مانگتی وہ ابرش راٹھور کے پاس جانے کے لئے نکل کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

"اگر اس دن میرے پاس رائنہ کا دیا کارڈ نا ہوتا تو سوچو سیف۔۔۔سوچو ہمارا کیا بنتا۔۔۔ادھر ہم پائی پائی جوڑ رہے تھے

کہ کسی طرح سے بجلی، پانی کے بل ادا ہو سکیں اور ادھر سب پیسے بابا نے چھین لیے تھے۔۔۔مجھے ان سے بہت سے شکوے ہیں سیف مگر اس دن انہوں نے جو کیا وہ میرے اعصاب کو توڑ کر رکھ گیا۔۔۔مجھے ان سے بے حد خوف محسوس ہوا۔۔۔وہ اب ایسی اسٹیج پر آ چکے ہیں کہ اپنا نشہ پورا کرنے کے لیے کسی بھی حد کو پھلانگ سکتے ہیں سیف۔۔۔!"

وہ اسے ساری بات بتانے کے بعد اذیت سے آنکھیں میچے ہوئے تھی۔۔۔سیف حیران تھا کہ ماحور نے اتنی بڑی بات اس سے کیونکر چھپائی۔۔۔وہ تو چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس سے شیئر کرنے کی عادی تھی۔۔۔اس نے ماحور کا سر محبت سے سہلاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا اور تسلی آمیز لہجے میں مخاطب ہوا۔۔۔

"ہمیں ڈرنا نہیں ہے اپیا۔۔۔مقابلہ کرنا ہے۔۔۔ڈرنے سے ہم ان حالات سے دبتے چلے جائیں گے اور جہاں تک بابا کا سوال ہے تو ان کو روکنا مشکل ہے۔۔۔بس ہمیں اپنی کمزوریاں ان کے ہاتھوں میں نہیں دینی۔۔۔آپ کا خوف وہ بھانپ چکے ہیں۔۔۔اگر آپ نے خود کو بہادر نا بنایا تو وہ دوبارہ بھی ایسی ہی حرکت کر سکتے ہیں۔۔۔اس لیے خود کو مضبوط کریں ورنہ ہم سروائیو نہیں کر پائیں گے۔۔۔!"

وہ اس کا چھوٹا بھائی کتنی محبت اور پختگی کے ساتھ اسے سمجھا رہا تھا۔۔۔اس نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ کی پشت کو چوما اور سر ہلا دیا۔۔۔بھائی چھوٹے بھی ہوں تو بڑے ہوتے ہیں۔۔۔کیونکہ وہ ہر مشکل میں بہنوں کی چھتر چھایا بن جاتے ہیں۔۔۔!

☆......☆......☆

آفس چیئر پر آرام دہ انداز میں سالک پاشا بیٹھا تھا۔۔۔رخ میز کے مخالف سمت بڑی سی گلاس وال کی طرف تھا، جہاں سے باہر کی روشن اور تروتازہ فضا دکھائی دے رہی تھی۔۔۔آج صبح سے ہوتی ہلکی بارش نے موسم کو کافی خوشگوار کر ڈالا تھا۔۔۔اسی کا اثر تھا کہ دل بھی ترنگ میں تھا۔۔۔ویسے آگے پیچھے سالک کو ایسے موسموں سے بھی کچھ فرق نہیں پڑتا تھا مگر اب سے پہلے آگے پیچھے کوئی تھا بھی تو نہیں۔۔۔!

اس نے ذرا سا رخ پھیر کر ٹیبل سے کافی کا کپ اٹھایا اور واپس سیدھا ہو بیٹھا۔۔۔چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور ذہن میں چند گزرے پل گردش کر رہے تھے۔۔۔

"بندہ دو منٹ انتظار ہی کر لیتا ہے۔۔۔لفٹ نے مجھے باہر اگل کر آپ ہی کو نگلنا تھا پر صبر نامی شے تعویز کی صورت تھوڑی نا ملتی ہے ورنہ ہر شخص گلے میں لٹکا تو لیتا۔۔۔!"

چمکتی صبیح پیشانی پر بل ڈالے ماحور اس کے سامنے کھڑی ہاتھ نچا نچا کر کہہ رہی تھی اور وہ حیرت سے کھڑا سن رہا تھا۔۔۔سالک پاشا کے ہونٹوں کی مسکان مزید گہری ہوئی۔۔۔اس نے کافی کی ایک طویل چسکی لی اور نچلا ہونٹ ذرا سا اندر دبائے ،آنکھوں کو مست انگیز انداز میں سکوڑے وہ پھر سے اسے سوچنے لگا۔۔۔

"" اوئے ہوئے ہوئے ے ے ے! کتنے چالاک آدمی ہیں آپ۔۔۔اس بہانے میرا نمبر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔کیسی کیسی حرکتیں ایجاد ہوگئیں اور میں بس" ضرورت ایجاد کی امی ہے" والا محاورہ ہی آج تک ذہن میں بٹھائے ہوئے ہوں۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔!"

اب کے سالک کو ہنسی روکنے پر اختیار نہیں رہا تھا، اسے بہت بہت اچھا لگ رہا تھا، اس جنگلی پھول سی خوشنما لڑکی کے ہر انداز کو ذہن میں دہرانا۔۔۔کچھ الگ سا ہی احساس تھا یہ۔۔۔اس نے ایک بار پھر پلٹ کر ٹیبل سے اپنا سیل فون اٹھایا اور اگلے ہی پل سیوڈ نمبرز میں موجود اس کا نمبر نظروں کے سامنے تھا۔۔۔

" تو واقعی یہ چالاکی میں نے کر ہی لی ماحور صاحبہ۔۔۔!اگر آپ کو علم ہو جائے تو یقیناً کچا چبا جائیں گی۔۔۔!"

ایک محظوظ سا قہقہہ اس کے حلق سے برامد ہوا اور اندر آتے مومن کو چونکا گیا۔۔۔

" ہائیں۔۔۔! سر کھسک گئے۔۔۔اکیلے ہی ہنس رہے ہیں۔۔۔دادا ہوں تو یہی کہیں کہ آسیب ہو گیا لڑکے کو۔۔۔دھت تیرے کی۔۔۔!" ساتھ ہی اس نے اپنی گردن کی پشت پر ہلکی سی چپت رسید کی۔۔۔" عین دروازے پر کھڑا ہو کر بڑبڑا رہا ہے۔۔۔بیٹا مومن، کسی دن تو مرے گا۔۔۔!"

اور واقعی اس کی بڑبڑاہٹ نے سالک پاشا کو چوکنا کر دیا، اس نے ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے چئیر گھمائی اور دونوں کہنیاں ٹیبل ٹاپ پر جما کر مستفسرانہ نظروں سے مومن کو دیکھنے لگا۔۔۔کف کہنیوں تک فولڈ تھے۔۔۔لائیٹ براؤن سلکی بالوں میں مانگ دکھائی نہیں دیتی تھی۔۔۔لمبی پلکوں والی غلافی آنکھوں پر اسمارٹ سے ایش گرے گلاسز لگا رکھے تھے۔۔۔مونچھیں گھنی تھیں مگر نفاست سے ترشی ہوئی۔۔۔اور ہونٹوں کا رنگ۔۔۔مِمم! ہونٹوں کا رنگ۔۔۔

" ابے پاگل ہو گیا ہے۔۔۔مرد بن مرد۔۔۔کیا لڑکیوں کیطرح اس کے" اجزائے ترکیبی" نوٹس کر رہا ہے۔۔۔ویسے اپنا باس سالا ہے کمال۔۔۔" مومن پوری دلجمعی سے سالک پاشا کو جانچ رہا تھا لیکن شکر ہے کہ یہ بڑبڑاہٹ دل تک ہی محدود رہ گئی ورنہ سالک خود کو سالا کہنے پر مومن تراب کو لازمی ٹرمینیٹ کر دیتا۔۔۔

"یس مومن۔۔۔کم ان پلیز۔۔۔!" سالک نے کب سے کھڑے مومن کو الجھ کر اندر آنے کو کہا۔۔۔وہ سٹپٹا کر فوراً اندر داخل ہو گیا۔۔۔

"تم ٹھیک تو ہو مومن۔۔۔طبیعت صحیح نہیں لگ رہی مجھے تمہاری۔۔۔کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ۔۔۔!" وہ اپنے ہر ایمپلائی کے لیئے انتہائی کیئرنگ تھا۔۔۔

"نو نو سر۔۔۔ایم فائن۔۔۔یہ فائل مانگی تھی آپ نے کل۔۔۔وہی دینے آیا تھا۔۔۔" "راٹھور اینڈ کو" والی۔۔۔!"

"او ہاں۔۔۔!لاؤ دکھاؤ مجھے۔۔۔انفیکٹ میں تم سے کہنے والا تھا کہ آج کل میں ایک میٹنگ ارینج کرو میری ان کے ساتھ۔۔۔کچھ بہت ضروری پوائینٹس ہیں جو میں انڈر ڈسکشن لانا چاہتا ہوں۔۔۔!" سالک حیران تھا کہ اس نے میٹنگ ارینج کرنے کو کیوں کہہ دیا۔۔۔اس کے منہ سے بے ساختہ یہ بات نکل گئی تھی ورنہ کانٹریکٹ سائن ہو چکا تھا اور اب ایسا کچھ بھی نا تھا جس پر مزید بات کرنے کی ضرورت تھی۔۔۔پر کسی چہرے نے نگاہوں کے سامنے گھوم کر اس کے منہ سے یہ کہلوا دیا تھا۔۔۔مومن کی باچھیں چر گئیں تھیں۔۔۔" راٹھور اینڈ کو" کے ساتھ میٹنگ !مطلب ماحور سے ملاقات۔۔۔!

دونوں نفوس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور ایک ہی چہرے کا تصور ذہن پر چھایا تھا۔۔۔دونوں ہی لڑکیوں کے معاملے میں ہمیشہ سے جمود کا شکار رہے تھے اور اب جس پر دل آیا تھا تو شدت سے آیا تھا اور ایک ہی پر آیا تھا۔۔۔ماحور مغل بیک وقت دو دلوں کی لگامیں تھام چکی تھی مگر بے خبر تھی۔۔۔اس سوئی ہوئی شہزادی کو ان دونوں میں سے کس شہزادے کے لمس نے ہوش میں لانا تھا، یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ دونوں بڑے انہماک سے کام میں مشغول تھیں۔۔۔فرق صرف یہ تھا کہ ماحور آفس ورک میں اور ابرش فیس بک پر۔۔۔!

ماحور نے ایک مصروف سی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تو بے ساختہ مسکرا دی۔۔۔ڈھیلی ہو کر چیئر پر جھولتی وہ کسی بھی دم سو سکتی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں میں نیند بھری تھی اور ایسا ہوتا تو ایک بار پھر اس کا موبائل بہت شاندار انداز میں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر پٹاخ سے شفاف ٹائلز والے فرش پر گرتا اور اپنی کوئی ایک آدھ، چھوٹی موٹی ہڈی پسلی تڑوا لیتا۔۔۔اتنے عرصے میں اسے یہ تو اندازہ ہو گیا تھا کہ ابرش بے حد سہل ہے۔۔۔وہ ماحور کے کسی فیری ٹیل کا کردار لگتی تھی۔۔۔کوئی نرم دل شہزادی، جو مشقت

نہیں اٹھا سکتی مگر اس کا دل خلوص کا پیکر ہے۔۔۔!۔

ان دونوں میں اب کافی بے تکلفی ہو چکی تھی۔۔۔نا اب وہ اس کے لئے" میم" تھی اور نا ماحور ایک عام ایمپلائی۔۔۔بلکہ ابرش ایک آدھ بار اسے زبردستی اپنے گھر بھی لے جا چکی تھی۔۔۔ابرش کی ماما بھی منکسر المزاج ایک گھریلو عورت تھیں جن کی ہر بات کی تان ایک عام عورت کی طرح اسی بات پر ٹوٹتی تھی" ایک تو یہ میری اولاد بھی نا۔۔۔کسی کام کی نہیں۔۔۔!"

لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتی ہیں۔۔۔گو کہ" منصور راٹھور" لیئے دیئے سے مزاج کے تھے مگر بناوٹ اور ذات کا تفاخر ان میں بھی نہیں تھا۔۔۔ماحور کا دل لگتا تھا یہاں۔۔۔اسے اپنائیت محسوس ہوتی تھی۔۔۔رائنہ کے بعد ابرش بہت تیزی سے اس کے قریب ہوئی تھی تو وجہ اس کے مزاج کا دوستانہ پن اور خلوص تھا۔۔۔!

ابرش نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولے ہوئے تھی۔۔۔ماحور نے اس کی طرف سے دھیان ہٹایا اور دوبارہ سے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔جبھی اچانک ابرش اپنی سیٹ سے اچھل کر تقریباً ٹیبل کے اوپر آ گری۔۔۔ماحور اس افتاد پر سٹپٹا کر رہ گئی۔۔۔

" ہائے۔۔۔ماہی کی بچی۔۔۔مارے گئے۔۔۔آج تو ماما نے جلدی گھر آنے کا کہا تھا مجھے۔۔۔یاااار! تم یاد ہی کرا دیتی بھلا مجھے۔۔۔شام کو بہت خاص مہمان آنے ہیں۔۔۔!"

" مجھے کیا الہام ہونا تھا کہ تمہارے ہاں مہمان آنے ہیں۔۔۔اور شام میں آنے ہیں تو تم ابھی کیوں اچھلی۔۔۔؟" اس نے کڑے تیوروں کے ساتھ استفسار کیا۔۔۔

" اللہ کی بندی۔۔۔سمجھا کرو نا۔۔۔خاص۔۔۔خاص مہمان ہیں جاناں۔۔۔!" اس نے شرمانے کی بودی سی ایکٹنگ کی۔۔۔جس پر ماحور نے ناک چڑھا کر فوراً کہا

" زہر لگ رہی ہو۔۔۔خیر شکر کرو کہ تمہاری ماما تمہاری شادی کے لئے سیریسلی سوچ رہی ہیں۔۔۔مہمان بھی اسی سلسلے میں ہوں گے نا۔۔۔!"

" ہونہہ۔۔۔وہ تو میں نے خود ہی خاص کہہ کر خاص بنا لئے ورنہ ماما نے ایسا کچھ نہیں کہا۔۔۔!" وہ زمانے بھر کی یاسیت لہجے میں سمو کر بولی۔۔۔

" اچھا ویسے ہیں کون۔۔۔اور شام کو آنے والے مہمانوں کے لئے صبح کے گیارہ بجے ہی گھر چلی ہو۔۔۔سکون سے بیٹھو

ابھی۔۔۔!"

"بکواس نہیں کرو۔۔۔ماما کے لئے نا سہی ،میرے لئے یہ مہمان بہت اہم ہیں۔۔۔ابھی گھر جاؤں گی تو تیاری کرتے کرتے شام ہو جائے گی۔۔۔!"

"اچھا جی۔۔۔کیسی تیاری۔۔۔کچھ پتا بھی تو چلے۔۔۔ایسے کون سے مہمان ہیں جن کے لئے اتنی تیاری کرنی پڑے گی۔۔۔جلدی سے بتاؤ ورنہ کرتی ہوں آنٹی کو کال۔۔۔انہی سے پوچھ لوں گی میں۔۔۔!" اس کے دھمکی نما انداز پر ابرش نے اسے گھورا پھر تھوڑا آگے کو جھک کر دانستہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔۔

"سالک پاشا کا پتا ہے۔۔۔وہی پاشا انڈسٹریز کے مالک عادل پاشا کا اکلوتا بیٹا۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ہاں وہی جن کے ساتھ ہمارا کانٹریکٹ سائن ہوا ہے۔۔۔!" ماحور کو ایک دم یاد آیا، ساتھ ہی سالک پاشا کے ساتھ ہونے والا اپنا آخری ٹکراؤ بھی یاد آیا تو چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔ابرش اپنی دھن میں بتانے لگی۔۔۔

"اس کی ماما ہیں نا۔۔۔ان کی اسپیشل کال آئی میری ماما کو کہ وہ لوگ ہمارے گھر چائے پر آنا چاہتے ہیں۔۔۔چونکہ بزنس ریلیشن شپس ڈویلپ ہو چکے ہیں تو سوچا کہ گھر والوں سے بھی ملاقات ہو جائے۔۔۔اب تم خود سوچو ماہی۔۔۔کوئی ایویں تو نہیں نا آتا۔۔۔یقیناً میرا جائزہ لینے آیا جا رہا ہے لیکن میری اماں کو یہ بات کون سمجھائے۔۔۔ان کو یہی لگتا ہے کہ مجھ جیسی عقل سے پیدل کا کوئی ڈھنگ کا رشتہ آنا مشکل ہے اور اگر آیا تو گھی کے چراغ جلائیں گی۔۔۔سوچ رہی ہوں کہ گھر جاتے ہوئے ایک کلو دیسی گھی کا کین بھی لیتی جاؤں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ماما کو یہ کام کرنا پڑے گا۔۔۔!"

ماحور اس ساری بات کے دوران پوری تفصیل سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی تھی۔۔۔جو سالک پاشا کا نام لینے سے ہی چمک اٹھا تھا۔۔۔اسے دال میں کچھ کالا لگا تھا اور اس کا اظہار بھی اس نے فوراً کر دیا۔۔۔

"ساری باتیں ایک طرف۔۔۔مجھے محض یہ بتاؤ کہ کیا تم سالک پاشا میں انٹرسٹڈ ہو۔۔۔؟"

"ہائے ے ے ے ے۔۔۔لو۔۔۔ایک سو ایک فیصد۔۔۔!" وہ بھی ابرش تھی۔۔۔لگی لپٹی اسے بھی نہیں آتی تھی۔۔۔جھٹ سے اقرار کر لیا۔۔۔ماحور کھل کے مسکرائی اور بولی۔۔۔

"سوپر۔۔۔بہترین چوائس ہے۔۔۔لیکن تم کتنی گھنی ہو، مجھے اب بتا رہی ہو۔۔۔کب سے چل رہا ہے تم دونوں کے بیچ یہ سب۔۔۔ہاں بولو۔۔۔؟"

"کیا چل رہا ہے۔۔۔" وہ ہاتھ نچا کر بولی۔۔۔" خاک چلنا ہے۔۔۔وہ تو سڑی شکل والا کھڑوس انسان ہے۔۔۔اس کی تو شکل دیکھ کر میزائل خود بخود چل جائے۔۔۔اس کے علاوہ کچھ نہیں چل سکتا۔۔۔ہونہہ!" وہ چہرے کے زاویئے بگاڑتے ہوئے بولی تو ماحور کو ہنسی آ گئی۔۔۔تھا تو وہ واقعی ایسا ہی۔۔۔ایک عجب بے نیازی تھی اس کی ساری شخصیت میں۔۔۔

" چلو اب اٹھو۔۔۔جلدی کرو، چلیں اب۔۔۔" ابرش فوراً کھڑی ہو کر ضروری چیزیں سمیٹ کر دراز میں ڈالنے لگی تو ماحور حیران ہو کر بولی۔۔۔

" یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔میں کہاں چلوں اور کیوں۔۔۔!"

" تم میرے ساتھ میرے گھر چلو اور کیا۔۔۔زرامل کر اچھی سی تیاری کریں گے ہائی ٹی کی۔۔۔میری دوست ہو۔۔۔ایسے موقعے پر دوست ہی دوست کے کام آتی ہے۔۔۔چلو چلو شاباش۔۔۔!" وہ تو جیسے رشتہ ڈن کئے بیٹھی تھی۔۔۔ماحور کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کر کے دم لیا۔۔۔ویسے بھی اس کے پاس دوسرا آپشن نہیں تھا اس کی بات ماننے کے سوا۔۔۔کچھ ہی دیر میں وہ دونوں گھر کی طرف روانہ ہو چکی تھیں اور سارا راستہ ماحور، سالک نامے سے محظوظ ہوتی رہی۔۔۔ابرش کا سالک کی طرف اس قدر جھکاؤ دیکھتے ہوئے ماحور نے دل سے ان کے ملن کے لئے دعا کی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ابرش کے خوبصورت بنگلے میں حسب معمول پرسکون خاموشی گردش کر رہی تھی۔۔۔وہ بڑی آہستہ روی سے ٹف ٹائلز کی روش پر چلتی ہوئی ارد گرد کا جائزہ بھی لے رہی تھی۔۔۔دونوں اطراف بنے ہوئے وسیع و عریض لان میں دودھ جیسے سفید پنکھوں والے مور پھر رہے تھے۔۔۔یہ منظر بہت دلکش تھا۔۔۔موروں کو اسقدر قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ماحور کو ابرش کے گھر ہی ملا تھا۔۔۔ابرش تو کب کی اونچی اونچی تانیں اڑاتی اندر جا چکی تھی مگر اس کا جی کر رہا تھا یہیں لان میں سجی سفید کین کی کرسیوں میں سے ایک پر جا بیٹھے اور ان موروں کو دیکھتی رہے۔۔۔لیکن چند پل بعد ہی ابرش اسے اپنے پیچھے نا پا کر واپس آ گئی تھی اور دھکیلتی ہوئی اندر لے گئی۔۔۔اس کی ماما بڑے تپاک سے ملیں، پاس بٹھا کر اس کا ہاتھ تھام کر سب حال احوال دریافت کیا اور آخر میں تان ابرش کی نالائقیوں پر جا ٹوٹی۔۔۔وہ ایسی ہی سادہ لوح تھیں۔۔۔انہیں بس سامع درکار ہوتا تھا جیسے ہی کوئی ہاتھ لگتا، وہ خوب بولتیں۔۔۔شائد اتنے بڑے گھر میں سارا دن اکیلے، نوکروں کی فوج کے ساتھ گزار کر اوب جاتی تھیں۔۔۔ایک ہی بیٹا تھا جو ہائر اسٹڈیز کے لئے باہر تھا اور ابرش آفس میں تو ایسے میں ان کا وقت یقیناً بمشکل کٹتا ہوگا۔۔۔کبھی کبھی ماحور سوچتی تھی کہ بھلا ابرش کے پاپا کو اتنا بڑا گھر بنانے کی

کیا ضرورت تھی۔۔۔چار افراد اور چودہ کمرے۔۔۔افففف! اس کی نظروں میں اپنے گھر کے دو چھوٹے چھوٹے کمرے گھوم گئے۔۔۔آنٹی کے دکھڑے سننے کے بعد وہ ابرش کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں چلی آئی۔۔۔بہت خوبصورت اور نفیس کلر کامبینیشن سے سجا ابرش کا دلنشین کمرہ ماحور کے حواسوں پر چھا جاتا تھا۔۔۔لائٹ پنک اور سلور کا ٹچ ہر چیز میں نمایاں تھا۔۔۔فرنیچر سے لے کر پردوں تک اور کمرے کی چھت پر لگے فانوس سے لے کر قالین تک انہی دو رنگوں میں تھے۔۔۔گول مسہری پر گول طرز کا نازک سی پنک اور سلور نیٹ کا باریک پردہ تھا۔۔۔ایک سائیڈ کی پوری دیوار آئینہ سے آراستہ تھی۔۔۔اور اس شیشے کے چہار اطراف لگے چھوٹے چھوٹے اسپاٹس کی روشنی نگاہوں کو خیرہ کرتی تھی۔۔۔ماحور ہر دفعہ مبہوت ہو جاتی تھی۔۔۔اسے سچ میں یہ گمان ہوتا جیسے وہ کسی شہزادی کی خوابگاہ میں آ گئی ہو۔۔۔وہ نرم اور مخملیں کاؤچ پر ٹک گئی۔۔۔ابرش اسے بٹھا کر خود کسی کام سے باہر چلی گئی تو اس نے پیر اوپر چڑھائے اور ٹیک لگا کر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔۔۔اس کے ذہن پر غنودگی چھا رہی تھی۔۔۔کچھ ماحول کا اثر اور کچھ تھکن، وہ بڑی سہولت سے نیند میں چلی گئی اور جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ کاؤچ پر باقاعدہ لیٹی ہوئی تھی۔۔۔کچھ ہی فاصلے پر نظر آتے ڈریسنگ روم میں ابرش شیشے کے آگے کھڑی نک سک سے تیار اپنا تنقیدی جائزہ لے رہی تھی۔۔۔اسے بے دھیانی سے دیکھتے ہوئے ماحور نے اپنی کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔۔۔شام کے پانچ بج رہے تھے۔۔۔اففففف! وہ اتنی دیر سوتی رہی اور احساس تک نہیں ہوا۔۔۔ابرش نے اسے اٹھتا دیکھا تو اس کے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے بولی۔۔۔

"تم اتنے سکون سے سو رہی تھی کہ میرا جی ہی نہیں کیا تمہیں اٹھانے کو۔۔۔پھر ماما نے بھی تمہیں دیکھا تو مجھے وارننگ دے دی کہ بچی کو اٹھانا مت۔۔۔تمہارے پاؤں انہوں نے ہی اٹھا کر اوپر دھرے تھے اور سر کے نیچے کشن بھی وہی رکھ گئیں تھیں۔۔۔میں تو بس اپنی تیاری میں بزی رہی۔۔۔!" شرارت سے کہتی وہ اپنے گالوں پر بلش ان کا نیچرل شیڈ اپلائی کر رہی تھی۔۔۔ماحور کو بے حد شرمندگی نے آ گھیرا اور ایک بار پھر وہ ابرش کی ماما کی سادہ دلی کی قائل ہو گئی۔۔۔اس نے جماہی روکتے ہوئے ابرش کا جائزہ لیا تو دل میں بے ساختہ ماشاءاللہ کہا۔۔۔لائٹ براؤن اور ڈیپ ریڈ کے کنٹراسٹ میں وہ قیامت لگ رہی تھی۔۔۔کچھ وہ بے حد گوری تھی اور کچھ اندرونی خوشی نے اس کے چہرے کو تابناک بنا دیا تھا۔۔۔

"کیسی لگ رہی ہوں۔۔۔جلدی بتاؤ۔۔۔!" اس نے پورا گھومتے ہوئے ماحور سے سوال کیا۔۔۔

"اتنی حسین کہ اگر سا لک پاشا ذرا سا بھی سینس ایبل بندہ ہے تو تمہیں چاہے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔!" ماحور نے خوابناک لہجے میں جواب دیا تو ابرش خوشی سے جھومتی ہوئی اس کے قریب آ بیٹھی اور اس کے گھٹنے تھامتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔۔۔

"میرا دل رکھ رہی ہو یا سچ بول رہی ہو۔۔۔؟"

"میں سچ بول رہی ہوں کہ تمہارا دل سالک پاشا کو رکھ لینا چاہیئے۔۔۔!" اس نے بڑے سبھاؤ سے بات کو گھما کر کہا تو ابرش نے وفورِ جذبات سے اس کی پیشانی چوم لی۔۔۔ ماحور نے سٹپٹا کے اسے پرے دھکا دیا اور اٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

"بے شرم نا ہو تو۔۔۔ تمہارا دماغ واقعی آج ٹھکانے نہیں ہے۔۔۔ چلو آؤ ذرا ٹیرس پر چلتے ہیں اسے ہوا لگوائیں۔۔۔!"

اس کا اشارہ ابرش کے دماغ کی طرف تھا۔۔۔ ابرش کھلکھلا کے ہنس دی اور اسے لیئے اپنے کمرے کے آگے بنے چھوٹے سے ٹیرس پر چلی آئی جہاں چلتی ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا نے دونوں کے ہی چہروں پر مسکراہٹ کھلا دی۔۔۔ مہمان کسی بھی وقت آنے والے تھے اور ابرش کو بے چینی سے ان کا انتظار تھا۔۔۔ وہ ریلنگ سے کمر ٹیک کر کھڑی ہو گئی اور نظریں گیٹ پر جما دیں۔۔۔ جبکہ ماحور سکون سے کرسی پر ٹانگیں پسار کر بیٹھ گئ اور موسم کا لطف لینے لگی۔۔۔ چھوٹی موٹی ادھر ادھر کی باتیں کرتے ابھی زیادہ وقت نہیں بیتا تھا جب گیٹ پر ہارن کی آواز گونجی اور چوکیدار نے گیٹ پورا وا کر دیا۔۔۔ بلیک لینڈ کروزر اندر داخل ہوئی اور ابرش کو بدحواس کر گئی۔۔۔

"آ گئے۔۔۔ آ گئے۔۔۔ ماہی آ گئے وہ لوگ۔۔۔ اللہ۔۔۔ میں ٹھیک تو لگ رہی ہوں نا۔۔۔ ادھر آؤ نا تم بھی۔۔۔ آؤ تم بھی دیکھو سالک کے پیرنٹس کو۔۔۔ آؤ نا۔۔۔!"

ابرش، ماحور کو مسلسل بلا رہی تھی اور وہ تھی کہ آنکھیں موندے ہر چیز سے بے نیاز اپنے چہرے کو چھوتی ہوا کے لمس کا مزہ لے رہی تھی۔۔۔

سب سے پہلے عادل پاشا اترے اور پھر ناعمہ پاشا۔۔۔ جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے سالک کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔۔ اسے ان دونوں کو ڈراپ کر کے کلب جانا تھا۔۔۔ عادل پاشا کو کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس کام کے لئے وہ یہاں آئے ہیں اس کے لئے انہی کی مرضی اور منشاء کی ضرورت ہے نا کہ سالک کی۔۔۔ یعنی اپنی دانست میں وہ یہ بھی ضروری خیال نہی کر رہے تھے کہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے سالک سے اس کی مرضی ہی پوچھ لیتے۔۔۔ لیکن ناعمہ نے ایک بار دھیمے انداز سے اسے ساتھ اندر چلنے کی آفر کی تھی۔۔۔ جسے وہ سرد مہری سے سن کے ٹال گیا۔۔۔ وہ ایک لمبا سانس کشید کرتیں عادل پاشا کے ساتھ ملازم کی معیت میں اندر کی طرف بڑھ گئیں اور سالک نے گاڑی ریورس گیئر پر ڈال کر ہارن دینا شروع کر دیا تا کہ چوکیدار گیٹ کھول دے۔۔۔

ٹیرس پر کھڑی ابرش نے جب سالک کو گاڑی بیک کرتے دیکھا تو اس کے منہ سے صدماتی کیفیت میں یہ جملہ نکلا۔۔۔

"وہ۔۔۔وہ تو واپس جا رہا ہے ماہی۔۔۔وہ اندر نہیں آیا۔۔کیا فائدہ ہوا اس سب کا۔۔۔!" اس نے ایک مایوس نگاہ اپنے سراپے پر ڈالی۔۔۔ماحور اس کے لہجے کی نمی کو محسوس کرتی پٹ سے آنکھیں کھولتی اپنی جگہ سے اٹھ کر ریلنگ کے قریب چلی آئی جہاں واقعی سالک پاشا کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔۔۔اس کے بھی چہرے پر تاسف چھا گیا۔۔عین اسی پل سالک کی نگاہ ٹیرس پر اٹھی اور پاؤں ایک جھٹکے سے بریک پر جم گیا۔۔اس نے آنکھیں جھپک کر دوبارہ دیکھا تو تب بھی وہ دشمن جاں وہیں کھڑی ملی۔۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے جسے کئی دن اور راتوں سے سوچ رہا تھا۔۔میکانکی انداز میں اس نے اسٹیئرنگ ویل گھمایا اور گاڑی واپس پورچ میں لا کھڑی کی۔۔۔اوپر کھڑی ابرش یہ منظر دیکھ کر ایک بار پھر مارے خوشی کے ماحور کو لپٹانے لگی تھی کہ اس نے حفظ ما تقدم کے طور پر فوراً اندر دوڑ لگا دی۔۔۔ابرش بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی جس سے یہ خوشی سنبھالی نہیں جا رہی تھی کہ سالک نے اسے ٹیرس پر کھڑا دیکھ کر اپنا واپسی کا ارادہ بدل دیا تھا۔۔یعنی دل پر دستک پڑ چکی تھی، دروازہ وا ہونے کی دیر تھی بس۔۔۔محبت کا پنچھی اپنے پنکھ پھڑپھڑاتا اندر گھس کر بسیرا کر لیتا۔۔۔!

☆......☆......☆

ڈرائنگ روم میں بڑی خوشگوار فضا چھائی تھی۔۔۔کچن اور ڈرائینگ روم کے درمیان ڈائینگ روم حائل تھا پھر بھی آوازیں یہاں تک آرہی تھیں۔۔۔وہ دونوں بڑی مشاقی اور دلجمعی کے ساتھ خانساماں کی مدد سے چائے کی ٹرالی سیٹ کر رہی تھیں۔۔۔ابرش ہر دو منٹ بعد ہاتھ کا پنکھا جھلاتی اپنے حواس بحال رکھے ہوئے تھی۔۔۔ماحور نے اسے کچھ دیر بیٹھ جانے کو کہا اور خود باقی کا کام نبٹانے لگی۔۔۔اگلے چند منٹ میں وہ دونوں ڈرائنگ روم کے پردے کے پیچھے ٹرالی لیے کھڑی تھیں۔۔۔ماحور ٹرالی ابرش کے حوالے کر رہی تھی جبکہ وہ بضد کہ ماحور اس کے ساتھ اندر چلے۔۔۔اسے غصہ آگیا تو آواز دبا کر ابرش کو گھر کا۔۔۔

"تم واقعی عقل سے پیدل ہو۔۔۔وہ لوگ پر پوزل لے کر نہیں آئے ابرش۔۔۔کیوں نروس ہو رہی ہو۔۔۔خدا کے لئے جاؤ اندر ٹرالی لے کر۔۔۔اپنے آپ کو نارمل رکھو۔۔۔میں کیا اچھی لگتی ہوں لے جاتی۔۔۔!"

"پتا نہیں کیوں میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں ماہی۔۔۔مجھ میں سالک کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔۔۔شرم سی آرہی ہے۔۔۔!"

اس سے پہلے کہ ابرش اپنے دوپٹے کا کونا منہ میں لے کر چبانا شروع کرتی، ماحور نے ایک جھٹکے سے اس کو ٹرالی سمیت اندر دھکیل دیا۔۔۔مگر برا ہو اس گھڑی کا۔۔۔ابرش تو اندر گئی سو گئی، ماحور کے اسٹالر کا ٹسل حسب معمول اٹک گیا، ٹرالی کے پہیئے میں

اور الٹے قدموں ماحور بی بی بھی اندر کھنچتی چلی گئیں۔۔۔عجیب مضحکہ خیز صورتحال تھی جس نے ان دونوں کو خفت زدہ اور باقی سب کو محظوظ کر دیا تھا۔۔۔ابرش کے حلق سے بھینچی بھینچی سلام نکلی جس کا جواب بھرپور انداز میں دیا گیا۔۔۔جبکہ ماحور آنکھیں میچے ابھی تک رخ موڑے کھڑی تھی۔۔۔ابرش کی ماما نے فوراً اٹھ کر اس کی مشکل آسان کی اور اس کا اسٹالر چھڑا کر اپنے بازو کے گھیرے میں لئے سب سے مخاطب ہوئیں۔۔۔

”اس سے بھی ملیئے۔۔۔ماحور!......میری بیٹی کی بہت پیاری سہیلی۔۔۔ویسے تو یہ منصور صاحب کی فرم میں جاب بھی کرتی ہے مگر مجھے یہ ابرش کی طرح ہی عزیز ہے۔۔۔!“

ماحور نے نگاہ اٹھائی تو سیدھا سامنے بیٹھے سالک پاشا سے جا ملی جو یک ٹک اسے تک رہا تھا۔۔۔اس نے گھبرا کر نظر پھیری اور بائیں جانب ڈبل سیٹر پر بیٹھی ناعمہ پاشا سے نگاہیں جا ملیں۔۔۔یک لخت اس کے حواسوں پر بجلی سی گری تھی۔۔۔اسے اپنی بصارت پر دھوکہ سا محسوس ہوا۔۔۔لیکن نہیں، وہ جو دیکھ رہی تھی، وہ حقیقت تھا۔۔۔جان لیوا حقیقت! ناعمہ پاشا کی حالت بھی اس سے مختلف نا تھی مگر انہیں خود پر اختیار تھا۔۔۔انہوں نے جھٹ اپنے تاثرات کو کنٹرول کر کے ملائم کیا تھا۔۔۔کسی نے محسوس بھی نا کیا اور۔۔ڈرائینگ روم میں معمول کی گپ شپ شروع ہو چکی تھی۔۔۔منصور راٹھور اور عادل پاشا کے اپنے کاروباری موضوعات تھے۔۔۔ابرش، ناعمہ پاشا کے پہلو میں جا بیٹھی تھی اور ناعمہ اب اس سے اور اس کی ماما کے ساتھ محوِ گفتگو تھیں۔۔۔ماحور کو اپنا آپ اتنا ارزاں اور فالتو محسوس ہوا کہ اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔۔۔جبکہ ابھی بھی دو آنکھیں ایسی تھیں جو مسلسل اس کا حصار باندھے ہوئے تھیں مگر اسے یہاں مزید رکنے کا یارا نا تھا۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور خاموشی سے ڈرائینگ روم سے باہر نکلتی چلی گئی۔۔۔اور اس کے جانے پر سالک پاشا کے چہرے کی ساری رونق بھی ساتھ ہی چلی گئی تھی۔۔۔مگر ناعمہ پاشا کے اترے چہرے کو کوئی بھی محسوس نا کر سکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

موسم قدرے تبدیل ہو چکا تھا اور دادا کا بیشتر وقت بھی صحن میں گزرنے لگا تھا۔۔۔جب سے مومن نے کام والی ماسی شوکت کو ہی کچن کی ذمہ داری سونپ دی تھی تب سے دادا کے پاس جی جان سے فرصت ہی فرصت تھی۔۔۔ماسی شوکت آتی تو دادا پورا گیٹ چوپٹ کھول دیتے اور خود صحن کے بیچوں بیچ کرسی ڈال کر بیٹھ رہتے۔۔۔پتا نہیں ان کے دل میں کیا وسوسے تھے، شائد وہ کسی بھی محلے دار کو بات کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔۔۔دیواروں سے دیواریں ملی تھیں۔۔۔لوگ آرام سے ایک دوسرے

کے گھر جھانکا کرتے، ایسے میں دادا اپنی شرافت پر بٹہ نہیں لگوا سکتے تھے۔۔۔کام والی ماسی تو یہ امر مجبوری رکھی گئی تھی کہ اب اس کے بغیر واقعتاً گزارا نہیں تھا ورنہ دادا تو غیر عورت کی گرد بھی اپنے گھر نا آنے دیتے۔۔۔دادا کے تحفظات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی شاویز کی بھابھی نے بے حد ایماندار اور پھرتیلی کام والی لگوائی تھی۔۔۔کپڑے، برتن۔۔۔ہانڈی روٹی اور جھاڑو پوچھا۔۔۔سب کام ڈیڑھ دو گھنٹوں میں نبٹا کر چلی جاتی۔۔۔ایماندار تھی اس لئے دادا بھی اسے دو گھنٹے کے لئے فری ہینڈ دے دیتے۔۔۔شاویز تو صاف چڑاتا تھا کہ دادا، ماسی شوکت سے ڈرتے ہیں جبھی گیٹ کھول کر بیٹھ رہتے ہیں تا کہ کوئی گڑبڑ ہو تو بھاگنے کی راہ میں رکاوٹ نا آئے۔۔۔ویسے دادا کو سچ میں ماسی شوکت کے مردانہ نام پر بے حد اعتراض تھا۔۔۔اوپر سے بھاری جثے کی، وہ علیحدہ۔۔۔! دادا اکثر سوچتے کہ اسے اس کا خاوند کیسے بلاتا ہوگا۔۔۔"اوئے شوکت۔۔۔نی شوکتے۔۔۔وے شوکے۔۔۔"! اکیلے بیٹھے وہ اسی طرح کے جملوں کی پریکٹس کیا کرتے۔۔۔

ہفتے دو پہلے ہی مومن نے دادا کو اکیلے میں بڑبڑاتے سنا تو کہیں سے ایک پنجرے میں طوطے رکھوا لایا۔۔۔دادا کے ہاتھ اچھی مصروفیت آئی تھی۔۔۔سارا وقت ان سے باتیں کرتے اور سوٹی پنجرے پر مار مار کر ان سے پوچھا کرتے۔۔۔"اوئے تم میں سے طوطا کون ہے اور طوطی کون۔۔۔!" اور پھر ایک دن انہیں شاویز نے پہچان کرائی تو دادا نے چھڑی اسی کی پیٹھ پر گھمائی۔۔۔"بے غیرت! تجھے بڑا پتا ہے۔۔۔تو ان کا ماما لگتا ہے۔۔۔طوطے کے منہ والا۔۔۔میں بڈھا ہو گیا مجھے تو آج تک پتا نا چلا تُو نے کون سی ڈگری لی ہے بھلا۔۔۔!"

"ایم بی اے کی ڈگری مل جائے وہی غنیمت ہے دادا جی۔۔۔اس کام کی سند آپ ہی کے پوتے کے پاس ہے۔۔۔مومن نے مجھے بتایا تھا کہ یہ جو ہرا والا بے غیرتوں کی طرح ہلکے پیلے کے پیچھے پیچھے پھدکتا رہتا ہے نا، بس یہی طوطا ہے اور ہلکی پیلی رنگت والی طوطی ہے۔۔۔اور پلٹ کے ٹھونگے مارتی ہے تو یہ تو پکی زنانیوں والی عادت ہے۔۔۔اب بولیئے ان طوطوں کا ماما کون ہوا بھلا۔۔۔؟" شاویز آنکھیں گھما گھما کر پوری تفصیل بتا رہا تھا اور دادا ہنوز طوطوں پر غور کر رہے تھے۔۔۔انہیں اپنے پوتے کے اس قدر ایکسپرٹ ہونے پر اچنبھا ہوا تھا۔۔۔اس دن سے دادا نے اس جوڑے کی حرکات وسکنات پر پوری نظر رکھنا شروع کر دی تھی۔۔۔لیکن ایک دن صبح اٹھے تو چھوٹا سا گول انڈا ان کا خون جلا گیا۔۔۔

"بدقماش۔۔۔! لو بھلا بتاؤ۔۔۔اتنی نظر رکھی پھر بھی داؤ لگا گیا کمینہ۔۔۔!"

لیکن دادا نے پھر بڑی دیکھ بھال شروع کر دی اس انڈے کی۔۔۔انہیں اس میں سے بچہ نکلنے کا بے چینی سے انتظار

رہنے لگا۔۔۔روز کی طرح آج بھی دانہ پانی ڈال کر انڈے پر ایک نظر ڈالی تو انہیں لگا وہ ٹوٹ چکا ہے۔۔۔ان کو افسوس ہوا۔۔۔تاسف سے سر ہلاتے پنجرے کے پاس سے ہٹے تھے کہ مومن اندر سے گیلے بالوں کو تولیے سے پونچھتا ہوا باہر نکلا۔۔۔

"کیا صورتحال ہے دادا۔۔۔آپ کے پوتے نے اس دنیا میں آنکھ کھولی یا نہیں۔۔۔!" گیلے تولئے کو تار پر ڈال کر وہ پنجرے کے پاس آیا اور مذاق اڑاتا ہوا بولا۔۔۔جس طرح دادا دن رات اس اکلوتے انڈے کا دھیان رکھے ہوئے تھے، مومن نے ازراہ مذاق اس انڈے میں سے نکلنے والے بچے کو دادا کا ہونے والا پوتا کہنا شروع کر دیا تھا۔۔۔وہ چڑ جاتے تھے اور پھر دونوں میں کمال کی جنگ چھڑتی۔۔۔

"ٹوٹ چکا ہے انڈہ۔۔۔کہا تھا نا زیادہ مت دیکھو، ٹوٹ جائے گا۔۔۔وہی ہوا!" دادا نے افسوس سے کہا تو مومن لاپرواہی سے شانے اچکاتے ہوئے بولا

"ہمممم۔۔۔اگر یہ آنڈا اوٹ گیا ہے تو ہم اسے فرائی کریں گے یا آملیٹ ٹھیک رہے گا۔۔۔!"

"خاگینہ زیادہ اچھا بن سکتا ہے۔۔۔تھوڑا سا شاویز کے گھر بھی بھجوا دینا، اتنا زیادہ ہم دونوں کیسے کھا پائیں گے بھلا۔۔۔!" دادا کی چڑچڑاہٹ عروج پر تھی۔۔۔" اور تم اسے میرا پوتا کہنا بند کرو۔۔۔میں نے کبھی تمہیں جتایا ہے کہ تمہاری تھوتھنی آسٹریلین طوطے سے ملتی ہے۔۔۔نہیں نا۔۔۔تم بھی یہ بکواس بازی بند کرو کیونکہ سب میرے پوتے کے حوالے سے تمہیں جانتے ہیں۔۔۔بات ذرا سی نکلی تو کسی نے آ کر اصل بات جاننے کی کوشش نہیں کرنی لیکن تم جدھر سے بھی گزرو گے نا محلے سے تو "طوطا ای اوئے" کی آوازیں کسیں گے سب تم پر۔۔۔!"

مومن نے حیرت سے پلٹ کر دادا کو دیکھا۔۔۔پھر جانچتی نظریں ان پر مسلسل جماتا ان کے قریب ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔۔۔دونوں کہنیاں گھٹنوں پر رکھیں اور مٹھیاں ٹھوڑی کے نیچے جماتے ہوئے بولا

"کیا معاملہ ہے۔۔۔اداس ہیں یا غصہ ہیں۔۔۔؟"

"بے زار ہوں۔۔۔!"

"کس سے۔۔۔؟"

"زندگی سے۔۔۔!"

"اچھا جی۔۔۔کیا بیاہ رچانا چاہتے ہیں؟"

"ہاں ۔۔۔لیکن تیرا۔۔۔!"

"میرا ہی رچا لیجیے لیکن لڑکی تو ملے کوئی۔۔۔!"

"بکواس مت کرو۔۔۔لڑکی ہے۔۔۔تم سامنے لاؤ اب اسے۔۔۔!"

"پرکھتوں ں ں ۔۔۔! آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں نے اپنے کمرے میں چھپا رکھی ہے اور ابھی آواز دوں گا تو وہ چھم چھم کرتی باہر آجائے گی۔۔۔کیا دادا آپ بھی نا۔۔۔!"

"کمرے میں نہیں، تمہارے موبائل میں چھپی ہے۔۔۔مجھے خود شاویز نے بتایا۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

"یہ شاویز کا بچہ بھی ایک نمبر کا خبیث ہے دادا۔۔۔بڑا آیا جاسوس۔۔۔اتنی ہمت کب سے ہوگئی اس میں کہ میرا سیل چیک کر کے بتائے کہ اس میں لڑکی ہے۔۔۔ہونہہ۔۔۔ویسے تو جوس کے خالی ڈبے کا پٹاخا بجا دو تو کومے میں چلا جائے وہ۔۔۔اور یہاں مجھ سے پنگے لینے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ۔۔۔!"

"وہ کوئی پنگے نہیں لے رہا تم سے۔۔۔میں نے ہی اسے معلوم کرنے کو کہا تھا۔۔۔تب اس نے مجھے بتایا کہ تمہارا کسی لڑکی سے چکر ہے اور تم اس سے باتیں کرتے ہو۔۔۔اب بند کرو یہ ڈرامے بازی اور مجھے سیدھی طرح اس کے گھر لے کے چلو۔۔۔میں بات کروں اس کے ماں باپ سے۔۔۔!"

"مجھے پہلے لڑکی سے تو بات کر لینے دیں۔۔۔!" وہ بگڑ کے بولا تو دادا چمک کر تالی بجاتے ہوئے بولے۔۔۔

"یہ بات۔۔۔! دیکھا دیکھا۔۔۔ہے نا لڑکی۔۔۔!"

"ہے دادا۔۔۔لیکن وہ ڈان ٹائپ کی ہے۔۔۔مطلب یہ کہ۔۔۔وہ اتنی روڈ ہے کہ میں آج تک اسے کچھ بھی اس حوالے سے کہہ نہیں سکا۔۔۔وہ تو عام حالت میں ہتھے سے اکھڑی رہتی ہے، اگر میں نے اس سے رشتے کی بات کر دی تو میری گردن مار دے گی۔۔۔!"

"تو تم کیوں کرو گے بے غیرت۔۔۔!" دادا کو تاؤ آیا، ساتھ چھڑی کی نوک بھی چبھوئی۔۔۔" دادا مر گیا ہے کیا۔۔۔میں کروں گا۔۔۔تم بس مجھے اس کا اتا پتا دو۔۔۔باقی میرا کام ہے۔۔۔!"

"لیکن دادا ایک پرابلم ہے۔۔۔!" وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔۔۔

"اس کے چار بہن بھائی ہیں۔۔۔اس سے چھوٹے۔۔۔!"

"تو۔۔؟" دادا نے بھنویں اچکائیں۔۔" ہم نے گود لینا ہے کیا انہیں۔۔!"

"وہ ان کی کفالت کرتی ہے دادا۔۔اسی نے سارے گھر کا خرچ اٹھایا ہوا ہے۔۔!"

"ہممم۔۔!" دادا سوچ میں پڑ گئے، چند پل بعد بولے۔۔" چلو دیکھ لیں گے اس مسئلے کو بھی۔۔رشتہ تو لے کے جائیں ہم۔۔!"

"ایک اور بات بھی ہے دادا۔۔!" اب کے آواز مزید دھیمی ہو گئی اور دادا مشکوک ہو کر اسے دیکھنے لگے

"وہ۔۔وہ ماحور کے بابا نشئی ہیں۔۔!"

"ماحور کون۔۔؟" دادا نے پوچھا

"وہ لڑکی۔۔!"

"اور نشئی کون۔۔؟"

"اس کے بابا۔۔!"

"اوہ تو تجھے ساری دنیا میں نشئی کی بیٹی ہی ملی تھی بے غیرت۔۔اب اگر میں رشتہ مانگنے جاتا ہوں تو کیا بھروسہ اس نشئی کا کہ ہاتھ میں چرس سے بھرا سگریٹ پکڑے آئے اور باہر کا رستہ دکھائے......حد ہو گئی تیرے والی بھی مومن۔۔جب متھا لگاتا ہے بروں سے ہی لگاتا ہے۔۔"

"اب میں نے سوچ سمجھ کے تو متھا نہیں لگایا تھا نا دادا......ورنہ جتنی نک چڑھی اور مزاج دار لڑکی ہے نا......اسے تو کوئی منہ نا لگائے......متھا تو بعد کی بات ہے ......" وہ دادا کی گھوری سے بے نیاز بے تکان بول گیا......دادا نے کھنکھار کے" حد ادب" کا سگنل دیا تو مومن اپنی کھسیاہٹ چھپاتے ہوئے کہنے لگا

"اچھا چلیں۔۔رشتہ بھی لے جائیں گے، پہلے مجھے اس سے بات کر لینے دیں۔۔مین نہیں چاہتا کہ آپ جائیں تو آگے سے کوئی نامناسب بات ہو جائے۔۔!"

"ٹھیک ہے۔۔تمہارے پاس تین دن کا وقت ہے،لڑکی تک مرضی پہنچاؤ ورنہ میری مرضی پر سر جھکاؤ۔۔یہ مت سمجھنا کہ میں اب تمہیں ڈھیل دوں گا۔۔اگر میں شاویز سے یہ پتا کروا سکتا ہوں نا کہ تم اج کل کن چکروں میں پڑے ہو تو اس لڑکی کے گھر کا پتا بھی کروا سکتا ہوں۔۔!" دادا اسے چھڑی لہرا کر وارننگ دیتے اٹھ کر اندر جانے لگے۔۔مومن نے سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا

۔۔۔دادا واپس مڑے ۔۔۔وہ ہڑ بڑا کر سیدھا ہو کر دادا کی شکل دیکھنے لگا۔۔۔

"ایسے ماتمی انداز میں مت بیٹھو، جا کر لڑکی کی ماں سے بات کرو۔۔۔کم از کم وہ تو سمجھ دار خاتون ہوں گی۔۔۔سبھاؤ سے بات کریں گی۔۔۔!"

"ان سے بات کرنے کے لئے اگلے جہان کا ٹکٹ کٹانا پڑے گا دادا۔۔۔فوت ہو چکی ہیں وہ۔۔۔!"

"میرا دل تو کر رہا ہے کہ جوتے مار مار کر تیرا سر پولا کر دوں۔۔۔کیسا لُنڈا اُچا خاندان ڈھونڈا ہے تم نے۔۔۔خدا کا واسطہ ہے مومن۔۔۔!" اانہوں نے با قاعدہ ہاتھ جوڑے۔۔۔"لڑکی کو منا۔۔۔باقی میں سنبھال لوں گا۔۔۔اب بس اتنا ہی کر۔۔۔!"

اور مومن ان کی بات پر تابعداری سے سر دھننے لگا۔۔۔

"اور سن۔۔۔!" دادا کو پھر کچھ کہنا یاد آیا۔۔۔" یہ انڈا تو اب ٹوٹ گیا ہے۔۔۔نکال کر فرائی ہی کر کے دے دے مجھے۔۔۔!"

مومن نے اپنا بالائی ہونٹ" ہیں" کہتے ہوئے اوپر چڑھایا اور بے ساختہ اٹھ کر پنجرے کے پاس گیا۔۔۔چھوٹا سا پچکا ہوا انڈا اس کا دل خراب کر گیا۔۔۔اونچی آواز سے" یخ "کہا اور پلٹ کے دادا کو دیکھا۔۔۔وہ اندر جا چکے تھے۔۔۔ایک لمبی سانس پھیپھڑوں میں بھر کر وہ واپس پنجرے کو دیکھنے لگا۔۔۔

" پتا نہیں ان میں سے طوطی کون سی ہے۔۔۔ہوسکتا ہے یہ ہرے والی طوطی ہو جو ہلکے پیلے والے طوطے کے پیچھے پڑی ہو۔۔۔بے شرم نا ہو تو۔۔۔کیسی شتر بے مہار ہے۔۔۔خود ہی پھدک پھدک کے طوطے کے پیچھے جاتیں ہیں پھر کہتی ہیں طوطے بدمعاشی کرتے ہیں۔۔۔حد ہے ویسے۔۔۔!" وہ بڑی عرق ریزی کے بعد یہ تجزیہ نکالنے میں کامیاب ہوا تھا کہ طوطی نے ہی طوطے کو پھنسایا ہے۔۔۔لیکن دماغ مسلسل اسی مسئلے میں الجھا تھا کہ وہ ماحور کو کیسے پھنسائے۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ غائب دماغی کے ساتھ ایل ای ڈی کی بڑی سی اسکرین کی طرف متوجہ تھیں۔۔۔جہاں ایک سیاسی پروگرام کی ہوسٹ چنگھاڑ چنگھاڑ کر بلائے گئے مہمانوں کا موقف رد کر رہی تھی۔۔۔عادل پاشا ایسے پروگرامز کے شوقین تھے اور وہ ان کا ساتھ دینے پر مجبور۔۔۔! صرف ایک سالک کی ذات تھی جو اپنے باپ کے شوق کے آگے اپنی مرضی کھڑی کر سکتا تھا۔۔۔مگر ایک عرصہ ہوا اس نے یہ عادت ترک کر دی تھی۔۔۔ناعمہ جانتی تھیں کہ وہ ان کے وجود سے خوش نہیں اور انہی کی وجہ سے وہ عادل پاشا سے بھی دور رہو

چکا تھا لیکن وہ ایسی بند گلی میں کھڑی تھیں جس کے آگے تو راستہ بھلے بند تھا مگر وہ پلٹ بھی نہیں سکتی تھیں۔۔۔ مسلسل ٹکٹکی باندھے رکھنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں یکدم نمی سی اتر آئی جسے انہوں نے مہارت سے چھوٹی انگلی کی پور پر سمیٹ لیا۔۔۔عادل پاشا جو آرام دہ اور کشادہ صوفے پر نیم دراز تھے، انہوں نے ذرا سا اٹھ کر شیشے کی خوبصورت سینٹرل ٹیبل سے سگار کا کیس پکڑا اور ایک سگار نکال کر اسے سلگایا۔۔۔اس سارے عمل میں ان کی نگاہیں مسلسل ناعمہ پر جمی تھیں۔۔۔وہ ان کے چہرے کو پڑھ رہے تھے۔۔۔ بلاشبہ انہیں اس کام میں بھی مہارت حاصل تھی۔۔۔لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے، سالک سیڑھیاں اترتا نیچے آیا۔۔۔نیوی بلیو شرٹ کے ساتھ چاکلیٹ براؤن پینٹ میں وہ بہت کیثوّل لگ رہا تھا۔۔۔عادل پاشا نے ایک بھرپور نظر اپنے ہینڈسم بیٹے پر ڈالی تو سینے میں سرور سا دوڑ گیا۔۔۔وہ سیدھے ہو بیٹھے۔۔۔خانساماں شام کی چائے اور لوازمات کی ٹرالی دے گیا تو ناعمہ سلیقے سے کپوں میں چائے انڈیلنے لگیں۔۔۔ایک سرسری نظر انہوں نے بھی سالک پر ڈالی تھی اور زیرلب ماشاءاللہ کہا تھا۔۔۔بس اس سے زیادہ کا حق وہ نہیں رکھتی تھیں۔۔۔

"کدھر کی تیاری ہے پرنس۔۔۔!" عادل پاشا نے محبت سے بیٹے سے پوچھا۔۔۔سالک مسکراتا ہوا قریب آیا اور قریب ہی صوفے پر ٹک گیا مگر انداز میں عجلت تھی۔۔۔دائیں ہاتھ کی انگلی میں گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے بولا۔۔۔

"شیرازی آیا ہوا ہے نیویارک سے ابی۔۔۔ایک ہفتہ ہو گیا مگر ملنے نہیں جا سکا۔۔۔آج سب دوستوں کو اکٹھا کیا ہے اس نے۔۔۔بس اسی کی طرف جا رہا ہوں۔۔۔!"

"ہممم۔۔۔دیٹس گڈ۔۔۔اس کے باپ کو میرا اسلام کہنا اور میسیج دینا کہ کلب میں ملے۔۔۔!"

وہ اثبات میں سر ہلاتا اٹھنے لگا تو عادل پاشا فوراً بولے۔۔۔

"ارے ایک منٹ بیٹھو یار۔۔۔باپ سے بھی چار باتیں کر لیا کرو۔۔۔!"

سالک مسکراتا ہوا واپس بیٹھ گیا۔۔۔انداز ہمہ تن گوش والا تھا۔۔۔عادل پاشا نے ناعمہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھاما، جو ہمیشہ کی طرح منظر سے اجنبی سی کر دی گئیں تھیں اور محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔

"تمہیں یاد ہے سالک۔۔۔ یہ وقت ہم دونوں کا صرف ہم دونوں کے لئے ہوتا تھا۔۔۔یہاں تک کہ جب تمہاری مما زندہ تھیں تو انہیں بھی ہم لفٹ نہیں کرواتے تھے اور وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر اپنی نٹنگ باسکٹ پاس رکھے مسلسل بڑبڑاے جاتی تھیں۔۔۔خانساماں ہمارے لئیے چائے اور اسنیکس لا لا کر بوکھلا جاتا تھا۔۔۔کیرم کی بازی اور شطرنج کی چالیں۔۔۔میں بہت

مس کرتا ہوں سالک۔۔۔!" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولتے ماضی میں سفر کر رہے تھے، سالک بھی چند پل کو سب کچھ بھلائے ان کے ہمراہ ہولیا تھا۔۔۔دونوں کے ہونٹوں پر خوشگوار یادوں نے مسکان بکھیر دی تھی۔۔۔لیکن یہ محض چند پل کی بات تھی۔۔۔ماں کی یاد آتے ہی سالک کے لب سکڑ گئے تھے اور نظریں بے ساختہ ناعمہ کی جانب اٹھیں تھیں۔۔۔اس کی شکوہ کناں نگاہوں کو محسوس کر کے چائے کا کپ ان کے ہاتھ میں لرزا تھا۔۔۔وہ اب تک اس معاملے میں مجرم گردانی جاتی تھیں جس میں ان کا سرے سے قصور ہی نہیں تھا۔۔۔انہوں نے دھیان بٹانے کے لئے ٹیبل پر رکھا میگزین اٹھالیا اور بڑے انہماک سے اسے دیکھتی ہوئیں چائے کے سپ لینے لگیں۔۔۔

" وقت گزرتا ہے تو طبیعت اور مزاج بھی تبدیل ہو جاتے ہیں ابی۔۔۔مما چلی گئیں تو اپنے ساتھ سب شوق بھی لے گئیں۔۔۔چلیں خیر۔۔۔کبھی لگالیں گے بازی بھی۔۔۔فی الحال تو آپ کہیں، کیا کہنا ہے۔۔۔!"معنی خیز جملہ کہہ کر اس نے باپ کی توجہ دوسری جانب مبذول کروائی تھی۔۔۔ساتھ ہی ساتھ کلائی پر بندھی ریسٹ واچ کو بھی دیکھا۔۔۔

" مجھے منصور راٹھور کا گھرانہ بہت پسند آیا ہے۔۔۔کاروباری تعلق کو رشتے داری میں بدلنے کا فیصلہ کیا ہے میں نے۔۔۔!"

"کیا مطلب۔۔۔میں نہیں سمجھا۔۔۔!" سالک نے ناسمجھی سے باپ کے چہرے کو جانچا۔۔۔عادل پاشا نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا اور بلکل سیدھے ہو بیٹھے۔۔۔ناعمہ کے بھی کان کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔

"مطلب یہ مائی سن۔۔۔کہ مجھے منصور راٹھور کی بیٹی ابرش بہت پسند آئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس سے تمہاری شادی ہو۔۔۔سمپل۔۔۔!" جتنے آرام سے عادل پاشا نے ساری بات کہہ سنائی تھی اتنے آرام سے ہی چند لمحوں کے توقف سے سالک پاشا کا جواب ان کی سماعت سے ٹکرایا۔۔۔

" نو۔۔۔اٹس ناٹ دیٹ سمپل ابی۔۔۔! مجھے ہرگز بھی ابرش سے شادی نہیں کرنی۔۔۔میں اس میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔۔۔!

ہو بہو ایسے ہی جواب کی توقع ناعمہ کر رہی تھیں اس سے اور ہو بہو ویسے ہی ردعمل کی امید انہیں عادل پاشا سے تھی جو انہوں نے اس کا جواب سن کر دیا تھا۔۔۔

" میں نے پوچھا نہیں ہے بیٹا۔۔۔بتایا ہے۔۔۔اگر میں پوچھا کرتا تو بہت سے لوگ وہاں نہیں ہوتے، جہاں وہ ہیں۔۔۔میری بات کا مطلب بھی سمجھ ہی گئے ہو گئے سالک۔۔۔!" سالک بخوبی سمجھ گیا تھا اور ایک سرد سی نگاہ ناعمہ کے خاموش

وجود پر پڑی تو ان کے کانوں کی لو ویں تک خفت سے سرخ ہو گئیں۔۔۔یہ اشارہ انہی کی طرف تھا۔۔۔انہیں کبھی بھی ان باپ بیٹے کا موضوع گفتگو بننا پسند نہیں تھا۔۔۔وہ جلدی جلدی چائے کے گھونٹ بھرنے لگیں۔۔۔ان کا ارادہ منظر سے غائب ہونے کا تھا۔۔۔

"یہی آپ کو سمجھانا چاہ رہا ہوں ابی کہ یہ میری زندگی ہے اور اس میں میں اپنی مرضی کے لوگ شامل کروں گا۔۔۔!" باپ بیٹا آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے۔۔۔لہجے سرد اور چہرے پرتپش تھے۔۔۔" اور جسے میں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں وہ بھی وہیں تھی۔۔۔ماحور نام ہے اس کا۔۔۔ابرش کی فرینڈ اور ان کی کمپنی کی ایمپلائی ہے۔۔۔بس وہی میری پسند ہے اور اسی سے میری شادی ہوگی۔۔۔اور آپ مجھے بھی جانتے ہیں کہ میں تو نا پوچھا کرتا ہوں اور نا بتاتا ہوں، بس کر گزرتا ہوں۔۔۔!" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ناعمہ کا سر بری طرح سے چکرایا تھا، انہوں نے فوراً کپ ٹیبل پر رکھا اور پھٹی پھٹی نظروں سے سالک کو دیکھے گئیں مگر وہ متوجہ نہیں تھا۔۔۔اس نے کوکیز جار سے ایک ککی نکالا اور چھوٹی سی بائٹ لیتے ہوئے بولا۔۔۔" میں چلتا ہوں اب۔۔۔بہت دیر ہوگئی۔۔۔آپ کو اگر ماحور کا ایڈریس وغیرہ چاہئے ہوا تو مجھ سے کہئے گا، میں دے دوں گا۔۔۔آخر رشتہ لے کر تو آپ ہی کو جانا ہے۔۔۔چلتا ہوں۔۔۔سی یو۔۔۔بائے۔۔۔!"

وہ چلا گیا اور عادل پاشا سلگتی نظروں سے اس کی پشت دیکھتے رہ گئے۔۔۔جبکہ ناعمہ کی حالت مسلسل غیر ہو رہی تھی۔۔۔یہ بس وہ جانتی تھیں کہ سالک کی پسند انہیں کس مصیبت سے دوچار کرنے والی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

"اس اسٹوپڈ سے پوچھو رائنہ۔۔۔!اسے ہوا کیا ہے۔۔۔تین دن ہو گئے اسے آفس سے لیو لئے ہوئے۔۔۔کالز کر کر کے میں تھک گئی، لیکن مجال ہے جو اس لڑکی نے ایک بھی کال اٹینڈ کی ہو۔۔۔اس دن کی جو یہ میرے گھر سے ایک دم فرار ہوئی ہے یقین مانو آج شکل دکھ رہی ہے اس کی۔۔۔وہ بھی گھر سے اغواء کرنا پڑا ہے ورنہ یہ تو ایسے منہ چھپا کے بیٹھی ہے جیسے مایوں کی دلہن ہو۔۔۔!"

ابرش تیز تیز بولتی ماحور کے لتے لے رہی تھی اور اتنی ہی تیزی سے اس کا اسٹرا مسلسل سلش سے بھرے گلاس میں گھوم رہا تھا۔۔۔جبکہ ماحور گھُسی بیٹھی ٹیبل پر نظریں جمائے بہت پژمردہ سی دکھ رہی تھی۔۔۔رائنہ نے ایک لمبا سپ لے کر اس کے چہرے کی طرف نظر کی اور بھانپ گئی کہ وہ وجہ نہیں بتائے گی یا پھر کم از کم ابرش کے سامنے نہیں بتائے گی۔۔۔اتنے عرصے کی دوستی میں وہ اس کے مزاج کے کئی پہلو جان چکی تھی۔۔۔مارے باندھے ساتھ آچکی ماحور کو ابرش نے زبردستی گھر سے پکڑ کر گاڑی میں ڈالا

تھا اور ساتھ رائنہ کو بھی گھسیٹ لائی۔۔۔اب اس مال کے فرسٹ فلور کے فوڈ کارنر کی قدرے سائیڈ ٹیبل پر بیٹھیں ان تینوں کے آگے سلش کے فل سائز گلاسز رکھے تھے جنہیں ابرش اور رائنہ تو پوری دلجمعی سے ڈکار رہی تھیں لیکن ماحور نے اپنے گلاس کو چھو کر نہیں دیکھا تھا۔۔۔اس کی ذہنی حالت اس دن سے مخدوش تھی، جس دن سے وہ ابرش کے ہاں سے واپس گھر لوٹی تھی۔۔۔واپسی کا یہ سفر اس نے کس طرح طے کیا تھا، اسے یہ تو یاد نہیں تھا پر گیٹ کھلتے ہی سیف کے گلے لگ کر وہ جس طرح پھپک پھپک کر روئی تھی، وہ اسے ضرور یاد تھا۔۔۔سیف نے بمشکل اسے خود سے لگائے بستر تک پہنچایا تھا اور بڑی محبت سے اس کا سر سہلاتے ہوئے اسے لٹا دیا تھا۔۔۔نا کچھ پوچھا نا کریدا، کیونکہ وجہ وہ بخوبی جان گیا تھا۔۔۔اور پھر جب تک ماحور سو نا گئی، وہ اس کے پاس سے ہلا تک نہیں تھا۔۔۔ریان، زونی اور جنت کو بھی اس نے خود ہی کھانا گرم کر کے کھلا دیا تھا۔۔۔اگلے دن ماحور کی طرف سے سیف نے آفس لیو بھجوا دی تھی۔۔۔لیو دو دن کی تھی اور آج تیسرا دن تھا ماحور کو آفس گئے ہوئے۔۔۔اور اب ابرش کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا اسی لئے آج وہ گھر پہنچ کر اسے زبردستی ساتھ کھینچ لائی تھی۔۔۔وہ کڑے تیوروں سے ماحور کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

"اب منہ سے کچھ پھوٹو گی ماہی یا نہیں۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔!" جواب رائنہ کی طرف سے آیا تھا۔۔۔

"وجہ۔۔۔؟" ابرش کا جارحانہ انداز۔۔۔

"ایویں۔۔۔!" رائنہ کا ڈھیلا سا جواب۔۔۔

"یار میرا دماغ مت گھماؤ۔۔۔ایک تو میں پہلے ہی بہت ٹینس ہوں اپنی نا ہونے والی شادی کو لے کر۔۔۔اوپر سے تم لوگ مجھے مزید ستا رہی ہو۔۔۔!" ابرش روہانسی ہوتی ہوئی اس انداز میں بولی کہ۔۔۔رائنہ کو بھرے منہ کے ساتھ بری طرح سے ہنسی آئی اس نے ہاتھ کے اشارے سے پہلے ابرش کو سامنے سے اٹھایا۔۔۔وہ ناسمجھی سے اسے دیکھتی ایک سائیڈ پر ہو گئی۔۔۔رائنہ کے منہ سے سلش کا فوارہ سا نکلا جو سیدھا اس چیئر کی بیک پر پڑا، جہاں محض چند پل پہلے ابرش تھی۔۔۔اس حرکت پر بے ساختہ ماحور کے ہونٹ کھلکھلائے تھے۔۔۔

"آخ۔۔۔تم۔۔۔تم۔۔۔رائنہ کی بچی۔۔۔اگر چار سیکنڈ کی بھی دیر ہو جاتی نا مجھے یہاں سے اٹھنے میں، تو یہ دھار مجھ پر وار دیتی تم۔۔۔ایڈیٹ۔۔۔!" ابرش بے یقینی سے گیلی چیئر کو دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔

"تبھی تو تمہیں پورے چار سیکنڈ پہلے ہی اشارے سے اٹھا دیا میں نے پاگل۔۔۔اوپر سے باتیں سنا رہی ہو۔۔۔چلو اسی

بہانے ماہی تو ہنسی۔۔۔!" رائنہ نے ابرو سے ماحور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔اسی اثناء میں ابرش پچھلی ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ چکی تھی، یہ دیکھے بغیر کہ ایک موٹی سی آنٹی اسی کرسی پر بس تشریف رکھنے ہی والی تھیں مگر عین وقت پر انہیں پتا چل گیا کہ کرسی کی جگہ اب محض خلا ہے اور گرنے سے بچ گئیں۔۔۔

"اب اس سے یہ بھی پوچھو نا کہ اسے آخر تکلیف کیا ہوئی تھی جو بنا بتائے اس دن میرے گھر سے یوں بھاگی جیسے بھوت دیکھ لئے ہوں۔۔۔شائد یہی بات اس کھڑوس سالک کو بری لگی جبھی پانچ منٹ بعد وہ بھی چلا گیا۔۔۔!" منہ بسور کر کہتی وہ بہت معصوم لگ رہی تھی۔۔۔ماحور نے رشک سے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر پریشانی کی کوئی لکیر نمایاں نہیں تھی۔۔۔پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔۔۔

"ریان کا ٹیکسٹ آگیا تھا۔۔۔" فوراً گھر پہنچو۔۔۔ورنہ بابا سارا گھر بیچ دیں گے۔۔۔" بس اسی لئے جلدی میں کچھ بھی بتائے بغیر گھر آنا پڑا۔۔۔!"

اس کے جواب پر ابرش نے ناسمجھی سے اور رائنہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔وہ اس قدر ذہنی پراگندی کا شکار تھی کہ یہ تک بھول گئی کہ ابرش کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے بابا جوئے کی لت میں مبتلا ہیں۔۔۔اگر وہ کرید کرے تو کیا کہے گی۔۔۔وہ تو بھلا ہو ابرش کا جو بات کی گہرائی میں جانے کی زحمت کبھی کرتی ہی نہیں تھی اس لئے ناسمجھی سے کاندھے اچکا دیئے۔۔۔اور اب اس کی موٹر اسٹارٹ ہو چکی تھی، ہر بات میں اسی دن کا تذکرہ تھا۔۔۔رائنہ نے ماحور کے چہرے کی طرف دیکھا جو اذیت سے بھنچا ہوا تھا۔۔۔

"اُفففففف رائنہ۔۔۔! گریس تو اس شخص پر ختم ہے۔۔۔ماما کو تو سالک پاشا کی پرسنالٹی ایز اے ہول بہت اچھی لگی ہے۔۔۔اور اوپر سے اس کی مدر۔۔۔یعنی میری ہونے والی ساس۔۔۔" وہ شرمانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔۔۔" ہائے ے ے ے ے! قسم سے۔۔۔اس عمر میں اتنی کمال دِکھتی ہیں، جوانی میں کیا غضب ڈھاتی ہوں گی۔۔۔مجھے تو حسرت ہوئی کہ کاش میں بھی ان کی عمر میں پہنچ کر ایسی ہی خوبصورت دِکھوں۔۔۔!"

"یار ابرش۔۔۔!" رائنہ نے اسے بیچ میں ٹوکا۔۔۔" اتنی لمبی بات بغیر کچھ کھائے پیئے ہضم نہیں ہو رہی۔۔۔اور پھر تمہارا یہ سالک نامہ سننے کے لئے انرجی کی ضرورت ہے۔۔۔لہذا پہلے کچھ کھلاؤ پھر سناؤ۔۔۔!" رائنہ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ منہ بناتی اٹھ کر کاؤنٹر پر برگر لینے چلی گئی۔۔۔وہ انہیں ساتھ زبردستی لے کر آئی تھی، اس لئے نخرے بھی اسے ہی دیکھنے تھے۔۔۔اس کے جاتے ہی رائنہ نے ماحور کا اکڑا ہوا ٹھنڈا ہاتھ تھاما اور پیار سے پوچھا۔۔۔

"کیا تم نے انہیں دیکھا ہے ماہی۔۔۔؟ کیا سالک پاشا انہی کا بیٹا ہے۔۔۔؟"

"نہیں ہے۔۔۔نہیں ہے وہ ان کا بیٹا۔۔۔کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔کیا بیٹا کہہ دینے سے کوئی اولاد ہو جاتا ہے۔۔۔؟" وہ ایک دم تیز آواز میں بولی تو رائنہ نے اس کا ہاتھ نرمی سے دباتے ہوئے کہا۔۔۔

"کول ڈاؤن ماہی۔۔۔ہم پبلک پلیس پر ہیں۔۔۔!"

"مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔۔۔میں کسی کو جواز دینے کی پابند نہیں۔۔۔مجھے تو اپنے زندہ رہنے کا جواز سمجھ نہیں آتا رائنہ۔۔۔کیا۔۔۔کیا وہ سب ذمہ داریاں میری تھیں جنہیں میں نے نبھایا۔۔۔کیا اس بات کا کسی کے پاس کوئی جواز ہے۔۔۔!" آنسو قطرہ قطرہ بہہ نکلے۔۔۔رائنہ نے تاسف سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا۔۔۔لائٹ گرے آنکھیں آنسوؤں سے بھری اس قدر قیامت خیز لگ رہی تھیں کہ کوئی اور وقت ہوتا تو خود رائنہ ہی اسے چھیڑے بنا نہ رہتی۔۔۔مگر وہ حالات کی ستائی ہوئی تھی، کوئی خوش کن بات بھی اسے زیادہ دیر تک خوش نہیں کر پاتی تھی۔۔۔اس نے بے دردی سے آنسو صاف کیئے اور التجائیہ لہجے میں رائنہ سے کہا۔۔۔

"پلیز۔۔۔مجھے اس وقت اکیلا چھوڑ دو۔۔۔میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں، مجھے مرمت کی ضرورت ہے جو میں خود ہی کر سکتی ہوں۔۔۔تم پلیز ابرش کو سمجھا لینا۔۔۔اور اسے کہنا صبح میں آفس آؤں گی۔۔۔!" اتنا کہہ کر اس نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور مڑ کر ناک کی سیدھ میں چلتی چلی گئی۔۔۔اس کی پشت کو تکتے ہوئے رائنہ مسلسل سالک پاشا اور اس کے گھر والوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔۔ابھی اسے ابرش کو ماحور کے واپس جانے کی ٹھوس وجہ بھی بتانی تھی ورنہ وہ ہرگز پیچھا نا چھوڑتی۔۔۔سلش کے تقریبا خالی گلاس میں اسٹرا گھماتے ہوئے اس نے اپنی نظریں وہاں جما دیں جہاں سے ابرش ہاتھوں میں برگرز اور کوک کے ڈسپوزایبل گلاسز کی ٹرے تھامے ارد گرد سے بچتی بچاتی واپس آ رہی تھی۔۔۔

"تمہیں بھی عشق کرنے کے لئے سالک پاشا ہی ملا تھا ابرش۔۔۔!"

اسے دیکھتے ہوئے رائنہ بے چارگی سے بڑبڑائی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

شام ڈھل چکی تھی۔۔۔سورج ساری مخلوق کی کرتوتوں پر روشنی ڈالنے کے بعد انہیں اب تاریکی کے حوالے کر کے جا چکا تھا۔۔۔اسے یونہی پھرتے پھراتے بہت وقت ہو گیا تھا لیکن اس کے پیروں کو پھر بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔۔۔پتا نہیں اصل بے چینی کہاں تھی۔۔۔دل دماغ حتی کہ ہر ہر عضو تکلیف میں مبتلا تھا۔۔۔سوچیں، سوچیں اور بس سوچیں۔۔۔! اس نے سر پر تکلیف دہ

یادوں کا گٹھڑ اٹھا رکھا تھا جسے اتارنے کے لئے اسے کسی سہارے کی ضرورت تھی مگر کون تھا بھلا جو اس کا بار بانٹ لیتا۔۔۔وہ اس وقت ایک پارک کی باؤنڈری وال کے باہر سے گزر رہی تھی۔۔۔اونچے جنگلے کے پیچھے اب خاموشی اور قدرے تاریکی کا راج تھا۔۔۔جھینگروں کی آتی تیز آوازوں نے یکدم اس کو ہوش کی دنیا میں کھینچ لیا تھا۔۔۔اس نے چونک کر ارد گرد نگاہ ڈالی تو دل دھک سے رہ گیا۔۔۔جس طرف وہ نکل آئی تھی، یہاں ایریا خاصا سنسان تھا۔۔۔باؤنڈری وال کے ساتھ ساتھ چلتے بے دھیانی میں وہ پارک کی پچھلی طرف نکل آئی تھی۔۔۔اونچے اونچے اور موٹے موٹے تنوں والے درخت اس کا دل دہلا رہے تھے۔۔۔وہ یہیں سے مڑی اور تیز تیز چلتی بلکہ تقریباً بھاگتی ہوئی اسی راستے پر واپس ہولی۔۔۔لیکن وہی ہوا جس کا خوف تھا۔۔۔کچھ ہی آگے گئی تھی جب اپنے پیچھے کسی اور کے قدموں کی چاپ سنی۔۔۔اس کا دم حلق میں آ گیا۔۔۔نگاہوں کے سامنے وہ کریہہ منظر گھوم گیا جب مختار انصاری سے جان بچا کر بھاگی تھی۔۔۔لیکن قسمت اچھی تھی کہ مومن ٹکرا گیا پر ضروری تو نہیں کہ ہر بار تقدیر ساتھ دے۔۔۔اس کی ٹانگیں کانپنا شروع ہوگئیں تھیں اور چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔۔۔تیز تیز چلنے کے چکر میں پاؤں رکھ کہیں رہی تھی، پڑتا کہیں تھا۔۔۔پتا نہیں کوئی چرسی تھا، نشئی تھا یا چور۔۔۔جو اس کے پیچھے اتنی ہی تیزی سے چلا آرہا تھا۔۔۔اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر کوئی ایسی شئے ٹٹولنے کی کوشش کی جو بوقت ضرورت دفاع کے لئے استعمال ہو سکے مگر الم غلم کاغذوں سے بھرے ہینڈ بیگ میں ایک بال پوائینٹر تک نہیں تھا جس کی نِب وہ اس پیچھا کرنے والے آوارہ آدمی کی آنکھ میں کھبو سکتی۔۔۔اس نے بے بسی سے ایک نظر اپنی خستہ حال سینڈل پر ڈالی اور اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اس کی مدد سے وہ کتنا تیز بھاگ سکے گی۔۔۔ایک بار وہ رونق والے علاقے تک پہنچ جاتی تو اس خبیث انسان کو مزہ چکھا دیتی۔۔۔اس نے اللہ کا نام لے کر دوڑ لگا دی پر اپنے پیچھے صاف محسوس کیا کہ کوئی اور بھی بھاگ رہا ہے۔۔۔اس کی آنکھوں میں ہراس پھیل گیا۔۔۔اپنے بہن بھائیوں کے چہرے نگاہوں میں پھرنے لگے تو بے ساختہ دل سے دعا کی۔۔۔" یا اللہ! مجھے بچا لے، اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میرے بہن بھائیوں کا کیا بنے گا۔۔۔!"

اس نے مزید تیز بھاگنے کی کوشش کی۔۔۔وہ ایک گول موڑ مڑتے ہی سڑک کراس کرنے کا ارادہ کر رہی تھی جب عین اسی لمحے پارک کی باؤنڈری وال کے ساتھ لگ کر سوئے مرے کتے کو ہوش آ گئی۔۔۔جتنی تیزی سے یہ اس کے قریب سے گزر کر بھاگی تھی، اتنی ہی تیزی سے وہ کتا اس کی جانب لپکا تھا۔۔۔ماحور نے پلٹ کر ایک نظر کتے کو دیکھا اور دوسری نگاہ اس ہیولے پر ڈالی جو تقریباً اس سے دو فرلانگ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔۔۔زمین آسمان اور اس کے اوسان یوں گھومے کہ آنکھوں کے آگے سب گڈ مڈ ہو گیا۔۔۔خدا جانے پہلے اس تک کون پہنچتا۔۔۔اپنے پیچھے کتے کی غراہٹ سنتے ہی وہیں سڑک کنارے گھٹنوں میں سر

دے کر بیٹھ گئی اور اونچی اونچی چلانے لگی۔۔۔اس وقت بدحواسی میں اسے یہی آخری حربہ سجھائی دیا تھا۔۔۔وہ آنکھیں بند کئیے سر جھکائے چلائے جا رہی تھی ۔۔۔چلائے جا رہی تھی جب کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔۔۔یکدم چیخوں کو بریک لگاتے ہوئے اسے پہلا خیال کتے کا ہی آیا۔۔۔مگر اگلے ہی پل یہ سوچ کر رد کر دیا بھلا کتا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ" بی بی! تمہیں کاٹ لوں۔۔۔!"

کتا نہیں تھا تو پھر وہی چرسی، نشئی یا پھر چور تھا۔۔۔ماحور اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی۔۔۔نا سر اٹھایا نا جسم ہلایا مگر گلے کو دوبارہ چلانے کے لئے تیار کرنے ہی لگی تھی جب کانوں میں جانی پہچانی سی آواز پڑی۔۔۔

" ماحور۔۔۔ماحور اوپر دیکھو۔۔۔یہ میں ہوں۔۔۔مومن تراب۔۔۔!"

دل میں یک بیک سکون سا اتر آیا۔۔۔یوں لگا جیسے کھلے آسمان سے یکدم سائبان تلے آ گئی ہو۔۔۔اللہ سے شکر گزاری کا احساس نس نس میں گردش کرنے لگا جس نے عین وقت پر مومن کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیا تھا ورنہ بے خیالی میں یہاں تک آنے کی جو غلطی وہ کر بیٹھی تھی، اس کا خمیازہ کسی بھی صورت بھگتنا پڑ سکتا تھا۔۔۔یہ تو اتفاقاً مومن نکل آیا تھا، کیا بنتا جو سچ میں کوئی لچا لفنگا اس کے پیچھے اس ویرانے میں لگ جاتا۔۔۔

" ماحور۔۔۔تم فوت نہیں ہوئی، یہ مجھے پتا ہے۔۔۔اب سر اٹھاؤ اور میرا شکریہ ادا کرو جلدی سے۔۔۔ورنہ آج وہ کتا تمہیں کاٹ کر ایک آدھی بوٹی لے گیا ہوتا تمہاری اور یہیں کہیں جھاڑیوں میں اپنی محبوبہ کو پیش کر کے شوخیاں مار رہا ہوتا۔۔۔!" وہ مومن تراب تھا، جسے سیدھے سبھاؤ بات کرنی آتی ہی نا تھی۔۔لیکن ہر بار یہ بھول جاتا تھا کہ مقابل بھی ماحور مغل تھی جو نسلاً انا پرست تھی۔۔۔ادھار رکھنا شان کے خلاف جانتی تھی۔۔۔اس وقت بھی خاموش رہ جاتی تو ایک عرصے تک جواب نا دینے کا قلق ستاتا رہتا۔۔۔ویسے بھی مومن کو اپنے قریب پا کے ہوش حواس سب نارمل حالت میں آ چکے تھے لہذا ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور تڑخ کے بولی۔۔۔

" تمہارا شکریہ ادا کروں اور وہ بھی میں۔۔۔میں یعنی کے ماحور مغل۔۔۔ہونہہ۔۔۔ایک تو اپنے لفنگے یار کو میرے پیچھے لگایا اوپر سے میری مدد کرنے کا ناٹک کر کے اچھے بننے چلے ہو۔۔۔واہ۔۔۔میں نے کہا واہ ہ ہ ہ۔۔۔!"

" ہاااااا!" جواباً اسی لہجے میں مومن کے منہ سے نکلا تھا" یار۔۔کون سا یار۔۔۔میں تو اکیلا ہوں۔۔۔!" اس نے اپنے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔۔۔

"وہ کتا۔۔اور کون۔۔۔!" وہ بڑے اطمینان سے بولی تو مومن کو آگ ہی لگ گئی۔۔۔

"کتاااااا۔۔۔اور میرا دوست۔۔۔تم نے ایک کتے کو میرا دوست کہا۔۔۔ایک کتے کو۔۔۔؟" صدمے سے اس کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں۔۔۔

"نہیں۔۔۔تم آسانی کے لئے ایسے بھی سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے دوست کو کتا کہا۔۔۔!" ماحور نے ہاتھ جھاڑ کر قدم آگے بڑھائے۔۔۔مومن نے اس آٹھویں عجوبے کو سر سے پیر تک گھورا اور جی لگا کے اسے زیرلب الو کی پٹھی کہا۔۔۔لیکن اس زیرلب کی بھی آواز اس کے باریک کانوں تک پہنچنے نہیں دی ورنہ اس کے اپنے زیرزمین جانے کے پورے چانسز تھے۔۔۔وہ سر جھٹک کے تیز چلتا ہوا اس کے قریب ہوا اور قدم سے قدم ملانے لگا۔۔۔خاموشی سے۔۔۔اسے محسوس کرتے ہوئے۔۔۔زیرلب مسکراتے ہوئے۔۔۔وہ مسلسل کالی سینڈل میں سے دکھائی دیتے اس کے سفید پیروں کو دیکھتا قدم گن رہا تھا۔۔۔ہر ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن بندھی تھی جیسے۔۔۔یہ لمحے بڑے انمول تھے کیونکہ ان لمحوں میں فقط خاموشی تھی جو ان دونوں کے بیچ حائل تھی، ورنہ وہ اسے پورے جذبے سے محسوس کر رہا تھا۔۔۔ماحور نظریں جھکائے ناک کی سیدھ میں چلتی اس کے جاگرز میں جکڑے پیروں کو دیکھتی سوچ رہی تھی کہ اگر آج بھی یہ شخص نا پہنچتا تو اس وقت وہ کس حال میں ہوتی۔۔۔وہ اس کا مسیحا بن کے سامنے کیوں آجاتا تھا۔۔۔یا پھر نگہبان۔۔۔!

مومن نے اچک کے اس کے چہرے کو دیکھنے کی کوشش کی جو سر کے گرد لپٹے اسٹالر کی آڑ میں ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔اور پھر لمبی سانس بھرتے ہوئے ٹھوکر سے پتھر اڑایا۔۔۔ذہن بے اختیار ان گھڑیوں کے گرد چکرانے لگا جب اس نے شاویز کے ساتھ ڈھابے پہ بیٹھے۔۔۔اسی کے پیسوں کی چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے، قریب سے ماحور کو گزرتے دیکھا۔۔۔وہ اردگرد سے بے نیاز اور روٹھی ہوئی سی اپنے دھیان میں چلتی جا رہی تھی۔۔۔مومن فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور شاویز کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر کچھ فاصلے سے اس کے پیچھے ہولیا۔۔۔اس کی چھٹی حس اسے الارم کر رہی تھی کہ ماحور اس وقت نارمل نہیں تھی۔۔۔اسے سنسان راستے کی طرف جاتا دیکھ کر ایک بار تو ناگواری کی لہر سی اس کے اندر اٹھی۔۔۔"یہ لڑکی یقیناً بچپن میں سر کے بل گری تھی، اسی لئے عقل دب گئی۔۔۔" طیش سے سوچتا وہ ابھی بھی اس کے پیچھے تھا۔۔۔لیکن جب قریب سے گزرتی اکادکا گاڑی اور موٹر سائیکلوں کے ہارن پر بھی اس نے اپنا جھکا سر نہیں اٹھایا اور نا ہی بوکھلا کر اردگرد دیکھا تو صحیح معنوں میں مومن کو تشویش لاحق ہوئی۔۔۔وہ نا جانے کن سوچوں میں مستغرق تھی کہ اسے یہ تک احساس نا تھا کہ چلتے چلتے وہ کس ویران رستے پر نکل آئی ہے۔۔۔گوکہ یہ پبلک پارک کی بیک سائیڈ تھی

مگر ایک تو رات ہو چکی تھی، دوسرے یہ ایریا پر رونق تھا، نا ہی رہائشی۔۔۔! آخر ایک جگہ پہنچ کر ماحور رکی اور چونک کر ارد گرد کا جائزہ لیا تو مومن نے فاصلے سے ہی اس کے چہرے کا رنگ اڑتے محسوس کیا تھا۔۔۔اسے واپس اسی راستے پر پلٹتے دیکھ کر مومن فوراً ایک درخت کی آڑ میں ہوا تھا۔۔۔کچھ لمحے بعد ماحور بی بی بھاگتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئیں تھیں۔۔۔مومن کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ رینگی اور پھر اس نے شرارتاً اپنے اپر کا ہڈ سر پر ڈال کر پیشانی سے ذرا نیچے تک کھینچا اور اس کے عقب میں تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔۔۔ماحور کو اپنے پیچھے کسی کے آنے کا شک گزرا۔۔۔اس نے پلٹ کر انسانی ہیولے کو دیکھا اور اگلے ہی پل دوڑ لگا دی۔۔۔مومن نے بھی شرارتاً اس کے پیچھے بھاگنا شروع کیا مگر ذرا آگے ہی ان دونوں کو رکنا پڑا کیونکہ ایک آوارہ کتا باہنی سائیڈ سے نمودار ہوا اور خامخواہ میں شوخا ہوتا ماحور کی جانب لپکا تھا۔۔۔"او تیری! اس کتے کے بچے نے بھی ابھی ہی آنا تھا۔۔۔!" یہ گالی مومن نے کتے کو دی تھی۔۔۔ہمیشہ سے کتوں سے اس کی جان جاتی تھی۔۔۔جس گلی میں اسے کتے کے ہونے کا احتمال ہوتا، وہاں سے وہ راستہ بدل لیا کرتا تھا۔۔۔مگر آج یہ ممکن نہیں تھا۔۔۔وہ منحوس تیزی سے ماحور کی طرف بڑھا تھا اور ماحور نے ڈر کے مارے وہیں بیچ سڑک پر گھٹنوں میں سر دے دیا تھا۔۔۔اس کی دبی دبی چیخوں کی آواز بہت عجیب لگ رہی تھی۔۔۔مومن کو جو بھی کرنا تھا فوراً کرنا تھا۔۔۔اس نے ایک ہاتھ اپنے پیٹ پر پھیر کر اسے تھپتھپایا، کیونکہ اسے یقین تھا کہ چودہ ٹیکے ٹھُکیں گے آج۔۔۔اور پھر اللہ کا نام لے کر تیزی سے ہیرو نک اسٹائل میں بھاگتے ہوئے کتے کے قریب گیا اور زوردار کک اس کی کمر پر رسید کی۔۔۔کتا بے چارہ چوں چاں کرتا دم دبا کر نکل گیا۔۔۔مومن جی ہی جی میں بے حد نہال کہ آخر کار آج اس نے ایک چول سے کتے کو مار بھگایا تھا ورنہ آج تک کتا اسے بھگاتا آیا تھا۔۔۔ماحور کی مسلسل آتی چیخوں کی آواز نے اسے زیادہ دیر فخر نہیں کرنے دیا تھا۔۔۔بلکہ اگلے چند منٹوں میں ماحور نے تو سرے سے اس کا احسان بھی ماننے سے انکار کر دیا تھا جو اس نے بروقت یہاں پہنچ کر کیا تھا۔۔۔اور گردن اکڑاتی اب وہ ایک بار پھر آگے آگے تھی اور مومن پیچھے پیچھے۔۔۔ایک بات تسلیم کرنے میں اسے کوئی عار نہیں تھا کہ نخرہ اور ناز، ماحور پر جچتا تھا۔۔۔وہ حسین تھی لیکن بے خبر تھی۔۔۔نزاکت و رعنائی اس کی ہر ادا سے چھلکتی تھی مگر وہ اس سے یکسر انجان تھی۔۔۔اس کے ساتھ قدم بہ قدم چلتے مومن کو یہ اعتراف تھا کہ وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو چکا ہے۔۔۔پہلے جسے وہ وقتی جذبہ جان کر نظر انداز کرتا رہا تھا، دراصل وہ وقتی تھا ہی نہیں۔۔۔ماحور کی محبت اس کے دل پر ہمیشگی نقش ثبت کر چکی تھی۔۔۔!

وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے لئے کیا حیثیت اختیار کر چکی ہے مگر اس کے لٹھ مار انداز سے خائف تھا۔۔۔کچھ بعید نہیں تھا کہ یہاں وہ اس سے دل کی بات کہے اور وہاں وہ چپیڑ کھینچ مارے۔۔۔لیکن آج کم از کم وہ اسے اشارتاً بتا کے رہے گا، ورنہ

دادا اس کی چٹنی بنا دیں گے۔۔۔اس نے دل کڑا کر کے فیصلہ لیا اور گلا کھنکار کے تیز تیز چلتی ماحور کو متوجہ کرنے کی ناکام کوشش کی، ویسے وہ پہلے ہی تمام حسیات سمیت اس کی جانب متوجہ تھی۔۔۔ساتھ چلتے اس اونچے چوڑے مرد کو وہ کن اکھیوں سے کئی بار دیکھ چکی تھی۔۔۔بلیک پینٹ پر گرے اپر پہنے، ہُڈ سر پر گرائے۔۔۔دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے اور اپر کے بازو کلائیوں سے اوپر چڑھائے وہ اتنا ہی ہینڈسم تھا جتنا اس کے کالج کی لڑکیاں دیکھ لیتیں تھیں تو انجمن بنی ہو کے بھرا کرتی تھیں۔۔۔یا پھر اگر ابرش مومن کو دیکھ لیتی تو اسے سالک پاشا اور مومن تراب میں سے چوز کرنا مشکل ہو جاتا۔۔۔سالک پاشا کا خیال آتے ہی اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔۔۔جس طرف سے دھیان بٹانے کی سعی کرنے کے لئے وہ کب سے سڑکوں کی خاک چھان رہی تھی، وہ سب دوبارہ اس کی روح کو جھنجھوڑنے لگا۔۔۔آنکھوں کی جلن گیلے سیال کی صورت ٹپکی تو مومن کی نگاہ سے چھپ نا سکی۔۔۔اس نے اچنبھے سے اس کے گال پر ٹھہرے آنسو کو دیکھا تو بے اختیار اپنے داہنے ہاتھ کی انگشت کی پور مسل کر رہ گیا۔۔۔مگر اس کے اس طرح رو دینے سے صدمہ سا ہوا تھا۔۔۔جتنا وہ اسے جان پایا تھا وہ بہت بہادر اور مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی۔۔۔اس کے تو کبھی لہجے میں تھکن نہیں اتری دیکھی تھی بجا کہ آنسوؤں سے اس کی ہار کا اظہار ہو۔۔۔اس نے فکرمندی سے اپر کی پاکٹ میں سے سیل فون نکال کر وقت دیکھا۔۔۔ابھی سات بج کر تیرہ منٹ ہوئے تھے لیکن سردیوں کے دن تھے اس لئے جلد اندھیرا ہونے کی وجہ سے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کتنی رات ہو چکی۔۔۔اس نے تھوڑا آگے جا کر اچانک ماحور کا ہاتھ تھاما اور ایک سائیڈ پر بنے ٹوٹے ہوئے سیمنٹ کے بینچ کی اور لے گیا۔۔۔وہ حیران سی اس کے ساتھ بنا مزاحمت گھسٹتی گئی، منہ سے ایک لفظ نا نکلا۔۔۔بینچ پر بیٹھ کر اس کا ہاتھ چھوڑا اور نرم لہجے میں پوچھا۔۔۔

"اب بتاؤ کیا ہوا۔۔۔دیکھو یہ نا کہنا کہ کچھ نہیں۔۔۔کیوں کہ کچھ ہوا ہے جس نے آج تمہیں یوں سڑکوں سڑکوں پھرا ڈالا اور پھر رلا ڈالا۔۔۔پلیز ماحور۔۔۔بھول جاؤ کہ تمہیں مجھ سے چڑ ہے۔۔۔بھول جاؤ کہ میں کون ہوں۔۔۔صرف یہ سوچو کہ میں تمہاری ایسی سہیلی ہوں جس کے سامنے تم اپنے اندر کا ہر دکھ کہہ سکتی ہو۔۔۔!"

ماحور نے آنسو بھری نگاہوں سے ایک بار اس کی جانب دیکھا اور پھر بے بسی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔۔۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔بس یونہی۔۔۔آج امی کی بہت یاد آ رہی ہے۔۔۔بس۔۔۔!"

"ناااااائیں۔۔۔!" مومن نے نہیں کو لمبا کر کے نفی میں سر ہلایا۔۔۔"اچھا چلو۔۔۔اپنی بہن سمجھ لو۔۔۔ہاں بھائی مت سمجھنا بس۔۔۔اللہ کا واسطہ!"

اس کے التجائیہ کہنے پر ماحور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو گئ۔۔۔مومن نے اپنے اندر تک تازگی اترتے محسوس کی۔۔۔اس کا دل کیا کہ اس کی مسکراہٹ کی تعریف کرے۔۔۔اور اس خواہش پر اس نے عمل بھی کر ڈالا۔۔۔

"تمہیں پتا ہے ماہی۔۔۔میرا مطلب ہے ماحور۔۔۔" اس کے گھور کر دیکھنے پر اس نے فوراً تصحیح کی۔۔۔" تمہاری مسکراہٹ ایسی ہے جیسے۔۔۔جیسے۔۔۔مممم جیسے۔۔۔!" ماحور نے دلچسپی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو آنکھیں چندی کیئے مثال سوچ رہا تھا۔۔۔" جیسے۔۔۔تین گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کے بعد ایک دم چل پڑنے والے پیڈسٹل کی ہوا۔۔۔آہاااا!" اس نے اپنی تشبیہہ کا خود ہی مزہ لیا لیکن ماحور کا اس تعریف پر منہ ایسا بن گیا تھا جیسے کسی نے زبردستی اس کے منہ میں نمبو لی ٹھونس دی ہو۔۔۔اس نے کندھے سے بیگ اتار کر دونوں ہاتھوں میں تھاما اور کس کے اس کے کندھے پر دے مارا۔۔۔

" یہ۔۔۔یہ تعریف کی ہے تم نے میری۔۔۔یا لوڈ شیڈنگ کا رونا رویا ہے۔۔۔تمہیں تو کسی لڑکی کو سراہنا بھی نہیں آتا مومن تراب۔۔۔کل کو بیوی کی تعریف کرنی پڑی تو گوگل سے مدد لینا۔۔۔سمجھے۔۔۔!" اس کا تپا تپا سا لہجہ مگر پرسکون تاثرات مومن کا روم روم شانت کر گئے۔۔۔اس نے میکانکی انداز میں دوبارہ سے بیگ مارنے کے لئے اٹھے اس کے دونوں ہاتھ نرمی سے جکڑے اور اس کی آنکھوں میں آنکھوں ڈالتے ہوئے بولا۔۔۔

" اب میں اتنا بھی اناڑی نہیں۔۔۔تمہیں کس نے کہا کہ مجھے بیوی کی تعریف کرنی نہیں آئے گی۔۔۔بیوی بننے سے پہلے تم میرے بارے میں ایسی رائے قائم نہیں کرسکتی۔۔۔ماہی!"

اس کا گھمبیر لہجہ اور آواز کا اتار چڑھاؤ۔۔۔ماحور کی سانسیں تک تھم گئیں۔۔۔جسم کا سارا خون ٹھاٹیں مارتا جیسے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔۔۔اسے مومن سے اتنی جلدی ہرگز بھی اظہار کی توقع نہیں تھی۔۔۔وہ اس کی نگاہوں کے پیغام سے بے خبر نہیں تھی ،انجان بننے کا ڈھونگ تھا بس۔۔۔اس نے گھبراہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ایک جھٹکے سے دونوں ہاتھ چھڑائے اور لرزتے قدموں سے آگے بڑھ گئ۔۔۔مومن بھی بغیر کچھ کہے اس کے ساتھ ہو لیا۔۔۔دونوں کی دھڑکنیں باتیں کرنے لگیں۔۔۔گھر آنے تک ماحور نے دوبارہ مومن کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔۔دل کی کیفیت بہت عجیب ہو رہی تھی۔۔۔اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسا محسوس کر رہی ہے۔۔۔ہاں یہ ضرور تھا کہ اسے کچھ بھی برا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔نا ہی مومن کی اس بات پر غصہ آیا تھا۔۔۔گھر کے گیٹ پر پہنچ کر جیسے ہی ماحور نے ہاتھ بڑھا کر بیل دینا چاہی ،مومن نے اسے پکارا۔۔۔

" میں نہیں جانتا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو یا نہیں۔۔۔لیکن میں تمہیں چاہنے لگا ہوں ماہی۔۔۔پوری شدت سے۔۔۔میں

آئیندہ زندگی کا ہر پل تمہارے ساتھ بتانا چاہتا ہوں۔۔۔میں تمہیں تمہارے تمام دکھوں اور نارسائیوں کے ساتھ اپنانا چاہتا ہوں تا کہ سکھ تک تمہیں رسائی مل جائے۔۔۔ہم مل بانٹ لیں اپنا سب کچھ۔۔۔تم سکھ لے لینا، میں تمہارے دکھ چن لوں گا۔۔۔اسی طرح ہم دونوں جئے جائیں، جب تک سانس چلے۔۔۔!" وقت تھم گیا تھا یا پھر اس کی دھڑکنیں۔۔۔وہ ہر شے بھول گئی۔۔۔اپنے حالات ،اپنے اطراف۔۔۔ہر شئے۔۔۔بس سامنے تھا تو مومن تراب۔۔۔اپنی وجاہت اور سچے جذبات کے ساتھ۔۔۔اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔۔۔مومن نے بے چینی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر وہیں رک گیا۔۔۔یہ ماحور کا محلہ تھا۔۔۔یہاں پر کاگا بنتے دیر نا لگتی۔۔۔وہ سرگوشیانہ انداز میں مخاطب ہوا۔۔۔

"اگر آنسو چننے کی پریکٹس تم مجھے ابھی کروانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔لیکن بعد میں یہ نا ہو کہ اپنے بھائیوں سے پٹوا دو۔۔۔!"

اور وہ روتے سے ہنس دی۔۔۔مومن گیلی آنکھوں تلے کا یہ منظر دیکھ کر محض ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔۔۔

"آج رات تم صرف مجھے سوچتے ہوئے گزارو۔۔۔صرف مجھے۔۔۔اگلی بار جب میں ملوں گا تو مجھے یقین ہے کہ تمہاری آنکھوں میں میرا ہی عکس ہوگا۔۔۔مومن تراب کا۔۔۔!"

وہ بڑے یقین سے کہتا واپسی کے لیئے پلٹ گیا۔۔۔ماحور کے لب مسکرائے اور اس نے شرارتاً پیچھے سے پکارا۔۔۔

"اتنا یقین اچھا نہیں ہوتا۔۔۔کیا پتا میں رات کو لیٹوں اور مجھے تمہاری شکل یاد ہی نا آئے۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔ایویں۔۔۔! بنا پلٹے اس نے اونچی آواز میں کہا اور چلتا چلا گیا۔۔۔راستے میں آتے ہر چھوٹے بڑے پتھر کو ٹھوکر سے اڑاتا۔۔۔سیٹی پر" آوارہ ہوں" کی دھن بجاتا، چوڑے شانوں والا مومن تراب، ماحور کی نگاہوں میں ہمیشہ کے لیے سما گیا تھا۔۔۔!

ناول ساگر کنارے ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 15 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 4

"ایک تو میں اس ٹیکنالوجی سے بڑا تنگ ہوں، مجال ہے جو کوئی ایک سکھ ہی دیا ہو۔۔۔بلکہ زیادہ پریشان ہی کیا ہے اس نے لوگوں کو۔۔۔!" دادا مسلسل ٹہلتے ہوئے صحن کے چکر پر چکر کاٹ رہے تھے اور ساتھ ہی بڑبڑائے بھی جا رہے تھے۔۔۔قریب کرسی پر ٹھنڈ کی شدت سے اکڑا بیٹھا شاویز دادا کے موبائل سے مومن کو کال پر کال کئے جا رہا تھا مگر مجال ہے جو وہ اٹھانے کا قصد کرتا۔۔۔اور اسی بات کو لے کر دادا کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔۔۔وہ خود تو سردی سے بے نیاز صحن ناپتے پھر رہے تھے، ساتھ میں شاویز غریب کو بھی کب کا بلوا کر بٹھا رکھا تھا۔۔۔اس کے ذمے مومن کو کال ملاتے رہنے کا کام تھا۔۔۔وہ بھی ایسا تابعدار تھا کہ ایک پل کو بھی اس نے دادا کے موبائل کو سستانے نہیں دیا تھا۔۔۔اور اب کسی بھی وقت مظلوم کی بیٹری آنکھیں موند سکتی تھی۔۔۔اس کا دل تو کر رہا تھا کہ دادا کو صاف بتا دے کہ مومن اسے چائے کے ڈھابے پر تن تنہا بیٹھا چھوڑ کر لڑکی کے پیچھے بھاگ گیا تھا اور پیچھے اسے دو کپ چائے اور ایک پلیٹ پیسٹری کے پیسے دینے پڑے تھے مگر پھر یہ سوچ کر زبان بند کر لی کہ وہ آج مومن سے پیسے ادھار لے کر آیا ہے۔۔۔!

مومن عام طور پر پانچ بجے تک گھر آ جاتا تھا، آ کر چائے بنا کے خود بھی پیتا تھا اور دادا کو بھی پلاتا تھا۔۔۔سارے دن کی تفصیل دادا نے سننا خود پر واجب کر رکھا تھا۔۔۔نئی نئی جاب تھی، مومن کے پاس بھی سنانے کو بہت کچھ ہوتا تھا۔۔۔دونوں دادا پوتا رات کے کھانے تک یونہی سر سے سر جوڑے بیٹھتے تھے اور پھر ایک بھرپور لڑائی پر بیٹھک کا اختتام ہوتا تھا۔۔۔دادا چاہتے تھے کہ مومن ان کے لئے پھلکا بنائے جبکہ مومن کی کوشش ہوتی تھی کہ تندور سے دو روٹیاں پکڑ لائے، پر دادا اپنے جبڑوں کی دہائی دے کر ہمیشہ اسے روٹی پکانے پر مجبور کر دیتے تھے اور پھر یہ ہلکی پھلکی تکرار رات سونے سے پہلے تک جاری رہتی۔۔۔!

آج مومن کو کافی دیر ہو چکی تھی۔۔۔دادا سچ میں پریشان سے شاویز کو کب سے بلائے بیٹھے تھے۔۔۔جو مسلسل مومن کو کال پر کال ملائے جا رہا تھا۔۔۔دادا کی فکر اب طیش میں بدلتی جا رہی تھی۔۔۔شاویز ان کے تاثرات دیکھتے ہوئے مستعد ہو کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔دادا کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس کی فرش پر پڑنے والی ٹک ٹک کی آواز میں شدت نمایاں ہوتی جا رہی تھی اور شاویز جانتا تھا کہ جب یہ آواز مسلسل اور تیز ہو جائے تو چھڑی برس پڑنے کے امکانات کافی روشن ہوتے ہیں۔۔۔وہ جی کڑا کرتے ہوئے دادا سے بولا۔۔۔

" دادا جی! مجھے لگتا ہے کہ مومن کا فون سائلنٹ پر ہے، یا پھر وہ پہنچنے ہی والا ہو گا جبھی کال پک نہیں کر رہا۔۔۔یا پھر۔۔۔!"

" اوئے بوتھی بند کر اپنی۔۔۔" یا پھر" میں کرواؤں۔۔۔اس خبیث کو آج آلینے دے۔۔۔اس کا موبائل دیوار کے ساتھ ماروں گا کھینچ کر۔۔۔اس عمر میں مجھے ٹینشن دینے سے باز نہیں آتا۔۔۔مجھے لگتا ہے کہ جان کر نہیں اٹھا رہا، زچ کر رہا ہے۔۔۔کل ماسی شوکت نہیں آئی تو کپڑے دھلوائے ہیں نا زبردستی۔۔۔اسی کا بدلہ لے رہا ہے۔۔۔اور ایک تو نکما۔۔۔تجھ سے کبھی کوئی کام ڈھنگ کا نا ہو گا، ایک نمبر کا گھونچو ہے تو بھی۔۔۔ایسا کر ذرا اپنے موبائل سے نمبر ملا۔۔۔دیکھا اٹھاتا ہے۔۔۔!"

انہیں شبہ تھا کہ مومن ان کو ستانے کے لئے کال پک نہیں کر رہا۔۔۔شاویز کا" گھونچو" کہنے پر منہ ایسے بنا تھا جیسے گھونسا پڑا ہو۔۔۔اس نے بڑبڑاتے ہوئے جیب سے اپنا اسمارٹ فون نکالا اور بڑی احتیاط سے ہاتھوں میں تھام کے نمبر پش کرنے لگا۔۔۔دادا رک کر بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

" کیاااا۔۔۔بکواس کر رہی ہو تم۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔میں تجھے دن میں تارے دکھا دوں گا، تو ابھی مجھے جانتی نہیں۔۔۔بڑی آئی۔۔۔ہونہہ!"

" اوئے کیا ہوا۔۔۔! سچ سچ بول۔۔۔کس زنانی نے اٹھا لیا میرے مومن کا فون۔۔۔بول!" دادا پریشانی سے قریبی کرسی پہ ہی ٹک گئے۔۔۔شاویز نے غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا

" کچھ نہیں دادا جی۔۔۔آپریٹر تھی۔۔۔کہہ رہی تھی اس کال کے لئے آپ کے پاس مطلوبہ بیلنس نہیں ہے۔۔۔جب بھی کہیں کا نمبر ملاؤں، ہمیشہ یہی بولے گی۔۔۔آج میرا میٹر گھوم گیا بس۔۔۔سوچا ذرا منہ بند کرا دوں اس کا۔۔۔!"

دادا جو بڑی توجہ سے اس کی بات سن رہے تھے، انہوں نے نتھنے پھلائے اور کب کی پیاسی چھڑی رکھ کے اس کے گھٹنے پر دے ماری۔۔۔سخت سردی میں ٹھنڈے جسم پر چوٹ پڑی تو شاویز بلبلا کر رہ گیا۔۔۔شکوہ کناں نظروں سے دادا کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کو ملنے لگا۔۔۔

" ایسے کیا دیکھتا ہے خبیث۔۔۔شکر کر یہ چھڑی سر پر نہیں ماری۔۔۔رکھنے کو اتنا مہنگا فون رکھا ہوا ہے اور اندر چار روپے کا بیلنس نہیں ڈلوا سکتا۔۔۔اسے کیا کیل ٹھوکنے کے لئے جیب میں لئے پھرتا ہے۔۔۔تیرا دادا بھی جوانی میں ایسا ہی چول تھا۔۔۔بیٹا تو نے اپنے دادا پر جانے میں رتی کسر نہیں چھوڑی۔۔۔!"

"تو کیا کروں دادا جی۔۔۔جو کماتا ہوں، وہ دادا ابا لے لیتے ہیں، اس میں سے اس طرح گن گن کر نوٹ مجھے تھماتے ہیں کہ اپنے کمانے پر لعنت بھیجنے کو دل کرتا ہے۔۔۔ایک انڈر ویئر خریدنے کے لئے مجھے دادا ابا کو پہلے پورا ڈیمانڈ نوٹس دینا پڑتا ہے، بیلنس تو بہت بڑی بات ہے۔۔۔!"

شاویز تپا بیٹھا تھا، اسے بڑے بھائی کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹاتے کافی وقت ہو گیا تھا، ساتھ ایم بی اے کی تیاری بھی کر رہا تھا لیکن ایک تو چھڑا چھانٹ، او پر سے گھر میں سب سے چھوٹا۔۔۔سب ہی کے دباؤ میں رہتا تھا۔۔۔!

دادا نے اس کی بات پر آئی مسکراہٹ کو چھپانے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔۔بلکہ انہیں ہولے ہولے ہنسی آنے لگی تھی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ ہنس ہنس کے شاویز کا دل مزید جلاتے، گیٹ کے باہر گاڑی رکنے کی آواز پر دونوں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔۔۔بیل ہوئی۔۔۔شاویز نے گیٹ کھولا تو سامنے مومن کھڑا تھا۔۔۔ماحور کو گھر چھوڑنے کے بعد وہ واپس وہاں گیا تھا جہاں اپنی گاڑی پارک کر رکھی تھی۔۔۔شاویز تو کب کا وہاں سے جا چکا تھا۔۔۔اس کے پیدل واپس گھر جانے کے خیال سے ہی اسے ہنسی آ گئی تھی۔۔۔!

دادا کی اسے دیکھ کر جان میں جان آئی مگر چہرے پر خشونت طاری کر لی۔۔۔

"السلام وعلیکم دادا۔۔۔! سوری آج لیٹ ہو گیا بہت۔۔۔اصل میں بہت ضروری کام پڑ گیا تھا اس لیے لیٹ ہو گیا۔۔۔"

مومن تھکے قدموں سے چلتا ہوا دادا کے قریب آ کر بیٹھ گیا، گاڑی کی چابی تپائی پر رکھ کر دادا کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔"آپ نے کھانا کھایا...؟"

"کون کھلاتا مجھ بڈھے کو۔۔۔ہاں۔۔۔بول۔۔۔؟ کتنے مزے سے ٹہلتا ہوا آیا ہے نواب کا بچہ اور پوچھ رہا ہے" آپ نے کھانا کھایا دادا۔۔۔!" دادا نے منہ بگاڑ کر اس کی نقل اتاری۔۔۔"تجھے احساس بھی ہے کہ میری جان کب سے سوکھ رہی ہے تیری فکر میں۔۔۔کیسے کیسے وہم ستا رہے تھے مجھے۔۔۔نا تو موبائل اٹھاتا تھا نا خود سے کوئی خیر خبر دی اور تجھے لگتا ہے کہ میں اتنا پرسکون تھا کہ کھانا کھاتا اور مزے سے بستر پر پڑ جاتا۔۔۔ہیں نا۔۔۔!" دادا کا تنفس تیز ہو گیا تھا۔۔۔مومن جھٹ کرسی سے اٹھا اور اٹھ کر دادا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اکڑوں بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔

"سوری دادا، معاف کر دیں۔۔۔واقعی غلطی میری ہے۔۔۔مجھے خیال ہونا چاہیے تھا آپ کی پریشانی کا۔۔۔اور اس شاویز کے بچے سے کہتے نا کہ آپ کو کھانا گرم کر دے۔۔۔آڑا ترچھا پھلکا بھی پکا لیتا ہے یہ نیم زنانی۔۔۔!" مومن کے یوں کہنے پر دادا تو

کھل کے ہنسے مگر شاویز کا بس نا چلتا تھا کہ اس کا سر توڑ دے۔۔۔ایک تو دو گھنٹے سے دادا کے ساتھ مغز ماری کر رہا تھا اور اب باقی کا دماغ چاٹنے مومن چلا آیا تھا۔۔۔اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے اپنی ناراضی دکھائی مگر واک آؤٹ نہیں کیا اور اس کی وجہ مومن بخوبی جانتا تھا۔۔۔اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے دادا سے پوچھا۔۔۔

"چلیں غصہ تھوکیں، یہ بتائیں آج کھانے میں ہے کیا۔۔۔؟"

"حق ہا۔۔۔! وہ زمانے لد گئے پوتے جب ہمارے گھر سے بھی پکوانوں کی مہک اٹھا کرتی تھی۔۔۔تیری ماں بہشتن ساری خوشبوئیں اور ذائقے ساتھ ہی لے گئی۔۔۔صبح سبزی والا امانت گونگلو دے گیا تھا، وہ اس کھڑپینچ۔۔۔" اشارہ شاویز کی طرف تھا۔۔۔ابرو اچکا کر دادا کو گھورا ضرور مگر تحمل کا مظاہرہ بدستور جاری تھا۔۔۔" کی بھابھی کو بھجوائے۔۔۔اللہ ماری کا ہاتھ بلا کا بد ذائقہ ہے۔۔۔گھی الگ اور پانی الگ صاف نظر آ رہا تھا، میں نے اٹھا کر فریج میں رکھ دیا۔۔۔اب اسی کو گرم کر کے حلال کرتے ہیں۔۔۔اور کیا ہو سکتا ہے۔۔۔!"

"مممم! چلیں اسے کل پر اٹھا رکھیں۔۔۔ابھی تو میں راستے سے سیخ کباب اور نہاری پکڑ لایا ہوں، وہی کھاتے ہیں۔۔۔ساتھ نان بھی ہیں روغنی۔۔۔!" مومن نے اشتہا انگیز انداز میں کہہ کر دادا کی بھوک بڑھا دی تھی۔۔۔ایسی عیاشی دادا نے پلے سے کبھی نہیں کروائی تھی۔۔۔پوتے کی کمائی کھانے کا بھی الگ ہی لطف ہے۔۔۔وہ خوش ہو گئے تھے۔۔۔

"اٹھ جاؤ شاویز میاں۔۔۔جائیے باہر گاڑی کے ڈیش بورڈ سے شاپر اٹھا لائیے، جس پر آپ کی نظر گیٹ کھولتے ہی پڑ گئی تھی اور جس کی وجہ سے آپ اتنی مٹی پلید کروانے کے باوجود ٹکے بیٹھے ہیں۔۔۔جاؤ اور لے کر آؤ اندر۔۔۔میں تب تک کپڑے بدل کر آتا ہوں، تم کچن سے پلیٹیں لے کر لاؤنج میں چلو، وہیں کھانا کھاتے ہیں۔۔۔اور دادا آپ بھی اٹھیں ادھر سے اب، باہر ٹھنڈ بہت زیادہ ہے، بیمار نا ہو جائیں کہیں۔۔۔!" وہ شاویز اور دادا، دونوں کو بیک وقت کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔شاویز منمناتا ہوا بولا۔۔۔

"تم ہمیشہ مجھے چول ہی سمجھنا۔۔۔ایک تو تمہارے پیچھے میں دادا جی کا خیال رکھتا رہا، مسلسل ان کا دل بہلاتا رہا اور تم ہو کہ بجائے میرا احسان ماننے کے باتیں سنا رہے ہو۔۔۔نہیں کھاتا میں کھانا۔۔۔ہاں لیکن میں جاؤں گا اس وقت تک نہیں جب تک کہ دادا جی کھانا کھا کر لیٹ نہیں جاتے۔۔۔کیونکہ میں نے آج کے دن کی ان کی مکمل دیکھ بھال کی ذمہ داری لی ہے۔۔۔سمجھے!" شاویز سینہ ٹھونک کے جوش سے بولا تو مومن ایک قدم پیچھے ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ دھرتے ہوئے جذباتی انداز میں کہنے لگا۔۔۔

"مجھے تجھ سے یہی امید تھی میرے بھائی۔۔۔میں تیری رگ رگ سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں پیارے کہ تیری

رگوں کی اکثریت کباب تکوں کے نام پر ہی پھڑ کنے لگتی ہیں۔۔۔یہ تو نہاری کا بھی ساتھ ہے رے پگلے۔۔۔چل اب۔۔۔جا کے شاپر اندر لا اور پلیٹیں لے کر لاؤنج میں مر۔۔۔میں وہیں آتا ہوں۔۔۔پُچ......!" وہ اسے پچکارتا ہوا سکون سے کمرے کی طرف چل دیا۔۔۔پیچھے دادا کا جاندار قہقہہ رات کے اس وقت سارے میں گونجا تھا، شاویز کھسیانی ہنسی ہنستا فوراً گیٹ کی طرف لپکا تھا۔۔۔!

رات کو بستر پر لیٹ کر سارا واقعہ ایک بار پھر فلم کی طرح اس کے تصور کے پردے پر جھلملانے لگا۔۔۔ماحور کا چہرہ، اس کی برہمی اور بے بسی اور پھر آنکھوں میں جلتے مدھم لو لیے محبت کے دیپ، پوری شدت سے اس کے احساسات پر حاوی ہونے لگے۔۔۔اس نے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کی لیکن اسے یاد تھا کہ ہوش کے آخری لمحے تک اس کی سوچیں ماحور کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

صبح کے آٹھ بج چکے تھے مگر بلا کی دھند چھائی تھی۔۔۔ٹھنڈ ہڈیوں میں گھس کر جوڑ جوڑ کڑ کڑائے دے رہی تھی۔۔۔دادا کو چولہے پر دودھ ابلنے کے لئے رکھتے اور بھاری لوہے کا توا چولہے پر رکھ کر اس کے نیچے آگ جلاتے ہوئے شدت سے احساس ہوا کہ یہ کام اب ان کے بس کے نہیں رہے تھے۔۔۔مومن بہت احساس کرتا تھا لیکن لاکھ کوشش کے باوجود وہ ناشتہ بنانے سے کنی کتراتا تھا۔۔۔اب تو آفس جانا ہوتا تھا تو ایسی ہڑبونگ مچاتا کہ محض دودھ مگ میں بھر کر مائیکرو ویو میں گرم کرتا اور پی کر فٹافٹ نکل جاتا۔۔۔پیچھے دادا خود ہی چائے بنا کر ساتھ دو سلائس گرم کر لیتے یا رس کھا کر گزارا کر لیتے۔۔۔پر اب ان کے لئے بھی صبح صبح گرم بستر چھوڑ کر کچن میں جانا بہت کٹھن ہوتا تھا۔۔۔انہیں آج کل شدت سے مومن کی شادی کا خیال ستا رہا تھا۔۔۔" چلو اور کچھ نا سہی، ایک کپ چائے تو بستر میں ہی پکڑا دیا کرے گی۔۔۔"..اس طرح کے چھوٹے موٹے گمان انہیں مومن کی بیوی سے تھے۔۔۔لیکن اب تک مومن ہر بار موضوع گول کرتا آیا تھا۔۔۔بلکہ مذاق مذاق میں یہ تک کہہ دیتا تھا کہ آپ اپنی کروا لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔دادا کا دل کرتا کہ اپنی چھڑی سے اس کی" چھترول" کر ڈالیں مگر اب پوتا کماؤ ہو گیا تھا۔۔۔روز بابو بن کے گھر سے نکلتا تھا تو وہ پشت تکتے بلائیں لیتے نا تھکتے تھے۔۔۔ایسے اونچے لمبے کو بھلا وہ چھڑی کی مار مارتے اچھے لگتے۔۔۔لیکن آج کچن میں سردی سے کپکپاتے انہوں نے پکا ارادہ کیا تھا کہ مومن کو شادی کے لئے راضی کریں گے۔۔۔اسے کہیں گے کہ جلد از جلد اس لڑکی کے گھر والوں سے ملوائے انہیں۔۔۔!

ماسی شوکت کے آنے سے دادا کو واقعی صفائی اور دھلائی کی طرف سے آسانی ہو گئی تھی۔۔۔کپڑے دھل کر تہہ ہو کر

الماریوں میں بھی چلے جاتے تو وہ ماسی شوکت کے ہونے پر شکر مناتے۔۔۔پر ظالم یہ صبح صبح اٹھ کر کچن میں آنا اور ناشتہ بنانا۔۔یہ کام بس سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔۔۔وہ دودھ کا چولہا ہلکا کر کے اور توے کا بند کر کے اکتا کر باہر صحن میں چلے آئے۔۔۔ساری رات سے پڑی ٹھنڈی کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں جھرجھری کے ساتھ بے اختیار مومن کی ماں کی یاد آ گئی۔۔۔چار سال پہلے کی ہی تو بات تھی جب صبح صبح انہیں بستر میں گرم گرم چائے بھی مل جاتی تھی اور وہ صحن میں آتے تو وہاں کرسیوں کے درمیان میں انگیٹھی جل رہی ہوتی۔۔۔دادا کی آنکھیں بھیگ سی گئیں۔۔۔مومن کی ماں آصفہ ان کی بھتیجی تھی۔۔۔بڑی خدمت گزار تھی۔۔۔جوانی میں بیوگی کاٹی تھی محض دادا اور اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے۔۔۔کتنے رشتے آئے مگر اس اللہ کی بندی نے چچا کو تنہا چھوڑنا گوارا نا کیا۔۔۔دادا نے جوان بیٹے کی میت کو کندھا دیا تھا۔۔۔ٹوٹ پھوٹ چکے تھے۔۔۔بیوی کو مرے عرصہ بیت چکا تھا۔۔۔مومن بھی محض نو سال کا تھا، جوان بھتیجی کو دیکھتے تو اپنا آپ خود غرض لگتا۔۔۔چپ چپاتے دل پر پتھر رکھ کر رشتے کی بات چلا دی۔۔۔لیکن جیسے ہی آصفہ کے کان میں پڑی، کچن سے مٹی کے تیل کی گیلن اٹھا لائی۔۔۔خود پر اور مومن پر ڈھیر سارا تیل انڈیلا، ہاتھ میں ماچس کی ڈبیا پکڑی اور چچا کو دھمکی دی کہ ابھی کے ابھی اگر انہوں نے قرآن پر حلف نا دیا کہ کبھی بھی ان کے دوسرے بیاہ کی کوشش نا کریں گے تو وہ مزید ایک لمحہ ضائع کئے بغیر خود کو اور ان کے پوتے کو آگ لگا دے گی۔۔۔دادا ایسا سہمے کہ کھڑے قدموں گر گئے۔۔۔آصفہ اور مومن لپک کر اٹھانے کو آگے بڑھے۔۔۔دادا نے پوتے کو سینے میں بھینچ لیا جو مٹی کے تیل میں نہایا ہوا تھا۔۔۔جی بھر آیا اور بچوں کی طرح رو دیئے۔۔۔مومن نا سمجھ تھا مگر دادا کو یوں روتا دیکھ کر بے اختیار سسکنے لگا۔۔۔صحن کے بیچوں بیچ تین نفوس بے بسی کی انتہا پر پہنچے آنسو بہا رہے تھے۔۔۔تینوں کے اندر دکھ پل رہے تھے لیکن پھر تینوں نے ایک دوسرے کو سنبھال لیا۔۔۔وہ ایک دوسرے کی ذات میں گم ہو گئے۔۔۔ان کے دکھ سکھ ایک دوسرے سے منسوب ہو گئے۔۔۔آصفہ نے خود پر جبری بزرگی طاری کر کے بیٹا جوان کر لیا۔۔۔دادا مزید بوڑھے ہو گئے۔۔۔دادا ریلوے میں ملازم تھے، مومن کے بابا بھی۔۔۔بس دونوں کی پینشن سے کھینچ تان کے گزر بسر ہو رہی تھی۔۔۔کمی میں بھی آسودگی تھی کیونکہ خواہشات کا دائرہ چھوٹا تھا۔۔۔مومن کا بچپن گزر گیا تو کالج میں آ کر اس کی چھوٹی موٹی فرمائشیں دادا بخوشی پوری کرنے لگے۔۔۔وہ صابر بچہ تھا لیکن جوانی ترنگ پیدا کر ہی دیتی ہے۔۔۔دیکھا دیکھی دل رنگین چیزوں کی طرف ہمک ہی جاتا ہے۔۔۔دادا تو خوش ہوتے مگر آصفہ کو تشویش ہونے لگتی۔۔۔وہ اشارے کنائے میں منع کرتی اور دادا نظر انداز کر دیتے۔۔۔اگلے دن ہی پوتے کی فرمائش پوری ہو جاتی۔۔۔اتنا عرصہ آصفہ اس قدر کفائیت سے چلی تھی کہ دادا کا جی کرتا تھا کہ وہ کچھ خرچ کریں۔۔۔آصفہ نے تو محض مومن کے مستقبل کے لئے جوڑا ہی تھا۔۔۔گھر کی حالت بھی بہتر بنائے رکھی تھی مگر

اپنے بل بوتے پر۔۔۔رنگ روغن سے لے کر صوفوں کی پوشش تک وہ خود ہی دادا اور مومن کو ساتھ ملا کر، کر ڈالتی تھی۔۔۔اور پھر گھر کا یہ سکون بھی تاراج ہوا۔۔۔آصفہ کو بیٹھے بٹھائے بیماری نے گھیرا۔۔۔دبائے رکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب تکلیف برداشت سے باہر ہو گئی اور نوبت ڈاکٹر کے پاس جانے کی آئی تو ڈاکٹر نے ہاتھ جھاڑ دیئے تھے۔۔۔معدے کا کینسر تھا۔۔۔لاسٹ سٹیج تھی۔۔۔ڈاکٹر کے بقول اب کچھ ہو تو نہیں سکتا تھا مگر مریضہ کی تکلیف کم کرنے کے لئے کچھ دوائیں تھیں، جو دی جاتیں تو مریضہ آرام سے "مر" جاتی۔۔۔! دادا تو گم چپ ہی ہو گئے۔۔۔آصفہ نے انہیں سختی سے منع کیا کہ ان پر کسی قسم کا پیسہ نا لگایا جائے، مگر دادا نے اپنے خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔۔۔دوائیں مہنگی تھیں لیکن دادا نے پرواہ نا کی۔۔۔آصفہ نے بہتیرے ترلے کیئے کہ مرتے ہوئے پر پیسہ برباد نا کریں، مگر دادا کو بیٹی بچانی تھی چاہے جیسے بھی ہو۔۔۔آصفہ ان کی بہو تھی، یہ بات تو وہ عرصہ ہوا بھول بھال چکے تھے۔۔۔!

مومن ماں کی حالت سے پریشان تھا، اس نے دادا سے "فرمائش" کی کہ امی کو بچا لیں۔۔۔تھرڈ ائیر کا تاڑ سا لمبا پوتا بوڑھے دادا کے گھٹنوں میں منہ دے کر بے حد رویا اور دادا سے اس کا رونا نہیں دیکھا گیا۔۔۔وہ رپورٹس لے کر گلی گلی گھومے۔۔۔جہاں سے آس لگتی، وہیں مومن کو ساتھ لے کر چلے جاتے۔۔۔آصفہ کو دادا پوتا کی خجل خواری وارا نہیں کھا رہی تھی اس لئے ایک رات دونوں سے نظر بچا کر آنکھیں بند کر لیں۔۔۔اس رات سونے سے پہلے مومن ماں کے پاؤں دبا رہا تھا تو آصفہ نے اسے پاس بلا کر اس کا سر سینے پر رکھا اور دادا کے لئے خصوصی ہدایات دیں، بلکل ویسی جیسی کہیں ضروری کام سے جانا پڑ جاتا تو دے کر جاتی تھی۔۔۔مومن ماں کے سینے پر سر رکھے غنودگی میں چلا گیا تھا۔۔۔آخری بار اسے ماں کا ممتا سے بھرپور لمس مل رہا تھا۔۔۔اسی نے مومن کو میٹھی نیند سلا دیا اور آصفہ کو ابدی۔۔۔!

گھر ویران ہو گیا۔۔۔دکھ سکھ کی سانجھی تکون ٹوٹ گئی تھی۔۔۔مومن کی تو ماں مری تھی، دادا بھی ٹوٹ پھوٹ گئے۔۔۔ان کا بڑھاپا غم اٹھانے سے عاجز تھا اور غم تھے کہ انہیں تاک تاک کر نشانے پر رکھتے رہے۔۔۔ایسا سنسان سا دکھتا تھا ہر کونا کہ مومن کالج سے گھر واپس آنے سے کترانے لگا۔۔۔ٹیوشنز پڑھانے کے بہانے زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتا اور گھر آتے ہی پڑ کر سو جاتا۔۔۔اپنے دکھ میں بوڑھے دادا کی ٹھیک سے خیریت بھی دریافت نا کر پاتا۔۔۔وہ کیا کھا رہے تھے۔۔۔کیسے بنا رہے تھے۔۔۔دوا لے رہے تھے یا نہیں۔۔۔ان باتوں سے وہ یکسر بے نیاز ہو گیا تھا۔۔۔نتیجتاً دادا کی حالت بگڑ گئی۔۔۔ایک دن شام گھری ہونے پر گھر واپس آیا تو دادا کو برآمدے کے ٹھنڈے گندے فرش پر بے سدھ گرا پایا۔۔۔اوسان خطا ہونا کسے کہتے ہیں، اس گھڑی مومن کو ادراک ہوا تھا۔۔۔اور اس پر ساتھ ہی یہ عقدہ کھلا کہ دادا اس کے لئے کیا تھے۔۔۔اگر انہیں بھی کچھ ہو جاتا تو اس کا کیا

بنتا۔۔وہ اکیلا کسی قابل نہیں تھا۔۔اسے تو یہ بھی معلوم نا تھا کہ بجلی گیس کے بل کب جمع ہو جاتے ہیں۔۔گھر کی چھوٹی موٹی مرمتیں کون کرتا ہے۔۔راشن کون لاتا ہے۔۔اس کی کالج کی فیس کہاں سے آتی ہے۔۔ایسے چھوٹے بڑے کتنے ہی تارے تھے جو اس کی آنکھوں کے آگے ناچ گئے۔۔لیکن ان تمام باتوں پر ایک احساس جو سب سے زیادہ حاوی تھا وہ دادا کے کھو جانے کا ڈر۔۔ایک آخری خونی رشتے کے مر جانے کا ڈر۔۔بس اس ایک ڈر نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا تھا۔۔وہ دادا کو شاویز اور محب بھائی کے ساتھ فوراً ہسپتال لے کر گیا تھا۔۔مائینر سا انجائینا کا اٹیک تھا مگر ڈاکٹر نے احتیاط کہی تھی۔۔اور مومن نے دادا کو کسی چھوٹے بچے کی طرح ٹریٹ کرنا شروع کیا۔۔دادا کے ہسپتال سے ڈسچارج ہونے سے پہلے مومن گھر گیا۔۔پڑوس میں کام کرنے والی ملازمہ سے اجرت پر سارا گھر دھلایا۔۔واشروم سے لے کر کچن تک۔۔باکس روم سے لے کر گھر کی چھت تک پورا گھر سر پر کھڑے ہو کر صاف کروایا۔۔کھانا دادا کے گھر آنے پر شاویز کی امی نے بھجوانے کا کہہ رکھا تھا سو اس طرف سے بے فکری تھی کیونکہ وہ ہر کام کر سکتا تھا سوائے کوکنگ کے۔۔اس ہنر سے وہ بلکل نابلد تھا۔۔آصفہ نے واقعی اس کے بہت لاڈ اٹھائے تھے۔۔ماں کی یاد اس کی آنکھیں بھگو گئی۔۔اس نے فوری طور پر خود کو اس جذباتی حصار سے نکالا اور گیٹ کے قریب کھڑے ہو کر ایک ناقدانہ نظر دھلے دھلائے گھر پر ڈالی۔۔کم از کم صاف ستھرے گھر کا اثر دادا کی صحت پر اچھا پڑے گا۔۔!وہ ہر طرف سے تسلی کر کے دادا کو ہسپتال سے واپس لانے کے لئے چلا گیا تھا اور پھر شام کو جب وہ دادا کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تو ان کے چہرے کے تاثرات اس قدر خوشگوار تھے کہ مومن کو خود کی اتنے دن کی کوتاہی پر بے حد افسوس ہوا۔۔ابھی بھی وہ دادا کو کچھ ہو جانے کے خیال سے تھرا اٹھتا تھا۔۔اور پھر اس دن کے بعد سے سب روٹین میں آتا چلا گیا۔۔مومن دادا کو پراپر ٹائم دینے لگا تھا۔۔شام کو وہ دادا اور پوتا مل کر گھر کی صفائی کرتے۔۔اور پھر رات کا کھانا وہ مل کر بناتے۔۔مومن کو دادا نے انڈا بنانا سکھایا تھا مگر وہ مومن کو اسی قدر آسکا کہ انڈہ توڑنے کے لئے وہ پہلے اسے کاؤنٹر پر توڑتا اور پھر چمچ سے کھینچ کر اسے فرائنگ پین پر انڈیل لیتا۔۔!ہفتے میں ایک دن کپڑوں کی دھلائی کا ہوتا اور اس دن سارا محلہ دیکھتا کہ چھڑے جب کپڑے دھوتے ہیں تو کیا بھونچال آتا ہے۔۔لیکن اس سب میں یہ ضرور تھا کہ دادا اور مومن ایک دوسرے سے بہل گئے۔۔ایک دوسرے کی سنگت میں انہیں کھانے کا بدمزہ ہونا، روٹی کا کچا ہونا یا جلا ہونا اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا۔۔وہ ایک دوسرے کے پھوہڑ پنے کے عادی ہو رہے تھے۔۔وہ اب بلاوجہ ایک دوسرے کو اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔۔اور یہی چیز دادا کو زندگی کی طرف کھینچ لائی تھی۔۔وقت گزرتا تو ہے لیکن گزارنے والے کو تھپیڑے دے کر جاتا ہے۔۔مومن ایم بی آئی ٹی کر کے نوکری سے جا لگا تھا تو یونہی نہیں۔۔بڑا روندے گئے

تھے دونوں وقت کے گرد باد میں۔۔۔نوکری سے پہلے سب کچھ ایک ترتیب سے چل رہا تھا پر اب مومن کو صبح کے وقت اس قدر جلدی ہوتی تھی کہ دادا سے محض سلام دعا ہی ہو پاتی لیکن اس سارے کا گلہ دادا کو ہرگز بھی مومن سے نہیں ہوا۔۔۔خلاف توقع انہوں نے اس کا دوسرا حل سوچنا شروع کردیا تھا۔۔۔انہیں گھر کے لئے صحیح معنوں میں گرہستن چاہیئے تھی۔۔۔اب ان کا اکیلے مومن سے گزارا نہیں تھا۔۔۔وہ پوتے کی خوشیاں دیکھنا چاہتے تھے۔۔۔چل چلاؤ تو تھا ہی مگر حسرتیں عمر بیتنے کے ساتھ جوان ہوتی ہیں۔۔۔اپنے گھر کو مومن کے بیوی بچوں سے سجا دیکھنا ان کی حسرت تھی اور آج ،ابھی انہوں نے با آواز بلند مومن کو کھونٹے سے باندھنے کا تہیہ کرلیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

زندگی ہمارے لئے اس وقت امتحان بنتی ہے جب ہم اپنی کمزوریاں اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔۔۔زندگی کو برتنا آنا چاہیئے،اس کی مشکلات اور مصائب کا بہادری سے سامنا ہمیں اشرف المخلوقات ثابت کرتا ہے ورنہ گزر تو سبھی کی جاتی ہے۔۔۔!

عرصہ ہوا،ماحور کو ایسی کوئی صبح یاد نہیں تھی جب اس نے ہنس کر سورج کی کرنوں کا استقبال کیا ہو۔۔۔جب اس نے بنا ڈانٹ ڈپٹ کے بہن بھائیوں کو سکول اور کالج روانہ کیا ہو۔۔۔ماں کے جانے کے بعد اس پر اچانک سے اس قدر ذمہ داریاں پڑی تھیں کہ اس کے لبوں نے مسکرانا بھلا ڈالا۔۔۔زبان کی شیرینی جھڑ گئی اور وہ چھوٹی سی گیارہ سال کی بچی خود سے چھوٹے بہن بھائیوں کو پالنے میں جت گئی۔۔۔زوہان سب سے چھوٹا تھا اور اس وقت محض نو ماہ کا تھا۔۔۔اس کو سنبھالنا اتنی سی ناتجربہ کار بچی کے لئے بے حد دقت طلب تھا۔۔۔ننھے بچے کے لنگوٹ بدل بدل کے وہ ہلکان ہو جاتی۔۔۔وہ ان سب کی ماں بن گئی۔۔۔اسے روٹی بنانا نہیں آتا تھا۔۔۔اس نے پیڑے کو بیل کر اس کے اوپر گول تھالی رکھ کے روٹی کو گول بنانا شروع کیا،اضافی آٹا ارد گرد سے ہٹا دیتی۔۔۔آہستہ آہستہ روٹی پکانا آ گیا۔۔۔بہت بار جلی،کئی بار اکڑ کر پاپڑ بن جاتی مگر وہ سب بہن بھائی ایسے صابر نکلے کہ اف کیئے بغیر پانی کے گھونٹ بھر بھر کے نگل لیتے۔۔۔گیارہ سال کی بچی جب خود ابھی ماں سے لپٹ کر سوتی تھی یکدم اتنی بڑی ہو گئی کہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو لپٹا کے سونے لگی۔۔۔عقیل مغل کا حال تب بھی ایسا ہی تھا،نشہ کرنے کے بعد انہیں رات کو گھر کا دروازہ تک لاک کرنے کی ہوش نہیں رہتی تھی۔۔۔ماحور چھوٹے سے سیف کا ہاتھ پکڑ کر باہر صحن تک جاتی اور گیٹ پر تالا ڈالتی۔۔۔سیف اس دوران اپنا پلاسٹک کا بلا ہاتھ میں لئے لہراتا رہتا جیسے نادیدہ قوتوں سے بھڑ رہا ہو۔۔۔!

صد شکر تھا کہ ان بچوں کو راشن پانی کا مسئلہ نہیں ہوا نا ہی سکول کی فیسیں رکی تھیں۔۔۔عقیل مغل کے بڑے بھائی نے اپنی

زندگی تک یہ ذمہ داری خوب نبھائی۔۔۔چھوٹے بھائی کی دگرگوں حالت میں ہر ممکن سدھار کی کوشش کے بعد جب انہیں ناکامی ہوئی تو خود ہی مہینے کے شروع میں راشن دے جاتے اور بجلی کا بل جمع کروا دیتے۔۔۔ہر ماہ سہولت سے چاروں بچوں کی سکول فیس بھی جمع ہو جاتی۔۔۔ماحور، زوہان کو سکول جاتے ہوئے عاقب بھائی کی امی کے حوالے کر جاتی۔۔۔ان کا ماحور کی ماں سے بہناپا تھا اور ان بچوں کی ایسی حالت پر ان کا بھی جی کٹتا تھا لیکن ہر کسی کو اپنے اپنے گھر کی سو مجبوریاں تھیں۔۔۔یہ ضرور تھا کہ وہ پانچ گھنٹے کے لئے زوہان کو خوش اسلوبی سے سنبھال لیتی تھیں۔۔۔ناہید آنٹی نے ہی ماحور کو لنگوٹ باندھنا اور بدلنا سکھایا تھا۔۔۔!

اگلے کئی سال ان سب بہن بھائیوں کے لئے بے حد کٹھن ثابت ہوئے۔۔۔تایا جس قدر ممکن تھا، ان کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے۔۔۔وہ شائد اتنی سہولت سے اس لئے کر پا رہے تھے کیونکہ تائی گزر چکی تھیں، دو بیٹے ملک سے باہر تھے اور دو بیٹیاں تھیں جو کالج، یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھیں۔۔۔دونوں بیٹیاں، ماحور اور اس کے بہن بھائیوں سے بے حد خار کھاتی تھیں اور اپنے بھائیوں کے بھی فون پر کان بھرتی تھیں، اس کے باوجود تایا کو گوارا نا ہوا کہ ان بن ماں کے بچوں کو رلنے کے لئیے چھوڑ دیں، جن کا باپ بھی زندہ، مردے سے بدتر تھا۔۔۔!

ماحور نے بہت کم عمری میں ہی ہاتھ پاؤں مار کر چند بچے اکھٹے کر لیے تھے ٹیوشن کے لیے۔۔۔تھوڑا بہت جیب خرچ نکل آتا جو زیادہ تر عقیل مغل اپنے نشے کے لیے ہتھیا لیتے۔۔۔اس وقت وہ بہت چھوٹی تھی اور باپ سے خوفزدہ بھی رہتی تھی لہذا احتجاج نہیں کر پاتی تھی۔۔۔کئی بار ایسا ہوا کہ عقیل مغل، تایا کا لایا ہوا راشن کہیں بیچ آتے اور ان سے ملنے والے پیسے نشے میں اجاڑ دیتے۔۔۔وہ دن ماحور کے لئے بے حد تکلیف دہ ہوتے۔۔۔سر پر سارا مہینہ پڑا ہوتا اور پکانے کو کچھ بھی نا ہوتا۔۔۔ایسے میں وہ آنسو پیتی، دوپٹے کی بکل مارتی، سیف کا ہاتھ تھامتی اور سبزی والے کی دکان کے پاس جا کھڑی ہوتی۔۔۔ایک سائیڈ پر پھینکی گئی گلی سڑی سبزیوں میں سے چن چن کر بہتر حالت کے آلو پیاز اٹھاتے اسے کئی بار ابکائی آتی مگر گھر پر روتے چھوٹے بہن بھائیوں کے خالی پیٹ اس سے یہ کام بھی سہولت سے کروا لیتے۔۔۔ایک بار تایا نے اسے سبزی چنتے دیکھ لیا۔۔۔وہیں پر دو تھپڑ لگائے اور گھسیٹتے ہوئے گھر لے کر آئے۔۔۔وہ اسے کندھوں سے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھتے تھے کہ راشن ڈلوانے کے باوجود وہ گندی غلیظ سبزی کیوں اٹھا کر لاتی ہے، جواب میں اس کی ایک ہی چپ تھی۔۔۔بہن کے ایک تار بہتے آنسوؤں کو دیکھ کر ریان آگے بڑھا اور تایا کو فر فر باپ کی ساری کارستانیاں سنا ڈالیں۔۔۔تایا ششدر سے بچوں کے کملائے چہرے دیکھ کر رہ گئے۔۔۔ماحور کو بھینچ کر سینے سے لگایا اور سسک اٹھے۔۔۔اس دن سے تایا نے چوری چھپے عقیل مغل کو روز کے روز کچھ روپے دینے شروع کر دئے تا کہ وہ اپنی

نشے کی لت پوری کرنے کے لیے بچوں کی خوراک ناجاڑیں۔۔۔تایا کی اس مہربانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ وقت سکون سے کٹنے لگا۔۔۔لیکن جلد ہی تقدیر کی جھولی سے ایک اور آزمائش کھنکھناتی ہوئی آنگن میں آ گری۔۔۔تایا گزر گئے اور ان کی موت صحیح معنوں میں ماحور اور اس کے ننھے بہن بھائیوں کو یتیم کر گئی۔۔۔تایا کی اولاد کو پہلے ہی پرخاش تھی ان سے، سو اب کھل کر اظہار ہوا اور ہر طرح کا تعلق واسطہ ختم ہوا۔۔۔مصائب اور مشکلات کا انبار جیسے برساتی مینڈکوں کی طرح گھر کے ہر کونے کھدرے میں ٹرانے لگا۔۔۔ماحور نے بمشکل ابھی میٹرک کیا تھا لیکن اب نوکری کیئے بغیر چارہ نہیں تھا اور یوں اس نے سب سے پہلی جاب ایک پرائیوٹ سکول میں بطور کسٹوڈیئن کی۔۔۔یہ انتہائی مشقت طلب جاب تھی لیکن اس وقت تنخواہ کے آٹھ ہزار بھی اس کے لیے خزانے سے کم نہیں تھے۔۔۔اس جاب کا انتظام بھی عاقب بھائی نے کر کے دیا تھا، چونکہ اس کی تعلیم ابھی محض میٹرک تھی اس لیے اس سے بہتر جاب کا صرف سوچا جا سکتا تھا۔۔۔عاقب بھائی اور ناہید آنٹی بہت ساتھ دیتے تھے۔۔۔جتنی دیر ماحور گھر سے باہر رہتی اسے پیچھے کی فکر نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ دونوں ماں بیٹا پورا دھیان رکھتے تھے۔۔۔زوہان تو ناہید آنٹی سے بہت ہل گیا تھا۔۔۔اکثر ایسا ہوتا کہ واپسی پر ماحور اسے لینے کے لیے رکتی تو وہ اس کے پاس آتا ہی نہیں تھا، ہمک ہمک کر واپس ناہید آنٹی کی گود میں گھستا۔۔۔ماحور بے بسی سے آنسو پیتی رہ جاتی۔۔۔احسان اپنی جگہ مگر اسے زوہان کی اس حرکت سے تکلیف ضرور ہوتی تھی۔۔۔حالانکہ اس میں کسی کا قصور نہیں تھا، حالات ہی اس طرح کے تھے کہ زوہان کو وہاں چھوڑے بغیر چارہ نہیں تھا۔۔۔اور پھر زبردستی لانے پر وہ ساری رات وقفے وقفے سے روتا رہتا۔۔۔عقیل مغل کی نیند ٹوٹنے کے ڈر سے وہ اسے کندھے سے لگائے ٹہلتی رہتی۔۔۔یوں تقریباً ساری رات جاگتے کٹ جاتی اور اگلی صبح وہ پھر سے ایک پیر پر کھڑی ہوتی۔۔۔!

بہت کڑا وقت تھا مگر گزر گیا۔۔۔اس نے میٹرک کے بعد پرائیوٹ انٹر کیا اور پھر سیکنڈ ڈویژن میں گریجویشن۔۔۔! گزشتہ چار سالوں میں اس نے کئی چھوٹی موٹی نوکریاں کر کے گھر کی گاڑی گھسیٹی تھی۔۔۔سیف بھی جونہی میٹرک کے ایگزامز سے فارغ ہوا کمپیوٹر میں چھوٹا موٹا ڈپلوما لینے کے بعد نیٹ کیفے میں عارضی نوکری کرنے لگا۔۔۔ماحور نے موبائل کمپنی کی فرنچائز میں جاب اسٹارٹ کی تو ساتھ ہی ایم اے اکنامکس میں بھی داخلہ لے لیا، یوں زندگی جو چند پل فرصت کے ہاتھ میں تھماتی تھی وہ بھی گئے۔۔۔اسے ہنسنا، بولنا حتیٰ کہ سونا بھی بھول گیا۔۔۔مشقت مشقت اور بس مشقت۔۔۔کسی جیل کے قیدی کی طرح۔۔۔بنا بیگار بنا انتظار۔۔۔!

لمحہ لمحہ مرتے ہیں وہ بچے جن کو بہت چھوٹی عمر میں زندگی کے تلخ حقائق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔۔یہ وہ تارے ہوتے ہیں جو زمین پر اتارے جاتے ہیں مگر ان کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔۔۔ان کی ٹمٹماہٹ کھو جاتی ہے۔۔۔!

یہ پانچ بہن بھائی بچپن جی کر نہیں ،فکر اور ذمہ داری کی قبا اوڑھ کر بڑے ہوئے تھے۔۔۔انہیں کبھی کسی تہوار نے خوشی نہیں دی تھی کیونکہ ان کے ناز اٹھانے کے لئے کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ناماں ناباپ اور ناہی پیسہ۔۔۔!

مومن تراب وہ پہلی کرن تھا جو بند کواڑوں سے بیر باندھ کر زبردستی گھٹن زدہ زندگی میں روشنی کرنے چلا آیا تھا۔۔۔ماحور کو زہر لگا تھا یہ شخص۔۔۔حالات نے مزاج ہی ایسا کر دیا تھا کہ کوئی بھی بھاتا ہی نہی تھا۔۔۔ہر کوئی اسے اپنا استحصال کرتا محسوس ہوتا تھا۔۔۔!مومن تراب کے لئے بھی اس کے دل میں ہرگز کوئی جذبات نہیں تھے،حتی کہ جب مختار انصاری کے چنگل سے بچ نکلنے کے بعد مومن نے اس کی مدد کی تھی تب بھی اسے کچھ الگ محسوس نہیں ہوا تھا۔۔۔لیکن پتھر میں جونک اس وقت لگی جب مومن،رائنہ کے کہنے پر ان دونوں کو گھر ڈراپ کرنے آیا تھا۔۔۔سارا رستہ اس نے مومن کی نگاہوں کو بیک ویو مرر سے خود پر مرکوز پایا تھا۔۔۔اس لمحے پہلی بار اس کی دھڑکنیں بکھری تھیں مگر وہ سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی رہی۔۔۔پھر جب اپنے ہی گھر کے صحن میں پھیل کے بیٹھے مومن کو اس نے کچن سے جھانکا تھا تب بھی کوئی میٹھا احساس اس کے اندر چٹکیاں لیتا رہا۔۔۔اور کل رات یہ لکا چھپی کا کھیل بھی ختم ہوا۔۔۔مومن تراب کے اظہار نے اس کے چاروں اور یوں گھیرا ڈالا تھا کہ فرار کی راہ مسدود ہو گئی تھی۔۔۔وہ سچ میں تمام رات سوتی جاگتی کیفیت میں اسے ہی دیکھتی رہی۔۔۔اور خواب میں اس نے مومن تراب کے ساتھ زندگی بھر کا سفر طے کرنے کے پیماں کیے تھے۔۔۔زندگی کا جمود ٹوٹا تھا اور اگلی صبح بے حد خوشگوار تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ہلکی پھلکی گنگناہٹ کے ساتھ چھوٹے سے لاؤنج سے متصل کچن میں کھڑی رات کا کھانا بناتی ماحور کو حیرت سے سب نے سنا تھا۔۔۔سیف اور ریان نے بھنویں اچکا کر ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔۔۔سدا کی خاموش طبع جنت نے بھی ہوم ورک کرتے ہوئے سر اٹھایا اور اچک کر ماہی اپیا کا چہرہ جانچنے کی کوشش کی۔۔۔ایک واحد زونی تھا جو ریموٹ ہاتھ سے پھینکتا اٹھا اور پھدکتا ہوا کچن میں ماحور کے پاس چلا آیا۔۔۔اس کی دیکھا دیکھی باقی تین بھی کام کاج چھوڑ وہیں آ گئے اور بنا آواز کیئے ماحور کی پشت پر ایک ترتیب سے کھڑے ہو گئے۔۔۔

"اپیا۔۔۔! کیا بات ہے۔۔۔آپ اور گانا۔۔۔کیا کوئی نئی جاب مل گئی ہے۔۔۔؟" زونی نے اشتیاق سے پوچھا۔۔۔ماحور اسی طرح ہنڈیا میں چمچ چلاتی مصروف مگر مسکراتے لہجے میں بولی۔۔۔

"ممممم۔۔۔نہیں میری جان،جاب تو وہی ہے مگر کچھ اور مل گیا ہے۔۔۔کچھ ایسا جو اب تک کبھی نہیں تھا ملا۔۔۔!" وہ

واقعی بڑے موڈ میں تھی۔۔۔

"ہیں۔۔۔سچی!" زونی کی باچھیں چریں اور منہ میں پانی آ گیا۔۔"آپ کو خوبانی کی گھٹلی میں سے بادام ملا ہے نا۔۔مجھے تو آج تک نہیں ملا۔۔۔!" اس نے مایوسی سے سر جھکایا۔۔۔ماحور کو ہنسی آ گئی۔۔۔پیچھے بت بن کے کھڑے باقی تینوں نے بھی بمشکل اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا۔۔۔

"ہائے میرا پیارا بچہ۔۔۔مجھے پہلے بتایا ہوتا،میں اپنے زونی کے لئے اصلی والے بادام لے آتی۔۔۔وہ بھی زیادہ سارے۔۔۔!"

ماحور نے اسے بہلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی چولہے کی آنچ مدھم کر کے توا کھینچ کر چولہے پر دھرا۔۔۔

"ٹھیک ہے اپیا۔۔۔اب لا دینا۔۔لیکن آپ بتائیں نا کہ آپ کو کیا ملا۔۔۔میں نہیں مانگوں گا آپ سے۔۔۔جو آپ کا وہ آپ کا۔۔۔جو میرا وہی بس میرا۔۔۔!"

زونی کی اتنی سمجھداری کی بات پر ماحور نے سر دھنا اور توے کے نیچے آگ جلاتے ہوئے بولی۔۔۔

"زونی۔۔۔میری جان،تمہاری اپیا کو اس کی زندگی کی سب سے بڑی اور انمول خوشی ملی ہے۔۔۔ایسی خوشی جس نے مجھے ہنسنا سکھا دیا۔۔۔مجھے مومن مل گیا ہے زونی۔۔۔مجھے صرف میرا مومن مل گیا ہے۔۔۔!" وہ جذب سے آنکھیں میچے بولی اور اس کے پیچھے یکدم نعرہ بلند ہوا۔۔۔

"اووووووووووو!"

وہ ہڑبڑا کے مڑی۔۔۔دیکھا تو سیف،ریان اور جنت ایک لائن میں کھڑے تھے،یہ نعرہ ان تینوں نے با آواز بلند کیا تھا۔۔۔اور اب ماحور کی کھسیاہٹ دیکھ کر ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس رہے تھے۔۔۔وہ مصنوعی غصے سے پلٹی،چولہے بند کئے۔۔۔کاؤنٹر سے بیلن اٹھایا اور تینوں کے پیچھے لپکی۔۔۔اگلے چند منٹوں میں گھر میں وہ ہاہا کار مچی تھی کہ اللہ کی پناہ۔۔۔!مگر یہ شور شرابا بہت دل خوش کن تھا۔۔۔مومن ان سب کو بھی پسند تھا۔۔۔وہ بناوٹی نہیں تھا۔۔۔ایک دم خالص اور شفاف۔۔۔!

دیوار پار سے رائنہ نے جب یہ شور سنا تو رہ نہیں پائی اور دوڑی چلی آئی۔۔۔ماحور کو گلے لگا کر مبارکباد اس نے ایسے دی تھی جیسے منگنی کے لڈو ملے ہوں۔۔۔کچھ دیر میں عاقب بھائی بھی یہیں چلے آئے تو محفل کو چار چاند لگ گئے۔۔۔انہوں نے بھی مومن کو پسندیدگی کی سند دے کر اگلا کمال یہ کیا کہ سیف کے موبائل سے اسے کال کروا کے بلا لیا۔۔۔سب نے پرجوش انداز میں عاقب

بھائی کو شاباشی دی۔۔۔ماحور ہکا بکا یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔۔۔اس کے سان و گمان بھی نا تھا کہ عاقب بھائی ایسی پھرتی دکھائیں گے۔۔۔بیس منٹ میں مومن تراب حاضر تھا۔۔۔سب کے ذراہٹ کے کیئے گئے استقبال نے ایک پل کو تو اس کی بھی سیٹی گم کر دی مگر وہ ازلی خود اعتماد تھا۔۔۔کچھ ہی دیر میں اندر لاؤنج کے صوفے پر" جوائی" کی طرح پھیل کر بیٹھا عاقب بھائی کے ساتھ قہقہے لگاتا ،سیف اور ریان کے کانوں میں کھسر پھسر کرتا۔۔۔زونی کے گال کھینچتا وہ اتنے مزے میں تھا جیسے سسرال مکلاوے کی رسم پر آیا ہو۔۔۔رائنہ اور جنت نے کچن سنبھال لیا۔۔۔چائے کے ساتھ جو بھی اس وقت ممکن تھا،لا رکھا۔۔۔چند بسکٹ، باسی کیک، ذرا سی نمکو اور شام کے بچے ہوئے پکوڑے جو ماحور آفس سے واپسی پر راستے سے لیتی آئی تھی۔۔۔مگر ان سب میں بھی مزہ تھا۔۔۔خوشی کا ذائقہ تھا۔۔۔ماحور کو پہلی بار مومن کے سامنے بیٹھنا عجیب لگ رہا تھا۔۔۔اس کے ہاتھ پیر سنسنا رہے تھے۔۔۔وہ یہاں وہاں پھر کر فالتو کے کام بھگتا رہی تھی حالانکہ جانتی تھی وہ ہر دوسرے منٹ ایک گہری نگاہ اس پر ڈالتا تھا مگر اس نے بھی مومن سے نگاہیں چار کرکے نا دیں۔۔۔یہ رونق تب تک لگی رہی جب تک نشے میں ڈولتے ،جھومتے جھامتے عقیل مغل گھر میں داخل ہو کر عین لاؤنج کے وسط میں دھڑام سے گر نہیں گئے۔۔۔بے ڈھنگے پن سے گرتے ہی وہ بے سدھ ہو چکے تھے اور باقی سب بھی ایک دم چپ۔۔۔شرمندگی نے ماحور اور اس کے بہن بھائیوں کے چہرے پر زردی پھیر دی تھی۔۔۔ماحور کا بس نہیں چل رہا تھا کیسے بابا کو منظر سے غائب کرے یا خود کو۔۔۔!

لیکن اگلا پل بہت حیران کن تھا۔۔۔مومن اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔۔۔اس نے صوفے پر سے دو کشن اٹھائے اور نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عقیل مغل کے سر کو اونچا کر کے اس کے نیچے سما دیئے۔۔۔اب وہ قدرے آرام دہ حالت میں محسوس ہوتے تھے۔۔۔سب کو دونوں ہاتھوں سے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ،سرگوشی میں خدا حافظ کہا اور عاقب بھائی اور رائنہ کو بھی چلنے کا سگنل دیا جیسے یہاں اسی کے ساتھ آئے تھے۔۔۔وہ دونوں بھی اس کے اتنے کیئرنگ رویے پر حیران ہوتے آہستگی کے ساتھ سب کو الوداع کہتے دبے پاؤں ،مومن کے پیچھے ہی نکل گئے۔۔۔سارے میں یکدم سکوت چھا گیا۔۔۔مومن کے اس عمل نے ان سب کو ایک دوسرے سے نگاہ چرانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔سیف نے ایک طویل سانس آہستگی سے خارج کی اور اندر کمرے سے کمبل لا کر عقیل مغل کے اوپر اوڑھا دیا۔۔۔یہ مومن کے عمل کا ردعمل تھا اور اب سے پہلے یہ کبھی نہیں ہوا تھا۔۔۔ماحور کے پتھر ہوئے چہرے پر بھی شرمندگی کی لکیریں تھیں۔۔۔سیف کو یقین تھا کہ آج کے بعد سے یہ عمل روز دہرایا جائے گا،اس میں کبھی چوک نہیں ہو گی۔۔۔وہ آگے بڑھا اور ماحور کو کندھوں سے تھام کر نرمی سے اس کے کمرے کی طرف دھکیلا۔۔۔باقی سب کو بھی کمروں میں بھیج کر بنا

آواز لائیٹ آف کی اور خود باہر گیٹ بند کرنے چلا گیا۔۔۔!

"باپ لاپرواہ ہوتا ہے، غیر ذمہ دار بھی ہوسکتا ہے، بدکار بھی۔۔۔ مگر شرع کہتی ہے کہ اس کا احترام لازم ہے۔۔۔ یہ وہ ناؤ ہے جس کے پیندے میں چھید بھی ہو تب بھی پار لگنے میں کام آتا ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

لگژری بیڈ روم میں اس وقت نیم تاریکی پھیلی تھی۔۔۔ صبح کا وقت تھا مگر کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے دبیز پردے ہٹائے نہیں گئے تھے۔۔۔ سینٹرل ہیٹنگ کی وجہ سے کمرہ گرم تھا۔۔۔ سارے میں پرفیوم اور ائیر فریشنر کی ملی جلی خوشبو پھیلی تھی۔۔۔ کمرہ کچھ کچھ بکھری حالت میں تھا۔۔۔ آج صبح ہی منہ اندھیرے عادل پاشا تین دن کے لیئے کراچی گئے تھے۔۔۔ انہی کے کچھ کاغذات ڈریسر پر اور کچھ فالتو کپڑے سیٹی پر پڑے تھے۔۔۔ جہازی سائز بیڈ پر ناعمہ پاشا پژمردہ سی لیٹی تھیں۔۔۔ وہ تین دن سے سخت اذیت کا شکار تھیں، جس کا اظہار تک نہیں کر سکتی تھیں۔۔۔ پچھلے تین دن اور تین راتوں سے عادل پاشا کے دیئے گئے لفظوں کے گھاؤ اور کچوکے انہیں ادھ موا کر چکے تھے اور ان کے جانے کی دیر تھی، وہ اس طرح پھپک پھپک کر روئیں کہ اب تک ان کی ہچکی بندھی تھی۔۔۔ طبیعت الگ نڈھال ہو چکی تھی۔۔۔ لگتا تھا جیسے جسم ٹوٹ رہا ہے۔۔۔ انہیں ہلکی ہلکی حرارت محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی مگر دل نہیں چاہ رہا تھا کہ کسی بھی ملازمہ کو کمرے میں داخل ہونے دیں۔۔۔ چت لیٹے سے وہ کہنی کے بل ذرا سا اٹھیں اور سیدھی ہوتی ہوئی تکیے سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگئیں۔۔۔ کب کی سینے میں اٹکی ہچکی حلق کے راہ آزاد ہوئی۔۔۔ بیڈ کے بالکل سامنے ڈریسر کے ساتھ دیوار میں نصب قد آدم آئینہ تھا۔۔۔ اپنا عکس اس میں دیکھ کر ان کی آنکھیں دوبارہ بھیگنے لگیں۔۔۔ وہ آئینہ چمکتی اسکرین بن گیا اور گزشتہ دن کے اذیت ناک مناظر وہاں کسی فلم کی مانند چلنے لگے۔۔۔

"سالک، ابرش سے شادی سے انکار کرنے کے بعد جا چکا تھا، یہ دیکھے بغیر کہ پیچھے عادل پاشا کا تنفس یکدم تیز ہوا تھا اور رنگت متغیر۔۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سالک ان کو یوں دوٹوک انکار کر دے گا۔۔۔ ناعمہ پاشا کی ٹانگوں پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی تھی۔۔۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے بے بسی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔۔۔ دل میں فکر کھائے جا رہی تھی کہ سالک جس لڑکی کا نام لے کر گیا ہے، اس کے لیئے کوئی فرمان نا جاری کر دیں۔۔۔ عادل پاشا کی سفاکیت کو بھلا ان سے بہتر کون جانتا تھا۔۔۔ وہ کچھ دیر تو ساکت بیٹھے، بند مٹھیاں ہونٹوں پر جمائے، محض اپنی تیز نظریں گھما گھما کر سوچتے رہے پھر اچانک سے اٹھے۔۔۔ ایک زوردار ٹھوکر میز کو لگائی۔۔۔ چائے کا کپ اور ایک آدھ کرسٹل کے ڈیکوریشن پیسز پھسل کر چھن کی آواز کے ساتھ چمکتی ٹائل والے فرش پر آ

رہے۔۔۔ناعمہ کے ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں چمکیں۔۔۔عادل پاشا تنتناتے ہوئے کمرے میں جا چکے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کو بھی ناچار اٹھ کر ان کے پیچھے جانا ہی تھا۔۔۔انہوں نے ملازمہ کو آواز دے کر سب بکھیڑا سمیٹنے کا کہا اور خود بھی بیڈروم کا رخ کیا۔۔۔دروازے کا ناب تھام کر وہ کئی پل کھڑی رہیں۔۔۔خود کو قدرے نارمل کیا اور چہرہ تھپتھپا کر اندر داخل ہو گئیں۔۔۔بیڈروم میں عادل پاشا طیش میں چکر کاٹ رہے تھے۔۔۔وہ خاموشی سے ڈریسنگ اسٹول پر ٹک گئیں اور سر جھکا کر نظریں ادھر سے ادھر جاتے شوہر کے قدموں پر ٹکا لیں۔۔۔

"تو اب میرے بیٹے میں اتنی جرات پیدا ہو گئی کہ وہ میرے سامنے تن کر فیصلے کرے گا۔۔۔واہ۔۔۔! وہ بھی میرے سامنے۔۔۔!"

ناعمہ پاشا نے ایک نظر اٹھا کر تاسف سے انہیں دیکھا اور فوری طور پر نظر واپس پھیر لی۔۔۔

"اس کی یہ جرات بلاسبب نہیں ہے۔۔۔اس کے پیچھے یقیناً وہی لڑکی ہے۔۔۔وہ کیا نام بتا رہا تھا اس کا۔۔۔!" وہ ایک پل کو تھمے پھر نخوت سے سر جھٹکتے ہوئے بولے۔۔۔"ہنہہ! جو بھی ہے۔۔۔کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام میرے بیٹے کے نام سے جڑے۔۔۔عادل پاشا کے بیٹے کے نام سے۔۔۔وہ چیونٹی، ہاتھی کی سونڈ میں گھسنا چاہ رہی ہے۔۔۔مجھے اس سے پہلے ہی اسے مسلنا ہو گا۔۔۔!"

وہ انتہائی حقارت اور سرد لہجے میں بولتے ناعمہ پاشا کے حواس سلب کر گئے۔۔۔ان کے ہاتھ یکدم ٹھنڈے پڑ گئے اور ریڑھ کی ہڈی میں پھریری سی دوڑ گئی۔۔۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں، کچھ بتانا چاہتی تھیں مگر ہونٹوں پہ جیسے قفل پڑ گئے تھے۔۔۔

عادل پاشا سیٹی پر بیٹھے۔۔۔دو تین لمبے لمبے سانس لئے۔۔۔جیب سے موبائل نکالا اور کوئی نمبر ملانے لگے تھے کہ ناعمہ پاشا کے فق چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے بولے۔۔۔

"آپ کی ہوائیاں کیوں اڑی ہوئی ہیں ناعمہ۔۔۔؟ اوہ۔! بھول گیا۔۔آپ کے تو اپنے ہی سوگ ہیں۔۔۔ہونہہ۔۔۔! میرا بیٹا میرے مقابل کھڑا کر ڈالا آپ نے۔۔۔!"

ناعمہ پاشا حیرت کے سمندر میں غوطہ زن آنسو پیتی سوچتی رہ گئیں کہ اس سب میں وہ کہاں قصوروار ہیں۔۔۔یہ کھاتے اگر کھل جاتے تو شکنجہ عادل پاشا کی گردن کے گرد کسا جاتا۔۔۔وہ سب ستم بھلا بیٹھے تھے مگر ناعمہ نہیں۔۔۔اپنے ہونٹ بے دردی

سے چباتے انہوں نے عادل پاشا کو موبائل پر کسی سے کہتے سنا۔۔۔

" ہاں ایاز۔۔۔عادل پاشا بات کر رہا ہوں۔۔۔ایک لڑکی کا اتا پتا معلوم کر کے دو۔۔۔ماحور نام ہے اس کا۔۔۔منصوری فرم میں ملازمت کرتی ہے۔۔۔اینڈ ایوری تھنگ اباؤٹ ہر شُڈ بھی اون مائی ٹیبل ودِ اِن کپل آف ڈیز۔۔۔(اس لڑکی کے بارے میں مکمل معلومات کچھ دن میں میرے میز پر ہونی چاہئیں۔۔۔)۔۔۔اس کے بعد اگلی بات ہو گی۔۔۔صبح میں کراچی جا رہا ہوں، میری واپسی پر مجھے آفس میں ملو۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

کال کاٹ کر انہوں نے بڑے تنفر سے موبائل سیٹی ہر ہی اچھال دیا۔۔۔پھر ناعمہ پاشا کو ترچھی اور جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔

" شادی تو سالک کی وہیں ہو گی جہاں میں نے کہہ دیا ہے، دیکھتا ہوں کہ آخر یہ کیا بلا ہے جو میرے بیٹے کو چمٹی ہے اور جس کے ذکر نے آپ کا رنگ بھی فق کر ڈالا ہے۔۔۔ناعمہ بیگم، عادل پاشا کبھی کچے کام نہیں کرتا۔۔۔نا ہی پچھلی کڑیاں جوڑ کے رکھتا ہے۔۔۔اگر اس لڑکی کی کڑی آپ سے جڑی ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس چکی ہے۔۔۔!"

عادل پاشا انہیں کانٹوں پر گھسیٹ کر خود اگلی صبح ہی کراچی روانہ ہو گئے تھے۔۔۔شدید ترین ذہنی دباؤ نے ناعمہ پاشا کی طبیعت بگاڑ دی تھی۔۔۔وہ تو کسی بھی قسم کا اظہار تک کرنے سے قاصر تھیں نتیجتاً سارا غبار جب اندر اکٹھا ہو جاتا تھا تو بیماری کی صورت باہر آتا تھا۔۔۔عادل۔پاشا کے جانے کے بعد سے وہ کمرے سے باہر نہیں آئیں تھیں۔۔۔انہیں آنے والے وقت میں تباہی کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔۔۔اپنا مضمحل عکس دیکھتے ہوئے انہوں نے ایک تار بہتے آنسوؤں کو اپنے نائٹ سوٹ کی آستین سے خشک کیا۔۔۔

" مجھے اس معاملے کو بگڑنے سے پہلے ہی درمیان میں آنا پڑے گا۔۔۔اس بار میں عادل پاشا کے ہاتھوں ظلم ہونے نہیں دوں گی۔۔۔!"

دل میں مصمم ارادہ باندھتی، وہ شدید سر درد کو نظر انداز کرتیں بستر سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔اس بار ان کے بس میں جو بھی ہو سکا وہ کرنے کو تیار تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

آفس میں ملگجا سا اندھیرا تھا۔۔۔وہ اونچی بیک والی آفس چیئر کے ساتھ سر ٹکائے، آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔۔۔کئی دن سے ماما اسے بے طرح یاد آ رہی تھیں۔۔۔خاص طور پر جب سے عادل پاشا کے ساتھ اس کی تکرار ہوئی تھی، اس دن سے وہ ماں کو

ایک ایک پل مس کر رہا تھا۔۔۔بھلے سے عادل پاشا نے انہیں، ان کی زندگی میں کبھی بھی اہمیت نہیں دی تھی مگر پھر بھی وہ آج ہوتیں تو اسے بے حد ڈھارس رہتی۔۔۔وہ کبھی بھی نہیں چاہتا تھا عادل پاشا کے روبرو ہو مگر یہ اس کی زندگی کا معاملہ تھا جسے وہ عادل پاشا کی ضد کی نذر نہیں کر سکتا تھا۔۔۔اس کے ذہن کی ڈور یکدم ابرش راٹھور کے تصور نے کھینچی۔۔۔وہ چلبلی، بلا کی حسین لڑکی۔۔۔کسی کے بھی دل کی ملکہ بن سکتی تھی لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا، جہاں ماحور نے اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ رکھے تھے۔۔۔وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ اس کے دل کو ماحور کی خوبصورتی نے نہیں بلکہ اس کی ہنسی نے جکڑا تھا۔۔۔اس نے اتنی مدھر ہنسی کبھی نہیں سنی تھی۔۔۔ماحور کا وجود حائل نا ہوتا تو اسے عادل پاشا کی بات ماننے میں چنداں دشواری نا ہوتی۔۔۔بس دل کو ملال سا تھا عادل پاشا کی ناراضی کا۔۔۔اس نے کبھی بھی ان سے ایسے طریقے سے بات نہیں کی تھی، تب بھی نہیں جب اسے ان کی دوسری شادی کا پتا چلا تھا۔۔۔وہ انہی سوچوں میں غلطاں اپنے اگلے قدم کے بارے میں سوچ رہا تھا جب دروازے پر مدھم سا ناک کر کے اس کی سیکرٹری زرش اندر داخل ہوئی۔۔۔

”سر آپ کا آج کا شیڈول۔۔۔! آج آپ کی میٹنگ ہے۔۔۔“

”کینسل کر دیں۔۔۔!“ وہ بند آنکھوں سے اس کی بات کاٹ کر بے نیازی سے بولا۔۔۔

”لیکن سر۔۔۔سر پاشا یہاں نہیں ہے اور یہ میٹنگ آپ ہی نے۔۔۔“

”میں نے کہا نا۔۔۔کینسل کر دیں تانیہ۔۔۔میں آج کوئی میٹنگ اٹینڈ نہیں کروں گا نا ہی کوئی کال مجھے ٹرانسفر کی جائے۔۔۔گاٹ اٹ۔۔۔!“ اب کے اس کا لہجہ بے لچک تھا۔۔۔سیکرٹری بے چاری دبک کے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔۔۔یہ میٹنگ سراسر سالک کے کہنے پر ہی ارینج کی گئی تھی۔۔۔ایک آخری کوشش کے طور پر اس نے واپس مڑنے سے پہلے ہلکی آواز میں منمناتے ہوئے کہا۔۔۔

”ایکچوئلی سر۔۔۔سر منصور کی دو دفعہ کال آ چکی ہے۔۔۔وہ آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔اوکے! میں کینسل کرواتی ہوں۔۔۔!“ وہ مایوسی سے کہہ کر واپس ہونے لگی تھی لیکن سالک پاشا نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تھیں۔۔۔

”یو مین منصور راٹھور۔۔۔؟“ اس نے پورا نام لے کر کنفرم کیا۔۔۔

”جی۔۔۔جی سر۔۔۔وہی۔۔۔بٹ ڈونٹ یو وری سر۔۔۔میں کینسل کروا دیتی ہوں۔۔۔!“

”کس نے کہا آپ سے۔۔۔؟“ وہ اپنے فولڈڈ کف سیدھے کرتے ہوئے لاپرواہی سے بولا تو وہ بے چاری حیران

پریشان اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

"میٹنگ آج ہی ہو گی۔۔۔آپ مسٹر مومن کو بھیجئے اندر۔۔۔ان سے کہئے گا کہ "راٹھورا اینڈ کو" کی فائل بھی ساتھ لیتے آئیں۔۔۔!"

وہ تیزی سے اپنے ہلکے بھورے بالوں میں ہاتھ چلا کر انہیں سیٹ کرنے لگا۔۔۔ذہن میں چھم سے ماحور کی شبیہہ اتر آئی تھی۔۔۔کتنی تیزی سے یہ لڑکی دل پر قابض ہوئی تھی کہ اب دل چاہتا تھا کہ دوریاں پاٹ دے،قربت کو دائمی لمس عطا ہو۔۔۔اس کے ہونٹوں پر بڑی پیاری مسکان کھل اٹھی۔۔۔

"مے آئی کم ان سر۔۔۔!" مومن نے دروازہ ناک کرتے ہوئے اجازت چاہی تو اس کا دھیان بٹ گیا۔۔۔اس نے خوشگواریت سے اثبات میں سر ہلایا تو مومن اندر داخل ہوا۔۔۔بہت کم وقت میں اس نے سالک پاشا کا نا صرف اعتماد حاصل کیا تھا بلکہ دونوں کے درمیان خاصی بے تکلفی بھی ہو چکی تھی۔۔۔اس کی ایک وجہ مومن کے بابا اور عادل پاشا کا ماضی میں رہ چکا دوستانہ تعلق بھی تھا۔۔۔گو کہ ابھی تک عادل پاشا مومن کا فیملی بیک گراؤنڈ نہیں جانتے تھے،ان کی ایک آدھ بار اس سے اگر بات چیت ہوئی تھی تو ایز این ایمپلائی ہی ہوئی تھی،پرانے واسطے اور تعلق دہرانے کی نوبت نہیں آسکی تھی۔۔۔

ٹیبل کے پاس پہنچ کر اس نے فائل سالک کے آگے رکھی تو اس نے ہاتھ ہلا کے مومن کو بیٹھنے کا کہا۔۔۔

"سر یہ اچانک میٹنگ۔۔۔؟ خیریت۔۔۔!" اس نے اچنبھے سے پوچھا حالانکہ دل اس کا بھی بلیوں اچھل رہا تھا ماحور سے ملاقات کی خوشی میں۔۔۔آج دو دن تو ہو ہی گئے تھے اسے دیکھے۔۔۔

"ہممممم۔۔۔ہاں! یار کہا تو تھا ایک سٹنگ ابھی کرنی پڑے گی ان کے ساتھ۔۔۔کچھ امپورٹنٹ ایشوز ہیں جن پر بات چیت کی گنجائش نکلتی ہے۔۔۔تم چلو بس۔۔۔منصور انکل ہمارا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔!" اس کا انداز ٹالنے والا تھا۔۔۔مومن ٹھٹک گیا۔۔۔اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مزید کیسے استفسار کرے،بھلے بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی مگر سامنے باس تھا۔۔۔اسے اس سب کے پیچھے کوئی اور رولا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔سالک پاشا کے انداز میں کچھ نیا پن تھا۔۔۔اور وہ بلا جواز نہیں تھا۔۔۔!

اس نے گلا کھنکھارتے ہوئے ایک نظر بغور سالک پاشا کے فریش چہرے کو دیکھا اور لفظوں کا چناؤ کرتے ہوئے محتاط لہجے میں بولا۔۔۔

"سر۔۔۔سب کچھ ٹھیک تو ہے نا۔۔۔آپ اگر مناسب سمجھیں تو مجھ سے شئیر کر سکتے ہیں۔۔۔" اتنا کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ

کھڑے کیئے اور پھر گویا ہوا۔۔" باقی میں ریڈی ہوں۔۔۔آپ کہیں گے تو مومن تراب اس ساری ڈیل میں سے ستر کیڑے نکال کر ان کی ٹیبل پر سجا دے گا کہ لو بھئی! پہلے انہیں مارو پھر دیکھیں گے۔۔۔!" اس کے بے ساختہ کہنے پر ایک جاندار قہقہہ سالک پاشا کے حلق سے آزاد ہوا۔۔۔وہ جواباً ذرا سا آگے جھکتے ہوئے دوستانہ انداز میں گویا ہوا۔۔۔

" اتنے ہی عقلمند ہو تو سمجھ جاؤ نا۔۔۔کبھی کبھی ایک عبارت پوری تحریر واضح کر دیتی ہے۔۔۔مومن تراب۔۔۔!"

اور مومن تراب چند پل سالک پاشا کی شکل دیکھتا رہا پھر بلکل اسی کے انداز میں ذرا سا آگے کو جھکا اور بولا۔۔۔

" اب کیا مومن تراب آپ کو یہ کہے کہ وہ ٹیزر دیکھ کر ہی پوری فلم کی اسٹوری جان لیتا ہے، تب آپ کو میرے گٹس پر یقین آئے گا۔۔۔!"

" آں۔۔ہاں۔۔! خاصے چالاک ہو مومن تراب۔۔۔!" سالک پاشا کی آنکھوں میں شرارت سی دوڑ گئی۔۔

" خاصا کمینہ کہیئے سر۔۔۔دادا مجھے یہی کہتے ہیں۔۔۔!"

"ٹھیک ہی کہتے ہیں۔۔۔!"

ان کا مشترکہ قہقہہ آفس کے در و دیوار سے ٹکرایا۔۔۔کچھ ہی دیر میں وہ سالک پاشا کی گاڑی میں جا رہے تھے۔۔۔دونوں کی سوچوں کا محور و مرکز اس وقت صرف ایک ہی ہستی تھی لیکن دونوں ہی اس بات سے انجان تھے۔۔۔مومن تراب، سالک پاشا کی خوشی کی وجہ ابرش راٹھور کو سمجھ رہا تھا۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا کہ جس لڑکی کو وہ تمام تر شدتوں سے چاہنے لگا ہے، وہ بند مٹھی میں سے ریت کی مانند اس کی زندگی سے نکلنے والی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

" اب بس کر دو ماہی۔۔۔چھوڑ دو اس لیپ ٹاپ کا پیچھا۔۔۔منحوس کو ایسے چمٹا رکھا ہے جیسے گود لے رکھا ہو۔۔۔!" ابرش بیزاریت کے عروج پر تھی۔۔۔آفس ورک تو کیا خاک کرتی تھی، سارا وقت موبائل تھامے وہ مختلف سائیٹس کھولے آرڈرز پلیس کرواتی رہتی تھی۔۔۔ماحور نے ایک مصروف سی نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔لیکن ہونٹوں پر ذومعنی مسکراہٹ ضرور کھیل گئی۔۔۔کوئی جواب نا پا کر ابرش نے چڑ کر ٹیبل سے فائل اٹھا کر اس کی لیپ ٹاپ اسکرین پر دے ماری۔۔۔ماحور کو پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا، سکون سے فائل پکڑ کر سائیڈ پر دھر دی۔۔۔ابرش ایک طویل ہوکا بھرتے ہوئے بولی۔۔۔

" ایک تو یہاں شادی کا کوئی اتا پتا نہیں اوپر سے روز پاپا آفس میں بلا کر خبر گیری کرتے ہیں، وہ بھی اسٹاف

کے سامنے۔۔۔کوئی فائدہ نہیں ہوا ماہی تمہارا۔۔۔ پاپا کو صاف پتا چل جاتا ہے کہ کون سا کام تم نے کیا اور کون سا میں نے۔۔۔ہونہہ کل بھی مجھے بول رہے تھے" بیٹا جی پرفیکشن بولتی ہے اسی لئے ماحور کا کام بول اٹھتا ہے۔۔۔لو بتاؤ بھلا۔۔۔ یہ سب تمہارا قصور ہے ماہی۔۔۔تمہیں اپنے کام کی زبان کاٹ کر آگے پاس کرنا چاہیے تا کہ یہ شور نا مچا سکے۔۔۔!"

""تم شور نا مچانے کا کیا لو گی ابرش۔۔۔؟" ماحور زچ ہوتے ہوئے پوچھ ہی بیٹھی۔۔۔

"ہائے ظالم۔۔۔کیا پوچھ ڈالا۔۔۔ ہممممم! زیادہ کچھ نہیں۔۔۔بس ذرا سے سالک پاشا سے ہی کام چل جائے گا میرا۔۔۔!" اس نے مٹھی ٹھوڑی کے نیچے جماتے ہوئے حسرت سے کہا۔۔۔جواباً ماحور اسے کن اکھیوں سے دیکھتی بے نیازی سے بولی۔۔۔

"اچھاااا۔۔۔تو پھر ذرا سا سالک پاشا اس وقت سر منصور کے پاس آفس میں بیٹھا ہے۔۔۔جا کے لے لو۔۔۔!"

ابرش کو چند لمحے اس کی بات کی سمجھ ہی نہیں آئی اور جب آئی تو لگا کہ ماحور کا دماغ چل گیا ہے جو ایسا مذاق کر رہی ہے۔۔۔لیکن اس کے چہرے سے بلکل بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ "مسخری" ہے۔۔۔اگلے ہی پل ابرش زوردار چیخ مارتی سیٹ سے اچھل کر کھڑی ہو چکی تھی۔۔۔

" ماہی کی بچی۔۔۔تم غدار۔۔۔تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔تم نے میری دکھتی رگ کو کھینچ کر گٹار کا تار بنا ڈالا۔۔۔میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔!"

" زیادہ اوورا یکٹنگ نا کرو یار۔۔۔اس میں بھی پرفیکشن نہیں۔۔۔اور زیادہ دیر نہیں ہوئی اسے آئے ہوئے۔۔۔قریبا آدھا گھنٹہ پہلے نئیر صاحب نے بتایا تھا مجھے جب میں ان کے آفس گئی تھی، کہہ رہے تھے سالک پاشا آئے ہیں پندرہ منٹ پہلے اور سر ان کے ساتھ بزی ہیں۔۔۔!" ماحور نے ہنستے ہوئے اسے تفصیل بتائی تو وہ جارحانہ انداز میں دونوں ہاتھ زور سے میز کی سطح پر مارتے ہوئے بولی۔۔۔

" آدھا گھنٹہ اور پندرہ منٹ ملا کر پون گھنٹہ بنتا ہے ماہی۔۔۔اب تو وہ کھڑوس جانے والا ہو گا۔۔۔ماہی اٹھو۔۔۔بھاگو۔۔۔جلدی۔۔۔!"

ابرش نے ہڑبونگ میں اس کا بازو کھینچا اور اسے کھڑا کرتے ہوئے تقریبا گھسیٹتی ہوئی باہر نکلی۔۔۔ماحور اس افتاد کے لئے ہرگز تیار نہیں تھی۔۔۔وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح اس کے ساتھ کھچتی چلی گئی۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ دونوں کافی دیر منصور راٹھور کے آفس میں بیٹھنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔۔منصور راٹھور، سالک پاشا سے بے حد تپاک سے ملے تھے۔۔۔مومن تراب انہیں بھی اپنی برجستگی سے متاثر کرنے میں کامیاب رہا تھا۔۔۔سارا وقت آفس میں چٹکلے چھوڑ چھوڑ کر انہیں ہنساتا رہا تھا، جس کے لیے سالک اس کا شکر گزار تھا کیونکہ ان دونوں کے یہاں آنے کا اور کوئی جواز نہیں تھا۔۔۔اس لیے مومن تراب نے منصور راٹھور سے خوب داد سمیٹی تھی۔۔۔وہ ذہین تھا، بزلہ سنج تھا۔۔۔محفل کو بس میں کرنے کا ہنر جانتا تھا۔۔۔اسی لیے جب وہ دونوں آفس سے واپسی کے لیے اٹھے تو منصور راٹھور نے گرم جوشی سے مومن تراب سے بھی ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔۔۔

"ینگ مین۔۔۔میں تم سے دوبارہ ملنا پسند کروں گا۔۔۔!"

"جی ضرور۔۔۔اگر سر سالک میٹنگ کے بہانے یہاں لاتے رہے تو۔۔۔"

"کھو۔۔کھو۔۔کھو۔۔۔!" سالک پاشا کو یکدم اچھو لگا تھا۔۔۔گو کہ مومن ضرورت سے زیادہ بول چکا تھا پھر بھی سالک نے کھانس کر اسے مزید بکنے سے روکا تھا۔۔۔سامنے منصور راٹھور تھے جن کے نیچے سینکڑوں کا عملہ کام کرتا تھا۔۔۔وہ عادل پاشا کی غیر موجودگی میں سالک کی بلا جواز میٹنگ کی وجہ بوجھ چکے تھے۔۔۔ابرش کے لیے اس سے شاندار گھرانہ اور انہیں بھلا کہاں مل سکتا تھا۔۔۔وہ بے حد خوشی محسوس کر رہے تھے۔۔۔مگر بیٹی کے باپ تھے لہذا ایک تکلف سا بنائے رکھنا ضروری تھا۔۔۔وہ انہیں لنچ کی آفر کر رہے تھے مگر سالک نے سبھاؤ سے منع کر دیا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ مزید زور لگاتے نئیر صاحب نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔۔۔

"ایکسکیوز می سر۔۔۔! کچھ ایمرجنسی ہے۔۔۔!" نئیر صاحب نے ہاتھ میں تھامی فائلز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔۔۔سالک پاشا اور مومن تراب نے موقع غنیمت جانا اور فوراً الوداعی کلمات کہتے باہر نکل آئے تھے۔۔۔دونوں کے چہروں کی رونق ماند پڑی ہوئی تھی کہ جس مقصد کے لیے یہاں آئے تھے وہ پورا نہیں ہو پایا تھا۔۔۔دید کی پیاسی آنکھوں کو سیرابی نہیں مل سکی تھی۔۔۔آفس سے باہر آتے ہی سالک پاشا نے مومن کو مایوس نظروں سے دیکھا۔۔۔جواب میں وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔۔۔مگر قسمت تیز تھی کہ کوریڈور مڑتے ہی تیز گام کو مات دیتی ابرش اور اس کے ساتھ گھسٹتی ماحور سامنے سے آتیں ان سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھیں۔۔۔چند انچ کی دوری پر وہ دل نشیں پیکر سالک پاشا کی نگاہوں کے سامنے تھا۔۔۔ادھر ماحور کے ہاتھ پاؤں مومن کو یکدم سامنے پا کر سنسنا اٹھے۔۔۔ان دونوں کی نظر سے نظر ملی اور جھک گئی۔۔۔

"تو یہ نواب بھی ساتھ ہے۔۔۔بھلا سر نئیر بتا ہی دیتے۔۔۔اب پتا نہیں میں کیسی دکھ رہی ہوں۔۔۔؟"

دل کی تال بدلی تھی تو اب مومن کی نگاہوں میں چبھنے کا خیال بھی رہنے لگا تھا۔۔۔لاشعوری طور پر اس نے اپنے بالوں

اور کپڑوں پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

ایک ابرش تھی جس نے پلکیں جھپکنا بھی خود پر حرام کر لیا تھا۔۔۔ یک ٹک سالک کو دیکھتی وہ شیدائن لگ رہی تھی۔۔۔ اس کے ارتکاز کی وجہ سے سالک نے دوبارہ ماحور کی جانب دیکھنے سے احتراز کیا مبادا دل کا حال کہیں آنکھوں سے عیاں نا ہو جائے۔۔۔

" ایکچوئلی۔۔۔! ہم پاپا کے آفس جا رہے تھیں۔۔۔ کچھ ضروری کام تھا اس لیے ذرا جلدی میں تھیں۔۔۔ معلوم نہیں تھا کہ آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔۔۔!" مسکراتی باچھیں بس چرنے کے قریب تھیں۔۔۔ ابرش کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنی کھال کا ریڈ کارپٹ بنوا کر سالک پاشا کے قدموں میں بچھا دے۔۔۔

" اٹس اوکے۔۔۔" ایک اچٹتی نگاہ ماحور کے چمکتے چہرے پر ڈالتے ہوئے سالک پاشا نے کہا" ہم ابھی وہیں سے آ رہے ہیں۔۔۔ واپسی کے لیے نکل رہے تھے۔۔۔ اچھا ہوا آپ سے ملاقات ہو گئی۔۔۔!"" آپ" کہتے ہوئے اس کی نظر ایک بار پھر ماحور کے چہرے پر تھی۔۔۔

" ویسے مجھے سالک سر نے صبح کا حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔۔۔ نا کچھ کھانے کو دیا نا پینے کو۔۔۔ چونکہ میں اپنے دادا کا اکلوتا پوتا ہوں اس لیے سوچ رہا ہوں جانے سے پہلے ذرا کیفے کا چکر لگا لیا جائے۔۔۔ اب آپ دونوں ٹکرا ہی گئی ہیں تو پلیز ذرا کمپنی دے دیجئے۔۔۔!" مومن نے ابرش کو دیکھتے ہوئے ذو معنی انداز میں کہا۔۔۔ سالک پاشا کا دل جس پری پر آیا تھا، اس کے ساتھ چند پل تو وہ ارینج کر ہی سکتا تھا۔۔۔ اسی بہانے ماحور اس کے قریب رہتی۔۔۔

سالک نے جز بز ہوتے ہوئے۔ دل ہی دل میں اس کے کانفیڈینس لیول کو سراہا۔۔۔

" کیوں نہیں۔۔۔ ماہی۔۔۔ آئی مین ماحور بھی بنا ناشتا کیے آ دھمکتی ہے آفس۔۔۔ اچھا ہے اسی بہانے کچھ کھا پی لے گی۔۔۔!"

ماحور نے ہاتھ میں دبا ابرش کا ہاتھ زور سے دبایا۔۔۔ اسے ابرش پر مومن کی بہن کا گمان ہوا۔۔۔ دونوں ایک جتنی ہی بک بک کرتے تھے۔۔۔ ادھر سالک کے لبوں کو جیسے شیرینی نے چھو لیا۔۔۔ زیر لب" ماہی" بولتا وہ بے حد مسرور ہوا تھا۔۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ کیفے ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔۔ آرڈر ابرش نے دیا تھا۔۔۔ حسب دستور مومن تراب اور ابرش راٹھور کی زبان نان اسٹاپ چل رہی تھی۔۔۔ جبکہ سالک کے لیے یہی احساس بے حد جانفزا تھا کہ ماحور اس کے سامنے، اس کے

بے حد قریب بیٹھی ہے۔۔۔اتنی کہ وہ اس کے ایک ایک نقش کو دل میں اتار سکتا تھا۔۔مگر وہ بے حد محتاط تھا۔ایک بار ماحور پر بھرپور نگاہ ڈالنے کے بعد اس نے دوبارہ دیکھنے سے اجتناب کیا تھا کیونکہ ابرش مسلسل اسی پر نظریں جمائے ہوئے تھی اور لامحالہ اسے کوفت نے آن گھیرا تھا۔۔وہ ناگواری کا اظہار بھی نہیں کرسکتا تھا لیکن مومن تراب کو کون مائی کا لعل روک سکتا تھا۔۔۔اس کے ارتکاز نے ماحور کے ہاتھ پیر ٹھنڈے کر دیئے تھے۔۔۔وہ اسے اشارے سے منع کرنا چاہ رہی تھی کہ وہ اسے تاڑنا بند کرے اب،مگر ایسا ممکن نہیں لگ رہا تھا۔۔دل میں عجیب سی خوشی اور فخر سر اٹھاتا تھا۔۔مومن کا التفات وہ دولت تھی جس کی وہ واحد مالکن تھی۔۔۔!

سالک پاشا نے سامنے دھرے کھانے پینے کے لوازمات کو نظرانداز کرتے ہوئے محض کافی کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔۔کپ سے اٹھتے ثقیل دھویں کے پیچھے سے اس کی گہری آنکھیں ماحور کے چمکتے چہرے پر پڑیں تو سینے میں ہلچل سی مچ گئی۔۔اس کا گلال چہرہ اور مدھم مسکراہٹ گواہی دے رہے تھے کہ وہ بے خبر نہیں۔۔۔اس کے جذبوں کی آنچ اس تک پہنچ رہی تھی۔۔یعنی اس سفر میں وہ تنہا نہیں۔۔۔ڈھیروں اطمینان اس کی بھوری آنکھوں میں چمک بن کر تیرنے لگا۔۔اسے جس کی چاہ تھی وہ اس کے ہمراہ تھی۔۔۔!

ابرش راٹھور کو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ سالک پاشا نے ایک بار بھی اس کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا،اسکے لئیے یہی کافی تھا کہ وہ خاص اس کی خاطر یہاں آیا ہے۔۔۔ہاں!اس کا پیا اونچی ناک والا تھا۔۔وہ عامیانہ انداز نہیں رکھتا تھا اسی لئے خود پر قابو رکھتا تھا۔۔وہ فخر وغرور سے سامنے بے نیاز بیٹھے اس خوبرو اور مکمل مرد کو میٹھی نگاہوں سے تکتے ہوئے سوچ گئی۔۔۔اس کی خوش فہمی کا دائرہ بے حد وسیع تھا۔۔اسے پسند تھا اسی میں گھمن گھیریاں کھانا۔۔۔!

اور تقدیر چمکیلے پنوں میں لپٹی سب کی پیشانی کا عکس چرائے مسکرا رہی تھی۔۔۔بھلا محبتیں بھی یوں ہی ملا کرتی ہیں،یہ تو کٹھنائیوں سے عبارت ہیں۔۔۔آزمائشوں کا گڑھ ہیں۔۔۔اور ان پیمانوں پر وہی من چلے پورا اترتے ہیں جن کے سر میں عشق کا سودا سما جائے۔۔۔!

☆......☆......☆

صاف ستھرے،دھلے دھلائے صحن میں کرسی ڈالے دادا نظر کی عینک لگائے دائیں ہاتھ میں قینچی تھامے موبائل کی سم کتر رہے تھے جب مومن نیند سے جاگ کر سست سا چلتا ہوا باہر آیا۔۔۔دھپ سے ان کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھا اور مسلسل جماہی پہ جماہی لیتے اس نے نیم مندی آنکھوں سے دادا کا جائزہ لیا اور نگاہیں چہرے سے ہوتی ہوئی ہاتھوں پر آ ٹھہریں۔۔۔ایک

ہاتھ میں قینچی کی تو خیر تھی لیکن سم دیکھ کر وہ یوں اچھلا گویا کھولتا پانی سر پر انڈیلا گیا ہو۔۔۔اس نے آنکھیں مل کر تھوڑا آگے کو جھک کر یقین دہانی کی اور حیرت سے چلاتا ہوا بولا۔۔۔

"دادا۔۔۔!یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟"

"تیری ٹنڈ کر رہا ہوں۔۔۔!" دادا نے بے زاری سے جواب دیا۔۔" دیکھ نہیں رہا سم کاٹ رہا ہوں۔۔۔خود ہی تو کہا تھا کہ نئے موبائل میں ڈالنے کے لئے سم چھوٹی کرانی پڑے گی۔۔۔!"

"تو دادا ایسے تھوڑی نا ہوتی ہے۔۔۔میں لے جاتا اور مائیکرو کروا لاتا۔۔۔!" وہ بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔۔۔دادا نے اچنبھے سے ہاتھ روک کر عینک کے اوپر سے اسے دیکھا اور قینچی کا سرا اس کی طرف لہراتے ہوئے بولے۔۔۔

"تو جاہل آدمی میں اسے کاٹ کر خود ہی اندر کچن میں مائیکرو میں پھیر لیتا ہوں۔۔۔مگر تجھے تو پیسے لگانے کی پڑی رہتی ہے بس۔۔۔!"

"اففففف! آپ کو سمجھانا بھی بے حد مشکل ہے۔۔۔لیکن آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ یہ سم آپ کے کسی کام کی نہیں رہی۔۔۔ضائع کر دی آپ نے۔۔۔اب جانے دیں اسے۔کل نئی نکلوا کر لا دوں گا۔۔۔!"

"جانے کیوں دوں اسے۔۔۔شاویز کو دوں گا۔۔۔وہ ایسا خبیث ہے اسے بھی کسی کام میں لے آئے گا۔۔۔!"

دادا نے کٹی پھٹی سم کو بازو پھیلا کر چہرے کے سامنے اونچا کرتے ہوئے،ایک آنکھ دبا کر دوسری سے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔چند پل دیکھتے رہے پھر یکدم چونک کر کسی پہنچے ہوئے بابے کے انداز میں بولے۔۔۔

"بڑے بڑے حادثے دیکھیں ہیں مگر کبھی نہیں سوچا تھا کہ اتنی سی سم کے ٹکڑے سے شاویز جیسا برفانی ریچھ،ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لئے باہر نکل آئے گا۔۔۔!"

"دوسری آنکھ بھی کھول لیں دادا۔۔۔شاویز اس سم میں سے نہیں،اس کے پس منظر میں جو گیٹ ہے،وہاں سے نمودار ہوا ہے۔۔۔!"

دادا نے آنکھ کھولی تو شاویز کا تپا تپا سا منہ مزید قریب آ چکا تھا۔۔۔یقیناً وہ خود کو برفانی ریچھ کہے جانے پر برا مان گیا تھا۔۔۔

"کیا لایا ہے،میرے ڈونلڈ ڈک۔۔۔!" مومن نے لہجے میں مٹھاس بھر کر پوچھا تو شاویز نے ٹرے چھوٹی میز پر رکھی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے نروٹھے لہجے میں بولا۔۔۔

"حلوہ پوری بنائی تھی بھابھی نے۔۔۔میاں جی نے کہا آپ کو بھی دے آؤں۔۔۔!"

اس کی بات پر مومن نے بے اختیار موبائل پر وقت دیکھا۔۔۔ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔۔۔یہ بھلا کون سا وقت تھا حلوہ پوری کا۔۔۔

"تم لوگوں نے دوپہر کو ناشتہ کرنا شروع کر دیا ہے کیا۔۔۔؟" دادا نے عینک اتار کر آنکھیں ملیں تا کہ حلوہ پوری پر گاڑ سکیں۔۔۔

"نہیں ہم نے تو صبح سات بجے ہی کر کیا تھا۔۔۔!"

"تو پھر یہ کیا ہے۔۔۔؟"

"ناشتہ۔۔۔!اور کیا۔۔۔!"

"کس کا کمینے۔۔۔؟"

"آپ کا اور کس کا دادا۔۔۔!"

"تجھے کس نے کہا کہ ہم ایک بجے ناشتہ کرتے ہیں۔۔۔!"

"ایک نہیں۔۔۔پونے ایک۔۔۔!اور بھابھی نے صبح ہی الگ کر کے رکھی تھی ٹرے۔۔۔میاں جی نے لانے نہیں دی کہ فضل (دادا) نے پوتے کی نوکری کی مٹھائی بھی باسی بھیجی تھی اور پھل بھی اپنے منہ کی طرح پلپلا۔۔۔اس لئے ٹھنڈا کر کے لے کے جانا۔۔۔!"

شاویز نے اپنے دادا کا پورا بیان حرف بہ حرف سناتے ہوئے دلی تسکین حاصل کی تھی۔۔۔

"شام کو مل لے یہ مجھے کریم کی ہٹی پر۔۔۔جب سے بڈھا دکھنے لگا ہے، میری جوانی سے سڑ سڑ کر سواہ ہوئی جا رہا ہے۔۔۔اب اس میں بھی میرا قصور ہے بھلا۔۔۔ہاں اگر میں آج بھی اپنے پوتے کا بڑا بھائی لگتا ہوں۔۔۔چلووووو! باپ ہی سہی۔۔۔" انہوں نے مومن اور شاویز دونوں کی مشترکہ گھوری پر اپنی عمر میں تھوڑا اضافہ کیا۔۔۔"تو پکڑ لو سارے میرا گاٹا۔۔۔ڈال دو پھندا اس جرم پر۔۔۔!" ان کے جذباتی بیان پر شاویز اور مومن نے محض آنکھیں پٹپٹانے پر اکتفا کیا۔۔۔دادا ان کے سپاٹ چہرے دیکھتے ہوئے غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شاویز کے ہاتھ سے ٹرے تقریباً جھپٹتے ہوئے اندر لے گئے۔۔۔ان کے دوپہر کے کھانے کا انتظام ہو گیا تھا۔۔۔اب یہ مومن کی قسمت کہ اس میں سے وہ اس کے لئے کیا بچاتے۔۔۔!

شاویز نے سکون سے کمر ٹکا کر میسنی مسکراہٹ کے ساتھ مومن کو دیکھا۔۔ایک بار دو بار اور تیسری بار پر مومن تڑخ کے بولا۔۔۔

"اپنی گندی نظریں ہٹا مجھ سے۔۔۔گھر میں دادا اور بھائی نہیں ہیں کیا۔۔؟"

"ہیں تو سہی مگر تجھ سا کوئی نہیں دیکھا۔۔۔!" ٹھوڑی سہلاتے ہوئے محض اسے چڑانے کی غرض سے بکواس کرتا وہ اسے زہر سے بھی زہریلا لگا۔۔۔دادا کی چھڑی پاس پڑی تھی وہی تھام کر اسے للکارتے ہوئے بولا۔۔۔

"کمینے۔۔۔تجھے شرم نہیں آتی مجھ پر بری نظر رکھتے۔۔۔میں کسی کی امانت ہوں۔۔۔بے شرم۔۔۔!" ساتھ ہی رکھ کر پنڈلی پر چھڑی برسائی۔۔۔شاویز بلبلا اٹھا۔۔۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا یار۔۔۔تُو تو سیریس ہی ہو گیا۔۔۔!"

"استادوں کے ساتھ استادی۔۔۔اچھا جی۔۔۔شکل دیکھی ہے اپنی تو نے حلوہ کدو۔۔۔!" مومن نے گھر کا

"روز دیکھتا ہوں۔۔۔مومن جیسی لگتی ہے۔۔۔!" اس کی تشبیہ پر مومن کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔

"بہت بڑا چول ہے تو۔۔۔باتیں بنانا سیکھ ہی گیا ہے۔۔۔!"

"ہاں! تمہاری صحبت کا اثر ہے پیارے۔۔۔ایسے ہی مجھے اپنے زیر سایہ رکھو تا کہ تمہاری طرح کوئی لڑکی مجھے بھی لفٹ کرائے اور میں بھی شادی کروا کے تمہیں چار پانچ بچوں کا چاچو بننے کا اعزاز بخش سکوں۔۔۔!" وہ اس قدر رسان سے بولا کہ مومن بایاں ابرو اچکا کر بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔

"سوت نا کپاس، جولاہے سے لٹھم لٹھے والی مثال مجھے آج سمجھ آئی ہے۔۔۔لڑکی کا دور و نزدیک سے کچھ پتا نہیں اور تو نے چار بچے بھی پیدا کر لیئے۔۔۔اشکے وئی اشکے۔۔۔اتنا تُو فاسٹ اینڈ فیوریئس۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔! دیکھ لینا۔۔۔عنقریب میرے پہلو میں بھی ایک حسین و جمیل سی لڑکی ہو گی جس سے میں رومانس بگھار رہا ہوں گا۔۔۔!" شاویز کا لہجہ خوابناک اور آنکھیں نیم مندی ہوئی تھیں۔۔۔

"بیٹا۔۔۔! ذرا رومانس کے ہجے تو کر۔۔۔بڑا آیا رومانس جھاڑنے والا۔۔۔تُو بس اپنی پلکوں کی خشکی جھاڑا کر۔۔۔یہ دل لگی تیرے بس کا روگ نہیں۔۔۔!" مومن نے اس کے ارمانوں کو فریز کرنے کی کوشش کی۔۔۔جواباً شاویز یکدم اپنی کرسی سے اچھلا اور مومن کے دونوں ہاتھ جکڑتے ہوئے بولا۔۔۔

" تم سکھا دو نا مجھے ۔۔۔تمہارا ہاتھ میرے سر پر بنا رہا تو بہت جلد میں کنگ آف رومانس کہلواؤں گا۔۔۔سچی۔۔۔!" وہ مومن کا ہاتھ اپنے تیل سے چپڑے بالوں پر رکھتے ہوئے عقیدت سے بولا۔۔۔مومن نے ہاتھ واپس کھینچا،اس پر لگی بے تحاشا چکنائی کو کلفت سے گھورا، دوسرے ہاتھ سے شاویز کا گریبان تھام کر اپنی جانب کھینچا اور تیل والا ہاتھ اس کی سفید شرٹ سے پونچھ دیا۔۔۔وہ بے چارہ اس حرکت پر محض صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔۔۔

" مجھ سے کیا امید لگائے بیٹھا ہے رے پگلے۔۔۔مجھے تو خود ابھی تک ایسی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔۔۔حق ہا۔۔۔! تیری ہونے والی بھابھی بڑی خرانٹ ہے رے۔۔۔!" اس کی نظروں کے سامنے ماحور کے جارحانہ تیوروں والا چہرہ گھوم گیا۔۔۔

شاویز نے دوبارہ اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور گھگیاتے ہوئے بولا۔۔۔

" میں ہوں نا۔۔۔مجھے بھابھی ہی سمجھ۔۔۔میرا مطلب ہے کہ تم مجھے بھابھی سمجھ کے پریکٹس کر سکتے ہو۔۔۔!"

" خبیث ! تجھے دیکھ کر تو ویسے ہی اختلاج ہونے لگتا ہے۔۔۔اور تو کہہ رہا ہے کہ میں تیری صورت میں ماحور کو دیکھوں۔۔۔ابھی ایسے برے دن نہیں آئے میرے۔۔۔!"

" سیریسلی یار۔۔۔تم سمجھو میں تمہاری" وہ" ہوں۔۔۔ہم دونوں اس وقت سنسان دوپہر میں گھر میں بلکل اکیلے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے اور نظر سے نظر ملائے بیٹھے ہیں۔۔۔ایسے میں تم مجھ سے کیا کہنا پسند کرو گے۔۔۔!" شاویز نے ایک عدد زنانہ ہوکا بھرتے ہوئے مومن سے پوچھا تو چند پل کو مومن کے سامنے سے ہر منظر تحلیل ہو کر ماحور کے روشن سراپے میں ڈھل گیا۔۔۔اس کے ہونٹوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔وہ ماحور سے اپنے دل کی بات کہنے ہی لگا تھا کہ یکدم سارا فسوں ٹوٹ گیا اور دادا کی دھاڑ سنائی دی۔۔۔دونوں بری طرح ہڑبڑائے۔۔۔

" ادھر آؤ بے غیرتو۔۔۔میں بتاتا ہوں تم دونوں کو دل لگی کے ایک سو ایک اصول۔۔۔آج تم دونوں بچو میرے ہاتھ سے۔۔۔ایک ایک ہڈی پسلی توڑ کے رکھ دوں گا۔۔۔میرے گھر کو کنجر خانہ بنانے چلے ہو۔۔۔!" دادا بلکل وہی سمجھے تھے جیسا کہ اس گھڑی یہ منظر عکاسی کر رہا تھا سو خوب تلملاتے ہوئے دونوں کے پیچھے حسب استطاعت دوڑے۔۔۔مگر ان کے قریب آنے سے پہلے ہی مومن گیٹ کی بجائے، بیرونی گلی کی دیوار پھلانگ کے باہر کود گیا تھا۔۔۔شاویز سدا سے اس کے متاثرین میں شامل رہا تھا لہٰذا اسی کی دیکھا دیکھی دیوار پر چڑھ تو گیا مگر دوسری طرف جھانکتے ہی اس کے چھکے چھوٹ گئے۔۔۔دیوار خاصی اونچی تھی اور وہ بھاری بھر کم۔۔۔اس نے چھڑی پکڑے قریب آتے دادا کو دیکھ کر حساب لگایا کہ کودجانے میں کم چوٹ آئے گی یا دادا کی مار سے۔۔۔!

اس نے سینے پر ہاتھ مارتے اونچا سا نعرہ مارا اور کود گیا۔۔لیکن نعرہ اس کے زوردار آواز کے ساتھ گرتے ہی ہائے وائے کے واویلے میں بدل گیا۔۔وہ بڑے شاندار طریقے سے چوٹ لگوا کے سرخرو ہو چکا تھا۔۔اور اندر دادا دو تین موٹی موٹی گالیاں ہدیہ کرنے کے بعد اب اطمینان سے صحن کے بیچوں بیچ بچھی چارپائی پر حلوہ پوری ہضم کرنے کے لئے لیٹ چکے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

"ریان۔۔۔میں مارکیٹ کے لئے نکل رہی ہوں۔۔۔چلو میرے ساتھ، تم ٹیوشن والے گھر چلے جانا، میں آگے نکل جاؤں گی۔۔۔!" وہ والٹ میں پیسے گن گن کر رکھتے ہوئے مصروف سے انداز میں ریان کو آواز دے کر بلا رہی تھی۔۔۔ریان نے دو ماہ پہلے ایک گھر میں ٹیوشن پڑھانی شروع کی تھی۔۔۔اچھی فیس دے رہے تھے وہ لوگ مگر بیچارہ بابا کے ہتھے چڑھ جاتا تھا۔۔۔دوسرا ماہ تھا وہ اس سے پوری ٹیوشن فیس ہتھیا لیتے تھے اور نتیجتاً وہ خالی ہاتھ رہ جاتا تھا۔۔۔ماحور ایک مخصوص رقم دیتی تھی عقیل مغل کو مگر جوئے کی لت انہیں کم پر راضی ہی نہیں رہنے دیتی تھی۔۔۔ابھی بھی آئے دن گھر کی کوئی نا کوئی چیز غائب ہو ہی جاتی تھی۔۔۔

"آ بھی جاؤ ریان۔۔۔دیر ہو رہی ہے۔۔۔!"

اس نے ریان کو نک سک سے تیار قریب آتے دیکھ کر پکارا۔۔۔

"وہ۔۔۔اپیا۔۔۔آپ چلی جائیں نا۔۔۔میں خود ہی چلا جاؤں گا۔۔۔اصل میں مجھے راستے میں ایک دوست کو ملنا ہے۔۔۔تھوڑا وقت لگ جائے گا۔۔۔اس لئے آپ چلی جائیں، خوامخواہ انتظار کرنا پڑے گا آپکو۔۔۔!" وہ کچھ گھبرایا سا تھا مگر ماحور اپنے ہینڈ بیگ میں گم تھی اس لئے نوٹس نہیں کر پائی۔۔۔اور اسی مصروف انداز میں بولی۔۔۔

"چلو، جیسے تمہاری مرضی۔۔۔لیکن جلدی گھر آ جانا۔۔۔ٹیوشن پڑھا کر ادھر ادھر مت نکل جانا۔۔۔تمہیں پتا ہے نا کہ اس کام کی اجازت میں نے تمہیں اسی شرط پر دی تھی کہ تمہاری پڑھائی کا حرج نا ہو۔۔۔!※

"مجھے یاد ہے اپیا۔۔۔میں کوئی بچہ تو نہیں کہ لاپرواہی کروں گا۔۔۔!" وہ ذرا چڑ کے بولا تو ماحور نے نظر اٹھا کر بغور اس کو دیکھا۔۔۔ریان کے چہرے پر چھائی بیزاری نے ماحور کو ٹھٹکا دیا لیکن اس نے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے اسے کہا۔۔۔

"مجھے پتا ہے کہ تم بڑے بھی ہو گئے ہو اور سیانے بھی۔۔۔" وہ ذرا سا مسکرائی پھر واپس خود کو مصروف ظہر کرتے ہوئے کہنے لگی۔۔۔

"ایسا کرو نا ریان کہ تم نکل جاؤ۔۔۔مجھے ابھی پندرہ بیس منٹ لگ جائیں گے گھر سے نکلتے۔۔۔سوچ رہی ہوں کہ سیف کا

ویٹ کرلوں ورنہ بیچارہ آتے ہی سیدھا ناہید آنٹی کے گھر جائے گا چابیاں لینے۔۔۔تم نکلو۔۔۔شاباش۔۔۔!"

" اوکے۔۔۔اوکے! میں چلتا ہوں۔۔۔مجھے ویسے بھی دیر ہورہی ہے۔۔۔ٹیوشن والے بچے بہت منہ پھٹ ہیں، ذرا سی دیر ہوجائے تو سنا دیتے ہیں۔۔۔!" ریان ایک دم سے ریلیکس ہوگیا تھا۔۔۔اس کا لہجہ بھی فریش تھا اور اب وہ نکلنے کی بھی جلدی میں تھا۔۔۔ماحور کی نظر سے نظر ملائے بغیر وہ فٹافٹ باہر نکلتا چلا گیا۔۔۔گیٹ بند ہونے کا کھٹکا ہوا تو ماحور پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھی۔۔۔جیکٹ پہن کر اسٹالر لپیٹا اور بند شوز پہنتی ریان کے پیچھے نکلی۔۔۔گیٹ لاک کرنے کے بعد چابیاں گھر کے باہر بنی باڑھ میں ایک اینٹ کے نیچے چھپائیں۔۔۔(سیف کو اگر ناہید آنٹی کے گھر سے چابیاں نا ملتیں تو اسے معلوم ہوتا تھا کہ ماحور چابیاں یہاں رکھ کر جاتی تھی۔۔۔)

ریان اسے چوک کراس کرتے ہی تیز تیز قدموں سے چلتا دکھائی دے گیا تھا۔۔۔وہ چوکنا تھا اور ارد گرد نگاہیں گھماتے کسی کو ڈھونڈ بھی رہا تھا۔۔۔ماحور خاصا فاصلہ رکھتے اس کے پیچھے تھی۔۔۔کچھ آگے جا کر ایک ہیوی بائیک ریان کے پاس آ کر رکی۔۔۔ایک ماڈرن اور ممی ڈیڈی سالڑ کا اس پر بیٹھا جاہلوں کی طرح چیونگم چبا رہا تھا۔۔۔بائیک روک کر اس نے دایاں ہاتھ لہرا کر ریان کے اٹھے ہوئے ہاتھ پر مارا اور بلاوجہ قہقہہ بھی لگایا۔۔۔ریان گردن اکڑاتا اس کے پیچھے بیٹھ گیا اور اگلے ہی پل وہ لڑکا ہیوی بائیک اڑاتا لے گیا تھا۔۔۔!

ماحور کے لئے یہ خاصی اچنبھے کی بات تھی کہ ریان کی اتنے ویل آف فیملی کے لڑکے سے اتنی قریبی دوستی تھی۔۔۔اس نے ریان سے اس بابت پوچھنے کا ارادہ باندھا اور مارکیٹ کا رخ کیا۔۔۔اسے کچھ گھریلو ضروری سامان کی اشد ضرورت تھی۔۔۔خریداری کے دوران بھی اس کا دھیان مسلسل ریان کی طرف لگا تھا اور پھر ہوتے ہوتے دھیان کی ڈور مومن پر آ کر اٹک گئ تو لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ کھیل گئ۔۔۔اسے کل کیفے میں بیٹھ کر اس کا نرم نگاہی سے تکنا اور سب کی نگاہ بچا کر شرارت سے آنکھ مارنا یاد آیا تو کانوں کی لوویں تک سرخ ہوگئیں۔۔۔پہلے جو لب محض مسکرا رہے تھے اب وہاں بے آواز ہنسی کھیل رہی تھی۔۔۔وہ نچلا لب دانتوں میں بھینچے ہاتھوں میں شاپرز اٹھائے گروسری سٹور سے باہر نکلی۔۔۔روڈ کراس کر کے وہ فٹ پاتھ پر ہو گئ۔۔۔اسی لمحے کوئی زوردار آواز سے ہاؤ کرتا اس کے عین سامنے کودا۔۔۔وہ جو اپنے دھیان میں گم تھی اس افتاد پر حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئ۔۔۔سامنے مومن کھڑا دانت نکوس رہا تھا۔۔۔چونکہ ہاتھ میں شاپرز تھے اس لئے اس نے خفگی دکھانے کے لئے پاؤں کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر ماری۔۔۔مگر اسے چنداں فرق نہیں پڑا تھا۔۔۔مومن نے اس کے ہاتھوں سے شاپرز لئے اور شرارت سے اس کے

چہرے کے قریب جھکتے ہوئے بولا۔۔۔

"لو اب تمہارے ہاتھ خالی ہیں۔۔ان کا استعمال کرونا۔۔۔!"

"ان کا استعمال میں تمہارے چہرے پر کروں گی۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

"واللہ۔۔۔! میں روکوں تو گولی مار دینا۔۔لو کرو۔۔۔" اس نے اپنا چہرہ اس کے آگے کیا اور بولا۔۔۔" کرو بھی۔۔۔!"

"مومن تم انتہائی بے شرم ہو۔۔۔!" وہ اپنی اتھل پتھل دھڑکنوں کو سنبھالتی ڈپٹ کر بولی۔۔۔

"اب جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔۔۔برداشت کرو میری بے شرمیاں۔۔۔!"

"کیوں۔۔۔! میں کیوں برداشت کروں، میں نے ٹھیکہ لیا ہے کیا۔۔۔؟"

"ہاں تو اور کیا۔۔۔کانٹریکٹ سائن کیا ہے تم نے۔۔۔تاحیات بندھی ہو اب تم مجھ سے۔۔۔میرا دل، جگر، دماغ، پھیپھڑے کلیجی، گردہ سب تمہارا۔۔۔!" وہ ہاتھوں کو شاپرز سمیت دائیں۔ بائیں پھیلاتے ہوئے بولا۔۔۔

"توبہ۔۔۔! مومن تمہیں کبھی رومانس کرنا نہیں آئے گا۔۔۔لکھ کے رکھ لو۔۔۔!"

"لکھنے کی کیا ضرورت۔۔۔ابھی گھر سے نکلنے سے پہلے رومانس کی پریکٹس فلاپ ہو گئی میری۔۔۔دادا نے چھاپا مار دیا۔۔۔!" وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا تو ماحور پوری آنکھیں پھاڑ کر چلائی۔۔۔

"تم۔۔۔یعنی کہ تم۔۔۔کسی اور کے ساتھ گلچھڑے اڑا رہے تھے اور تمہارے دادا نے تمہیں پکڑ لیا۔۔۔ہاں۔۔۔!" وہ جارحانہ تیوروں سے دیکھتی کمر پر ہاتھ ٹکاتی ہوئی بولی تو مومن نے زبان دانتوں تلے لی اور ایک آنکھ میچ کر بولا۔۔۔

"او نہیں اوئے۔۔۔! وہ تو شاویز کا دماغ الٹ گیا تھا اور مجھے دلیپ کمار بنا کر خود مدھوبالا بننے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔۔دادا ایک دم چلے آئے، وہ ناجانے کیا سمجھے کہ ہم دونوں کو گھر سے بھاگنا پڑا۔۔۔ورنہ دادا کی چھڑی محبت کی طرح بلکل اندھی ہے۔۔۔آسا پاسا کچھ نہیں دیکھتی بس سینک کر رکھ دیتی ہے۔۔۔!"

"تو ایسی مشکوک حرکتیں ہی کیوں کرتے ہو۔۔۔!" وہ ساری بات سن کر کھل کے مسکرائی۔۔۔مومن اس کی گہری آنکھوں کی چمک دیکھ کر رہ گیا۔۔۔

"ویسے یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔میرا پیچھا کرتے رہتے ہو کیا۔۔۔؟" ماحور نے اس کی گہری نظروں کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"دادا کی نئی سم نکلوانے آیا تھا۔۔۔اچھی بھلی سم کو قینچی سے کتر کر رکھ دیا۔۔۔!"

اس نے پاکٹ سے سم نکال کر اسے دکھائی۔۔۔وہ دونوں فٹ پاتھ کے کنارے کنارے چل رہے تھے اور یہ روٹ ماحور کے گھر کی طرف جاتا تھا۔۔۔ماحور کا دل عجیب سے تفاخر سے بھر گیا۔۔۔مومن کا پرواہ کرنا اسے بہت اچھا لگتا تھا اور لطف یہ تھا کہ وہ بنا جتائے یہ سب کرتا تھا۔۔۔

"ماہی۔۔۔دادا تمہارے گھر آنا چاہتے ہیں۔۔۔!"

"کب۔۔۔کیوں۔۔۔کیا کریں گے آ کر۔۔۔؟" اس کے چہرے پر یکدم ہوائیاں اڑنے لگیں۔۔۔آواز میں پریشانی چھلک رہی تھی۔۔۔مومن نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

"سیاپا ڈالیں گے آ کر۔۔۔اور کیا۔۔۔حد ہو گئی یار۔۔۔رشتے کی بات کرنے آنا ہے انہوں نے۔۔۔ملیں گے آ کر تمہارے بابا سے۔۔۔!"

"ہاہاہاااا۔۔۔!" وہ استہزائیہ ہنسی۔۔۔"بابا سے رشتے کی بات کرنی ہے انہوں نے، جنہیں ہم بہن بھائیوں کے نام تک یاد نہیں رہتے۔۔۔واہ۔۔کمال بات کی۔۔۔!"

"بے فکر رہو۔۔۔میں ہوں نا۔۔۔میں تمہارے بابا کو تمہارا نام اور بائیو ڈیٹا سب یاد دلا دوں گا۔۔۔اور ویسے بھی تم میرے دادا کو جانتی نہیں، وہ ان کا سارا نشہ ہرن کر دیں گے۔۔۔تم بس دن بتاؤ، ہم کس دن آئیں۔۔۔!" مومن نے اس کی فکر کو چٹکیوں میں اڑا دیا تھا۔۔۔وہ متاسف تھی۔۔۔اس وقت شدت سے اسے اپنی ماں یاد آئی تھی۔۔۔سر جھٹک کر وہ دھیمے لہجے میں بولی۔۔۔

"اگلے ہفتے میں جب مرضی۔۔۔میں ایک آدھ دن میں عاقب بھائی کی امی سے بات کرتی ہوں، وہ اس دن آ جائیں گی۔۔۔باقی رائنہ اور عاقب بھائی تو ہیں ہی۔۔۔!"

"بس پھر ٹھیک ہے۔۔۔تم تیاریاں کر لو۔۔۔ہم آ رہے ہیں ں ں ں۔۔۔!" وہ لوگ ماحور کے گھر کے نزدیک پہنچ چکے تھے اور مومن نے جوش میں وہیں سڑک پر چھلانگ لگاتے ہوئے آدھی دنیا کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔۔۔چند آدھ گردنیں مڑیں تو ماحور نے فوراً مومن کے بازو پر زوردار چٹکی بھری اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔بقیہ چند قدموں کا فاصلہ مومن نے بھی شرافت سے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے ہوئے طے کیا۔۔۔ماحور نے گیٹ پر پہنچ کر اسے واپس جانے کا کہا تو اس نے یونہی انگلی سمیت نفی میں سر ہلا دیا۔۔۔وہ اس کے اندر جانے تک کبھی بھی واپس نہیں مڑتا تھا۔۔۔ماحور نے لمبی

سانس چھوڑتے ہوئے بیل دی۔۔۔چند لمحوں بعد عقیل مغل کے دروازہ کھولنے پر اس کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔۔۔بد قسمتی سے وہ کچھ ہوش وحواس میں بھی لگ رہے تھے۔۔۔انہوں نے مومن کو سر سے پیر تک گھورا اور کمینی سی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے ماحور سے بولے۔۔۔

"تجھے بھی پر لگ گئے زلیل۔۔۔عقیل مغل کی ناک کے نیچے کھیل رہی ہے۔۔۔بے حیا۔۔۔!"

ماحور کا دل کیا کہ وہ کہیں جا کر ڈوب مرے۔۔۔مومن کے سامنے ایسی بے عزتی کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، مومن پھرتی سے آگے بڑھا تھا۔۔۔

"السلام وعلیکم انکل۔۔۔میرا نام مومن ہے۔۔۔! اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔۔۔

"تو ہم نے کب تمہیں کافر کہا۔۔۔وہ تو زمانہ ہمیں کہتا ہے۔۔۔!" عقیل مغل نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"ارے واہ انکل۔۔۔آپ تو بڑی شاعرانہ گفتگو کرتے ہیں۔۔۔!" مومن کی بات پر ماحور ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔۔۔عقیل مغل نے ڈولتے سر کو ایک لمحے کے لئے ٹھہرا کر مومن کو گھورا۔۔۔اس کے سنجیدہ تاثرات دیکھ کر عقیل مغل نے یک بیک سینہ پھلایا اور پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر ہنستے ہوئے بولے۔۔۔

"آخر زندگی میں ایک بندے کا پتر تو ایسا ملا جسے عقیل مغل میں کوئی گن دکھائی دیا۔۔۔ورنہ تو ساری عمر اپنی گل ہی گئی کتے لوگوں میں۔۔۔!" آخری لفظ انہوں نے اندر جاتی ماحور کی پشت کو گھورتے ہوئے کہے۔۔۔مومن ان کی اس بات پر پل بھر کو سٹپٹایا لیکن اگلے ہی پل بڑے دوستانہ انداز میں ان کے کندھے پر بازو پھیلا کر کہنے لگا۔۔۔

"چلیں غصہ جانے دیں آپ۔۔۔اب سے میں آپ کی پوری قدر کیا کروں گا۔۔۔آپ ٹینشن ہی نا لیں بلکل۔۔۔!" پیچھے گیٹ کی درز میں سے ماحور کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔۔۔مومن نے انگوٹھا دکھا کر "سب اوکے" کا اشارہ دیا تو وہ مطمئن سی وہاں سے ہٹ گئی۔۔۔اور اچھا ہی ہوا ورنہ اگلا منظر اس کے اعصاب پر خاصا بھاری پڑتا۔۔۔

"ٹھیک ہے اگر تم کہتے ہو تو آج سے میری سب فکریں تمہاری۔۔۔!" عقیل مغل نے سینہ پھلاتے ہوئے کہا۔۔۔"لاؤ پھر ذرا دو سو روپے تو نکالو۔۔۔اس کمبخت اولاد نے نشہ توڑ دیا میرا۔۔۔لا میرا بچہ۔۔۔مجھے بہت پسند آیا ہے تو۔۔۔کام کا نکلا ہے میرے۔۔۔اب آتا جاتا رہنا۔۔۔اور مجھ سے ملے بنا کبھی واپس مت جانا۔۔۔ایک عرصے بعد تو عقیل مغل کو اس کے ٹیسٹ کا بندہ

ملا ہے۔۔۔لاؤ شاباش۔۔۔!"

اور مومن کڑوی گولی نگلی جیسا منہ بنائے اپنی جینز کی پاکٹ میں سے والٹ نکالتے ہوئے سوچ رہا تھا" لے بیٹا مومن۔۔۔تیری کیمیٹی ڈل گئی"...

"یہ پچاس بھی دے دو۔۔۔واپسی پر چورن سپاری لیتا آؤں گا۔۔۔!"

سو،سو کے دو نوٹ پکڑنے کے بعد اس کے والٹ میں سے پچاس روپے کا نوٹ اچکتے ہوئے عقیل مغل کے چہرے پر بڑی کمینی مسکراہٹ تھی۔۔۔وہ تو پیسے لے کر چلتے بنے،پیچھے مومن بال سہلاتا ہوا سوچ رہا تھا کہ اگر دادا کو یہ سب پتا چلے تو اس کی کیسی درگت بنے۔۔۔اس نے ایک بار پلٹ کر بند گیٹ کو دیکھا اور سیٹی کی دھن بجاتا اپنی راہ ہولیا۔۔۔آج بھی راستے میں آئے ہر چھوٹے بڑے پتھر کو وہ ٹھوکروں سے اڑاتا آیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ لاؤنج کے ایک طرف رکھے آرائشی جھولے پر ٹیک لگائے،ایک ٹانگ اوپر رکھے اور دوسری سے ہولے ہولے پاؤں کے زور پر جھول رہی تھی۔۔۔کانوں میں ہینڈ فری لگا رکھی تھی اور موبائل پر کسی تھرلر ایکشن مووی کا دھماکے دار سین چل رہا تھا جسے دیکھنے میں وہ اس قدر گم تھی کہ مسز منصور کب اس کے پاس آ کر بیٹھیں،اسے خبر بھی نا ہوئی۔۔۔کچھ دیر اسے گھورتی رہیں پھر زچ ہو کر ایک دھپ اس کے گھٹنے پر ماری،وہ جو بری طرح مووی میں منہمک تھی یکدم اس زور سے اچھلی کہ سیل فون ہاتھ سے پھسلتا ہوا فرش پر سجدہ ریز ہوگیا۔۔۔وہ" ہا" کی زوردار آواز نکال کر متاسف سی اپنے سیل کو دیکھ رہی تھی،امید تھی کہ وہ یقیناً ڈیمج ہو چکا ہے مگر اسے اٹھانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی،وہ اس مسکین کی مجروح شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔یہ پچھلے تین ماہ میں اس کا تیسرا سیل فون تھا اور مزے کی بات کہ وہ ہر بار سیل فون اپنے بھائی سے منگواتی تھی جو اپنی چہیتی بہن کو اس کی فرمائش پر لیٹسٹ ماڈل کا موبائل سڈنی سے بھیج دیتا تھا۔۔۔لیکن جب سے منصور راٹھور کو پتا چلا تھا،انہوں نے اسے وارننگ دے دی تھی کہ اب اگر اس کے موبائل کو کچھ ہوا تو وہ اسے دوبارہ لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔۔۔

"کیا ماما۔۔۔!یہ کیا کر دیا آپ نے۔۔۔آپ کو پتا ہے نا کہ پاپا نے مجھے وارن کیا تھا کہ اب اسے کچھ ہوا تو آئندہ کے لئے چھٹی۔۔۔!" وہ شکوہ کناں انداز میں ماں سے مخاطب تھی۔۔۔

"تو کیوں اتنا گم ہو جاتی ہو کہ کسی کے آواز دینے پر ہی اس بری طرح چونکتی ہو کہ ہاتھ سے گرا کے نقصان کر لیتی ہو۔۔۔!"

مسز راٹھور نے اسے گھر کا اور خود بھی فکر مند ہوتے ہوئے موبائل اٹھایا۔۔۔صد شکر کہ بچت ہو گئی تھی۔۔۔لا کر اس کی گود میں پٹخا اور اس کے قریب ہی جھولے پر بیٹھ کر بات کرنے کے لئے الفاظ کا چناؤ کرنے لگیں۔۔۔

"ابرش۔۔۔بچے تمہارے پاپا آج کل تمہاری شادی کی فکر میں ہیں۔۔۔!"

"ہیں۔۔۔کیا۔۔۔واقعی۔۔۔؟" ان کی بات منہ میں ہی رہ گئی۔۔۔ابرش اتنی ایکسائیٹڈ ہوئی کہ آگے ہو کر ماں کے گال چوم ڈالے۔۔۔

"توبہ ہے۔۔۔کتنی بے شرم بیٹی ہے میری۔۔۔کسی کو پتا چلے تو کیا کہے ابرش۔۔۔؟" مسز منصور نے اسے پرے دھکیلتے ہوئے گھر کا مگر ابرش کو رتی فرق نہیں پڑا۔۔۔چہکتے ہوئے ماں سے بولی۔۔۔

"ماما۔۔۔کسی کو پتا چلے گا تو کچھ نہیں کہے گا۔۔۔کیونکہ لڑکیاں خلا میں پہنچ گئیں۔۔۔چاند کا سفر کر لیا۔۔۔ایک میں بے چاری سسرال پہنچ جاؤں گی تو کیا آفت آجائے گی ماما۔۔۔!"

مسز منصور اس کی بات پر کھل کر ہنس دیں۔۔۔آگے جھک کر اس کی پیشانی چومی اور ممتا سے چور لہجے میں بولیں۔۔۔

"کوئی آفت نہیں آتی۔۔۔بھلا تمہارے ہوتے بھی کسی کو آفت کی طلب ہو سکتی ہے۔۔۔تم تو جس کے پلے بندھو گی وہ صبح شام ہمیں دعائیں دے گا کہ کیا خوب طریقے سے اپنی بلا میرے گلے ڈالی انہوں نے۔۔۔"

"نہیں ماما۔۔۔سالک پاشا بدتمیز ضرور ہے مگر اتنا نہیں۔۔۔!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور اگلے ہی پل زبان دانتوں میں دبائی۔۔۔مسز منصور نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"سالک پاشا۔۔۔آں۔۔۔اچھا۔۔۔لیکن تمہارے پاپا تو سوچ رہے تھے گردیزی صاحب کے بیٹے کے لیے۔۔۔اور میرا جی تھا بیگم اسماعیل کے نواسے کی طرف۔۔۔!" وہ پرسوچ انداز میں بولتی ساتھ ساتھ کن اکھیوں سے ابرش کا جائزہ بھی لے رہی تھیں ،جس کا رنگ ان کی بات سنتے ہی فق ہو گیا تھا۔۔۔وہ فوراً سے پیشتر بول اٹھی۔۔۔

"مجھے کہیں نہیں کرنی ماما۔۔۔آج سے میں توبہ کرتی ہوں اپنی خواہش کے لیے۔۔۔لیکن مجھے نا گردیزی انکل کے ہاں شادی کروانے میں انٹرسٹ ہے نا بیگم اسماعیل کے اس روبوٹک نواسے میں۔۔۔بس۔۔۔اتر گیا میرا شوق شادی کروانے کا۔۔۔اب تو سوچ رہی ہوں کسی این جی او سے منسلک ہو کر ساری عمر خلق خدا کی خدمت میں گزار دوں۔۔۔!" وہ روہانسی ہوتی اس طرح بول رہی تھی جیسے خود پر ترس آ رہا ہو۔۔۔مسز منصور نے اس کے گال پر ہلکی سے چپت لگائی اور اس کی شعلہ بیانی پر بند باندھا۔۔۔

" زیادہ اوور مت ہو میری چندا۔۔۔جتنی تم قابل ہو، مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔۔۔اب آجاؤ اصل بات پر۔۔۔عادل انکل نے تمہارے پاپا سے اشارے کنائے میں رشتے کی بات کی ہے۔۔۔کراچی سے واپسی پر شائد وہ لوگ رشتہ لے کر آئیں۔۔۔تمہارے پاپا کو تو سالک بے حد پسند ہے۔۔۔کہہ رہے تھے کہ تم سے بھی پوچھ لوں۔۔۔اب مجھے کیا پتا تھا کہ میری بیٹی اتنی اتاؤلی ہے کہ خود ہی پھوٹ پڑے گی۔۔۔!"

" او ماما۔۔۔! آئی لو یو۔۔۔سیریسلی۔۔۔!" پورے انہماک سے سنتی ابرش بات ختم ہوتے ہی ماں کے گلے لگ گئی۔۔۔اسے بلکل امید نہیں تھی کہ اس کی دعائیں یوں رنگ لے آئیں گی۔۔۔جسے دن رات اللہ سے مانگتی تھی وہ ہیرا اس کے سر کا تاج بن جائے گا۔۔۔مسز منصور نے بیٹی کو بڑی محبت سے بھینچ لیا۔۔۔وہ انہیں بے حد پیاری تھی اور اس کی مرضی کا انہیں کچھ کچھ اندازہ تھا۔۔۔اسی لیے وہ پہلے ہی منصور صاحب کو اوکے کا سگنل دے چکی تھیں۔۔۔یہ تو بس ابرش کی بک بک سننے کا شوق تھا انہیں جو اس کے پاس آبیٹھیں۔۔۔لیکن اب پچھتا رہی تھیں کیونکہ اس کی زبان کی گاڑی پٹری پر چڑھ گئی تھی اور ایندھن کی ابرش کے پاس کبھی کمی نہیں رہی تھی۔۔۔مسز منصور بھلے سے ایک بہترین سامع تھیں مگر ابرش کی بے پر کی سننا بھی ایک آرٹ تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ نیم گرم کمرے میں گرم گرم کافی انجوائے کرتا، فرنچ ونڈو کے قریب کھڑا تھا۔۔۔کھڑکی کے پار رات کا سماں اور اڑتی دھند اس کی نظر کے پردے پر ماحور کے دلفریب نقوش ابھار رہی تھی۔۔۔وہ اب ہر وقت اس کے حواسوں پر سوار رہا کرتی تھی۔۔۔وہ پتھریلے اور سرد تاثرات والا مرد مانا جاتا تھا۔۔۔اگر ایمانداری سے اپنا تجزیہ کرتا تو وہ لاشعوری طور پر اسٹینڈرڈ کانشس رہا تھا۔۔۔کالج لیول پر اس کے ساتھ جو لڑکیاں پڑھتی تھیں، وہ انہیں کبھی بھی اس قابل نہیں جان سکا کہ ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا اور فرد ر اسٹڈیز کے لیے جب وہ فارن گیا تب وہاں پر اس کی ایک دو لڑکیوں سے علیک سلیک ہوئی تھی جن میں سے ایک لبنان کی تھی اور دوسری کا تعلق اٹلی سے تھا۔۔۔مگر ان دونوں کی اپنے طور پر بھرپور کوششوں کے باوجود وہ متعین کردہ حد سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔۔۔اس زمانے میں وہ آدم بیزار زیادہ رہا کرتا تھا۔۔۔اور اب ایک طویل مدت بعد جب کہ وہ ابی کے ساتھ بزنس میں ویل ٹرن آؤٹ دے رہا تھا تو اسے پسند بھی آئی تو کون۔۔۔ماحور مغل!

ایک بد دماغ، نک چڑھی حسینہ جو کہ امنصور راٹھور۔کی کمپنی کی ایک معمولی ایمپلائی تھی۔۔۔کافی کا ایک طویل سپ لیتے ہوئے وہ واپس بیڈ کی جانب آیا۔۔۔اپنے بیڈ پر بیٹھ کر کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے اپنے لگژری بیڈ روم کا جائزہ

لیا۔۔۔ہر طرف جیسے اسے ماحور چلتی پھرتی دکھائی دی۔۔۔کیسا دل نشیں احساس تھا یہ۔۔۔اسی اثناء میں سائیڈ ٹیبل پر رکھے اس کے موبائل کی بیپ ہوئی۔۔۔کافی کا مگ رکھ کر اس نے تسلی سے سیل فون ہاتھ میں لیا اور آنے والا میسج اوپن کیا۔۔۔کسی دوست کی طرف سے بھیجی گئی ہلکی پھلکی سی عشقیہ نظم تھی۔۔۔اس نے پوری توجہ سے پڑھی۔۔۔اور پڑھتے ساتھ ہی نا جانے کس خیال کے زیر اثر اس نے وہ نظم ماحور کے نمبر پر سینڈ کر دی۔۔۔یہ غیر ارادی فعل تھا جو اس سے سرزد ہوا تھا لیکن دل کی دھڑکن تیز ضرور ہوئی تھی۔۔۔وہ ایک طویل سانس کھینچ کر ریپلائے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔!

دوسری جانب ماحور سب بچوں کو سلا کر خود فرصت سے جنت کے سائنس ہوم ورک کی ڈائیگرامز بنا رہی تھی۔۔۔چھوٹے سے بیڈ کو وہ اور جنت دونوں شیئر کرتی تھیں۔۔۔وہ اس کی نیند کے خیال سے بہت محتاط سی کنارے پر ہو کر کام میں مگن تھی جب اس کے سائلنٹ موبائل پر وائبریشن ہوئی۔۔۔اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔۔۔مکمل خاموشی اور ایسے میں سیل کی مخصوص تھرتھراہٹ۔۔۔اسے یقین تھا کہ بے وقت کال اور میسج کا دورہ مومن کے علاوہ کسی کو نہیں پڑ سکتا۔۔۔اس نے فوراً موبائل اٹھایا۔۔۔ریسیو ہونے والے میسج کا نمبر بغور دیکھا۔۔۔یہ مومن کا نمبر نہیں تھا۔۔۔حیرت سے اس نے میسج اوپن کیا تو بڑی پیاری چھوٹی سی نظم اس کے پرانے سیل کی اسکرین پر جگمگا اٹھی۔۔۔وہ بے ساختہ پڑھتی چلی گئی۔۔۔اور ہونٹ خود بخود مسکراتے چلے گئے۔۔۔اس کے چاندی سے سفید گالوں کو جیسے زعفران کی دھونی مل گئی۔۔۔

"تو اب مسٹر مومن تراب میرے ساتھ چالاکی کریں گے۔۔۔وہ سم نواب صاحب نے اپنے لیے نکلوائی تھی تاکہ مجھے وہاں سے میسج کر کے بوکھلا سکیں۔۔۔جیسے مجھے تو معلوم ہی نہیں پڑنا تھا۔۔۔ٹھیک ہے بچو۔۔۔! ایسے تو پھر ایسے ہی سہی۔۔۔چھپن چھپائی کھیلنا چاہتے ہو تو میں بھی اچھی پلئیر ہوں۔۔۔!"

سرگوشی کے انداز میں خود کلامی کرتے ہوئے اس نے فوراً ابرش کا میسج باکس کھولا۔۔۔وہ عشق کی ماری اکثر اسے شعر و شاعری فارورڈ کرتی رہتی تھی۔۔۔وہاں سے اس نے ایک شعر کاپی کیا اور اس نمبر پر پیسٹ کر کے سینڈ کر دیا۔۔۔ہونٹوں کے کناروں پر پینسل پھنسائے وہ سکون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔۔۔!

سالک پاشا کو ماحور کا جوابی میسج آیا تو اس کا بس نا چلتا تھا کہ وہ اپنے مزاج کے برخلاف زوردار "یاہو" کا نعرہ مارتا۔۔۔ایکسائیٹمنٹ کی انتہا پر بس اپنی مٹھی بند کر کے ہونٹوں پر رکھی اور دو تین لمبی سی پھونکیں مار کر خود کو نارمل کرنے کی سعی کی۔۔۔ماحور کی جانب سے مثبت ردعمل اس کے لیے زندگی کی نوید تھا جیسے۔۔۔!

اس نے ایک اور موقع برمحل شعر اسے سینڈ کر دیا۔۔۔چند سیکنڈز بعد اس کی طرف سے پھر ایک جواب حاضر تھا۔۔۔سالک پاشا کا بس چلتا تو ساری رات اسی طرح ماحور کی مدح سرائی میں گزار دیتا مگر مقابل ماحور تھی۔۔۔اس کی توقع کے عین مطابق آخری ریپلائے سالک کی اسکرین پر چمک رہا تھا۔۔۔

"محترم! اگر آپ کی طرف سے مزید ایک بھی شعر میرے خستہ حال موبائل پر آیا تو اس کے پھٹ پڑنے کے قوی امکان ہیں اور ایسی صورت میں، میں اس بری طرح پیش آؤں گی کہ ساری شعروشاعری ناک کے رستے نکل جائے گی۔۔۔لہذا کچھ پھر پر اٹھا رکھئے۔۔۔شکریہ!"

اور سالک پاشا کا فلک شگاف قہقہہ سارے کمرے میں آدھی رات کو گونج اٹھا۔۔۔اس نے سیل سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور سکون سے چت لیٹ گیا۔۔۔جب تک نیند نا آجاتی ماحور کی باتیں، اس کی ہر ہر ادا اسے بہلائے رکھنے کو کافی تھیں مگر یکدم عادل پاشا کا خیال آکر سارا فسوں اڑا لے گیا۔۔۔جانے سے پہلے ان کے جارحانہ تیور، اور سپاٹ لہجے میں کی جانے والی تنبیہہ میں چھپی دھمکی اسے اپنے لیے پریشان تو نہیں کر سکی تھی مگر ماحور کے لیے فکر مند کر گئی تھی۔۔۔وہ ان کی کسی بھی دھمکی سے ڈرنے والا نہیں تھا مگر وہ بے خبر تھا کہ عادل پاشا کس" بلا" کا نام ہے...... .ایسی بلا جو اپنے مقصد کے لیے اپنی اولاد کا خون چوسنے سے بھی دریغ نا کرے۔۔۔!

☆......☆......☆

سیف جب سے بڑے گروسری اسٹور پر جاب کرنے لگا تھا، اسے تنخواہ وقت پر مل جاتی تھی۔۔۔ماحور نے اسے بارہا کہا تھا کہ اس کی پے سے گھر کے اخراجات آرام سے پورے ہو سکتے ہیں سو وہ جاب چھوڑ دے مگر سیف نے سبھاؤ سے انکار کر دیا تھا۔۔۔وہ جانتا تھا کہ ان لوگوں نے کس قدر مشکل وقت دیکھا تھا۔۔۔کل کو حالات ایک بار پھر پلٹا کھا سکتے تھے تو ایسے میں وہ نہیں چاہتا تھا کہ سارا بار محض ماحور اپیا پر ڈال دیا جائے۔۔۔وہ اپنے پیسوں سے اپنے یونی کا خرچ با آسانی پورا کر رہا تھا اس کے علاوہ بھی گھر کے چھوٹے موٹے اخراجات میں حصہ ڈال دیتا تھا۔۔۔

صبح صبح اس نے اس ماہ کی تنخواہ کچن پھرتی سے سمیٹتی ماحور کو تھمائی تو وہ ایک پل کو ٹھٹک کر اسے دیکھتی رہ گئ۔۔۔کتنی عزت اور مان تھا سیف کے انداز میں۔۔۔بلکل کسی فرمانبردار بیٹے جیسا۔۔!وہ سب اس کی اولاد ہی کی طرح تو تھے۔۔۔اس نے انہیں پالا تھا۔۔۔بڑا کیا تھا۔۔۔ہاتھوں سے نوالے بنا بنا کے کھلائے تھے۔۔۔اور آج وقت اتنا آگے آگیا تھا کہ سیف اس کے ہاتھ

میں اپنی محنت کی کمائی رکھ رہا تھا۔۔۔اس کی آنکھیں تفاخر سے جھلملا اٹھیں۔۔۔اس نے پنجوں کے بل اچک کے تاڑ سے لمبے سیف کی پیشانی چومی۔۔۔

"ہونہہ۔۔۔بے غیرت۔۔۔باپ سامنے بیٹھا مرا ہے مگر پیسے پکڑا رہا ہے بہن کو۔۔۔زلیل انسان۔۔۔اس دن کے لیے اولاد پالتا ہے انسان۔۔۔؟ تم لوگ سالے کتے کے کتے ہی رہنا۔۔۔!" لاؤنج کے بوسیدہ کارپٹ پر پہلو کے بل لیٹے عقیل مغل ابھی ابھی نیند سے جاگے تھے۔۔۔وہ کل شام سے بھی ذرا پہلے کے بے سدھ پڑے تھے اور اب ان کے نشے کا خمار انہیں خیر آباد کہہ چکا تھا۔۔۔کبھی کبھی ماحور کو لگتا تھا جیسے بابا کا نشہ توڑنا ہو تو ان سے دس فٹ کے فاصلے پر بھی نوٹ پھڑ پھڑا دو، وہ سارا لطف جھاڑ کر زبردستی جاگ جائیں گے۔۔۔اب بھی ان کی کینہ توز نظریں ماحور کے ہاتھ میں دبے ان نیلے نوٹوں پر تھیں جو سیف نے اسے پکڑائے تھے۔۔۔ماحور پرواہ کیے بغیر واپس پلٹ گئی تھی۔۔۔سیف نے بھاری سانس خارج کیا اور اپنی جینز کی جیب ٹٹول کر اس میں سے دو تین سو کے نوٹ نکالے۔۔۔

"یہ لیں بابا۔۔۔یہ رکھ لیں۔۔۔" وہ نوٹ عقیل مغل کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔۔۔عقیل مغل نے ایک پل کی بھی تاخیر کیے بغیر نوٹ جھپٹ لیے۔۔۔

"آپ کون سا احساس کرتے ہیں کہ ہماری محنت کی کمائی یوں نشے میں نا اجاڑیں۔۔۔کاش بابا۔۔۔کاش آپ ایسے نا ہوتے۔۔۔!" سیف نے ان کی آنکھوں کی لالچی چمک دیکھتے ہوءے افسوس سے کہا۔۔۔عقیل مغل حسب عادت تاؤ کھا گئے۔۔۔قریب پڑا اسٹیل کا گلاس اچھال کے سیف کو مارا اور بولے۔۔۔

"بھونکنے کو نہیں کہا۔۔۔دو نوٹ کیا پکڑا دیے، بھاشن دینے لگا مجھے۔۔۔میری ہی وجہ سے کما رہے ہو۔۔۔کیا کر لیتے اگر تم سب کا چھوٹی چھوٹی سی عمر میں گلا کاٹ دیتا۔۔۔زندہ ہو تو کما رہے ہو نا۔۔۔احسان مانو میرا زلیلو۔۔۔!"

سیف جو بمشکل گلاس کے نشانے سے بچا تھا، دکھ سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔۔۔ماحور سے نگاہ ملائی تو اس نے بھی اس انداز میں کندھے اچکا دیے جیسے کہہ رہی ہو۔۔۔" اب سکون ہے۔۔۔؟"

وہ دونوں ساتھ ساتھ تیار ہو کر باہر صحن میں آئے تھے۔۔۔جب سے سیف یونیورسٹی میں آیا تھا، تب سے اس کی ٹائمنگز چینج ہو گئی تھیں۔۔۔اب زونی اور جنت، ریان کے ساتھ جاتے تھے جبکہ وہ بعد میں ماحور کے ساتھ نکلتا تھا۔۔۔ابھی وہ دونوں صحن کے وسط میں پہنچے تھے کہ گیٹ دھاڑ سے کھولتی ایک ضعیف العمر عورت اندر داخل ہوئی۔۔۔

"کہاں ہے۔۔۔کہاں ہے۔یہ چور، اچکا۔۔۔! نکالو اسے۔۔۔ورنہ میں ابھی پولیس کو لے کر آؤں گی۔۔۔نکالو باہر۔۔۔!"

ماحور اور سیف حیرت سے ان اماں جی کو دیکھ رہے تھے جو ان دونوں بہن بھائی کی طرف بلکل بھی متوجہ نہیں تھیں بلکہ کھوجتی نظروں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔۔۔سیف ہی آگے ہوا اور ان سے پوچھا۔۔۔

"آپ کون ہیں اماں جی۔۔۔کس سے ملنا ہے آپکو۔۔۔؟"

"عقیل مغل سے ملنا ہے میں نے۔۔۔نکالو اسے باہر۔۔۔میں اس کی ٹانگیں توڑنے آئی ہوں۔۔۔!"

ان کے جواب پر ماحور نے اکتاہٹ سے کندھے اچکائے۔۔۔اب ناجانے کون سا نیا شوشہ تھا یہ۔۔۔شور سن کر رائنہ بھی چلی آئی تھی اور بڑی دلچسپی سے ان اماں جی کا سر سے پیر تک جائزہ لے رہی تھی۔۔۔انہوں نے جب مسلسل رائنہ کو گھورتے دیکھا تو چڑ کر بولیں

"تو کیا ٹکر ٹکر دیکھ رہی ہے مینڈکی۔۔۔کیوں آنکھوں سے میرا ایکسرے نکال رہی ہے۔۔۔؟"

ان کے ایسا کہنے پر ماحور اور سیف قہقہہ مار کے ہنسے جبکہ رائنہ کا منہ بن گیا۔۔۔اسے اپنے لیے مینڈکی کا خطاب ذرا اچھا نہیں لگا تھا۔۔۔ماحور کو دیر ہو رہی تھی اس لیے مصالحتی انداز میں ان سے پوچھا۔۔۔

"عقیل مغل سے آپ کو کیا کام ہے اماں جی۔۔۔کیوں ملنا ہے آپ نے ان سے۔۔۔؟"

"وہ کمبخت سالوں سے میرے گھر سے سامان چوری کر رہا ہے۔۔۔صحن میں پڑی چارپائی، پیڑھیاں تک بیچ چکا ہے میری۔۔۔بلب تک اتار چکا ہے۔۔۔ہفتہ نہیں ہوا مجھے کینیڈا سے آئے ہوئے۔۔۔اور اب یہ بے شرم میری پانی والی موٹر کو اتارنے آیا تھا۔۔۔وہ تو اچھا ہوا کہ میں نے عین وقت پر دیکھ لیا۔۔۔ہاتھ سے اس کا کالر بھی جھپٹ لیا تھا مگر موا طرح دے گیا۔۔۔اسے بولو باہر نکلے اور میری ایک ایک چرائی ہوئی چیز کا حساب دے۔۔۔!"

بات خاصی پریشان کن تھی۔۔۔سیف اور ماحور دونوں انہیں نہیں جانتے تھے۔۔۔حلیے سے وہ ٹھیک ٹھاک لگتی تھیں، غلط بیانی کا گمان نہیں ہوتا تھا۔۔۔سیف نے جھلا کر پوچھا۔۔۔

"آپ ہیں کون اماں جی۔۔۔؟"

"میں عقیل مغل کی سگی چاچی ہوں۔۔۔اور یہ منحوس پچھلے کئی سالوں سے میرے بند پڑے گھر میں سے چیزیں چرا چرا کے بیچ چکا ہے۔۔۔سمجھے؟"

وہ دونوں حق دق رہ گئے۔۔۔بھلا بابا کی چاچی ہوں اور انہیں پتا نا ہو۔۔۔یہ کیسے ہوسکتا ہے۔۔۔سیف اور ماحور نے فورا پلٹ کر جالی والے دروازے سے جھانک کر باپ کو دیکھنے کی کوشش کی تو وہ یکدم دھپ کی آواز کے ساتھ لاؤنج کے بوسیدہ قالین پر چت لیٹ چکے تھے۔۔۔یعنی دال میں واقعی کچھ کالا تھا۔۔۔عقیل مغل انہیں جانتے تھے اور جو یہ کہہ رہی تھیں، اس کی سچائی کا اندازہ عقیل مغل کے احتراز سے صاف ظاہر ہوگیا تھا۔۔۔وہ آوازیں سن کر سوتے بن گئے تھے۔۔۔ماحور نے آگے بڑھ کر اماں جی کے ہاتھ تھامے اور تحمل سے بولی

"اماں جی۔۔۔بابا اس وقت نشے کی حالت میں اندر لاؤنج میں پڑے ہیں۔۔۔آپ کو ان کے اٹھنے کا انتظار کرنا ہو گا۔۔تب تک آپ چاہیں تو یہیں بیٹھ کر انتظار کر لیں ورنہ دوبارہ آجائیے گا۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔! ہرگز نہیں۔۔۔!" وہ اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولیں۔۔۔" میں یہیں رکوں گی اور اس کے اٹھنے کا انتظار کروں گی۔۔۔آج میں اپنی ایک ایک پائی کا حساب لوں گی اس سے۔۔۔!"

ماحور نے قدرے بے بسی سے رائنہ کو دیکھا تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔۔

"تم جاؤ۔۔۔میں ہوں یہاں۔۔۔جب تک انکل اٹھ نہیں جاتے، میں اماں جی کے پاس ہی ہوں۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔اس مینڈکی کو چھوڑ جاؤ میرے پاس۔۔۔اور بے فکر ہو کر جاؤ۔۔۔تم لوگوں کی واپسی کے بعد بھی میں یہیں ملوں گی۔۔۔آخر اتنا پرانا حساب کتاب کرنا ہے۔۔۔آدھے گھنٹے میں تھوڑی نا ہوجائے گا۔۔۔!"

سیف اور ماحور ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھتے باہر نکلنے لگے جب ایک بار پھر اماں جی کی آواز سنائی دی۔۔۔

" اور اب خبردار جو مجھے اماں جی کہا ہو تو۔۔۔دادی لگتی ہوں میں تمہاری۔۔۔دادی۔۔۔تمہارے باپ کی چاچی ہوں۔۔۔اسے گودوں کھلایا ہوا ہے۔۔۔دادی بلانا مجھے اب۔۔۔!"

"کیا میں بھی آپ کو دادی بلاؤں۔۔۔؟" رائنہ نے بڑی مسکینیت سے پوچھا تھا۔۔۔جوابا اماں جی بھڑک کر بولیں۔۔۔

" چپ کر مینڈکی۔۔۔! بڑی آئی۔۔۔دادی بلاؤں۔۔۔" انہوں نے اس کی نقل اتاری اور پھر گھرکتے ہوئے بولیں۔۔" اچھا چل پہلے ایک کپ چائے بنا کے لا۔۔۔اس کے بعد بتاتی یوں کیا بلانا ہے۔۔۔!"

گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے ماحور کے کانوں میں ان کی آواز پڑی۔۔۔اسے رائنہ کی حالت پر ہنسی آگئی۔۔۔بیچاری بری پھنسی تھی۔۔۔اس کا موڈ یکدم بہت اچھا ہوگیا تھا۔۔۔وہ بار بار زبان سے زیرلب دادی کی گردان کرتی جارہی تھی۔۔۔ان بہن

بھائیوں نے بھلا کب کوئی رشتہ دیکھا تھا۔۔۔دادی نانی والے تعلق کی چاشنی کی انہیں خبر ہی کہاں تھی۔۔۔آفس جانا اس کی مجبوری نا ہوتی تو وہ آج کی چھٹی کر لیتی۔۔۔دل میں تجسس ہلکورے لے رہا تھا کہ یہ دادی آج سے پہلے کہاں تھیں اور عقیل مغل نے کبھی بھی ان کا تذکرہ کیوں نہیں کیا تھا۔۔۔شائدان میں اوران کی اولاد میں لاتعلقی کی جو خلیج حائل تھی اس نے کبھی ایسی نوبت ہی نہیں آنے دی تھی کہ وہ لوگ آپس میں نارمل انداز میں گپ شپ کر سکتے۔۔۔حالات نے مزاجوں میں ایسی تلخیاں بھر دی تھیں کہ رشتے اپنے مقام اور معیار سے نیچے گر گئے تھے۔۔۔جنہیں چھتنا ور درخت بننا چاہیئے تھا وہ ایسی خودرو جھاڑیاں بنے جنہیں نا تلف کیا جا سکا نا سینچا جا سکا۔۔۔!

❁ ❁

ناول **ساگرکنارے** ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 5

شام ڈھلے ماحور کی گھر واپسی ہوئی تھی۔۔۔ابرش کو شاپنگ کرنی تھی اس لیے آج کچھ لیٹ ہو گئی تھی۔۔۔گھر میں قدم رکھنے سے پہلے ہی باہر گلی میں آتی اونچی اونچی آوازوں نے اسے باور کرا دیا کہ اندر گھمسان کا رن پڑا تھا۔۔۔نیم وا گیٹ کو پورا کھولتی وہ اندر داخل ہوئی تو صحن میں جیسے مداری کا تماشا لگا تھا۔۔۔بڑی فرصت سے اس کے بہن بھائی چارپائی پر بیٹھے تھے۔۔۔سامنے کرسیوں پر رائنہ اور عاقب بھائی بھی ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے لطف اٹھاتی نگاہوں سے صحن کے بیچوں بیچ لڑتے عقیل مغل اور دادی کے درمیان زبانی کلامی ہوتی دھواں دھار لڑائی دیکھ رہے تھے۔۔۔ماحور کا سر گھوم کر رہ گیا۔۔۔اب بھلا یہ ہونا باقی تھا کیا۔۔۔؟ نڈھال سی وہ سوچتی رائنہ کی بغل میں پڑی کرسی پر ٹک گئی۔۔۔اسے کہنی مار کر متوجہ کیا تو جواباً اس نے مکھی اڑانے والے انداز میں ماحور کو "پرے مرو" کا اشارہ کیا جیسے ایک سیکنڈ کے لیے بھی دھیان ادھر سے ادھر گیا تو سامنے ادا ہوتے مکالموں سے جھڑتے قیمتی موتی ہاتھ آنے سے رہ جائیں گے۔۔۔اس نے بیزاریت سے سب کے چہرے دیکھنے کے بعد صحن کے درمیان فلمائے جانے والے سین کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کی۔۔۔

"کمبخت۔۔۔ایک ایک چیز کا حساب لوں گی۔۔۔میرے گھر کے بلب تک تو تُو نے اتار کر بیچ دیئے۔۔۔تجھے کیا لگا کہ چاچی کبھی واپس نہیں آئے گی، تو جو تیرا دل کرے گا میرے گھر سے چرا کر ٹھکانے لگاتا جائے گا۔۔۔اب دیکھتا جا، میں تجھے پچھوں گی۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

"ارے چاچی۔۔۔مجھے بیچو گی تو تمہیں درجن انڈے بھی نا ملیں گے۔۔۔تمہارے بلب بیچ کر کم از کم میں نے درجن پڑیاں تو لے لیں تھیں۔۔۔کتنے دن میرے سکون سے گزر گئے تھے۔۔۔دعائیں الگ دی تھیں تمہیں۔۔۔!"

"دیکھو۔۔۔دیکھو کیسا بے حیا ہے یہ۔۔۔" انہوں نے جملہ حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔"تُو شروع دن سے ایسا ہی تھا عقیل۔۔۔تجھے عزت کبھی راس نہیں آئی۔۔۔کاش کہیں سے ذرا سی عقل خرید لی ہوتی۔۔۔جوان اولاد تیرے گھر میں تھی۔۔۔کیا لچھن سکھا رہا ہے انہیں۔۔۔؟"

ماحور نے اس بات پر بے ساختہ سر جھٹکا۔۔۔بھلا بابا نے انہیں سکھایا ہی کیا تھا۔۔۔!

" ہونہہ۔۔۔ایسی زلیل اولاد کو کیا سکھانا ہے چاچی۔۔۔کہتے ہیں یہ سب۔۔۔ساری عمر ہڈی ڈالی مگر ان منحوسوں نے دم ہلانا نا سیکھی۔۔۔!"

عقیل مغل پڑی سے اترنے لگے تھے۔۔۔وہ سب بہن بھائی بدمزہ ہو گئے۔۔۔عاقب بھائی اور رائنہ بھی نظر چرا گئے۔۔۔ماحور اٹھ کر اندر جانے سے پہلے رائنہ کے کان میں بولی۔۔۔

"تم شرافت سے گھر جاؤ۔۔۔ورنہ تمہاری ساس کو کال کر کے بتاتی ہوں کہ یہاں بیٹھے دونوں سینما دیکھ رہے ہو۔۔۔"

" ہی ہی ہی۔۔۔!" رائنہ نے دانت دکھائے" تمہارے آنے سے دو منٹ پہلے وہ بھی یہاں بیٹھی یہی سینما دیکھ رہی تھیں۔۔۔ہیں جی۔۔۔اس لیے کوئی فائدہ نہیں۔۔۔نماز پڑھنے گئی ہیں۔۔۔اگر ان کے فارغ ہونے تک یہ فلم چلتی رہی تو ابھی واپس آ کر کنٹی نیو کریں گی۔۔۔!"

ماحور نظروں ہی نظروں میں" آفرین" کہتی اٹھی اور اندر کمرے میں چلی ائی۔۔۔دروازہ بند کرنے سے پہلے اس نے دادی کا جملہ سنا تھا اور بے ساختہ مسکرا دی۔۔۔

" اب ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔۔۔میں بھی یہاں سے جانے والی نہیں۔۔

تجھے انسان بنا کے جاؤں گی۔۔۔!"

اس نے بیگ ایک کونے میں پڑی چھوٹی سی اسٹڈی ٹیبل پر اچھالا اور بیڈ پر بیٹھ کر پاؤں اوپر کر لیے۔۔۔

" کاش کہ کوئی واقعی بابا کو بھی سدھار دے۔۔۔اور دھم مچاتی پریشانیوں میں کوئی تو خوشی اپنا بھی سر نکالے۔۔۔"

اس نے سوچا اور نیم دراز ہوتے ہوئے کمر ٹیک لی۔۔۔کتنا اچھا ہو جو واقعی بابا کی چاچی یہیں رہ جائیں۔۔۔ان کے گھر میں بھی کوئی ایسا ہو جو سب سے باز پرس کر سکے، سب کی فکر کرے۔۔۔بابا کو ڈانٹ سکے، انہیں کوس سکے۔۔۔وہ گھر سے باہر ہو تو اسے پیچھے اپنے بہن بھائیوں کی فکر نا ہو۔۔۔وہ آنکھیں بند کر کے خود کو آرام پہنچانے لگی، ساتھ ہی مومن کا خیال ذہن کے پردے پر سرسرایا تو ہونٹ خود بخود مسکرا دیے۔۔۔آج آفس میں بہت کام تھا، ایک بار مومن کی کال آئی بھی تو پک نہیں کر سکی، سوچا گھر جا کر سکون سے بات کرے گی۔۔۔مگر آف ہونے کے بعد ابرش کو شاپنگ کا ہڑکا لگا اور مالز کے چکر کاٹتے اتنا وقت ہو گیا تھا۔۔۔اس نے فوراً لیٹے لیٹے ہی ہاتھ بڑھا کر اسٹڈی ٹیبل سے بیگ کا اسٹریپ کھینچ کر اسے اپنے قریب کیا اور اندر ٹھونسے ردی کاغذوں میں سے

ٹٹول ٹٹول کر اپنا سیل فون ڈھونڈ نکالا۔۔مومن کے نمبر پر کال کرتے ہوئے اب اس کا دل خواہ مخواہ دھڑک اٹھتا تھا۔۔کل رات دوسرے نمبر سے آنے والے اس کے میسیجز ابھی تک اسے لطف دے رہے تھے۔۔۔اگر مومن کے پاس خود اس نے دوسری سم دیکھ نالی ہوتی تو اسے کبھی نا پتا چلتا کہ اس نمبر سے اس کے ساتھ رومانس جھاڑنے والا وہ ہی ہے۔۔۔شائد جناب کا ارادہ اس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے کا تھا تو پھر یوں ہی سہی۔۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ جب تک مومن اسے خود نہیں بتائے گا کہ وہ کون ہے تب تک وہ بھی اس پر یہ ظاہر ہونے نہیں دے گی کہ وہ اسے پہچان چکی ہے۔۔۔اس لیے اس نے مومن کے پہلے نمبر پر ہی کال ملائی تھی۔۔۔چوتھی بیل پر کسی نے اٹھایا تھا۔۔۔مگر یہ مومن تراب کی آواز نہیں تھی۔۔۔اس نے موبائل کو کان سے ہٹا کر ایک بار گھورا اور پھر دوبارہ سے کان سے لگایا۔۔۔دوسری طرف سے مسلسل کوئی بھاری مگر ضعیف سی آواز ابھر رہی تھی۔۔۔

"بول شاوا بول۔۔۔نہیں کچھ کہتا میں۔۔۔بول بھی پڑ بیٹا۔۔۔!"

اس نے بغیر کچھ کہے سٹپٹا کے کال کاٹ دی۔۔۔ایک دو لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور موبائل واپس رکھنے ہی لگی تھی کہ میسیج کی بیپ ابھری۔۔۔

"عمر رائگاں کر دی، تب یہ بات مانی ہے
موت اور محبت کی ایک ہی کہانی ہے
کھیل جو بھی تھا جاناں اب حساب کیا کرنا
جیت گو کسی کی ہو، ہم نے ہار مانی ہے"

"دھت۔۔۔! آ گئے جناب فٹافٹ چھیڑ چھاڑ کرنے۔۔۔میرے ساتھ ڈبل کراسنگ۔۔۔ہمممممم۔۔۔!" ہولے سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے جوابی کرارا سا میسیج ٹائپ کیا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا اور ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ہنسی روکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔موبائل ٹیبل پر رکھ کر واپس صحن کا رخ کیا جہاں سے آتی دادی کی آواز اسے مزہ دے گئی۔۔۔

"اب اگر تو نشہ کر کے گھسا نا یہاں عقیل۔۔۔تو دیکھ میں تیرا سر کیسے گنجا کرتی۔۔۔!"

اس نے سوچا وہ بھی جا کر دادی کو کمک پہنچائے۔۔۔مدتوں کی دل میں جمع بھڑاس دادی کے کندھوں پر بندوق رکھ کر نکلے تو سہی۔۔۔وہ کمرے سے جا چکی تھی اور پیچھے اس کے موبائل پر کال آ رہی تھی۔۔۔جس کی اسکرین پر مسلسل مومن کالنگ بلنک کر رہا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

مومن مسلسل کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔بے چینی اس کے ہر ہر انداز سے ہویدا تھی اور دادا تھے کہ بیڈ پر لحاف میں گھسے اسے دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔۔۔ساتھ ساتھ مونگ پھلی چھیل کر دانے منہ میں ڈالتے اور چھلکا مومن کا نشانہ لے کر اسے دے مارتے۔۔۔وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔۔۔

"کیا دادا۔۔۔آپ کو بھلا کس حکیم نے مشورہ دیا تھا کہ میرے موبائل پر آئی کال پک کریں۔۔۔کوئی بھی ہو سکتا تھا۔۔۔میرا باس ہو سکتا تھا۔۔۔میرا کوئی کولیگ ہو سکتا تھا۔۔۔!"

وہ یہ کہہ کر دوبارہ سے ماحور کا نمبر ملانے لگا۔۔۔مسلسل بیل جا رہی تھی مگر وہ پک نہیں کر رہی تھی۔۔۔اس کا دل کر رہا تھا کہ دیوار میں سر دے مارے۔۔۔نا جانے کون سی گھڑی تھی جب وہ اپنا سیل دادا کے کمرے میں بھول گیا۔۔۔

"نا تیرا باس تھا نا کولیگ۔۔۔لڑکی تھی لڑکی۔۔۔وہی لڑکی جسے تو ابھی تک کھیسے میں چھپائے بیٹھا ہے۔۔۔وہی لڑکی جس کے گھر رشتہ لے کے چلنے کو کہہ رہا ہوں کب سے۔۔۔اب وہ نمانی میری آواز سن کر غش کھا گئی تو میرا کیا قصور۔۔۔جوانی سے بڑھاپا آ گیا مگر تیرے دادے کی آواز کا جادو ابھی تک سر چڑھ کر بولتا ہے۔۔۔!" دادا کی خوش گمانیاں کبھی بوڑھی نہیں ہوئی تھیں۔۔۔

"دادا۔۔۔وہ غش کھانے والوں میں سے نہیں ہے۔۔۔دلانے والوں میں سے ہے۔۔۔ابھی آپ اسے جانتے نہیں ہیں۔۔۔جب ملیں گے نا تب پتا چلے گا کہ مستقبل میں کیسی توپ فٹ ہونے جا رہی ہے ہمارے گھر۔۔۔سارا دن گولہ باری ہوتی رہا کرے گی۔۔۔!"

"ہاں تو تیرا دادا بھی کسی سے کم نہیں۔۔۔چھوٹی موٹی منجنیق تو میں بھی ہوں۔۔۔!"

دادا کی بات پر مومن قہقہہ مار کر ہنسا۔۔۔وہ بھی ہنس دیے۔۔۔اس نے اپنے اضطراب پر قابو پایا اور دادا کے ہی لحاف میں گھس کر مونگ پھلی کھانے لگا۔۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ کل آفس سے واپسی پر ماحور سے ملے گا۔۔۔دو دن نظر نا آتی تھی تو پیٹ میں مروڑ پڑنے شروع ہو جاتے تھے۔۔۔

"ویسے دادا اگر اس کے بابا نے رشتے سے انکار کر دیا تو۔۔۔؟"

کڑچ کی آواز کے ساتھ مومن نے مونگ پھلی کا چھلکا توڑا۔۔۔

"نہیں کرے گا۔۔۔اور اگر کرے گا تو شاویز کو اس کے ساتھ ایک کمرے میں بند کر دیں گے۔۔۔اس سے بڑی سزا اور کیا ہو گی اس کے لیے۔۔۔سارا نشہ ہرن ہو جانا۔۔۔اپنے شاویز کی شکل دیکھ کر کسی پھانسی گھاٹ کے جلاد کا خیال آتا ہے۔۔۔!"

"یار دادا آپ بھی مبالغہ کرنے میں حد کرتے ہیں ۔۔۔اچھا بھلا لڑکا ہے اپنا شاویز۔۔۔ذرا سا ڈینگا چبّا (ٹیڑھا میڑھا) ہے۔۔۔ورنہ اچھا بھلا ہے۔۔۔یا تھوڑا شکل سے بھانڈ لگتا ہے۔۔۔ورنہ اچھا بھلا ہے۔۔۔!"

اور سارے کمرے میں دونوں کے قہقہے گونج اٹھے تھے۔۔۔

کل جب شاویز آتا تو یہ سب باتیں اس کے سامنے بھی دہرائی جاتی تھیں، جنہیں وہ بڑے سکون سے سن کر ہضم کر لیتا۔۔۔اگر وہ ایک بھی دن نا آتا تھا تو دادا پیغام بھیج کر بلوا لیتے تھے۔۔۔ان کا اس کے بغیر بھلا گزارا ہی کب تھا۔۔۔

"بس دادا۔۔۔دو چار دن رک جائیں پھر آپ کو اوکے کا سگنل دے دوں گا۔۔۔آپ سکون اور اطمینان سے رشتہ لے کر چلے جائیے گا۔۔۔!"

"دو چار دن کا مطلب، دو چار دن ہی ہو مومن۔۔۔اس کے آگے میں تمہاری بات اس سے پکی کر دوں گا جس کی تصویر دیکھ کر شاویز کا بھی پکا منہ بن گیا تھا۔۔۔!"

دادا نے چھلکا اس کے گال پر مارتے ہوئے کہا تو وہ سر جھٹکتا دوبارہ سے ماحور کو کال ملانے لگا۔۔۔دوسری طرف بیل مسلسل جا رہی تھی مگر ریسیو ابھی بھی کوئی نہیں کر رہا تھا۔۔۔اسے اس قدر جھنجھلاہٹ ہوئی کہ اگر دادا نا بیٹھے ہوتے تو شاداب تک وہ اپنا موبائل دیوار پر مار چکا ہوتا۔۔۔اسے اب کل۔ہر صورت ماحور سے ملاقات کرنی تھی۔۔۔وہ اسے شدید مس کر رہا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

اس نے گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے گھڑی پر وقت دیکھا۔۔۔رات کے ساڑھے آٹھ ہو چکے تھے۔۔۔عادل پاشا کی غیر موجودگی میں وہ اکثر گھر لیٹ ہی آتا تھا۔۔۔واپسی پر کسی نا کسی دوست کی طرف نکل جاتا اور وقت گزارتا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کا سامنا کرنے سے وہ حتی الامکان کتراتا تھا۔۔۔عادل پاشا دو دن کا کہہ کر گئے تھے مگر انہیں ہفتہ مزید لگ گیا تھا۔۔۔وہ ان کا منتظر بھی تھا، کیونکہ ماحور کے حوالے سے اسے حتمی بات کرنی تھی۔۔۔ماحور کا خیال آتے ہی اس نے اپنا سیل فون نکالا اور کل رات کی طرح ایک خوبصورت سا شعر بھیج کر گفتگو کا آغاز کرنا چاہا۔۔۔وہ کل سے سرشاری کی کیفیت میں تھا۔۔۔اس کے لیے یہ سوچ ہی بے حد جاں فزا تھی کہ ماحور اس کے جذبات سے آگاہ تھی۔۔۔جوابی میسجز نے اس کی مرضی سالک پاشا پر عیاں کر دی تھی۔۔۔اگر وہ چاہتا تو اسے کال بھی کر سکتا تھا مگر یہ ڈھکا چھپا انداز، یہ لکا چھپی والی کیفیت اسے مزہ دے رہی تھی۔۔۔وہ بہت جلد اس کے روبرو ہونا چاہتا تھا۔۔۔پورے استحقاق کے ساتھ۔۔۔!

میسیج بھیج کر وہ وہیں اپنی گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے اس کے میسیج کا انتظار کرنے لگا۔۔۔چند پل بعد اس کا میسیج آیا جسے پڑھ کر بلند و بانگ قہقہہ اس کے حلق سے آزاد ہوتا فضا کی نذر ہو گیا۔۔گیٹ پر کھڑے گارڈ نے حیرت سے سالک بابا کو دیکھا جنہیں یوں ہنستا وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔۔۔سالک نے ایک بار پھر سے اسکرین پر نظر آتے ماحور کے ٹیکسٹ کے الفاظ پڑھے۔۔۔

"میرے پاس جتنا اسٹاک تھا نا، وہ میں نے کل رات ختم کر ڈالا۔۔اور اب اگر تم نے مزید اپنی شعرو شاعری کی آبیاری میرے زرخیز دماغ میں کرنے کی کوشش کی نا تو یہ سارا کلام وہاں پہنچاؤں گی جہاں سے پڑنے والے دو جوتے تمہارے سر کی ساری کھیتی اجاڑ دیں گے۔۔۔سمجھے!"

اب کی بار سالک پاشا نے باآواز بلند ہنسنے سے اجتناب کیا تھا۔۔۔یہ لڑکی کیا شے تھی۔۔۔اپنی باتوں سے ساری تھکن چن لیتی تھی۔۔۔آج تک بھلا کسی نے سالک پاشا سے اس انداز میں گفتگو کی ہو گی۔۔۔جتنا تیکھا بولتی تھی، اتنا ہی دل میں اترتی چلی جاتی تھی۔۔۔!

وہ موبائل کی اسکرین پر محبت بھری نگاہ ڈالتا اندر کی طرف بڑھا۔۔۔اپنے کمرے کی کھڑکی کے ٹھنڈے برف شیشے سے پیشانی ٹکائے ناعمہ پاشا نے ٹھہری اور ساکت نگاہوں سے سالک کو دیکھا تھا۔۔۔جس دن کے عادل پاشا گئے تھے، وہ موقع کی تلاش میں تھیں کہ کیسے بھی ہو سالک سے وہ ماحور کے حوالے سے بات کریں، مگر وہ ہاتھ ہی نا آتا تھا۔۔۔آج وہ اگر وقت پر گھر آ گیا تھا تو انہیں اس چانس کو گنوانا نہیں تھا۔۔۔انہوں نے بند کھڑکی کے پردے برابر کیے اور گرم شال کو کاندھوں کے گرد اچھی طرح لپیٹ کر اپنے کمرے سے نکل کر سالک پاشا کے کمرے کا رخ کیا۔۔۔مگر پھر کچھ خیال آنے پر کچن کی طرف چلی آئیں۔۔۔خانساماں کو اس کے لیے اس کی پسند کا ڈنر تیار کرنے کا کہہ کر وہ اگلے چند پل بعد ہتھیلیاں آپس میں مسلتیں سالک پاشا کے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی تھیں۔۔۔آنکھیں بند کر کے انہوں نے ایک بار دل ہی دل میں الفاظ کو ترتیب دیا۔۔۔سالک پاشا اور ان کے رشتے میں اس قدر تکلف تھا کہ اپنے بچوں کی عمر کے عادل پاشا کے بیٹے سے بات کرنے میں ان کے جسم کے مساموں سے پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔۔۔ان کی کانپتی انگلیوں نے دروازے پر دستک دی۔۔۔اندر سے سالک کی بارعب آواز سنائی دی۔۔۔وہ اندر آنے کی اجازت دے رہا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے خود کو پرسکون کرنے کے لیے ایک طویل سانس پھیپھڑوں میں بھرا اور اندر داخل ہو گئیں۔۔۔سالک غیر متوقع طور پر انہیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔۔۔وہ سمجھا تھا خانساماں اس کے لیے کافی لایا ہو گا، جس کی اس وقت اسے شدید طلب تھی۔۔۔ناعمہ پاشا بوجھل اور جھلملاتی آنکھوں کے ساتھ اس کے کمرے میں کھڑی تھیں اور اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں بیٹھنے کو کہے یا ہمیشہ کی طرح منہ موڑ لے۔۔۔اس گھڑی ان کے چہرے پر ایسی

بے چارگی تھی کہ وہ بے ساختہ انہیں کاؤچ پر بیٹھنے کا اشارہ کر گیا۔۔۔خود وہ سپاٹ تاثرات کے ساتھ بیڈ کے کنارے پر ایک گھٹنہ اوپر لٹا کر آرام دہ حالت میں بیٹھ گیا۔۔۔اس کی استفہامیہ نگاہوں میں اتنی سرد مہری تھی کہ ناعمہ پاشا کا دل بے اختیار اٹھ کر بھاگ جانے کو چاہا، مگر ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔۔۔!وہ تھوک نگلتے ہوئے گویا ہوئیں۔۔۔

"بیٹا۔۔۔میں۔۔۔مجھے آپ سے آپ کی شادی کے حوالے سے بات کرنی تھی۔۔۔!"

ہکلاتے لہجے میں ادا ہوئے اس جملے نے سالک پاشا کو طیش دلا دیا۔۔۔بھلا اس نے کب انہیں اتنی اجازت دی تھی کہ وہ اس کے ذاتی معاملات پر بات کرنے کے لیے اس کے بیڈ روم تک چلی آئیں۔۔۔

"کس حیثیت سے۔۔۔؟" اس نے سرد لہجے میں استفسار کیا

"ماں کی حیثیت سے۔۔۔!" ناعمہ پاشا کی شکستہ آواز بھی اس پر کوئی تاثر چھوڑنے میں ناکام رہی تھی۔۔۔

"ماں۔۔۔کس کی ماں۔۔۔میں نے کب آپ کو ماں بنایا ہے جو مان بھی لوں۔۔۔آپ میرے باپ کی بیوی ہیں۔۔۔وہی رہیں۔۔۔!" وہ کبھی بھی اتنا بدتمیز نہیں رہا تھا۔۔۔مگر ناجانے ناعمہ پاشا کو دیکھ کر وہ اپنے اعصاب پر سے کنٹرول کیوں کھونے لگتا تھا۔۔۔دو آنسو ان کی آنکھوں سے نکل کر گود میں رکھے ہاتھوں پر ٹپک گئے۔۔۔وہ رندھی آواز میں بولیں۔۔۔

"آپ کی نا سہی۔۔۔کسی کی ماں تو ہوں نا۔۔۔میں صرف آپ سے ایک درخواست کرنے آئی ہوں بیٹا۔۔۔آپ کے ابی اس لڑکی کو مروا دیں گے مگر آپ کی بیوی نہیں بننے دیں گے۔۔۔!"

"یہ میرا مسئلہ ہے۔۔۔آپ کا نہیں۔۔۔میں ابی کو ہینڈل کر لوں گا۔۔۔!" وہ بدستور رکھائی سے بولا۔۔۔

"نہیں۔۔۔یہ آپ کا نہیں میرا مسئلہ ہے۔۔۔کیونکہ اگر آپ کی شادی ماحور سے کروانے میں کوئی آپ کی مدد کر سکتا ہے تو وہ میں ہی ہوں۔۔۔صرف میں۔۔۔!"

ان کے ٹھہرے مضبوط لہجے پر سالک پاشا بری طرح چونکا تھا۔۔۔وہ غیر مرئی مقطے کو دیکھتی اسے بالکل بھی حواسوں میں نہیں لگ رہی تھیں۔۔۔پہلی دفعہ اس نے قدرے نرمی سے ناعمہ پاشا کو اور دیکھا تھا جن کا چہرہ اس پل شدید اندرونی خلفشار کا مظہر تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی۔۔۔عقیل مغل کب کے بکتے جھکتے اپنی "ضرورت" پوری کرنے کے لیے گھر سے نکل گئے تھے۔۔۔دادی نے انہیں دبا لیا تھا۔۔۔یا یوں کہنا مناسب ہوگا کہ نشے نے عقیل مغل کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا تھا کہ وہ زیادہ

دیر تک کسی کے مقابل ٹک سکیں۔۔۔ان کے جانے کے بعد وہ سب بہن بھائی دادی کو گھیر کر بیٹھ گئے تھے۔۔۔وہ سبھی جاننا چاہتے تھے کہ وہ کون تھیں اور اب تک کہاں تھیں۔۔۔رائنہ کو بھی یہ تجسس مارے ڈال رہا تھا۔۔۔وہ تو عاقب بھائی کی منتیں کرتی رہی کہ آج کی رات اسے ماحور کے پاس چھوڑ جائیں مگر دادی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔۔۔

"اے مینڈکی۔۔۔چل اپنے گھر چل۔۔۔میاں کو اکیلا چھوڑ کر یہاں رہنے کی تیری بھلا تک کیا ہے۔۔۔لو بھلا بتاؤ۔۔۔ساس بھی ایسی دیوانی ہیں کہ ساری فلم دیکھ کر گئیں اور اب بہو رانی کا جی دوسرا حصہ دیکھنے کو مچل رہا ہے۔۔۔چل شاوا نکل لے اب۔۔۔صبح کو اٹھے گی نا تو ساری ریل تیری یہ سہیلی چلا دے گی تیرے لیے۔۔۔!"

عاقب بھائی کا ہنسی برداشت کرنے کے چکر میں منہ سرخ انار ہو گیا تھا۔۔۔جبکہ یہ سب بہن بھائی ایسا کوئی تکلف نہیں کر رہے تھے۔۔۔کھل کر ہنس رہے تھے۔۔۔رائنہ منہ پھلاتی اور پیر پٹختی چلی گئی تھی مگر جاتے جاتے دادی کو کہنا نہیں بھولی۔۔۔

دادی۔۔۔ساری باتیں نا سنانا۔۔۔کل جب میں بھی آؤں گی تب کے لیے کچھ رکھ لیں۔۔۔پلیز۔۔۔!"

"چل ہٹ۔۔۔مینڈکی!" دادی نے لاپرواہی سے ہاتھ جھٹکا۔۔۔عاقب بھائی کھینچتے کھانچتے بیوی لے گئے۔۔۔

اب وہ تھے اور ان کے بیچوں بیچ صوفے سے ٹیک لگائے آرام دہ حالت میں بیٹھی دادی زلیخا۔۔۔! زونی، ماحور کی گود میں سر رکھے زبردستی جاگنے کی کوشش میں نڈھال ہوا جا رہا تھا۔۔۔جنت دادی کے دائیں پہلو سے ٹک کر بیٹھی تھی۔۔۔وہ کم سخن تھی مگر حساس بھی بے حد تھی۔۔۔پہلی بار کوئی قریبی رشتہ دیکھا تھا، اس لیے ایکسائیٹڈ تھی۔۔۔سیف اور ریان ایک دوسرے کی ٹانگوں میں قینچی کی صورت ٹانگیں پھنسائے نیم دراز تھے۔۔۔

"میں تم لوگوں کے باپ کی سگی چاچی ہوں۔۔۔یہ عقیل میرے ہی ہاتھوں میں پلا بڑھا ہے۔۔۔تم لوگوں کی دادی زیادہ تر بیمار ہی رہا کرتی تھی اس لیے یہ میرے کمرے میں گھسا رہتا تھا۔۔۔میرے ہی ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔۔۔دو ہی بھائی تھے یہ۔۔۔تمہارا تایا بڑا ابیبا بچہ تھا جبکہ یہ شروع سے ہی شرارتی اور منچلا۔۔۔! جوں جوں بڑا ہوتا گیا توں توں اس کے مزاج میں غصہ اور لاپرواہی کا عنصر بڑھتا گیا مگر پھر بھی مجھ سے اس کا بہت پیار تھا۔۔۔اس کی شادی کی ساری تیاری میں نے خود اپنے ہاتھوں سے کی تھی۔۔۔تُو چھوٹی سی تھی جب میرے دونوں بیٹے کینیڈا سیٹ ہو گئے تو مجھے بھی وہیں اپنے پاس بلا لیا۔۔۔بس پھر رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی خبر گیری سے بھی گئے۔۔۔خطوں سے ٹیلی فون کال پر آئے اور پھر کالوں کا بھی کال پڑ گیا۔۔۔تُو چھوٹی سی تھی جب میں بیٹوں کے پاس گئی تھی۔۔۔" انہوں نے ماحور کی ٹھوڑی کو چھوا" اور اب بڑھاپا آ گیا۔۔۔سوچا کہیں موت بھی گوروں کے بیچ نا

آجائے۔۔۔اس لیے واپس آ گئی ہوں۔۔۔بیٹے بھی کچھ عرصے میں کوشش کر کے شفٹ ہو جائیں گے۔۔۔مگر یہاں آ کر اپنے گھر کا کباڑ دیکھ کر ہوش ہی اڑ گئے۔۔۔خالی ڈھنڈار گھر۔۔۔چھت والے پنکھے تک اتار دیے اس عقیل بے حیا نے۔۔۔مجھے پڑوس سے پتا چلا کہ عقیل ہر دوسرے مہینے میرے گھر میں گھستا تھا اور واپسی پر اس کے ہاتھ میں میرے گھر کی کوئی بھی چیز ہوتی تھی۔۔۔محلے والے پوچھتے تھے تو بولتا تھا کہ چاچی چابیاں دے گئی ہوئی ہے۔۔۔باہر کینیڈا میں حالات بہت خراب ہیں اس کے بیٹوں کے،اس لیے مجھ سے کہہ کر کوئی نا کوئی چیز بکوا دیتی ہے اور میں پیسے اسے بھجوا دیتا ہوں۔۔۔بتاؤ بھلا۔۔۔ایسا پائے کا ایکٹر چور بھی نا دیکھا ہو گا کسی نے۔۔۔!"

دادی کی باتیں سن کر ماحور متاسفانہ ہنسی۔۔۔اس نے گود میں سر رکھ کر لیٹے زونی کو دیکھا تو وہ گہری نیند سو چکا تھا۔۔۔اس کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ دوبارہ دادی کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔

"اب جب تک میں اپنا نقصان اس کی نشے کی ماری ہڈیوں سے پورا نا کراؤں گی،اپنے گھر جا کر رہنے والی نہیں میں۔۔۔سالوں ملک سے باہر گزار دیے۔۔۔واپس آ کر تم لوگوں کے حالات کا ادھر ادھر سے سنا تھا۔۔۔اس عقیل نے تو ہر چیز کی شرم حیا اتار کر بیچ کھائی ہے۔۔۔اب میں کچھ عرصہ یہیں گزاروں گی۔۔۔اس کے کس بل نکالوں گی اور ذرا تم لوگوں کا بھی دھیان رکھ لوں گی۔۔۔تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے لڑکی۔۔۔؟"

وہ ہر سوال کا خود ہی جواب دے کر آخری سوال ماحور سے کر رہی تھیں۔۔۔وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔۔۔ایک زخم خوردہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اتری۔۔۔

"کاش اب سے کئی سال پہلے بابا نے آپ کے گھر چوریاں کر لی ہوتیں۔۔۔اسی بہانے آپ تب ہی ہمارے گھر آجاتیں تو زندگی کے چھوٹے بڑے دکھ جھیلنے آسان ہو جاتے۔۔۔!"

لاؤنج میں یکدم خاموشی چھا گئی۔۔۔دادی نے سر جھکا کر بڑی اذیت سے اس کی باتوں پر آنکھیں میچیں۔۔۔اب وہ اسے کیا بتاتیں کہ وہاں وہ اپنے بیٹوں کی دست نگر کن حالوں میں تھیں اور یہاں آنے کی وجوہات کیا بنیں۔۔۔انہیں تو ان سب بہن بھاؤں پر ترس آ رہا تھا جو حالات کے تھپیڑے کھا کھا کر کیسے تلخ ہو گئے تھے۔۔۔نا ماں نا باپ۔۔۔دونوں رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی کیسی لاچاری اور بے بسی!

اتنے وقت میں انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ بچے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات سے انجان تھے۔۔۔جن سے وہ

خود جزئیات سمیت واقف تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

آفس میں ٹیبل کی دراز میں کافی دیر سے منہ گھسائے بیٹھی ابرش کی کھٹر پٹر ماحور کی برداشت سے باہر ہو چلی تھی۔۔۔وہ فائلز میں الجھی کب سے ساتھ ساتھ پوچھے جا رہی تھی کہ وہ کیا ڈھونڈ رہی ہے۔۔۔؟ مگر اس کا ایک ہی جواب۔۔۔" بتاتی ہوں۔۔۔ابھی بتاتی ہوں۔۔۔!"

ماحور کا دماغ گھوم گیا تھا۔۔۔سارا ٹیبل دراز میں پڑی الم غلم چیزوں بھرتا جا رہا تھا۔۔۔تنگ آ کر وہ اٹھی اور ابرش کے قریب جا کر ایک ہی بار دراز باہر نکالی اور اسے ٹیبل۔پر الٹ کر دونوں بازو سینے پر باندھ کر ابرش کو جتاتی نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔کہنے کا مطلب تھا" اب سکون ہے۔۔۔؟" ابرش نے تحیر سے ایک نظر ماحور پر ڈالی اور دوسری ٹیبل پر پڑے کباڑ پر اور تیسرے پل دبی دبی سی چیخ اس کے حلق سے نکلی۔۔۔

" یہی ہے۔۔۔مل گئی۔۔۔کب سے اسے ہی تو ڈھونڈ رہی تھی میں۔۔۔ماہی یو آر سمپلی گریٹ۔۔۔!"

وہ ایک سم کو پکڑے اسے بے تابانہ چومتے ہوئے بولی۔۔۔ماحور نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔۔۔واپس سیٹ پر آ کر بیٹھتے ہوئے وہ اسے خشمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

" سو پاگل مرے ہوں گے تو ایک تم پیدا ہوئی ہو گی ابرش۔۔۔ایک سم کے لیے تم نے سارا آفس اکھاڑ ڈالا۔۔۔جیسے سم نا ہو گئی سالک پاشا ہو گیا تمہارا۔۔۔!"

" یہے ے ے ے۔۔۔!" ابرش نے تالی مارتے ہوئے جوش سے کہا۔۔۔" سالک پاشا ہی سمجھو اسے ماہی۔۔۔سالک پاشا ہی سمجھو۔۔۔اس سم سے میں اسے پٹاؤں گی۔۔۔!" وہ چٹکی بجا کر بولتی ماحور کو سچ میں پاگل خانے سے بھاگا ہوا پاگل لگی۔۔۔اس نے پاس پڑا پیپر ویٹ اٹھایا اور اسے دھمکاتے ہوئے بولی۔۔۔

" اب اگر تمہارا ارادہ اس سم سے سالک کو کال کرنے کا ہے تو ایک بات لکھ لو کہ تم پٹو گی اور میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں دینے والی۔۔۔سمجھی۔۔۔!"

" ہاں سمجھ گئی۔۔۔!" ابرش نے پلکیں نزاکت سے پٹپٹاتے ہوئے کہا۔ " تم نا صرف میرا ساتھ دو گی بلکہ اگر میں پھنسی تو مجھے بچاؤ گی بھی۔۔۔سمجھی۔۔۔!"

ماحور نے اس کے اس قدر یقینی انداز میں بولنے پر بے بسی سے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔۔۔ یہ لڑکی مروائے گی ایک دن۔۔۔

"کس کی سم ہے یہ ابرش۔۔۔؟" اس نے کڑے تیوروں سے استفسار کیا۔۔۔

" بھیا کی۔۔۔!" ابرش اب موبائل کا بیک باڈی کور ہٹائے سم ڈال رہی تھی۔۔۔" سڈنی جانے سے پہلے یہی سم تھی ان کے پاس۔۔۔ایک دن ان کے روم کی صفائی کروانے کے دوران میرے ہاتھ لگی تو میں نے رکھ لی۔۔۔آج کام آئے گی یہ شہزادی۔۔۔!" اس کے سم کو لاڈ سے شہزادی کہنے پر نا چاہتے ہوئے بھی ماحور کو ہنسی آ گئی۔۔۔ لیکن وہ فکرمند ہو رہی تھی۔۔۔

" ابرش میرا خیال ہے کہ تم اپنے نمبر سے ہی کال کر لو۔۔۔ اس طرح تو کل کو اگر اسے پتا چلا کہ تم اسے ڈمب کالز کرتی تھی یا میسجز کرتی تھی تو ہو سکتا ہے وہ تمہارے بارے میں غلط سوچے۔۔۔!"

اس کی بات میں وزن ہونے کے باوجود ابرش نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔

" جیسے اپنے نمبر سے کروں گی تو وہ مجھے موتیوں میں تول دے گا۔۔۔ کھڑوس ہے ایک نمبر کا۔۔۔ سنگ دل ہے دو نمبر کا اور ایسے بندے کو پتا نہیں لگنا چاہئے اصل نمبر کا۔۔۔ کچھ سمجھی۔۔۔؟"

"تمہیں اگر اتنا ہی شوق ہو رہا ہے توپ کے دہانے میں منہ دینے کا تو دو پھر۔۔۔!" ماحور دونوں ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے بولی۔۔۔

" تم اپنے سیل سے ذرا مجھے کوئی اچھی سی، پھڑکتی ہوئی غزل بھیجو۔۔۔ اس نمبر پر۔۔۔ میں وہی فارورڈ کروں گی اسے۔۔۔ جلدی ذرا۔۔۔!" یہ کہہ کر ابرش اسے اس سم کا نمبر نوٹ کروانے لگی۔۔۔ ماحور نے اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے اسے اسی کی بھیجی ہوئی چند غزلیں اور شعر بھیج دیے۔۔۔ اب یہ اتفاق کہ ابرش نے اسی غزل کو سالک پاشا کے نمبر پر فارورڈ کر دیا جو ماحور نے مومن کا نمبر جان کر سالک پاشا کو بھیجی تھی۔۔۔ محض دو سے تین منٹ گزرے ہوں گے، سالک پاشا نے میسج کے جواب میں کال بیک کر دی تھی۔۔۔ ابرش جو ریلیکس پوزیشن میں ٹھوری کو ٹیبل پر ٹکائے بازو سامنے پھیلا کر سیل فون کی اسکرین کو محبوب کا چہرہ سمجھ کر بڑی پریت سے دیکھے جا رہی تھی، یکدم یوں اچھلی گویا سالک پاشا کی کال نہیں، وہ خود موبائل سے باہر ٹپک پڑا ہو۔۔۔ سٹپٹا کر اس نے موبائل ماحور کی گود میں اچھال دیا۔۔۔ ماحور چار سو والٹ کا جھٹکا کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور موبائل واپس ابرش کو کیچ کرایا۔۔۔ ابرش نے بمشکل کیچ کر کے واپس اسے تھماتے ہوئے کال پک کرنے کا اشارہ کیا۔۔۔ اتنے میں ایک بار بیلز ختم ہونے

کے بعد دوبارہ کال آنی شروع ہو چکی تھی۔۔۔

"ہرگز نہیں۔۔۔تم خود پک کرو۔۔۔!" ماحور نے صاف انکار کیا۔۔۔ابرش نے کال ڈسکنیکٹ کر دی مگر دوسری طرف سے دوبارہ کال کر دی گئی تھی۔۔۔وہ دونوں بری پھنسی تھیں۔۔۔ابرش میں ہمت نہیں تھی کہ وہ بات کر پاتی اور ماحور کے پاس جواز نہیں تھا۔۔۔اسی دھکم پیل میں نا جانے کیسے کال پک ہو گئی اور موبائل ماحور کے ہاتھ میں تھا۔۔۔دونوں کی سانسیں تھم گئیں۔۔۔ابرش اسے دونوں ہاتھوں سے" کام ڈاؤن" کا اشارہ کر رہی تھی جبکہ ماحور اسے خفگی سے دیکھتی گردن پر چھری کی طرح انگلی پھیرتے ہوئے کڑے نتائج کی دھمکی دے رہی تھی۔۔۔اسے ایک ہی حل سوجھا اور اس نے موبائل کان سے لگا کر شستہ انگریزی میں کہا۔۔۔

" دا نمبر یو ہیو ڈائیلڈ، از ناٹ آنسرنگ ایٹ دا مومنٹ۔۔۔پلیز ٹرائی لیٹر۔۔۔!"

ساتھ ہی ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اس نے تیزی سے کال کاٹی تھی مگر کاٹنے سے پہلے اس کی سماعت نے دوسری طرف سے ابھرتا ایک جاندار قہقہہ ضرور سنا تھا۔۔۔یعنی سالک پاشا کو" ماموں" بنانے کی جو کوشش کی گئی تھی وہ ناکام ٹھہری تھی۔۔۔اس کے باوجود وہ دونوں دھپ سے اپنی اپنی سیٹس پر یوں بیٹھی تھیں جیسے شکنجے سے جان نکلی ہو۔۔۔

" ابرش کی بچی اب اگر تم نے میرے سامنے اسے کال کرنے کی یا میسج کرنے کی کوشش بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔!

" ہرگز نہیں یار ماہی۔۔۔سوچنا بھی مت۔۔۔اب میں اسے اکیلے میں ہی کروں گی۔۔۔پکا۔۔۔!"

ابرش نے ڈن کرتے ہوئے اسے تسلی دی۔۔۔ساتھ ہی مسکراہٹ چھپانے کے لیے ٹیبل پر سے فائل اٹھا کر اپنے چہرے کے آگے کر لی۔۔۔ماحور ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔۔۔اس لڑکی کی دیوانگی کا کوئی حل نہیں تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

بڑی سی گلاس وال کے سامنے ایک کہنی اونچی کیے شیشے کے ساتھ لگائے اور دوسرے ہاتھ میں تھامے موبائل کو دیکھتے ہوئے اس کا بس نہیں تھا کہ وہ ساری کائینات کو اپنی خوشی میں شامل کر لے۔۔۔سرشاری اس کی آنکھوں میں جوت بن کر چمک رہی تھی۔۔۔وہ جو ایک مدت سے خول میں بند ہو چکا تھا، اسے توڑ کر محبت کی حسین رہگزر پر بہت دور نکل آیا تھا۔۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے جب وہ مگن سا کام میں مصروف تھا تو اس کے سیل پر میسج کی بیپ ہوئی تھی۔۔۔اس نے اپنے دھیان میں میسج اوپن کیا۔۔۔ایک انجان نمبر سے ہو بہو وہی غزل اسے بھیجی گئی تھی جو محض دو دن پہلے ماحور اپنے نمبر سے بھیج چکی

تھی۔۔۔اس کا روم روم جھوم اٹھا۔۔۔لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے خیال گزرا کہ ماحور اسے کسی اور نمبر سے پیغام بھیج کر اس کا ٹرک اسی پر الٹ رہی ہے۔۔۔مگر تصدیق کے لیے اس نے ایک پل سوچنے کے بعد اس نمبر پر کال کر دی۔۔۔تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ وہ دوسری طرف جاتی بیل کی مسلسل آواز کو سن رہا تھا۔۔۔کوئی کال پک نہیں کر رہا تھا۔۔۔اس نے دوبارہ ملایا تو کال کاٹ دی گئی اور پھر تیسری بار ملانے پر کچھ بیلز کے بعد کال پک تو ہو گئی مگر دوسری جانب ہنوز خاموشی تھی۔۔۔اس کا رواں رواں کان بن گیا تھا۔۔۔دوسری طرف سے محض سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔۔۔اور پھر اس نے بے حد فارمل لہجے میں کسی کو کہتے سنا۔۔۔" دا نمبر یو ہیو ڈائلڈ از ناٹ آنسرنگ ایٹ دا مومنٹ۔۔۔پلیز ٹرائی لیٹر۔۔۔!" اس کے ساتھ ہی وہ چھت پھاڑ قہقہہ لگاتا ہنستا چلا گیا۔۔۔یہ ہوبہو ماحور کی آواز تھی۔۔۔بھلا اسے پہچاننے میں غلطی کیسے ہو سکتی تھی۔۔۔وہ تو اب اس کی روح مین بستی تھی۔۔۔اس کی ہر ادا اسے ازبر تھی۔۔۔تو آواز کیسے نا پہچانتا۔۔۔کال کٹ چکی تھی اور وہ جیسے ہواؤں میں تھا۔۔۔اب تو کوئی شبہہ نہیں رہ گیا تھا کہ ماحور بھی اس سے محبت کرتی ہے۔۔۔اس کی منزل ہی اس کے ہمقدم تھی۔۔۔اس نے فوراً یہ نمبر اپنے کانٹیکٹس میں سیو کیا۔۔۔اب اسے ماحور سے اسی نمبر پر بات کرنا تھی۔۔۔

وہ آنکھیں بند کیے اسے ہی سوچ رہا تھا جب ڈور ناک کرنے کے بعد مومن نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔۔۔اس نے پلٹ کر خوشدلی سے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور موبائل ٹیبل پر رکھ دیا۔۔۔خود بھی دونوں ہاتھوں سے کالر جھٹکتا سیٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔

" خیریت سر۔۔۔آج تو آپ کا موڈ بے حد فروٹی ہے۔۔۔!" مومن کے استفسار پر اس نے اچنبھے سے پوچھا۔۔۔

" یہ فروٹی کیا ہے۔۔۔؟"

" میری اپنی اصطلاح ہے۔۔۔اگر آف موڈ میں ہوتے تو میں کھٹا میٹھا کہتا۔۔۔اگر اداس ہوتے تو سالٹی کہتا، لیکن چونکہ آپ اس وقت بے حد خوش ہیں اس لیے میری نظر میں یہ فروٹی موڈ ہے۔۔۔!"

" ہاہاہا۔۔۔" سالک کھل کر ہنسا اور بولا۔۔۔" تم بھی عجیب شے ہو مومن۔۔۔اچھا اگر میرا موڈ تمہارے دادا جیسا ہوتا تو کیا کہتے۔۔۔؟" مومن کی ہر دوسری بات میں دادا کا تذکرہ ہوا کرتا تھا اس لیے اب سالک کو بھی غائبانہ آشنائی تو ہو ہی چکی تھی۔۔۔

" ان کا موڈ تو کاکٹیل ہے سر۔۔۔ہر ذائقہ، ہر رنگ، ہر خوشبو بیک وقت۔۔۔وہ تو گرو ہیں سر۔۔۔گرو۔۔۔!"

" سوپر۔۔۔" وہ ایک بار پھر توصیفی انداز میں ہنسا۔۔۔" ویسے تمہاری سنگت میں کوئی بھی بور نہیں ہو سکتا مومن۔۔۔تم اپنی باتوں سے باندھ لیتے ہو۔۔۔!"

"وہ بھی یہی کہتی ہے سر۔۔۔!" بے اختیار اس کی زبان سے پھسلا۔۔۔

"آں ہاں۔۔۔ وہ کون بھئی۔۔۔ مجھے نہیں بتایا اب تک۔۔۔؟"

"آں۔۔۔ مجھے لگا آپ خاصے سمجھدار ہیں۔۔۔ اندازہ ہو گیا ہو گا۔۔۔!" اس کے لطیف طنز پر وہ ہنس دیا۔۔۔ اب تو ہنسی بات بے بات اس کے ہونٹوں سے پھوٹتی تھی۔۔۔

"میری سمجھ بوجھ تو لمبی چھٹی پر جا چکی مومن تراب۔۔۔ اگر کسی مرد کی ذہانت کو عورت مہمیز کر سکتی ہے تو اس کی عقل مٹھی میں کرنے کی صلاحیت بھی عورت ہی رکھتی ہے اور یہ لڑکی۔۔۔ یہ لڑکی ما۔۔۔۔!" اس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتا، آفس کا دروازہ جھٹکے سے کھلا تھا اور عادل پاشا سپاٹ تاثرات لیے اندر داخل ہوئے۔۔۔ مومن فوراً سیٹ چھوڑ کر الرٹ سا کھڑا ہو گیا۔۔۔ سالک پاشا بھی باپ کو دیکھ کر ایک پل کو حیران ہوا تھا مگر پھر فوراً اپنی جگہ چھوڑتا، ٹیبل کی سائڈ سے گھوم کر سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔ عادل پاشا ناک کی سیدھ میں چلتے اس کے روبرو آئے اور مشینی انداز میں بیٹے کو گلے سے لگا کر جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔۔۔

"کیسے ہو بیٹا۔۔۔ مجھے کافی دن لگ گئے۔۔۔ امید ہے سب کچھ ٹھیک جا رہا ہو گا۔۔۔!"

"فائن ابی۔۔۔ اور سب کچھ اوکے ہے۔۔۔ آپ کب آئے۔۔۔ آئی مین فلائٹ سے سیدھا آفس آ رہے ہیں یا گھر گئے تھے۔۔۔؟"

سالک پاشا کے انداز میں اس قدر ٹھہراؤ تھا کہ مومن ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔ دونوں باپ بیٹے اسے ضرورت سے زیادہ فارمل محسوس ہوئے۔۔۔

"نہیں۔۔۔ سیدھا آفس آیا ہوں۔۔۔ ایک دو امپورٹینٹ کام تھے، سوچا نبٹا کر ایک ہی بار گھر جا کر تھوڑا ریسٹ لوں۔۔۔ تم بھی شام میں جلدی آ جانا۔۔۔ بہت ضروری کام ہیں۔۔۔ جو میں مزید پینڈنگ نہیں ڈال سکتا۔۔۔!" سرد اور گھرے لہجے میں کہتے وہ سالک کو باور کرا رہے تھے کہ وہ کچھ بھی نہیں بھولے۔۔۔ سالک کے ماتھے کی رگ پھڑک کر رہ گئی۔۔۔ وہ ذہنی طور پر تیار تھا۔۔۔ اسی پل اس کا دھیان مومن کی جانب گیا تو چونک کر تعارف کروانے لگا۔۔۔

"ابی۔۔۔ میٹ ہم۔۔۔ مومن تراب۔۔۔ آپ سے ذکر کیا تھا میں نے۔۔۔ اتفاق سے آپ کی ابھی تک تفصیلی ملاقات نہیں ہو سکی مومن سے۔۔۔ یہ تراب الحسن انکل کے بیٹے ہیں۔۔۔ آپ کے فرینڈ ہوا کرتے تھے وہ۔۔۔!"

عادل پاشا نے بغور مومن کو دیکھا۔۔۔ جانچا۔۔۔ اور آنکھیں سکوڑ کر، دونوں ہاتھ کوٹ کی پاکٹس میں ڈالتے ہوئے بولے۔۔۔

"مرے ہوئے لوگوں کو میں دوست نہیں رکھتا۔۔۔اور زندوں کے ساتھ میں دوستی نہیں کرتا،محض تعلق نبھاتا ہوں۔۔۔اپنی ویزیٹنگ مین۔۔۔تم سے پھر ملاقات ہوگی۔۔۔"! وہ ایک استہزائیہ نگاہ مومن تراب پر ڈال کر ایڑیوں کے بل گھومے اور آفس سے باہر چلے گئے۔۔۔مومن تراب تنے اعصاب کے ساتھ ان کی پشت دیکھتا رہ گیا۔۔۔اسے بے حد ہتک کا احساس ہوا تھا۔۔۔جبکہ سالک پاشا اس صورتحال میں عجیب سی کیفیت کا شکار چپ کا چپ کھڑا رہ گیا۔۔۔وہ اپنے ایمپلائز کی عزت نفس کا بے حد خیال رکھتا تھا اور اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ مومن تراب کی عزت نفس مجروح ہوئی ہے مگر اس گھڑی اسے سجھائی نہیں دیا کہ وہ اس سے کیا کہے۔۔۔!

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے کافی شاپ پر بیٹھا ماحور کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔اس کا موڈ بری طرح بگڑا ہوا تھا۔۔۔ہر شے زہر لگ رہی تھی۔۔۔عادل پاشا نے آفس میں جس طرح سے اس کی انسلٹ کی تھی، ایک پل کو تو جی کیا کہ لات مارے اس نوکری کو مگر ان کے جانے کے بعد سالک پاشا نے اس سے مناسب الفاظ میں اپنے والد کے رویے کی معذرت کی تھی۔۔۔اس کے باوجود دل سے ملال کم نہیں ہوا تھا۔۔۔جو رعونت اسے عادل پاشا کی آنکھوں میں دکھی تھی وہ رہ رہ کر یاد آ رہی تھی۔۔۔اس نے علی الصبح گھر سے نکلنے سے پہلے ماحور کو ٹیکسٹ کر دیا تھا کہ آفس ٹائم کے بعد کافی شاپ پر ملے۔۔۔وہ دونوں اکثر یہیں ملا کرتے تھے مگر اب ماحور کو آنے میں دیر ہو رہی تھی اور اس کا پہلے سے خراب مزاج مزید بگڑ رہا تھا۔۔۔اس نے ٹیبل۔پر رکھے پانی کا گلاس ایک سانس میں خالی کر کے خود کو نارمل۔کرنے کی سعی کی۔۔۔تبھی اسے دور سے ماحور لنگڑاتی ہوئی آتی دکھائی دی۔۔۔وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ دھپ کر کے اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔۔۔

"سوری۔۔۔میں لیٹ ہوگئی۔۔۔!" اس نے تھکی تھکی سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔۔۔چہرہ دہک رہا تھا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔۔۔مگر مومن کے دماغ پر غصہ اس قدر حاوی تھا کہ وجہ پوچھنے کی بجائے دیر سے آنے پر ناراض ہونے لگا۔۔۔

"کہا نا سوری۔۔۔آفس میں کام بہت تھا۔۔۔پھر ٹریفک۔۔۔اور اس سے بڑی مصیبت میرا جوتا۔۔۔!" وہ اس کے غصے سے خائف ہوتے ہوئے بولی

"بہانے مت بناؤ ماہی۔۔۔صاف کہو کہ آنا نہیں چاہتی تھیں۔۔۔یہ تو میں ہی پاگل ہوں جو پیچھے پڑا رہتا ہوں تمہارے۔۔۔!" وہ ہنوز منہ پھلائے درشتی سے بولا۔۔۔

"ایسا بھلا ممکن ہے مومن کہ میرا دل تم سے ملنے کو نا کرے۔۔۔کس بات پر خفا ہو۔۔۔کاہے کی ناراضی ہے۔۔۔؟" اس

نے رسان سے پوچھا۔۔۔

"میرا دماغ نہیں خراب ماہی کہ کہیں کا غصہ کہیں پر نکالوں۔۔۔تمہیں میری پرواہ نہیں ہے۔۔۔تم محض اپنی سہولت دیکھتی ہو۔۔۔یہ کبھی نیں سوچتی کہ میرا دل کیا کرتا ہے۔۔۔میں کیا چاہتا ہوں۔۔۔!"

"کیا ہوگیا ہے مومن۔۔۔کیسی باتیں کر رہے ہو۔۔۔میں اگر پرواہ نا کرتی تو تمہارے ایک ہی بار کہنے پر یہاں چلی نا آتی۔۔۔جب کہ تم جانتے ہو کہ مجھے گھر پہنچنا ہوتا ہے۔۔۔!"

"ہاں تو نا آتی نا۔۔۔کیا کہہ لینا تھا میں نے۔۔۔میں کہہ ہی کیا سکتا ہوں۔۔۔اوقات ہے میری۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہئے۔۔۔جب تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے تو مجھے کال کر لینا۔۔۔!" وہ بیگ کندھے پر ڈالتی کھڑی ہونے لگی۔۔۔انداز سست تھا کہ مومن شائد اپنے غلط رویے کا احساس کرتے اسے روک لے۔۔۔مگر وہ چیخ کر بولا

"آپ جناب میری کال اٹھاتی ہی کہاں ہیں۔۔۔میں پچھلے ایک گھنٹے سے یہاں تمہارے لیے بیٹھا خوار ہو رہا ہوں اور تم ہو کہ مزے سے ٹہلتی آ رہی ہو۔۔۔!"

"میں ٹہلتی نہیں آ رہی تھی مومن۔۔۔میرا جوتا ٹوٹ گیا ہے اور اس کی وجہ سے میں نے اپنے اسٹاپ کی بس مس کر دی اسلیے آفس سے یہاں تک پیدل لنگڑاتی ہوئی آئی ہوں۔۔۔!" وہ کہتے ہوئے کھڑی ہوئی اور جلدی سے مڑ کر واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔۔۔آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہو گیا تھا، جسے مومن کے سامنے ہر گز نہیں بہانا تھا اسے۔۔۔اس کی بات پر مومن تراب پل بھر کو ساکت رہ گیا۔۔۔پھر سر دونوں ہاتھوں میں گرا کر خود کو جی ہی جی میں جی بھر کر کوسا۔۔۔اففففف! عادل پاشا پر آئے غصے نے اس کی عقل اتنی سلب کر لی تھی کہ ماحور کو لنگڑاتے ہوئے آتا دیکھ کر بھی اسے خیال نہیں آیا کہ وہ ایسے کیوں چل رہی ہے۔۔۔!اب حسب معمول وہ تولے بنا بول بیٹھا تھا۔۔۔ٹیبل پر پڑا گلاس اگر کانچ کا نا ہوتا تو وہ لازمی اپنے سر پر دے مارتا۔۔۔پیشانی کو دو بار ہلکے ہلکے مکے مارتا وہ تیزی سے اٹھا اور ماحور کے پیچھے لپکا۔۔۔اس کا ٹوٹا ہوا کینوس شو دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔حالت تو ان کی ویسے بھی کافی خستہ تھی مگر وہ انہی سے کام چلا رہی تھی۔۔۔وہ سیٹی بجانے کے انداز میں سانس خارج کرتا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔۔۔دونوں بلکل خاموشی سے چلتے فٹ پاتھ پر ہو گئے۔۔۔نا ماحور نے اس کی طرف دیکھا اور نا اس نے اسے بلانے کی غلطی کی۔۔۔کچھ آگے جا کر موڑ مڑتے ہی جوتوں کی دکان تھی۔۔۔قریب آنے پر اس نے یکدم ماحور کا ہاتھ تھاما اور بغیر اسے سنبھلنے کا موقع دیے وہ اسے لیے اندر داخل ہو گیا۔۔۔ایک سیلز مین خیر مقدمی مسکراہٹ سجائے تیزی سے ان کی جانب بڑھا۔۔۔

"السلام وعلیکم۔۔۔! مجھے اپنی مسز کے لیے اچھے سے فارمل شوز دکھائیے۔۔۔!" وہ سیلز مین سے کہتا اسے لیے کسٹمر سیٹ پر آبیٹھا۔۔۔سیلز مین سائز پوچھ کر تیزی سے واپس مڑ گیا۔۔۔ماحور نے جھٹک کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالا اور دھیمی آواز میں غراتے ہوئے بولی۔۔۔

"یہ کیا تماشا ہے۔۔۔مجھے نہیں لینا کوئی جوتا شوتا۔۔۔اور تم نے کس کھاتے میں مجھے بیوی کہا اپنی۔۔۔دماغ چل گیا ہے کیا۔۔۔؟"

"دادا کہتے ہیں میرے پاس دماغ نامی آئٹم ہے ہی نہیں۔۔۔اس لیے اسے کیا چلانا اور کیا بٹھانا۔۔۔باقی رہ گئی مسز کہنے والی بات تو۔۔۔تو۔۔۔" مامن نے اس کی طرف رخ پھیر کر آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، اس کا لہجہ بھاری ہوا۔۔۔ماحور کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔۔۔"تو قسم لے لو مزہ آ گیا ایسا کہتے ہوئے۔۔۔مجھے بڑا تجسس تھا کہ وہ کیا لطف ہوتا ہو گا جب کوئی کسی حسین دوشیزہ کو اپنی مسز بلاتا ہو گا۔۔۔آج پتا چلا کیسا سواد آتا ہے۔۔۔واہ۔۔۔!" اب وہ نارمل لب ولہجے میں چٹخارہ بھرتے کہہ رہا تھا۔۔۔ماحور نے اپنا بیگ کھینچ کر اس کی ٹانگ پر دے مارا۔۔۔سیلز مین جوتوں کے سیمپلز اٹھائے ان کے قریب چلا آیا۔۔۔اور ایک ایک کر کے ماحور کے آگے رکھنے لگا۔۔۔وہ بادل ناخواستہ انہیں پہن پہن کر چیک کرنے لگی۔۔۔مومن نے خود ہی دو نفیس سے ڈیزائن والے شوز پسند کیے اور انہیں پیک کرنے کا کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔بلکل کسی ذمہ دار شوہر کی طرح اسے اپنی پشت سے ڈھانپے ساتھ ساتھ لیے وہ کیش کاؤنٹر پر بل پے کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔۔۔ایک باکس میں سے جوتے نکال کر مومن نے اسی وقت ماحور کے پیروں میں رکھے تاکہ وہ ابھی ہی انہیں پہن سکے۔۔۔اپنے پاؤں جوتے میں ڈالتے بے اختیار اس کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔آنسو لڑھک کر گالوں پر پھسل گئے۔۔۔اتنی پرواہ۔۔۔اتنا تردد۔۔۔وہ بھی اس کیلئے۔۔۔اسے خواب سا لگ رہا تھا سب۔۔۔مومن نے بلیک کورٹ شوز میں دھنسے اسکے سفید پیروں سے نگاہ چراتے ہوئے اس کی پانی بھری نگاہوں میں جھانکا۔۔۔

"دھت تیرے کی۔۔۔! بندہ کس کس طرف سے دامن بچائے۔۔۔!"

اس کی گرے آنکھیں آنسوؤں سے دھل کر کانچ کی طرح چمک رہی تھیں۔۔۔وہ تھوڑا ابگڑتے ہوئے بولا۔۔۔

"کیوں رو رہی ہو۔۔۔مرا نہیں ہوں ابھی۔۔۔اب اگر یہ چاہ رہی ہو کہ تمہارے آنسو چن لوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر تم نے یہی جوتا اٹھا کر مار دینا ہے مجھے۔۔۔!"

"مجھے گھر جانا ہے۔۔۔ان جوتوں کی قیمت بتا دو۔۔۔میں ادا کر دوں۔۔۔!" وہ اس کی بات نظر انداز کرتی پوری سنجیدگی سے بولی۔۔۔مومن چڑ گیا۔۔۔

"کیوں۔۔۔تم کیوں ادا کروگی۔۔۔کون ہوں میں ماہی۔۔۔؟صرف انگوٹھی پہنانی باقی ہے ورنہ میں تمہیں فی الوقت اپنی منگیتر اور آنے والے وقت میں اپنی مسز ہی سمجھتا ہوں۔۔۔تو کیا میں اپنی منگیتر سے پیسے لوں گا۔۔۔شرم آتی ہے۔۔۔؟ہاں دادا ہوتے تو ضرور لے لیتے۔۔۔!" اس نے ایسا کہہ کر ماحور کو ہنسانے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔۔مگر وہ ہنوز سنجیدہ تھی۔۔۔وہ خاموشی سے ایک طرف چل دی۔۔۔پتا نہیں دل کیوں بھر بھر آ رہا تھا۔۔۔مومن اسکی ناراضی کی وجہ اپنے رویے کو گردانتے ہوئے صفائی دینے لگا۔۔۔

"سوری ماہی۔۔۔میں غصے میں تھا۔۔۔اوپر سے تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی۔۔۔ساری فرسٹریشن تم پر نکل گئی۔۔۔سو سوری۔۔۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔۔!" وہ شرمندہ سا اسے بولنے پر اکسا رہا تھا مگر وہ اسی کیفیت میں سپاٹ سی چلتی چلی جا رہی تھی۔۔۔تنگ آ کر وہ ایک دم اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔ماحور کو اگلے ہی پل رک جانا پڑا ورنہ ٹکرا جاتی۔۔۔

"میری بات کا جواب دو ماہی۔۔۔ورنہ میں نا خود ہلوں گا یہاں سے نا تمہیں جانے دوں گا۔۔۔!"

"مومن تراب۔۔۔آپ نے تو اپنی فرسٹریشن نکال لی۔۔۔کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ کوئی ہے ایسا شخص جس پر میں اپنی کھولن نکال لوں۔۔۔!"

"نکالتی تو ہو۔۔۔!" ماحور کے ایسا کہنے پر وہ مسکین سی شکل بناتے ہوئے بولا۔۔۔" مجھ پر۔۔۔!"

دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور پھر یک بیک دونوں ہی ہنس دیئے۔۔۔

"اب بتاؤ۔۔۔کیا ہوا۔۔۔کیوں اتنے غصے میں تھے۔۔۔؟" ماحور نے اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے کہا۔۔۔مومن نے عادل پاشا کا رویہ اور گفتگو لفظ بہ لفظ بتا دی۔۔۔اسے سچ میں بے حد افسوس ہوا۔۔۔کبھی کبھار بااختیار انسان سب سے زیادہ بے اختیار ہو جاتا ہے، کیونکہ جس کا اپنے لب و لہجے پر بس نہیں، اس سے زیادہ کمزور انسان کون ہوگا بھلا۔۔۔؟اور یہ اونچی مسندوں پر بیٹھے چھوٹے ذہنوں والے کردار ہمارے معاشرے میں عام ہو چکے ہیں۔۔۔جب سے اس نے عملی زندگی میں قدم رکھا تھا، آئے روز سابقہ پڑتا تھا ایسے لوگوں سے۔۔۔

"حیرت ہوتی ہے مجھے یہ سوچ کر کہ سر سالک جیسا فرینڈلی اور ہمبل انسان ان کا بیٹا ہے۔۔۔میں اپنے بابا کے حوالے سے بہت پکی ہوں۔۔۔مجھے بلکل اچھا نہیں لگا ان کی دوستی کو بے مول کرنا۔۔۔دادا بتاتے ہیں کہ میرے بابا نے سر عادل کی تب مدد کی تھی جب یہ بے حد مشکل میں گھرے تھے۔۔۔ہمارے ہی گھر کے اوپر والے پورشن کے دو کمرے قریباً آٹھ ماہ تک ان کے زیر استعمال رہ چکے ہیں۔۔۔اور آج یہ ایسے بن رہے تھے جیسے میرے بابا پر الٹا ان کے احسانات ہوں۔۔۔!"

ماحور جواباً کچھ نہیں بولی۔۔۔اس کے چہرے پر دکھ کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے۔۔۔مومن نے اس کی طرف دیکھا تو دل کو کچھ ہوا۔۔۔اسے تاسف ہوا کہ محض اس کی وجہ سے ماحور افسردہ ہو گئی تھی۔۔۔پہلے بلاوجہ ناراضی دکھائی اور بعد میں یہ سب بتا کے اس کا دل دکھا دیا۔۔۔وہ تو ہمیشہ سے مشکلات اور مصائب میں گھری رہی ہے، بھلا وہ اس پر اپنی تکلیف کا بوجھ کیوں ڈال رہا ہے۔۔۔اس نے تو ہمیشہ اسے خوش رکھنے کا عہد باندھا تھا۔۔۔ساتھ چلتے مومن نے خود کو ملامت کیا اور پھر شرارت سے اپنا کندھا ماحور کے کندھے سے ٹکرا کر اسے ہلکا سا دھکا دیا۔۔۔وہ اس طرح کی حرکت کے لیے ہرگز تیار نہیں تھی سو لڑکھڑا کر گرنے ہی لگی تھی کہ مومن نے جھٹ اس کا بازو تھام لیا اور ہنس دیا۔۔۔ماحور نے اسے گھورا اور جواباً دونوں ہاتھوں سے اسے دھکا دے دیا۔۔۔وہ الرٹ کھڑا تھا ٹس سے مس نا ہوا بلکہ مزید ہنستے ہوئے اسے چڑانے لگا۔۔۔ماحور نے دونوں آنکھیں سکوڑ کر چند ثانیے اسے گھورا اور نئے نئے پہنے کورٹ شوز سے اس کا جاگرز میں مقید پاؤں کچل دیا۔۔۔جواب میں مومن نے اتنی بلند چیخ ماری کہ ماحور کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔۔۔وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھتی ارد گرد سے نظر چراتی تیزی سے اس سے کچھ فاصلے پر ہو کر چلنے لگی۔۔۔مومن اس کے تیور دیکھ کر ہنسی دباتے ہوئے شرافت سے اس کے ساتھ ساتھ ہولیا۔۔۔ذرا آگے جا کر ایک گھر کے تھڑے پر اسٹاپو بنا ہوا تھا۔۔۔شائد بچے کھیلتا چھوڑ گئے تھے۔۔۔مومن نے بغور دیکھا اور اگلے ہی پل دونوں ہاتھ جینز کی پاکٹس میں پھنسائے اسٹاپو کے خانے پھلانگ رہا تھا۔۔۔ماحور حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔

"اب تمہاری باری ماہی۔۔۔!" سامنے کھڑے رہتے ہوئے اس نے ہاتھ سے ماحور کو کھیلنے کا اشارہ کیا۔۔۔

"پاگل ہو گیا۔۔۔مجھے نہیں کھیلنا آتا۔۔۔میں نے بچپن میں بھی کبھی نہیں کھیلا۔۔۔!" ماحور بدکی۔۔۔

"جیسے میں نے کیا ہے، ویسے ہی کرنا ہے سمپل۔۔۔آو نا۔۔۔!"

ماحور نے اب کہ انکار نہیں کیا بلکہ اپنا بیگ مضبوطی سے تھامتی وہ بالکل مومن کے انداز میں اسٹاپو کے خانے پھلانگ رہی تھی۔۔۔خوشی اور جوش نے یکدم اس کی رنگت سرخ کر دی تھی۔۔۔اسے ایسا کرنے میں بے حد لطف آیا تھا۔۔۔یوں لگا جیسے ٹینشن سے ریلیف ملا ہو۔۔۔چند ساعتوں بعد وہ دونوں باری باری آگے پیچھے خانے پھلانگتے دوبارہ واپس جاتے اور پھر یہی عمل دہراتے۔۔۔دونوں کے قہقہے بے فکرے اور نکھرے ہوئے تھے۔۔۔مومن، ماحور کو ہنسانے کے گر جان گیا تھا۔۔۔وہ اس کی خوشی میں خوش رہنے کی ادا سیکھ گیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل پاشا آفس کی ریوالونگ چیئر پر دھیرے دھیرے جھولتے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔۔۔بایاں ہاتھ مسلسل پیپر ویٹ گمائے جا رہا تھا۔۔۔سامنے کچھ ڈاکومنٹس کھلے پڑے تھے جن کے اوپر دھرا پن بھی یونہی کھلا رکھ دیا گیا تھا۔۔۔سوچیں مستقل ایک ہی مسئلے کے گرد گھوم رہی تھیں۔۔۔وہ آج ہی کراچی سے واپس لوٹے تھے اور سیدھے آفس چلے آئے تھے۔۔۔ان کا دو دن کا پروگرام کچھ ضروری کاموں کی وجہ سے کئی دن پر چلا گیا تھا۔۔۔مگر اتنی مصروفیت میں بھی ان کا ذہن سالک پاشا کے رویے اور اس کی ضد سے نہیں ہٹا تھا۔۔۔جب جب انہیں سالک کا دوٹوک انداز اور لب ولہجہ یاد آتا رہا تب تب انہیں اس انجان لڑکی ما حور پر طیش آتا رہا تھا جسکی وجہ سے آج ان کا بیٹا، ان کے روبرو بولنے کی جرات کر پایا تھا۔۔۔یکدم ایک خیال آنے پر انہوں نے پیپر ویٹ ہاتھ سے چھوڑا اور موبائل پکڑ کر کسی نمبر پر کال کی۔۔۔دوسری طرف سے فوراً کال ریسیو کر لی گئی تھی۔۔۔

"ہاں ایاز۔۔۔ایک کام کہا تھا تمہیں۔۔۔کیا بنا اس کا۔۔۔؟"

دوسری جانب سے ایسا کچھ کہا گیا تھا کہ ان کے ماتھے کی رگیں ابھرنے لگیں تھیں اور چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ پڑنے لگا تھا۔۔۔وہ اپنی آواز کو پرسکون رکھتے ہوئے بولے۔۔۔

"ہممممم۔۔۔!یعنی میرا شک درست نکلا۔۔۔ٹھیک ہے ایاز۔۔۔تم مجھ سے آفس میں ملو۔۔۔باقی ڈیٹیلز یہاں آ کر ڈسکس ہوں گی۔۔۔سی یو۔۔۔!"

کال کاٹ دینے کے بعد وہ کھڑے ہوئے، انہوں نے پیپر ویٹ تھاما اور اسے پوری طاقت سے سامنے لگی ایل ای ڈی پر مار دینا چاہا مگر اگلی ساعت انہیں ہوش کے ناخن دلا گئی۔۔۔انہیں خود کو کمپوز رکھنا تھا۔۔۔یہ وقت بے وقوفی کرنے کا نہیں تھا۔۔۔عقلمندی سے چال چلنے کا تھا۔۔۔انہیں ایسا کچھ کرنا تھا کہ سالک خودبخود اس لڑکی سے دستبردار ہو جائے۔۔۔اور ناعمہ کو بھی احساس نا ہونے پائے کہ وہ اس لڑکی کی اصلیت جان گئے ہیں۔۔۔وہ واپس سیٹ پر بیٹھے اور لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پرسکون کرنے لگے۔۔۔دھیان اس لڑکے مومن تراب کی جانب بھی چلا گیا تو آنکھیں میچ کر ایک بار پھر کڑوی گولی نگلی ہو جیسے۔۔۔

"بلڈی ایڈیٹس۔۔۔!" قبر کے مردے اب نکل کر سامنے آنے رہ گئے ہیں بس۔۔۔!"

بھلا وہ مومن تراب کو کیسے نا پہچانتے۔۔۔وہ اس وقت بہت چھوٹا تھا جب انہیں اس کے باپ تراب الحسن کے گھر چند ماہ کے لیے قیام کرنا پڑا تھا۔۔۔وہ، وہ دن تھے جب ان کی زندگی نے "یوٹرن" لیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحور کو مومن گھر چھوڑنے کے بعد واپس ہوا تھا تو راستے میں اسے ریان ایک بہترین فرنیچر شاپ سے سامان لوڈ کرواتا نظر آیا۔۔۔وہ حیران سا اس کی طرف چل دیا مگر اس سے پہلے ہی سامان کی لوڈنگ مکمل ہوئی اور وہ خود لوڈر کے ساتھ کھڑی بائک پر بیٹھے لڑکے کے کندھے کو تھپتھپاتا اس کے پیچھے بیٹھا اور لوڈر کو چلنے کا اشارہ دیا۔۔۔لوڈر پر ایک سیون سیٹر نیا صوفہ، سینٹرل ٹیبل، ایک چھوٹے سائز کا کاؤچ اور خوبصورت شوکیس لوڈ کیا گیا تھا۔۔۔مومن کو یہی لگا کہ یقیناً ماحور نے گھر نیا فرنیچر ڈلوایا ہے۔۔۔لامحالہ اسے خوشی بھی ہوئی۔۔۔ماحور کی ہر کامیابی اسے اپنی ذاتی کاوش لگتی تھی۔۔۔اس نے سوچا کہ انہی قدموں واپس ماحور کے گھر کی طرف چل دے اور ریان کے ساتھ سامان ان لوڈ کروانے میں مدد بھی کروا دے۔۔۔لیکن اگلے ہی پل وہ اچنبھے سے ریان کو مخالف سمت جاتا دیکھ رہا تھا۔۔۔اس کے تعاقب میں لوڈر بھی چل دیا۔۔۔

"ہوسکتا ہے کہ یہ سامان ریان کے کسی دوست کا ہو اور ریان مدد کی غرض سے اس کے ہمراہ ہو۔۔۔!" وہ خود سے ہی قیاس کرتا کندھے اچکاتا اپنی راہ ہولیا۔۔۔مگر اچانک سے ناجانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ قریب سے گزرتے رکشے کو ہاتھ دے کر روکا اور اس میں بیٹھ کر لوڈر کی نشاندہی کروا کے اس کا پیچھا کرنے کو کہا۔۔۔ابھی تک وہ لوگ نظر سے اوجھل نہیں ہوئے تھے۔۔۔مگر جس رفتار سے رکشہ جا رہا تھا، اسے لگتا تھا کہ وہ یقیناً ادھر ادھر ہو جائیں گے۔۔۔اسے افسوس ہوا کہ کاش اپنی گاڑی میں ہوتا تو اب تک بلکل سر پر پہنچ چکا ہوتا ان کے۔۔۔شاویز کو اپنے میاں جی کو لے کر ڈاکٹر کے ہاں جانا تھا سو اس کی آسانی کے لیے اسے خود گاڑی کی چابی پکڑائی تھی۔۔۔مگر اس گھڑی گاڑی کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔پھر بھی تھوڑی سی تگ و دو کے بعد رکشے والا ان کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔۔۔چند مزید موڑ مڑ کر ریان اور وہ لڑکا ایک تنگ اور چھوٹی سی گلی کے دہانے پر پہنچ گئے۔۔۔ان کے پیچھے لوڈر بھی رک گیا۔۔۔گلی کے اندر اسے لے جایا نہیں جا سکتا تھا لہٰذا یہیں سے وہ لڑکا اور ریان لوڈر والے کے ساتھ مل کر سامان اتروانے لگے۔۔۔مومن کسی گاڑی کی آڑ میں ہو کر سارا منظر ملاحظہ کر رہا تھا۔۔۔سامان اتروایا جا چکا تھا اور اب اندر گلی سے ہی ایک دو مزید ہٹے کٹے سے جوان لڑکے باہر نکلے اور احتیاط سے سامان اٹھا کر اندر لے جانے لگے۔۔۔ریان بھی ان کے ساتھ مدد کروا رہا تھا مگر وہ لوگ بڑی عزت اور احترام سے اسے بار بار ایسا کرنے سے روک رہے تھے۔۔۔

"یعنی ریان ایز اے ہیلپر ان کے ساتھ نہیں ہے۔۔۔اگر ایسا ہوتا تو وہ اسے ہاتھ بٹانے سے منع کیوں کر رہے ہیں۔۔۔؟ اور اگر ہیلپر نہیں ہے تو کیا بائیر (خریدار) ہے۔۔۔؟ مگر اس نے یہ سارا سامان بھلا کس کے لیے اور کیسے خریدا ہے۔۔۔اتنی رقم کہاں سے آئی اس کے پاس۔۔۔!"

ایسی کتنی ہی سوچیں اس وقت مومن کو پریشان کر گئی تھیں۔

وہ گاڑی کی آڑ سے نکل کر ذرا فاصلے پر بنی پودوں کی باڑھ کے پیچھے آ بیٹھا۔۔۔اب اسے گلی کے اندر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔۔۔سامان ایک ہلکے سبز رنگ کے گیٹ والے گھر کے اندر جاتا دکھائی دیا۔۔۔اور ریان بڑے فخر سے گردن اکڑائے گیٹ کے ساتھ کھڑا جیسے سپرویژن کر رہا تھا۔۔۔سارا سامان اندر جا چکا تو ایک خاتون اندر سے باہر آئیں اور آتے ساتھ ہی چٹاچٹ ریان کی بلائیں لینی شروع کر دیں۔۔۔ان کا انداز چاپلوسانہ تھا۔۔۔چہرے اور جثے سے ہی خاصی چالاک دکھائی پڑتی تھیں۔۔۔وہ بائک والا لڑکا اور دوسرے دونوں لڑکے بھی اس کے گرد کھڑے نثار ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔مگر اگلا منظر مومن کے لیے زیادہ حیرت انگیز تھا۔۔۔وہ خاتون اس کو پیار کر کے ایک جھٹکے سے سپاٹ سا چہرہ لیے واپس اندر مڑ گئی تھیں۔۔۔ان کی تقلید میں تینوں لڑکے بھی چلے گئے۔۔۔ریان نے بھی اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے تھے مگر گیٹ پوری طاقت سے اس کے منہ پر ہی بند کر دیا گیا۔۔۔وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔۔۔اس لمحے اس کے چہرے پر جو کھسیاہٹ اور شرمندگی تھی، وہ مومن دور سے بھی صاف دیکھ سکتا تھا۔۔۔مومن کو کچھ کچھ نہیں، کافی کچھ سمجھ آ گیا تھا۔۔۔یہ سارا سامان ریان نے ان لوگوں کو دیا تھا۔۔۔مگر سوال یہ تھا کہ کیسے اور کیوں۔۔۔؟ اس کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے۔۔۔؟ کیا ماحور کو اس بات کا پتا تھا۔۔۔؟

وہ ابھی ریان اور سیف کے ساتھ اس قدر فرینک نہیں تھا وہ کہ ڈائریکٹ ریان سے ہی پوچھ لیتا۔۔۔اس کا ردعمل شدید بھی ہو سکتا تھا۔۔۔ریان منہ لٹکائے واپس آ رہا تھا اور اس سے پہلے کہ اس کی نگاہ مومن پر پڑتی، وہ تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔۔۔مگر گھر پہنچنے تک اس کا ذہن مسلسل انہی باتوں میں الجھا رہا تھا۔۔۔اسے یقین تھا کہ ریان کسی بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہو چکا ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ گھر پہنچی تو پہلی بار اسے گھر کا ماحول بے حد پرسکون اور نکھرا نکھرا لگا۔۔۔ہر چیز اپنی جگہ پر اور ہر کام مکمل۔۔۔صفائی سے لے کر کچن تک زلیخا دادی نے سمیٹ رکھا تھا۔۔۔جب وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو سیف اور زونی دونوں فرش پر بچھے پرانے قالین پر آڑے ترچھے لیٹے ہائے وائے کی مصنوعی صدائیں بلند کر رہے تھے۔۔۔ماحور کو دیکھتے ہی دونوں نے لیتے لیٹے واویلا شروع کر دیا تھا۔۔۔

"اپیا بڑا ظلم ہوا آپ کے بھائیوں پر۔۔۔دادی نے سارا گھر صاف کروایا ہے ہم سے۔۔۔زونی سے صحن دھلوایا اور مجھ سے سر پر کھڑے ہو کر اندر سے گھر صاف کروایا۔۔۔کچن جنت نے صاف کیا۔۔۔یقین مانیں جوڑ جوڑ ہلا دیا انہوں نے ہمارا!"

صوفے پر زلیخا دادی جنت کو گھٹنوں میں لیے اس کے بالوں میں تیل لگا کر انہیں ہلکے ہاتھوں کی مالش کر رہی تھیں ۔۔۔جنت آنکھیں موندے بڑے خوش کن تاثرات کے ساتھ بیٹھی تھی ۔۔۔ورنہ وہ بہت کم کسی بات پر تاثر دیتی تھی ۔۔۔وہ سیف کی بات پر ہنستے ہوئے دھپ سے دادی کے پہلو میں گری ۔۔۔

"اَئے ہائے ۔۔۔دھان پان سی ہو مگر صوفے کی چولیں ہلا دیں تم نے ۔۔۔سکون سے بیٹھو ۔۔۔پہلے ہی سارے گھر کا سامان پانی کا بلبلہ بنا ہوا ہے ۔۔۔ادھر ٹھیس لگی، ادھر پھٹ سے پھٹا ۔۔۔!" وہ اس کے یوں بیٹھنے پر چڑتے ہوئے بولیں ۔۔۔ہاتھ ہنوز مصروف تھے ۔۔۔

"آپ سامان کی کیا بات کرتی ہیں دادی ۔۔۔یہاں تو ہم خود پانی کا بلبلہ ہیں ۔۔۔بس فرق یہ ہے کہ اتنی ٹھیس لگی ہمیں مگر ہم فنا نہیں ہوئے ۔۔۔!"

"مت کرو ایسی باتیں ماحور ۔۔۔زندگی بہت سے لوگوں کا بڑا کڑا امتحان لیتی ہے ۔۔۔دنیا بھری پڑی ہے جنہیں قدم قدم پر زندگی نے آزمایا ۔۔۔اونچائیوں سے پٹخا ۔۔۔پستیوں میں لا گرایا ۔۔۔مگر ان کے صبر پر حرف نا آیا ۔۔۔ہر بار گرنے پر وہ پہلے سے زیادہ مضبوط قدموں سے کھڑے ہوئے ۔۔۔مجھے انکار نہیں تم لوگوں کی صعوبتوں سے مگر کیا یہ کم ہے کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تمہارے پاس اہلیت تو تھی ۔۔۔قابلیت تو تھی ۔۔۔کیا ہوتا اگر تم خود معذور ہوتی یا اپنے کسی بہن بھائی کو ایسی تکلیف میں دیکھنا پڑتا ۔۔۔زندہ تو تب بھی رہنا ہی پڑتا نا ۔۔۔اس لیے میرا بچہ جو گزر گیا اسے اعمال کی زکوۃ سمجھو ۔۔۔اور آنے والے کل کی تیاری رکھو، جو زندگی رہی تو ۔۔۔اگر برا وقت دیکھا ہے تو اسی لیے کہ اچھے کی قدر کر سکو ۔۔۔!"

وہ گیلی آنکھیں لیے گم چپ سی بیٹھی سنتی رہ گئی تھی ۔۔۔سیف نے بھی پورے انہماک سے زلیخا دادی کی باتوں کو سنا تھا ۔۔۔اس کے دل کو لگی تھی یہ گفتگو ۔۔۔زلیخا دادی نے جنت کے بال سلیقے سے باندھے اور اسے اٹھا کر ماحور کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے اپنے آگے بٹھا دیا ۔۔۔

"ادھر بیٹھو ۔۔۔اب ذرا تم بھی اپنے بالوں میں تیل ڈلواؤ ۔۔۔دیکھو کتنے پیارے بال ہیں ماشاءاللہ ۔۔۔سنہری تاریں جھلملا رہی ہیں ۔۔۔ان کا خیال رکھا کرو بچے ۔۔۔!" وہ اس کے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں چلاتی اس کا دھیان اب دوسری سمت موڑ رہی تھیں ۔۔۔ان کی انگلیوں کے لمس نے پل بھر میں ماحور کو آنکھیں موند لینے پر مجبور کر دیا ۔۔۔زلیخا دادی کی پوروں کے ذریعے ممتا کا نرم گرم احساس اس کی جلد میں سرایت کر رہا تھا ۔۔۔جی چاہ رہا تھا کہ وقت تھم جائے اور وہ یونہی مورت بنی

بیٹھی رہے۔۔۔

"دادی۔۔۔!" اس نے مدھم آواز سے انہیں پکارا۔۔" دادی آپ کو اپنے بیٹوں کی یاد نہیں آتی۔۔۔؟ نا ان کا کوئی فون آتا ہے نا آپ انہیں کرتی ہیں۔۔۔کیا آپ مس نہیں کرتی انہیں۔۔۔!"

"کرتی ہوں۔۔۔کیوں نہیں کرتی۔۔۔بھلا ماں بھی کبھی اپنی اولاد کو یاد کیے بغیر رہ سکتی ہے۔۔۔اولاد سے دوری کند چھری ہوتی ہے۔۔۔نا گردن اترتی ہے نا جان نکلتی ہے۔۔۔تو بھلا میں کیسے نا یاد کرتی ہوں گی۔۔۔!"

"نہیں دادی۔۔۔ہر ماں اولاد کو یاد نہیں کرتی۔۔۔کچھ مائیں بڑی عجیب ہوتی ہیں دادی۔۔۔بڑی عجیب۔۔۔!"

سیف نے اپنے موبائل سے نظر ہٹا کر فوراً ماحور کو دیکھا تھا۔۔۔وہ اسے روک لینا چاہتا تھا اس موضوع پر بات کرنے سے۔۔۔خاص طور ہر زونی اور جنت کے سامنے تو وہ حتی المقدور کوشش کرتے تھے کہ ایسی کوئی بات ہرگز نا ہو جس سے ان کے دلوں میں سوال اٹھیں۔۔۔اس سے پہلے کہ زلیخا دادی کوئی جواب دیتیں۔۔۔لاؤنج کا دروازہ دھاڑ سے کھلا اور ریان تپے تپے چہرے کے ساتھ اندر داخل ہوا۔۔۔بنا سلام کیے سیدھا کمرے میں جانے لگا تھا کہ سیف نے روک لیا۔۔۔

"کہاں سے ارہے ہو ریان۔۔۔اور اتنے غصے میں کیوں ہو۔۔۔کسی سے لڑائی ہوئی ہے۔۔۔؟"

"کسی سے نہیں۔۔۔پلیز مجھے ڈسٹرب نا کرے کوئی۔۔۔!" اس نے نپا تلا سا جواب دے کر دوبارہ قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔۔۔

"ریان۔۔۔کیا ہوا ہے بیٹا۔۔۔مجھے بتاؤ۔۔۔تم آج کل اتنے بیزار سے کیوں رہتے ہو۔۔۔مسئلہ کیا ہے آخر۔۔۔کالج میں تو سب ٹھیک ٹھاک ہے نا۔۔۔؟" ماحور پریشان ہو گئی تھی۔۔۔وہ کئی دن سے ریان کے رویے میں عجیب سی تبدیلیاں نوٹس کر رہی تھی۔۔۔

"آپ میری اتنی فکر نا کیا کریں اپیا۔۔۔بچہ نہیں ہوں اب میں۔۔۔یوں بات بات پر مجھ سے پوچھ تاچھ کر کے کیا ثابت کرتی ہیں کہ مجھے ہر بات اور ہر کام کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔۔۔؟ نہیں۔۔۔بالکل بھی نہیں۔۔۔چھوڑ دیں ہم لوگوں کو ہمارے حال پر۔۔۔ہمیں اسپیس دیں اپیا۔۔۔!"

اتنا بدتمیز لہجہ اور ریان کا۔۔۔سب کو کچھ دیر کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔۔۔سیف غصے سے اٹھا تھا۔۔۔اس سے۔۔پہلے کہ وہ ریان کو تھپڑ جڑ دیتا، ماحور نے فوراً جھپٹ کر اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔یہ اور بات کہ اس وقت اس کے اپنے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔۔۔سیف نے اس کی بے بسی کو ایک ہی پل میں محسوس کر لیا تھا۔۔۔زلیخا دادی نے ریان کو بلا جھجک ڈانٹ کر اندر کمرے میں جانے کو کہا تو وہ

راستے میں آئی۔ ہر چیز ٹھوکر پر رکھتا اندر چلا گیا۔۔ماحور صدماتی کیفیت میں بمشکل خود کو بٹھا پائی۔۔سب حیران تھے،افسردہ تھے۔۔زلیخا دادی نے ماحور کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تو وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دی۔۔اسے اپنی ساری محنت اور ریاضت کھائی میں جاتی دکھائی دے رہی تھی۔۔اپنی اولاد کی طرح بھائی پالے تھے اس نے۔۔کیسے اسے طعنے مار گیا تھا۔۔وہ جتنا بھی بلکتی کم تھا۔۔!

☆……☆……☆

ڈنر پر بے حد خاموشی تھی۔۔معمول کے برخلاف سالک بھی اس وقت میز پر موجود تھا مگر مگن سا بس کھانا کھا رہا تھا جیسے اکیلا بیٹھا ہو۔۔یہی حال عادل پاشا کا تھا۔۔ناعمہ پاشا کو ہول سے اٹھ رہے تھے۔۔وہ کبھی کوئی چیز پکڑانے کے بہانے تو کبھی پانی ڈالنے کے بہانے کوئی نا کوئی بات کرنے کی کوشش کر بھی رہی تھیں تب بھی عادل پاشا ان کی کسی بات کا خاطر خواہ جواب نہیں دے رہے تھے۔۔۔

دوپہر میں عادل پاشا آفس سے آنے کے بعد سیدھے بیڈ روم میں چلے گئے تھے۔۔ناعمہ کو حیرت نہیں فکر ہوئی تھی۔۔ڈرائیور سے یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کراچی سے آج صبح واپس آ چکے ہیں اور ائیرپورٹ سے سیدھا آفس چلے گئے ہیں مگر یہ اندازہ نہیں تھا کہ مزاج ہنوز برہم ہی ہو گا۔۔عادل پاشا کی ہمیشہ سے عادت رہی تھی کہ گھر آتے ہی ناعمہ کے پاس آتے اور چائے کی فرمائش کرتے تھے۔۔اس کے بعد ہی کمرے کا رخ کرتے۔۔مگر آج تو انہوں نے واپسی پر ناعمہ سے ملاقات کی نا ہی چائے کی طلب کا اظہار کیا۔۔کچھ دیر بعد وہ خود ہی ہمت مجتمع کرتی بیڈ روم میں داخل ہوئی تھیں۔۔عادل پاشا کپڑے تبدیل کر کے بیڈ پر بیٹھے تھے۔۔۔

"السلام وعلیکم پاشا۔۔! کیسے ہیں آپ۔۔؟"

"ٹھیک ہوں۔۔ہمیشہ کی طرح فٹ ہوں اور پوری طرح باخبر بھی۔۔جو کہ آپ کے لیے یقینا مایوس کن خبر ہے۔۔!"

ان کے سادے سے سلام کے جواب میں ایسا وزنی طنز ناعمہ کو سہارنا مشکل لگا۔۔

"اللہ نا کرے پاشا۔۔میرے لیے اپ کی سلامتی مقدم ہے۔۔آپ کیوں مجھ سے بدگمان ہیں۔۔!"

"دعا کیجئے ناعمہ۔۔کہ میرے گمان درست ثابت نا ہوں۔۔اگر ایسا ہوا تو بہت کانٹ چھانٹ کرنا پڑے گی۔۔بڑی گرد اڑے گی۔۔اور یہ گرد بہت سے رشتوں کو اوڑھنا پڑے گی۔۔!"

" آپ انتہائی نہج پر جا کر کیوں سوچتے ہیں پاشا۔۔خدارا توازن رکھیں۔۔۔زیرک نگاہی سے کام لیں گے تو کسی بھی رشتے پر خاک ڈالنے کی نوبت نہیں آئے گی۔۔۔ایک ہی اولاد ہے آپ کی۔۔۔کچھ اس کی مان لیں کچھ اپنی منوا ئیں۔۔۔اسی میں بھلائی ہے۔۔۔!".بڑی جرات کی تھی انہوں نے جو اتنا بھی بول لیا وگرنہ وہ صرف سنا کرتی تھیں اور اتنا بھی عادل پاشا کو جلتے توے پر بٹھا گیا تھا۔۔۔

" آپ اس کے کندھے کیوں استعمال کر رہی ہیں۔۔۔" میری اولاد" جتا کر کون سی اولاد کا دفاع کرنا چاہ رہی ہیں۔۔۔میں نے جانے سے پہلے آپ کو وارن کیا تھا کہ اگر اس سارے سلسلے کی کڑیاں آپ سے جا ملیں تو یقیناً کسی کے بھی حق مین اچھا نا ہو گا۔۔اب آپ مجھے ڈکٹیٹ کرنا بند کریں اور اس معاملے کو مجھے ہی آخری حد تک لے جانے دیں۔۔۔!" وہ سرد اور لاتعلق لہجے میں انہیں بہت کچھ باور کرا گئے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی۔۔۔

" اب آپ جائیے۔۔۔مجھے آرام کرنے دیجئے۔۔۔رات کو ڈنر پر ملاقات ہوگی۔۔۔!"

یہ کہہ کر وہ لیٹ گئے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا خاموشی سے کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔۔۔اس سے زیادہ بحث ان کے لیے ممکن ہی نا تھی۔۔۔ایک طویل رفاقت تھی ان کی عادل پاشا کے ساتھ، جس میں وہ ان کے مزاج کے وہ پہلو بھی جان چکی تھیں جو خود ان کے بیٹے سے بھی ہوشیدہ تھے۔۔۔

رات ڈنر سے کچھ دیر پہلے ہی وہ دوبارہ کمرے سے باہر نکلے تھے۔۔۔ٹیبل لگنے تک کچھ وقت ایل ای ڈی کی چمکتی اسکرین کو تکتے گزارا تھا۔۔۔ڈائننگ پر بیٹھ کر بھی ان کی چپ نہیں ٹوٹی تھی۔۔۔وہ اس قدر سنجیدہ اور سپاٹ تاثرات لیے ہوئے تھے کہ ناعمہ پاشا کو ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔۔۔ابھی انہوں نے چند لقمے ہی لیے ہوں گے کہ خوش باش اور فریش موڈ میں سالک وہاں چلا آیا۔۔۔

یہ عادل پاشا کے لیے اچنبھے کی بات تھی مگر انہوں نے حیرانی کا اظہار ہرگز نہیں کیا تھا۔۔۔سالک پاشا بے حد چہک رہا تھا۔۔۔ہر ڈش کو جیسے اسے آج ہی ٹرائی کرنا تھا۔۔۔ساتھ ساتھ وہ مسلسل عادل پاشا کے ساتھ آفس کے چھوٹے موٹے مسائل بھی شئیر کر رہا تھا یہ پرواہ کیے بغیر کہ وہ اسے کسی ایک بات کا بھی ہوں ہاں سے زیادہ جواب نہیں دے رہے تھے۔۔۔عادل پاشا بڑی گہری نگاہ سے بیٹے کا جائزہ لے رہے تھے۔۔۔وہ سالک جو کل تک ناعمہ پاشا کے چہرے پر نگاہ ڈالنا گوارا نا کرتا تھا، آج انہی کے سامنے بڑے اطمینان سے نا صرف کھانے پر تبصرہ کر رہا تھا بلکہ ان کے منتھلی چیک اپ کے حوالے سے بھی پوچھ رہا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کن انکھیوں سے عادل۔پاشا کو دیکھتی ہوئی، گھبرائی گھبرائی سی اسے مختصرا جواب دے رہی تھیں۔۔۔انہیں عادل پاشا کے چہرے پر چھائی سرد مہری شدید خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔۔۔انہوں نے التجائیہ نگاہوں سے سالک کو دیکھا تو وہ جواباً مبہم سا مسکراتے ہوئے

کندھے اچکا گیا۔۔۔

"دونوں باپ بیٹا امتحان ہیں۔۔۔!" وہ دل میں سوچتی چھوٹے چھوٹے نوالے توڑ رہی تھیں جب عادل پاشا نے پلیٹ ذرا سی پرے کھسکائی اور نیپکن سے نفاست کے ساتھ ہونٹوں کے کنارے صاف کرتے اٹھا کھڑے ہوئے۔۔۔ناعمہ پاشا نے فوراً سوال کیا۔۔۔

"کیا ہوا۔۔۔آپ نے کھانا ادھورا کیوں چھوڑ دیا پاشا۔۔۔؟"

"تاکہ آپ دونوں کی گفتگو ادھوری نا رہ جائے۔۔۔میں اسٹڈی میں ہوں۔۔۔پلیز مجھے ڈسٹرب نا کیا جائے۔۔۔!"

عادل پاشا جا چکے تھے اور ناعمہ پاشا کی حالت کاٹو تو لہو نہیں والی تھی۔۔۔انہیں ایسا لگا جیسے ان کی چوری پکڑی گئی ہو۔۔۔وہ سن سی بیٹھی اسی جگہ ایک ٹک دیکھے جا رہی تھیں جس رخ ابھی ابھی عادل پاشا گئے تھے۔۔۔سالک پاشا نے ان کی رنگت اڑے چہرے کو دیکھ کر دھیرے سے اپنے بائیں ہاتھ میں تھامے فورک کو نفیس کانچ کے گلاس کی سطح پر بجا کر انہیں متوجہ کیا۔۔۔وہ چونک کر سیدھی ہوئیں۔۔۔

"آپ بلاوجہ پریشان ہو رہی ہیں۔۔۔ابی کو ہمیشہ سے اندھیرے میں تیر چھوڑنے کی عادت ہے۔۔۔لگ جائے تو ٹھیک ورنہ روشنی میں مار دیں گے۔۔۔ہاں! ماریں گے ضرور۔۔۔!" سالک نے اپنی بات کا خود ہی مزہ لیتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔۔۔

"آپ جانتے بھی ہیں کہ آپ کے ابی کو دھوکہ دینا آسان نہیں ہے بیٹا۔۔۔وہ مفروضوں پر نہیں چلتے۔۔۔ان کا ہوم ورک ہمیشہ کمپلیٹ ہوتا ہے۔۔۔!"

"میں بھی انہی کا بیٹا ہوں۔۔۔آپ فکر نا کریں۔۔۔اس بار میں انہیں من مانی نہیں کرنے دوں گا۔۔۔میں آپ کا ساتھ دوں گا اور آپ میرا۔۔۔یہی طے ہوا تھا ہم دونوں کے بیچ۔۔۔میری کامیابی آپ کی کامیابی ہے۔۔۔!"

"مجھے یاد ہے۔۔۔لیکن میں عادل پاشا کی نیچر سے خائف ہوں۔۔۔میں نے ان کے بڑے روپ دیکھے ہیں۔۔۔نہیں چاہتی کہ بے خبری میں نقصان اٹھا لوں۔۔۔!"

"اب کی بار ایسا نہیں ہو گا۔۔۔آئی پرامس۔۔۔آپ بس اب جلد از جلد جانے کی تیاری کریں۔۔۔پلیز، میں اس معاملے کو مزید پینڈنگ نہیں ڈالنا چاہتا۔۔۔!"

سالک ہاشا کا نرم لہجے میں کہا گیا تسلی آمیز جملہ ڈائینگ ہال کی دیوار سے لگ کر کھڑے عادل پاشا نے بغور سنا تھا۔۔۔

" تم بہت بڑی بھول میں ہو میرے بیٹے۔۔۔عادل پاشا کو ہلکا جان لیا تم نے۔۔۔مجھے ہرانا تمہارے بس میں نہیں۔۔۔میں وہ گرو ہوں جو آخری داؤ کسی کو نہیں سکھاتا، صرف خود کھیلتا ہے۔۔۔!"

ایک استہزائیہ مسکراہٹ نے ان کے ہونٹوں کا احاطہ کیا اور وہ دبے قدموں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ بڑی محنت سے ماحور سے پوچھ پوچھ کر دادا کے لیے سوپ تیار کر کے لایا تھا۔۔کل رات سے دادا کی طبیعت خاصی خراب تھی۔۔۔سردی اپنا اثر دکھا گئی تھی۔۔۔مسلسل بخار نے دادا کی حالت پتلی کر دی تھی۔۔۔مومن کے لیے زیادہ تشویشناک بات یہ تھی کہ وہ دل میں ہلکے ہلکے درد کی شکایت کر رہے تھے۔۔۔شاویز گاڑی لے کر گیا ہوا تھا ورنہ وہ ابھی کے ابھی انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا۔۔اس وقت وہ مستقل زیرلب شاویز کو گالیاں دینے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

" اٹھیں دادا۔۔۔ذرا سی ہمت کریں۔۔۔یہ سوپ پیئیں۔۔۔تاکہ آپ کو حرارت ملے۔۔۔!"

" میرا دل نہین کرتا یار یہ پھیکا پانی پینے کو۔۔۔نا کوئی ذائقہ نا مزہ۔۔۔حرارت کیا دینی ہے اس نے، الٹا طبیعت بیزار ہو جاتی ہے۔۔۔!"

" یہ مزے کا ہے دادا۔۔۔آپ کی بہو سے پوچھ پوچھ کر بنایا ہے۔۔۔یقین مانیں بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔۔۔!"

" تو اپنی ماں کے پاس گیا تھا۔۔۔؟ ہیں مومن۔۔۔تو واقعی قبرستان گیا تھا۔۔۔آصفہ سے سوپ بنانے کا طریقہ پوچھنے۔۔۔؟"

" جی ہاں۔۔۔گیا تھا۔۔۔لیکن وہاں دادی، امی سے لڑ رہی تھیں۔۔۔مجھے دیکھا تو کہنے لگیں، اکیلا کیوں آیا ہے۔۔۔جا۔۔۔جا کر اپنے دادا کو بھی لا۔۔۔!"

" بکواس بند کر۔۔۔جھوٹ بولتے حیا نہیں آتی۔۔۔بےشرم۔۔۔تیری دادی کی تو عقل زندگی میں ہی پوری پوری تھی۔۔۔مر کر تو بلکل ہی ماری گئی لگتا ہے۔۔۔ایسا کر۔۔۔کل ذرا واقعی قبرستان کا چکر لگا کے آ۔۔۔چیک تو کر تیری دادی کی قبر بند ہی ہے نا۔۔۔!"

استغفار دادا۔۔۔کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔۔۔بندہ آپ سے مذاق نا کرے بس۔۔۔میں نے ماحور سے پوچھا تھا۔۔۔وہ بھی تو آپ کی بہو ہی لگتی ہے نا۔۔۔!" مومن نے جھنجھلا کر سر پیٹ لیا۔۔۔

"ہاں تو کیوں کرتا ہے مجھ سے مذاق۔۔۔وہ بس میں کر سکتا ہوں۔۔۔اور بہو میری تب لگے نا جب میں اس کے ہاں رشتہ لے کر جاؤں۔۔۔وہ قبول ہو جاءے۔۔۔تیری منگنی کروں۔۔۔پھر مٹھائی بانٹوں۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔کھاؤں۔۔۔پھر پتا چلے گا کہ وہ بچی میری بہو ہے۔۔۔ورنہ تو اگر چھت پر کھڑے ہو کر سامنے ڈار صاحب کے گھر آئی ان کی بھتیجیوں کو دیکھ کر بال سنوارے گا تو کیا میں انہیں بھی اپنی بہو مان لوں۔۔۔؟"

مومن کو ایسا زوردار جھٹکا لگا کہ سخت سردی میں اسے اپنے گال گرم ہوتے محسوس ہوئے۔۔۔چھت پر اچھی دھوپ آتی تھی تو سردی کی وجہ سے ماسی شوکت کپڑے دھو کر اوپر ڈال آتی تھی۔۔۔کل آفس سے واپسی پر دادا نے اسے کپڑے اتار لانے کو کہا۔۔۔سامنے والے ڈار صاحب کے صحن سے بے تحاشا نسوانی قہقہوں کی آوازیں آرہی تھیں۔۔۔کپڑے اتارتے ہوئے اس نے یونہی ذرا سا جھانک کر دیکھا تھا۔۔۔تین جوان جہان لڑکیاں موبائل سے سیلفیاں لیتیں، الٹے سیدھے منہ بناتیں ہنسے جا رہی تھیں۔۔۔انہوں نے مومن کو جھانکتے دیکھا تو شوخی ہو کر ایک دوسرے کے کان میں گھس کر نا جانے کیا بڑبڑائے جا رہی تھیں۔۔۔مومن میاں کو اپنا آپ راجا اندر محسوس ہوا اور بالوں میں انگلیاں چلاتے بے نیاز سے بنے بنیرے سے کہنیاں ٹکائے آسمان میں دیکھتے دن میں تارے گننے لگے۔۔۔کن اکھیوں سے کسی کسی وقت لڑکیوں کو بھی دیکھ رہے تھے۔۔۔تبھی نیچے صحن میں بیٹھے دادا کی گونجدار پکار سارے میں پھیلی اور مومن سٹپٹا کر نیچے بھاگا۔۔۔لڑکیوں کے زوردار قہقہوں نے اس کی خوب بھد اڑائی۔۔۔اب وہ تو ایویں دل پشوری کر رہا تھا۔۔۔کبھی کبھار شاویز کے ساتھ بھی مل کر ہلکا پھلکا شغل لگا لیتا تھا۔۔۔لیکن اسے کیا پتا تھا کہ یہ کبھی کبھار کی شرارت دادا کی نظروں میں آچکی تھی۔۔۔اب وہ ہونق بنا بغلیں جھانک رہا تھا۔۔۔قسمت سے شاویز کی اسی وقت آمد ہوئی اور دادا کا دھیان بٹ گیا۔۔۔مومن نے بھی دیر سے آنے کے بہانے اس کے لتے لینے شروع کیے۔۔۔

"کہاں مر گیا تھا موٹے۔۔۔؟ اب تم مانگو مجھ سے گاڑی تو دیکھنا۔۔۔پتا ہے دادا کی طبیعت کتنی خراب ہے۔۔۔مجھے انہیں ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔۔۔!"

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں۔۔۔ایک تو تمہاری انگوٹھی کے لیے اتنا کھجل خوار ہو کر آیا ہوں، اوپر سے بجائے اس کے، کہ میرے لیے چائے بنا کر لاؤ، مجھے باتیں سنا رہے ہو۔۔۔!" شاویز مومن کے اشاروں سے انجان، تلملاتے ہوئے بولا۔۔۔

"انگوٹھی۔۔۔کیسی انگوٹھی۔۔۔؟" اب کہ دادا ذرا سا سیدھا ہو کر بیٹھے۔۔۔مومن گڑبڑا گیا۔۔۔پہلے سوچا کہ کچھ بھی کہہ کر بات بنا لے مگر دادا فوراً بھانپ لیتے۔۔۔لہٰذا ایک لمبا سانس خارج کرتے ہوئے شاویز کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

" وہ کیا ہے نا دادا۔۔آپ کی طبیعت کی وجہ سے ابھی چند دن مزید ہم نہیں جا سکیں گے ماحور کی طرف ۔۔تو سوچا کہ ۔۔کہ۔۔۔سوچا بس ایویں ۔۔" وہ سر کی پشت کے بال کھجاتا ہوا کنفیوژ سا بولا ۔۔" کوئی ہلکی پھلکی انگوٹھی اپنی طرف سے اکیلے میں ماحور کو پہنا دوں ۔۔۔بس ایویں دادا ۔۔ضروری نہیں ہے یہ۔۔آپ جب بات طے کریں گے تو یہ کام تب ہو جائے گا۔۔ ہرگز بھی ضروری نہیں ۔۔نااااا!" زبان اور تالو کا پٹاخہ بجاتے ہوئے اس نے زوردار" نا" کی تھی۔۔۔

سب سے زیادہ لطف اندوز اس وقت شاویز ہو رہا تھا۔۔رات کو مومن نے بارہ بجے اسے کال کر کے سرگوشیانہ لہجے میں بہترین سی انگوٹھی لانے کو کہا تھا۔۔محب بھائی کی ایمیٹیشن جیولری کی چلتی ہوئی دکان تھی۔۔۔ان کے پاس گولڈ پلیٹڈ رنگز بھی ہوتی تھیں ۔۔۔مومن نے شاویز کو مناسب قیمت پر بہترین انگوٹھی لانے کو کہا تھا۔۔شاویز نا انگوٹھی لایا، الٹا اس کا پول کھول کر اب منہ پھاڑے ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کرتا مومن کو بلکل نیلا تھوتھا لگ رہا تھا۔۔دادا نے ہنکارا بھرا اور دھیمی آواز میں بولے

" سوچ رہا ہوں کہ یہ وقت بھی دیکھنا تھا۔۔کہ تُو اب مجھ سے چھپ کر انگوٹھی پہنائے گا میری بہو کو۔۔۔!"

" نا۔۔بلکل نہیں دادا۔۔کیسی بات کرتے ہیں۔۔بولا نا۔۔یہ تو بس ایویں۔۔ورنہ میں بھلا انگوٹھی پہنا کر کروں گا بھی کیا۔۔یہ تو آپ کے کرنے کے کام ہیں ۔۔!" مومن کھسیاتا ہوا بے نقط بول رہا تھا۔۔دادا نے پاس پڑی چھڑی اٹھائی اور رکھ کے گھٹنے پر ماری ۔۔شاویز بلبلاتا ہوا صحن میں ناچنے لگا۔۔۔

" یار دادا۔۔میں نے کیا کہا آپ کو۔۔؟ مجھے کیوں ماری آپ نے چھڑی ۔۔حد ہو گئی ۔۔خیر کا زمانہ نہی۔۔نا بتاتا آپ کو تو آپ کا یہ پوتا آپ کی ناک کے نیچے انگوٹھی پہنا کر آجاتا اور آپ کو پتا بھی نا چلتا۔۔!"

مگر دادا ان سنی کرتے اندر کمرے میں چلے گئے۔۔ان دونوں کو بھی پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔۔خود بیڈ پر لیٹ کر شاویز سے بولے۔۔۔

" میرے قریب تُو ہی بیٹھا تھا یار۔۔مومن بیٹھا ہوتا تو اسی کو مارتا۔۔اب زیادہ پھدکنا بند کر اور میری الماری کھول ذرا۔۔اس میں میرے کپڑوں کے نیچے ایک کالی جراب پڑی ہے وہ نکال کر لا۔۔۔!"

مومن کرسی پر ڈھیلا ہو کر بیٹھ گیا۔۔اور الماری کھول کر کپڑوں کے نیچے ہاتھ مار کر جراب ٹٹولتے شاویز کو غیر دلچسپی سے دیکھنے لگا۔۔شاویز فضا میں آنکھیں گھماتا ہوا ہاتھ مارتا، منہ کھولے مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔۔چند ثانیے بعد اس نے ایک خستہ حال جراب باہر نکال ہی لی۔۔۔

" اے ہائے۔۔۔ دادا یہ کیا ہے۔۔۔ اس جراب میں کیا چوہے مار دوا ڈال کے رکھی ہوئی ہے۔۔۔ ایسی بدبو تو جون جولائی کے موسم میں میری جرابوں سے نہیں آئی۔۔۔!" اس نے وقفے وقفے سے دو بار جراب کو سونگھ کر تبصرہ کیا۔۔۔ یہ دیکھے بغیر کہ دادا کیسی خون آشام نظروں سے اسے دیکھ رہے ہیں۔۔۔

" بکواس بند کر اور ادھر لا اسے۔۔۔ تجھے ابھی پتا نہیں کہ اس میں ہے کیا۔۔۔!" وہ اسے دبکاتے ہوئے بولے۔۔۔

" دادا اگر اس میں فینائل کی گولیاں ہیں تو ایک اس شاویز کے بچے کے منہ میں ٹھونس دیں۔۔۔ نس نس سے جراثیم ختم ہو جائیں گے۔۔۔!" مومن نے نیم مندی آنکھوں سے ہلکے پھلکے لہجے میں قیاس آرائی کی۔۔۔ کمرے میں چلتے ہیٹر کی وجہ سے اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔۔۔

" تم دونوں اپنی بکواس بند کرو اب ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔ اس میں تمہاری دادی کی نشانیاں ہیں۔۔۔ سمجھے۔۔۔!"

" دادی کی نشانیاں۔۔۔!" اس نے ایک آنکھ پوری کھول کر اچنبھے سے پوچھا۔۔۔" دادا کہیں آپ نے دادی کے دانت تو نہیں سنبھالے ہوئے۔۔۔!"

دادا جواب دیئے بغیر جراب کو لگی گرہ کھول رہے تھے۔۔۔ مومن بھی ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا۔۔۔ شاویز پہلے ہی آدھا دادا کے اوپر چڑھا ہوا تھا۔۔۔ جراب کی گرہ کھل گئی تھی اور اب اس میں سے پلاسٹک کی تھیلی نکل آئی تھی۔۔۔ اس تھیلی کو مزید کھولنے پر ایک سوتی کپڑے کی پوٹلی سی برآمد ہوئی تھی۔۔۔ دادا ہر دو سیکنڈ بعد ان دونوں کو ایسی فخریہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جیسے اس میلی پوٹلی میں کروڑوں کی جائیداد سمیٹ سماٹ کر مقید کر رکھی ہے ہو۔۔۔ مومن اکتانے لگا تھا۔۔۔ اس سے پہلے کہ ایک بھرپور جمائی لیتا وہ دوبارہ سے آنکھیں موند کر سر کرسی سے ٹیک لیتا۔۔۔ دادا کی پوٹلی کھل گئی تھی۔۔۔ اندر سے خیرہ کن چمک لئے تین چار بڑی بڑی سونے کی انگوٹھیاں، بڑی نفیس اور وزنی سونے کی چین ایک عدد لاکٹ کے ساتھ جلوہ نما تھیں۔۔۔ چھوٹے چھوٹے طلائی آویزے بھی دکھائی دے رہے تھے۔۔۔ مومن اور شاویز کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔۔۔ اس بات پر نہیں کہ دادا کے پاس سے زیور برآمد ہوا تھا بلکہ اس بات پر کہ دادا نے کس مہارت سے گندی میلی جراب میں اسے اس طریقے سے محفوظ کر رکھا تھا کہ کوئی دیکھتا بھی تو شک نہیں کر سکتا تھا کہ اس میں اتنی قیمتی اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔۔۔ دادا نے ایک نسبتاً ہلکے ڈیزائین کی نفیس سی انگوٹھی اٹھائی اور مومن کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔۔۔

" یہ لے ۔۔۔پکڑ اسے ۔۔۔ یہ پہنا دے میری بہو کو ۔۔اور اس کے بعد میری بات کروا دینا ۔۔میں خود اس سے پوچھ لوں گا کہ تجھ جیسے گھامڑ کا باقاعدہ رشتہ لے کر اس کے گھر کب آؤں ۔۔۔!"

مومن اٹھ کر دادا کے گلے لگ گیا ۔۔وہ ہمیشہ سے اس کے دوست رہے تھے ۔۔۔ ہمیشہ سے لڑتے جھگڑتے اور اس کے من کی بوجھتے آئے تھے ۔۔۔ دادا کی آنکھیں نم ہو گئیں ۔۔ان کی طبیعت واقعی بہتر نہیں تھی ۔۔۔ سینے کا درد بڑھتا جا رہا تھا ۔۔وہ چاہتے تھے کہ جتنی جلدی ہو سکے مومن کی شادی کر دیں ۔۔مگر پہلے ماحور کی مجبوریاں آڑے تھیں تو اب خود بیمار پڑ گئے تھے ۔۔۔دونوں دادا پوتا جی جان سے گلے لگے ہوئے تھے جب شوں شوں کی آواز نے ان دونوں کا ارتکاز توڑا ۔۔شاویز ہاتھ میں وہی گندی جراب تھامے ناک پونچھ رہا تھا ۔۔آنکھیں مسل مسل کر آنسو نکالنے کی کوشش میں ہلکان ہوتا مزید بیہنگنی دکھائی دے رہا تھا ۔۔دادا نے ڈپٹ کر پوچھا ۔۔۔

" کیوں رو رہا ہے ۔۔۔ دادا مر گیا کیا تیرا ۔۔اور چھوڑ میری جراب ۔۔۔غلیظ کر دی ناک سڑک سڑک کر ۔۔۔!"

" سوچ رہا ہوں کہ کل کو جب میں لڑکی پسند کروں گا ۔۔تو کیا کوئی مجھے بھی ایسی ہی انگوٹھی دے گا جو میں اس کو پہنا کر اپنے نام کر لوں ۔۔۔!"

" ڈائیلاگ ایسے مار رہا ہے جیسے لڑکی جیب میں پڑی ہے تیرے ۔۔۔میں تجھے چابیوں کے گچھے سے چھلا اتار دوں گا ،وہ تُو جا کر لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں پہنا دینا ۔۔تیری بات ایسے ہی پکی ہونی ہے ۔۔۔یہ میں تجھے بتائے دے رہا ہوں ۔۔۔!"

شاویز سر جھٹکتا انسان بن کر بیٹھ گیا ۔۔دادا پر اس کا کوئی جذباتی وار اثر نہیں کرتا تھا ۔۔مومن کو شرارت سے دیکھتا وہ اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا جو انگوٹھی تھامے ہولے سے مسکراتا بڑا پیارا لگ رہا تھا ۔۔دادا نے سائیڈ ٹیبل پر دھری تھرماس میں سے ایک کپ چائے نکال کر شاویز کو تھمائی اور دوسری پیالی میں خود پینے لگے ۔۔۔اب دونوں فرصت سے چائے کی چسکیاں لیتے مومن کو تک رہے تھے جو سب سے بے خبر ماحور کے ردعمل کے بارے میں سوچ رہا تھا ۔۔وہ لمحہ کس قدر قیمتی ہو گا جب وہ یہ انگوٹھی پہنا کر اسے پابند کر لے گا ۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحور کے کمرے کے چھوٹے سے سنگل بیڈ پر پھیلے خوبصورت ڈیزائنر ڈریس بہار دکھا رہے تھے ۔۔۔آخری جوڑا ابرش نے اپنے ساتھ لگایا اور اٹھلا اٹھلا کر حاضرین سے داد لینے کے بعد کورنش بجالائی ۔۔۔حاضرین میں بیٹھیں ماحور اور رائنہ میں سے ایک

کا منہ حیرت شوق سے بند تھا تو دوسری کا اکتاہٹ سے۔۔۔ماحور کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر ابرش کا یہ سب کچھ یہاں لانے کا مقصد کیا ہے۔۔۔اور رائنہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابرش سے کہہ سن کر ایک آدھ سوٹ تو اٹھا ہی لے۔۔۔اوپر سے دونوں کے تبصرے نے ماحور کے سر میں درد کر دیا تھا۔۔۔وہ درمیان میں رکھی ٹرے سے چائے کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگاتے ہوئے بولی۔۔۔

"اگر تمہاری ماڈلنگ ختم ہوگئی ہو ابرش تو مجھے بتاؤ گی کہ یہ سب کیا ہے۔۔۔کیوں ہے اور کس لیے ہے۔۔۔!"

"ویسے تو میں بتانے کی پابند نہیں ہوں مگر یہ سب تم دونوں کے لیے ہے۔۔۔اس ماہ تمہاری سالگرہ ہے ماہی۔۔۔تمہیں یاد ہو یا نا ہو مگر میں اپنی دوستوں کے اسپیشل ڈیز کبھی نہیں بھولتی۔۔۔اور رہ گئی رائنہ۔۔۔تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی ہم نوالہ اور ہم پیالہ کے لیے کچھ نا لاتی۔۔۔!" ابرش نے ٹھک سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے فخریہ کہا تو رائنہ کا دل کیا ابھی اٹھے اور اس کی ساری بلائیں جھاڑ کر اپنے سر لے لے۔۔۔

"ابرش۔۔۔میں صدقے جاؤں۔۔۔مجھے ہمیشہ سے یقین تھا کہ تمہارے اندر کوئی بڑی ہی نیک روح تڑپ رہی ہے۔۔۔جو تم سے ایسے عظیم کام کرواتی ہے۔۔۔ورنہ میری تو سالگرہ آنے میں ابھی تین ماہ باقی تھے یار۔۔۔!"

"تب کی تب دیکھی جائے گی۔۔۔ابھی تو میں تم دونوں کے لیے بہت شوق سے یہ سب لائی ہوں۔۔۔ویسے بھی میں اس ماہی کی بچی کو ان بور رنگوں میں دیکھ دیکھ کر بور ہونے لگی ہوں۔۔۔!" ابرش کمال بے نیازی سے بیڈ پر کہنی ٹکاتے ہوئے نیم دراز ہوگئی۔۔۔

"ہرگز نہیں۔۔۔مجھے یہ بور کلرز ہی مبارک۔۔۔تم اان سب کو اٹھاؤ اور خود استعمال کرو۔۔۔سمجھی۔۔۔مجھے اتنا زیر بار مت کرو ابرش۔۔۔میں بدلے میں تمہیں ایسے تحفے نہیں دے سکتی۔۔۔!"

"زہر لگتے ہیں مجھے تمہارے جیسے سنیاسی قسم کے لوگ۔۔۔خبردار جو مجھ سے بحث کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔میں یہ ڈریسز تمہارے لیے لائی ہوں تو بس لائی ہوں۔۔۔رائنہ! تم سمجھا لو اسے۔۔۔مجھے تحفے دینا پسند ہے اور دے کر واپس لے جانا ہرگز بھی نہیں پسند۔۔۔!" ابرش نے رائنہ کو اسے سمجھانے کا اشارہ کیا تو رائنہ نے فوراً تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔

"ماہی۔۔۔کسی کی لائے تحفے کی ناقدری نہیں کرتے۔۔۔دوست قسمت سے ملتے ہیں۔۔۔اور اچھے دوستوں کو ناراض کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔۔۔سمجھی۔۔۔!"

"مگر رائنہ۔۔۔"

"اگر مگر چھوڑو۔۔۔!" ابرش فوراً ماحور کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔۔۔" نیکسٹ ویک آفیشل گیدرنگ ارینج کی ہے پاپا

نے۔۔۔جن جن کمپنیز کے ساتھ پاپا کے بزنس ٹرمز ہیں وہ سب انوائیٹڈ ہیں۔۔۔یونو۔۔۔وہ بھی آئے گا۔۔۔سالک پاشا۔۔۔دا جیم آف دا ایوننگ۔۔۔!"

"اووووووووو!" ہر بار کی طرح اس کے شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کو نظر انداز کرتے ماحور اور رائنہ نے مشترکہ نعرہ بلند کیا تھا۔۔۔ابرش نے نیچے جھکتے ہوئے بیڈ شیٹ کا کونا موڑ مروڑ کر اسے برباد کرنا شروع کیا تو رائنہ نے فی الفور اسے سہاتے ہوئے کہا۔۔۔

"مت کر۔۔۔مت کر یار۔۔۔اگر ماہی کی دادی نے تجھے یہ ستم کرتے دیکھ لیا لڑکی تو مت پوچھ کیا بنے گا تیرا۔۔۔میرا خیال ہے کہ تمہیں وہ لنگڑی بکری کے نام سے پکارنا پسند کریں گی۔۔۔!" رائنہ کو دادی کے اسے مینڈکی کہنے کا بے حد قلق تھا۔۔۔ابرش کے لیے نام تجویز کرتے اسے دلی تسکین حاصل ہوئی تھی۔۔۔

"میں تو ملی ہی نہیں دادی سے۔۔۔مجھے بہت شوق تھا ان سے ملاقات کا۔۔۔!" وہ بڑے اشتیاق سے آنکھیں گھماتے ہوئے بولی تو رائنہ نے چڑ کر جواب دیا۔۔۔

"سب شوق مٹی ہو جائے گا جب وہ سامنے آئیں گی۔۔۔ایک سو ایک طریقوں سے مٹی پلید کرتی ہیں وہ۔۔۔!"

"بکواس نا کرو یار۔۔۔!" ماحور کو ہنسی آ گئی۔۔۔رائنہ کی درگت بھی تو بہت بناتی تھیں وہ۔۔۔" دادی اپنے گھر گئی ہیں سیف کے ساتھ۔۔۔اپنا ضروری سامان لانا تھا انہوں نے۔۔۔اگر کچھ دیر میں آ گئیں تو ملاقات ہو جائے گی۔۔۔یقین مانو بہت مزہ آتا ہے ان کی باتیں سن کر۔۔۔!" ماحور کے لیے آج کل زلیخا دادی نا صرف جزباتی سہارا تھیں بلکہ بہت سے رشتوں کا مرقع بھی۔۔۔!

"ہائے مجھے تو اب بس ایک ہی شخص کی باتیں مزہ دیتی ہیں۔۔۔کیا ذوق ہے۔۔۔کیا انتخاب ہے۔۔۔واللہ سب لاجواب ہے۔۔۔!"

ابرش کے کھوئے کھوئے لہجے سے وہ دونوں سمجھ گئی تھیں کہ وہ آج کل سالک پاشا کے ساتھ رابطے میں ہے۔۔۔وہ اس کے لیے واقعی بے حد خوش تھیں۔۔۔آخر کار اس کا محبوب رام ہو ہی گیا تھا۔۔۔

"تو کیا تم دونوں ابھی تک میسجز پر ہی اکتفا کیئے ہوئے ہو۔۔۔؟ یعنی کہ حد ہی ہو گئی۔۔۔!" ماحور کو سچ میں حیرت ہوئی تھی۔۔۔وہ سالک پاشا کو بہت اسٹریٹ فارورڈ اور بلنٹ قسم کا مرد سمجھتی تھی۔۔۔یہ شعر و شاعری۔۔۔اور جگنو ستاروں کی باتیں اسے ورطہ حیرت میں ڈال گئی تھیں۔۔۔

"تمہیں کیا پتا ماہی ڈارلنگ۔۔۔جب اس کا میسج آتا ہے تو دل کیسے دھڑک دھڑک جاتا ہے۔۔۔اس کی بھیجی گئی ایک نظم

میں دن میں کئی بار پڑھتی ہوں اور سیر ہو جاتی ہوں۔۔۔مجھے کبھی اس کے تکلم کی طلب ہی نہیں جاگی۔۔۔وہ لفظوں سے ہی اس مہارت سے بولتا ہے کہ جی چاہتا ہے بس یہ سلسلہ کبھی نا رکے۔۔۔!※

"او تیری۔۔۔!ابرش تم تو غرق ہوئی پڑی ہو اس کی محبت میں۔۔۔

مجھے لگتا ہے کہ عنقریب تمہارا ذہنی توازن بگڑنے کا خدشہ ہے میری جان۔۔۔اس سے کہو کہ جلدی ماں باپ کو بھیج کر شادی کی بات کرے۔۔۔ورنہ کچھ عرصے بعد اسے ابنارمل سے بیاہ کرنا پڑے گا۔۔۔!" رائنہ نے کمال نقشہ کھینچا تھا۔۔۔ابرش نے پاس پڑا تکیہ اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا۔۔۔رائنہ نے جوابی کاروائی کے طور پر دوسرے تکیے سے وار کیا۔۔۔دونوں ایک دوسرے پر پل پڑیں۔۔۔ماحور نے جھٹ چائے کی ٹرے درمیان سے ہٹائی اور اسے فاصلے پر رکھ کر پائینتی پڑا کمبل اٹھایا اور ایک دوسرے پر تابڑ توڑ تکیوں کے وار کرتیں رائنہ اور ابرش پر ڈال دیا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتیں، ماحور نے تکیہ سنبھالا اور ہلا بول دیا۔۔۔ایک تار تکیہ برساتے ہوئے وہ انہیں کمبل ہٹانے کا موقع بھی نہیں دے رہی تھی۔۔۔پورے کمرے میں تینوں کے قہقہوں اور چیخوں کی ملی جلی آوزیں چکرا رہی تھیں۔۔۔ماحور اب سے پہلے اتنا کبھی نہیں ہنسی تھی۔۔۔مومن نے اسے خوش رہنا سکھا دیا تھا۔۔۔محبت سب سے پہلے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتی ہے پھر زندگی مہک اٹھتی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ سب رات کا کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھا رہے تھے۔۔۔زلیخا دادی نے آج ان کے لیے بڑے اہتمام کے ساتھ اچار چکن بنایا تھا۔۔۔وہ پیکٹ کا مسالے استعمال نہیں کرتی تھیں۔۔۔اصل اور خالص اچاری مسالوں کی مہک اب تک سارے میں پھیلی تھی۔۔۔ماحور کو سیدھے سادے چاول بنانے آتے تھے یا ہر قسم کی سبزی کو ایک ہی طریقے سے پکاتی تھی۔۔۔یہ بھی عاقب بھائی کی امی کی مہربانی سے سیکھ گئی تھی۔۔۔اب جو زلیخا دادی کے ہاتھ کے مزے مزے کے کھانے ملنے لگے تھے تو عقیل مغل بھی گھر سے کھانا کھانے لگے تھے ورنہ ماحور کو نہیں یاد پڑتا تھا کہ اس نے اپنے بابا کو کبھی گھر پر کھاتے دیکھا ہو۔۔۔باہر ہی پیٹ بھر کر آتے تھے۔۔۔خوراک سے بھی اور نشے سے بھی۔۔۔!

"جب تم لوگوں کا باپ چھوٹا تھا نا تو اسے مرغیاں پالنے کا بہت شوق تھا۔۔۔سارا دن ان ہی کے سرہانے بیٹھا رہتا تھا۔۔۔دانے پانی کا خیال رکھتا تھا بہت۔۔۔ایک بار نا جانے کس دوست کے منہ سے اچار چکن کا ذکر سن آیا۔۔۔گھر آتے ہی مرغی نکالی اور چھری پھیر کر مجھے پکڑا گیا۔۔۔کہنے لگا۔۔" چاچی۔۔۔" اسے اچار کے مرتبان میں ڈال دیں۔۔۔جب یہ اس کے مسالوں

سے گل جائے گی تو اچاری ہو جائے گی۔۔۔ پھر میں کھاؤں گا۔۔۔!" میں اور اس کے چچا بہت ہنسے۔۔۔ تب میں نے اس کے لیے پہلی بار اچاری چکن بنایا تھا۔۔۔ بڑا اچھا ہوتا تھا اپنا عقیل۔۔۔ بس قسمت کے پھیر ہیں۔۔۔ ورنہ تو۔۔۔!"

وہ بڑے شوق سے بتا رہی تھیں۔۔۔ آخری جملے پر خود ہی بات بدل دی۔۔۔ وہ سب بہن بھائی انہماک مسکراتے ہوئے سن رہے تھے۔۔۔ انہوں نے کہاں اپنے باپ کے بچپن کے قصے سنے تھے۔۔۔ اب بھی زلیخا دادی بتاتیں تو یقین نہیں آتا تھا کہ عقیل مغل ایسے بھی کبھی رہے ہوں گے۔۔۔

" دادی۔۔۔! چپ کیوں کر گئیں آپ۔۔۔؟ کہیں نا۔۔۔ امی کے بارے میں بات کرنے لگیں تھیں نا۔۔۔؟" جنت نے انہیں اکسایا۔۔۔ ماحور نے آنکھیں دکھائیں اور فوراً بات کا رخ بدلا۔۔۔

" سیف۔۔۔! ریان ابھی تک گھر نہیں آیا۔۔۔ میں اس کی طرف سے بہت فکرمند ہوں۔۔۔ خودسر ہوتا جا رہا ہے بہت۔۔۔ اس دن کے بعد سے بلکل گم صم سا ہو گیا ہے۔۔۔ پلیز تم معلوم کرو کہ اسے کیا پریشانی ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔!" ماحور کے ہر انداز میں ریان کے لیے فکرمندی تھی۔۔۔ زلیخا دادی نے تاسف سے اسے دیکھا جو اس دن کی ریان کی بدتمیزی بھلائے بلکل کسی ماں کی طرح اب بھی اس کی پرواہ کر رہی تھی۔۔۔

" اپیا۔۔۔ وہ مجھے کچھ نہیں بتائے گا۔۔۔ جب سے اس نے ٹیوشنز کرنی شروع کی ہیں تب سے ہی وہ خاصا ریزرو ہو گیا ہے۔۔۔ خیر آپ فکر نا کریں میں پتا کرتا۔۔۔"

سیف کی بات ابھی منہ میں تھی کہ دھاڑ سے دروازہ کھلا اور عقیل مغل بے نتھے بیل کی طرح ڈکراتے اندر داخل ہوئے۔۔۔ نشے سے ڈولتے قدم اور لڑکھڑاتی زبان لیے وہ چھوٹی سی کھانے کی ٹیبل کے قریب آ کھڑے ہوئے۔۔۔ ناک سے پورا زور لگا کر انہوں نے خوشبو سونگھی اور شہادت کی انگلی زلیخا دادی کی طرف لہرا لہرا کر بولے۔۔۔

" اچار والا گوشت بنایا ہے نا تم نے چاچی۔۔۔ ہے نا۔۔۔ تمہیں ابھی بھی یاد ہے کہ میں شوق سے کھاتا ہوں۔۔۔ لیکن چاچی تمہارے بعد مجھے کسی نے بنا کر ہی نہیں دیا۔۔۔ مجھے بھی کھلا دو چاچی۔۔۔ تھوڑا سا کھلا دو۔۔۔!" وہ اتنے ترسے ہوئے لہجے میں بولے کہ زلیخا دادی کا دل بھر آیا۔۔۔ وہ بڑی دلگیری کے ساتھ ان سے مخاطب ہوئیں۔۔۔

" میرا بچہ۔۔۔ چاچی قربان۔۔۔ آ نا بیٹھ ادھر۔۔۔ میں خود اپنے بیٹے کو نوالے بنا کر کھلاؤں گی۔۔۔ تجھے اگر یاد ہے تو میں بھی کب کچھ بھولی ہوں پگلے۔۔۔ آ بیٹھ۔۔۔!"

زلیخا دادی جذباتی ہوتی فوراً اٹھیں اور عقیل مغل کو بازو سے تھام کر کرسی پر بٹھایا۔۔۔مگر اگلے ہی لمحے وہ نشے کے زیر اثر بڑبڑاتے ہوئے کرسی سے لڑھک کر نیچے فرش پر آ رہے۔۔۔زلیخا۔دادی ہائے وائے کرتی رہ گئیں مگر باقی سب کے لیے یہ منظر ہرگز عجیب نہیں تھا۔۔۔عقیل مغل نشے میں بے سدھ ہر کر خراٹے لینے لگے تھے۔۔۔سیف اپنی جگہ سے اٹھا اور صوفے سے کشن اٹھا کر ان کے سر کے نیچے رکھا۔۔۔اندر سے کمبل لے کر آیا اور انہیں اوڑھا کر خود واپس کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔۔۔دادی کا دل کٹ کر رہ گیا۔۔کیسی زندگی گزری تھی ان بچوں کی بھی۔۔۔باپ ہوتے ہوئے بھی مردوں سے برتر۔۔۔اور ماں۔۔۔؟

اسی اثنا میں ماحور نے ریان کو اندر آتے دیکھا تو وہ یکدم غصے سے کھڑی ہو گئی۔۔۔معمول کی طرح اس سے باز پرس کرنا چاہی مگر فوراً یاد آ گیا کہ ریان کے تیور اب وہ نہیں رہے۔۔۔وہ سنبھل گئی۔۔۔ریان کا چہرہ ستا ہوا اور پریشان تھا۔۔۔وہ کچھ غائب دماغ سا بھی محسوس ہوا۔۔۔چلتا ہوا سیدھا سیف کے برابر کی کرسی میں آ بیٹھا۔۔۔زلیخا دادی نے جلدی سے اس کے آگے پلیٹ میں سالن نکال کر رکھا۔۔۔ماحور ہاٹ پاٹ سے روٹی نکال ہی رہی تھی کہ ریان ایک جھٹکے سے اٹھا اور جوں کا توں کھانا چھوڑ کر کمرے میں چلا گیا۔۔۔بس اس بار اس نے ٹھوکروں سے راستے میں آنے والی کسی چیز کو نہیں اڑایا تھا۔۔۔سیف اور ماحور نے بے بسی سے ایک دوسرے کی اور دیکھا۔۔۔کوئی تو پریشانی تھی جو ریان کو اس نہج پر لے آئی تھی۔۔۔ماحور کا جی کھانے سے اچاٹ سا ہو گیا۔۔۔اس نے گلاس بھر کر پانی پیا اور گلے میں پھندا بن کر اٹکے آنسوؤں کو حلق سے نیچے اتارا۔۔۔اس کے بہن بھائی اس کی کل۔کائنات تھے۔۔۔ان کی تکلیف وہ بلکل ماں کی طرح محسوس کرتی تھی۔۔۔

زندگی میں جب بھی کچھ آسانی آنے لگتی تھی، مشکلیں حاسد بن کر اسے ہڑپ جاتی تھیں۔۔۔اس نے ہمیشہ زندگی میں ملنے والی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے پھول دکھ کے دھاگے میں پروئے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل پاشا اپنے آفس کی چیئر پر پورے کروفر سے براجمان تھے۔۔۔اسٹیل گرے فریم والا نظر کا چشمہ لگائے اپنے سامنے پڑے صفحات کو بغور دیکھ رہے تھے جو کچھ دیر پہلے ان کے خاص کارندے ایاز نے ان کے سامنے رکھے تھے۔۔۔ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ لیے وہ ان کاغذوں پر درج تفصیل پڑھتے جاتے تھے اور ان کی آنکھوں کی خشونت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔۔۔گو کہ ان کی عمر پچاس کا ہندسہ عبور کر چکی تھی مگر ان کی وجاہت کو مات نہیں دے سکی تھی۔۔۔وہ اب بھی بے حد ہینڈسم تھے۔۔۔ان کے بلکل سامنے بیٹھا ایاز مرعوب سا خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔۔۔عادل پاشا نے اوپر والا کاغذ ہاتھ میں تھاما اور کرسی سے کمر

ٹیکتے ہوئے اسے آنکھوں کے قریب لا کر پڑھا۔۔۔انہیں ہنسی آ گئی۔۔۔ایاز کے آنے سے ذرا پہلے سالک کو انہوں نے بلایا تھا۔۔۔وہ اس سے دوٹوک بات کرنا چاہتے تھے۔۔۔

"ابی۔۔۔آپ نے بلایا تھا۔۔۔؟" وہ آ کر ان کے سامنے بے حد ریلیکس ہو کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔

"ہاں۔۔۔مجھے تم سے پوچھنا تھا کہ پھر کب چلیں منصور راٹھور کی طرف۔۔۔اس کی بیٹی سے تمہاری بات طے کرنے۔۔۔؟" وہ بے حد سرسری لہجے میں اس سے دریافت کر رہے تھے۔۔۔سالک کی بھنویں تن گئیں۔۔۔گو وہ تیار تھا کہ عادل پاشا اس سے کسی بھی وقت اس بارے میں بات کرنے والے ہیں مگر پھر بھی وہ جی بھر کر بے زار ہوا تھا۔۔۔

"آپ کو جانا ہے۔۔۔آپ سو بار جائیں ابی۔۔۔مگر میری کسی سے بات طے کرنے نہیں۔۔۔اس کام کے لیے آپ کو بس ایک ہی لڑکی کے گھر جانا ہے اور وہ ہے ماحور مغل۔۔۔!"

"اس لڑکی کے باپ کی کوئی کمپنی ہے یا مل اونر ہے۔۔۔؟"

"جی نہیں۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔وہ راٹھور اینڈ کو میں جاب کرتی ہے۔۔۔آپ کو بتایا تھا۔۔۔!"

"ہممم۔۔۔بھول گیا تھا۔۔۔اچھا تو کتنی بار ملے ہو اس لڑکی سے۔۔۔آئی مین کتنا جانتے ہو اسے۔۔۔؟"

"جاننے کی ضرورت نہیں ابی۔۔۔کیونکہ میں اسے اپنانا چاہتا ہوں۔۔۔جانا انہیں جاتا ہے، جنہیں پرکھنے کی حاجت ہو۔۔۔اور مجھے نا اسے جاننا ہے نا پرکھنا ہے۔۔۔بس اپنانا ہے۔۔۔!"

اس کی بات پر وہ ہنسے۔۔۔ایسی ہنسی جس نے سالک کو کھولا کر رکھ دیا۔۔۔مگر برداشت کرنا بھی اس کی عادت تھی۔۔۔

"آہاں۔۔۔کیا اس کا گھر اور رہن سہن ہم سے میل کھاتا ہے۔۔۔؟"

ان کے سادے لہجے میں چھپے طنز کو بمشکل سالک نے سہا تھا۔۔۔اور جو جواب اس نے دیا، وہ عادل پاشا سہہ نہیں پائے۔۔۔

"کیا نائمہ پاشا کا گھر اور رہن سہن ہم سے میل کھاتا تھا۔۔۔؟"

"شٹ اپ۔۔۔!ایک دو ٹکے کی لڑکی نے تمہارے منہ میں اتنی زبان ڈال دی کہ آج تم اپنے باپ کو طعنے دے رہے ہو۔۔۔میری نرمی کو میری کمزوری سمجھ رہے ہو۔۔۔؟"

"میں نے آپ کو طعنہ نہیں دیا ابی۔۔۔محض بتایا ہے کہ ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔جب دل مل جائیں تو بھلا گھر اور رہن سہن کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔۔۔ماحور مجھے پسند ہے۔۔۔میں اسے اپنے ساتھ ایڈجسٹ کر لوں گا۔۔۔!" وہ اب بھی بے حد

نارمل اور پرسکون تھا۔۔وہ عادل پاشا کے غصے سے بظاہر ہرگز مرعوب نہیں ہوا تھا۔۔کچھ پل دونوں باپ بیٹا آنکھوں میں انکھیں ڈالے ایک دوسرے کے عزائم پرکھتے رہے اور پھر سالک پاشا اٹھ کر چلا گیا تھا۔۔تب سے وہ جیسے انگاروں پر لوٹ رہے تھے اور اس سلگن پر ایاز نے آکر پانی ڈالا تھا۔۔اس کے پاس ماحور کا مکمل بائیو ڈیٹا موجود تھا۔۔الف سے لے کر ے تک ہر تفصیل ایاز لے کر حاضر ہوا تھا۔۔جوں جوں عادل پاشا، ماحور کے متعلق جانتے جا رہے تھے ان کے ہونٹوں کے کنارے پھیلتے چلے جا رہے تھے۔۔ان کا شک ٹھیک نکلا تھا۔۔ماحور کی بدقسمتی کہ اس کا پالا عادل پاشا سے پڑ چکا تھا۔۔وہ چیونٹی کو پر نکلنے سے پہلے مسل دینا جانتے تھے۔۔انہوں نے ہنکارا بھر کر ایاز کی طرف وہ کاغذ بڑھایا اور بولے۔۔

"اس مختار انصاری کا پتا کرواؤ۔۔اسے ملواؤ مجھ سے۔۔بہت کام کا آدمی لگ رہا ہے۔۔!"

"جی سر۔۔میں آپ کو جلد انفارم کرتا ہوں۔۔خدا حافظ!" ایاز اتنا کہہ کر جا چکا تھا۔۔اس کے جاتے ہی عادل پاشا نے ایک زوردار سفاکانہ قہقہہ لگایا تھا۔۔وہ اپنے سامنے ماحور کی بے بسی کو ناچتا دیکھ رہے تھے۔۔!

☆......☆......☆

سالک پاشا کھولتے دماغ کے ساتھ اپنے آفس میں چکر کاٹ رہا تھا۔۔وہ ابھی ابھی عادل پاشا کے پاس سے آیا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اسے اپنے غصے پر قابو پانا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ ماحور سے محض اس کے اسٹیٹس کی وجہ سے خار کھا رہے تھے۔۔اسے ان کی آنکھوں می سفاکیت دکھائی دی تھی۔۔اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ عادل پاشا اپنے مفاد کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔۔اور ماحور کو راستے سے ہٹانا ان کے لیے چنداں مشکل نہیں تھا۔۔ایک غلط فہمی جو دل میں تھی کہ اس کی خوشی کی خاطر وہ ماحور کو بہو کے طور پر قبول کر لیں گے، آج کافور ہو گئی تھی۔۔محبت انسان کو جس قدر بہادر بناتی ہے، اسی قدر بزدل بھی بنا دیتی ہے۔۔محبت کرنے والا خود سے زیادہ اپنے محبوب کے لیے فکرمند رہتا ہے۔۔!

۔وہ چکر کاٹ کاٹ کر اکتا گیا تو اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔۔انٹرکام پر کافی کا کہہ کر اس نے زرش سے مومن کو اندر بھیجنے کے لیے کہا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ آج لیو پر تھا۔۔اس کی مومن سے بہت اچھی دوستی ہو چکی تھی اور اکثر جب وہ بے زاریت کی انتہا پر ہوتا تھا تو اس سے گپ شپ لگا کر ہشاش بشاش ہو جاتا تھا۔۔اس نے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے آنکھوں کو مسلا اور یونہی انہیں موند کر سیٹ کے ساتھ سر ٹیک لیا۔۔اسی اثنا میں اسے اپنے سیل پر میسج ٹون سنائی دی۔۔وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور فوراً میسج اوپن کیا۔۔روم روم جیسے ستاروں کی بارش میں نہا گیا۔۔اس کی چاہت کی خوشبو خوش رنگ تتلی کے پروں پر سوار ماحور

کے گرد ہالا بنا چکی تھی۔۔۔جس میں وہ کسی چودھویں کے چاند سے زیادہ تابناک دکھائی دیتی تھی۔۔۔اس نے نگاہوں میں عقیدت ومحبت کی روشنی بھر کے ماحور کی بھیجی گئی غزل کو پڑھنا شروع کیا۔۔۔

"ایسی ہمت نہ اب عطا کیجئے
جو کہے، جائیے خطا کیجئے
گر نباہیں گے تو، ملا کیجئے
راہ ورنہ یہیں جدا کیجئے
اس کو منزل نہیں کہا کرتے
روز جس کو بدل لیا کیجئے
موسمی شے نہیں محبت یہ
کیجئے گر تو پھر سدا کیجئے
بے وفا لاکھ ہو زمانہ اب
آپ کا کام ہے وفا کیجئے
سر پٹختا ہے لفظ لفظ مرا
اب نہ سمجھے کوئی تو کیا کیجئے
لوگ کرتے ہیں دل لگی ابرک
آپ یوں ہی نہ مرمٹا کیجئے

(اتباف ابرک)

اس کے وجیہہ چہرے پر خماری سی چھا گئی تھی۔۔۔وہ تصور میں ماحور کا حسین چہرہ دیکھ رہا تھا جس پر وہ جی جان سے فریفتہ ہو چکا تھا۔۔۔اور جسے اب ہر لمحہ، ہر پل وہ اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔اب اس کے بغیر جینا محال تھا۔۔۔اسے جلد از جلد فائنل اسٹیپ لینا ہوگا۔۔۔یہ سوچ آتے ہی اس نے فوراً عمہ پاشا کے سیل فون پر انہیں کال کی۔۔۔دو تین بیلوں کے بعد دوسری طرف وہ موجود تھیں۔۔۔ایک طویل سانس چھوڑ کر وہ ان سے کہہ رہا تھا۔۔۔

"ابی بہت غصہ ہیں مجھ پر۔۔۔میں چاہتا ہوں کہ آپ آج کل میں ہی ماحور کے گھر جا کر رشتے کی بات کر دیجئے۔۔۔میں مزید انتظار نہیں کرنا چاہتا۔۔۔اس سے پہلے کہ ابی کچھ ایسا کر گزریں جو ہم دونوں ہی کی توقعات سے الٹ ہو،آپ جا کر ماحور کو میرے نام کر آئیں۔۔۔میں اب اس سے کسی صورت دستبردار نہیں ہو سکتا۔۔۔خدا حافظ۔۔۔!"

دوسری طرف سے ناعمہ پاشا کا جواب سنے بغیر اس نے کال کاٹ دی تھی۔۔۔اس کا لہجہ ہمیشہ کی طرح دوٹوک تھا بس اب اس میں کچھ نرمی آچکی تھی۔۔۔اسے احساس تھا کہ ناعمہ پاشا ہی وہ پُل ہیں جس کی مدد سے وہ ماحور تک پہنچ سکتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

مومن، دادا کو ناشتہ کروا کے ان کی دوائیں لینے نکلا تھا۔۔۔شکر تھا کہ اتوار تھا اور آفس سے چھٹی تھی کیونکہ دادا کی وجہ سے ساری رات پریشانی کے عالم میں وہ سوئی جاگی کیفیت میں رہا تھا۔۔۔وہ کل دادا کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا۔۔۔تفصیلی چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے بائی پاس کا مشورہ دیا تھا۔۔۔مومن یکدم پریشان ہو گیا تھا۔۔۔ڈاکٹر کے مطابق دادا کے دل کے دو والو بند تھے۔۔۔زیادہ دیر ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔۔۔اس لیے جتنی جلدی ہو سکے آپریٹ کراونے کے لیے کہا تھا۔۔۔مسئلہ دادا کا آپریشن کروانا نہیں تھا۔۔۔مسئلہ اتنی بڑی رقم کا بندوبست کرنا تھا۔۔۔ابھی اس کی جاب نئی نئی تھی۔۔۔تنخواہ بھلے اچھی تھی مگر وہ کچھ خاص سیونگ نہیں کر پایا تھا۔۔۔جب امی بیمار تھیں تو دادا نے ان کے علاج کے لیے ایک دکان بیچ دی تھی۔۔۔پیچھے ایک ہی دکان مزید بچی تھی جس کے کرائے پر اسے جاب ملنے سے پہلے تک گھر کا خرچ چلتا رہا تھا۔۔۔اگر اسے بیچ دیا جاتا تو پیسے تو اچھے مل سکتے تھے مگر یہ دکان بکنے میں کتنا وقت لگتا،اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔۔۔اور دادا تو اس بات کے لیے رضامند بھی نا ہوں۔۔۔وہ بنا آپریشن کے رہ سکتے تھے مگر یہ آخری دکان کبھی نا بیچتے۔۔۔!

جینز کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے وہ روڈ کراس کر رہا تھا جب اسے آفس سے لون لینے کا خیال آیا۔۔۔ہاں۔۔۔یہ ممکن ہے۔۔۔!اسے کچھ تسلی ہوئی۔۔۔وہ جیب میں رکھے پرسکرپشن کو تھپتھپاتا ہوا میڈیکل اسٹور میں داخل ہوا ہی تھا کہ اپنے پیچھے لڑکوں کا شور سن کر ٹھٹک کر رک گیا۔۔۔پلٹ کر دیکھا تو کچھ فاصلے پر لڑکوں کا ایک گروپ آپس میں بھڑ پڑا تھا۔۔۔مومن نے ذرا اچک کر دیکھا تو تین چار لڑکے ایک اکیلے لڑکے کو گھیرے میں لیے پیٹ رہے تھے۔۔۔ارد گرد لوگ اکھٹے ہونا شروع ہو گئے تھے مگر چھڑا کوئی نہیں رہا تھا۔۔۔وہ تاسف سے اس منظر کو دیکھتا نگاہ پھیرنے ہی والا تھا کہ یکدم اسے پٹنے والے لڑکے پر ریان کا گمان گزرا۔۔۔وہ فوراً اسٹور سے باہر نکلا اور ان کے قریب آ کر شک کی تصدیق کی۔۔۔وہ سو فیصدی ریان ہی تھا جسے وہ چاروں مار رہے

تھے۔۔کوئی اور پٹ رہا ہوتا تو مومن تراب ناک پر سے مکھی اڑاتا نکل جاتا مگر یہ ماحور کا بھائی تھا، اسے وہ یہاں اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔۔اس نے جھنجھلا کر زیر لب اسے" سالا " کہا اور کود گیا ان سب کے بیچ۔۔چار مکے یہاں سے مارے، چار لاتیں وہاں سے دھریں۔۔مریل سے سترہ اٹھارہ سال کے لڑکے تھے۔۔کسرتی بازوؤں کی دھلائی کے آگے زیادہ دیر نہیں ٹک سکتے تھے۔۔ریان بھی مومن کو دیکھ کر شیر ہو گیا۔۔اندھا دھند مارتا چلا گیا۔۔ذرا سی دیر میں لوگوں کی ٹکٹ کے پیسے پورے ہو گئے تو بیچ بچاؤ کرنے درمیان میں آ گئے۔۔وہ لڑکے مومن سے مرعوب سے ذرا فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔۔مومن نے ریان کو ایک طرف کیا اور اس کا سرسری جائزہ لے کر اپنے ہونٹ کے کنارے سے بہتا خون صاف کرتا ان کی جانب بڑھا۔۔پبلک تتر بتر ہو چکی تھی۔۔وہ چاروں قدرے سہم کر مکے کستے وارم اپ ہونے کے انداز میں ذرا ذرا سا اچھلنے لگے۔۔مومن کو ہنسی آ گئی۔۔

" او کالی ٹوپی۔۔ایسے نا کر یار۔۔تیری پینٹ آل ریڈی ڈھیلی ہے میرا بھائی۔۔!" اس نے سب سے آگے کھڑے لڑکے کو مخاطب کیا جس نے سر پر کالی پی کیپ پہن رکھی تھی۔۔

" دیکھیں۔۔آپ جو بھی ہیں، میرا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں۔۔ریان نے میرے پیسے دینے ہیں۔۔مجھے میری رقم دلوائیں۔۔!" وہ لڑکا ریان کو کینہ توز نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔۔

" کیسے پیسے۔۔اور ریان نے کیوں لیے تھے بھلا۔۔؟" وہ اچنبھے سے پوچھ رہا تھا۔۔ریان تیزی سے اس کے قریب آیا اور کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنے لگا تھا مگر مومن نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔۔وہ لڑکا خاصا تپا ہوا تھا۔۔اچھل اچھل کر منہ کو آتا ہوا بولا۔۔

" اس کا کسی لڑکی سے چکر و کر ہے۔۔اسے ٹیوشن پڑھانے کے بہانے دل لگی کرتا رہا ہے۔۔وہ اسے الو بناتی رہی اور یہ مجھ سے رقمیں لے لے کر اس کا گھر بھرتا رہا ہے۔۔اس سب میں اس لڑکی کی ماں بھی شامل تھی۔۔اس فقیر کی اولاد کے پاس پیسے کہاں، اسلیے مجھ سے ادھار لیتا رہا۔۔پونے دو لاکھ دیا ہے اسے میں نے پونے دو لاکھ۔۔"

" تمہارے پاس اتنی رقم کہاں سے آئی۔۔؟" مومن نے اس کے چھچھورے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال پوچھا تو وہ مزید گردن اکڑاتا ہوا بولا۔۔

" دو بھائی میرے قطر ہوتے ہیں۔۔میرے باپ کا تین منزلہ الیکٹرانکس کے سامان کا سٹور ہے۔۔میرے لیے اتنی رقم ادھار دینا کوئی مسئلہ نہیں۔۔میں خود بھی اسی سٹور پر بیٹھتا ہوں۔۔اس نے وعدہ کیا تھا کہ تین ماہ کے اندر اندر رقم واپس کرے

گا مگر اب چوتھا مہینہ بھی گزر گیا ہے۔۔۔آخر میں نے بھی جواب دینا ہے۔۔۔!"

مومن کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لڑکا نو دولتیا ہے۔۔۔بھائیوں کے قطر جانے کے بعد حالت سدھری ہو گی اور اب چھٹنے پر آیا ہوا تھا۔۔۔عامیانہ لب ولہجہ اور جاہلانہ انداز گفتگو اس کی کلاس شو کر رہے تھے۔۔۔لیکن اصل سوچ جو اس کے دماغ میں ادھم مچا رہی تھی وہ یہ کہ ریان کو اس مصیبت سے کیسے نکالا جائے۔۔۔فی الوقت اس نے جیب سے اپنا کارڈ نکالا اور اس لڑکے کو پکڑاتے ہوئے بولا۔۔۔

"یہ پکڑو میرا کارڈ۔۔۔کل مجھ سے مل لو۔۔۔نکالتے ہیں تمہارے مسئلے کا حل۔۔۔"

"حل نہیں۔۔۔مجھے میری رقم چاہئے۔۔۔!" اس لڑکے کی سوئی رقم پر ہی اٹکی ہوئی تھی

"حل سے مراد، تمہاری رقم ہی ہے۔۔۔جاہل انسان۔۔۔!" آخری لفظ زیر لب کہتے ہوئے مومن نے بظاہر ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔۔۔وہ لڑکا ریان کو کینہ توز نظروں سے دیکھتا اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔۔۔مومن نے سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے پلٹ کر برہمی سے ریان کو دیکھا تو وہ سر جھکائے اپنے جوتے کی نوک سے سڑک پر ہلکی ہلکی ٹھوکریں لگا رہا تھا۔۔۔صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس سے نظر ملانے سے کترا رہا ہے مگر ملانی تو تھی۔۔۔

"وہ۔۔۔مومن بھائی۔۔۔اصل میں مجھے پھنسایا گیا ہے۔۔۔!"

"ہمممممم۔۔۔!" اس نے اسی انداز میں ریان کو دیکھتے ہنکارا بھرا۔۔۔

"وہ لڑکی میری اسٹوڈنٹ تھی۔۔۔اس کی امی نے ادھار مانگا تھا مجھ سے۔۔۔میں نے دانش سے لے کر دے دیے۔۔۔مجھے کیا پتا تھا کہ وہ واپس نہیں کریں گی۔۔۔دانش بلکل بکواس کر رہا ہے۔۔۔میں نے کوئی سامان شامان نہیں ڈلوایا ان کے گھر۔۔۔!" وہ ہکلاتا ہوا اپنے دوست کا حوالہ دیتے ہوئے بودی دلیلیں دے رہا تھا۔۔۔

"تم ابھی بھی جھوٹ بول سکتے ہو ریان۔۔۔حیرت ہے۔۔۔جبکہ کسی کے گھر فرنیچر انلوڈ کرواتے ہوئے تو خود میں اپنی آنکھوں سے تمہیں دیکھا ہے۔۔۔جس کے بعد اس گھر کا گیٹ خاصی بے مروتی کے ساتھ تمہارے منہ پر بند ہوا تھا۔۔۔!"

ریان ہکا بکا رہ گیا۔۔۔اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب بات بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔وہ پکڑا جائے گا۔۔۔لہذا اسے سب کچھ سچ سچ بتانا پڑا۔۔۔اس کی سچ بیانی کا لب لباب یہ تھا کہ چند ماہ پہلے اسے کسی دوست کے توسط سے یہ ٹیوشن ملی تھی۔۔۔لڑکی خاصی کند ذہن مگر جاذب نظر تھی۔۔۔سارا دھیان پڑھائی کے بجائے بننے سنورنے اور باتیں بنانے پر تھا۔۔۔ناز و انداز کا استعمال بخوبی کر لیتی تھی اور اسی کے ذریعے ریان کو قابو کیا۔۔۔پیچھے ماں کی مکمل شہہ تھی جس کی اپنی شہرت بھی محلے میں کچھ اچھی نہیں تھی۔۔۔شوہر

ملک سے باہر اور بیٹے دست نگر۔۔۔اس لیے اپنے ڈھب پر چلائے جا رہی تھی اولاد کو۔۔۔ریان کو بے وقوف بنا کر کبھی رقم نکلوائی گئی تو کبھی فرمائشیں کر کر کے گھر کا کتنا ہی سامان بنا ڈالا۔۔۔یہ آخری کھیپ تھی جو ریان کے طفیل فرنیچر کی صورت گھر میں گھسا کر اس پر گھر کے دروازے بند کر ڈالے گئے۔۔۔کیونکہ گھاگ عورت تھی، اندازہ ہو گیا تھا کہ مزید اس سے کسی قسم کا فائدہ ملنے کی توقع عبث ہے۔۔۔اس کے بعد کی کہانی یہ تھی کہ جس دوست سے ریان نے قرض لے لے کر اس لڑکی کا گھر بھرا تھا، وہی دوست اب جان کو آ گیا تھا۔۔۔اسے کیسے بھی اپنی رقم واپس چاہئے تھی۔۔۔اور ریان صاحب مسلسل ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔۔۔دوست نے دوستی کا چولا اتارا اور چار اپنے جیسے لفنگے اکٹھے کر کے آج ریان کی دھلائی کے لیے لے آیا تھا۔۔۔

ساری بات سن کر مومن سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔وہ دونوں اس وقت قریب ہی ایک پارک میں باڑھ کی آڑ میں بیٹھے تھے۔۔۔اس مسئلے کا ایک ہی حل تھا اور وہ تھا رقم کی واپسی۔۔۔مگر کیسے۔۔۔؟ مومن آنکھیں پٹپٹا پٹپٹا کر سامنے جھولا جھولتے اور سلائیڈز لیتے بچوں کو انتہائی انہماک سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ذہن میں ایک ہی جملہ ٹکریں مار رہا تھا۔۔۔

" بھگت بیٹا سالے کا کارنامہ۔۔۔بہن رشتہ لانے کے لیے دن نہیں بتا رہی اور یہاں سالا صرف ٹائم پاس کے چکر میں پورا جہیز "سہیلی" کو گھر پر ہی بنا بنا کر دیتا رہا۔۔۔کیا" پلیں" ہیں یہ سب کے سب۔۔۔!"

" مومن بھائی۔۔۔!" ریان کی سہمی سہمی سی آواز کانوں میں پڑی تو وہ چونکا۔۔۔" وہ۔۔۔اپیا کو مت بتائیے گا۔۔۔مجھ سے پہلے ہی خفا ہیں وہ۔۔۔پلیز اگر آپ نے یہ سب بتا دیا تو وہ نا جانے کیا کر ڈالیں۔۔۔!"

" دیکھو ریان۔۔۔ماحور کو تو بتانا پڑے گا۔۔۔اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔۔۔بس مصلحتاً یہ کہنا پڑے گا کہ تمہارا قرض اتر چکا ہے۔۔۔تاکہ وہ اس بارے میں سوچ سوچ کر پریشان نا ہو۔۔۔مگر اتنی بڑی بات چھپانی مناسب نہیں۔۔۔وہ لڑکا دانش، سیف کو ہی بتا سکتا ہے۔۔۔اس صورت میں نتائج سنگین ہوں گے۔۔۔!"

"لیکن مومن بھائی۔۔۔قرض اترے گا کیسے۔۔۔؟ میں تو ایک یہی ٹیوشن پڑھاتا تھا۔۔۔میرے پاس پیسے آئیں گے کہاں سے۔۔۔؟"

" وہ تم فکر مت کرو۔۔۔ہو جائے گا بندوبست۔۔۔چلو گھر چھوڑ کر آتا ہوں تمہیں۔۔۔اور سنو۔۔۔ماحور سے اپنے سابقہ رویے کی معافی مانگنی ہو گی تمہیں۔۔۔سمجھے۔۔۔؟" اس کے لہجے میں تنبیہ تھی۔۔۔ریان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔۔وہ جانتا تھا کہ ریان آج کل ماحور کے ساتھ بے حد اکھڑا اکھڑا رہتا ہے۔۔۔وہاں سے اٹھ کر مومن نے میڈیکل سٹور سے دادا کی میڈیسن لی اور پہلے

ریان کے ساتھ اپنے گھر گیا۔۔۔دروازہ شاویز نے کھولا تھا۔۔۔اسے دوائیں پکڑا کر اور دادا کو کھلانے کے بارے میں ہدایت دے کر وہ ریان کے ساتھ اس کے گھر پہنچا۔۔۔گیٹ نیم وا تھا اور اندر سے کسی خاتون کے اونچا اونچا بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔۔مومن نے باہر کھڑے کھڑے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا" کون" ۔۔۔؟ تو ریان نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔۔۔" دادی۔۔۔!"

مومن کی آنکھیں حیرت سے وا ہوئیں۔۔۔ریان اس کا کندھا تھپتھپاتا ہوا بولا۔۔۔

" آپ اندر تو چلیں۔۔۔بڑی مزے کی چیز ہیں۔۔۔ایک دم ہی پیدا ہوئیں ہیں۔۔۔میرا مطلب آئی ہیں۔۔۔!"

مومن اس کی بات پر ہنسی دباتا اندر داخل ہوا۔۔۔سامنے کا منظر بڑا عجیب تھا۔۔۔ماحور اور رائنہ صحن کے بیچوں بیچ دالوں اور مسالوں کے دھلے ہوئے خالی ڈبے صافی سے خشک کر رہی تھیں۔۔۔

" آئے ہائے۔۔۔ماحور تم تو بچوں کو کیڑے ہی کھلاتی رہیں ساری عمر۔۔۔لو بتاؤ۔۔۔کبھی ڈبوں کو نا ہوا لگوائی نا صاف کیا۔۔۔کیسی بساند کر رکھی ہے ان میں۔۔۔نا جانے کیا کھاتے رہے غریب۔۔۔!" آخری فقرہ انہوں نے خود کلامی کے انداز میں بولا تھا۔۔۔

" بس زہر نہیں کھلا سکی دادی۔۔۔ورنہ کئی بار ایسے حالات بھی دیکھے جب کھانے کے لیے سب سے سستی شے یہی دستیاب تھی۔۔۔!"

" ماحور بچی۔۔۔جو گزر گیا سو گزر گیا۔۔۔بھول جا بیٹا۔۔۔" اس کے لہجے کی تلخی پر زلیخا دادی نے اسے ٹوکا تھا، جب بھی وہ اس لہجے میں گفتگو شروع کرتی، وہ اس کی بات کا رخ بدل دیتی تھیں۔۔۔" چلو اب اٹھاؤ انہیں اور اندر لے کر جاؤ سارے ڈبے۔۔۔اور مینڈکی۔۔۔تم چائے بنا کر لاؤ ذرا۔۔۔ایک تو ساس تمہاری گھر نا ہو تو تم سارا دن یہیں ٹنگی رہتی ہو۔۔۔!" دادی نے لگے ہاتھوں ڈبے سمیٹتی رائنہ کو بھی لتاڑا۔۔۔جواب میں وہ چمک کر بولی۔۔۔

" آپ کی غلط فہمی ہے دادی۔۔۔وہ گھر بھی ہوں تب بھی میں اکثر یہاں ٹنگنے کے لیے آجاتی ہوں۔۔۔کیونکہ وہ مجھ سے اتنی عاجز آئی رہتی ہیں کہ مجھے فارغ دیکھتے ہی ماہی کی خیر خبر لینے بھیج دیتی ہیں۔۔۔!" اس بات پر ماحور اور وہ خود کھلکھلا کر ہنس دیں۔۔۔جواب میں زلیخا دادی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا لیکن نظر گیٹ سے گردنیں اندر گھسائے ریان اور مومن پر پڑیں۔۔۔دونوں ابھی تک مکمل اندر داخل نہیں ہوئے تھے۔۔۔

" اے ریان۔۔۔بے شرم۔۔۔یہ کون مشٹنڈا تیرے پیچھے کھڑا ہے۔۔۔دیکھ تو کیسے اونٹ جیسی لمبی گردن اندر گھسا کر جائزہ

لے رہا ہے۔۔۔!"

مومن سٹپٹا کر فوراً پورا اندر داخل ہوا اور سلام داغا۔۔۔ماحور اور رائنہ فوراً پلٹیں۔۔۔سیف بھی آوازیں سن کر اندر سے برآمد ہو گیا۔۔۔مومن کو دیکھ کر وہ بڑے تپاک سے اس کی جانب بڑھا۔۔۔ماحور کی آنکھوں میں خوشی روشنی بن کر پھیل گئی۔۔۔دل بہت شدت سے یاد کر رہا تھا اسے۔۔۔وہ زلیخا دادی کو مومن نے بارے میں بتا چکی تھی اور اس کا تعارف کروانے کے لیے آگے بڑھی۔۔۔مگر پہلے ہی سیف نے یہ کام انجام دے دیا۔۔۔

"اچھا اچھا۔۔۔میں صدقے جاؤں۔۔۔تم مومن ہو۔۔۔آ جا میرا بچہ۔۔۔آ بیٹھ ادھر۔۔۔برا نا منانا۔۔۔بڑھی ہو گئی ہوں نا تو بس جو منہ میں آتا ہے بول دیتی ہوں۔۔۔!"

زلیخا دادی اتنی محبت سے اس کی جانب بڑھیں کہ ایک پل کو وہ حیران ہی رہ گیا۔۔۔ماحور کو دادی کا التفات دیکھ کر بہت اچھا لگا تھا۔۔۔رائنہ اس کے پہلو میں خوامخواہ کہنیاں چبھو چبھو کر نا جانے اس سے کیا کروانا چاہ رہی تھی۔۔۔شائد وہ چاہتی ہو کہ ماحور دوپٹہ انگلی پر لپیٹ کر شرمانا شروع کرے۔۔۔ماحور نے جوابی کہنی اس زور سے اس کی پسلی میں چبھوئی کہ رائنہ کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔۔۔

"ماہی۔۔۔!ان دونوں کے منہ سوجے سوجے سے نہیں لگ رہے تمہیں۔۔۔دیکھو تو۔۔۔ایسے جیسے کہیں سے پٹ کر آئے ہیں۔۔۔!"

ماحور نے بھی دھیان دیا تو ریان کے چہرے پر تو اچھی خاصی خراشیں تھیں مگر مومن کا بالائی ہونٹ کا کنارہ سوجا ہوا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی، دادی نے جھٹ اپنے قریب ہی کرسی ڈلوا کر مومن کو بٹھایا اور بڑی چاہت سے اس سے سوال جواب کرنے لگیں۔۔۔وہ اس سے دادا کی صحت کے بارے میں بھی استفسار کر رہی تھیں۔۔۔ماحور کی زبانی انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔۔۔مومن بے حد سبھاؤ سے انہیں جواب دے رہا تھا۔۔۔وہ مطمئن تھا کہ ماحور کے گھر بھی کوئی معقول شخص نظر آیا۔۔۔ان کی اس قدر آؤ بھگت دیکھ کر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ رشتے کی بات وہ خود ہی کر لے۔۔۔

" دیکھو بیٹا۔۔۔تمہارے دادا جب چاہیں، یہاں آ سکتے ہیں۔۔۔عقیل مغل کی جرات نہیں کہ میرے آگے دم مار سکے۔۔۔ان بچوں کی ذمہ داری اب میری ہے۔۔۔ماحور کو بیاہنا میرا مسئلہ ہے۔۔۔اس لیے دادا سے کہنا کہ وہ جب مناسب سمجھیں، آ جائیں۔۔۔بات پکی کرنے۔۔۔"

یکدم زلیخا دادی ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔مومن نے تشویش سے انہیں دیکھا۔۔۔باقی سب پر ایک نظر ڈالی تو سبھی کو سکتے کے عالم میں پایا۔۔۔سب کے سب اس کی پشت پر۔گیٹ کی جانب دیکھ رہے تھے۔۔۔کوئی صور تھا جو یکدم سارے میں پھونک دیا گیا تھا۔۔۔مومن نے تحیر زدہ ہوتے ہوئے پلٹ کر گیٹ۔کی جانب دیکھا۔۔۔ایک انتہائی دلکش اور جامہ زیب خاتون وہاں نم آنکھیں لیے کھڑی تھیں۔۔۔

"نمّو۔۔۔تُو۔۔۔یہاں۔۔۔؟" دادی کے منہ سے تین لفظ سرسراتے ہوئے نکلے۔۔۔

"امی۔۔۔!" سیف، ریان اور ماحور کے منہ سے آگے پیچھے نکلا یہ لفظ بڑا نامانوس سا لگا۔۔۔ماحور کے ہاتھ سے خالی ڈبے چھوٹ کر صحن میں لڑھکتے چلے گئے۔۔۔رائنہ نے اس کے کانپتے جسم کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔ریان کا تنفس تیز ہوا تھا اور وہ آخری حد تک ضبط کرتے ہوئے تیزی سے اندر کمرے میں چلا گیا تھا۔۔۔جبکہ سیف بے جان سا یک ٹک انہیں دیکھے جا رہا تھا۔۔۔ان کی ماں چودہ سال بعد ان کی نظروں کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔آخر کار نائمہ پاشا ایک بار پھر اس گھر کی دہلیز پر قدم رکھ دیا تھا۔۔۔!

❁ ❁

ناول ساگر کنارے ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 15 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 6

ہفت آسمان سر پر ٹوٹنا محض محاورہ نہیں ہے۔۔۔کبھی کبھی ایسے حادثے رونما ہوتے ہیں کہ ساری دنیا لٹو کی مانند نگاہوں کے سامنے گھوم کر رہ جاتی ہے۔۔۔جھاڑی سے لپٹے خاروں کی طرح زندگی سے جڑے رشتے ہوتے ہیں۔۔۔الگ کرو تو زخمی ،جوڑے رکھو تو اذیت۔۔۔!

ایسی ہی کیفیت سے وہ سب دوچار،لاؤنج کے بوسیدہ گدیوں والے صوفے پر بیٹھے تھے۔۔۔بے یقینی کی اگلی منزل سکتے کی حالت ہوتی ہے۔۔۔اور اس وقت وہ سب بہن بھائی سکتہ زدہ تھے۔۔۔ماحور کا دماغ سن نہیں تھا۔۔۔آوازوں کا، بھاگتے دوڑتے مناظر کا ایک اژدھام تھا جو اس کے دماغ کی چولیں ہلائے دے رہا تھا۔۔۔آخری منظر جو اس کے ذہن کے پردے پر ٹھہرا وہ ناعمہ پاشا کے گیٹ پر کھڑے کامل وجود کا تھا۔۔۔زندگی سے ہر شے کی توقع اس نے رکھی تھی ماسوائے ماں کے اس گھر کی دہلیز پر آنے کے۔۔۔!

مومن تراب معاملے کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے فوراً ہی معذرت کرتا اٹھ کر چلا گیا تھا۔۔۔جاتے جاتے اس نے ماحور کو دیکھ کر پلکوں کو تسلی آمیز انداز میں دو بار جھپکا تھا۔۔۔ماحور کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔۔۔ناجانے اور کون کون سے تماشے مومن کے سامنے لگنے والے رہ گئے تھے۔۔۔یہ سوچ اسے اندر تک دکھ میں ڈبو گئی تھی۔۔۔مومن نے نکلتے وقت سیف سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کے ہاتھ کی پشت کو تھپک کر حوصلہ دیا تھا تو سیف کو وہ سچ میں بڑے بھائی جیسا لگا۔۔۔!

سارے میں بے چین کر دینے والی خاموشی چھائی تھی۔۔۔رائنہ نے کچن میں جا کر چائے کا پانی چڑھایا اور واپس آ کر ماحور کے پہلو سے ٹک گئی۔۔۔اس وقت اس کی اندرونی حالت کو اس سے بہتر بھلا کون سمجھ سکتا تھا۔۔۔زونی اور جنت حیرانی سے اتنی حسین و جمیل عورت کو دیکھ رہے تھے جو خود کو ان کی ماں کہہ رہی تھی۔۔۔زونی کو تو ماں کا لمس بھی یاد نہیں تھا جبکہ جنت کے ذہن میں اگر کچھ مٹی مٹی سی یاد تھی بھی تب بھی وہ سپاٹ سی تھی۔۔۔سامنے سنگل صوفے پر ناعمہ پاشا صدیوں کی تھکن چہرے پر اوڑھے بیٹھی تھیں۔۔۔زلیخا دادی کو خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہیں۔۔۔بات کہاں سے شروع کریں مگر کچھ تو کہنا تھا سو مدھم آواز میں پوچھا۔۔۔

"کیسے آنا ہوا نمو۔۔۔؟ آج اتنے سالوں بعد۔۔۔اچانک۔۔۔"

"میں۔۔۔" ان کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔۔۔آنسوؤں کی آمیزش صاف محسوس ہوئی۔۔۔" مجھے اپنے بچوں سے ملنا تھا۔۔۔!"

"کیا۔۔۔؟" یکدم ماحور کے منہ سے غراہٹ نما "کیا" نکلا۔۔۔"کیا کہا آپ نے۔۔۔میں نے سنا نہیں۔۔۔کس سے ملنا تھا آپ کو۔۔۔؟"

"اپنے بچوں سے۔۔۔تم لوگوں سے۔۔۔!" ناعمہ پاشا کا لہجہ پست تھا

"بچے۔۔۔کیسے بچے۔۔۔کون سے بچے۔۔۔کس کے۔۔۔؟ آپ کے یا عقیل مغل کے۔۔۔اگر آپ کے، تو بارہ سال بعد کیوں۔۔۔اور اگر عقیل مغل کے، تو وہ رہا سامنے دروازہ۔۔۔آپ جا سکتی ہیں۔۔۔!"

"ماحور۔۔۔بچی۔۔۔!" زلیخا دادی نے ماحور کو ٹوکنا چاہا مگر اس نے ہاتھ کھڑا کر کے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

"نہیں دادی۔۔۔آپ نہیں جانتیں۔۔۔آپ کچھ بھی نہیں جانتیں۔۔۔ان سے کہیں کہ ان کے بچے مر چکے۔۔۔دفنائے جا چکے۔۔۔ان کی قبریں بھی مسمار ہو چکیں۔۔۔وہ ہزاروں خوف، دکھ، حسرتیں جسم سے کفن کی صورت لپٹا کر زندہ درگور ہو چکے۔۔۔۔ اب کیا لینے آئیں ہیں یہ۔۔۔؟"

"ماحور۔۔۔میری بچی۔۔۔مجھے معلوم ہے میرا جرم بہت بڑا ہے مگر تم میری مجبوریوں کا ادراک نہیں کر سکتیں۔۔۔!"

"ہاہاہاہااااا۔۔۔!" وہ پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ کر ہنسی۔۔۔رائنہ نے فوراً آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے تھاما۔۔۔

"مجبوریاں۔۔۔کٹھنائیاں۔۔۔دشواریاں۔۔۔یہی کچھ سنانے آئیں ہیں نا آپ۔۔۔کتنے عجیب لگیں گے یہ لفظ آپ کے منہ سے۔۔۔اپنی حیثیت دیکھ کر رونے روئیے گا ناعمہ پاشا۔۔۔!" وہ ان کے چمکتے چہرے اور اجلے کپڑوں کی طرف استہزائیہ دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔ناعمہ پاشا اتنے گہرے طنز پر شرمندگی میں نہا گئیں۔۔۔رائنہ نے سہمی بیٹھی جنت کو اشارے سے چولہا بند کر کے آنے کو کہا۔۔۔چائے بنانے کا ارادی ملتوی کرنا بہتر تھا۔۔۔فی الوقت تو ماحول گرم ہونے کے آثار تھے اور ایسے میں رائنہ ایک پل کے لیے بھی ماہی کے پاس سے نہیں ہٹ سکتی تھی۔۔۔

"چاچی۔۔۔! آپ نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔۔۔؟" ناعمہ پاشا نے بے چارگی سے دادی سے استفسار کیا۔۔" آپ کو تو معلوم تھا کہ مجھ پر کیا بیتی تھی۔۔۔!"

”تمہارے جانے کے بعد نمو۔۔۔چھے ماہ بعد مجھے میرے بیٹے کینیڈا لے گئے تھے۔۔۔پچھلے ماہ ہی لوٹی ہوں۔۔۔میری تو تمام عمر وہیں نکل گئی۔۔۔!“ زلیخا دادی نے تاسف سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔ناعمہ پاشا ہونٹ کاٹتی زونی کو دیکھے گئیں۔۔۔کتنا چھوٹا سا تھا جب وہ اسے چھوڑ کر گئیں تھیں، اس کی آنکھوں میں ٹھہری اجنبیت ان کا دل چیر گئی۔۔۔بھلا وہ انہیں پہچانتا بھی کیسے۔۔۔آنسو تھے کہ باہر ابل پڑنے کو بے تاب تھے مگر انہیں روکنا لازم تھا۔۔۔رو پڑتیں تو کبھی بھی بات نا کر پاتیں۔۔۔وہ جھجکتے ہوئے ماحور سے مخاطب ہوئیں۔۔۔

”تم ایک بار مجھے کچھ کہنے کا موقع دو۔۔۔پلیز ماحور۔۔۔میرے حصے کے جرم بے تحاشا سہی، مگر ماں ہونے کے ناتے ہی میری بات سن لو۔۔۔پلیز۔۔۔!

وہ اٹھ کر اس کی جانب بڑھیں۔۔۔دل میں ان سب کو گلے سے لگانے کی حسرت انگڑائیاں لے رہی تھی۔۔۔

”نہیں ہیں آپ ہماری ماں۔۔۔“ ماحور چلائی۔۔۔ناعمہ پاشا کے بڑھتے قدم وہیں تھم گئے۔۔۔ماحور کی آنکھوں سے آنسو ایک تار بہنے لگے” آپ ہماری ماں ہوتیں تو ہمیں چھوڑ کر جاتیں۔۔۔؟ آپ ہماری ماں ہوتیں تو کیا کبھی ہماری خبر گیری نا کرتیں۔۔۔؟ آپ ہماری ماں ہوتیں تو کیا ہماری بھوک پیاس، آہیں سسکیاں۔۔۔دور بیٹھے آپ کا دل نا چیرتیں۔۔۔؟ میں، سیف اور ریان بڑے تھے۔۔۔ہمیں ایک ایک پل یاد آتی تھی آپ کی۔۔۔میں۔۔۔میں محض دس گیارہ سال کی بچی تھی۔۔۔اور آپ نو ماہ کے بچے کو اتنی سی بچی کے حوالے کر کے نئی دنیا بسانے نکل گئیں۔۔۔مجھے بچہ سنبھالنا نہیں آتا تھا۔۔۔مگر میں نے ساری ساری رات جاگ کر زونی کو سنبھالا۔۔۔میں کتنا بلک بلک کر روتی تھی جب مجھ سے زونی کے لنگوٹ نہیں بدلے جاتے تھے۔۔۔اس کے پیٹ میں درد ہوتا اور میں اس کا جسم ٹٹولتی رہتی کہ اسے کہاں تکلیف ہے جو یہ چپ ہی نہیں ہو رہا۔۔۔یہ میرے کرنے کے کام نہیں تھے۔۔۔یہ سب میری ذمہ داریاں نہیں تھیں۔۔۔آپ کی تھیں۔۔۔“ اس نے چلاتے چلاتے ناعمہ پاشا کی طرف انگلی اٹھائی۔۔۔اونچا بولنے اور رونے سے اس کی آواز بیٹھنے لگی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا بے حس و حرکت فرش پر نظریں گاڑے اسے سن رہی تھیں۔۔۔

” ماں باپ مر جائیں تو قرار آ جاتا ہے۔۔۔جرات اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔۔۔کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہیں آئے گا مدد کے لیے۔۔۔خود ہی کرنا ہے جو کرنا ہے۔۔۔مگر جب ماں باپ جان بوجھ کر کھو جائیں۔۔۔تب بچے کیا کریں ام۔۔۔“ وہ امی کہتے کہتے یکدم رک گئی۔۔۔یہ لفظ اس کے لیے مکمل اجنبی ہو چکا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کے دل پر ایک اور گھونسا پڑا۔۔۔سیف سے ماحور کی بگڑتی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی، وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور اس کا سر سینے سے لگا کر تھپکنے لگا۔۔۔ماحور نے اس کا

چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما اور ناعمہ۔ پاشا سے مخاطب ہوئی۔۔۔

"یہ دیکھیں۔۔۔اسے دیکھیں۔۔۔اسے میں نے جوان کیا ہے۔۔۔اس سے لے کر زونی تک، ہر ایک کی پیرنٹ ٹیچر میٹنگز میں نے اٹینڈ کی ہیں۔۔۔یہ اپنی چھوٹی چھوٹی ضدیں مجھ سے منواتے آئے ہیں۔۔۔اور آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ ماں ہیں۔۔۔؟ سیف میرے ساتھ سبزی کی دکان پر جاتا تھا، وہاں یہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے کوڑے میں پھینکی گئی سبزیاں اٹھا اٹھا کر مجھے دیتا تھا۔۔۔ان سبزیوں کو پکاتے مجھے ابکائی آتی تھی مگر ان معصوموں کو کھانے میں وہی ملتا تھا کیونکہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔۔۔اور آپ کہہ رہی ہیں آپ ماں ہیں۔۔۔مجھے بھلے برے کی تمیز سکھانا آپ پر لازم تھا۔۔۔میلی نگاہوں سے بچائے رکھنا آپ کی ذمہ داری۔۔۔وہ عمر جب بیٹی کو ماں کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اس عمر میں، میں نے خود اپنی ماں بن کر اونچ نیچ کا ادراک کیا، میں نے خود کو خود ہی ڈھانپا۔۔۔اپنی حفاظت کے گر خود سیکھے۔۔۔اور آپ کہہ رہی ہین کہ آپ ماں ہیں؟"

کوئی دیکھنا چاہتا کہ آنسو کیسے ابلتے ہیں تو عقیل مغل کے گھر آجاتا۔۔۔اس کے سارے بچے ترتیب سے بیٹھے ہچکیوں سے رو رہے تھے۔۔۔اپنے ماں باپ کی لاپرواہی اور بے حسی کو۔۔۔ان کی سنگدلی اور بے رحمی کو۔۔۔زلیخا دادی کا بوڑھا چہرہ ان کے دوپٹے کی آڑ میں آنسو بہا رہا تھا۔۔۔ماحور کے منہ سے سچ نہیں لاوا اگل رہا تھا جو وہاں بیٹھے ہر نفس کو بھسم کر رہا تھا۔۔۔وہ کیسے نا کڑوی ہوتی۔۔۔وہ کیونکر نا اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی۔۔۔جو وہ سہہ چکی تھی اس کا تدارک اب الفاظ میں نہیں تھا۔۔۔اندر کمرے میں ریان بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔۔۔اس کی باہر آتی آوازیں ناعمہ پاشا کی سماعت پر کوڑے کی طرح برس رہی تھیں۔۔۔ان کی زبان بنجر ہو گئی تھی۔۔۔وہ بہت کچھ کہنے آئی تھیں مگر حلق جیسے قبر بن گیا تھا۔۔۔سب الفاظ دفن ہو گئے۔۔۔وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔چپ گم بیٹھے زونی کو گلے سے لگائے روتی ہوئی جنت اور جھلملاتی آنکھیں لیے، دھاڑیں مارتی ماحور کو سینے میں چھپائے سیف۔۔۔اک ریان تھا جس نے کمرے سے باہر آ کر ماں کا چہرہ دوبارہ دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔۔اس کے چہرے پر چھائی نفرت یاد آتے ہی ناعمہ پاشا کو خود سے گھن آئی۔۔۔وہ سب ایک دوسرے کا سہارا تھے۔۔۔وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا اور ایک دوسرے کے لیے جینا سیکھ چکے تھے۔۔۔ناحق وہ چلی آئیں۔۔۔بھلا ان کی جگہ ہی کہاں تھی اب۔۔۔نا ماضی میں نا حال میں۔۔۔بچے انہیں ماضی کی گرد جان کر یادداشت سے جھاڑ چکے تھے۔۔۔اور عادل پاشا انہیں حال میں ڈھول بنانے پر تلے تھے۔۔۔وہ تو بے مایہ اور بے مول ہو چکی تھیں۔۔۔ان کا ہونا کسی کے لیے لازم نہیں تھا سو ان کے نا ہونے سے بھی بھلا کیا فرق پڑتا۔۔۔وہ دل شکستہ سی اٹھیں اور دادی کے قریب آئیں۔۔۔ان کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ زلیخا دادی نے واضح محسوس کی

تھی۔۔۔وہ اذیت سے آنکھیں میچ کر رہ گئیں۔۔۔ناعمہ پاشا نے ان کے کندھے پر اپنا لرزتا ہاتھ رکھا اور سرگوشی کرتے ہوئے بولیں۔۔۔

"آپ تو گواہ تھیں چاچی۔۔۔آپ کو تو سب خبر تھی۔۔۔تو پھر میرے بچوں کو کیوں بے خبر رکھا۔۔۔کیا میں اتنے ہی برے سلوک کی مستحق تھی۔۔۔؟کسی کے گریبان پر میرے ہاتھ بھی تو جائیں چاچی۔۔۔!"

زلیخا دادی گود میں رکھے اپنے بوڑھے ہاتھوں پر نظریں جمائے بت بنی بیٹھی رہیں۔۔۔وہ کیا کہتیں۔۔۔وہ تو خود ایک طویل عمر قید کاٹ کر یہاں پہنچیں تھیں۔۔۔ناعمہ پاشا انہی قدموں سے واپس مڑیں اور ان مانوس در و دیوار کو حسرت سے دیکھتیں باہر نکلتی چلی گئیں۔۔۔وہ تو اپنی جھونک میں گیٹ پار کر گئیں مگر یہ نا دیکھ سکیں کہ باہر برآمدے کے پلر کی آڑ میں کھڑا عقیل مغل کا لاغر وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔۔۔بے یقینی اور استعجاب نے ان کا رہا سہا خون نچوڑ لیا تھا۔۔۔انہیں اپنی نظر پر دھوکے کا گمان ہوا تھا۔۔۔ناعمہ ان کے سامنے سے گزر کر گئی تھیں۔۔۔وہ ناعمہ، جوان کی پہلی اور آخری محبت تھی اور جسے وہ ماضی میں ہوئی ایک چھوٹی سی غلط فہمی کی بنا پر ہمیشہ کے لیے کھو چکے تھے۔۔۔وہ جن قدموں سے آئے تھے انہی سے واپس پلٹ گئے۔۔۔دھوئیں کے مرغولوں میں آج تک ڈوب کر جسے بھلائے رکھا تھا، دوبارہ وہی کثیف ذائقہ ہی انہیں اس عذاب سے نکالے گا جو ناعمہ پاشا کو اتنے سالوں بعد دیکھ لینے کی صورت میں ان پر اترا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل۔پاشا نے کوٹھی کے بیسمنٹ میں جم بنوا رکھا تھا۔۔۔سالک اکثر فارغ اوقات میں وہاں بھی پایا جاتا تھا۔۔۔اپنے بچوں سے مل کر آنے کے بعد ناعمہ پاشا کی حالت خاصی مخدوش تھی۔۔۔اس کے باوجود وہ ملازم سے سالک کا پوچھتیں وہیں جم میں چلی آئیں تھیں، جہاں وہ ویسٹ اور ٹراؤزر پہنے ایکسرسائز کر رہا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ آ کر معدوم ہوئی۔۔۔سالک پاشا کی خوبصورتی اور وجاہت کو دیکھ کر انہیں بھی ہمیشہ ویسا ہی فخر محسوس ہوتا تھا جیسا کسی بھی ماں کو اپنی سگی اولاد دیکھ کر ہوتا ہے۔۔۔بلیک ویسٹ میں سالک پاشا کے چمکتے ہوئے سفید کسرتی بازو بے حد بھلے لگ رہے تھے۔۔۔چہرہ کسرت کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔۔۔وہ چلتی ہوئیں قریب آئیں تو سالک انہیں دیکھ کر رک گیا۔۔۔دونوں کے تعلقات میں موجود سدا کی ٹھہری سرد مہری پگھل رہی تھی۔۔۔اس معاملے میں سالک نے تھوڑا خود غرضی سے کام لیا تھا۔۔۔اس رات ناعمہ پاشا جب اس کے کمرے میں آئیں تھیں تو وہ پہلے تو عادت کے مطابق بیزار ہوا تھا اور اپنے تاثرات وہ ناعمہ پاشا کے حوالے سے کبھی نہیں چھپاتا

تھا۔۔مگر اس کے بعد جو کچھ اس نے ان کے منہ سے سنا، ان باتوں نے اس کے تاثرات کو یکسر جامد کر دیا تھا۔۔۔بدترین خدشات میں بھی کہیں یہ چیز اس کے ذہن میں نہیں تھی کہ جس لڑکی کو وہ اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے ہر حد پر جا چکا تھا (اس کی نظر میں عادل پاشا سے ٹکرانا آخری حد تھی) اور آگے بھی وہ کسی رکاوٹ کو ملحوظ خاطر لانے والا نہیں تھا، وہ لڑکی ناعمہ پاشا کی سگی بیٹی ہو گی۔۔۔اس لمحے اسے ادراک ہوا کہ ماحور کے چہرے پر ناعمہ پاشا کی بے حد شباہت پائی جاتی تھی۔۔۔وہ بہت دلگرفتہ سا ان کا چہرہ دیکھتا رہا۔۔۔اسے یقین تھا کہ وہ اسے ماحور کا خیال ترک کر دینے کا مشورہ دینے آئی ہیں۔۔۔اور ظاہر ہے انہیں اس سے ہمدردی ہوتی بھی تو کیوں۔۔۔اتنے سالوں میں آج تک اس نے انہیں ماں تو دور کی بات کبھی گھر کا فرد بھی نہیں جانا تھا۔۔۔ان کے آپسی تعلقات کون سا خوشگوار رہے تھے جو وہ اس کا لحاظ کرتیں۔۔۔اب تو اصل موقع ان کے ہاتھ آیا تھا سالک پاشا کو چاروں شانے چت کرنے کا۔۔۔ماحور ان کی بیٹی تھی۔۔۔عادل پاشا اس رشتے کے شدید مخالف۔۔۔اایسے میں ان کے پاس بھرپور چانس تھا کہ وہ اس سے ہر برے سلوک اور رویے کا بدلہ لے سکیں۔۔۔سالک پاشا کو احساس ہو گیا تھا کہ اس معاملے میں اگر ناعمہ پاشا اس کی حریف ثابت ہوئیں تو ماحور سے اس کی شادی ہونا ناممکن تھا۔۔۔مگر شومئی قسمت اس کے برعکس ہوا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے اپنے دکھ اس کے آگے کھول کر رکھ دیے۔۔۔اس رات پہلی بار ناعمہ پاشا نے اسے اپنی مجبوریاں بیان کی تھیں۔۔۔اپنے تئیں ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ دانستہ اس کی ماں کی جگہ پر ہرگز نہیں آئیں۔۔۔اس دن کے بعد سے سالک پاشا کا دل نرم ہوا یا نہیں مگر اس کا رویہ ضرور نرم ہو گیا۔۔۔ناعمہ پاشا، عادل پاشا کی دھمکی کو لے کر سخت پریشان تھیں۔۔۔ماحور کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچتا، یہ انہیں گوارا نہیں تھا۔۔۔وہ تو پہلے ہی خود کو اپنے بچوں کا مجرم گردانتی تھیں۔۔۔ایسے میں اگر عادل پاشا بھی ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے تو زمین ان پر تنگ ہو کر رہ جاتی۔۔۔اور اسی بات سے وہ انہیں روکنا چاہتی تھیں۔۔۔وہ سالک کے پاس مدد کے لیے آئی تھیں۔۔۔انہیں اس کی خواہش جان کر خوشی ہوئی تھی۔۔۔اگر ماحور ان کے گھر بہو بن کر آجاتی تو بھلا اس سے بڑھ کر ان کے لیے کیا تھا مگر عادل پاشا کا کروفر آڑے آ چکا تھا۔۔۔اس رات ناعمہ پاشا نے سالک کو اپنے تمام خدشات کہہ سنائے تھے۔۔۔انہوں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ کسی بھی طرح عادل پاشا کو اس رشتے کے لیے رضامند کرے ورنہ ماحور کا خیال دل سے نکال دے۔۔۔سالک پاشا، ماحور سے کسی طور دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوا تھا۔۔۔اس رات ناعمہ پاشا اور اس کے درمیان ڈیل ہوئی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا نے سالک سے سودا کیا تھا۔۔۔ایک بہترین رہائش خرید کر دینے کا، جہاں ان کے بچے رہیں گے۔۔۔تاکہ عادل پاشا جب اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر جائیں تو سب کچھ ان کے شایان شان ہو۔۔۔اس کے لیے طے پایا تھا

کہ وہ جلد از جلد اپنے بچوں سے ملنے جائیں گی اور سالوں کی دوری پاٹ کر آن کے آن ان کی حالات سدھارنے کی کوشش کریں گی۔۔۔دوسری جانب سالک بے حد سبھاؤ سے باپ کو رام کرے گا۔۔۔وہ دونوں بے حد مطمئین تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کو لگا کہ اب ان کی ترسی ہوئی ممتا کی حسرتیں پوری ہونے کا وقت آپہنچا اور سالک پاشا کی نظر میں عادل پاشا کی ناراضی وقتی ابال تھی۔۔۔جب وہ کراچی سے واپس آئیں گے تو وہ انہیں منالے گا۔۔۔مگر ناعمہ پاشا باوجود کوشش کے اور سالک کے مسلسل اصرار کے عادل پاشا کی واپسی سے پہلے اپنے بچوں سے ملنے کی ہمت مجتمع نا کر پائیں۔۔۔اور آج جب گئیں بھی تو ناکام و نامراد واپس لوٹ آئیں تھیں۔۔۔!

" نو۔۔۔نو وے۔۔۔ہرگز نہیں۔۔۔آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔۔۔آپ بھی ابی کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور اب یہ ساری کہانی مجھے ماحور سے متنفر کرنے کے لیے سنا رہی ہیں۔۔۔!"

ناعمہ پاشا نے سالک سے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔۔۔اسے اپنے بچوں کا دل شکن رویہ بتایا تھا، جسے سنتے ہی وہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔۔۔وہ جواباً ان پر چلا اٹھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے بمشکل اپنے جھنجھلاتے اعصاب کو تھپکا۔۔۔

" اس وقت میں اتنی توڑ پھوڑ کا شکار ہوں کہ آپ جو بھی کہو گے میرے لیے اتنا کاری ہرگز نا ہوگا جتنا تکلیف دہ میرے بچوں کا مجھ سے منہ پھیر لینا۔۔۔!"

سالک پاشا کو اپنے جملے کی سختی کا احساس ہوا تو ذرا دھیما پڑتے ہوئے بولا۔۔۔

" آپ نے کہا تھا آپ منالیں گی۔۔۔ابی واپس آچکے۔۔۔میں آج کل میں ان سے دوٹوک بات کر لیتا مگر میں چاہتا تھا کہ پہلے ماحور اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ اس نئے گھر میں شفٹ ہو جائے جس کے لیے میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔۔۔میں نے اسی ایریا میں شاندار بنگلہ خریدا ہے۔۔۔میں چاہتا تھا کہ آپ کے بچے آپ کے قریب آجائیں۔۔۔مجھے اندازہ نہیں تھا حالات اس قدر دشوار گزار ہو جائیں گے۔۔۔!"

" میں تو بڑی خوشی اور رمان کے ساتھ گئی تھی اپنے بچوں سے ملنے۔۔۔وہاں جا کر پتا چلا کہ وہ اب میرے بچے رہے ہی نہیں۔۔۔میں اپنی صفائی میں انہیں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکی۔۔۔!" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولیں۔۔۔سالک کو کسی بات سے غرض نہیں تھی سوائے ماحور کے۔۔۔اس لیے ان کی کیفیت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ دبے دبے جوش میں بولا۔۔۔

" پہلے میرا خیال تھا کہ ابی کو منانا ہر حال میں ضروری ہوگا مگر اب مجھے ایسا نہیں لگتا۔۔۔وہ نا مانے تب بھی مجھے فرق نہیں پڑتا کیونکہ ماحور میرے ساتھ ہے۔۔۔!"

"کیا۔۔؟" ناعمہ پاشا کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔۔" میں سمجھی نہیں۔۔۔ماحور کیسے آپ کے ساتھ ہے۔۔۔اسے معلوم ہے کہ آپ عادل پاشا کے بیٹے ہو۔۔۔میرا مطلب ہے کہ میرے سوتیلے بیٹے ہو۔۔۔!" جتنی دقت انہیں ایسا کہنے میں ہوئی تھی اس سے کہیں زیادہ مشکل سالک پاشا کو یہ الفاظ ہضم کرنے میں ہوئی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا کو یاد تھا کہ ابرش کے گھر ماحور ان سب کو ساتھ دیکھ چکی ہے۔۔۔

"میرا ماحور سے رابطہ ہے۔۔۔ہم دونوں کے درمیان واٹس ایپ پر چیٹ ہوتی ہے۔۔۔وہ میری چاہت سے واقف ہے اور میں اس کے حال دل سے۔۔۔!" سالک دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" ناعمہ پاشا کے ماتھے پر استعجابیہ بل پڑ گئے۔۔۔" آپ دونوں نے ایک دوسرے سے بات نہیں کی۔۔۔؟ محض میسجز سے ہی ایک دوسرے کا حال دل جان لیا۔۔؟" یہ بات ان کے لیے ماننا آسان نہیں تھا۔۔۔

"میں نے بہت دفع کال کی ہے مگر وہ پک نہیں کرتی۔۔۔ہر بار کاٹ دیتی ہے۔۔۔مجھے اندازہ ہے کہ وہ جھجک کا شکار ہے۔۔۔اس لیے اب میں یہ فاصلے تھرو پراپر چینل مٹانا چاہتا ہوں۔۔۔بس اسے اپنانا چاہتا ہوں۔۔۔اور اس لیے اب مجھے اس سے خود ہی بات کرنی پڑے گی۔۔۔اگر ابی ناراض ہوئے تو میں ماحور کے ساتھ اس نئے بنگلے میں شفٹ ہو جاؤں گا!"

وہ کہہ کر دوبارہ سے ٹریڈمل پر کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔اس کی رننگ سپیڈ جوں جوں بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا کا بلڈ پریشر بھی بڑھتا جا رہا تھا۔۔۔سالک پاشا کسی بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا۔۔۔ان کا یقین کہتا تھا کہ ماحور کبھی بھی سالک کے ساتھ چیٹ کر ہی نہیں سکتی۔۔۔خاص طور پر تب، جبکہ وہ جانتی تھی کہ سالک پاشا ان کا سوتیلا بیٹا ہے۔۔۔اس کی آنکھوں میں جو نفرت وہ دیکھ کر آئی تھیں، اس میں کھوٹ نہیں تھا۔۔۔وہ اتنی خالص تھی کہ ناعمہ پاشا سے جڑا ہر فرد اس کی نظر میں سزا کا مستحق ٹھہرتا، کجا کہ وہ کسی سے بھی تعلق یا واسطہ رکھتی۔۔۔کوئی گھمبیر صورتحال درپیش آنے والی تھی۔۔۔ان کی چھٹی حس بیدار ہو کر انہیں تنبیہہ کر رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

آج ورک لوڈ کافی زیادہ تھا۔۔۔منصور راٹھور طبیعت کی خرابی کی بنا پر آفس نہیں آ پائے تھے، اس لیے ابرش کو انہوں نے ذمہ داری سے کام کرنے کی تنبیہہ کی تھی۔۔۔وہ دونوں صبح سے انہی کے آفس میں بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔ابرش ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بھی بیٹھ سکتی تھی کیونکہ اسے ماحور کی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا۔۔۔اتنے عرصے میں اس کی محنت اور لگن کے تو منصور راٹھور بھی قائل ہو گئے تھے۔۔۔ماحور ذہنی پراگندی کا شکار ہونے کے باوجود پورے انہماک سے کام میں مصروف تھی۔۔۔ابرش کو اندازہ ہو گیا تھا

کہ آج اس کا موڈ کچھ اچھا نہیں پھر بھی اسے چھیڑے بغیر نہیں رہ پائی تھی۔۔۔

"ماہی۔۔۔ ہشش۔۔۔ ہشش۔!" اس نے ماحور کو متوجہ کرنے کی کوشش کی۔۔۔ ماحور نے ایک نظر پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اور واپس فائل میں منہ گھسا لیا۔۔۔

"بس بہت ہو گئی۔۔۔ میں یہ دنیا چھوڑ دوں گی۔۔۔ کیا فائدہ اس دنیا میں رہنے کا جب میری شادی بھی نہیں ہونی۔۔۔ تم جیسی دوست نے بات کرنے کی زحمت بھی گوارا نہی کرنی۔۔۔ پاپا نے بھی چھٹی کر کے گھر بیٹھ جانا ہے۔۔۔ تو نہیں رہنا مجھے زندہ۔۔۔!" ابرش نے بازو پیشانی پر ٹکاتے ہوئے کہا۔۔۔

" کب مرنا ہے۔۔۔؟" ماحور کا جواب خاصا نپا تلا تھا۔۔۔

"ہاں ہاں مار دو ظالم۔۔۔ مار دو۔۔۔ سب مار دو۔۔۔ مرنے کی بات کی تو کیسے پٹ سے پوچھا، کب مرنا ہے۔۔۔؟ مجال ہے کہ شادی کی بات کرنے پر کوئی یہ پوچھے" کب کرنی ہے؟"۔۔۔!"

""ہاں تو کر لو نا یار۔۔۔ کون منع کرتا ہے۔۔۔ کہو نا اپنے پرنس چارمنگ کو۔۔۔ جس کے ساتھ ابھی تک بات کرنے کی تو تمہاری جرات نہیں ہوئی۔۔۔ شادی کیا خاک کرو گی۔۔۔!"

"شادی کا کیا ہے ماہی۔۔۔ وہ تو ایک الگ فیکٹر ہے۔۔۔" ابرش کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولی" بس میرے اندر ہمت ہی نہیں پیدا ہو پائی کہ میں اس کی کال اٹینڈ کروں۔۔۔ ایک آدھ بار اس نے کال کی ہے مگر میں نے کاٹ دی۔۔۔ اس کے بعد چیٹ سے ہی کام چل رہا ہے۔۔۔!"

"تو کب تک چلے گا۔۔۔؟ اسے کہو نا رشتہ بھیجے۔۔۔ دیر کیوں کر رہا ہے۔۔۔ لگتا تو خاصا مدبر ہے۔۔۔!" ماحور نے سر جھٹکتے ہوئے کہا تو اسی اثنا میں ابرش کے سیل پر بیپ ہوئی۔۔۔

"لو ٹپک پڑا میسج۔۔۔!" ماحور نے اس کے سیل فون کو دیکھتے ہوئے طنز کیا۔۔۔ ابرش نے وفور شوق سے میسج اوپن کیا تو اگلے ہی پل اس کی رنگت متغیر ہوئی۔۔۔

" ماہی۔۔۔ ماہی۔۔۔ اس نے لکھا ہے۔۔" میں اب فائنل اسٹیپ لینا چاہتا ہوں۔۔۔ بہتر ہے کہ ہم ایک ملاقات کر لیں۔۔۔ مجھے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔۔۔ دن اور وقت آپ طے کریں۔۔۔!"

ماحور فوراً سب کام چھوڑ کر اس کے فون پر جھک گئی۔۔۔ واقعی میسج میں یہی لکھا تھا ورنہ ایک پل کو اسے لگا تھا ابرش بونگی

مار رہی ہے۔۔۔وہ اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔

"میں کیا بتاؤں۔۔۔!" ماحور نے اس کی نگاہوں کا مفہوم بھانپتے ہوئے کہا۔۔"سوچ لو۔۔۔اگر مناسب لگے تو مل لو۔۔۔ورنہ میسج کر دو کہ میں اپنی"امی" نہیں ہوں لہٰذا فائنل اسٹیپ کے لیے آپ کو میرے گھر والوں سے رابطہ کرنا ہوگا۔۔۔!"

ابرش کو ہنسی آ گئی۔۔۔دل جھوم جھوم جا رہا تھا۔۔۔ساری کائینات رقص کرتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔وہ مسحور ہوتی ہوئی بولی۔۔۔

"یہ موقع مجھے دوبارہ نہیں ملنا ماہی۔۔۔لیکن سالک کا سامنا کرنے کی بھی مجھ میں ہمت نہیں۔۔۔میرے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھیگ سی جاتی ہیں یہ سوچ کر کہ وہ اور میں جب آمنے سامنے ہوں گے تو کیا ہوگا۔۔۔!"

"تو پھر تم مل لو نا۔۔۔تاکہ تمہیں جو ہونا ہے ایک ہی بار ہو جائے۔۔۔!" ماحور نے اسے ہنستے ہوئے چھیڑا۔۔۔

"نا کرو۔۔۔تمہیں کیا پتا کہ اس کے سامنے آنا کس قدر دشوار ہے کجا کہ اس سے دوبدو بات چیت کرنا۔۔۔اس کی شخصیت میں سحر ہے ماہی۔۔۔جو سامنے والے کو بے بس کر کے رکھ دیتا ہے۔۔۔سالک پاشا وہ عامل ہے جو محبت کا عمل پڑھ کر خود بے نیاز ہو کر بیٹھ رہا ہے۔۔۔!"

"کبھی آنٹی کے سامنے اتنی زبان چلائی ہے۔۔۔؟" ماحور نے سارا فسوں اڑا کر رکھ دیا۔۔ابرش نے غصے میں فائل اٹھائی اور رکھ کر اس کے بازو پر ماری۔۔۔ماحور نے جواباً مصنوعی چلا کر احتجاج ریکارڈ کرایا۔۔۔

"تم سکون سے گھر جاؤ۔۔۔اور آرام سے سوچو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔۔۔اگر ملنا چاہتی ہو تو مل لو ورنہ اسے کہو کہ وہ اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیجے۔۔۔!" والدین کے ذکر پر ناعمہ پاشا کا تصور اس کے ذہن کے پردے پر لہرایا تو جیسے اذیت دوبارہ جاگ اٹھی۔۔۔کتنی مشکل صورتحال سے دوچار ہو گئے تھے وہ تمام بہن بھائی۔۔۔ناعمہ پاشا ان کی زندگی کی کتاب کا ایسا باب تھیں جسے لازمی ہونے کے باوجود وہ نہیں پڑھنا چاہتے تھے۔۔۔اس باب کی ہر عبارت ان کے لیے تکلیف دہ تھی۔۔۔وہ خاموشی سے واپس کام میں منہمک ہو گئی۔۔۔ابرش مدھم سی مسکراہٹ لیے موبائل ہاتھ میں تھامے مسلسل ٹائپنگ کر رہی تھی۔۔۔ماحور نے جھکے سر کے ساتھ نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور دل سے اس کی خوشیاں کے دائمی ہونے کی دعا کی۔۔۔نا جانے کبھی کبھار اسے ایسا کیوں لگتا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان کچھ تھا جو ادھورا تھا۔۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تو تھے مگر ماحور کو کوئی بات مسلسل چٹکی بھرتی تھی۔۔۔وہ کیا تھی، وہ کچھ اندازہ نہیں کر پاتی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

آفس سے فری ہونے کے بعد ماحور، مومن کا ویٹ کر رہی تھی۔۔۔اس نے کہا تھا کہ واپسی پر وہ اسے پک کرے گا۔۔۔ورنہ ابرش اب اکثر اسے ڈراپ کر دیتی تھی لیکن آج اس نے اسے منع کر دیا تھا اور اب مومن کا ویٹ کرتی وہ سکون سے درخت کے نیچے کھڑی تھی۔۔۔اسے بمشکل پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے جب مومن کی ریڈ کلٹس اس کے سامنے آ کر رکی۔۔۔ماحور بڑے استحقاق کے ساتھ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر آ بیٹھی۔۔۔

"کیسی ہو۔۔۔؟" وہ کل سے اب تک اس کے لیے خاصا پریشان رہا تھا اس لیے پہلا سوال یہی کیا۔۔۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔" وہ ایک طویل سانس چھوڑتی ہوئی بولی۔۔۔" اس کے علاوہ کوئی حل بھی نہیں تھا مومن۔۔۔حادثات جب روپ بدل بدل کر سامنے آتے ہوں، ان کا سوگ نہیں کیا جاتا۔۔۔ان کا عادی ہوا جاتا ہے۔۔۔!"

"سب ٹھیک ہو جائے گا ماہی۔۔۔یقین کرو۔۔۔!" وہ اسے نرم نگاہی سے دیکھتا بہت اپنا اپنا لگا۔۔۔ماحور کھل کر مسکرائی ہر مشکل، ہر پریشانی میں مومن کا تصور ہی اس کی ڈھارس بندھا دیتا تھا اور جب تک سامنے وہ موجود ہوتا تو ہر دکھ، پریشانی محو ہو جاتی۔۔۔مومن اب سیدھ میں دیکھتا گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔وہ بلیک شرٹ پر گرے جیکٹ پہنے ہوئے تھا اور حسبِ معمول کہنیوں سے ذرا نیچے تک بازو اوپر چڑھائے ہوئے تھے۔۔۔اس کے بالوں سے بھرے مضبوط بازو اور اسٹیئرنگ وہیل پر دھرے چوڑی ہتھیلیوں والے ہاتھ ماحور کے دل میں ہلچل مچا گئے۔۔۔ہر بار یہ شخص مہربان بن کر اس کے لیے موجود ہوتا تھا۔۔۔کہیں بھی، کبھی بھی کیسی بھی مشکل آ پڑتی تھی تو جیسے مومن تراب کو الہام ہو جاتا تھا اور وہ اسے حصار میں لے لیتا تھا۔۔۔ماحور نے نگاہ اس کے چہرے کی طرف کی۔۔۔ذرا غور سے دیکھنے پر اس کے بائیں گال پر ایک چھوٹا سا تل نمایاں ہوتا تھا۔۔۔اس کی لمبی پلکیں، سیاہ آنکھوں پر شان سے سایہ فگن تھیں۔۔۔کھڑی ناک کی ہڈی درمیان سے معمولی سی ابھری ہوئی تھی۔۔۔مومن جب بھی کسی چیز کو دھیان سے سن رہا ہوتا یا کر رہا ہوتا تو اپنے ہونٹوں کو لاشعوری طور پر گول کر لیتا تھا۔۔۔اس وقت بھی اس طرح سے ڈرائیو کرتا وہ بہت معصوم سا لگا۔۔۔ماحور کو ہنسی آ گئی۔۔۔مومن اور معصوم۔۔۔!

"تم یقیناً مجھے اچھی طرح حفظ کر چکی ہو گی۔۔۔اور اب تم سوچ رہی ہو گی کہ اچھا ہوا میں تم سے پٹ گیا ورنہ اتنا خوبصورت لڑکا تو دنوں میں لے اڑتا کوئی۔۔۔!" مومن نے اس کا ارتکاز محسوس کر لیا تھا۔۔۔اور اب وہ اس سے مخاطب تھا

"میں یہ سوچ رہی تھی کہ اچھا ہی ہوا کہ تمہیں میں مل گئی ورنہ نا جانے کس بیچاری کے نصیب پھوٹنے تھے۔۔۔اب یہ تمہاری قسمت کہ دنیا میں ہی تمہیں حور میسر آ گئی۔۔۔!"

وہ بھی کب حساب بے باق کیسے بنا رہتی تھی۔۔۔اس کی بات سن کر مومن یکدم سنجیدہ ہوا اور پُر حدت لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

" مجھے مرنے کے بعد بھی تمہارا ساتھ چاہئے ماہی۔۔۔مجھے دنیا میں ایک لمبی عمر جینی ہے تمہارے ساتھ اور میں دائمی دنیا میں بھی تمہاری ہمراہی چاہتا ہوں۔۔۔میرا بس چلے تو میں تمہارے سنگ بیتے ہر پل کو اپنی سانسوں میں بسا لوں۔۔۔جب جب دھڑکنیں چلیں تب تب تمہارا خیال میری رگوں میں خون بن کر دوڑے۔۔۔!"

ماحور کی سانسیں جیسے تھم گئیں۔۔۔سارا لہو چہرے میں سمٹ آیا۔۔۔اس کے لیے مومن سے نظر ملانا محال ہوا تو جھینپ مٹانے کی غرض سے بولی۔۔۔مگر آواز میں لرزش صاف محسوس ہوئی۔۔۔

"تمہیں کبھی رومانس کرنا نہیں آئے گا مومن تراب۔۔۔!"

" جھوٹ نہیں بولو ماہی۔۔۔مجھے رومانس کرنا آ گیا ہے۔۔۔اگر ایسا نا ہوتا تو تمہارے ہاتھ کپکپا نا رہے ہوتے نا ہی اس خنک موسم میں تمہاری پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمک رہی ہوتیں۔۔۔!"

" منہ بند کرو۔۔۔میرا بی پی صبح سے لو ہے۔۔۔!" وہ چمک کر بولی۔

"اچھا۔۔۔سچی میں۔۔۔آؤ پھر ذرا اسے نارمل کرتے ہیں۔۔۔!" وہ ایک ریسٹورنٹ کے آگے گاڑی پارک کرتے ہوئے بولا۔۔۔

" ارے۔۔۔یہ کہاں لے آئے ہو۔۔۔مومن مجھے پہلے ہی کافی دیر ہو گئی۔۔۔اب زلیخا دادی کو دیر سے آنے کا جواز دینا ہوتا ہے۔۔۔!"

" چلو تو۔۔۔زیادہ وقت نہیں لگے گا۔۔۔یہاں لانے کا میرے پاس بھی بڑا خوبصورت جواز ہے۔۔۔!"

ماحور کا دل ایک بار پھر بے قابو ہوا۔۔۔وہ گاڑی سے اتری اور اس کی معیت میں ریسٹورنٹ کے اندر داخل ہوئی۔۔۔مومن اسے سیدھے ریزروڈ ٹیبل کی جانب لے گیا۔۔۔وہ حیرت میں گھری ارد گرد نظر ڈالتی بیٹھ گئی تھی۔۔۔مدھم روشنیاں۔۔۔ہلکی سرگوشیاں۔۔۔فسوں خیز ماحول۔۔۔سامنے بیٹھے مومن تراب کی گہری نگاہیں۔۔۔اور ان نگاہوں میں چھپا گہرا مفہوم۔۔۔سب کچھ ہوش گم کیسے دے رہا تھا۔۔۔ماحور نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ مومن جے سامنے اس طرح سے پزل سی بیٹھی ہو گی۔۔۔منہ میں گھنگنیاں ڈالے۔۔۔!

مومن تراب نے پہلے سے ہی ہر شے کا آرڈر کر رکھا تھا جبھی ویٹر ایک ٹرالی میں شاندار سا کیک اور لنچ کے لوازمات رکھے حاضر ہوا اور ہر شے سلیقے سے ٹیبل پر لگا دی۔۔۔ماحور دم بخود سی بیٹھی آنے والی گھڑیوں کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔۔۔مومن

اسے موم بتی کی لو کے پار سے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا کر ان پر اپنی ٹھوری جما کر چھیڑتی نگاہوں سے دیکھے گیا۔۔۔ماحور کے گالوں کی پل پل دہکتی ہوئی رنگت اسے لطف دے رہی تھی۔۔۔اس کا ہر روپ دلنشین تھا۔۔۔وہ خوبصورت تھی اور بلا کی تھی۔۔۔فیروزی رنگ کا اسٹول سر کے گرد لپیٹے،قندھاری گال لیے ماحور کی آنکھیں اس وقت بلکل اس کے اسٹول کے ہمرنگ دکھائی دے رہی تھیں۔۔۔وہ مومن کی مسلسل نظربازی سے خائف ہوتی ہوئی بولی۔۔۔

"اب کیا۔۔؟" وہ اسے استفہامیہ ڈپٹتے ہوئے بولی۔۔" یوں ہی مجھے دیکھتے رہے تو میں اٹھ کر چلی جاؤں گی مومن۔۔۔کوئی شرم ہوتی ہے۔۔۔کوئی حیا ہوتی ہے۔۔۔!"

"ہاں ہوتی ہیں۔۔۔میرے ساتھ آ رہی تھیں دونوں۔۔۔میں زبردستی شاویز کو پکڑا آیا۔۔۔!" مومن کے برجستہ کہنے پر وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی۔۔۔

" آپ بتانا پسند کریں گے مومن تراب صاحب کہ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔۔۔؟اور اس سب کا مقصد کیا ہے۔۔۔؟" اس نے ٹیبل۔پر سجے لوازمات کی اور اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"اپنا ہاتھ دو۔۔۔!" مومن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اسے کہا۔۔۔

"کیا مطلب ہے۔۔۔گھر آ کر مانگو نا۔۔۔ایسے تھوڑی نا ہوتا ہے۔۔۔!" وہ بوکھلائی۔۔۔

" ماہی اپنا ہاتھ دو۔۔۔!" اب کہ وہ ڈپٹتے ہوئے بولا تو ماحور نے جھجھک کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔۔۔مومن نے سائیڈ پاکٹ میں سے ایک ڈبیا نکالی۔۔۔اسے کھول۔کر اس میں موجود رنگ باہر نکالنی چاہی مگر وہ اٹکی ہوئی تھی۔۔۔ایک ہاتھ میں ماحور کا ہاتھ تھا اور دوسرے سے وہ مسلسل انگوٹھی باہر کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

"کہا تھا اس شاویز کے بچے کو کہ ڈبیا رہنے دے مگر نہیں۔۔۔اس نے لگتا ہے جمسا ڈال کر انگوٹھی چپکا دی ہے۔۔۔" وہ کوفت سے بڑبڑا رہا تھا۔۔۔

" مومن میرا ہاتھ چھوڑو اور اطمینان سے رنگ نکال لو۔۔۔!" ماحور نے دھڑکتے دل کو قابو کرتے ہوئے متانت سے کہا۔۔۔

" مومن تراب ایک بار جو ہاتھ تھام لیتا ہے اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتا۔۔۔!" مومن کے بوسیدہ ڈائلاگ پر ماحور نے بایاں ابرو اچکاتے ہوئے اسے دیکھا۔۔" ہیں سچی میں۔۔۔!"..اور پھر اپنا دوسرا ہاتھ آگے بڑھایا اور انگوٹھی نکال کر مومن کو تھمائی۔۔۔

"اوہ۔۔۔اصل میں کچھ کام ہوتے ہی لیڈیز کے کرنے کے ہیں۔۔۔!" مومن نے شوق سے انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا تو ماحور کو ہنسی آ گئی۔۔۔

" اب گر کہو تو میں خود کو خود ہی پہنا لوں کیا۔۔۔؟"

"اب ہر کام تو تمہارے کرنے کا نہیں ہے ماہی۔۔۔رنگ مجھے ہی پہنانی ہے۔۔۔بارات مجھے ہی لانی ہے۔۔۔گھونگٹ مجھے ہی اٹھانا ہے۔۔۔رونمائی مجھے ہی دینی ہے۔۔۔اور۔۔۔"

بس مومن۔۔۔بس۔۔۔تم یہ رنگ پہنانے والے تھے غالباً۔۔۔!" ماحور نے فوراً اس کی زبان کے آگے بند باندھا تھا۔۔۔مومن نے اس کے تاثرات کا مزہ لیا اور اس کا ہاتھ دوبارہ اپنے ہاتھ میں ایڈجسٹ کرتے ہوئے وہ انگوٹھی اس کی نازک سی انگلی میں ڈال دی۔۔۔

" آج سے میں نے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے نام کیا ماہی۔۔۔اب سے تم اپنے گھر میں مہمان ہو۔۔۔میری امانت ہو۔۔۔میں تمہیں اپنے جیون کے ساتھ نتھی کر رہا ہوں ماہی۔۔۔تمہیں ڈھیروں خوشیاں دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔۔۔تمہیں ہر دکھ تکلیف سے بساط سے بڑھ کر بچائے رکھنے کا پیمان نبھاؤں گا میں۔۔۔!"

اردگرد کا ہر منظر تحلیل ہو گیا تھا گویا۔۔۔اتنا خوش کن ،اتنا مکمل تھا یہ سب کہ ماحور کو لگا زندگی بس یہی ہے۔۔۔یہیں ہے۔۔۔اسی پل ہے۔۔۔!

اس کی دھڑکنوں نے اس قدر شور مچا رکھا تھا ،اسے دبانے کی غرض سے وہ شرارتاً بولی۔۔۔

"تمہیں کبھی رومانس کرنا نہیں آئے گا مومن تراب۔۔۔!"

مومن نے نرمی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر تاسف سے کہا۔۔۔

" سچ کہتی ہو۔۔۔میرا پکا ارادہ تھا کہ میں تمہیں کسی ڈھابے پر لے کر جاتا اور یہ رنگ چکن بریانی کے ڈبے میں ڈال کر دیتا۔۔۔اب تک اس طریقے سے شائد ہی کسی نے انگوٹھی دی ہوتی۔۔۔چچچچ۔۔۔!افسوس لگا دیا تم نے۔۔۔!"

"تم۔۔۔تم انتہائی فضول انسان ہو۔۔۔!" ماحور کو ایسے جواب کی بھلا کہاں توقع تھی مگر مومن تراب کچھ بھی کہہ سکتا تھا اور کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔۔"تمہاری باتیں بھی تمہاری طرح ہی بکواس ہیں۔۔۔تم سے شادی کرنے سے اچھا ہے کہ میں ساری عمر کنواری رہ کر مرجاؤں۔۔۔!"

مومن نے تیزی سے بائیں ہاتھ سے اس کا ہاتھ دوبارہ جکڑا۔۔اور اپنے ہونٹوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔دوسرے ہاتھ سے کیک کاٹا اور اس کا ٹکڑا بڑی محبت کے ساتھ اس کے منہ کی طرف بڑھایا۔۔ماحور اس کی لو دیتی نظروں کے حصار میں جکڑی گئی تھی۔۔میکانکی انداز میں اس نے وہ چھوٹا سا ٹکڑا اس کے ہاتھ سے اپنے منہ میں ڈال لیا۔۔اس کے بعد دونوں کے بیچ محض خاموشی باتیں کرنے لگی۔۔مومن اسے جس چاہت اور عقیدت سے تکے جا رہا تھا،اس جذبے نے ماحور کا اپنا آپ اس کی نظر میں معتبر کر دیا۔۔وہ زندگی میں پہلی بار اتنی شدت سے چاہی گئی تھی۔۔اسے پہلی بار کسی نے دل کی مسند پر بٹھایا تھا۔۔اس کا وجود کٹھنائیوں کے سانچے میں ڈھل کر جوان ہوا تھا اور مومن اب اس کے قالب کو اپنی محبت کے سانچے میں ڈھال چکا تھا۔۔وہ مکرم ہو گئی تھی۔۔!

کتنی ہی چھوٹی چھوٹی مستقبل کی خوش آئیند باتوں کے درمیان ہلکا پھلکا لنچ کرنے کے بعد وہ دونوں ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے تھے۔۔۔

گاڑی کے دروازے کا لاک کھولتے ہوئے وہ بولا۔۔۔

" دادا کا بائی پاس آپریشن ہونے والا ہے ماہی۔۔۔جیسے ہی وہ ریکور ہوں گے،انشاءاللہ باقاعدہ تمہارے گھر آ کر شادی کی تاریخ فکس کریں گے۔۔۔یہ منگنی شنگنی کے چکر میں انہوں نے نہیں پڑنا تھا،اس لیے یہ شوق میں نے خود پورا کر لیا۔۔دادی کے زیورات میں سے نکال کر دی دادا نے مجھے یہ رنگ۔۔۔!" وہ بچوں سے فخر سے اسے بتا رہا تھا۔۔مدھم سی مسکراہٹ لیے اس نے سنا اور بولی۔۔۔

" مومن۔۔۔وہ سب تو ٹھیک ہے۔۔۔لیکن میرے بہن بھائی مومن۔۔۔ان سب کو میں کس کے آسرے پر چھوڑ کر شادی کر سکتی ہوں۔۔۔؟ میں نوکری نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔میری تنخواہ سے گھر چلتا ہے مومن۔۔۔!!" اس کے خدشات پر مومن مسکراتا ہوا رسان سے بولا۔۔۔

" شادی کے بعد ہم دونوں کی تنخواہ سے ہم دونوں کے گھر چلیں گے ماہی۔۔۔میری دادا سے اس سلسلے میں بات ہو چکی ہے۔۔۔انہیں کوئی اعتراض نہیں۔۔۔جب تک سیف کسی قابل نہیں ہو جاتا،تم جاب جاری رکھو اور اپنی پے سے گھر چلاتی رہنا۔۔بلکہ میں بھی کنٹریبیوٹ کروں گا۔۔اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ میری تنخواہ پر ہم دونوں کی فیملیز سروائیو کر سکیں۔۔۔۔۔!"

بے ساختہ ماحور کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں۔۔۔اتنی شدت اور ایسی چاہت کا اس نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا۔۔وہ

مومن کے لیے خاص تھی، یہ بات اسے معلوم تھی مگر اس کے گھر والے بھی اس کی نظر میں اہمیت رکھتے تھے یہ جان کر اس کے دل سے تمام خدشات ڈھل گئے تھے۔۔۔

"یہ تم میرے سامنے رویا نا کرو ماہی۔۔۔ میری انگلیوں کی پوریں مچلنے لگتی ہیں۔۔۔ جی چاہتا ہے کہ ایک ایک آنسو چن کر ان میں جذب کرلوں۔۔۔ ان کا نمک میرے خون میں شامل ہو جائے۔۔۔!"

ماحور مسکرا دی اور مومن تراب اس کی مسکراہٹ پر نثار تھا۔۔۔ مستقبل کی باتیں اور پلانز شیئر کرتے ان دونوں نے بے حد ریلیکس ماحول میں کھانا کھایا اور پھر خوشی سے دمکتے چہرے لیے ریسٹورینٹ سے باہر آ گئے۔۔۔ ماحور کی انگلی میں مومن کی پہنائی انگوٹھی تھی جس پر وہ گاہے بگاہے نگاہ ڈال رہی تھی۔۔۔ گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے مومن نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھا۔۔۔ عین اسی پل اپنے سیل پر آتی کال اس نے ریسیو کی۔۔۔ اپنے دھیان میں گم مدھم مسکان لبوں پر سجائے ماحور نے اس کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔۔۔

"کب۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔۔۔ فکر نا کرو۔۔۔ پلیز تم دادا کے پاس سے ہٹنا مت۔۔۔ پلیز شاویز۔۔۔ دادا کا خیال رکھنا۔۔۔!"

"کیا ہوا مومن۔۔۔ دادا کو کیا ہوا۔۔۔ سب ٹھیک تو ہے نا۔۔۔؟" ماحور نے پریشانی سے استفسار کیا۔۔۔

"ماہی۔۔۔ دادا کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔۔۔ شاویز انہیں محب بھائی کے ساتھ ہاسپٹل لے کر نکلنے لگا ہے۔۔۔ مجھے جلدی پہنچنا ہوگا۔۔۔ پلیز تم بیٹھو، میں تمہیں ڈراپ کر کے فوراً نکل جاؤں گا۔۔۔!"

"ہرگز نہیں۔۔۔ تم ابھی یہیں سے جاؤ۔۔۔ میں آٹو لے کر گھر چلی جاؤں گی۔۔۔ تمہارا وقت پر پہنچنا ضروری ہے مومن۔۔۔!"

"پاگل ہوئی ہو۔۔۔ میں تمہیں اس طرح کیسے چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ تم بیٹھو پلیز۔۔۔ دیر مت کرو۔۔۔!" وہ خفا ہوتا خود بھی بیٹھ گیا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔۔۔ ماحور بھی بیٹھ گئی۔۔۔ مگر کچھ آگے جا کر اس نے گاڑی رکوائی، اتر کر دروازہ بند کیا اور دروازے میں ذرا سا جھک کر رسان سے بولی۔۔۔

"مومن۔۔۔ اب تم جاؤ۔۔۔ پلیز میری خاطر۔۔۔ یہاں سے مجھے بآسانی اپنے روٹ کی بس مل جائے گی۔۔۔ میرے لیے یہ مشکل نہیں۔۔۔ کون سا پہلی بار جانا ہے مجھے۔۔۔ مگر تم مزید لیٹ ہو گئے تو کسی مشکل میں پڑ سکتے ہو۔۔۔ مجھے گھر پہنچاتے اور پھر واپس

آتے پون گھنٹہ لگ جائے گا۔۔۔پلیز جاؤ۔۔۔میری خاطر۔۔۔!"

مومن اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔یہ سچ تھا کہ وہ ایک پل کی تاخیر کیے بغیر فوراً دادا کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا مگر ماحور کو یوں آدھے راستے میں چھوڑنے کو دل نہیں مان رہا تھا۔۔۔وہ اس کے اٹل انداز دیکھ کر سر ہلا کر رہ گیا۔۔۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔مگر پلیز مجھ سے رابطے میں رہنا۔۔۔گھر پہنچتے ہی مجھے کال کر دینا۔۔۔میں ویٹ کروں گا۔۔۔!"

"بے فکر رہو۔۔۔اور تم بھی دادا کی خبر دیتے رہنا۔۔۔ٹیک کیئر۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔!

مومن چلا گیا اور ماحور وہیں فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اپنی بس کا انتظار کرنے لگی۔۔۔دھیان مسلسل مومن کی اور لگا تھا۔۔۔دل ہی دل میں وہ دادا کی خیریت کی دعائیں بھی مانگ رہی تھی۔۔۔اس کیفیت میں کھڑے کچھ ہی وقت بیتا تھا جب کسی گاڑی کے بلکل قریب رکنے کی وجہ سے وہ چونکی۔۔۔سپاٹ تاثرات سے اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے فرد پر نظر ڈالی تو دل غصے سے بھر گیا۔۔۔سالک پاشا اپنی تمام تر وجاہت اور شان کے ساتھ وہاں براجمان تھا۔۔۔ماحور کا حلق تک کڑوا ہو گیا مگر وہ اسے کچھ بھی محسوس نہیں کروانا چاہتی تھی۔۔۔ایسا وہ محض ابرش کی خاطر کر رہی تھی۔۔۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ سالک پاشا ابرش کو اس کے غلط رویے کی شکایت کرے۔۔۔ابرش اسے عزیز تھی اور اس حوالے سے اس شخص کو اس کی حیثیت میں برداشت کرنا اس کی مجبوری۔۔۔سالک پاشا گاڑی سے اتر کر اس کے پاس چلا آیا تو اس کے لیے مزید انجان بن کر کھڑے رہنا مشکل ہو گیا۔۔۔سرسری سا سلام کر کے وہ دوبارہ سڑک پر نظریں جمائے اپنی بس کا انتظار کرنے لگی۔۔۔وہ بے حد دلچسپی سے اس کی ہر حرکت نوٹ کر رہا تھا۔۔۔اس کا گریز دیکھ کر بمشکل اس نے اپنی مسکراہٹ کو دبایا۔۔۔وہ ساری چالاکیاں اور طراریاں محض چیٹ تک محدود تھیں۔۔۔سامنے آنے پر نظر سے نظر ملانا دوبھر ہوا جا رہا تھا۔۔۔سالک پاشا نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور اس سے مخاطب ہوا۔۔۔

"مس ماحور۔۔۔آپ کو یقیناً گھر جانا ہے۔۔۔آئیے میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔بس ٹھیک ہے۔۔۔وہ اصل میں میری بس آنے والی ہے۔۔۔میں چلی جاؤں گی۔۔۔آپ کو زحمت ہو گی۔۔۔!" اس نے اپنی ناگواری کو دباتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ آپ مجھ سے تکلف برت رہی ہیں۔۔۔میرا خیال ہے کہ کم از کم ہم دونوں کے بیچ غیریت کا رشتہ نہیں ہے۔۔۔آئیے بیٹھیے گاڑی میں۔۔۔میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔!"

وہ اسے اگلی بات کرنے کا موقع دیے بغیر گاڑی میں واپس جا بیٹھا اور اس کے لیے بھی فرنٹ سیٹ کا ڈور کھول

دیا۔۔ماحور تذبذب کا شکار تھی۔۔۔ارد گرد سے گزرنے والے اکا دکا لوگ اسے بغور دیکھتے گزر رہے تھے۔۔۔سالک پاشا نے ہارن دے کر اسے دوبارہ متوجہ کیا تو مجبوراً وہ سست روی سے چلتی ساتھ والی سیٹ پر آ بیٹھی۔۔۔وہ سالک پاشا کی بے تکلفی کو ابرش کے تناظر میں دیکھ رہی تھی۔۔۔چونکہ وہ اس کی دوست تھی اور یقیناً ابرش نے سالک کو بتایا ہو کہ ماحور ان دونوں کے تعلق سے واقف ہے، اسی لیے سالک پاشا اس کے ساتھ اتنی سہولت برت رہا ہے۔۔۔وگرنہ وہ یہ گمان نہیں کر رہی تھی کہ وہ اسے ناعمہ پاشا کے حوالے سے خاص اہمیت دے رہا ہے۔۔۔اسے یقیناً نہیں پتا ہو گا کہ ناعمہ پاشا کی پہلی اولاد کہاں اور کس حال میں ہے۔۔۔اس کی تو ہواؤں کو بھی خبر نا تھی کہ نا صرف سالک پاشا اس کی اصلیت جان چکا ہے بلکہ وہ اسے اپنی زندگی میں جو مقام دے بیٹھا ہے، اسکے آگے درمیان کا ہر واسطہ اور تعلق لایعنی تھا۔۔۔!

گاڑی میں بڑی بے چین کرنے دینے والی خاموشی چھائی تھی۔۔۔ہیٹر کی گرمائش اور مردانہ کلون کی خوشبو، دونوں سے ماحور کو وحشت ہو رہی تھی۔۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ کچھ آگے جا کے وہ اتر جائے گی۔۔۔اب بھلا اس بندے کو گھر تک لے جانے کی کیا تک بنتی ہے۔۔۔

وہ انہی سوچوں میں گم مسلسل بائیں ہاتھ کا انگوٹھا دانتوں سے کھرچ رہی تھی جب سالک کے پکارنے پر وہ چونکی۔۔۔

"آپ اس قدر چپ چپ کیوں ہیں ماحور۔۔۔؟" وہ اس کے گریز کو گھبراہٹ سمجھ رہا تھا۔۔۔اس نے ایک محظوظ نگاہ ماحور کے چہرے پر ڈالی۔۔۔

"ویسے تو آپ کو خاصی باتیں بنانی آتی ہیں۔۔۔ادھار تو رکھتی ہی نہیں ہیں آپ۔۔۔پر اس وقت تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں آپ کو اغوا کر کے لے جا رہا ہوں۔۔۔!"

ماحور کا دل کیا کاش اس وقت ابرش اس کے سامنے ہوتی تو یقیناً سر پھاڑ دیتی اس کا۔۔۔پتا نہیں کیا کیا بتاتی رہی ہے اس کے بارے میں وہ۔۔۔وہ جبری مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولی۔۔۔

"کس میں اتنی جرات ہے کہ ماحور مغل کو اغوا کرے۔۔۔نا میں اتنی کمزور ہوں نا سستی۔۔۔باقی رہی ادھار نا رکھنے والی بات تو وہ درست کہی آپ نے۔۔۔میں کبھی پرایا بوجھ نہیں اٹھاتی۔۔۔!"

"ہاہاہا۔۔۔!" ایک شاندار مردانہ قہقہہ گاڑی میں گونجا۔۔۔"اب آپ کے لہجے میں مانوس سی خوبو ہے۔۔۔ورنہ تو پہلے مجھے شبہہ سا ہو رہا تھا کہ آپ وہی تو ہیں نا۔۔۔!" اس کی بات پر ماحور نے بے اختیار سالک پاشا کو دیکھا۔۔۔وہ کچھ گومگو کی کیفیت

میں تھی۔۔۔پتا نہیں یہ شخص آج کیسی باتیں کر رہا تھا۔۔۔ورنہ آج سے پہلے تو وہ جب جب بھی اس سے ملی تھی، انتہائی معقول گفتگو کرتا تھا۔۔۔اس نے سر جھٹک کر ایک تفصیلی نگاہ اس پر ڈالی۔۔۔بنا مانگ کے سلکی بال ماتھے پہ گرے تھے۔۔۔ایش گرے شرٹ ہر بلیک اور گرے اسٹرپس کی ٹائی لگا رکھی تھی۔۔۔آنکھیں ہلکی بھوری اور بے حد چمکدار تھیں۔۔۔مغرور ناک اتنی اونچی تھی کہ یقیناً مکھی نہیں بیٹھنے دیتی ہوگی۔۔۔ہلکی ہلکی بھوری مونچھیں اس کے بھرے بھرے ہونٹوں ہر جچ رہی تھیں۔۔۔آج کل کے فیشن کے مطابق شیو بھی خاصی بڑھی ہوئی تھی۔۔۔ایک بات کا تو اس نے جی جان سے اقرار کیا کہ ابرش اس بندے پر مرمٹی تھی تو ٹھیک ہی تھا۔۔۔

”ویسے اب سے پہلے مجھے کبھی بھی کسی لڑکی کے خود کو اتنی زیرک نگاہی سے دیکھنے کا تجربہ نہیں ہوا۔۔۔تو کتنے مارکس ملے مجھے۔۔۔ہوں۔۔۔!“ وہ اچانک سے اس کا ارتکاز توڑتا ہوا بولا۔۔۔ماحور جی بھر کر بدمزہ ہوئی۔۔۔کاش کہ وہ اسے بتا سکتی کہ ناعمہ پاشا کے سوتیلے بیٹے کی حیثیت سے وہ اس سے کتنی نفرت کرتی ہے۔۔۔مگر لب دانتوں میں بھینچ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔۔۔سالک کے بس میں ہوتا تو اس کا نقش نقش ازبر کر لیتا۔۔۔اپنی دیوانگی پر تو اسے بھی اچنبھا تھا۔۔۔اس نے موقع غنیمت جان کر بات کرنے کی ٹھانی۔۔۔وہ اب مزید دیر نہیں چاہتا تھا۔۔۔

”ماحور۔۔۔میں چاہتا ہوں کہ اب یہ صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں والا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔۔۔اس سب کو ایک خوبصورت رشتے میں ڈھالنا چاہتا ہوں میں۔۔۔!“

ماحور نے رخ پھیر کر اسے دیکھا۔۔۔”ابرش تیری سنی گئی۔۔۔یہ تو گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہے۔۔۔“ اس نے جی ہی جی میں ابرش کو مبارک باد دی۔۔۔مگر ہنوز سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھے گئی۔۔۔

”اصل میں گھر میں حالات کچھ ایسے بن رہے ہیں کہ اب میں فوری اسٹیپ لینا چاہتا ہوں۔۔۔اس سے پہلے کہ معاملات میرے ہاتھ سے مکمل طور پر نکل جائیں، میں ایک اٹوٹ بندھن کی مہر چاہتا ہوں۔۔۔میری بات سمجھ رہی ہیں نا آپ۔۔۔؟“

”بلکل بلکل۔۔۔میں سمجھ رہی ہوں۔۔۔بلکہ میں آپ کے موقف کی مکمل حمایت کرتی ہوں۔۔۔مجھے بے حد خوشی ہے کہ آپ نے ایک بہترین فیصلہ کیا ہے۔۔۔!“ وہ خوش ہوئی کہ ابرش کے حوالے سے وہ اس قدر سنجیدہ ہو چکا ہے۔۔۔اسے حیرت ضرور تھی کہ یہ سب باتیں وہ اس سے ڈائریکٹ بھی تو کر سکتا ہے مگر اس گھڑی وہ گہرائی میں جانے کے موڈ میں نہیں تھی۔۔۔

”اوہ تھینک یو ماحور۔۔۔!“ وہ سرشار ہوتا ہوا بولا۔۔۔”آپ سوچ نہیں سکتیں کہ آپ نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے۔۔۔یقین مانیئے شائد زندگی کی سب سے بڑی خوشی۔۔۔میں۔۔۔میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔۔۔اب آپ پلیز مشورہ کر کے

مجھے بتائیے کہ میں کب تک اگلا اسٹیپ لوں۔کیونکہ جو کچھ کرنا ہے مجھے اور میری مدر کو جلدی اور خاموشی سے کرنا ہے۔۔۔!"

مدر کے نام پر کوئی تار اس کے حلق میں خراش سی ڈالتی چلی گئی۔۔۔

"لیکن آپ کے فادر کو کیا ایشوز ہیں بھلا۔۔۔یو ہیو چوزن دا بیسٹ۔۔۔(آپ نے بہترین کا انتخاب کیا ہے۔۔۔)!"

" مجھے تو خیر اس میں کوئی شک نہیں۔۔۔!" وہ محظوظ سا اسے دیکھتے ہوئے بولا " چلیں اس بارے میں پھر کبھی بات کریں گے۔۔۔فی الحال ہم جو بات کر رہے ہیں وہ میری نظر میں سب سے اہم ہے۔۔۔!" وہ خوبصورت لہجے میں بولا تو ماحور کو کچھ عجیب سا احساس ہوا۔۔۔ایسا احساس جسے وہ کبھی بھی سمجھنا نا چاہے۔۔۔جاننا نا چاہے۔۔۔اسے گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔۔۔اس نے جلدی جلدی اسے گھر کے نزدیکی چوک کا پتا بتایا اور پھر راستہ بتانے میں وقت صرف کرنے لگی۔۔۔

" یہاں سے دائیں۔۔۔اب بلکل سیدھا۔۔۔ذرا آگے سے بائیں لے لیجیے گا۔۔۔اور پھر جو پہلا راؤنڈ اباوٹ آئے گا،بس وہیں روک دیجئے گا۔۔۔کیونکہ میں معذرت چاہوں گی مگر آپ کو گھر تک نہیں لے جا سکتی۔۔۔ایکچوئلی میرے بابا اس وقت گھر ہوں گے اور وہ اچھا محسوس نہیں کریں گے آپ کو دیکھ کر۔۔۔!"

اسے سالک پاشا کو گھر سے دور رکھنے کا سب سے اچھا بہانہ یہی لگا۔۔۔حالانکہ اسے دل میں ہنسی بھی آئی کہ بھلا بابا نے کہاں گھر ہونا ہے اور ہوئے بھی تو ہوش ہی کہاں ہوگا۔۔۔سالک بچہ نہیں تھا کہ اس کے انداز و اطوار سے اس کا گریز نا بھانپتا مگر اسے وہ ماحور کی فطری جھجھک گردان کر خاموش رہا تھا۔۔۔

" بس تھوڑا سا وقت دو مجھے۔۔۔بہت جلد میں تمہیں اپنے نام کرنے والا ہوں ماحور مغل۔۔۔یہ دوریاں سمٹ جائیں گی۔۔۔محبتوں کی کہکشاؤں پر قدم دھر کر تمہارے سنگ بہت دور نکل جاؤں گا میں۔۔۔بہت دور۔۔۔!" وہ دل میں اس سے مخاطب تھا۔۔۔اور اگلے ہی پل ماحور کی تیز آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔۔۔

" بس بس بس۔۔۔یہیں روکیں۔۔۔بہت شکریہ۔۔۔میں آگے چلی جاؤں گی۔۔۔آپ نے اتنی زحمت کی ،بہت مہربانی۔۔۔!" وہ گاڑی سے یوں اتری جیسے قید سے چھوٹی ہو۔۔۔سالک پاشا نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔۔۔اس کے اتاؤلے پن پر اسے حیرت تھی۔۔۔وہ اگر اسے گھر نہیں لے جانا چاہتی تھی تو وہ نہیں جانا چاہتا تھا مگر پھر بھی دل میں کہیں یہ خیال ضرور تھا کہ وہ اسے ایک کپ چائے ضرور آفر کرے گی،اسی بہانے چند پل مزید وہ اسے اپنے سامنے دیکھتا۔۔۔اور اس کی خاطر وہ پہلی بار چائے بھی پی لیتا۔۔۔مگر جب ماحور نے گاڑی سے اتر کر شیشے پر جھک کر اسے فٹافٹ الوداعی کلمات بولے تو مجبوراً اسے بھی خدا حافظ کہنا

پڑا۔۔۔وہ جلدی سے پلٹ کر تیز تیز قدموں سے چلتی اس کی نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی۔۔۔اس کا بس ہوتا تو وہ اس کی راہ میں پلکیں بچھا دیتا۔۔۔سالک پاشا نے اپنی زندگی میں ماں کے بعد اگر کسی کو اتنی شدت سے چاہا تھا تو وہ یہی لڑکی تھی۔۔۔وہ اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ رکھے اسے جاتا دیکھ رہا تھا جب موبائل کی مدھر دھن نے اس کا دھیان اپنی جانب کیا۔۔۔اس نے موبائل نکالا۔۔۔مومن کی کال تھی۔۔۔اچنبھے سے اس نے یس کا بٹن پُچ کیا۔۔۔

"واٹ۔۔۔؟ کہاں۔۔۔؟ اوکے۔۔۔تم گھبراؤ نہیں۔۔۔میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔شٹ اپ مومن ڈونٹ بی فارمل۔۔۔تم آپریٹ کرنے کا کہہ دو۔۔۔میں بس کچھ دیر میں تمہارے پاس ہوں گا۔۔۔اوکے بائے۔۔۔!"

کہتے ساتھ ہی سالک نے پورے دھیان اور توجہ سے گاڑی موڑی اور مومن کے بتائے ہاسپٹل کی طرف چل نکلا۔۔۔عادل پاشا جو بھی سمجھیں مگر وہ مومن کو اس کے بابا اور عادل پاشا کی پرانی رفاقت کی وجہ سے خاص اہمیت دیتا تھا۔۔۔جو بلا شبہ دوستی میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحور گھر کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تو صحن میں سیف اور ریان گتھم گتھا ہو رہے تھے۔۔۔زلیخا دادی ان دونوں کو الگ کرنے کی کوششوں میں نڈھال ہو چکی تھیں۔۔۔ریان، سیف پر ہاتھ نہیں اٹھا رہا تھا مگر اپنے دفاع میں اسے پرے دھکیلتا تو سیف مزید درشتی سے اس پر پل پڑتا۔۔۔ماحور نے پہلی بار یہ منظر دیکھا تھا۔۔۔ریان اور سیف تو کبھی ہنسی مذاق میں کشتی کرتے تھے تو ایک دوسرے کا مورال بلند کرنے کی خاطر ہار جاتا تھا۔۔۔اور ہر بار جیتنے والا، چاہے وہ سیف ہوتا یا ریان۔۔۔آخر میں لڑ پڑتے کہ تم جان کر کیوں ہارے۔۔۔؟

اور یہاں جو ماحور کو دکھائی دے رہا تھا وہ بہت ہولناک تھا۔۔۔اس سے مزید برداشت نا ہوا اور وہ پورا حلق پھاڑ کر چلائی۔۔۔

"کیوں لڑ رہے ہو تم دونوں۔۔۔بند کرو یہ بکواس۔۔۔!"

وہ دونوں ایک دم یوں جامد ہوئے جیسے کسی نے برقی آلے کا پلگ کھینچ نکالا ہو۔۔۔زلیخا دادی دونوں ہاتھوں میں سر دیئے بیٹھی تھیں، ماحور کو دیکھ کر شکر کا کلمہ پڑھا۔۔۔ریان اور سیف دونوں اپنے تنفس درست کرتے موڑھے گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔۔۔وہ چلتی ہوئی چند قدم آگے آئی اور بہت دکھ اور افسوس سے سیف کو دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔

"سیف۔۔۔سب سے برائی کی امید کر سکتی ہوں، سوائے تمہارے۔۔۔تم تو بابا کی جگہ ہو اس گھر میں۔۔۔تم چھوٹے بھائی کو

کیسے پیٹ سکتے ہو ایسے۔۔۔مجھے دکھ دینے والوں کی فہرست میں تمہارا نام تو نا ہو۔۔۔!"

سیف فوراً جگہ سے اٹھا اور ماحور کو گلے سے لگا لیا۔۔اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔ریان الگ شرمندگی سے سر جھکا گیا تھا۔۔۔

"اپیا۔۔آپ کو کوئی بھی تکلیف دے، میں برداشت نہیں کرسکتا۔۔چاہے وہ میرا اپنا بھائی ہی کیوں نا ہو۔۔ریان نے کام ہی ایسا کیا ہے کہ میرا ہاتھ اٹھ گیا۔۔!" وہ اسے خود سے الگ کر کے بٹھاتے ہوئے بولا تو ماحور نے مشکوک انداز میں ریان کی جانب دیکھا۔۔۔

"کیا، کیا ہے اس نے سیف۔۔۔بولو۔۔۔؟" وہ مسلسل ریان ہر نظریں گاڑے سیف سے پوچھ رہی تھی۔۔۔دل کو جو اس کی طرف سے دھڑکے تھے وہ مجسم سامنے آنے والے تھے۔۔۔

"اسی سے پوچھیں۔۔۔یہ بتائے گا آپ کو۔۔۔بولو ریان۔۔۔بتاؤ اپیا کو۔۔۔دادی آپ بیچ میں نہیں بولیں گی۔۔۔بتانے دیں اسے۔۔۔!" سیف نے زلیخا دادی کو درمیان میں بولنے سے منع کیا۔۔۔وہ بے چاری سی نگاہ ریان پر ڈال کر رہ گئیں۔۔۔

"وہ اپیا۔۔۔وہ۔۔۔اصل میں۔۔۔" ریان بولنا شروع ہوا۔۔۔اٹک اٹک کر سہج سہج اس نے اپنی پوری کرتوت ماحور کے آگے رکھ دی۔۔۔ماحور آنکھیں پھاڑے سنتی رہی اور پھر یکدم اٹھی اور صحن میں کیاری کے قریب پڑا زونی کا بیٹ اٹھایا اور چڑھ دوڑی ریان پر۔۔۔سیف اور دادی فوراً اٹھ کر ماحور کو تھامنے کے لیے لپکے مگر اس میں جیسے جنون سا جاگ اٹھا تھا۔۔۔وہ اچک اچک کر تاک تاک کر ریان کا نشانہ باندھتی رہی اور اسے کوٹتی رہی۔۔۔

"تم۔۔۔جو چودہ سال کی عمر تک بستر گیلا کرتا رہا۔۔۔ایک چھٹانک بھر کی لڑکی کے لیے میرے منہ کو آیا تھا۔۔۔ٹھٹھرتی سردی میں اٹھ اٹھ کر جس کا گیلا بچھونا ہٹا کر خشک کپڑا بچھاتی رہی کہ کہیں تمہیں ٹھنڈ نا لگ جائے اور خود کپکپاتی ہوئی اسی وقت باہر صحن میں کھرے پر جا کر وہ غلیظ بچھونا دھو کر آتی اور یہ مجھ سے بدتمیزی کرتا رہا ان نوسر بازوں کے لیے۔۔۔گھر کھانے کے لالے پڑے رہے اور یہ لاکھوں کا سامان اپنی ہوتی سوتی کے گھر ڈلوا آیا۔۔۔ایک بار۔۔۔ایک بار بھی نا سوچا کہ مجھ پر کیا بیتے گی جب معلوم ہو گا تو۔۔۔کہاں سے اتاروں گی میں وہ رقم۔۔۔" وہ بولتے بولتے ہانپنے لگی۔۔۔بیٹ بھی اب سیف اور دادی کے آڑے آنے کی وجہ سے اسے لگ نہیں پا رہا تھا۔۔۔ماحور دادی کی طرف دیکھ کر بولی۔۔۔

"آپ کہتی ہیں کہ میں پرانی باتیں یاد نا کروں دادی۔۔۔کیسے نا کروں۔۔۔سردیوں کی کئی راتیں میں نے اس خوف

سے جاگ کر گزاری ہیں کہ اگر ریان نے دوسرا کپڑا بھی گیلا کر دیا تو میں تیسرا کہاں سے لاؤں گی ۔۔۔ میرے پاس کب ہوتے تھے اتنے فالتو کپڑے دادی ۔۔۔ اور میں باقی کی رات اسے اٹھا اٹھا کر واشروم بھیجتی رہتی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ۔۔۔ دادی میں نے تکلیفیں دیکھی ہیں تبھی تو یاد کر کے تکلیف ہوتی ہے ۔۔۔ اس کی بدتمیزی اور خودسری نے مجھے اندر تک توڑ کر رکھ دیا تھا اور یہ یہاں اتنا بڑا کارنامہ کر کے کیسے تن کر کھڑا ہے ۔۔۔!"

زلیخا دادی نے اسے سینے سے لگا لیا ۔۔۔ ان کا بس چلتا تو اس کے سارے دکھوں کا مداوا کر دیتیں مگر وہ محض سن ہی تو سکتی تھیں ۔۔۔ اسے واپس محبت سے بٹھاتے ہوئے وہ بولیں ۔۔۔

" ریان شرمندہ ہے میری بچی ۔۔۔ سیف سے پہلے وہ مجھے سب بتا چکا تھا ۔۔۔ وہ چاہتا تھا کہ میں تم سے ساری بات کروں اور تمہارا دل صاف کروں اس کی طرف سے ۔۔۔ پریشان تھا بہت اور شرمندہ بھی مگر سیف آ گیا اور پرسے ۔۔۔ اس نے ساری بات سن لی اور بس آؤ دیکھا نا تاؤ پل ۔ پڑا اس پر ۔۔۔!"

" میں کیسے صاف کروں دل دادی ۔۔۔ اس نے کہہ دیا اور میرا ہو گیا ۔۔۔ اب اتنی بڑی رقم کیسے ادا ہو گی ۔۔۔ وہ اس کا دوست کل کو پولیس لے کر آ گیا دروازے پر تو کیا بنے گا ۔۔۔ میرے پاس تو ایک پائی بھی نہیں بچت کے نام پر جو میں اسے دے سکوں ۔۔۔!" وہ نڈھال سے لہجے میں بولی ۔۔۔ ریان کی پھنسی پھنسی سی آواز قریب سے ابھری ۔۔۔

" آپ بس مجھے معافی دے دیں اپیا ۔۔۔ قرض کے پیسے مومن بھائی نے دے دیے ہیں ۔۔۔!"

"کیا ۔۔" ایک چیخ نما "کیا" اس کے ہونٹوں سے نکلا ۔۔۔ سیف نے دھپ کر کے سر پر ہتھیلی ماری ۔۔۔ زلیخا دادی مسکین سی شکل بنائے کبھی ماحور کو تو کبھی ریان کو دیکھ رہی تھیں ۔۔۔ یعنی انہیں یہ بات بھی ریان بتا چکا تھا ۔۔۔

" ریان تم نے کس حیثیت سے مومن سے اتنی بڑی رقم لی ۔۔۔ اُفففف میرے خدا ۔۔۔ کیا سوچتا ہو گا وہ ہمارے بارے میں ۔۔۔ یا اللہ ۔۔۔!" اس کا ملال کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا ۔۔۔

" میں نے نہیں مانگی اپیا ۔۔۔ انہوں نے خود دیے ۔۔۔ اور مجھے آپ کو بتانے سے بھی منع کیا تھا ۔۔۔ یہ تو بس میرے منہ سے نکل گیا ۔۔۔!" وہ بے چارگی سے اپنی پنڈلی سہلاتا ہوا بولا جہاں ماحور نے رکھ کر بیٹ مارا تھا ۔۔۔

" بڑی مہربانی آپ کی ۔۔۔ آپ نا بتاتے تو کہانی میں ٹوئسٹ کیسے آتا ۔۔" وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی غرائی ۔۔۔

"تم نے مجھے بہت اذیت دی ہے ریان۔۔۔تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ مومن کو بھی تم کس مشکل میں ڈال چکے ہو۔۔۔اس کے دادا کا آپریشن ہے اور اس وقت اسے رقم کی اشد ضرورت ہوگی۔۔۔تم نے اچھا نہیں کیا ریان۔۔۔!"

وہ اٹھ کر اس کے قدموں میں آبیٹھا۔۔۔دونوں گھٹنے تھام کر شرمندہ سے لہجے میں بولا۔۔۔

"مجھے معاف کر دیں پلیز۔۔۔میری ہر بدتمیزی کے لیے۔۔۔سوری اپیا۔۔۔میں بہک گیا تھا۔۔۔مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مجھے بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔۔۔!"

"اس لیے تم نے سوچا کہ ساتھ ہم لوگوں کو بھی بنا دو۔۔۔مل بانٹ کے سبھی بن ہی جائیں گے بے وقوف۔۔۔!"

سیف نے بیچ میں لقمہ دیا تو وہ اس پر ناراض سی نظر ڈال کر دوبارہ ماحور سے مخاطب ہوا۔۔۔

"اپیا۔۔۔میں نے مومن بھائی کو بہت منع کیا تھا۔۔۔لیکن انہوں نے زبردستی کی۔۔۔مجھے کہا کہ رقم کا انتظام وہ خود کر لیں گے بس میں آپ کو گھر چل کر سب کچھ بتا دوں اور ساتھ ہی اپنے رویے کی معافی بھی مانگوں۔۔۔اور میرے ساتھ بھی وہ اسی لیے آئے تھے مگر یہاں پہنچے تو وہ۔۔۔وہ بھی پہنچ گئیں۔۔۔!" اس کا اشارہ ناعمہ پاشا کی طرف تھا۔۔۔ماحور نے تھک کر نفی میں سر ہلایا تو ریان نے اس کے پیر پکڑ لیے۔۔۔اس نے تڑپ کر اس کے گھنے بالوں والا سر اپنے دونوں بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا اور رو دی۔۔۔سیف کی آنکھ بھی بھر آئی۔۔۔اسے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ آج پہلی بار اس نے ریان کو مارا تھا۔۔۔زلیخا دادی دونوں کا محبت سے سر سہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔

"اب بس کرو تم دونوں یہ رونا دھونا۔۔۔میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔۔۔اور تم ماحور ذرا اس مینڈکی کو تو کال ملاؤ۔۔۔آج آوازیں سن کر پھدک کر ادھر نہیں آئی ورنہ تو بس بہانہ چاہیے اسے۔۔۔زونی اور جنت بھی ٹیوشن سے آتے ہوں گے۔۔۔ان کے آنے سے پہلے گھر کا ماحول ٹھیک کر لو۔۔۔!" وہ ہدایات جاری کرتیں اندر کچن میں چلی گئی تھیں۔۔۔ماحور نے جنت اور زونی کو ٹیوشن رکھوا دی تھی۔۔۔شام کے تین گھنٹے وہ دونوں وہیں ہوتے تھے۔۔۔رائنہ کے سیل پر کال کی تو پتا چلا وہ اپنے میکے گئی ہوئی ہے۔۔۔زلیخا دادی کا اب اس سے خوب دل لگتا تھا۔۔۔جس دن نا آتی تھی انہیں مزہ ہی نہیں آتا تھا۔۔۔اس میں بھی کمال رائنہ کی عادت کا تھا۔۔۔وہ بلاشبہ احساس اور لحاظ کرنے والی لڑکی تھی۔۔۔ماحور نے اپنا موبائل تپائی پر رکھتے ہوئے ریان اور سیف پر نگاہ ڈالی۔۔۔دونوں اکھڑے اکھڑے سے منہ موڑے کھڑے تھے۔۔۔

"جب تم دونوں چھوٹے تھے نا تو میں سوچا کرتی تھی کہ ایک دن آئے گا جب تم دونوں میرے دائیں بائیں کھڑے

میرے چھوٹے نہیں بڑے بھائی لگا کرو گے۔۔۔مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ کبھی ایک دوسرے سے منہ موڑے کھڑے ہو گے۔۔۔تم دونوں تو ایک دوسرے سے ہار کر خوش ہوا کرتے تھے، پچھاڑ کر تو کبھی راضی نہیں رہے۔۔۔!"

بہن کی بات سن کر وہ ایک ساتھ سیدھے ہوئے، ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔دبی دبی سی مسکراہٹیں ابھریں اور پھر سیف نے اپنے دونوں بازو وا کر دیے۔۔۔ریان جھٹ ان میں سما گیا۔۔۔بڑا بھائی تھا مار بھی لیا تو کیا مگر ناراضی موت کے مترادف تھی۔۔۔ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر ماحور آسودہ سی فریش ہونے کے لیے اندر کی جانب بڑھی۔۔۔اسی پل گیٹ دھاڑ سے کھلا اور عقیل مغل داخل ہوئے۔۔۔نشے میں تھے مگر ڈول نہیں رہے تھے۔۔۔ان کے چہرے پر عجیب سرد سے تاثرات تھے۔۔۔وہ باری باری اپنی تینوں اولادوں کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ایسے جیسے کچھ کہنا چاہ رہے ہوں مگر الفاظ سجھائی نا دیتے ہوں۔۔۔زلیخا دادی چائے لیے چلی آئیں تو انہیں بھی پکارا۔۔۔

"اے عقیل۔۔۔آجا چائے پی لے۔۔۔آج ذرا ہوش میں ہے تو بچوں کے بیچ بیٹھ آ کر۔۔۔آجا۔۔۔یہ نمانے بھی تیری محبت کے ترسے ہوئے ہیں۔۔۔!"

عقیل مغل نے انہیں بھی سپاٹ نظروں سے گھورا اور پھر دھیمی آواز میں بولے۔۔۔

"چاچی۔۔۔!تمہیں یاد ہے نا کہ میں نمو سے کتنا پیار کرتا تھا۔۔۔اتنا پیار کہ ہر ایک سے لڑ بھڑ جاتا تھا میں۔۔۔پھر بھی پھر بھی وہ مجھے چھوڑ گئی۔۔۔ایک بار بھی نا سوچا کہ میں اور اس کی اولاد کیسے جئیں گے۔۔۔جب اس سے محبت کر کے مجھے کچھ نا ملا تو ان لوگوں سے کر کے کیا ملنا ہے۔۔۔یہ بھی اسی کی اولاد ہیں، اسی جیسے ہیں۔۔۔اسی کی طرح مجھے چھوڑ کر جانا ہے انہوں نے۔۔۔نمو کے جانے کے بعد تو میں نے نشہ کرنا شروع کیا تھا، ان کے جانے کے بعد کیا خودکشی کروں گا۔۔۔؟" ماحور حیران پریشان سی باپ کو دیکھ رہی تھی جس کی آواز پہلی بار پرنم محسوس ہوئی تھی۔۔۔عقیل مغل کا اتنا شکستہ انداز کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔دادی نے چائے کی ٹرے تپائی پر رکھی اور نگاہ چراتے ہوئے بولیں۔۔۔

"نمو نہیں چھوڑ کر گئی تھی تجھے عقیل۔۔۔تو نے نکالا تھا اسے۔۔۔جو تُو اسے بول بیٹھا تھا کیا اس کے بعد بھی وہ تیرے گھر ہی بیٹھی رہتی۔۔۔کیسی قیامت مچائی تھی تو نے ان دنوں۔۔۔میں کچھ بھولی تو نہیں۔۔۔!"

"تو کیوں آئی وہ اتنے سالوں بعد یہاں۔۔۔کون سے زخم ادھیڑنے چلی آئی۔۔۔اگر میں نے اسے نکالا تھا تو اس نے حالات پیدا کیے تھے ایسے چاچی۔۔۔اور آج وہ چلی آئی ہم سب کا تماشا دیکھنے۔۔۔کہ ہم اس کے جانے کے بعد جیتے رہے یا مر مرا

گئے۔۔۔جن باتوں پر آج تک پردہ پڑا رہا ان کے لیے تجسس ابھارنے چلی آئی۔۔۔میری وحشت میں اضافہ کرنے چلی آئی۔۔۔!"
یقین نہیں آتا تھا کہ یہ عقیل مغل بول رہے تھے۔۔۔ایسی گفتگو ان کے منہ سے کتنی نامانوس لگ رہی تھی۔۔۔کچھ بھی تھا پہلی بار وہ تینوں دل میں باپ کی باتوں کے درست ہونے کا اعتراف کر رہے تھے۔۔۔ماحور بغور باپ کا جائزہ لے رہی تھی جن کی آنکھوں میں باقاعدہ پانی چمک رہا تھا اور وہ پہلی بار سست روی سے چلتے مضمحل سے اندر چلے گئے تھے۔۔۔ماحور نے زلیخا دادی کو جن نظروں سے دیکھا، وہ آگے سے نگاہیں پھیر گئیں تھیں۔۔۔چائے کا کپ اٹھا کر چائے پینے لگیں مگر جانتی تھیں کہ اب ماحور انہیں کٹہرے میں کھڑا کرے گی کیونکہ وہ عقیل مغل اور ناعمہ پاشا کے ماضی کی واحد چشم دید گواہ تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

دادا کا آپریشن ہو گیا تھا۔۔۔انہیں روم میں شفٹ کرنے تک اور ہوش آنے تک سالک پاشا، مومن تراب کے ہمراہ رہا تھا۔۔۔مومن سراپا تشکر بنا اس کا احسان مند تھا۔۔۔جس وقت اسے شاویز کی کال آئی تھی، اس نے کہہ تو دیا تھا کہ دادا کو فوراً ہاسپٹل لے کر پہنچو مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ آپریشن کے لیے اتنی بڑی رقم کا بندوبست کیسے ہو گا۔۔۔اسی دن گیارہ بجے کے لگ بھگ ریان کا دوست دانش، مومن کے دیے پتے پر آ کر رقم لے گیا تھا۔۔۔مومن کے پاس پچانوے ہزار تھا۔۔۔اس نے وہ جوں کا توں اس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔۔۔وہ لڑکا دانش بپھر گیا۔۔۔اسے اپنی پوری رقم چاہیے تھی۔۔۔مومن نے اس سے وعدہ کیا کہ اگلے ماہ اسے بقایا رقم کی واپسی ہو جائے گی۔۔۔تھوڑا سا ڈرانا دھمکانا بھی پڑا اور وہ بکتا جھکتا چلا گیا مگر دھمکی دے گیا کہ اگلے ماہ اسی تاریخ کو آ کر پیسے لے جائے گا۔۔۔اس کے جانے کے بعد مومن کا پکا ارادہ تھا کہ وہ آج کے آج ہی فرم سے لون کے لیے اپلائی کرے گا اور ہاتھ کے ہاتھ سر سالک سے پرسنلی بھی بات کر لے گا۔۔۔مگر اتفاقاً وہ دو بار سالک پاشا کے آفس میں گیا، ہر بار وہ وہاں موجود نہیں تھا۔۔۔ایک بار وہ سائٹ وزٹ کرنے گیا ہوا تھا تو دوسری مرتبہ وہ عادل پاشا کے آفس میں تھا۔۔۔اس کے بعد ورک لوڈ کی وجہ سے اس کے ذہن سے نکل گیا۔۔۔مگر اب جب دادا ہاسپٹل پہنچ چکے تھے تو مومن کے پاس چند ہزار کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔۔۔اس گھڑی اس نے اللہ کا نام لے کر سالک پاشا کو کال کی تھی۔۔۔اسے عجلت میں دادا کی حالت کا بتا کر قرض کی درخواست کی۔۔۔خلاف توقع سالک پاشا نے کال بند کرنے سے پہلے اس سے ہاسپٹل کا پتا پوچھا اور کچھ ہی دیر میں وہ وہاں موجود تھا۔۔۔اس کے بعد کتنے ڈیوز کس کس مد میں اس نے کلئیر کیئے، مومن کچھ نہیں جانتا تھا۔۔۔اس کے لیے سالک پاشا فرشتہ بن کر آیا تھا۔۔۔وہ اس کا احسان مند تھا۔۔۔اس مشکل گھڑی میں جب وہ اپنی جمع پونجی ریان کیوجہ سے لٹا بیٹھا تھا، ایسے میں اگر سالک بروقت مدد نا کرتا تو شائد وہ دادا کو کھو دیتا۔۔۔!

ایک ہفتہ ہاسپٹل رہ کر دادا گھر شفٹ ہو گئے تھے۔۔۔ یہ دن مومن کے لیے بے حد کٹھن تھے۔۔۔ اسے ہاسپٹل کی فضا سے وحشت ہوتی تھی۔۔۔ جتنے دن دادا ہاسپٹل میں رہے، سالک پاشا بلاناغہ ملاقات کے لیے آتا رہا۔۔۔ مومن اس کی نیک دلی کا پہلے بھی معترف تھا اب مزید قائل۔ ہو گیا تھا۔۔۔ دادا کو پتا چلا کہ سالک انہی عادل پاشا کا بیٹا ہے جو ان کے بیٹے تراب الحسن کے دوست تھے اور ان کے گھر کے اوپری پورشن پر آٹھ ماہ رہ چکے تھے تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ نقاہت ہونے کے باوجود سالک کو گلے سے لگا لیا۔۔۔ اس کے بعد دادا کی ٹرین نہیں رکی۔۔۔ اس حالت میں بھی ایسے ایسے چٹکلے چھوڑتے رہے کہ سالک پاشا سے ہنسی ضبط کرنا محال ہو جاتا۔۔۔ شاویز کی درگت بناتے سو الگ وہ مومن کی بھی جس طرح مٹی پلید کیے رکھتے تھے، سالک کو اس سب میں بے حد اپنائیت محسوس ہوتی تھی۔۔۔ ایک طویل عرصہ بیت چکا تھا اسے اس طرح کا ماحول دیکھے اور محسوس کیے۔۔۔ شاویز جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کرتا جن کے بعد وہ دادا سے بے بھاؤ کی سنتا اور آتا جاتا اسٹاف بھی لطف اٹھاتا۔۔۔ اس کی ان چند دنوں میں مومن سے دوستی مزید بڑھ گئی تھی۔۔۔ مومن نے اسے کریدنے کی کوشش بھی کہ دادا کے آپریشن پر کل کتنی رقم خرچ ہوئی ہے تو سالک نے اسے سختی سے منع کر دیا۔۔۔

”یوں سمجھو جو احسان تمہارے بابا نے میرے ابی کو اپنے گھر رکھ کر کیا تھا، میں نے اس کا بدلہ اتار دیا۔۔۔!“

اور مومن تراب خاموش ہو گیا تھا۔۔۔ سالک پاشا ایسا شخص تھا جو اپنے رویے سے دل میں گھر کرنا جانتا تھا۔۔۔ وہ ہر ایک کے ساتھ بے تکلف نہیں تھا مگر وہ ہمہ وقت مخلص ضرور تھا۔۔۔

پورے ایک ہفتے بعد دادا کو ڈسچارج کیا گیا، سالک ہاسپٹل میں موجود تھا اور اسی کی گاڑی میں دادا گھر آئے تھے۔۔۔ گھر لا کر سالک اور مومن نے احتیاط سے دادا کو بیڈ پر لٹایا۔۔۔ شاویز مومن کی گاڑی پر ہاسپٹل کے روم سے مریض کا کچھ سامان اور اپنے گھر سے کھانا لے کر آ رہا تھا۔۔۔

”مومن۔۔۔ میں کہے دے رہا ہوں۔۔۔ خبردار جو مجھے سوپ شوپ پلانے کی کوشش کی تو۔۔۔ میں پورا پیالہ تیرے سر پر انڈیل دوں گا یا اس شاویز کے۔۔۔ جو اتنے دن سے میرے سامنے اٹھلا اٹھلا کر کھا بے کھا رہا ہے۔۔۔!“

دادا نے نیم دراز ہوتے ہوئے مومن کو وارن کیا۔۔۔ سالک نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ ان کی بات سنی۔۔۔ اتنے دن سے وہ بھی بلاناغہ ہاسپٹل جا رہا تھا۔۔۔ اتنا تو اسے اندازہ ہو ہی گیا تھا کہ دادا چٹورے ہیں۔۔۔ اس لیے انہیں سمجھانے کی غرض سے رسان سے بولا۔۔۔

" آپ کو جو دل کرے ضرور کھائیں۔۔۔مگر تب جب ڈاکٹر آپ کو اجازت دے دے۔۔۔اب یہ آپ پر ہے کہ آپ احتیاط اور پرہیز سے خود کو کتنی جلد اس قابل بناتے ہیں کہ مزید ارکھانے کھا سکیں۔۔۔!"

" ارے میاں۔۔۔کیا بات کرتے ہو۔۔۔کیسی احتیاط اور کیسی پرہیز۔۔۔یہ تو اس لڑکے کا دماغ خراب ہے ورنہ میں نے اسے منع کیا تھا کہ مجھ پر رقم خرچ نا کرے۔۔۔اب تو بس جتنی سانسیں ہیں بونس ہیں۔۔۔صرف بھولے کر آنی ہے اب مجھے، پھر دیکھنا میں کیسے کیسے پکوان پکواتا اس سے۔۔۔!"

" اچھا۔۔۔!" سالک نے " اچھا" کو کچھ لمبا ادا کیا۔۔" مومن نے مجھے نہیں بتایا۔۔اس کا مطلب ہے آپ کی پوری تیاری ہے دادا۔۔۔!" سالک نے خوشگوار لہجے میں انہیں دادا پکارا تو ان کے چہرے پر مسرت سرخی بن کر چھلکی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ جوش میں تمام جزئیات سمیت ماحورنامہ شروع کرتے، مومن نے پانی کا گلاس اور دوائی انہیں تھماتے ہوئے کہا۔۔۔

" دادا۔۔۔دادا۔۔۔بس۔۔۔یاد نہیں اس نرس نے کیا کہا تھا۔۔کہ یہ باباجی ضرورت سے زیادہ بولتے ہیں، انہیں کہیں کم بولا کریں۔۔۔صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔۔۔!"

" وہ نرس۔۔۔جس کا اپنا وزن چھے پاؤنڈ تھا۔۔۔ہاسپٹل والوں کو چاہیئے کہ اس بچی کو اس ڈبے میں رکھیں کچھ دن۔۔۔وہ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔جس میں کمزور بچوں کو رکھا جاتا ہے۔۔۔ٹیوبیں لگا کے۔۔۔"

" انکیو بیٹر۔۔۔!" مومن کی بجائے سالک نے جھٹ جواب دیا تھا۔۔۔

" ہاں وہی والا ڈبہ۔۔۔مجھے تو اسے دیکھ دیکھ کر خلجان ہوتا رہا۔۔۔جب میری نبض پکڑتی تھی ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ڈوب چلی۔۔۔!"

ان کی بات پر سالک کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔مومن نے انہیں ایسی نظروں سے دیکھا یسے کہہ رہا ہو۔۔" آپ کا کچھ نہیں ہوسکتا۔۔۔"....

شاویز کھانا لے کر آ گیا تو وہ ہاہا کار مچی کہ لگتا ہی نا تھا یہاں ایک مریض ہے جو ابھی ابھی بائی پاس کروا کر گھر آیا ہے۔۔۔شاویز نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور واپس نکالا تو اس میں کچھ غبارے تھے۔۔۔وہ آنکھوں میں شرارت لیے دادا سے مخاطب ہوا۔۔۔

" دادا۔۔۔!یہ پُھلائیں۔۔۔پکڑیں۔۔۔!" اس نے ایک غبارہ داد کی سمت بڑھایا۔۔۔

"کیوں پھلاؤں میں۔۔۔حیا نہیں آتی تجھے۔۔۔وہاں ہاسپٹل میں بھی روز مجھ سے یہی کام کرواتا رہا ہے اور اب گھر آ کر بھی شروع ہو گیا ہے۔۔۔مجھے تو لگتا ہے کہ جتنے غبارے تُو مجھ سے پھلواتا ہے ،انہیں شام میں اکھٹا کر کے پارک میں بیچ آتا ہے کمینے۔۔۔!" دادا کے قیاس پر سالک کا قہقہہ بے اختیاری تھی۔۔۔شاویز نے کھسیا کر سر کھجایا اور بولا۔۔۔

"نہیں دادا پارک میں نہیں بیچتا۔۔۔روز گھر لے آتا تھا محب بھائی کے بچے خوش ہو جاتے تھے۔۔۔!"

"سو بے غیرت مرے تھے تو ،تُو پیدا ہوا تھا۔۔۔جا کوئی نہیں پھلاتا میں۔۔۔میرے پھیپھڑوں کی ہوا تو بھر بھر کر گھر لے جاتا ہے بچوں کو خوش کرنے کے لیے۔۔۔نا۔۔۔میں نہیں پھلاؤں گا۔۔۔!"

مومن نے چھوٹی سی ٹیبل دادا کے بیڈ کے قریب رکھی اور اس پر کھانا لگاتے ہوئے دادا سے بولا۔۔۔

"دادا۔۔۔یہ ایکسر سائز ڈاکٹر نے بتائی ہے۔۔۔شاویز تو آپ سے مذاق کر رہا ہے بس۔۔۔اور اب باتیں چھوڑیں ،پہلے کچھ کھا لیں۔۔۔آپ کو بھوک لگ رہی ہو گی۔۔۔!" مومن کا انداز بے حد سنجیدہ تھا۔۔۔اس کا چہرہ بھی بجھا بجھا سا لگا دادا کو۔۔۔انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے رسان سے کہا۔۔۔

"مومن۔۔۔میں گھر آ گیا ہوں پگلے۔۔۔اور جب تک میں اپنے پوتے کے بچے گود میں نا کھلا لوں ،مروں گا نہیں۔۔۔مگر تُو اگر اس طرح اداس ہوا تو میں اپنا پلان بدل بھی سکتا ہوں۔۔۔!"

دادا ،مومن کی رگ رگ سے بخوبی واقف تھے۔۔۔وہ پژمردہ تھا۔۔۔ان کی بیماری اسے اسی طرح توڑ کر رکھ دیتی تھی۔۔۔وہ خود شکل سے بیمار دکھنے لگتا تھا اور دادا نے اس کی کیفیت کو فوری بھانپ لیا تھا۔۔۔مومن ارد گرد کو یکسر بھلائے دادا کے سینے سے جا لگا۔۔۔دو آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر دادا کے کاندھے میں جذب ہو گئے۔۔۔وہ حقیقتاً ایک بار پھر دادا کے کھو جانے کے خوف میں مبتلا ہو گیا تھا۔۔۔اور اس لمحے کسی چھوٹے بچے کی طرح ان کے سینے سے لگا خود کو ان کے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔۔۔سالک پاشا ششدر بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔۔۔کسی زمانے میں وہ بھی اتنے ہی مان اور بھروسے کے ساتھ عادل پاشا کے گلے لگ جایا کرتا تھا۔۔۔ایسا ہی تحفظ کا احساس اسے بھی ہوا کرتا تھا مگر پھر وقت کے گھوڑے کے سموں تلے ہر جذبہ روندا گیا۔۔۔ہر احساس نے برف کی چادر اوڑھ لی۔۔۔اس کی آنکھیں یکدم جلنے لگی تھیں۔۔۔اس نے انہیں مسل کو فوراً خود کو نارمل کیا۔۔۔اتنے میں مومن بھی اس جذباتی حصار سے باہر آیا تو اسے یاد آیا کہ یہاں اس کا باس بھی بیٹھا ہے۔۔۔وہ سالک سے نظر ملائے بغیر فوراً کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔سلیقے سے دادا کو ایک باؤل میں سوپ ڈال کر پکڑایا اور پھر سکون سے سالک پاشا کی

مہمان نوازی میں جت گیا۔۔اس کا کھانے کا ہر گز موڈ نہیں تھا مگر دیسی طرز پر پکا ہوا کھانا اور اس کی اشتہا انگیز خوشبو کی بدولت اس نے تھوڑا سا کھا لیا تھا۔۔ساتھ شاویز اور دادا کی باتوں کو بھرپور انجوائے کیا۔۔اتنی شاندار محفل سے اٹھ کر جانے کا اس کا جی نہیں تھا مگر کب تک بیٹھا رہتا۔۔مومن اسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا اور ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔۔گاڑی میں بیٹھ کر اسے بیک گیئر پر ڈالا تو نگاہ یکدم ساتھ والی سیٹ کے فٹ میٹ پر پڑی۔۔کوئی چیز چمک رہی تھی۔۔وہ جھکا اور جب سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھ میں نازک سی بریسلٹ تھی جس میں سٹونز جڑے تھے۔۔ایک دم دھیان ماحور کی جانب گیا۔۔یہ بریسلٹ اس نے اسی کی دودھیا کلائی پر بندھا دیکھا تھا۔۔سالک پاشا کے ہونٹوں نے بڑی چاہت کے ساتھ اس بریسلٹ کو چوم لیا۔۔اس نے نام سے جڑی ہر شے اسے پیاری تھی۔۔اتنے دن کی مصروفیت میں وہ نا تو اس سے ٹھیک سے میسیج پر بات کر پایا تھا اور نا ہی دوبارہ ملاقات ہو پائی تھی۔۔جتنی جلدی اسے ماحور کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی تھی، وقت جیسے دونوں کے درمیاں فاصلے بڑھا رہا تھا۔۔اس نے وہ بریسلٹ کوٹ کی پاکٹ میں ڈالا۔۔واپسی کے سفر میں اس کا خیال مسلسل اس کے ہمراہ تھا۔۔!

☆......☆......☆

زونی اور جنت کے سکول سے کال آئی تھی۔۔اسے فورا بلایا تھا۔۔ماحور، رائنہ کو لے کر بھاگم بھاگ وہاں پہنچی تھی۔۔جس وقت وہ پرنسپل آفس میں پہنچی وہ دونوں وہیں موجود تھے اور گھبرائے سے ایک جانب سر جھکائے کھڑے تھے۔۔وہ حیرانی سے پرنسپل صاحب کے اشارے پر کرسی پر ٹک گئی۔۔رائنہ کو اشارے کی ضرورت نہیں تھی۔۔ویسے بھی ماحور نے محسوس کیا تھا جیسے رائنہ کو دیکھ کر پرنسپل صاحب سنبھل کر بیٹھ گئے تھے۔۔پچھلی بار کا تجربہ انہیں یاد تھا۔۔ماحور نے اپنے بلائے جانے کی وجہ پوچھی تو پرنسپل نے اپنی ٹیبل پر رکھے دو مہنگے ٹیبز اس کے سامنے کھسکائے۔۔

"یہ ان دونوں کے بیگز سے برآمد ہوئے ہیں۔۔!"

"کیا۔۔" ماحور تقریبا چلائی۔۔"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں سر۔۔مذاق کر رہے ہیں یا بنا رہے ہیں۔۔میں خود کے لیے تو ایک اسمارٹ فون نہیں لے سکتی تو کیا اپنے گھر کے بچوں کو اتنے مہنگے ٹیب لے کر دوں گی۔۔!" وہ حیرت میں گھری پوچھ رہی تھی۔۔رائنہ دونوں ٹیبز الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔۔

"میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔۔یہ انہی دونوں کے بیگز سے ملے ہیں۔۔اور یہ انہیں کس نے دیے ہیں، آپ بھی جانتی ہیں۔۔!" پرنسپل نے طنزیہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔تو رائنہ رخ کر بولی۔۔

" پرنسپل صاحب ۔۔۔پہیلیاں بوجھنے نہیں آئیں ہم یہاں ۔۔۔سیدھی طرح بتائیں کیا معاملہ ہے ۔۔۔ورنہ۔۔۔"

اور پرنسپل نے اس کے ورنہ سے آگلے الفاظ سننے کی زحمت نہیں کی تھی فورا بولے ۔۔۔

" اس شہر کی معروف ہستی عادل پاشا کی بیگم ناعمہ پاشا نے ۔۔۔ان بچوں کے بقول وہ ان کی ماں ہیں ۔۔۔!" پرنسپل صاحب کے لہجے میں اس قدر استہزا تھا جیسے انہیں جوک آف دا ائیر سنایا ہو ۔۔۔ماحور نے لاجواب ہوتے ہوئے آنکھیں میچ لیں ۔۔۔رائنہ سے برداشت نا ہوا تو پرنسپل کی ٹیبل پر زوردار ہاتھ مارتے ہوئے بولی ۔۔۔

" آپ کو اگر معلوم ہو ہی گیا ہے کہ ناعمہ پاشا ان کی ماں ہیں تو امید ہے کہ آپ آئندہ اپنے رویے کو لے کر احتیاط برتیں گے ۔۔۔کیونکہ ناعمہ پاشا کے ہسبنڈ عادل پاشا کی ایک کال آپ کے سکول کی اینٹ سے اینٹ بجادے گی ۔۔۔سو ڈونٹ یو ایور میس وود دیز کڈز ۔۔۔!"

پرنسپل کی ٹنڈ پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے ۔۔۔وہ تو اس بات کو ان بچوں کا مذاق سمجھے تھے ۔۔۔خوشامدانہ انداز میں وضاحت دینے لگے ۔۔۔

"ایک تو محترمہ آپ ہر بار ناراض ہو جاتی ہیں ۔۔۔میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا ۔۔۔بھلا مجھے پہلے بتا دیتیں آپ تو میں آپ کو کیوں بلواتا ۔۔۔ظاہر ہے اتنے اونچے گھر کے بچوں کے پاس یہ چیزیں معمول کی بات ہے ۔۔۔آپ فکر نا کریں میں ہینڈل کرلوں گا ۔۔۔!"

پرنسپل نے اٹھ کر دونوں ٹیبز ٹیبل پر سے اٹھائے اور جنت کو پاس بلاتے ہوئے کہا ۔۔۔

" جنت بیٹا یہ آپ رکھیں ۔۔۔لیکن ذرا احتیاط کریں ۔۔۔ایسے گیجیٹس سکول میں لانا مناسب نہیں اور اگر لانا ہی ہو تو ڈیورنگ کلاس انہیں یوز مت کریں ۔۔۔رکھ لو بیٹا ۔۔۔رکھو انہیں واپس ۔۔۔!"

جنت گومگو کا شکار کن اکھیوں سے ماحور کا چہرہ دیکھ رہی تھی ۔۔۔جس کے چہرے پر عجیب نا قابل فہم تاثرات تھے ۔۔۔وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھی اور جنت اور زونی کو پیٹنا شروع کر دیا ۔۔۔پرنسپل تو پرنسپل رائنہ بھی اس کے ردعمل پر بوکھلا گئی ۔۔۔وہ دونوں اپنا بچاؤ کرتے ڈر کے مارے رونے لگے تھے ۔۔۔رائنہ نے فورا ماحور کو کسی طرح قابو کیا، ٹیبل سے ٹیبز اٹھا کر بیگ میں ڈالے اور دونوں بچوں کو لے کر پرنسپل سے معذرت کرتی وہاں سے نکل آئی ۔۔۔سارا راستہ ٹیکسی میں ماحور کی سسکیاں گونجتی رہیں ۔۔۔وہ اتنے صدمے میں تھی کہ اس کا دل کر رہا تھا ابھی جائے اور ناعمہ پاشا کو جھنجھوڑ کر رکھ دے ۔۔۔کس حق سے انہوں نے یہ سب کیا تھا ۔۔۔وہ ہوتی کون تھیں انہیں یہ سب دینے والی ۔۔۔انہوں نے ایک پل کو بھی نہیں سوچا کہ اتنے مہنگے تحفوں کے کیا

اثرات مرتب ہوں گے ان کے کچے ذہنوں پر۔۔۔رائنہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ماحور کو چپ کرائے یا گود میں بیٹھے زونی کو یا پھر کندھے کے ساتھ سر ٹیکے سسکیاں ضبط کرتی جنت کو۔۔۔گھر کے آگے ٹیکسی رکتے ہی ماحور ایک جھٹکے سے اتری اور اندر چلی گئی۔۔۔رائنہ نے جلدی سے اتر کر کرایہ دیا اور دونوں کو خود سے لگائے سہج سہج چلتی اندر داخل ہوئی۔۔۔اسے ڈر تھا کہ ماحور اندر آتے ہی بچوں کو پیٹنا شروع نا کر دے اور وہی ہوا۔۔۔وہ چیل کی طرح دونوں پر جھپٹی تھی۔۔۔پیر سے جوتا اتارا اور جہاں کہاں مار سکتی تھی مارتی چلی گئی۔۔۔رائنہ ان دونوں کو بچاتے بچاتے خود بھی پٹ گئی۔۔۔زلیخا دادی شور سن کر اندر سے نکلیں تو بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے سارا منظر دیکھنے لگیں۔۔۔وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔۔۔جائے نماز سے اٹھ کر ننگے پاؤں باہر چلی ائیں۔۔۔آگے بڑھ کر دونوں کو اپنے پاس گھسیٹ کر یوں خود میں چھپایا جیسے پروں میں لیا ہو۔۔۔زونی اور جنت کے سرخ چہروں پر ہاتھوں کی انگلیوں کے جامنی نشان پڑ چکے تھے۔۔۔ایسا ظالمانہ مارا تھا ماحور نے کہ آج تک نا مارا ہوگا۔۔۔چلا چلا کر اس کا اپنا گلا بھی بیٹھ چکا تھا۔۔۔

”کہاں کمی کی میں نے۔۔۔کدھر تم لوگوں کی ضرورتوں سے نظر چرائی تھی میں نے جو میرے منہ پر اتنا بڑا تمانچہ مارا۔۔۔مجھے خبر بھی نا ہوئی اور وہ تم دونوں کے اس قدر قریب ہوگئیں کہ اتنا قیمتی تحفہ دے دیا۔۔۔کب۔۔۔؟ کیسے۔۔۔؟ کب آئیں وہ سکول۔۔۔کتنی بار۔۔۔بولو۔۔۔؟“ وہ کھا جانے والی نظروں سے دونوں کو دیکھتی پوچھ رہی تھی۔۔۔”کیا سوچتی ہوں گی وہ۔۔۔اتنے ترسے ہوئے ہو تم دونوں۔۔۔میری پیٹھ پیچھے تم دونوں نے ان سے یہ ٹیبز لے کر مجھے میری اوقات دکھا دی۔۔۔میں نے اپنی ہڈیوں کا سرمہ بننے تک تم لوگوں کے لیے محنت کی اور بدلے میں تم لوگوں نے مجھے یہ دیا۔۔۔کیوں۔۔۔بتاؤ کیوں۔۔۔؟“ وہ کہہ کر ایک بار پھر ان دونوں پر جھپٹی مگر اس بار زلیخا دادی کی آڑ ہی کافی تھی۔۔۔وہ اسے خون آشام نگاہوں سے تک رہی تھیں۔۔۔

”آپ ہٹیں دادی۔۔۔میں آج ان دونوں کو نہیں چھوڑوں گی۔۔۔انہوں نے اس عورت کو مجھ پر ہنسنے کا موقع دے دیا۔۔۔وہ کہتی ہوں گی کہ یہ رہی ماحور مغل کی اوقات۔۔۔ایک ٹیب کے پیچھے یہ دونوں ان کے پیچھے دم ہلاتے چل دیئے۔۔۔کتنا خوش ہوئی ہوں گی نا وہ۔۔۔پیسے کے بل پر انہوں نے اپنی دھاک بٹھا دی وہ بھی صرف چند دن میں۔۔۔!“ وہ گھٹنوں کے بل دھپ سے زمین پر گری تھی۔۔۔رائنہ نے ترحم سے اسے دیکھا مگر زلیخا دادی ہنوز اسے خفگی سی تک رہی تھیں۔۔۔زونی اور جنت کو پیار سے پچکار کر انہوں نے اندر بھیجا۔۔۔وہ دونوں جیسے جان بچا کر اندر بھاگے۔۔۔زلیخا دادی بلکتی ہوئی ماحور کے قریب چلی آئیں۔۔۔اس کے برابر میں موڑھے پر بیٹھتے ہوئے نرمی سے اس کے بال سنوارے اور بولیں۔۔۔

”ماحور کیا تمہارا دل گواہی دیتا ہے کہ نمو اتنی ہی بری ہے جتنا تم اسے سمجھتی ہو۔۔۔؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کن حالات میں

اور کیسے تمہیں چھوڑ کر گئی تھی۔۔۔؟ کیا لازم ہے کہ وہ جانا ہی چاہتی ہو۔۔۔کیا پتا اس کے ساتھ کیا بیت گئی ہو۔۔۔اسے کتنا زخم ہونا پڑا ہو اپنی اولاد چھوڑتے وقت۔۔۔!"

ماحور کا رونا ایک جھٹکے سے بند ہوا تھا۔۔۔وہ خالی خالی آنکھوں سے دادی کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

"مجھے وہی پتا ہے دادی جو مجھ پر بیت گیا۔۔۔ان پر کیا بیتی، مجھے کسی نے نہیں بتایا۔۔۔یہاں تھا ہی کون جو کچھ بتاتا۔۔۔کیا آپ تھیں۔۔۔؟ آپ تو جانتی ہیں نا۔۔۔تو کیا بتائیں گی مجھے؟" اس کے سوال پر دادی نظریں چرا گئیں۔۔۔وہ رائنہ کا ہاتھ تھام کر فرش سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔اس کی ٹانگیں بے جان ہو رہی تھیں۔۔۔اندر قدم بڑھانے سے پہلے اس نے ایک آخری فقرہ کہا۔۔۔"اگر نہیں تو مجھے سوچنے دیں جیسا میں سوچتی آئی ہوں۔۔۔ورنہ سب خاک ہو جائے گا دادی۔۔۔!"

اس نے قدم اندر کو بڑھائے۔۔۔اسی پل زلیخا دادی کی آواز نے اسے زنجیر کیا۔۔۔

"میں بتاؤں گی تمہیں۔۔۔وہ سب کچھ جو تم نہیں جانتی۔۔۔لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ سچ جاننے کے بعد اپنے دل میں گنجائش پیدا کرو گی۔۔۔اپنا ظرف وسیع کرو گی۔۔۔!"

ماحور کے چہرے کے تاثرات ناقابل فہم تھے۔۔۔رائنہ کو لگا جیسے وہ برف کا مجسمہ ہو جو پگھلنے کو نہیں بلکہ چٹخنے کو تیار کھڑا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

کھلے سے صحن کے ایک کونے میں بنے کھرے کے قریب کپڑوں کا ڈھیر لگا تھا۔۔۔یہاں سے وہاں لگی تاروں پر دھلے کپڑے ڈل چکے تھے مگر ابھی بھی کافی زیادہ دھونے باقی تھے۔۔۔لال بھبھوکا چہرہ لیے ایک نازک سی لچکیلی شاخ سی لڑکی کھیس پر سوٹے مار مار کر اسے دھونے کے چکر میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔۔۔آج کپڑے دھونے کی ذمہ داری اس کی تھی اور ایک اسی کام سے اس کی جان جاتی تھی۔۔۔اس کا چمکتا سفید چہرہ اکتاہٹ اور غصے سے لال انار ہو رہا تھا۔۔۔قریب ہی نیل والے پانی سے بھرا ٹب پڑا تھا جس میں اسے سفید کپڑوں کو نتھار کر نکالنا تھا مگر ابھی تو کھیس جان کو آیا ہوا تھا۔۔۔اس نے مزید زور صرف کرتے ہوئے سوٹے کا وار کھیس پر کیا اور عین اسی وقت نیل والے پانی میں چھپاک سے کوئی وزنی چیز آ کر گری اور پانی اچھل کر شاندار طریقے سے اسے تقریباً سارا ہی بھگو گیا۔۔۔اس کا ہلکے پستے رنگ کا سوٹ نیل کے داغوں سے اٹ گیا۔۔۔ایک جھٹکے سے کھڑی ہو کر وہ روہانسی ہوتی خود کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ابھی پچھلے ماہ چاچی نے یہ سوٹ اسے خود سی کر دیا تھا۔۔۔اس نے ارد گرد دیکھ کر اندازہ لگانے

کی کوشش کی کہ یہ حرکت کس کی ہے مگر آس پاس کوئی بھی نہین تھا۔۔زچ ہوتی ہوئی وہ سب کچھ جوں کا توں چھوڑ کر جانے ہی والی تھی کہ اس کے کانوں میں انتہائی کمینگی کے ساتھ لگایا گیا قہقہہ پڑا۔۔اس نے مٹھیاں بھینچ لیں اور طیش سے سر اٹھا کر اوپر چھت کی طرف دیکھا۔۔عقیل ہنس ہنس کر بے حال ہوتا اسے دیکھ رہا تھا۔۔کالی شلوار قمیض کی آستینیں فولڈ کیے وہ بڑی فرصت سے یہی کرتوت کرنے کے لیے کھڑا تھا شائد۔۔نمو نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور کپڑے دھونے والا سوٹا اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔۔آج اس عقیل کے بچے کی چٹنی بنا دینی تھی اس نے مگر اگر وہ اس کے ہاتھ آتا تو۔۔جیسے ہی وہ اوپر پہنچی۔۔لمبا تڑنگا عقیل چھلانگ لگا کر پیچھے پر اترا اور وہاں سے لٹک کر نیچے صحن میں۔۔اوپر نمو سوٹے کے ساتھ کھڑی دانت پیستی اسے دیکھتی رہ گئ۔۔اور وہ ہاتھ جھاڑتا کمینگی سے آنکھ مار کر یہ جا وہ جا۔۔

پرسوں استری خراب ہونے کی وجہ سے اس نے کوئلوں والی استری سے عقیل کی نئ نکور پینٹ کو استری کرنا چاہا تو وہ خود ایک جگہ سے کوئلہ بن گئ۔۔ڈر کے مارے اس نے وہ پینٹ گولا بنا کر گندم کے بھڑولے کے پیچھے چھپادی اور عقیل سے کہہ دیا کہ وہ تو کب کی استری کر کے اس کے کمرے میں رکھ بھی آئی۔۔رات ہونے تک پورا کمرا ادھیڑ ڈالا اس نے مگر پینٹ ہوتی تو ملتی نا۔۔خدا جانے گئ تو کدھر گئ۔۔پر ستیا ناس ہو اس عقیل کی پالتو بلی کا۔۔اناج والے کمرے میں نا جانے کس چوہے پر منہ مارنے گئ اور واپسی پر منہ میں پینٹ کا کونا ڈالے اسے باہر گھسیٹ لائی۔۔عقیل اپنی نئی پینٹ کا حشر دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا مگر اس وقت صحن میں سب بڑے موجود تھے اور کسی کے سامنے اس کی جرات نہیں تھی کہ وہ نمو کو کچھ کہہ سکتا۔۔نمو نے بھی نظر سے نظر ملا کر نادی اور اس کا بدلہ آج وہ لے گیا تھا۔۔اس کا دل پسند جوڑا نیل کے پانی نے برباد کر کے رکھ دیا تھا۔۔وہ باقی کے کپڑوں کی دھلائی کا کام یونہی چھوڑ کر اندر کمرے میں سوگ منانے جا چکی تھی۔۔پیچھے اسے معلوم تھا کہ گھر میں اتنی خواتین ہیں کوئی بھی بکھیرا سمیٹ دے گی مگر اپنے سوٹ کے لیے اسے خود ہی رونا تھا۔۔!

☆......☆......☆

دبے پاؤں وہ گھر کی اونچی دیوار پھاند کر اندر کودا تھا۔۔ہر طرف خاموشی تھی۔۔صرف برآمدے کا بلب روشن تھا یا اوپر چوبارے کی لائٹ جہاں بڑے بھیا اکثر رات گئے تک پڑھتے تھے۔۔وہ اسی طرح بلی کی چال چلتا اندر ہال کمرے میں داخل ہوا اور وہاں سے سیدھے کچن کا رخ کیا۔۔سارا کچن صاف ستھرا تھا۔۔چولہے پر تین دیگچیاں رکھی تھیں اور اسے سارے میں مزیدار سی اشتہا انگیز خوشبو بھی پھیلی محسوس ہو رہی تھی۔۔پیٹ سے بھوک کے مارے آوازیں آ رہی تھیں۔۔وہ آہستگی سے چلتا ہوا چولہے کے

پاس آیا۔۔۔ایک دیگچی کا ڈھکن اٹھایا تو منہ لٹک گیا۔۔۔ڈھکن واپس رکھنے لگا کہ یکدم نگاہ اس کی پشت پر پڑی جہاں ایک چٹ چسپاں تھی۔۔۔اوپر لکھا تھا" اس میں بریانی تھی۔۔۔"۔۔۔مارے کوفت کے وہ ڈھکن زور سے دیگچی پر مارنے ہی لگا تھا کہ فوراً رک گیا۔۔۔شور ہو جاتا تو اسے اتنی دیر سے گھر آنے پر جوتے پڑ جانے تھے۔۔۔تحمل سے ڈھکن رکھا اور دوسری دیگچی کا ڈھکن اٹھایا ۔۔۔وہ بھی خالی اور دھلی دھلائی پڑی تھی۔۔۔اس نے ڈھکن کی پشت کو دیکھا تو وہاں بھی ایک چٹ آویزاں تھی جس پر لکھا تھا۔۔۔" اس میں قورمہ تھا۔۔۔"۔۔۔اگلی دیگچی کا ڈھکن اٹھانے سے پہلے اس نے دو تین لمبے لمبے سانس کھینچے اور خود کو نارمل رکھنے کی سعی کی۔۔۔تیسرا ڈھکن اٹھایا اور اس میں جھانکنے کی بجائے اس پر چپکی چٹ کو ہی سیدھا پڑھا کیونکہ اس میں سے کون سا من وسلویٰ نکل آنا تھا۔۔۔اس نے چٹ پڑھی تو خون کھول اٹھا۔۔۔" اس دیگچی میں کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔یہ تمہارے دماغ کی طرح خالی ہی ہے۔۔۔آئیندہ لیٹ آئے تو تمہارے حصے کا کھانا تمہاری بلی کی بجائے گلی کے کتے کو ڈال دوں گی۔۔۔"۔۔۔وہ دانت پیستا ہوا واپس مڑا۔۔۔اسی پل کوئی تیزی سے دروازے کی اوٹ سے نکل کر بھاگا تھا۔۔۔اس نے ایک ہی جست میں کچن پار کیا اور ہال کمرے کو بھاگتے ہوئے عبور کرتی نمو کو جالیا۔۔۔پیچھے سے ایک دم اس کا بازو تھاما اور مروڑتے ہوئے پشت سے لگایا۔۔۔

" آواز نکالی نا تو جو بھی باہر نکلے گا، وہ ہم دونوں کو اس حال میں دیکھ کر صبح ہی نکاح پڑھوا دے گا ہمارا۔۔۔اس لیے منہ بند رکھنا۔۔۔!"

" بازو چھوڑو میرا عقیل۔۔۔اور تم سے نکاح پڑھواتی میری جوتی۔۔۔شکل دیکھی ہے تم نے اپنی۔۔۔!" وہ تکلیف سے دوہری ہوتی ہوئی بولی۔۔۔

" اچھا۔۔۔اسی شکل پر تمہارے کالج کی آدھی لڑکیاں مرتی ہیں۔۔۔اور تم بھی بنو مت زیادہ۔۔۔اچھے سے جانتا ہوں میں ، فدا ہو مجھ پر۔۔۔!"

" اتنی لڑکیاں مرتی تھیں تو انہی میں سے ایک لے آتے۔۔۔مجھ سے منگنی کروانے کے لیے کیوں مرے جا رہے تھے۔۔۔!" وہ پورا زور لگاتی ہوئی ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی تو اس کے سینے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔۔۔عقیل نے مزہ لیتی مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور بولا۔۔۔

"تمہیں اپنے نام نا کرواتا تو کوئی اور لے اڑتا نا تمہیں۔۔۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولتا نمو کی بولتی بند کر گیا۔۔۔" اور باقی لڑکیوں کا کیا ہے، ان سے تو میں کبھی بھی آنکھ مٹکا کر سکتا ہوں۔۔۔!" ساتھ ہی اس کا لہجہ اور ٹون بدل گئی۔۔۔اب وہ صاف چڑا رہا تھا

اسے۔۔۔نمو نے غصے سے اس کے پاؤں پر پاؤں دے مارا اور دھکا دے کر صوفے پر گراتے ہوئے بولی۔۔۔

"آواز نکالی تو جو بھی باہر نکلے گا وہ تمہیں اس حال میں دیکھ کر صبح کا انتظار نہیں کرے گا، ابھی کے ابھی مرمت کرنی شروع کر دے گا کیونکہ میں نے سب کو یہی بتایا تھا کہ عقیل کے دوست کے گھر بسنت پارٹی ہے اور وہ رات وہیں رہے گا۔۔۔اس بات پر تایا سے لے کر چاچو تک سبھی تم سے شدید ناراض ہیں۔۔۔لہذا پیٹ پر پتھر باندھو اور جا کر کمرے میں سو جاؤ۔۔۔!" وہ کہتے ساتھ ہی شرلی کی طرح بھاگ گئی تھی۔۔۔اس کی انگوٹھے والی چپل میں آدھے سے زیادہ پاؤں تو ننگا ہوتا تھا اور وہیں سے پیر نمو اپنی سخت تلے والی جوتی سے مسل گئی تھی۔۔۔عقیل بے بسی اور غصے سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔برا پھنسا گئی تھی وہ اسے۔۔۔اب صبح عدالت لگنی تھی۔۔۔

"تمہیں تو میں بتاؤں گا نمو کی بچی۔۔۔موقع مل لینے دو۔۔۔!"

وہ دل میں اسے دھمکاتا اور نیم لنگڑاتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔!

☆......☆......☆

اندرون شہر میں ایک حویلی ہوا کرتی تھی۔۔۔مغلوں کی حویلی کے نام سے مشہور تھی۔۔۔خاصی وسیع و عریض تھی مگر پرانی طرز پر بنی ہوئی۔۔۔احسان اللہ مغل کی سرپرستی میں تین گھرانے آباد تھے اس میں۔۔۔تین بیٹے اور ان کی آل اولاد۔۔۔احسان اللہ مغل جدی پشتی رئیس تھے۔۔۔آزادی کے بعد پاکستان شفٹ ہوئے تو کلیم میں یہ حویلی ملی۔۔۔اسی میں تینوں بیٹوں کے ساتھ اپنا آشیانہ آباد کیا۔۔۔ساتھ بے تحاشا سونا زیور لے کر آئے تھے۔۔۔اسے بیچ باچ کر کام شروع کیا۔۔۔برکت پڑی تو پرانی شان وشوکت بھی پلٹ آئی۔۔۔بیٹے تینوں اچھے اور سلجھے ہوئے مزاج کے تھے۔۔۔باری باری تینوں کے گھر بھی بستے چلے گئے۔۔۔سب سے بڑے اکمل مغل تھے، چچا زاد کے ساتھ بیاہے گئے اور دو پسر اللہ نے عطا کیے۔۔۔عدیل مغل اور عقیل مغل۔۔۔ان سے چھوٹے کمال مغل جن کا بیاہ غیروں میں ہوا ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔۔۔صائمہ مغل، ناعمہ مغل اور بیٹا کامران مغل۔۔۔سب سے چھوٹے کامل مغل تھے جن کی بیگم بے حد ہنس مکھ اور خوش مزاج تھیں۔۔۔ان کے ہاں تین لڑکے ہوئے۔۔۔اور تینوں تڑواں۔۔۔ایک ہی بار میں فیملی مکمل ہو گئی ان کی۔۔۔احسان اللہ مغل اور ان کی بیگم کے انتقال کے بعد بھی تینوں بھائی آپس میں سلوک اور اتفاق سے رہے۔۔۔سب سے بڑے بھائی اکمل بے حد زیرک اور سبھاؤ والے انسان تھے۔۔۔وہ اپنی معاملہ فہمی سے کنبے کو جوڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔اکمل اور کمال والد کے کاروبار سے ہی منسلک تھے جبکہ کامل صاحب نے اپنا الگ کام ڈال رکھا تھا۔۔۔ابھی تک کچن مشترکہ تھا تو اس کا سہرا بھی اکمل صاحب کے سر جاتا تھا۔۔۔باپ کے

انتقال کے بعد اگر ان کی مسند پہ بیٹھے تھے تو بجا طور پر اس کا حق ادا کیا تھا۔۔۔انہیں جوڑے رکھنے کا سلیقہ تھا تو چھوٹے بھائی بھی ان کی تکریم میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔۔۔شومیٔ قسمت دیورانی جیٹھانی والے مخصوص جھگڑے بھی نہیں تھے۔۔۔تینوں مزاج کی بھی اچھی تھیں اور ایک دوسرے کا احساس بھی کرتی تھیں۔۔۔اکمل صاحب کے دونوں بیٹے جوان ہوئے تو انہوں نے کاروبار میں ساتھ ہی لگا لیا حالانکہ بڑے عدیل کو پڑھنے کا شوق تھا مگر باپ کے حکم پر سر جھکائے کاروبار میں کھپ گئے۔۔۔جبکہ عقیل اپنی من مرضی کر گزرتا تھا۔۔۔اسے باہر جانے کا جنون تھا۔۔۔انٹر کرنے کے بعد سے ہاتھ پیر مار رہا تھا مگر کام نہیں بنا تھا۔۔۔اکمل صاحب نے محض اس کا دھیان بٹانے کی خاطر کہا کہ جب تک بندوبست نہیں ہوتا، فارغ رہنے کی بجائے کاروبار کی طرف دھیان دو، جب ہوگا تو چلے جانا۔۔۔ان کا خیال تھا کہ اس طرح اس کے دماغ کا کیڑا مر جائے گا پر وہ روٹین میں باپ کے ساتھ جاتا ضرور رہا مگر بالا ہی بالا وہ اب تک ملک سے باہر جانے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا تھا۔۔۔کمال صاحب کی بڑی بیٹی صائمہ کی شادی طے پا چکی تھی۔۔۔ننھیال سے ہی دور پار کے رشتے دار تھے۔۔۔وہاں سے رشتہ آیا تو سبھی سوچ میں پڑ گئے۔۔۔لوگ بے حد امیر کبیر تھے۔۔۔گو کہ یہ بھی کسی سے کم نہیں تھے مگر ان کے گھرانے میں آسودگی کے باوجود سادگی نمایاں تھی جبکہ جہاں سے رشتہ آیا تھا وہ لوگ خاصے لبرل اور نخریلے تھے۔۔۔ایسے میں اکمل صاحب نے بھی عدیل کے لیے خواہش کا اظہار کیا۔۔۔کمال صاحب کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہوتی کہ اتنا قابل بھتیجا داماد بنتا مگر صائمہ نے گھر بھر میں مصیبت ڈال دی۔۔۔وہ عدیل کے ساتھ شادی پر کسی صورت راضی نا تھی۔۔۔ماں کمرے میں ٹٹولنے کے لیے لے کر گھس گئیں اور ان کے سامنے صائمہ نے صاف کہہ دیا کہ وہ اسی گھر میں شادی کرے گی جہاں سے رشتہ آیا ہے اور یہ بھی کہ یہ رشتہ اسی کے ایما پر بھیجا گیا ہے۔۔۔وہ جمال کو پسند کرتی ہے۔۔۔صدمے سے بے حال ماں کو سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ بیٹی کے منہ سے نکلی اتنی بڑی بات کو گھر کے مردوں کے کان میں کیسے ڈالیں۔۔۔انہیں تو یقین کرنا مشکل تھا کہ ان کی اتنی کم گو بچی کے منہ میں اتنی زبان کہاں سے ائی۔۔۔مگر بات نکالنی تو تھی کیونکہ زبردستی کی صورت میں بیٹی کی خودسری اس کی آنکھوں سے جھلکتی تھی۔۔۔کمال صاحب کو خبر ہوئی تو وہ جوان بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کے درپے ہو گئے۔۔۔اس موقع پر بھی اکمل صاحب نے نہایت متانت اور بردباری سے اس مسئلے کا وہی حل نکالا جس میں سبھی کی عزت تھی۔۔۔صائمہ کا رشتہ وہیں طے کر دیا گیا اور عدیل کے لیے تائی نے اپنی بھتیجی کے ہاتھ پر شگن دھر دیا۔۔۔صائمہ کی شادی اس کے بی اے کے امتحانات کے بعد تھی کیونکہ لڑکے والوں کو اس کا گریجویٹ ہونا درکار تھا۔۔۔ایسے میں گھر کے ماحول میں جو ایک کشیدگی کی دھول اڑی تھی وہ گھر کے بڑوں کی فراست کے باعث بیٹھ گئی۔۔۔مگر عقیل کو فکر لاحق ہو گئی تھی۔۔۔وہ پچھلے تین سال

سے ناعمہ کی محبت میں مبتلا تھا۔۔اور اس کی چاہت کی گواہ زلیخا چاچی بھی تھیں۔۔۔عقیل ان سے بہت قریب تھا۔۔اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ جب عقیل چار سال کا تھا تو تائی امید سے ہوئیں۔۔۔زلیخا چاچی کو بیاہ کر آئے ابھی سال بھی نا ہوا تھا۔۔تائی کی طبیعت اتنی مضمحل رہا کرتی کہ انہیں ارد گرد کا ہوش ہی بھول جاتا۔۔۔عدیل اس وقت دس سال کا تھا،سمجھدار تھا اپنی دیکھ بھال کر لیتا تھا مگر عقیل چھوٹا بھی تھا اور ماں کے ساتھ سونے جاگنے کا عادی۔۔۔ایسے میں وہ خود بھی بیمار پڑا تو زلیخا چاچی اسے اپنے ساتھ سلانے لگیں۔۔۔سارا دن اور رات اس کی دیکھ بھال کرتیں کہ وہ خود بھی ان سے ہل گیا۔۔کھانا تک ان کے ہاتھ سے کھانے لگا تھا۔۔ایسے میں تائی کو بہت آرام ملا۔۔۔عدیل کے بعد بھی دو دفعہ وہ امید سے ہوئی تھیں مگر ہر بار آس ٹوٹ جاتی۔۔۔اللہ نے بڑی دعاؤں کے بعد عقیل گود میں ڈالا تھا۔۔اب اس کے چار سال بعد دوبارہ سے خیر کی خبر ملی۔۔۔دو ماہ عافیت سے گزر بھی گئے مگر اس بار بھی خوشی پار نا لگ سکی۔۔۔تائی بے حد دلگرفتہ رہیں۔۔۔دوبارہ سے سارا دھیان دونوں بیٹوں پر دینا شروع کیا مگر عقیل اس وقت تک زلیخا چاچی سے بہت مانوس ہو چکا تھا۔۔۔اس میں کچھ کمی تب آئی جب زلیخا چاچی کے اپنے ہاں ایک ساتھ تین بیٹوں کی پیدائش ہوئی۔۔۔پورے گھر بھر کے لیے یہ بہت خوشی کا موقع تھا۔۔۔چاچی کے تینوں بیٹے مل بانٹ کے پل گئے۔۔۔ایک کو تائی رات میں سنبھال لیتیں دوسرے کو منجھلی اور تیسرے کو خود چاچی۔۔۔مگر عقیل سے ان کا پیار کم نہیں ہوا تھا۔۔خود وہ بھی ان تین گڈوں کے ساتھ ہی مگن رہتا۔۔۔بچپن سے جوانی تک عقیل اپنی ہر بات زلیخا چاچی سے ہی کرتا آیا تھا۔۔۔جوان ہوا اور دل کے سر تال ناعمہ کو دیکھ کر بدلنے لگے تب بھی سب سے پہلے چاچی کو ہی بتایا۔۔۔اب جب کہ صائمہ کے لیے گئے بولڈ اسٹیپ کے بعد وہ نمو کی طرف سے خدشات کا شکار ہوا تو زلیخا چاچی میدان میں اتر آئیں۔۔۔وہ خود تائی اور تایا کے ساتھ کمال صاحب اور ان کی بیگم سے نمو کا ہاتھ عقیل کے لیے مانگنے کے لیے آئیں۔۔۔گو کہ کمال صاحب اور ان کی بیگم کو عقیل کے مزاج میں شامل لاپرواہی اور غیر سنجیدگی سے عذر تھا مگر اس بار بھی وہ بڑے بھائی کو نامراد نہیں لوٹانا چاہتے تھے۔۔۔انہوں نے ہاں کر دی۔۔۔بعد میں نمو کے چہرے کے گلال نے دونوں میاں بیوی کو اطمینان دلا دیا تھا۔۔۔نمو واقعی خوش تھی۔۔۔عقیل کی محبت یک طرفہ نہیں تھی۔۔۔اپنی شرارتوں اور چلبلی فطرت کے باعث وہ اسے تب سے پسند تھا جب اسے یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ ایسے احساس کو محبت کا نام دیا جاتا ہے۔۔۔مگر صائمہ اس رشتے سے بھی خائف تھی۔۔۔وہ نمو کا بھی رشتہ بھی اپنے ہی جیسے کھاتے پیتے اور اونچے گھرانے میں چاہتی تھی۔۔۔اٹھتے بیٹھتے وہ نمو کا عقیل کے عیب گنواتی رہتی تھی مگر اسے ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔حالانکہ جب سے رشتہ طے ہوا تھا،عقیل اور اس کی ہر وقت لڑائی رہنے لگی تھی۔۔۔وہ دونوں چونچیں لڑاتے ہی رہتے تھے۔۔۔اس میں لحاظ

بس اس وقت آتا جب بڑے سامنے ہوتے۔۔۔اس سب کے باوجود محبت دلوں پر پنجے گاڑے ہوئے تھی۔۔۔!

عقیل اردن جا رہا تھا۔۔نمو نے سنا تو دل بیٹھ سا گیا۔۔۔اسے تو یقین ہو چلا تھا کہ اب عقیل کے دل سے دیارِ غیر جانے کا خیال محو ہو چکا ہے مگر یہ خبر سن کر اسے حقیقتاً دھچکا لگا تھا۔۔۔آج کل وہ رات میں دیر سے گھر لوٹتا تھا اور صبح صبح نکل جاتا تھا۔۔۔تایا اور تائی کو جو اس کے جانے کا قلق تھا بھی تو وہ بھی اس کی باتوں میں آ کر اب بہل گئے تھے۔۔۔گھر کے سبھی افراد تھوڑا بہت بول بال کر راضی ہو گئے تھے۔۔۔۔نہیں چین آتا تھا تو اسے۔۔۔اور وہ جانتی تھی کہ عقیل جان بوجھ کر اس کا سامنا کرنے سے کترا رہا ہے۔۔۔اس دن بھی کچن میں سب کے لیے شام کی چائے بناتے وہ انھی سوچوں میں گم تھی جب صائمہ کسی کام سے اندر داخل ہوئی اور اسے غائب دماغ سا کھڑا پایا۔۔۔چائے کسی بھی پل ابل کر چولہے پر گر جاتی اگر وہ آگے بڑھ کر تیزی سے برنر بند نا کرتی۔۔۔نمو ایک دم چونکی اور ایک نظر چولہے پر دھری چائے کی کیتلی پر ڈالی اور دوسری متشکرانہ نگاہ صائمہ پر۔۔۔

"ابھی تو وہ گیا نہیں اور تم بدحواس ہو گئی ہو۔۔۔جب چلا جائے گا اور کبھی نہیں لوٹے گا تب تو یقیناً سیدھا پاگل خانے ہی جاؤ گی۔۔۔!" صائمہ نے اس پر کھل کر طنز کیا تھا۔۔۔نمو کو برا تو لگا مگر بولی کچھ نہیں، بس خاموشی سے کپوں میں چائے ڈالنے لگی۔۔۔

"تم بھلے سے میری کسی بات کا جواب نا دو مگر میں تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہی ہوں کہ ابھی بھی دامن چھڑا لو۔۔۔منگنی کی حیثیت ہی کیا ہے۔۔۔وہاں جا کر اگر سیٹ ہو گیا جس کی مجھے امید تو نہیں ہے مگر چلو مان لیا اگر ہو گیا تو سب سے پہلا فون اس کا اس منگنی کو ختم کرنے کا آئے گا یا پھر محترم اطلاع دیں گے کہ پردیس میں سیٹ ہونے کی خاطر اسے پیپر میرج کرنی پڑی ہے۔۔۔اور یہاں تم جو اس کے انتظار میں اپنی زندگی کا بہترین وقت برباد کر چکی ہو گی، اس وقت سر میں خاک ڈال کر رونا۔۔۔لکھ کر رکھ لو میری بات۔۔۔!"

وہ اس کارواں رواں آگ میں دھکیل کر باہر جا چکی تھی اور پیچھے اس کی بات کی سنگینی میں گم نمو کی چائے کپ سے باہر دھار کی صورت بہتی چلی جا رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ جلے پیر کی بلی کی طرح ڈیوڑھی سے صحن اور صحن سے ڈیوڑھی کے چکر کاٹ رہی تھی۔۔۔یہ کام وہ ہال کمرے میں بھی انجام دے سکتی تھی مگر اس کمرے میں سبھی کے بیڈ رومز کے دروازے کھلتے تھے اور کچن کا راستہ بھی وہیں سے ہو کر جاتا تھا۔۔۔ایسے میں وہ کسی کی بھی نظر میں آ جاتی تو سوال جواب کی کوفت سے گزرنا پڑتا۔۔۔اس لیے آدھی رات کو اتنی سردی میں باہر صحن میں چکراتی عقیل کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔صائمہ کی باتوں نے اسے بے حد متفکر کر ڈالا تھا۔۔۔پہلے تو اسے محض عقیل کے جانے کا غم تھا مگر اب

نئے وہم بھی یکدم ستانے لگے تھے۔۔۔کیا ہو جو وہاں جا کر سچ میں وہیں کا ہو جائے۔۔۔شادی کر لے۔۔۔ایسے کئی وسوسے اس کا جی دہلا رہے تھے۔۔۔وہ عقیل سے محبت کرتی تھی اور کسی صورت اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھی مگر اس کے دھوکے کی نذر بھی نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔۔اس لیے آج وہ اس سے دوٹوک بات کرنا چاہتی تھی۔۔۔اس نے اکتا کر صحن میں پھیلی چاندنی ٹھنڈی روشنی کو دیکھا اور پھر چہرہ اونچا کیے چاند کو تکنے لگی۔۔۔اس کی کرنوں میں نہایا اس کا سراپا رات کے اس پہر بے حد فسوں خیز لگ رہا تھا۔۔۔وہ یک ٹک چاند کو تک رہی تھی اور کوئی اسے تک رہا تھا۔۔۔کوئی اس کے قریب بے حد قریب کھڑا تھا۔۔۔اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کر دیکھا تو عقیل اس کے بہت پاس کھڑا آنکھوں میں زمانے بھر کی چاہت سموئے دیکھ رہا تھا۔۔۔اس نے اپنا دوپٹہ درست کیا اور اس سے نظریں چرائے لفظ ترتیب دینے لگی۔۔۔

" دیکھتی رہو نا۔۔۔میں بھی یہی دیکھ رہا تھا کہ دونوں میں سے زیادہ خیرہ کن کون ہے۔۔۔تم یا وہ۔۔۔!" وہ بھاری لہجے میں بولتا اس کے دل کے تار چھیڑ گیا تھا۔۔۔وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔۔۔براؤن شلوار قمیض پر کالی شال لے رکھی تھی۔۔۔شیو بڑھی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑھائے رکھنا اس کا ہمیشہ کا شوق تھا۔۔۔اس کا لمبا چوڑا وجود رات کے اس پہر چاند کی روشنی میں نمو کو ہر شے پر حاوی ہوتا محسوس ہوا۔۔۔عقیل نے اس کے انداز میں گریز دیکھتے ہوئے زیرِ لب مسکراہٹ دبائی اور شرارت سے بولا۔۔۔

" ویسے تو بڑی ٹرٹر کرتی ہو۔۔۔آگے پیچھے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہو مجھے زچ کرنے کے۔۔۔اب اس وقت میں زچ ہونا چاہ رہا ہوں تو بولتی کیوں بند ہو گئی تمہاری۔۔۔بولو نا کچھ۔۔۔!"

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔تم مت جاؤ ملک سے باہر۔۔۔!" نمو نے جلدی سے کہہ کر اس کے دھیان کا رخ بدلا۔۔۔

" ہممممم۔۔!اسی لیے میں اتنے دن سے تمہارے سامنا کرنے سے کترا رہا تھا نمو۔۔۔کیونکہ مجھے خدشہ تھا کہ تم مجھ سے ایسا ہی تقاضا کرو گی۔۔۔!"

" کیوں۔۔۔کیا غلط ہے یہ۔۔۔مت جاؤ۔۔۔کیا میں تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی۔۔۔!"

" رکھتی ہو تبھی تو اس بات سے بچ رہا تھا۔۔۔کیونکہ نمو جانا تو مجھے ہے۔۔۔اور میں تمہارے اور اپنے اچھے مستقبل کے لیے ہی جا رہا ہوں۔۔۔!"

" کیوں کیا یہاں پر مستقبل کو گرہن لگ جائے گا۔۔۔اچھا بھلا باپ دادا کا کاروبار ہے۔۔۔سب اسی میں کھپ گئے تو تمہیں کیا ہے۔۔۔؟"

”میرا جی نہیں کرتا کنویں کے مینڈک جیسی زندگی گزار دینے کو۔۔۔میں جہاں پیدا ہوا وہیں جوان ہونے کے بعد وہیں چار آنے کما کر بوڑھا ہونے کے بعد وہیں مر جانا نہیں چاہتا۔۔۔میں اسی ڈھب پر اپنی ساری زندگی نہیں گزارنا چاہتا جس ڈھب پر میرے باپ دادا نے گزار دی۔۔۔!“

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اپنے ارد گرد سے اس قدر بے زار ہو۔۔۔تو پھر ٹھیک ہے اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو مجھ سے یہ نام نہاد رشتہ توڑ کر جاؤ۔۔۔میں کیوں تمہارے نام سے نتھی رہوں۔۔۔ہر گھڑی اس خوف اور خدشے میں گزار دوں کہ نا جانے تم کبھی واپس آؤ بھی یا نہیں۔۔۔!“ وہ آنسو پیتے ہوئے بولی اور پلٹ کر اندر جانے لگی تھی کہ عقیل نے پیچھے سے اس کی کلائی تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا اور بولا۔۔۔

”میں وہاں ایسے نہیں جاؤں گا نمو۔۔۔تمہارے پیروں کو زنجیر کر کے جاؤں گا۔۔۔کیونکہ مجھے سدا تمہارے ساتھ رہنا ہے۔۔۔کیا پتا کہ وہاں مجھے کچھ وقت لگ جائے اور یہاں تمہاری نیت بدل جائے۔۔۔“ وہ شرارت سے کہہ کر سنجیدہ ہوا ”اس لیے میں نکاح کر کے جاؤں گا۔۔۔بھلے سے تم یا کوئی اور کچھ بھی کہے کچھ بھی سوچے۔۔۔مجھے پرواہ نہیں۔۔۔مگر میں تمہیں اپنی بیوی بنا کر جاؤں گا۔۔۔مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا نمو۔۔۔بس اتنا کہ میں وہاں اچھی طرح سیٹ ہونے کے بعد تمہیں بھی بلا سکوں۔۔۔میرا یقین کرنا نمو اور میرا انتظار کرنا۔۔۔میں تم سے پیار کرتا ہوں۔۔۔تمہارے بغیر میں ادھورا ہوں مگر میرے پیار کی آزمائش مجھے روک کر مت کرو!“

اور ناعمہ نے بے بسی سے اپنی کلائی کو جکڑے اس کے مضبوط مردانہ ہاتھ کو دیکھا اور ہار کر پلکیں موند لیں۔۔۔وہ یہ داؤ کھیلنے کے لیے تیار تھی۔۔۔وہ بھی کب چاہتی تھی کہ عقیل مغل کی محبت کے حصار سے نکلے۔۔۔یوں تو پھر یوں ہی سہی۔۔۔!

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 7

عقیل، ناعمہ کو نکاح کے تین بولوں میں باندھ کر جا چکا تھا۔۔۔اس کے نکاح کرنے کی ضد نے یکدم سب کو پریشان ضرور کیا تھا۔۔۔مگر اس نے یہ کہہ کر منالیا کہ نکاح ہوا ہو گا تو وہاں جا کر ناعمہ کے پیپرز بنوانے آسان ہوں گے۔۔۔ناعمہ کی امی کو پھر بھی اعتراض تھا مگر کمال صاحب نے ان کا ہر اعتراض رد کر دیا۔۔۔زلیخا چاچی کا جوش و خروش دیدنی تھا۔۔۔انہیں عقیل سے بہت محبت تھی اور دوسری طرف وہ نمو کو بھی چاہتی تھیں۔۔۔دونوں ہاتھوں کے پلے بڑھے بچے تھے اور گھر میں ہونے والی پہلی تقریب۔۔۔سبھی کا جوش و خروش آسمان کو چھو رہا تھا سوائے آئمہ کے۔۔۔اسے اب بھی لگتا تھا کہ یہ سب جلد بازی میں ہو رہا ہے۔۔۔مگر نمو نے ہر طرف سے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔۔۔کہاں وہ عقیل کی جانب سے اس وہم کا شکار تھی کہ وہ منگنی جیسے کچے تعلق کا مان نہیں رکھ پائے گا اور اب نکاح جیسے مضبوط بندھن میں بندھنے جا رہی تھی۔۔۔یہ سوچ دبا کر کے کہ اب بھی اگر وہ نا پلٹا تو۔۔۔؟ وہ عقیل کی محبت کے آگے ہار گئی تھی۔۔۔یہ تصور بھی اس کے لیے محال تھا کہ وہ کسی اور سے منسوب ہو جائے۔۔۔اس لیے اگر یہ رسک تھا تو اس نے لے لیا تھا۔۔۔نکاح بڑی دھوم دھام سے ہوا تھا۔۔۔تایا اور تائی نے جی بھر کر ارمان نکالے تھے۔۔۔زلیخا چاچی نے باقاعدہ عورتوں کے درمیان گدا ڈالا تھا۔۔۔ان کے تینوں بیٹے عقیل کے متاثرین میں شامل تھے اور مستقبل میں اسی کی طرح باہر جانے کا ارادہ بنائے بیٹھے تھے۔۔۔نکاح کی تقریب کے بعد جب سب تھک ہار کر سونے ہے لیے جا چکے تو اپنے لیے کچن میں چائے بناتی نمو کو یکدم عقیل نے آ کر چونکا دیا۔۔۔وہ اس کے بے حد قریب آ کر سرگوشی میں بولا۔۔۔

"ایک کپ میرے لیے بھی بنا کر چھت پر چلی آؤ۔۔۔میں انتظار کر رہا ہوں تمہارا۔۔۔جلدی آنا۔۔۔!"

اور اس نے لرزتے ہاتھوں سے چائے بنا کر کپوں میں ڈالی۔۔۔اب سے پہلے کبھی بھی ایسی کیفیت نہیں ہوئی تھی۔۔۔بیک وقت شرم، گھبراہٹ اور میٹھی سی کسک نے اسے گھیرے میں لے لیا تھا۔۔۔وہ دھیرے سے چلتی ہوئی، چور نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی چھت کو جانے والی سیڑھیاں چڑھ گئی۔۔۔اوپر وہ منڈیر پر بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔وہ یکدم سہم کر تیزی سے اس کی جانب لپکی۔۔۔

"پاگل ہوئے ہو کیا۔۔کہاں چڑھ کر بیٹھے ہو۔۔اترو نیچے عقیل۔۔۔" اس نے ٹرے منڈیر پر رکھ کر نیچے جھانکا۔۔"

افففففف! تمہیں ڈر نہیں لگ رہا یوں بیٹھنے سے۔۔۔نیچے دیکھو اتنے اندھیرے میں تو گلی بھی دکھائی نہیں پڑ رہی۔۔۔!"

"میں تو بس تمہیں دیکھ رہا ہوں۔۔۔اور کچھ دیکھنے کی بھلا ضرورت ہی کیا ہے مجھے۔۔۔!" وہ بے خود سا اسے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔نمو کو اس کے لہجے اور آواز کا بھاری پن پلکیں جھکانے پر مجبور کر گیا۔۔۔بوکھلاہٹ اس پر طاری ہوئی تو فوراً چائے کی طرف دھیان دلایا۔۔۔

"یہ۔۔۔یہ پیو نا۔۔اتنی رات گئے بنوائی ہے تو پیو نا اب۔۔۔!" وہ اپنا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولی۔۔۔عقیل نے اس کے گھونٹ بھرتے ہی وہ کپ اس کے ہاتھ سے نرمی سے لیا اور اپنے ہونٹوں سے لگایا۔۔۔نمو کو لگا جیسے اس کے گالوں کی حدت نے چائے کی حرارت کو مات دے دی ہو۔۔۔

"تمہیں آج اپنی زوجیت میں لے لیا نمو۔۔۔اب تم میری بیوی ہو۔۔۔اب تو میرا اعتبار کرو گی نا۔۔۔میرا انتظار کرو گی نا۔۔۔؟" وہ اس کے گلنار چہرے کو دیکھتا پوچھ رہا تھا۔۔۔اور ناعمہ کمال نے بھلا کب فرار چاہا تھا۔۔۔پھر بھی وہ کہے بغیر رہ نا سکی۔۔۔

"اگر میں کہوں کہ تم مت جاؤ عقیل تو کیا رک نہیں سکتے۔۔۔؟ نا جاؤ نا۔۔۔مجھے اتنا لمبا انتظار تھما کر کیوں جانا چاہتے ہو کہ اعتبار کی رسی ہاتھ سے چھوٹنے لگے۔۔۔!"

"پلیز نمو۔۔۔ایسے مت کرو اب۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔بس کچھ ہی وقت کی تو بات ہے پھر تم بھی میرے پاس میرے ساتھ ہو گی۔۔۔یہ ذرا سا وقت کاٹ لو۔۔۔میں تمہیں اتنا انتظار نہیں کرواؤں گا کہ تمہارا اعتبار ڈگمگانے لگے۔۔۔میں جلد لوٹوں گا تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے۔۔۔یہ عقیل مغل کا تم سے وعدہ ہے۔۔۔!"

وہ اس کے دونوں ہاتھ، ہاتھوں میں لیے بڑے جذب سے کہہ رہا تھا۔۔۔اور نمو جو یہ سوچ رہی تھی کہ اس بندھن میں بندھنے کے بعد وہ اس سے اپنی بات منوا لے گے، اس کے لہجے کی مضبوطی محسوس کر کے دل مسوس کر رہ گئی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی، عقب سے زلیخا چاچی کا دبنگ لہجہ اور کراری آواز ذرا مدھم سروں میں سنائی دی۔۔۔

"شاباشششش۔۔۔! ساری دنیا خواب خرگوش کے مزے لے رہی اور یہ لیلیٰ مجنوں چھت پر اپنی محبت کی یاداشتیں محفوظ کر رہے ہیں۔۔۔او لڑکے! تجھے کبھی عقل آئے گی بھی یا نہیں۔۔۔؟" وہ قریب آ کر عقیل کے بازو پر چپت لگاتے ہوئے بولیں۔۔۔جواب میں وہ چہرے پر مصنوعی بے زاری طاری کرتے ہوئے بولا۔۔۔

" چاچی ۔۔۔آپ کو میں خود اپنے ہاتھ سے دو نیند کی گولیاں دے کر آیا تھا اور آپ پر کوئی اثر ہی نہیں ۔۔۔!"

" وہ گولیاں میں نے تمہارے چاچو کو کھلا دیں ۔۔۔مزے سے خراٹے لے رہے ہیں ۔۔۔اور نمو یہ تمہار چہرہ کیوں اترا ہوا ہے ۔۔۔؟"

انہوں نے نمو سے پوچھا جو تب سے چپ چاپ منڈیر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی ۔۔۔

" یہ محترمہ مجھے ملک سے باہر جانے سے روک رہی تھی ۔۔۔چاچی آپ ہی سمجھاؤ نا اسے کہ مجھے اس طرح مجبور نا کرے ۔۔۔ہنس کر وداع کرے تاکہ وہاں جا کر بھی اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ یاد کروں تو تھکن اتر جائے ۔۔۔!" وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا زلیخا چاچی سے بولا تو جواباً اس نے شکوہ آمیز نگاہ اس پر ڈالی ۔۔۔زلیخا چاچی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور نمو سے مخاطب ہوئیں ۔۔۔

" دیکھ بیٹا نمو ۔۔۔یہ جو مرد ہوتا ہے نا بڑا مطلبی ہوتا ہے ۔۔۔یہ عورت کی بات مانتا بھی ہے تو تجربہ کر لینے کے بعد ۔۔۔جب زمانے بھر کی ٹھوکر کھا آتا ہے تو آ کر احسان کی گرد عورت پر جھاڑتا ہے کہ لو تمہارے کہے سے میں نے ایسا نہیں کیا ورنہ وہ خوار ہونے کے بعد اپنی مرضی سے راہ بدلتا ہے ۔۔۔عورت کے سر تو بس سہرا سجانے کی کوشش کرتا ہے ۔۔۔!"

" اشکے بھئی اشکے ۔۔۔" عقیل حیرت سے زلیخا چاچی کا مرد کی فطرت ہر روشنی ڈالیے پر تبصرہ سن کر بولا ۔۔۔

" آپ نے مجھے بھگو بھگو کر مارنے کی کوشش تو کر لی مگر میں اپنی ہٹ کا پکا نا ہوتا تو مغل نا ہوتا ۔۔۔لہذا مجھ پر اثر نہیں ہوا اور میں جا کر رہوں گا ۔۔۔!" وہ نروٹھے پن سے نمو کو دیکھ کر بولا ۔۔۔

" جا جا ۔۔۔کوئی نہیں روک رہا تجھے ۔۔۔باہر جانے کا بھوت جب اترے گا تب سب سے پہلے میرا جوتا ہوگا اور تیرا سر ۔۔۔چل نمو ۔۔۔کر لینے دے اسے شوق پورا ۔۔۔ایک بات کا یقین رکھ ۔۔۔کہ یہ تجھے بے حد چاہتا ہے اور تیری طرف ہی پلٹ کر آئے گا ۔۔۔!"

" یہ کی ناکام کی بات ۔۔۔یہی تو اسے سمجھا رہا ہوں کب سے ۔۔۔!"

عقیل کے بے ساختہ کہنے پر نمو اور زلیخا چاچی کھل کر مسکرا دیں ۔۔۔چاچی نے چائے کا دوسرا نیم گرم کپ اٹھایا اور چسکیاں لیتی عقیل سے باتیں کرنے لگیں ۔۔۔جب کہ نمو اس کے وجیہہ چہرے کو جی بھر کر دیکھتے ہوئے اس کا عکس آنکھوں میں محفوظ کر رہی تھی ۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ چلا گیا اور سارے گھر کی رونق جیسے ماندسی پڑ گئی۔۔۔ہر وقت کا شور شرابا جیسے اسی کے دم سے تھا۔۔عدیل بھائی سدا کے خاموش طبع اور سنجیدہ مزاج۔۔۔اب تو ان کی شادی قریب تھی اس کے باوجود وہ کوئی جوش نہیں دکھاتے تھے۔۔۔ان کا رجحان کتابیں پڑھنے کی طرف تھا اور وہ بھی ساری دنیا سے کٹ کر۔۔۔اسی مقصد کے لیے انہوں نے چھت پر موجود چھوٹا سا چوبارے نما کمرہ سیٹ کر رکھا تھا۔۔اکثر رات گئے تک وہیں بیٹھ کر کتابیں پڑھا کرتے۔۔۔آئمہ ہمیشہ کی گھر کے لوگوں سے بیزار۔۔۔اس کا بس چلتا تو کل کی شادی کراتی آج ہی کروا کر اس ماحول سے نکلنے کی کرتی۔۔۔مگر اس کے سسرال والوں کو اس کی گریجویشن کا انتظار تھا۔۔۔اس سے پہلے وہ کسی بھی صورت شادی نا کرتے۔۔۔آئمہ آج کل صرف خود پر توجہ دیتی پائی جاتی۔۔۔وہ اپنی نشست و برخاست سے لے کر بول چال تک میں تبدیلی لا رہی تھی۔۔۔سب سے چھوٹا کامران اور زلیخا چاچی کے تینوں بیٹے ایک ہی کلاس میں تھے۔۔۔ان چاروں کا زیادہ تر وقت ایک ساتھ گراؤنڈ میں گزرتا یا مشترکہ دوستوں کی طرف۔۔۔رہ گئی نمو تو عقیل کی یاد دن رات اسے ستاتی تھی۔۔۔جس دن کا گیا تھا نا کوئی فون کال اور نا ہی رابطہ۔۔۔تایا اور تائی بھی پریشان تھے مگر وہ جس دوست کے ساتھ گیا تھا اس کے والد تایا کے دوست تھے اور انہوں نے بھرپور تسلی دی تھی کہ وہاں وہ بلکل خیریت سے ہے کیونکہ ان کا اپنے بیٹے سے رابطہ ہوا تھا اور اسی بات کا قلق نمو اور تایا تائی کو تھا۔۔۔اگر ان کا بیٹا گھر پر اپنی خیر خبر دے سکتا تھا تو عقیل کیوں نہیں۔۔۔دن اسی بیزار کن کیفیت میں گزر رہے تھے کہ گھر میں عدیل بھائی کی شادی کا غلغلہ اٹھا۔۔۔ان کے سسر کی طبیعت کافی خراب تھی اور ان کے تقاضے کر مدنظر رکھتے ہوئے تائی نے بھی بہو لانے کا عندیہ دے دیا۔۔۔سب کے ہاتھ ایک بھرپور مصروفیت آ گئی تھی۔۔۔تائی نے شاپنگ کی آدھی سے زیادہ ذمہ داری زلیخا چاچی اور نمو پر ڈال دی تھی۔۔۔آئمہ نے تو پروں پر پانی بھی نا پڑنے دیا تھا لہذا نمو نے خوشدلی کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا۔۔۔عدیل بھائی اسے بلکل چھوٹی بہنوں کی طرح چاہتے تھے اسی لیے ان کی ہونے والی بیگم کے لیے ہر شے دل سے خرید کر لاتی۔۔۔بس اتنی مصروفیت میں بھی کوئی نہیں بھولتا تھا تو وہ دشمن جاں۔۔۔شادی میں ہر ہر موقع پر اس کی غیر موجودگی کو محسوس کر کے وہ دل مسوس کر رہ جاتی تھی۔۔۔پور پور سجا کر وہ سارا سنگھار مٹا دیتی اور سادہ دھلے ہوئے چہرے کے ساتھ شادی والے کپڑے پہن کر فنکشن اٹینڈ کرتی رہی۔۔۔جس کے لیے سجنے کا خیال ہی دل گدگدا دیتا تھا اس کے بنا سج کر کسے دکھاتی بھلا۔۔۔عدیل بھائی کی شادی ہو گئی تو سب کچھ دوبارہ سے معمول پر آ گیا۔۔۔ان کی بیوی زرتاج ذرا مزاج دار تھی۔۔۔آئمہ اور اسے کم ہی لفٹ کراتی۔۔۔عدیل بھائی بے چارے اس کے روکھے پن کا مداوا کرنے میں ابھی سے ہلکان نظر آتے۔۔۔نمو نے ان کے بیگم زرتاج کے پاس اٹھنا بیٹھنا ہی چھوڑ دیا۔۔۔آئمہ کو پہلے کون سا پرواہ تھی جواب ہوتی۔۔۔نمو کا زیادہ تر وقت زلیخا

چاچی کے پاس ہی گزرتا تھا۔۔۔عقیل کے جانے کے بعد وہ ان سے بے حد قریب ہو گئ تھی۔۔۔مگر وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا۔۔۔ڈیڑھ سال ہو گیا تھا اسے گئے۔۔۔اس دوران اس کے گنتی کے فون آئے۔۔۔گھر کے چیدہ چیدہ بڑوں سے بات ہوتی اور کال کٹ جاتی۔۔۔کبھی وہ یونان پہنچا ہوتا اور کبھی پتا لگتا جرمنی

میں ہے۔۔۔بس نا معلوم ہوتا تو اس کی واپسی کا کہ واپس کب ائے گا۔۔۔وہ اس کی آواز سننے کو ترس گئ تھی۔۔۔کسی کے سامنے اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔پہلے ہی زرتاج بھابھی اس پر اٹھتے بیٹھتے طنز کرتی تھی۔۔۔ان کے ہاں جب سے بیٹا ہوا تھا دماغ مزید ساتویں آسمان پر پہنچ گیا تھا۔۔۔تائی بھی ان کے منہ کم ہی لگا کرتیں۔۔۔سگی بھتیجی تھی مگر پھوپھی کو بھی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔۔۔عدیل بھائی سدا کے صلح جو اور مصلحت پسند۔۔۔گھر کا ماحول ٹھیک رکھنے کی خاطر بیوی کی بری بھلی سن لیا کرتے۔۔۔اب تو ایک سال سے سب کا کچن بھی علیحدہ ہو گیا تھا۔۔۔تینوں دیورانیاں جیٹھانی سالوں سے ایک ہی جگہ پکاتی کھاتی تھیں،کل کی آئی بہو کے مزاج کو دیکھتے ہوئے گھر کے مردوں نے کوئی بڑی بدمزگی ہونے سے پہلے ہی تینوں پورشنز میں الگ کچن بنوا دیے۔۔۔حیرت کی بات یہ تھی کہ اس بٹوارے سے سب سے زیادہ تکلیف گھر کی خواتین کو پہنچی تھی۔۔۔زلیخا چاچی تو صحن کے بیچ پھسکڑا مار کر روئی تھی۔۔۔خوش مرد بھی نہیں تھے مگر اب وقت بدل گیا تھا۔۔۔نئے وقت کے نئے تقاضے تھے۔۔۔نئ پود کی نئی مانگیں۔۔۔صرف دو ہی نفوس تھے جو اس سارے سے خوش تھے۔۔۔ایک زرتاج بھابھی تو دوسری آئمہ۔۔۔اس کا گریجویشن مکمل ہو گیا تھا اور آجکل وہ چنے کے جھاڑ پر چڑھی رہتی تھی۔۔۔کیونکہ عنقریب اس کے سسرال والے شادی کی تاریخ طے کرنے آنے والے تھے۔۔۔تائی بوڑھی بھی ہو چکی تھیں اور بیمار بھی رہتی تھیں۔۔۔ان کی کوئی بیٹی تو تھی نہیں۔۔۔اس لیے مشترکہ کچن سے انہیں سب سے زیادہ آسرا تھا۔۔۔دونوں دیورانیوں نے کبھی انہیں کچن کے کام کرنے ہی نا دیے تھے۔۔۔ان کے بعد نمو تھی جو ایک پکار پر کھٹ پٹ سب آگے لا رکھتی۔۔۔ایسے میں انہیں سب سے زیادہ فرق پڑا تھا۔۔۔اس لیے نمو اکثر ان کے پاس چلی جاتی۔۔۔ان کی مرضی کا پکا کر دے بھی آتی۔۔۔وہ عقیل کی آواز سننے کو ترس گئ تھی۔۔۔کئ بار اس کا جی چاہا کہ تائی سے کہے کہ اب اگر اس کا فون آئے تو اس کی بھی بات کرائیں مگر شرم مانع آجاتی۔۔۔وہ چاندنی راتوں میں چھت پر ٹہل ٹہل کر ٹانگیں شل کر لیتی۔۔۔کتنا وقت تیزی سے بیت گیا تھا۔۔۔دو ماہ بعد پورے تین سال ہو جانے تھے اسے گئے۔۔۔اب تو وہ اچھا بھلا اسپین میں سیٹ ہو چکا تھا مگر نا جانے کیوں نا آتا تھا نا اسے بلانے کی بات کرتا تھا۔۔۔نمو اس کے وعدے یاد کر کے کڑھتی رہتی۔۔۔وہ اسے کہہ کر گیا تھا کہ نکاح اسی لیے کر کے جا رہا ہے کہ جیسے ہی سیٹ ہوا اسے بلوا سکے۔۔۔کوئی رکاوٹ نا ہو۔۔۔مگر اب تو اسے لگنے لگا تھا جیسے وہ اسے

بھول ہی گیا ہے۔۔۔بھلا کوئی ایسے بھی کرتا ہے۔۔۔؟ آئمہ کی چبھتی نظریں اس کے اندر تک اتر جاتیں۔۔۔امی الگ پریشان رہنے لگی تھیں۔۔۔وہ تو ابو سے دبے لفظوں میں کہنے بھی لگی تھیں" بھائی صاحب سے پوچھیں ان کے لاڈلے کے کیا ارادے ہیں۔۔۔ہماری بیٹی کو کس لیے باندھ کر گیا تھا جو اتنے سالوں کے لیے غائب ہونے کا ارادہ تھا۔۔۔!"

لیکن کمال صاحب اتنے جذباتی نہیں تھے۔۔۔وہ آئمہ کی شادی ہونے تک سکون سے انتظار کرنا چاہتے تھے۔۔۔جب ابھی بڑی کی ہونا باقی ہے تو چھوٹی کے لیے شور کیسے ڈال سکتے تھے وہ۔۔۔اور آنے والے چند دنوں میں ائمہ کے سسرال والے اس کی شادی کی تاریخ ٹھہرا گئے تھے۔۔۔سب کا دھیان اس طرف مرکوز ہوا تو نمو نے بھی سکون کا سانس لیا۔۔۔تیاری تو ساری مکمل تھی۔۔۔لیکن پھر بھی چھوٹے موٹے ہزاروں کام تھے جن کی وجہ سے سبھی مصروف ہو گئے۔۔۔نمو بہن کی خوشی میں خوش تھی۔۔۔عدیل بھائی کی شادی پر عقیل کو گئے ابھی زیادہ وقت نہیں بیتا تھا اس لیے پژمردگی جو بن پر تھی مگر اب کی بار وہ کچھ سنبھل گئی تھی۔۔۔اس نے عقیل کی جدائی سے سمجھوتہ تو نہیں کیا تھا مگر اپنی قسمت کا فیصلہ وقت پر چھوڑ دیا تھا۔۔۔اس کی ماں اور بہن کے تمام خدشات کو زبان مل چکی تھی پھر بھی وہ نظر چرائے ہوئے تھی۔۔۔اور ویسے بھی وہ اپنی اکلوتی بہن کی شادی میں بھرپور شرکت کرنا چاہتی تھی اس لیے پورے دل سے اس نے کپڑے اور میچنگ جیولری لی تھی۔۔۔میک اپ کا اسے شوق تو تھا مگر عقیل کے جانے کے بعد اس کا دل نہیں کرتا تھا پر اس بار اس نے ہلکا ہلکا سا اہتمام کیا تھا۔۔۔مہندی کے فنکشن کے لیے پیلے اور سرخ کنٹراسٹ کا کرتا اور چوڑی دار پاجامہ پہنے ہوئے تھی۔۔۔بالوں میں شیشے جڑا پراندہ ڈالے، پیروں میں کولہاپوری چپل پہنے، دونوں کلائیوں میں بھر بھر کے کانچ کی سرخ اور زرد چوڑیاں چڑھائے ان کے ساتھ گجرے سجائے اس کی نازک کلائیاں جیسے بہار کا سندیسہ بن کر مہک اٹھی تھیں۔۔۔وہ سوگواری کو آسودگی کا ملمع چڑھا کر شرکت کر رہی تھی اس لیے خوب چہک رہی تھی۔۔۔تائی اس کی بلائیں لیتی نہیں تھکتی تھیں۔۔۔اور زلیخا چاچی نے اسے خوب سراہا تھا۔۔۔یہ پہلا موقع تھا کہ ان کے گھر کی شادی کا انتظام ہال میں کیا گیا تھا ورنہ گھر کے پچھواڑے خاصی بڑی گراؤنڈ تھی وہیں پر عدیل بھائی کی مہندی اور ولیمے کا انتظام ہوا تھا۔۔۔اب کی بار معاملہ چونکہ غیروں کا تھا اور کچھ ان لوگوں کا مزاج خاصا شاہانہ تھا لہذا تایا جی کے کہنے پر تمام فنکشنز ہال میں منعقد ہو رہے تھے۔۔۔لڑکے والے خوب دھوم دھام سے مہندی لے کر آئے تھے۔۔۔ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے دلہا کے دوست اور احباب آگے آگے تھے۔۔۔کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔۔۔وہ ایک دلکش تھال میں گجرے لیے لڑکیوں کی رو میں سامنے کھڑی سب سے نمایاں ہو رہی تھی۔۔۔اسے خوامخواہ کی جھجھک سی ہو رہی تھی۔۔۔سبھی غیر تھے اور آگے آگے سبھی لڑکے تھے۔۔۔لاشعوری طور پر اس نے گوٹے کے کام سے بھرا نیٹ کا

دوپٹہ سر پر اوڑھ لیا۔۔۔نکلتے وقت زلیخا چاچی نے اس کی مانگ میں افشاں کی لکیر پھیری تھی۔۔۔سرخ دوپٹے کے نیچے اس کی چمکتی مانگ اس قدر دلکش لگ رہی تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تاروں کی بارات اس کی مانگ میں اتر آئی ہو۔۔۔سب سے آگے ناچتے رقص کرتے لڑکے تھے اس لیے وہ دو قدم پیچھے کھسک گئ۔۔۔سوچا مرد حضرات گزر جائیں تو سکون سے عورتوں میں گجرے تقسیم کر سکے گی۔۔۔وہ اپنے دائیں پہلو میں کھڑی اپنی کزن کے کان میں گھسی لڑکے والوں پر تبصرہ کرتی ہنسی دبا رہی تھی جب کوئی اس کے تھال میں سے گجرا اٹھا کر اس سے مخاطب ہوا۔۔۔

" کچھ لوگ اتنے نازک ہوتے ہیں کہ پھول بھی ان کے مقابلے میں کوہ گراں محسوس ہوتے ہیں۔۔۔اس لیے سوچا کہ یہ ایک گجرا اٹھا کر اس بار کو ذرا کم کیا جائے۔۔۔!"

وہ یک ٹک سپاٹ سی سامنے کھڑے اس وجیہہ مرد کو دیکھتی چلی گئ جس کی آواز بلاشبہہ انتہائی خوبصورت تھی۔۔۔بھاری اور پرسکون لب ولہجہ اس کی شخصیت سے میل کھاتا تھا۔۔۔مگر اس کی بے تکلفی ناعمہ کو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔۔۔وہ یقیناً اس کی بہن کی سسرال میں سے ہی تھا مگر پھر بھی وہ قدرے اکھڑے لہجے میں بولی۔۔۔

" اور کچھ لوگ اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ خامخواہ میں ہی بے تکلف ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔یہ جانے بغیر کہ سامنے والا انہیں کسی خاطر میں لا بھی رہا ہے یا نہیں۔۔۔!"

ناعمہ کے اس جواب پر محض ایک پل کو مقابل کے چہرے پر تناؤ ابھرا اور پھر اگلے ہی پل وہ بلکل سادہ لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

" خاطر جمع رکھئے محترمہ۔۔۔میں ان میں سے ہوں جنہیں کسی کی ناگاہ میں آنے کے لیے پل بھر کی شناسائی ہی کافی ہوتی ہے۔۔۔اس کے بعد مقابل میری نگاہوں میں سمانے کے لیے جتن کیا کرتا ہے۔۔۔!" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تو ناعمہ کے ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی دوڑ گئ۔۔۔اس نے بہتر سمجھا کہ جگہ بدل لے لیکن اس سے قبل کہ وہ قدم اٹھاتی اس شاندار مرد نے گجرے کی چند پتیاں نوچیں اور اس کے چہرے پر نرمی سے اچھال کر بولا۔۔۔

" مجھے عادل پاشا کہتے ہیں۔۔۔اب آپ سے ملاقات رہے گی ہماری۔۔۔!"

وہ کہہ کر چلا گیا اور ناعمہ نے کب کا رکا سانس ایک دم خارج کیا۔۔۔اس کی پیشانی پر چمکتی نمی اس کی گھبراہٹ کی غماز تھی۔۔۔باقی تمام وقت وہ جیسے اس بے باک انسان کی مسلسل نگاہوں میں تھی۔۔۔اس کا جی کر رہا تھا کہ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر کسی اندھیرے کونے میں جا کر بیٹھ جائے۔۔۔عقیل اسے بڑی شدت سے یاد آیا تھا۔۔۔ایسے ہر موقع پر وہ لاشعوری طور پر اس کی

حفاظت کیا کرتا تھا۔۔۔اس کے ننھیال میں سے کسی کزن یا رشتے دار کی مجال نہیں تھا کہ اس سے فرینک ہوتا۔۔۔وہ ہونے ہی نہیں دیتا تھا۔۔۔یہاں اس کے آس پاس کوئی پھٹکا نہیں، وہاں چراغ کے جن کی طرح وہ نمودار ہو جاتا۔۔۔آج اگر وہ یہاں ہوتا تو یقیناً عادل پاشا نامی اس شخص کو اپنی بے تکلفی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔۔۔عقیل اس سے بھڑ پڑتا۔۔۔مہندی کا فنکشن بہت زبردست رہا تھا۔۔۔آئمہ کی سسرال والوں کی گردنوں میں خاصا سریا تھا مگر اس کے باوجود وہ لوگ بے حد چاؤ کر رہے تھے۔۔۔جمال بھائی بیک وقت خوش مزاج بھی تھے اور رنک چڑھے بھی۔۔۔لڑکی والوں کی طرف سے بہت سنبھل کر تمام رسمیں ادا کی گئی تھیں کہ کہیں کوئی بات خلاف مزاج نا ہو۔۔۔عادل پاشا کے لیے یہ تقریب یادگار رہنے والی تھی۔۔۔وہ پہلی نگاہ جو اس کی ناعمہ پر پڑی تھی، اس نے ایک پل کو اسے بت بنا دیا تھا۔۔۔وہ مبہوت ہو کر فاصلے پر کھڑا اسے دیکھتا چلا گیا تھا۔۔۔پر اعتماد وہ ہمیشہ سے تھا بلکہ بے باک کہنا مناسب ہوگا۔۔۔جس کلاس سے اس کا تعلق تھا وہاں اظہار میں لحاظ مانع نہیں ہوتا تھا۔۔۔وہ سرخ دوپٹے کے ہالے میں اس لڑکی کے چمکتے چہرے کو پورے استحقاق سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ چلتا ہوا سیدھا اس کے سامنے آٹھہرا۔۔۔حسن اور آگ دونوں کے جتنا قریب آتے جاؤ، اتنی ہی تپش زیادہ ہو جاتی ہے۔۔۔ناعمہ کا حسن بھی خیرہ کن تھا۔۔۔عادل پاشا کی نگاہیں سیر ہونے کا نام ہی نا لے رہی تھیں۔۔۔وہ اس کا گریز بھانپ لینے کے باوجود خود کو بے بس پا رہا تھا۔۔۔ناعمہ کے چہرے کے تنے عضلات اس کی ناگواری ظاہر کر رہے تھے مگر عادل پاشا کو یہ بھی حسن کی ادا لگی۔۔۔ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔۔۔اسے شدت سے صبح ہونے کا انتظار تھا۔۔۔بارات کی گاڑیوں میں اس کی گاڑی سب سے پہلی تھی جو ہال کے باہر پہنچی تھی۔۔۔جمال اس کا قریبی دوست تھا اس لیے اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کی بے چینی کی وجہ کیا ہے۔۔۔ایک دو بار تنبیہہ بھی کی مگر عادل پاشا نے کان پر سے مکھی اڑا دی تھی۔۔۔وہ نتائج کی پرواہ کیے بغیر اس لڑکی کے لیے دیوانہ ہو گیا تھا۔۔۔جمال نے بھی فی الوقت اسے اس کے حال پر چھوڑا۔۔۔وقتی ابال جان کر نظر انداز کیا مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ وقتی ابال نہیں، دھیمی آنچ پر دل سلگنا شروع ہوا تھا۔۔۔!

آج بھی ناعمہ کی چھب نرالی تھی۔۔۔گہرے میرون رنگ کے جوڑے میں لمبے بالوں کی چوٹی کر کے اسے آگے ڈال رکھا تھا۔۔۔چوٹی کے بلوں میں چھوٹے چھوٹے موتی پروئے ہوئے تھے۔۔۔دوپٹہ آج بھی بڑے خوبصورت انداز میں سر پر ٹکا تھا۔۔۔کانوں میں جھولتے لمبے آویزے اس کے گالوں سے ٹکراتے تو عادل پاشا کا دل سینے میں ٹکریں مارنے لگتا۔۔۔کل وہ کھسہ پہنے ہوئے تھی اس لیے وہ اس کے پیر نہیں دیکھ سکا تھا مگر آج اس نے نازک سی مناسب ہیل والی جوتی پہنی ہوئی تھی جس میں اس کے دودھیا پیر بلا کے حسین لگ رہے تھے۔۔۔وہ اس کے ہاتھ پاؤں کی نفاست و خوبصورتی کا بھی قائل ہو گیا۔۔۔دوسری

طرف ناعمہ اس شخص کی وجہ سے ناک دم ہو چکی تھی۔۔۔کوئی اس قدر بھی بے شرم ہوتا ہے بھلا۔۔۔؟ وہ کھل کر کسی رسم میں حصہ نہیں لے پا رہی تھی۔۔۔جب وہ اور اس کی کزنز دلہے کا راستہ روک کر کھڑی ہوئیں تب بھی عادل پاشا دلہے کے پہلو سے لگ کر کھڑا تھا اور اسی جانب ناعمہ تھی۔۔۔اسے اتنے قریب دیکھ کر اسے شدید کوفت ہوئی۔۔۔وہ غیر محسوس طریقے سے وہاں سے ہٹ گئی۔۔۔اس کے بعد دودھ پلائی کی رسم میں بھی وہ جمال کے عقب میں کھڑا مسلسل جملے کستا رہا اور وہ جزبز ہوتی رہی۔۔۔تنگ آ کر وہ بنا تکرار کیے جو جمال بھائی نے دیا وہ لے کر اٹھ کھڑی ہونے لگی جب عین اسی وقت پیچھے کھڑے عادل پاشا نے نوٹوں کی گڈی جیب سے نکالی اور جمال کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے بولا۔۔۔

"یار۔۔۔یہ میری طرف سے تمہاری شادی کی خوشی میں ایک حقیر سا نذرانہ۔۔۔!"

سارے میں ہاہا کار مچ گئی۔۔۔دونوں اطراف کے لڑکے لڑکیاں جوش سے اونچی اونچی آوازیں نکالنے لگے۔۔۔اس کی کزنز بھی اتنی بڑی رقم ملنے کی خوشی میں جھوم اٹھیں۔۔۔بس ایک وہی تھی جس کے دل کو پنکھے سے لگ گئے تھے۔۔۔اسے اس شخص کی نگاہوں سے خوف آ رہا تھا۔۔۔وہ خاموشی سے اسٹیج سے اتر آئی۔۔۔رخصتی سے ذرا پہلے وہ اپنی کالج کی دوست کو الوداع کہنے باہر تک آئی تھی۔۔۔عادل پاشا وہیں ایک طرف اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کھڑا تھا۔۔۔وہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی اپنی سہیلی کو رخصت کر رہی تھی۔۔۔یکدم وہ معذرت کرتا اس کے پیچھے ہو لیا۔۔۔بہانے سے اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر کوٹ اتارا اور اندر سیٹ پر اچھال دیا۔۔۔شرٹ کے کف لنکس اتارے اور انہیں مٹھی میں بھینچ کر آستینیں فولڈ کرتا ناعمہ کے قریب جا کھڑا ہوا اور نظریں زمین پر گاڑے یوں محسوس کروا رہا تھا جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔۔۔ناعمہ اپنی سہیلی کو بھیج کر جیسے ہی مڑی، اسی پل عادل پاشا نے کف لنکس اس کے پیروں میں اچھال دیے۔۔۔وہ بری طرح لڑکھڑائی۔۔۔اس سے پہلے کہ گر پڑتی، عادل پاشا اسے تھام چکا تھا۔۔۔بدحواس ہوئی ناعمہ کو چند پل لگے اور اتنے قریب سے آتی مردانہ کلون کی خوشبو نے اس کے معطل ہوتے حواس فوراً بحال کیے۔۔۔اس نے پوری طاقت سے عادل پاشا کو پرے دھکیلا اور زہر خند نگاہوں سے زمین پر پڑے کف لنکس کو دیکھا۔۔۔عادل پاشا نے اس کی نگاہوں کے زاویے بھانپتے ہوئے فوراً صفائی دی۔۔۔

"آپ غلط مت سمجھیے گا۔۔۔ایکچوئلی آپ لڑکھڑا کر گرنے لگی تھیں۔۔۔یہ کف لنکس میری مٹھی میں تھے، اتار کر جیب میں ڈالنے والا تھا مگر آپ کو تھامتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔۔۔!"

ناعمہ کا جی چاہا کھینچ کر ایک تھپڑ اس آدمی کے وجیہہ چہرے پر دے مارے جو اسے اس گھڑی انتہائی چھچھورا لگ رہا تھا۔۔۔

”پرلے درجے کے واہیات انسان ہیں آپ۔۔۔کوئی اسٹینڈرڈ ہے بھی آپ کا کہ نہیں۔۔۔جب سے ملیں ہیں مسلسل اوچھی حرکتیں کر رہے ہیں۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے کہ یہ کچھ کر کے آپ ہیرو بن جائیں گے۔۔۔ناک میں دم کر دیا آپ نے۔۔۔اگر آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو آپ کی اطلاع کے لیے بتا دوں کہ میں شادی شدہ ہوں۔۔۔!“ وہ جی بھر کے بھڑاس نکالتی نخوت سے ناک سکیڑتی وہاں سے جا چکی تھی۔۔۔مگر پیچھے عادل پاشا بے حس و حرکت کھڑا اس کے آخری جملے پر غور کر رہا تھا کہ آیا ایسا اس نے جان چھڑانے کے لیے کہا ہے یا حقیقت ہے۔۔۔ناعمہ نہیں جانتی تھی کہ دونوں صورتوں میں یہ بات اسے کتنی مہنگی پڑنے والی ہے۔۔۔ہال کے مرکزی دروازے ہر کھڑی زرتاج بھابھی کو اس منظر نے بڑا لطف دیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

اگلے دن ولیمہ تھا اور ناعمہ بڑے برے دل سے تیار ہو کر وہاں پہنچی تھی۔۔۔پچھلے دو دن کی نسبت آج وہ بے حد سادہ لگ رہی تھی۔۔۔کل رات کو جو ہوا تھا اس کا اثر ابھی تک اس کے حواسوں پر سوار تھا۔۔۔اسے عادل پاشا کے لمس سے محسوس ہونے والی گھن بری طرح کھل رہی تھی۔۔۔اسی کوفت کا اثر تھا کہ وہ بہن کے ولیمے پر دکھائی دینے والی سب سے سادہ لڑکی تھی۔۔۔مگر آج عادل پاشا اس تقریب میں کہیں نہیں تھا۔۔۔ناعمہ کا موڈ یکدم خوشگوار ہو گیا تھا۔۔۔اس نے بے حد سکون محسوس کیا تھا۔۔۔وہ یکدم چہکنے لگی تھی۔۔۔بہن اور بہنوئی کے ساتھ ہنسی مذاق بھی جاری تھا۔۔۔وہ اتنی ریلیکس ہو گئی تھی کہ اس سادگی میں بھی اس کا چہرہ اندرونی خوشی اور اطمینان کے باعث چمکنے لگا تھا۔۔۔اپنی خوشی میں اس نے یہ تک محسوس نا کیا کہ ایک ہی دن میں آئمہ میں بلا کا نخرہ آ گیا تھا۔۔۔وہ نخوت اور غرور سے گردن اٹھائے اس کی بات کا جواب بھی مختصر ترین دے رہی تھی۔۔۔اس کے سسرال کی امارت کی دھاک تو پہلے ہی سب پر بیٹھی ہوئی تھی مگر آج کا انتظام دیکھ کر بھی سب مرعوب ہوئے تھے سوائے گھر کے مردوں کے کیونکہ ہال میں آرکسٹرا کا بندوبست بھی کیا گیا تھا جو موقع کی مناسبت سے مدھم سر بکھیرتا ماحول کو فسوں خیز بنا رہا تھا مگر یہ سب ان کے گھر کے مردوں کے مزاج کے خلاف تھا۔۔۔شرم و حیا سے عاری ماحول میں بیٹھنا ان کے لیے دشوار ترین امر تھا مگر محض آئمہ کی خاطر سب کو یہ کڑوا گھونٹ بھرنا پڑ رہا تھا۔۔۔سب کھانا کھاتے ہی واپسی کے لیے ایک جگہ اکھٹے ہونا شروع ہو گئے تھے۔۔۔ایسے میں امی نے جھجھکتے ہوئے آئمہ کی ساس سے مکلاوے کی رسم کی بات کی تو وہ استہزائیہ لہجے میں بولیں۔۔۔

”ہرگز نہیں۔۔۔اب بھلا کون کرتا ہے یہ رسمیں۔۔۔ویسے بھی میرا جمال آپ کے گھر کے ماحول میں رات نہیں گزار پائے گا، دوسرا کل ہی تو یہ دونوں ہنی مون ٹرپ پر نکل جائیں گے۔۔۔!“

مارے شرمندگی کے امی کا منہ لال ہوگیا اور وہ ایک لفظ بھی اصرار کے طور پر نا کہہ سکیں۔۔۔ایک دن کی بیاہی بیٹی پر نگاہ ڈالی تو اس کے تیور ساس سے بھی زیادہ شاہانہ لگے سو وہ خاموش ہو رہیں۔۔۔تایا اکمل نے سب کو اشارے کنائے میں اپنے موڈ بحال رکھنے کا حکم دیا۔۔۔بیٹی کی سسرال تھی اور اب آئمہ ان کے گھر کا فرد تھی جیسا وہ چاہیں ویسا ہی کرنا مناسب تھا۔۔۔!

دن رات پھر سے پرانے ڈھب پر گزرنے لگے۔۔۔آج کل دوبارہ عقیل کی یاد اس کے دل و دماغ کو جکڑے ہوئے تھی۔۔۔اتنا وقت بیت گیا تھا ××× اسے گئے۔۔۔تائی کہتی تھیں کہ اچھا بھلا سیٹ ہوگیا تھا مگر نا جانے کیا ہوا کہ اسے جرمنی چھوڑنا پڑا تھا۔۔۔آج کل بقول تائی کے اسپین میں تھا۔۔۔اس کے دل میں شکوے شکایات کا انبار اکھٹا ہو چکا تھا۔۔۔جو جو شکوک اس کے حوالے سے دلوں میں تھے وہ اب زبان پر آنے لگے تھے۔۔۔ناعمہ کو اپنی محبت پر پورا یقین تھا مگر حالات عقیل کو غلط ثابت کرنے پر تلے تھے۔۔۔تین سال کی طویل مدت میں اس نے ہر ہر پل اسے یاد کیا تھا تو کیا ایک بار بھی اس کی یاد کی خوشبو ہوا کے دوش پر سفر کرتی اس کے محبوب کے قدموں سے نہیں لپٹی ہوگی۔۔۔وہ کیا سچ میں اسے بھلا بیٹھا تھا۔۔۔ڈنکے کی چوٹ پر نکاح کر کے جا سکتا تھا تو کیا جب کال کرتا ہے تو ماں کو کہہ نہیں سکتا کہ میری نمو سے بات کرا دیں۔۔۔اسے تو کبھی دنیا کی پرواہ نہیں ہوئی۔۔۔ہمیشہ اپنے من کی کرتا آیا ہے تو منکوحہ ہوتے ہوئے بھی وہ اس سے بات کرنے سے گریزاں کیوں ہے۔۔۔جب جب ان باتوں کو سوچتی تو دل بدگمانی کی کشتی پر سوار ہو جاتا تھا جسے بڑی مشکل سے دوبارہ اعتبار کے ساحل پر لاتی تھی۔۔۔گھر میں اب تو امی بھی آئمہ کی زبان بولنے لگی تھیں۔۔۔وہ پہلے ہی دل میں اس کے رشتے کو لے کر ڈری ہوئی تھیں اور عقیل نے ان کے خوف پر اپنی لاپرواہی کی مہر ثبت کر دی تھی۔۔۔کچھ دن پہلے اس نے امی کو ابو سے کہتے سنا تھا۔۔۔

"کمال صاحب۔۔۔! میں تو کہتی ہوں آپ بھائی جان سے بات کریں۔۔۔عقیل سے کہیں یا تو خود آئے یا پھر نمو کو بلوائے ورنہ تیسری صورت میں میری بچی کو فارغ کرے۔۔۔جتنی بڑھکیں مار کر اس نے نکاح کروایا تھا، یوں لگتا تھا جیسے جاتے ہی نمو کا ویزہ بھیجنا والا ہے مگر وہ تو ایسا بھولا ہے کہ مجھے رہ رہ کر اپنی بچی کی ناقدری کا دکھ رلاتا ہے۔۔۔!"

اور وہ اذیت سے زرد پڑتی رنگت لیے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔۔۔زرتاج بھابھی نے الگ اس کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔۔۔جتنی دیر بھی وہ تائی کے پورشن میں رہتی زرتاج بھابھی آتے جاتے اس پر طنز کیے جاتیں، جنہیں سہنا عذاب لگتا۔۔۔ان کے ہاں دوبارہ لڑکا ہوا تھا اور اسے وہ اپنا ذاتی کمال سمجھتی تھیں۔۔۔گھر کا ہر فرد ان کی اکڑ اور غرور سے خائف رہا کرتا۔۔۔وہ بھی ان کی جلی کٹی سن کر جلد ہی اٹھ جاتی۔۔۔صرف ایک زلیخا چاچی تھیں جو اس کے دل کے حال سے واقف تھیں۔۔۔وہ خود عقیل سے ناراض

تھیں۔۔۔ان کی بھی بمشکل ایک آدھ بار ہی اس سے فون پر سلام دعا ہو پائی تھی مگر یہ دورانیہ اتنا مختصر ہوتا کہ وہ اسے نمو کے حوالے سے کچھ کہہ ہی نا پاتیں۔۔۔بس ساری تسلیاں سب دلاسے اسی کو دے سکتی تھیں، سو دے دیتیں اور وہ انہیں اپنے پلو سے باندھے بستر پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیتی۔۔۔!

☆......☆......☆

انہیں بیزارکن دنوں میں آئمہ چلی آئی۔۔۔شادی کے بعد پہلی دفعہ اس کی آمد ہوئی تھی۔۔۔گھر کے سبھی افراد صحن میں اکھٹے ہو گئے تھے۔۔۔اسے بھی بہن کا آنا بہت اچھا لگا تھا۔۔۔آج کل دل میں جتنی اداسی تھی اسے نکالنے کے لیے کاندھے کی ضرورت تھی۔۔۔مگر آئمہ کا انداز بہت لیے دیے سا تھا۔۔۔وہ سبھی سے ملی ضرور تھی مگر ایک فاصلہ رکھ کر۔۔۔نمو کو وہ مغرور سی لگی۔۔۔شادی کے بعد وہ مزید نکھر گئی تھی۔۔۔زرق برق لباس اور نازک بیش قیمت جیولری میں اس کی کلاس شو ہو رہی تھی۔۔۔کچھ وہ ہنی مون ٹرپ سے واپس آئی تھی تو نخوت ہر ہر انداز سے ٹپک رہی تھی۔۔۔ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ کسی مہارانی کی طرح سب کے بیچ بیٹھی سب کے شوق سے پوچھے جانے والے سوالوں کا نپا تلا جواب دے رہی تھی۔۔۔نمو نے محسوس کیا کہ تائی اور زلیخا چاچی کے چہروں پر موجود خوشی بجھ گئی تھی۔۔۔گھر کے مرد تو اس سے مل کر جا چکے تھے اب خواتین بھی اس کا روکھا سوکھا رویہ محسوس کر کے وہاں سے ہٹ گئیں۔۔۔پیچھے وہ امی اور آئمہ بیٹھے رہ گئے۔۔۔نمو کو اس کے رویے سے دکھ اور شرمندگی ہو رہی تھی مگر وہ اتنے دن بعد ابھی ابھی آئی شادی شدہ بہن کو ٹوک کر ماحول خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔البتہ امی اس کے آنے پر اتنی شاد تھیں کہ انہیں اس کا اوپرا اوپرا انداز محسوس ہی ہوا تھا۔۔۔وہ بڑے شوق سے اس سے سسرال کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔۔۔پھر یکدم انہیں خیال آیا کہ بیٹی کو ابھی تک کھانے پینے کو تو کچھ پوچھا ہی نہیں۔۔۔

"جا نمو۔۔۔جلدی سے بہن کے لیے شربت بنا لا۔۔۔اس کے بعد کھانے کا انتظام کرو۔۔۔جمال تو ادھر ہی کھانا کھائے گا نا آئمہ۔۔۔!"

"توبہ کریں امی۔۔۔وہ بھلا کہاں آئیں گے یہاں۔۔۔ان گلیوں میں تو ان کے گاڑی ہی نہیں گھسے گی۔۔۔اسی لیے کہا کرتی تھی کہ کسی اور ایریے میں شفٹ ہو چلیں۔۔۔اب میرے سسرال والوں کو پتا ہی نہیں کہ یہ گھر اندر سے اتنا بڑا ہے۔۔۔جب رشتہ لینے آئے تھے تب بھی ڈرائینگ روم سے ہو کر چلے گئے تھے۔۔۔ان کے ذہن میں یہی ہے کہ جتنی چھوٹی اور تنگ گلیاں ہیں، مکان بھی ویسے ہی ہوں گے۔۔۔!"

آئمہ کی بکواس پر نمو اور امی حق دق اسے دیکھتی رہ گئیں تھیں۔۔۔نمو کہے بغیر رہ نا سکی۔۔۔

"جمال بھائی کو جہاز تو لینڈ نہیں کرنا ہوتا آئمہ۔۔۔ہمارے محلے میں سبھی کے پاس گاڑیاں ہیں اور وہ اسی" تنگ گلی" میں سے گزر کر اپنے گھروں میں داخل ہوتی ہیں۔۔۔اور تو اور خود ہمارے گیراج میں تین تین گاڑیاں اسی تنگ گلی میں سے گزر کر آتی ہیں!" اس نے لفظ تنگ گلی کو دبا کر ادا کیا۔۔۔آئمہ جز بز ہوتی اپنے بیگ کے اسٹریپ سے کھیلتی ہوئی بولی۔۔۔

"ہاں تو کوئی اندر آئے تو پتا چلے نا۔۔۔وہ لوگ یہاں آنا پسند ہی نہیں کرتے۔۔۔!"

"یہ ان کے دماغ کا خلل ہے اور کیا۔۔۔!" نمو نے کندھے اچکاتے ہوئے بولا تو آئمہ کی پیشانی پر کئی بل پڑ گئے۔۔۔اس کے جواب دینے سے پہلے ہی امی بیچ میں بول پڑیں۔۔۔

"یہ کیا بحث شروع کر دی تم دونوں نے۔۔۔یہ کوئی طریقہ ہے نمو، بہن سے بات کرنے کا۔۔۔شادی کے بعد پہلی بار آئی ہے اور تم بجائے اس کی خاطر کرنے کے باتوں میں لگ گئی۔۔۔جاؤ جا کر بہن کے لیے کچھ لے کر آؤ۔۔۔!"

نمو بیزار سی اٹھ کر چلی گئی مگر اس کا دل دکھا تھا بہن کی ان باتوں پر۔۔۔تھی تو وہ شروع سے ایسی ہی لیکن شادی کے بعد جیسے کوئی اور ہی مخلوق ہوگئی تھی یا وہ سب بدل گئے تھے۔۔۔اس کے اندر جاتے ہی آئمہ ذرا سا کھسکی اور آگے جھک کر آہستہ آواز میں امی سے بولی۔۔۔

"عقیل کا کیا بنا امی۔۔۔کب تک آرہا ہے واپس۔۔۔!"

امی نے ایک سرد آہ بھری اور تاسف زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔۔۔

"کچھ پتا نہیں۔۔۔نا ہی ماں باپ کو کچھ بتاتا ہے نا ہی واپس آتا ہے۔۔۔میری بچی کو ساڑھے تین سال سے خامخواہ میں باندھے ہوئے ہے۔۔۔میں تو ناک تک عاجز آئی بیٹھی ہوں۔۔۔ہزار بار تمہارے ابو سے کہا کہ بات کریں بھائی سے دوٹوک مگر ان کو مروت کچھ بولنے نہیں دیتی۔۔۔مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتا میری بچی کا مستقبل کیا ہوگا۔۔۔!"

"کچھ نہیں۔۔۔لکھوالیں مجھ سے۔۔۔" آئمہ یکدم سیدھی ہوتی چمک کر بولی۔۔۔" اگر اسی نکمے کے پلے باندھیں گی تو کچھ بھی نہیں۔۔۔کیا خبر وہاں کیا گل کھلا بیٹھا ہے۔۔۔یہ تو آپ کی بیٹی کے سر عشق کا بخار چڑھا ہے ورنہ۔۔۔!"

"وہ تو تمہارے سر چڑھا تھا آئمہ۔۔۔نمو کے رشتے میں گھر کے ہر بڑے کی مرضی شامل تھی۔۔۔!" امی کو آئمہ کا نمو کے لیے ایسا کہنا برا لگا تھا اس لیے فوراً اس کی حد بندی کی۔۔۔آئمہ نے بمشکل ان کی بات کو ہضم کیا کیونکہ وہ ماحول خراب کرنا نہیں چاہتی

تھی۔۔۔جس کام کے لیے آئی تھی اس کے لیے امی کو ہی سب سے پہلے راضی کرنا تھا۔۔۔

"اچھا چلیں چھوڑیں ان باتوں کو۔۔۔میں آپ سے کچھ ضروری بات کرنے آئی ہوں۔۔۔ذرا سکون اور تحمل سے سننا۔۔۔!" وہ دوبارہ امی کی اور ذرا سا جھک کر بولی تو انہوں نے ٹھٹک کر سارا دھیان اس کی جانب مبذول کیا۔۔۔

"آپ کو جمال کا وہ دوست یاد ہے جو مہندی اور بارات والے دن ان کے بلکل ساتھ ساتھ تھا۔۔۔وہی جس کی پرسنالٹی بے حد چارمنگ تھی اور مبشرہ خالہ نے آپ سے پوچھا بھی تھا جس کے بارے میں۔۔۔جس نے دودھ پلائی کی رسم پر ہزاروں روپوں کی گڈی جیب سے نکال کر دے دی تھی۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔یاد ہے۔۔۔بڑا خوبصورت لڑکا تھا۔۔۔میرا خیال ہے جمال سے بھی نکلتا ہوا قد ہے اس کا۔۔۔!"

"عادل پاشا نام ہے اس کا۔۔۔ان کا قریبی دوست ہے۔۔۔سمجھیں بزنس پارٹنر بھی ہے۔۔۔اس کے علاوہ بھی ایک اور بزنس کرتا ہے۔۔۔بہت بہت امیر ہے امی۔۔۔"

"تو آئمہ، میں کیا کروں بچی۔۔۔مجھے کیوں بتا رہی ہے۔۔۔!" امی ذرا جھنجھلا اٹھیں اس کی بات پر۔۔۔

"وہ نمو سے شادی کرنا چاہتا ہے۔۔۔!" اس نے ایک دم بم پھوڑا تھا۔۔۔امی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔انہیں لگا شائد انہیں سننے میں دھوکہ ہوا ہے تبھی کچھ توقف سے دوبارہ پوچھا۔۔۔

"کیا کرنا چاہتا ہے۔۔۔؟"

"شادی۔۔۔شادی کرنا چاہتا ہے امی۔۔۔اپنی نمو سے۔۔۔!" آئمہ کا جوش دیدنی تھا۔۔۔امی کو اپنی بیٹی کی بے شرمی پر خاصا تاسف ہوا۔۔۔ٹھیک ہے انہیں عقیل سے ہزاروں شکوے سہی مگر وہ ان کا داماد تھا،نمو اس کی منکوحہ تھی۔۔۔وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولیں۔۔۔

"مانا کہ تم خاصے اونچے اور آزاد خیال لوگوں میں بیاہی گئی ہو مگر کچھ اخلاقی قدروں اور مذہبی روایات کا پاس رکھو۔۔۔تمہاری بہن شادی شدہ ہے۔۔۔اور جیسے ہی عقیل آئے گا، ہم اسے رخصت کر دیں گے۔۔۔آج کے بعد اس قسم کی بات اپنے منہ سے دوبارہ نا نکالنا۔۔۔تمہارے ابو نے سنا تو وہ ہرگز لحاظ نہیں کریں گے۔۔۔!"

"میں نے بھلا ایسا کیا کہہ دیا ہے امی۔۔۔" وہ ابھی بھی پاٹ دار لہجے میں بولی۔۔۔اس کی زبان کی ساری مٹھاس محض سسرال کے لیے تھی۔۔۔" اور کس عقیل کا انتظار کر رہے ہیں آپ لوگ۔۔۔اس کا جو وہاں کب کا شادی بھی کر چکا ہوگا اور شائد

اب تک کوئی بچہ بھی۔۔۔میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس عقیل سے خلع لیں اور عادل بھائی کے لیے مان جائیں۔۔۔آپ یقین کریں امی کہ نمو کی زندگی بن جائے گی۔۔۔!"

" زبان کو لگام دو آئمہ۔۔۔اور آواز نیچی رکھو۔۔۔مذاق مت بناؤ رشتوں کا۔۔۔اور عقیل سے خلع لے کر میں پاگل ہوں کہ اپنی نمو کا رشتہ ایک ایسے شخص سے کروں گی جو نا صرف شادی شدہ ہے بلکہ تین سال کے بچے کا باپ بھی ہے۔۔۔!"

آئمہ یکدم چور سی بنی امی کو دیکھے گئی۔۔۔کچھ پل کو تو وہ گنگ ہی ہو گئی۔۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ امی کو یہ بات پتا ہے۔۔۔نا ہی اس کا بتانے کا ادارہ تھا۔۔۔امی اس کے چہرے کے تاثرات بھانپ کر اسے استہزائیہ دیکھتے ہوئے بولیں

" کیوں تمہیں کیا لگا کہ مجھے خبر نہیں۔۔۔تمہاری خالہ کو اپنی حنا کے لیے وہ لڑکا بہت بھایا تھا۔۔۔وہیں شادی پر ہی اس کے بارے میں پتا کیا تو شادی شدہ اور بچے کا باپ نکلا۔۔۔بعد میں اس نے خاصے افسوس کے ساتھ مجھ سے ذکر کیا تھا۔۔۔لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ میری بیٹی اپنی ہی بہن سے ایسی دشمنی مول لے گی۔۔۔!"

" لو بھلا۔۔۔دشمنی والی کون سی بات ہے امی۔۔۔میں نے نمو کا بھلا سوچا ہے۔۔۔کل کو عقیل کے ساتھ جب دو روٹیوں کو بھی ترسے گی نا تب آپ کو میری بات کی قدر آئے گی۔۔۔آج تو عادل بھائی جی جان سے رشتہ مانگ رہے ہیں۔۔۔بعد میں تو پوچھیں گے بھی نہیں۔۔۔!"

" بھاڑ میں جائے تمہارا عادل بھائی۔۔۔!" امی یکدم غصے میں آ گئیں۔

" اور کیوں ترسے گی میری نمو دو روٹیوں کو۔۔۔یہ تو عقیل کو نا جانے کیا سوجھی کہ منہ اٹھا کر چلا گیا پردیس۔۔۔ورنہ یہاں باپ دادا کا ایسا چلتا کاروبار ہے کہ بیٹھ کے بھی کھائے تو ساری عمر کھاتا رہے گا۔۔۔!" امی نے دو ٹوک کہہ کر بات بدل دی تھی۔۔۔آئمہ کے آنے سے پہلے سبزی بنا رہی تھیں، وہی ٹوکری کھینچ کر قریب کر لی۔۔۔اس نے ماحول خراب ہوتا دیکھا تو موضوع بدل دیا مگر ارادہ نہیں۔۔۔اندر برآمدے کے جالی والے دروازے کی اوٹ میں کب سے کھڑی نمو کو اپنا وجود چکی کی پاٹوں میں پستا محسوس ہوا۔۔۔آنکھیں دکھ اور بے بسی کی وجہ سے جھلملا گئیں۔۔۔اس نے تنفر اور اذیت سے اپنی سگی بہن کے چہرے کی طرف دیکھا جو اس کے حال دل سے اچھی طرح واقف تھی۔۔۔اسے آئمہ کی آنکھوں میں کچھ ٹھان لینے کا عزم صاف دکھائی دیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ ساری رات انگاروں پر لوٹی تھی۔۔۔جو دھونی آئمہ دے گئی تھی اس کے اثرات امی کے دل تک پہنچنے سے پہلے ہی

اسے کچھ کرنا تھا۔۔۔ہر دوسرے دن وہ امی کو فون کھڑکا دیتی اور ایک ہی بات بار بار دہراتی۔۔۔وہ اس صورتحال سے بہت بری طرح پریشان ہو چکی تھی۔۔۔ہر بدھ کی رات عقیل فون کرتا تھا۔۔۔وہیں جو جو پاس ہوتا حال احوال دریافت کر لیتا۔۔۔تائی رونے لگتیں اور اسے واپس بلاتیں۔۔۔وہ ڈھیروں وعدے کر لیتا۔۔۔ویسے ہی جیسے اس سے کر کے گیا تھا۔۔۔مگر اب وقت آ گیا تھا کہ اسے اس کے عہد یاد دلائے جاتے۔۔۔وہ اتنی مشکل سے دوچار تھی کہ اسے پہلی بار عدیل بھائی سے تنہائی میں بات کرنی پڑی۔۔۔وہ رات کھانے کے بعد سب کی نظر بچا کر اوپر چوبارے میں بنی عدیل بھائی کی اسٹڈی میں چلی آئی۔۔۔ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے جب وہ اندر داخل ہوئی تو عدیل بھائی ایک پل کو حیرت زدہ رہ گئے، مگر اگلے ہی پل وہ اٹھے اور بڑی شفقت سے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔۔۔اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھام کر متشکرانہ نظروں سے اسے دیکھا اور کمرے میں موجود دوسری خالی کرسی پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔انہوں نے اس پر اپنی حیرت ظاہر ہونے نہیں دی تھی۔۔۔وہ کنفیوزسی انگلیاں چٹخائے جا رہی تھی۔۔۔

"کیا ہوا نمو۔۔۔؟ سب خیریت ہے نا۔۔۔کچھ کہنا چاہتی ہو۔۔۔؟" عدیل بھائی نے اس کی آسانی کے لیے خود ہی پہل کی۔۔۔جواب میں اس نے روتے ہوئے آئمہ کا چھوڑا ہوا شوشہ ان کے آگے رکھ دیا۔۔۔عدیل بھائی کا منہ مارے حیرت کے کھلا رہ گیا۔۔۔آئمہ کتنی سطحی سوچ کی حامل ہے اس بات کا اندازہ تو انہیں تھا مگر وہ اس حد تک جا سکتی ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔۔۔لامحالہ انہیں طیش آنا لازمی امر تھا۔۔۔نمو ان کے بھائی کی منکوحہ تھی اور وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے بھائی کی امانت پر کوئی نگاہ رکھے۔۔۔

" میں بہت پریشان ہوں عدیل بھائی۔۔۔ہر دوسرے دن آئمہ کا فون آتا ہے اور وہ امی کو خلع لینے پر زور دیتی ہے جبکہ میں ایسا کسی قیمت پر نہیں چاہتی۔۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔۔۔عقیل وہاں جا کر جیسے مجھے بھول ہی گیا ہے۔۔۔ان ساڑھے تین سالوں میں میری ایک بار بھی اس سے بات نہیں ہوئی۔۔۔نا ہی آج تک اس نے کسی کے ہاتھ میرے لیے ایک چھوٹا سا پیغام ہی دیا ہے۔۔۔ویسے تو بہت بنتا تھا، بڑی بڑی باتیں کیا کرتا تھا مگر پردیس کی ہوا اسے راس آ گئی ہے عدیل بھائی۔۔۔جبھی مجھے وہ بھول گیا ہے۔۔۔!" وہ کسی سہیلی کی طرح عدیل بھائی کے آگے دل ہلکا کر رہی تھی۔۔۔اتنے عرصے کا غبار تھا جو نکل رہا تھا۔۔۔عدیل بھائی نے اپنی مسکراہٹ دبائی اور اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے بولے۔۔۔

" اتنا عرصہ ناحق اکیلے کڑھتی رہی۔۔۔میں ہوں نا تمہارا بڑا بھائی۔۔۔بھلا میرے ہوتے تمہیں یوں پریشان ہونا چاہئے تھا۔۔۔؟ اب دیکھنا میں اس عقیل کے بچے کو کیسے پاکستان بلواتا۔۔۔ناک سے لکیریں نکالتا آئے گا۔۔۔اور یہاں پہنچ کر ایک سو

ایک بیٹھکیں بھی لگائے گا۔۔۔!"

ان کے ایسا کہنے پر نمو کے ہونٹ بے ساختہ مسکرائے تھے۔۔۔کندھوں سے یکدم کوئی بوجھ سا اتر گیا تھا۔۔۔کاش وہ پہلے ہی عدیل بھائی سے بات کر لیتی۔۔۔وہ جی جان سے چاہتی تھی کہ عقیل فوراً پاکستان پہنچے مگر دل ہی دل میں اس سے بے حد خفا تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

اور اس سے ٹھیک ایک ہفتے بعد کا ذکر تھا جب وہ آنکھوں میں ڈھیروں پانی لیے کپڑے دھو رہی تھی۔۔۔آج ابو کے جانے کے بعد صبح جب وہ اور امی ناشتہ کر رہے تھے تو امی کی ہر بات میں آئمہ کی آئے روز آنے والی کالز کا ذکر تھا۔۔۔پتا نہیں کیوں مگر اسے محسوس ہوا تھا جیسے اس کی مسلسل برین واشنگ کے زیر اثر امی کے لہجے میں وہ پہلے سی سختی مفقود تھی۔۔۔آج انہوں نے ایک آدھ بار نرم الفاظ میں عادل پاشا کا ذکر بھی کیا تھا۔۔۔نمو کا دل کیا وہ یہاں سے کہیں دور چلی جائے۔۔۔اگر عقیل اس کی قسمت میں نہیں تھا تب بھی وہ عادل پاشا کی ہمراہی کبھی قبول نا کرتی۔۔۔وہ شخص اسے پہلی نظر میں ہی اچھا نہیں لگا تھا۔۔۔ناشتے کے بعد وہ جی بہلانے کے لیے کپڑے دھونے بیٹھ گئی تھی اور جب بھی وہ کپڑے دھوتی تھی عقیل کی یاد بڑی شدت سے اس پر حاوی ہوتی تھی۔۔۔کیونکہ ایسا کبھی نا ہوا تھا کہ عقیل نے اسے سکون اور اطمینان سے کپڑے دھونے دیے ہوں۔۔۔وہ ہمیشہ اس کے دھلے کپڑوں کے ساتھ کچھ گڑبڑ کرنے کی کوششوں میں رہا کرتا۔۔۔آخری بار جب نمو نے بدلہ لینے کے لیے اس کی نیوی بلو شرٹ کو لیکوڈ بلیچ لگا دیا تھا تو وہ کتنا تلملایا تھا۔۔۔اس کا سرخ غصیلہ چہرہ یاد کر کے ابھی بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر یکدم اسے نا جانے کیا ہوا وہ سرف کے جھاگ میں سنے ہاتھوں کو اپنی پنڈلیوں کے گرد لپیٹ کر گھٹنوں پر سر رکھے بلک اٹھی۔۔۔اس کے اندر اتنی گھٹن تھی کہ اسے لگتا تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا۔۔۔وہ دل میں عقیل سے ڈھیروں شکوے کیے جا رہی تھی۔۔۔اپنے سر کو اس نے پل بھر کو اوپر اٹھایا تو ڈبڈبائی آنکھوں کے سامنے عقیل ہی کی تصویر تھی۔۔۔وہ اس کے حواسوں پر اس قدر سوار تھا کہ اسے مجسم دکھائی دے رہا تھا۔۔۔وہ سر جھٹک کر دوبارہ کپڑے ملنے لگی۔۔۔

"میرے بیگ میں بھی گندے کپڑوں کا ڈھیر ہے۔۔۔پلیز دھو دو گی۔۔۔!"

نمو پتھر ہو گئی تھی۔۔۔ایک دم ساکت۔۔۔یہ تو عقیل کی آواز تھی۔۔۔اس نے ڈرتے ڈرتے پلکیں اوپر اٹھائیں۔۔۔سامنے عقیل کا تصور نہیں وہ خود موجود تھا۔۔۔مسکراتا ہوا۔۔۔چمکتے چہرے اور روشن آنکھوں کے ساتھ۔۔۔نمو کو یوں جامد دیکھ کر اس نے ٹب میں موجود پانی اپنے ہاتھ کی اوک میں بھرا اور اس کے چہرے پر اچھال دیا۔۔۔وہ یکدم ہوش میں آئی اور ہاتھوں

میں تھامے کپڑے وہیں پھینک کر پھپک پھپک کر رو دی۔۔۔عقیل نے اسے رونے دیا۔۔۔وہ پہلے سے کمزور ضرور ہو گیا تھا مگر اس کی خوبروئی میں اضافہ ہوا تھا۔۔۔اس نے تاسف سے نمو کے کمزور سے وجود کو دیکھا۔۔۔کیسا کھلتا گلاب تھی وہ جب اسے چھوڑ کر گیا تھا اور اب زرد رو اداس سی نمو اس کے سامنے تھی۔۔۔

"کتنا روگی نمو۔۔۔آتو گیا ہوں میں۔۔۔!"

"تو نا آتے اب بھی۔۔۔کس نے کہا آنے کو۔۔۔تمہاری بلا سے نمو مرتی یا جیتی۔۔۔اس بات سے تمہیں کوئی غرض ہوتی تو یوں خود غرض بن کر اتنے سال مجھ سے بات تک کیے بغیر گزار لیتے۔۔۔؟" اس کی تڑپ کم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔۔۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔۔۔

"نمو۔۔۔میری غلطی۔۔۔میرا قصور۔۔۔ہر خطا میری۔۔۔لیکن میں ایسی سزا کا حقدار نہیں تھا کہ میری نمو کو مجھ سے دور کرنے کی سازشیں شروع کر دی گئیں۔۔۔!"

"تو کیا کرتے سب۔۔۔نا تم آتے تھے نا کچھ بتاتے تھے۔۔۔کب تک میرے ماں باپ تمہارے نام سے بٹھائے رکھتے۔۔۔بڑے دعوے کر کے گئے تھے۔۔۔" جاتے ہی بلا لوں گا۔۔۔نکاح کر کے جا رہا ہوں تاکہ پیپرز آرام سے بن جائیں۔۔۔ہونہہ۔۔۔!"

وہ اس کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے بولی تو عقیل کو ہنسی آگئی۔۔۔

"کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں تھا نمو۔۔۔؟ کیا ہماری محبت اتنی کمزور تھی کہ تم ہارنے لگیں تھیں۔۔۔!"

"کبھی نہیں۔۔۔" وہ ایک دم سے بولی۔۔۔" نا میں کمزور تھی نا میری محبت۔۔۔مگر حالات اب میرے ہاتھ سے نکلنے کو تھے عقیل۔۔۔!"

وہ اس کے ٹھنڈے یخ ہوتے ہاتھ کا لمس دل میں اتارتے ہوئے بولا۔۔۔

"تو کیا تمہیں ایک پل کو بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ وہاں میں کسی مشکل میں بھی تو ہو سکتا ہوں۔۔۔کسی ایسی مشکل میں جو میں یہاں سب کو بتا کر پریشان نا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔!"

نمو روتے روتے خاموش ہوئی۔۔۔اپنا ہاتھ دھیرے سے اس کے ہاتھ سے نکالا اور دوپٹے کے پلو سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"اگر تم نے رابطہ رکھا ہوتا عقیل تو کسی کے بھی دل میں بدگمانی سر نا اٹھاتی۔۔۔تم تو گھڑی بھر کو کال کرتے تھے اور بس۔۔۔ایک بار۔۔۔ایک بار بھی تم نے مجھ سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔۔۔ایک بار بھی تمہارا جی میری آواز سننے کا نا چاہا۔۔۔اس کے باوجود مجھے تمہارا اعتبار تھا۔۔۔تم سے ہزار شکوے ہونے کے باوجود مجھے یقین تھا کہ تم مجھ سے بے وفائی نہیں کر سکتے مگر میں ہار رہی تھی امی کی فکر اور آئمہ کے روز روز طعنوں کے سامنے۔۔۔ورنہ نمو اپنی زندگی کی آخری سانس تک تمہاری منتظر رہتی۔۔۔!"

عقیل کا دل کیا کہ وہ اس نازک وجود کو اپنے سینے سے لگا لے۔۔۔پردیس کی تمام صعوبتیں ایک اس لڑکی کی ستارہ آنکھوں کی چمک کے آگے ہیچ تھیں۔۔۔وہ اسے کیا بتاتا کہ وہاں وہ ہر دوسرے نوجوان کی طرح ویسی ہی مشکلات میں پھنس گیا تھا جو اپنے دیس میں رہتے ہوئے سننے میں بھی بچکانہ لگا کرتی تھیں۔۔۔جس مستقبل کی تلاش میں وہاں گیا تھا وہ اس قدر آسان نہیں تھا کہ پلیٹ میں رکھا مل جاتا۔۔۔اس کے پاس کون سا اعلیٰ ڈگری تھی جس کے بل پر وہ وہاں دنوں میں سیٹ ہو جاتا۔۔۔وہاں تو ڈگریوں والے بھی رلتے پھرتے تھے۔۔۔جس دوست کے ساتھ وہ یونان گیا تھا، وہاں اس کے رشتے دار رہتے تھے۔۔۔انہوں نے ہاتھ پاؤں مار کر اسے تو کہیں کھپا دیا مگر عقیل کو صاف ہری جھنڈی دکھا دی۔۔۔اس دوست نے بھی پردیس میں آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔۔۔وہ ہکا بکا سا ساری صورتحال دیکھتا رہ گیا۔۔۔وہاں سے اس کی خواری کے دن شروع ہوئے۔۔۔اس کا وہ دوست یہاں پر چونکہ فون کر کے سب اچھا ہے کہتا رہا لہذا اس کے والد نے عقیل کے گھر والوں کو بھی تسلی میں رکھا۔۔۔نا جانے کس طرح ہاتھ پیر مار کر وہ ایک گیس اسٹیشن پر جاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔شب بسری کے لیے وہ کبھی کسی بینچ پر سوتا رہا تو کبھی انڈر پاس بسیرا کیے ہپیوں کے آس پاس سر کے نیچے کوئی اینٹ یا چھوٹے سائز کا کارٹن رکھ کر سو رہتا۔۔۔وہ نشئی آگ کا الاؤ جلائے رکھتے تھے اس لیے عقیل کی بھی ٹھنڈ سے بچت ہو جاتی۔۔۔پہلی تنخواہ ملنے تک اس نے کس طور فاقے کیے تھے یہ وہ جانتا تھا یا خدا۔۔۔واپسی تک کے لیے ہاتھ پیر مارنے کا سوچ لیا مگر غیر قانونی طریقے سے آیا تھا۔۔۔اور جس کے ساتھ آیا تھا وہی پیٹھ دکھا گیا۔۔۔اتنا آسان نہیں تھا واپس جانا۔۔۔دن کو رات کرتے اس نے بڑے عذاب جھیلے تھے۔۔۔اپنے دیس کے عیش و آرام یاد آتے تو پلکیں بھیگ جاتیں۔۔۔گیس اسٹیشن پر ایک آدمی ملازمت کرتا تھا، اس کے دل میں تھوڑا رحم آیا اور اس نے اپنے ذرائع استعمال کر کے اسے کسی نا کسی طرح یورپ کی طرف نکال دیا۔۔۔وہاں سے وہ سیدھا اسپین گیا تھا بس یہ آسانی ہوئی تھی کہ اسی آدمی کے طفیل اس کے پیپرز بن گئے تھے۔۔۔یہی وہ جھوٹ تھا جو وہ پاکستان میں سب سے بول کر آیا تھا۔۔۔وہاں اس نے گھر میں سبھی کو یہی بتایا تھا کہ وہ لیگلی جا رہا ہے۔۔۔اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا کہ گھر کا کوئی بھی فرد اسے ایئر پورٹ چھوڑنے نا

آئے۔۔۔صرف ایک عدیل بھائی تھے جنہیں معلوم تھا کہ وہ غیر قانونی طریقے سے یونان جا رہا ہے۔۔۔انہوں نے اسے باز رکھنے کا ہر جتن کر چھوڑا تھا اور جواباً عقیل نے انہیں راضی کرنے کا ہر حیلہ آزما لیا تھا اور وہ کامیاب ٹھہرا تھا۔۔۔عدیل بھائی پڑھے لکھے تھے، کیسے ہوسکتا تھا کہ اس کا پاسپورٹ اور ویزہ وغیرہ چیک نا کرتے اور ایک واحد وہی تھے جو پیچھے سب کو مطمئن رکھ سکتے تھے لہذا انہیں سچ بتائے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔زلیخا چاچی کے تینوں لڑکے بضد تھے کہ وہ اسے ایئر پورٹ چھوڑنے ساتھ جائیں گے مگر وہ اور عدیل بھائی کسی نا کسی طرح سب کو روکنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور گھر پر ہی سب کو الوداع کہا تھا۔۔۔اس کے آگے کی کہانی اور سفر خاصا تکلیف دہ رہا تھا۔۔۔وہ کم سے کم اور مختصر ترین وقت کے لیے گھر کال کرتا تھا۔۔۔نمو سے وہ خود بات کرنے سے بچتا تھا۔۔۔اس کی آواز ہمیشہ اس کے پیروں کی زنجیر بن جاتی تھی اور وہ پردیس میں اپنی مشکلات میں اضافہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔اب جب کہ وہ اسپین میں تقریباً سیٹ ہو چکا تھا، عدیل بھائی کی کال نے سب ملیا میٹ کر دیا تھا۔۔۔اس کی نمو کسی اور کی ہو جاتی، یہ وہ کیسے گوارا کرتا۔۔۔اسے آئمہ پر بے حد غصہ تھا۔۔۔اس کی جرات بھی کیسے ہوئی نمو کے لیے کوئی رشتہ لانے کی۔۔۔عدیل بھائی کے منہ سے یہ سب سن کر اس کے وجود کے ریشے ریشے میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔۔۔وہ پہلی فرصت میں سب چھوڑ چھاڑ کر پاکستان واپس آگیا تھا۔۔۔ایک بار پھر وہ وہیں آن کھڑا ہوا تھا جہاں سے چلا تھا۔۔۔یہاں اسے کاروباری فکر بھلے نہیں تھی مگر وہ جو اس کا خواب تھا کسی دور دیس میں نمو کے ساتھ بسنے کا وہ چکنا چور ہو گیا تھا۔۔۔نمو کے بغیر اس کی زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں تھا۔۔۔اب وہ آ گیا تھا تو بس آگیا تھا۔۔۔پر ایک بار اسے عادل پاشا سے ضرور ملنا تھا جس کا رشتہ عدیل بھائی کے بقول آئمہ اس کی مرضی اور پسند کی بنا پر لے کر آئی تھی۔۔۔وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ آخر کون تھا جس نے عدیل مغل کی مِلک پر نظر ڈالی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

مغلوں کی حویلی میں رونقیں جاگ اٹھیں تھیں۔۔۔عقیل کے آتے ہی نمو اور اس کی شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے تھے۔۔۔امی کے سارے شکوے دھل گئے تھے اور وہ عقیل پر واری صدقے جا رہی تھیں۔۔۔آئمہ کو پتا چلا تو فون کر کے بے بھاؤ کی سنائیں۔۔۔شادی کی کسی بھی رسم میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔۔۔بات بڑوں تک پہنچی۔۔۔ابو اور تایا کو اس کے رشتہ لانے پر بہت اشتعال آیا مگر بیاہی بیٹی کا معاملہ تھا، ضبط کر گئے۔۔۔زلیخا چاچی نے بھی اسے سمجھایا مگر اس کی ایک ہی ضد کہ نمو کو خلع دلا کر عادل پاشا سے بیاہا جائے۔۔۔تایا نے شادی کی تیاریوں کا فی الفور حکم جاری کر دیا۔۔۔ان کے دل کو ہول سے اٹھے جا رہے تھے۔۔۔نمو انہیں بھتیجی نہیں بیٹی کی طرح عزیز تھی۔۔۔زرتاج کی خودسری اور عدیل کی خانگی زندگی کی زبوں حالی کے بعد وہ عقیل

کے معاملے میں بے حد محتاط ہو گئے تھے ۔۔۔امی کو آئمہ کے شادی میں شرکت نا کرنے کا دکھ تھا مگر وہ ایک بیٹی کی جذباتیت کا شکار دوسری کو نہیں بنا سکتی تھیں ۔۔۔عقیل کے آتے ہی نمو کے چہرے کی چمک اور اس کے

پیروں کا ردھم ہر ہر زاویے سے اندرونی خوشی کا غماز تھا ۔۔۔نمو اپنی اکلوتی بہن کی ضد اور ہٹ دھرمی پر خائف ضرور تھی مگر اس کے باوجود اس نے آئمہ کو منانے کی بے تحاشا کوششیں کی تھیں ۔۔۔تھک ہار کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا ۔۔۔ویسے بھی آج کل وہ اس قدر خوش تھی کہ ہر پریشان کن بات کا اثر اس پر سے جلد ہی زائل ہو جاتا ۔۔۔ساڑھے تین سال کی جدائی کاٹی تھی اس نے ۔۔۔اور عقیل کی واپسی نے اس کی محبت کو سرخرو کیا تھا ۔۔۔وہ مورنی بنی ناچتی پھرتی تھی ۔۔۔زلیخا چاچی نے شادی کی تیاریوں پر کمر کس لی تھی ۔۔۔وہ دونوں طرف سے مدد کروا رہی تھیں ۔۔۔ان کا دم بھی غنیمت تھا ورنہ آئمہ تو ناراض تھی ہی ،زرتاج بھی خوامخواہ کا بیر پال کر بیٹھ رہی تھی ۔۔۔عدیل بھائی اس کی حرکتوں کے آگے بے بس تھے ۔۔۔خود ہر کام میں پیش پیش رہ کر بیوی کی بے حسی کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ۔۔۔!

چند دن بعد وہ عقیل کے نام کی مہندی لگا کر سرسوں کا پھول بنی بیٹھی تھی ،زلیخا چاچی آنے بہانے وہاں جھانکتے عقیل کو روکنے کی کوشش میں ہانپے جا رہی تھیں ۔۔۔وہ انہیں زچ کیے دے رہا تھا اور زلیخا چاچی نے آنکھیں ماتھے پر رکھ چھوڑی تھیں ۔۔۔ان کے تینوں بیٹے ناچ ناچ کر فرش اکھاڑ دینے کے درپر تھے ۔۔۔عقیل جب نمو کو نا دیکھ پاتا تو مایوس ہو کر ان کے بیچ ناچنے لگتا ۔۔۔عدیل بھائی اس کا جی بھر کے شغل لگاتے ۔۔۔نمو کو پانا اس کا ایسا خواب تھا جس پر اس نے اپنا ہر خواب قربان کیا تھا ۔۔۔مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی تھا جو اس کے خواب نوچ لینے کے درپر تھا ۔۔۔!

☆......☆......☆

اندھیری اسٹڈی میں کرسی پر بیٹھا عادل پاشا مسلسل جھول رہا تھا ۔۔۔اس کے ہاتھ میں لائٹر تھا جس کو وہ ہر دو سیکنڈ بعد جلاتا اور بجھا دیتا ۔۔۔شعلہ سا بھڑک کر بجھ جاتا مگر اس کے اندر کی سلگن ٹھنڈی ہونے میں نہیں آ رہی تھی ۔۔۔لائٹر کے شعلے کی لو پر ہر بار اسے ناعمہ کی تصویر دکھائی دیتی ۔۔۔اس کا حسن بھی تو آتش فشاں تھا جس نے عادل پاشا کے چار اطراف لاوا انڈیل دیا تھا ۔۔۔پچھلے ڈھائی ماہ سے وہ اس الاؤ میں گھرا ادھ موا ہو چلا تھا ۔۔۔وہ شادی شدہ تھا ،ایک بچے کا باپ تھا پھر بھی ناعمہ کو دیکھ کر دنیا بھلا بیٹھا تھا ۔۔۔جس پل وہ جمال کی مہندی میں اس کے ہمراہ اندر داخل ہوا تھا تو داہنی رو میں سب آگے کھڑی لڑکی نے بے ساختہ اس کی توجہ کھینچ لی تھی ۔۔۔وہ دلہا کے دوستوں کو اندر آتا دیکھ کر جھجکی سی دو قدم پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئی تھی ۔۔۔ہال کی روشنیوں اور کیمرہ مین

کے فلیش کی لائٹ نے مل کر اس کے چہرے کو طلائی بنا دیا تھا۔۔۔وہ اتنی نازک بدن تھی کہ عادل پاشا کو اس کے ہاتھوں میں تھاما گجروں کا تھال بھی بھار محسوس ہوا۔۔۔اس نے محض اسے قریب سے دیکھنے کی خاطر اس کے تھال سے گجرا اٹھایا تھا۔۔۔فاصلے سے وہ جس قدر دلکش تھی، قریب سے اتنی ہی دلنشیں تھی۔۔۔وہ سراپا حسن تھی۔۔۔اور عادل پاشا نے اسی پل، اسی لمحے اس اپسرا کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کے پیروں میں ایک بیوی اور بچے کی بیڑی ہے۔۔۔بارات والے دن رخصتی سے ذرا پہلے اس کے ساتھ ہوئی بدمزگی نے اس کا شوق دوبالا کر دیا تھا۔۔۔اسے حاصل کرنے کی طلب یکدم جنون بن کر دماغ پر سوار ہوئی تھی اسی لیے اس نے جمال سے اور آئمہ بھابھی سے یہ بات کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔۔۔جمال کو اعتراض ہوا تھا کیوں کہ وہ پہلے سے ہی شادی شدہ اور بچے کا باپ تھا مگر آئمہ تو خوشی سے کھل اٹھی تھی۔۔۔عادل پاشا کو تسلی ہوئی کہ اس کے لیے راہ ہموار کرنے میں یہ مددگار ثابت ہوگی۔۔۔باقی رہ گیا معاملہ اس کی بیوی کا تو اسے اس کی پرواہ ہی کب تھی۔۔۔اس کے ساتھ بھی وہ محض اپنے بیٹے کی خاطر تھا جس سے بہر حال اسے شدید محبت تھی۔۔۔اس کی بیوی ثوبیہ اس کی چچازاد تھی۔۔۔بچپن میں یتیم ہونے کے بعد وہ اس کے والد کی سرپرستی میں آ گئی تھی۔۔۔اس کے والد کو اپنی بھتیجی سے بے حد محبت تھی یہاں تک کہ اس کے نام کمپنی کے شیئرز بھی کر دیئے جس پر عادل پاشا خوب تلملایا تھا۔۔۔اس کے والد کا بزنس کی دنیا میں خاصا نام تھا اور پڑھائی پوری کر کے وہ بھی انہی کے ساتھ انوالو ہو گیا تھا۔۔۔مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ ثوبیہ نامی بلا کو اس کے والد اسی کے گلے ڈال دیں گے۔۔۔وہ جتنا مرضی احتجاج کرتا مگر ان کی ضد کے آگے بے بس تھا۔۔۔وہ نا صرف کمپنی کے تیس فیصد شیئرز ثوبیہ کے نام کر چکے تھے بلکہ انہوں نے عادل پاشا کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے ثوبیہ سے شادی نا کی تو وہ باقی کے شیئرز بھی اس کے نام کرنے میں ایک پل کو نہیں ہچکچائیں گے۔۔۔اور عادل لاشا اپنے والد کی ضدی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔۔۔کچھ بھی تھا وہ کسی صورت بنے بنائے اور سیٹلڈ بزنس سے ہاتھ نہیں دھو سکتا تھا اس لیے اسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا پڑا۔۔۔شادی کے بعد ثوبیہ انتہائی فرماں بردار اور دبو قسم کی بیوی ثابت ہوئی۔۔۔وہ اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کرتی تھی نا ہی حجت کرتی تھی۔۔۔بیٹے کے بعد اس کا سارا وقت اسی کے ساتھ گزر جاتا تھا۔۔۔اسے جیسے عادل ہاشا کے معمولات سے دلچسپی ہی نہیں رہی تھی۔۔۔درحقیقت وہ جان گئی تھی کہ اس کے شوہر کو اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔عادل پاشا کو باپ کا ڈر تھا ورنہ کبھی کا دوسری شادی کر بیٹھا ہوتا کیونکہ وہ لیڈی کلر تھا۔۔۔محفلوں میں عورتوں کی توصیفی نگاہیں اور طرحدار حسیناؤں کا اطراف منڈلاتے رہنا اسے آسمانوں پر بٹھائے رکھتا تھا۔۔۔اس نے اول روز سے یہ ذہن بنا لیا تھا کہ ایک نا ایک دن اسے اپنی من پسند لڑکی کے ساتھ دوسری شادی کرنی ہی ہے۔۔۔اس کے لیے اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ اپنی دوسری بیوی کو الگ رہائش

لے کر دے گا۔۔مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ ناعمہ کی صورت میں اسے اپنا گوہر مقصود نظر تو آئے گا مگر اسے حاصل کرنے کے لیے اسے کیا کیا جتن کرنے پڑیں گے، اس بات کا اسے گمان تک نا تھا۔۔آئمہ نے اسے اپنی چھوٹی بہن کے نکاح کا بتایا تھا مگر اس نے سن کر ناک سے مکھی اڑائی تھی۔۔اسے یقین تھا کہ جب اس کا رشتہ جائے گا تو وہ لوگ لازمی اپنی بیٹی کو خلع دلائیں گے۔۔بھلا کون پاگل ہو گا جو ساڑھے تین سال سے نیم گمشدہ شخص کے مقابلے میں اسے انکار کرے گا۔۔مگر آئمہ کے ہاتھ رشتہ بھیجنے کے باوجود وہاں سے صاف انکار نے اس کے چودہ طبق روشن کر دئیے تھے۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس جیسے خوبرو، ہینڈسم اور امیر کبیر شخص کو نا ہو جائے گی۔۔آئمہ کے بے حد زور دینے پر بھی اس کے گھر والے ناعمہ کا رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوئے تھے۔۔اس کی خوشنودی کی خاطر آئمہ نے اپنے میکے والوں سے ناراضی مول لے لی تھی مگر اسے اس بات سے کیا فرق پڑتا تھا بھلا۔۔فرق تو بس اس بات سے پڑا تھا کہ ناعمہ کا نکاح ہو چکا تھا اپنے چچازاد سے۔۔اس بات نے بھس میں چنگاری والا کام کیا تھا۔۔وہ جیسے تپتی بھٹی میں جھونکا گیا تھا۔۔ناعمہ اسے نا ملتی دیکھی جاتی۔۔وہ کسی اور کی ہو چکی تھی یہ سہنا خود کو کند چھری سے ذبح کرنے جیسا تھا۔۔وہ بااختیار تھا، چاہتا تو ایک دن میں اپنی چاہت حاصل کر لیتا مگر ایسا کر کے ناعمہ اسے کبھی نا ملتی اور اسے ناعمہ کو پانا تھا۔۔مگر اس نکاح والی پخ نے اس کا دماغ پگھلا دیا تھا۔۔عادل پاشا صرف جھنجھلانے اور تڑپنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔۔اس نے ہر طرح سے کوشش کر کے دیکھ لی تھی کہ کسی طرح ناعمہ، عقیل سے بدظن ہو کر خلا کے لیے آمادہ ہو جائے مگر سب بے سود رہا تھا۔۔آئمہ نے بھی مایوس ہو کر اس سے معذرت کر لی تھی۔۔اس کی مایوں، مہندی اور رخصتی تک کے ایک ایک پل کا حساب رکھتا وہ اپنی اسٹڈی میں بند تھا۔۔خود کو مسلسل اذیت دیتا وہ ساری سزائیں عقیل مغل کے لیے اکٹھی کر رہا تھا جس نے اس کی محبت ہتھیا لی تھی۔۔اس کے اندھیرے کمرے کی دیوار پر دو عکس نمودار ہوئے۔۔مرد نے ایک اپسرا کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔۔پور پور سجی وہ اسے محبت پاش نگاہوں سے تک رہی تھی۔۔اور پھر وہ اسے جتاتی نظروں سے دیکھتی اس مرد کے کاندھے سے سر ٹکائے رفتہ رفتہ اس کی پہنچ سے بہت دور ہوتی چلی گئ۔۔عادل پاشا کے لیے اس ناقابل برداشت منظر کو سہارنا مشکل ترین امر تھا۔۔اس نے چلاتے ہوئے ٹیبل پر پڑا پانی سے بھرا جگ سامنے دیوار پر دے مارا۔۔سارا منظر پانی سے دھل گیا۔۔اب وہاں کچھ نہیں تھا سوائے فرش پر بکھری کرچیوں کے۔۔اس نے اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑا اور دھم سے کرسی پر ڈھے گیا۔۔

”میں عادل پاشا ہوں۔۔میں ایک بار جسے اپنے لیے منتخب کر لوں تو اسے میرے ہی پاس آنا ہوتا ہے۔۔چاہے جیسے بھی سہی۔۔تمہیں بھی میرا بننا ہو گا ناعمہ۔۔بھلے تمہیں پانے کے لیے مجھے صدیاں انتظار کرنا پڑے۔۔آخر کار تمہارا ہر راستہ مجھ پر

ہی آ کر تمام ہوگا۔۔۔!"

اس کے ہر ہر لفظ میں ایسا چیلنج تھا جس کے اثر نے آنے والے سالوں میں ناعمہ کی زندگی میں محض زہر گھول کر رکھ دیا تھا۔۔۔عادل پاشا نے سینے پر" انتظار" کی ایسی سل رکھ لی تھی جسے سرکانے کے لیے اس نے انتہا درجے کی کمینگی کا سہارا لیا تھا!

☆......☆......☆

وہ دونوں بے انتہا خوش تھے۔۔۔زندگی جیسے صرف ان کی مسکراہٹوں سے عبارت ہو گئی تھی۔۔۔دن گزرتا تو رات خوشنما، رات بیتتی تو دن دل آویز۔۔۔شادی شدہ زندگی کا خوبصورت باب رقم ہو رہا تھا۔۔۔عقیل نے بے شمار محبتیں نچھاور کر ڈالی تھیں نمو پر اور نمو تو اس کی سانس کے ساتھ سانس لیتی تھی۔۔۔عقیل نے تایا اور عدیل بھائی کے ساتھ ہی کام پر جانا شروع کیا تو سب کچھ روٹین میں آتا چلا گیا۔۔۔گو کہ وہ خوش نہیں تھا نا ہی یہ کام اس کی مرضی کا تھا مگر وہ بلاناغہ جا رہا تھا۔۔۔ تائی اور تایا بھی بے حد مطمئن تھے۔۔۔ایک عرصے بعد انہیں گھر، گھر لگنے لگا تھا۔۔۔جس دن کی نمو بیاہ کر آئی تھی انہیں وقت پر ناشتہ کھانا ملتا تھا۔۔۔کپڑے استری ہوئے مل جاتے۔۔۔تائی نے زرتاج بھابھی کے مزاج کے پیش نظر کپڑے اور برتن دھونے والی ماسی بھی لگا لی تھی۔۔۔صفائی کے لیے الگ سے کام والی آتی تھی۔۔۔نمو نے برتن دھونے کا کام چھڑوا کر کچن اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔۔۔اسے عقیل اور گھر والوں کے لیے کھانا بنانا اور سجا کر میز پر رکھنا بہت پسند تھا۔۔۔انہی باتوں کی وجہ سے تایا اور تائی ہر وقت نمو کے نام کی گردان کیے جاتے۔۔۔یہیں سے زرتاج بھابھی کے دماغ کا وقتی طور پر سویا ہوا کیڑا دوبارہ جاگ اٹھا۔۔۔وہ تائی کی بھتیجی ہو کر کونے سے لگائی جا رہی تھی اور نمو تایا کی بھتیجی ہو کر سر پر بٹھائی جا رہی تھی۔۔۔یہ سراسر اس کے دماغ کا فتور تھا اور اسی فتور نے گھر میں چھوٹے چھوٹے فساد کروانے شروع کیے۔۔۔بات چھوٹی چھوٹی لڑائیوں تک محدود نہیں رہ گئی تھی۔۔۔زرتاج بھابھی نے الگ گھر کا مطالبہ کر دیا تھا۔۔۔نمو کی شادی کو ابھی دو ڈھائی ماہ ہی گزرے ہوں گے کہ زرتاج بھابھی کے حد سے بڑھی زبان نے کرشمہ دکھایا اور تایا نے عدیل بھائی کے لیے اوپر الگ پورشن ڈلوانا شروع کر دیا۔۔۔جس نے سنا زرتاج کی عقل پر ماتم کیا۔۔۔خود عدیل بھائی اپنے والدین سے شرمندہ تھے۔۔۔وہ سبھی ساتھ ہی تو تھے اب تک۔۔۔امی کو نمو کی فکر کھائے جاتی کیونکہ وہ اس کی فطرت کو جانتی تھیں، وہ دب جانے والی تھی۔۔۔زرتاج کی زبان کی کڑواہٹ کے آگے وہ اکثر ہی سہم کے خاموش ہو جاتی۔۔۔ایک طرح سے انہوں نے دل میں شکر ادا کیا تھا اس کے الگ ہونے پر۔۔۔اب کم از کم وہ ان کی نمو کے سر پر سوار تو نہیں رہے گی۔۔۔زلیخا چاچی نے تو آ کر زرتاج بھابھی کی خوب گوشمالی کی تھی مگر وہ جس مشن پر تھیں اسے پورا کرنے کے لیے آنکھیں اور کان بند کیے ہوئے

تھیں۔۔۔سوائے منہ کے۔۔۔!

انہی دنوں نمو امید سے ہوئی تو تائی نے اسے ہاتھ کا چھالا بنا ڈالا۔۔۔عقیل سے یہ خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔۔۔اسے سمجھ نہں آتا تھا کہ دنیا کی کون کون سی نعمت نمو کے قدموں میں ڈھیر کر دے۔۔۔جب تک اوپر کا پورشن مکمل ہوا،نمو کی گود میں ماحور چلی آئی۔۔۔حالانکہ زرتاج بھابھی کے دو لڑکے اور دو جڑواں لڑکیاں ہو چکی تھی مگر انہوں نے اپنے بچوں کو کبھی دادا دادی کے قریب ہونے نہیں دیا تھا۔۔۔تایا اور تائی کو ان سے محبت ضرور تھی مگر انسیت نہیں تھی۔۔۔اس لیے جب ماحور کی پیدائش ہوئی تو وہ گھر بھر کی جان بن گئی۔۔۔عدیل بھائی بھی اس سے والہانہ پیار کرتے تھے۔۔۔اس کا نام بھی انہوں نے ہی رکھا تھا۔۔۔ماحور کی پیدائش پر آئمہ آئی تھی اپنے ایک سال کے بیٹے کو لے کر۔۔۔کچھ دیر بیٹھ کر اور بچی کو پیار دے کر چلی گئی تھی۔۔۔جاتے وقت وہ ماحور کی ننھی سی کلائی میں سونے کا کنگن اور ہاتھ میں ڈھیروں نقدی رکھ کر چلی گئی تھی۔۔۔نمو نے لینے سے انکار کیا تو اس نے دھونس جما کر رکھنے پر مجبور کر دیا۔۔۔امی نے بھی اشارہ کیا کہ مشکل سے بہن کا دماغ آسمان سے زمین پر اترا ہے اس لیے رکھ لے۔۔۔جاتے جاتے آئمہ نمو کے کان میں سرگوشی کرنا نہیں بھولی۔۔۔

"وہ آج بھی تمہارا منتظر ہے نمو۔۔۔ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔۔۔فیصلہ کر لو۔۔۔!"

اور نمو جی جان سے کانپ گئی تھی۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی سگی بہن اس قدر گری ہوئی سوچ کی مالک ہو گی۔۔۔وہ عقیل کی بیوی اور اس کی ایک بچی کی ماں تھی اور وہ اس سے کیسی واہیات بات کہہ کر چلی گئی۔۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ آئندہ اگر اس نے ایسی کوئی بات منہ سے نکالی تو وہ لحاظ نہیں کرے گی۔۔۔منہ توڑ جواب دے گی۔۔۔!

عقیل کی محبت میں رتی بھر کمی نہیں آئی تھی بلکہ اب اس کی محبت کی حصے دار ماحور کی صورت میں چلی ائی تھی۔۔۔وہ جس وقت گھر ہوتا،ماحور کو سینے سے لگائے رکھتا۔۔۔وہ اس کے مستقبل کے حوالے سے بڑی بڑی باتیں کرتا تھا۔۔۔اونچے اونچے خواب دیکھتا تھا۔۔۔نمو کو اس کی باتیں کبھی کبھار ناقابل فہم لگتیں مگر اس کی اپنی اولاد سے محبت تصور کر کے مسکرا دیتی۔۔۔اور پھر ایک دن بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی۔۔۔اسے دوبارہ سے باہر جانے کا ہڑکا لگا تھا۔۔۔اور اب کی بار وہ لیگلی اسپین جانے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا تھا۔۔۔وہ پہلے بھی وہاں سیٹ ہو گیا تھا اور دوبارہ بھی وہیں جانا چاہتا تھا۔۔۔وہاں کے قوانین،طرز زندگی سے اسے کافی حد تک واقفیت ہو چکی تھی۔۔۔مگر نمو نے سنا تو ہتھے سے اکھڑ گئی۔۔۔اس بار اس کے ساتھ تایا اور تائی بھی تھے۔۔۔عقیل وقتی طور پر خاموش ہو گیا مگر دل میں دبی چنگاری کو ہوا لگتی رہتی تھی۔۔۔انہی دنوں کاروباری حالات میں یکدم خاصی تنزلی آئی تھی اس لیے بھی وہ مصر

تھا۔۔کامل چچا کا شروع سے کام الگ تھا اس لیے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا ویسے بھی انہوں نے اپنا حصہ لے کر ہی دوسرا کاروبار شروع کیا تھا۔۔اصل مشکل اکمل اور کمال صاحب کے لیے بنی تھی۔۔۔وہ دونوں ہی اب کم جاتے تھے۔۔۔جب سے اولادوں نے کام سنبھالا تھا ،انہوں نے گھر پر وقت گزارنا شروع کر دیا تھا۔۔ساجھا کاروبار مدتوں سے خوش اسلوبی سے چل رہا تھا۔۔عدیل بھائی نے بھی جیسے تایا نے کہا ویسے ہی کیا۔۔گڑبڑ عقیل اور نمو کے بھائی کامران کی شمولیت کے بعد شروع ہوئی۔۔کامران اور عقیل کی فطرت و مزاج میں مماثلت تھی۔۔۔دونوں من مانی کرنے والے اور جلد باز تھے۔۔۔دونوں کو ہی اپنی مرضی کرنی ہوتی تھی۔۔۔نتیجہ یہ نکلا کہ آئے روز منہ ماری ہو جاتی۔۔۔اسی رسہ کشی میں کاروبار کو نقصان پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔۔اس ضد بازی کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کرنا شروع کر دی دونوں نے۔۔۔محض ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی خاطر جب ایک کا کیا ہوا لین دین دوسرے نے بالا ہی بالا ریجیکٹ کر دیا تو پارٹیاں متنفر ہو کر ڈیل ہی ختم کر گئیں۔۔۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ کامران نے ابو کو مشترکہ کاروبار میں سے الگ ہو جانے کا کہہ دیا۔۔۔دوسری طرف عقیل بھی اب ایسا ہی چاہتا تھا۔۔۔تایا اور ابو سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔۔۔نمو الگ ساری صورتحال سے پریشان تھی۔۔۔ایک طرف شوہر تھا تو دوسری طرف اکلوتا بھائی جس نے آنکھیں ماتھے پر رکھی ہوئی تھیں۔۔۔عدیل بھائی نے آنے والے حالات بھانپ کر بڑوں کو سمجھایا اور یوں باپ دادا کے کاروبار کے حصے بخرے ہو گئے۔۔۔عقیل کو بزنس کا کچھ تجربہ نہیں تھا۔۔۔اب تک عدیل بھائی کی فہم و فراست کی بدولت اس کا پردہ تھا۔۔۔اب جو سب کچھ سر پر پڑا تو بوکھلا گیا۔۔۔فیملی میں اضافہ ہو چکا تھا اور کام کاج جیسے گھٹتا ہی جا رہا تھا۔۔۔ماحور کے بعد سیف کی صورت میں بچوں کے اخراجات بڑھ گئے۔۔۔عدیل بھائی اس کی کم عقلی کے ہاتھوں ہوئی کاروباری خرابیاں دور کرنے میں ہلکان ہوئے جا رہے تھے جبکہ اس نے ہاتھ جھاڑ کر پہلے سے زیادہ تندہی سے اسپین جانے کی تگ و دو شروع کر دی تھی۔۔۔تایا ان حالات کے باعث کافی عرصے سے مضمحل رہنے لگے تھے۔۔۔ایک صبح فجر پڑھنے مسجد گئے تو وہیں ہارٹ اٹیک ہوا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔۔۔تائی اور نمو کے لیے یہ بہت بڑا دھچکا تھا۔۔۔نمو کے لیے تایا بالکل سگے باپ کی طرح تھے۔۔۔جب سے کاروباری حالات خراب ہوئے تھے،عقیل بے حد بدمزاج اور چڑچڑا ہو گیا تھا۔۔۔بات بات پر جھگڑتا اور خوب بول بال کر گھر سے باہر نکل جاتا۔۔۔نمو نے اس کی بے تحاشا چاہت دیکھی تھی۔۔۔ایسے میں اس کا رویہ بے حد جان لیوا محسوس ہوتا۔۔۔زلیخا چاچی کو جب موقع ہاتھ لگتا اسے سمجھانے بیٹھ جاتیں مگر وہ آج کل ہتھے سے ہی اکھڑا رہتا تھا۔۔۔وہ تو صاف کہا کرتیں کہ گھر کی رونقوں کو کسی کی بد نظر چاٹ گئی۔۔۔زرتاج بھابھی نے بڑے وقت پر گھر میں نیا فساد کھڑا کیا تھا۔۔۔انہوں نے عدیل بھائی کو عقیل سے کاروبار الگ کر

لینے کا کہہ دیا تھا۔۔۔انہیں فکر تھی کہ عقیل جو آنے بہانے نقصان کرتا چلا جا رہا تھا تو اس طرح تو وہ سب کچھ اجاڑ دے گا۔۔۔عدیل بھائی ان کا مطالبہ کبھی نا مانتے جو عقیل بھی اس بات کا حامی نا ہوتا۔۔۔اسے بھی سرمایہ چاہیئے تھا جس کی مدد سے وہ دوبارہ اسپین جا سکتا۔۔۔

عدیل بھائی نے اسے بہتیرا سمجھایا تھا کہ اگر خدانخواستہ اس کی رقم ڈوب گئ تو کیا کرے گا۔۔۔؟ مگر اس وقت اس پر ایک ہی دھن سوار تھی۔۔۔نمو نے رو رو کر دریا بہا دیے تھے مگر اب اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔۔۔ایسا نہیں تھا کہ وہ اب اس سے پیار نہیں کرتا تھا مگر وہ شدت مفقود تھی۔۔۔دوسری طرف سیف کے بعد تیسرے بچے کی آمد نے اس کا دماغ مزید پلپلا کر دیا۔۔۔سب کچھ پلاننگ سے ہٹ کر ہو رہا تھا۔۔۔وہ جتنا حالات کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ اتنا ہی چکرا کر رہ گیا تھا۔۔۔اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔۔عقیل نے اسپین جانے کے لیے کسی ایجنٹ کو پیسے دئیے، وہ ضروری کاغذات بھی لے گیا اور رقم بھی۔۔۔پیچھے عقیل دیواروں کو ٹکریں مارنے کے لیے رہ گیا۔۔۔نمو نے اپنا زیور بیچ کر اسے پیسے فراہم کرنے کا سوچا تو امی اور زلیخا چاچی نے سختی سے منع کر دیا۔۔۔وہ پہلے ہی عقیل کی حرکتوں سے نالاں تھیں۔۔۔ایسے میں زیور دے کر اسے بھی گنوا لیتی تو پاس بدترین وقت کے لیے کچھ بھی نا بچتا جو عقیل کی کرتوتوں کی وجہ سے دستک دے رہا تھا۔۔۔امی اور زلیخا چاچی نمو کی مدد کرتی رہتی تھیں گاہے بگاہے۔۔۔عدیل بھائی سے بھی جو بن پڑتا وہ کرتے تھے مگر عقیل نے جیسے سب کچھ برباد کر لینے کی ٹھان لی تھی۔۔۔اس نے گھر میں سے اپنے حصے کو بیچنے کا مطالبہ کر دیا۔۔۔تائی کو سن کر غش آ گیا۔۔۔وہ پہلے ہی شوہر کی موت اور کاروباری زبوں حالی کی وجہ سے دلگرفتہ رہتی تھیں اب تو بستر سے جا لگیں۔۔۔زلیخا چاچی نے سنا تو کلیجہ تھام لیا۔۔۔ساری عمر ساتھ رہے تھے۔۔۔مغلوں کی حویلی کی الگ ہی آن بان تھی۔۔۔اس کے حصے بخرے کرنے کا سوچا تک نا تھا کسی نے۔۔۔عدیل بھائی کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ وہ عقیل کے حصے کے پیسے اسے ادا کر کے گھر بکنے سے بچا لیتے اس لیے

حویلی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکنے پر آ گئ۔۔۔زلیخا چاچی کے چھوٹے بھائی کینیڈا ہوتے تھے۔۔۔ان کے ایک بیٹے کو انہوں نے کینیڈا بلوا لیا۔۔۔اس کی دیکھا دیکھی باقی دو کا بھی پکا ارادہ تھا کہ وہ بھی وہیں سیٹل ہوں گے اور ماں باپ کو بھی بلوا لیں گے۔۔۔اس لیے انہیں گھر بکنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔بلکہ ایک مناسب سی رہائش خرید کر شائد ان کے پاس کچھ اضافی رقم بچ جاتی۔۔۔زلیخا چاچی کچھ بھی کر لیتیں ان کی اپنے بچوں اور شوہر کے آگے کہاں چلنی تھی۔۔۔نمو نے امی ابو کو کریدا تو وہ بھی اب علیحدہ رہائش چاہتے تھے۔۔۔جب سے کامران اور عقیل ایک دوسرے کے منہ لگے تھے، امی کا جی عقیل سے مزید کھٹا ہو گیا تھا۔۔۔ابو کی

نظر میں بھی یہی بہتر تھا کہ کچھ فاصلہ ہو جائے تو رہا سہا لحاظ ختم نا ہو۔۔۔نمو بے حد دلگرفتہ اور مایوس ہوئی تھی۔۔۔محض دو ہی تو نفوس ایسے تھے جو چاہتے تھے کہ پرکھوں کی یہ حویلی کبھی نا بکے۔۔۔ایک تائی اور دوسری وہ خود۔۔۔مگر ایسا ہونا طے تھا سو ہو کر رہا۔۔۔مغلوں کی حویلی بک گئی۔۔۔جہاں وہ سب سالوں ایک ساتھ رہے تھے، جس گھر میں وہ بچے سے بڑے ہوئے اور وہیں شادیاں ہوئیں، اور پھر ان کے بچے ہوئے۔۔۔اس گھر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑنا نمو کے لیے جان لیوا احساس تھا۔۔۔زلیخا چاچی ااور کامل چچا نے قریب ہی مناسب سا گھر دیکھ کر خرید لیا تھا۔۔۔امی ابو اور کامران شہر کے دوسرے کونے میں کسی کالونی میں رہائش پذیر ہو گئے۔۔۔عدیل بھائی نے زرتاج بھابی کی لاکھ مخالفت کے باوجود بھی عقیل اور نمو کی رہائش گاہ کے قریب ہی اپنا گھر خریدا تھا۔۔۔عقیل کے لیے بھی گھر انہوں نے ہی پسند کیا تھا مگر اس گھر کو دیکھ کر نمو اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔۔۔کیسی وسیع وعریض حویلی سے اٹھ کر اس چھوٹے سے دو کمروں کے گھر میں آنا سوہان روح تھا۔۔۔ماحور اور سیف سارا دن دادی کو چپکے ہوئے سہمے رہتے۔۔۔تائی نے نمو کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی تھی۔۔۔ویسے بھی عقیل آج کل سارا سارا دن اور رات گئے تک گھر سے باہر رہتا تھا۔۔۔ایسے میں تائی کا ساتھ نمو کو غنیمت تھا ورنہ وہ پاگل ہو جاتی۔۔۔عدیل بھائی کو بزنس کا پرانا تجربہ تھا، ان کا کام چل پڑا تھا مگر عقیل خدا جانے کیا کرتا پھرتا تھا۔۔۔پوچھتی تو ٹال دیتا۔۔۔اتنا تو اسے اندازہ تھا کہ وہ ابھی بھی باہر جانے کے چکروں میں ہے مگر وہ مبہم انداز میں بس یہی کہتا کہ کسی دوست کے ساتھ مل کر بزنس سیٹ کر رہا ہے۔۔۔اور پھر یوں ہوا کہ گھر میں یکدم پیسوں کی ریل پیل شروع ہو گئی اور ادھر نمو پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جب چوتھی بار وہ امید سے ہوئی۔۔۔خلاف توقع اس بار عقیل نے واویلا نہی مچایا تھا ورنہ ریان کا استقبال اس نے خوش ہو کر نہیں کیا تھا۔۔۔وہ تو آنے والے بچے کو اپنے لیے خوش قسمت تصور کر رہا تھا۔۔۔اس کا اپنے دوست کے ساتھ شروع کیا بزنس خوشحالی لا رہا تھا۔۔۔نمو اس تبدیلی پر بہت خوش تھی۔۔۔عرصے بعد گھر کی فضا میں خوشگواریت کا احساس جاگا تھا۔۔۔اس کے گالوں کا گلال دوبارہ سے لو دینے لگا تھا۔۔۔حسن اس کا آج بھی تر و تازہ گلاب کی مانند تھا۔۔۔وہ اتنے بچوں کی ماں نہیں لگتی تھی۔۔۔زلیخا چاچی تو اب بھی اس کی نظر اتارا کرتی تھیں۔۔۔وہ بھی کچھ ہی عرصے میں اپنے بیٹوں کے پاس کینیڈا جانے والی تھیں۔۔۔اداس رہتی تھیں اس لیے روز ہی نمو کے اور تائی کے پاس چلی آتیں۔۔۔ابھی ان کے جانے میں دو ہفتے باقی تھے کہ تائی دو دن شدید بیمار رہ کر گزر گئیں۔۔۔یہ دھچکا نمو کے لیے بہت شدید تھا۔۔۔تائی کا اسے بڑا سہارا تھا۔۔۔عقیل کی بھلی بری انہی کے دم سے تو برداشت ہو جاتی تھی۔۔۔جس طرح پچھلے کچھ عرصے سے وہ بے لگام سا ہو گیا تھا، ایسے میں تائی نے ہی اسے سنبھالا ہوا تھا۔۔۔ان کے جانے سے وہ یکدم اکیلی پڑ گئی تھی۔۔۔اور پھر زلیخا چاچی بھی کینیڈا چلی گئیں

اپنے بیٹوں کے پاس۔۔۔زندگی ایک دم سے اسے تنہائی کے غار میں دھکیل گئی تھی۔۔۔دھیرے دھیرے اس کے سارے غمگسار قسمت اس سے دور لے جاتی جا رہی تھی۔۔۔عقیل سے بڑھ کر اس کے دل کا محرم کون تھا بھلا مگر اب وہ ہی عقیل صدیوں کی مسافت پر محسوس ہوتا تھا۔۔۔تائی راہی عدم ہوئیں اور زلیخا چاچی دوسرے ملک سدھاریں۔۔۔وہاں سے انہوں نے ٹیلیفون پر رابطہ رکھا تھا مگر وہ پہلے سی بات کہاں۔۔۔امی اور ابو کے ہاں آنا جانا کم رہ گیا تھا۔۔۔کامران کا مزاج عقیل تو عقیل، اس کی اولاد کو دیکھ کر بھی بگڑنے لگتا۔۔۔اور امی اس کا ساتھ دیتی تھیں جبکہ ابو خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتے۔۔۔جب سے یہ لوگ کالونی میں شفٹ ہوئے تھے، آئمہ کا آنا جانا کافی بڑھ گیا تھا اور وہ آج بھی عقیل کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھی۔۔۔اس رویے کے پیش نظر نمو نے وہاں جانا بہت کم کر دیا تھا۔۔۔ماحور اور سیف نانی کے گھر جانے سے ویسے ہی کتراتے تھے لہذا وہ اپنے گھر میں بند ہو کر رہ گئی۔۔۔کئی بار عقیل سے کہا کہ گھر جلدی آنے کی کوشش کیا کرے مگر وہ ایسے مطالبات سنتے ہی کھانے کو پڑتا۔۔۔

"پہلے تم اور تمہارے میکے والے میری جان کھاتے تھے کہ کچھ کرتا نہیں۔۔۔اب جو سارا دن کولہو کا بیل بنا رہتا ہوں تب بھی تمہیں اعتراض ہے۔۔۔تم مجھے جینے دینا چاہتی بھی ہو نمو یا نہیں۔۔۔!"

اور نمو بے چاری حق دق سوچے چلے جاتی کہ اس نے کب عقیل کو بے کاری کے طعنے دیے تھے۔۔۔وہ تو تھوڑے میں بھی خوش تھی بس اس کی چاہت کی دولت پاس رہے۔۔۔اور میکے والوں سے انہی باتوں کے سبب خود اس نے میل جول نا ہونے کے برابر کر دیا تھا تب بھی وہ اب خوش نہیں ہوتا تھا۔۔۔کبھی کبھی نمو اکیلے بیٹھی بیتا وقت دہراتی۔۔۔عقیل کی ناز برداریاں۔۔۔اسکی بے قراریاں تو بے اختیار آنکھیں بھر آتیں۔۔۔سبھی رشتے یکدم مٹھی میں سے ریت کی طرح پھسل گئے تھے۔۔۔کیسا بھرا پرا گھرانہ تھا جو اب تتر بتر ہوا وقت کی موج میں بہہ گیا تھا۔۔۔چھوٹے چھوٹے تین بچوں کے ساتھ وہ سارا دن خود کو کاموں میں مصروف رکھتی تب بھی جی لگانا مشکل لگتا۔۔۔

اس دن عقیل کچھ جلدی گھر چلا آیا تھا۔۔۔نمو اسے خلاف معمول وقت سے پہلے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور فٹافٹ کچن میں جا کر اس کے لیے چائے بنانے لگی۔۔۔عقیل بغیر رکے سیدھا واشروم میں گیا تھا۔۔۔نمو جب چائے کی پیالی لیے کر کمرے میں آئی تو وہ ابھی بھی واشروم میں تھا اور پانی مسلسل گرنے کی آواز سن کر وہ ٹھنڈا سانس بھرتی کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہیں بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔۔۔وہ بے دھیانی میں دونوں ہتھیلیاں دائیں بائیں بیڈ کے کنارے پر ٹکائے اپنے سوجے ہوئے پیر دیکھ رہی تھی۔۔۔سفید اور گلابی پاؤں آج کل پھول کر غبارے بنے ہوئے تھے۔۔۔اپنے چوتھے بچے کی آمد کے لیے وہ بے حد خوش

تھی ۔۔۔بڑا شوق تھا اسے اور عقیل کو بڑی فیملی کا۔۔۔عقیل نے تو یہ شوق ریان کی دفعہ ہی ترک کر دیا تھا مگر وہ آج بھی ویسی ہی تھی ۔۔۔آج بھی اسے گھر میں کھیلتے ،ادھم مچاتے پانچ چھے بچے ہی چاہیئے تھے ۔۔۔وہ اپنے دھیان سے چونکی اور گردن موڑ کر بیڈ پر پڑے عقیل کے بیگ کو دیکھا جسے لاپرواہی سے پھینکنے پر اندر سے ایک چھوٹا سا لائٹر نکل کر بیڈ پر پڑا تھا۔۔۔اس نے حیرت سے لائٹر ہاتھ میں تھاما اور پھر یکدم کسی خیال کے آنے پر بیگ کے باہری خانے ہاتھ مار کر ٹٹولنے لگی ۔۔۔ایک برانڈڈ سگریٹ کی ڈبیا اس کی ہتھیلی پر تھی ۔۔۔عقیل نے سگریٹ کب پینے شروع کیے ۔۔۔؟ وہ حیرت زدہ تھی ۔۔۔وہ تو کبھی پان سپاری کا بھی شوقین نہیں رہا تھا کجا کہ سگریٹس ۔۔۔!اس نے جلدی جلدی عقیل کے بیگ کی زپ کھولی ۔۔۔اندر چند فائلیں تھیں اور ان فائلوں کے نیچے دبی ایک ہرے رنگ کی درمیانے سائز کی بوتل ۔۔۔نمو کو ٹھنڈے پسینے آگئے ۔۔۔اسے لگا کہ یہ سب اس کا وہم ہے ۔۔۔ہوسکتا ہے کوئی اور ہی چیز ہو ۔۔۔ضروری تو نہیں نا ۔۔۔پانی یا شربت یا پھر کوئی دوا ۔۔۔کچھ بھی ڈال سکتا ہے بندہ بوتل میں ۔۔۔وہ دل میں خود کو کئی تاویلیں دے کر مطمئن کر رہی تھی اور جب اس نے وہ بوتل باہر نکال کر اپنی آنکھوں کے سامنے کی تو وہ بیٹھے بیٹھے چکرا کر رہ گئی تھی ۔۔۔وہ بچی نہیں تھی ۔۔۔بچوں کی ماں تھی ۔۔۔فلمیں ،ڈرامے وہ بھی دیکھتی تھی ۔۔۔ایسی بوتلیں اب تک انڈین فلموں میں ہی دیکھیں تھیں ۔۔۔اب حقیقی زندگی میں دیکھ کر سانس رک سا گیا۔۔۔یکدم اسے ابکائی آئی اور اس نے بوتل پرے اچھال دی ۔۔۔وہ سامنے دیوار سے لگ کر ٹوٹ گئی ۔۔۔اندر سے گہرے رنگ کا سیال بہتا ہوا فرش پر پھیل گیا۔۔۔عقیل آواز سن کر فٹافٹ واشروم سے باہر نکلا ۔۔۔نمو کی اڑی ہوئی رنگت دیکھی تو گھبرا کر اس کی جانب لپکا۔۔۔اس کی حالت کے پیش نظر آج کل وہ اس سے الجھنے سے پرہیز کرنے کی کوشش کرتا تھا ۔۔۔اس نے نمو کے گال تھپتھپائے ۔۔۔اس کی ہتھیلی مسلتے ہوئے مسلسل وہ اس سے پوچھ رہا تھا ۔۔۔نمو سکتہ زدہ سی گونگی بنی بیٹھی رہی ۔۔۔تبھی عقیل نے اس کی جامد نگاہوں کے تعاقب میں سامنے دیکھا تو ٹھٹک گیا ۔۔۔دوسری نظر اپنے کھلے بیگ پر ڈالی تو ساری بات سمجھ میں آگئی ۔۔۔اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا ۔۔۔وہ اپنے لہجے کو حتی الامکان لاپرواہ رکھتے ہوئے بولا ۔۔۔

"تم تو ایسے ری ایکٹ کر رہی ہو نمو جیسے کسی دوسرے سیارے کی مخلوق دیکھ لی ہو ۔۔۔!"

"مخلوق تو یہیں کی ہے مگر یہ چیز میرے سیارے کی نہیں ۔۔۔!" نمو نے اپنے کمرے کی دیواروں کو دیکھ کر بھنچی بھنچی آواز میں جواب دیا ۔۔۔

" جن لوگوں میں ،میں اٹھتا بیٹھتا ہوں وہاں یہ چیز عام ہے ۔۔۔میں تو پھر نا پینے کے برابر پیتا ہوں ورنہ تم دوسروں کو دیکھ

لونا پیتے ہوئے تو بے ہوش ہو جاؤ۔۔۔!" وہ کھسیانی سے ہنسی ہنستا اسے تسلی دلا رہا تھا۔۔۔

"میں لعنت بھی نہیں بھیجتی کسی کو یہ خبیث چیز پیتے دیکھنے پر۔۔۔ مجھے آپ سے مطلب ہے عقیل۔۔۔ آپ کب سے۔۔۔ اور کیوں۔۔۔ میرے لیے یقین کرنا ناممکن ہو رہا ہے۔۔۔ اتنا صدمہ مجھے اب تک کسی بات نے نہیں پہنچایا تھا جتنا آپ کے اس ناپاک فعل نے۔۔۔!"

"کیا بکواس ہے۔۔۔ کیا ناپاک ناپاک بک رہی ہو۔۔۔ حد میں رہو اپنی۔۔۔ کچھ نرالا انوکھا نہیں دیکھ لیا تم نے۔۔۔!" وہ بری طرح چڑ کر بولا۔۔۔

" چھوٹے چھوٹے بچوں کا گھر ہے عقیل۔۔۔ ماحور نے ایسی کوئی چیز دیکھ لی تو کیا سوچے گی اپنے باپ کے متعلق۔۔۔؟" اس نے سمجھانے کی غرض سے لہجے میں مزید نرمی بھری۔۔۔

" کچھ نہیں سوچے گی۔۔۔ میں کوئی باہر صحن میں میز لگا کر نہیں بیٹھنے لگا یہ سب پینے پلانے کے لیے۔۔۔ دو ماہ سے میرے بیگ میں ایسی بوتل ہوتی ہے، بتاؤ جو تمہیں ایک بھی بار اندازہ ہوا ہو۔۔۔ اتنا کچا نہیں ہوں میں اور نا ہی ایسے شغل گھروں میں کیے جاتے ہیں۔۔۔ یہ تو یار دوستوں میں بیٹھ کر کبھی کبھار منہ کو لگا لیتا ہے بندہ۔۔۔ اور اب جن لوگوں سے میرا میل ملاپ ہے انہیں راضی رکھنے کے لیے ان کی مرضی کے شوق پالنے پڑتے ہیں نمو۔۔۔ بات کو سمجھو۔۔۔ اتنی مشکل سے تو کاروبار جما ہے میرا!"

وہ رسان سے کہتا نمو کو زہر سے بھی برا لگا۔۔۔ اسے لگا جیسے وہ کسی بازاری مرد سے مخاطب ہے جس کے پاس اپنے ہر گناہ کو جائز بنانے کے ایک ہزار ایک عذر ہیں۔۔۔ وہ منہ پھیر کر دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔۔۔

" آخر کون ہے وہ جس کے ساتھ یوں بیٹھے بٹھائے آپ کا کاروبار جم گیا ہے عقیل۔۔۔ ایسا کون سا دوست ہے آپ کا۔۔۔ مجھے بھی اس کا نام بتائیں۔۔۔!" یکدم کسی خیال کے تحت اس نے پوچھا تو قمیض کے بٹن بند کرتا عقیل ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔۔۔ چند پل وہ کچھ سوچتا رہا پھر سپاٹ سے انداز میں گویا ہوا۔۔۔

"تم نہیں جانتی اسے۔۔۔ اور ویسے بھی میرے لیے تمہیں ہر بات بتانا لازم نہیں۔۔۔ گھر بیٹھے کھا رہی ہو۔۔۔ بچے اچھا پہن اوڑھ رہے ہیں۔۔۔ گھر کے حالات میں تبدیلی آئی ہے۔۔۔ بس۔۔۔! اسی سے غرض رکھو۔۔۔ میری ماں مر چکی ہے۔۔۔ تم ان کی جگہ لینے کی کوشش مت کرو۔۔۔!"

وہ چبھتے لہجے میں بات مکمل کر کے کمرے سے جا چکا تھا۔۔۔ نمو کو اس کی بات نے شرمندگی کے سمندر میں دھکیل

دیا۔۔اس نے تو محض سوال پوچھا تھا ایک۔۔وہ اذیت سے دونوں آنکھیں میچ گئی۔۔اس کے سینے میں جھکڑ چل رہے تھے۔۔کسی انہونی کا خوف اسے دہلائے دے رہا تھا۔۔سب کچھ تو بدلتا جا رہا تھا۔۔وقت، حالات اور عقیل۔۔!

☆......☆......☆

اس کے ہاں بیٹی ہوئی تھی۔۔سرخ وسفید مگر کمزور سی جنت کو اس نے تاسف سے دیکھا تھا۔۔اسے لگا کہ آخری دنوں میں وہ جس ذہنی دباؤ اور اس کے زیرِ اثر کم خوراکی کا شکار رہی ہے اسی کا نتیجہ تھا کہ جنت بے حد مریل سی تھی۔۔لیکن وہ ماحور کے لیے بہت خاص تھی کیونکہ اسے ایک بہن کی شدید خواہش تھی۔۔وہ آٹھ سال کی ہو چکی تھی۔۔کلاس فور میں تھی۔۔اس کی ہر سہیلی کے پاس ایک چھوٹی بہن تھی سوائے اس کے۔۔اس لیے جب جنت ہوئی تو سب سے زیادہ خوش وہی تھی۔۔سارا دن اسے اٹھائے پھرتی۔۔نمو کو بھی اس کی وجہ سے آرام کو موقع مل جاتا تھا۔۔جنت کو دیکھنے امی آئی تھیں اس کے گھر مگر وہ کچھ ناخوش سی تھیں۔۔ابو کے گزر جانے کے بعد ان کا کہیں آنا جانا بے حد کم ہو گیا تھا اور نمو خود سے ان کے گھر جاتی نہیں تھی۔۔انہوں نے ذرا کی ذرا جنت کو ہاتھوں میں لے کر پیار کیا اور اس کے بستر پر لٹا دیا۔۔نمو انہیں جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا ضرورت تھی بھلا ایک اور بچے کی۔۔تم نے تو خود کو بکری بنا لیا ہے نمو۔۔سال کے سال بچے پیدا کر رہی ہو۔۔کیسی زرد ہو رہی ہو بیٹا۔۔!" امی نروٹھے لہجے میں بولیں تو نمو نے جنت کو اٹھا کر سینے سے لپٹایا، پھر اس کے ماتھے کا بوسہ لیتے ہوئے بولی۔۔

"سال کے سال کب امی۔۔ماحور، سیف اور ریان میں ڈھائی ڈھائی سال کا فرق ہے اور اب ریان اور جنت میں تین سال کا۔۔یہ بھلا سال کے سال کیسے ہو گئے۔۔!" اسے امی کی بات گو کہ اچھی نہیں لگی تھی پھر بھی دھیمے لہجے میں مسکراتے ہوئے بولی۔۔"اب زلیخا چاچی کو دیکھیں نا۔۔انہیں جنت کے ہونے کا پتا چلا تو مارے خوشی کے بول بھی نہیں پا رہی تھیں۔۔وہ کہتی ہیں کہ نمو کاش میں وہاں ہوتی تو اس ننھی گڑیا کو تم سے لے لیتی۔۔ان کا بس چلتا تو فون میں سے نکل کر میرے پاس آ جاتیں۔۔کہہ رہی تھیں کہ سال کے آخر میں چکر لگائیں گی پاکستان کا۔!"

"ہاں جیسی وہ پاگل، ویسی ہی تم۔۔اسی نے عقیل کو سر چڑھا رکھا تھا۔۔مجھے حیرت ہے کہ وہاں جا کر بھی وہ تمہارے ساتھ اس قدر رابطے میں ہے۔۔!"

اب وہ کیا کہتی کہ جب سے انہوں نے اس کی طرف سے منہ موڑا تھا تب سے وہ اپنا ہر دکھ ہر درد زلیخا چاچی سے ہی تو کہتی تھی۔۔وہ اس کے لیے ماں ہی تو بن جایا کرتی تھیں۔۔عقیل کے رویے سے لے کر اس کی طرف سے دل میں آنے والے تمام

وسوسے وہ انہی سے کہہ سن کر جی ہلکا کیا کرتی تھی۔۔۔

"ٹھیک کہتی تھی آئمہ۔۔۔عقیل جیسے مرد سے شادی کروا کر میں تمہیں کنویں میں دھکا دے دوں گی۔۔۔اور دیکھو وہی ہوا۔۔۔سب تتر بتر ہوگیا۔۔۔مگر مجال ہے کہ اس نے ٹک کر کچھ کیا ہو۔۔۔!" ان کے لہجے میں عقیل کے لیے بلا کا تنفر تھا۔۔۔نمو کو آئمہ پر شدید تاؤ آیا مگر برداشت کرنے میں بہتری تھی۔۔۔وہ تھوڑے روکھی ہوتے ہوئے امی سے کہنے لگی۔۔۔

"آئمہ کو کہا کریں کہ میرے گھر کے معاملات کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہونے کی بجائے جمال بھائی کی فکر کیا کرے۔۔۔عقیل بتا رہے تھے وہ دوسری عورتوں کے چکر میں رہتے ہیں زیادہ تر۔۔۔!"

"ارے۔۔۔اونچے گھرانوں میں ایسے شوق ہوتے ہی ہیں۔۔۔اسے بسایا ہی ہوا ہے نا جمال نے۔۔۔کون سا اس پر سوکن لا کر بٹھادی ہے۔۔۔تو اگر باہر منہ ماری کر کے گھر میں سکون رکھتا ہے تو کیا برا ہے۔۔۔!"

اور نمو حیرت سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جن کے ہر ہر انداز میں اب آئمہ کے نظریات جھلکتے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

بچے اچھے سکولوں میں پڑھ رہے تھے۔۔۔اس سال ریان نے بھی جانا شروع کیا تھا۔۔گھر میں عقیل سب کچھ لاتا تھا مگر جب بھی وہ اس سے گھر بدلنے کی بات کرتی تو وہ ٹال جاتا۔۔کتنی بڑی حویلی تھی جہاں پلی بڑھی تھی۔۔۔اس دو کمروں کے چھوٹے سے گھر میں اسے گھٹن ہوتی تھی۔۔۔اس کا دل کرتا تھا کہ عقیل اسے پیچ کر کوئی ایسا گھر لے دے جہاں بے شک کمرے اتنے ہی ہوں مگر صحن خوب بڑا ہو۔۔۔پر جب بھی وہ اس سے ایسی کوئی بات کہتی تو وہ بے حد سختی سے رد کر دیتا تھا۔۔۔اب تو وہ اتنی دلگرفتہ رہنے لگی تھی کہ ہر دم آنکھیں بہنے کو تیار رہتیں۔۔۔سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جو بے سکونی تھی تو اس کی وجہ سامنے تھی۔۔۔عقیل نے اب کثرت سے شراب نوشی شروع کر دی تھی۔۔۔یہ ایسا دکھ اور صدمہ تھا جس نے اسے اندر سے توڑنے کا آغاز کر دیا تھا۔۔۔جیب اب بھی اس کی نوٹوں سے بھری ہوتی۔۔۔اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر عقیل ایسا کیا کام کرتا تھا جو وہ نشے میں رہنے کے باوجود اتنے پیسے کما رہا ہے۔۔۔بچے باپ کی حرکتوں کی وجہ سے ڈسٹرب رہنے لگے تھے۔۔۔اتنی محبت کرنے والا باپ اب انہیں دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔۔۔عدیل بھائی کو پتا چلا تو وہ صدمے سے سن بیٹھے رہ گئے تھے۔۔۔ان کا شہزادوں جیسا بھائی نا جانے کس کے ہتھے چڑھا تھا جو اس لت میں مبتلا ہو گیا تھا۔۔۔انہوں نے پتا کروانے کی کوشش کی تو بس محلے کے ہی چند اوباشوں کے درمیان سگریٹ کے ہی کش لگاتا پکڑا گیا۔۔۔نمو کے کہنے پر اس کے بزنس پارٹنر کا معلوم کروایا تھا مگر مایوسی ہوئی تھی۔۔۔نا جانے کون تھا جو عقیل کا استعمال کر رہا تھا اور خود سامنے بھی نہیں آتا تھا۔۔۔اتنی رقم مدہوش پڑے عقیل کی جیب اور بیگ سے برآمد ہوتی تھی کہ عدیل بھائی کے بھی ہوش اڑ گئے۔۔۔وہ نمو کو تسلی دینے کے علاوہ کچھ بھی نا کر پائے۔۔۔تنگ آ کر نمو نے عقیل کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔۔۔خود کو بچوں میں گم کرنے کی سعی کرنے لگی۔۔۔جب انہی اداس اور سست دنوں اس پر ہولناک انکشاف ہوا کہ وہ ایک بار پھر ماں بننے والی ہے۔۔۔اس مرتبہ حقیقتاً اس کے سر پر آسمان ٹوٹا تھا۔۔۔سات ماہ کی جنت ابھی اس کی گود میں تھی اور یہ نئی افتاد آن پڑی۔۔۔کسی سے کہتی بھی تو کیا۔۔۔امی سنتیں تو خوب لتے لیتیں۔۔۔عقیل تو ویسے ہی آسمانوں کی سیر پر رہا کرتا۔۔۔ایسے میں زلیخا چاچی تھیں جنہوں نے اس کی ڈھارس بندھائی۔۔۔

"پاگل ہو گئی ہو نمو۔۔۔خبردار جو ایسا مکروہ خیال دل میں لائی ہو تو۔۔۔اللہ کی ناشکری نا کرو۔۔۔لوگوں کی پرواہ مت کرو۔۔۔جس کی اولاد نہیں ہوتی اسے بھی جینے نہیں دیتے اور جس کے ہاں کثرت ہو اس کی خلاصی بھی نہیں کرتے۔۔۔تم تو خوش قسمت ہو جو تمہارے آس پاس چھوٹی چھوٹی آوازوں کی اتنی رونق لگی رہا کرے گی۔۔۔مجھ سے پوچھو۔۔۔یہاں پردیس میں کیسا دل کو پڑتا سناٹا ہے۔۔۔تینوں بیٹے کام پر چلے جاتے ہیں۔۔۔پیچھے میں اور تمہارے بیمار چچا دیواریں تکتے ہیں۔۔۔!"

ان کی ایسی ہی باتوں سے نمو بہل گئی۔۔۔وگرنہ اس بار تو وہ سنجیدگی سے دوسری راہ نکالنے کا سوچے بیٹھی تھی۔۔۔عقیل کو بتائے بغیر چارہ نہیں تھا۔۔۔سن کر دو منٹ اس کی شکل دیکھتا رہا اور جب سمجھ میں کچھ آیا تو زندگی میں پہلی بار نمو کو تھپڑ کھینچ مارا۔۔۔وہ گال پر ہاتھ رکھے سکتے کے عالم میں اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔بھلا اس سب میں اس کا قصور کیا تھا۔۔۔؟

" تجھے گھر کو چڑیا گھر بنانے کا شوق کیوں ہے۔۔۔بچوں کی لائن کھڑی کر دی ہے تو نے۔۔۔آج کل ایک نہیں پلتا، تُو پانچ پانچ کا خرچہ میرے سر منڈھ دے۔۔۔ہٹ۔۔۔دفع ہو۔۔۔!"

اسے زوردار پاؤں مار کر بیڈ سے نیچے دھکیل کر وہ خود مدہوش ہو گیا۔۔۔فرش پر دو زانو بیٹھی نمو کا بس نہیں چلتا تھا کہ زمین میں سما جائے۔۔۔اسے اپنے آپ سے گھن آرہی تھی۔۔۔وہ ہونٹوں کو مٹھی میں بھینچے سسک سسک کر رو دی۔۔۔کیسا خوش وخرم آشیانہ تھا اس کا اور اب ہر وقت کی لعن طعن نے گھر پر نحوست کی چادر اوڑھا دی تھی۔۔۔یہ سب تب سے ہو رہا تھا جب سے عقیل کی زندگی میں یہ کاروباری شراکت دار آیا تھا۔۔۔نمو ایک دم آنسو صاف کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔اسے اب ہر حال میں پتا کرنا تھا کہ اس کے گھر کی بربادی کا موجب کون ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

آج کل عقیل سارا دن سویا پڑا رہتا تھا اور شام ڈھلے نہا دھو، تیار ہو کر خود پر ڈھیر سارا پرفیوم چھڑک کر نکل جاتا تھا۔۔۔واپسی ہر موڈ اچھا ہوتا تو بچوں کے لیے ڈھیروں پھل اور بیکری لیے چلا آتا۔۔۔نا اچھا ہوتا پی پلا کر آتا اور گھر آ کر چیزوں کی توڑ پھوڑ کرتا۔۔۔نمو پر ایک ہاتھ اٹھانے کے بعد ذرا جو شرمندگی دل میں اٹھی تھی، اس کا اثر زائل کرنے کے لیے گھر میں نشہ کرنا سے احتراز برت رہا تھا۔۔۔مگر کب تک۔۔۔آج اس کی جیب میں ایک پیسہ نہیں تھا۔۔۔خالی جیب نے دماغ میں غصہ بھر دیا تھا۔۔۔نمو کو اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے شراب کی طلب ہو رہی ہے۔۔۔وہ خاموشی سے اس کا جائزہ لیتی رہی اور جب شام کو وہ آج بنا نہائے بس صاف کپڑے پہن کر جلدی جلدی گھر سے نکلا تو نمو بھی چادر اوڑھ کر اس کے پیچھے ہو لی۔۔۔ساتھ والے گھر میں ناہید رہتی تھی۔۔۔بہت اچھی اور احساس والی تھی۔۔۔اس کا ایک ہی بیٹا تھا عاقب۔۔۔اس نے نمو کے ساتھ بہنا پا گانٹھ رکھا تھا۔۔۔بچے اور گھر اس کے حوالے کر کے وہ اللہ کا نام لیتی نکل آئی تھی۔۔۔اب سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے اکیلے کہیں جانے کے لیے گھر سے قدم باہر نکالا ہو۔۔۔ہمیشہ ساتھ کوئی نا کوئی ضرور ہوتا۔۔۔مگر عقیل اسے اس نہج پر لے آیا تھا کہ وہ اس کا پیچھا کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔۔عقیل کے پاس بائیک تھی مگر وہ پیدل نکلا تھا۔۔۔کسی زمانے میں حویلی کے پچھواڑے تین تین گاڑیاں کھڑی رہتی

تھیں۔۔۔بلاشبہ عقیل کی کم عقلی نے یہ دن دکھلائے تھے۔۔۔نمو تاسف سے اس سے کافی فاصلے پر ہو کر چلنے لگی۔۔۔وہ حاملہ تھی۔۔۔اور ایسی حالت میں اتنی تیز چلنا اس کے بس سے باہر تھا مگر پھر بھی وہ ہمت باندھے ہوئے تھی۔۔۔اس کی کم بختی کہ آنکھوں کے آگے اندھیرا آیا، سر چکرایا تو چند پل کے لیے فٹ پاتھ کی سائیڈ پر بنے بینچ پر بیٹھ گئی۔۔۔عقیل کو نظروں سے اوجھل ہونے کے لیے اتنا وقت بہت تھا۔۔۔جس وقت وہ دوبارہ اٹھی، وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔۔۔نمو کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔۔۔نا جانے قسمت کیا دکھانے والی تھی۔۔۔لمحہ لمحہ انہونی کے خوف میں مبتلا دل ہولتا رہتا تھا۔۔۔وہ بڑی دور تک منہ اٹھائے چلتی چلی گئی تھی۔۔۔شادی شدہ زندگی کے محض نو سالوں میں کتنی جلدی عقیل کی محبت کا چڑھا دریا اتر گیا تھا۔۔۔جتنی محبت اور چاہت عقیل نے اس پر لٹائی تھی وہ سب تتلی کے رنگوں کی طرح عارضی نکلی تھی۔۔۔وہ جتنا سوچتی تھی دماغ اتنا ہی سن ہوتا چلا جاتا تھا۔۔۔کوئی اتنی جلدی کیسے بدل سکتا تھا۔۔۔آجا کر تان اسی بات پر ٹوٹتی کہ عقیل کسی کی باتوں میں آچکا ہے۔۔۔کسی نے بہت سوچ سمجھ کر اسے نشے پر لگایا ہے۔۔۔کوئی ہے جو اس سے دوستی کی آڑ میں دشمنی کر رہا ہے۔۔۔وہ تھک کر ستانے کے لیے ایک پارک میں آ بیٹھی۔۔۔مغرب ہونے میں کچھ ہی وقت رہ گیا تھا۔۔۔پارک میں کھیلتے بچے اپنے کھیل کو اختتامی مراحل میں کھیل رہے تھے۔۔۔وہ منتشر سوچوں کے ساتھ بے دھیانی میں انہیں دیکھتی نا جانے کتنی دیر وہاں یونہی بیٹھی رہی۔۔۔جب ہوش آیا تو سارا پارک خالی ہو چلا تھا۔۔۔اندھیرا تقریباً پھیل چکا تھا۔۔۔وہ نڈھال سی اٹھی اور پژمردہ قدموں سے پارک سے باہر نکل کر چلتی چلی گئی۔۔۔اس کا دل ہی نہیں کر رہا تھا کہ وہ گھر واپس جائے۔۔۔روز روز عقیل کو نشے میں دھت بے سدھ پڑا دیکھ کر اس کا دل کٹتا تھا۔۔۔مگر جانا تو تھا۔۔۔وہ ایک تکلیف دہ سانس کھینچ کر واپسی کے رستے پر ہو لی۔۔۔کچھ آگے جا کر جس سڑک سے اسے جانا تھا وہاں کتوں کا جھنڈ ایک دوسرے سے بھڑ رہا تھا۔۔۔وہ خوفزدہ ہوتے ہوئے فوراً بائیں سمت نکلتی ایک گلی کی اور مڑ گئی۔۔۔سوچا یہاں سے دوسری طرف نکل جائے گی۔۔۔یہ گلی خاصی کشادہ اور طویل تھی۔۔۔

وہ تیز قدموں سے چلتی جا رہی تھی جب اسی گلی میں ایک طرف کوڑے کے ڈھیر سے ذرا پرے چھ سات مردوں کا ٹولا براجمان تھا۔۔۔ان آدمیوں نے اپنے بیچ کانچ کی چھوٹی بڑی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔نمو کا سانس خشک ہو گیا۔۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کتنے پیچھے رہ گئے تھے یا اب سامنا ہوا تھا۔۔۔اسے آگے بڑھنے میں زیادہ خوف محسوس ہوا۔۔۔ناچار وہ گربہ پائی سے چلتی نسبتاً اندھیرے میں ہو کر الٹے قدموں سے واپس مڑنے لگی جب یکدم اس کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔۔۔ان بدحواس نشئی مردوں میں عقیل بھی تھا جو نشے سے بھرا سگریٹ انگلیوں میں دبائے اور دوسرے ہاتھ سے منہ کو زہریلے سیال کی بوتل لگائے غٹاغٹ حلق

سے نیچے اتار رہا تھا۔۔تھوڑا سا وقت لگا تھا اور عقیل نشے میں دھت وہیں ساتھ بیٹھے دوسرے نشئی کی ٹانگ پر سر رکھے لڑھک گیا جس کے کپڑے انتہائی غلیظ اور گندے تھے۔۔۔نمو کو ابکائی آتے آتے رہ گی۔۔۔ساری شام جسے ڈھونڈتے گزر گئی اس عقیل کو اس حال میں دیکھنے کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔۔۔اس کا بس چلتا تو وہ یہیں بیٹھ کر بین ڈالتی۔۔۔اپنی قسمت کو روتی مگر کم از کم وہ تو ہوش نہیں کھو سکتی تھی۔۔۔اس گھڑی ایسی بے بس تھی کہ عقیل کے قریب جا کر اسے جھنجھوڑ بھی نہیں سکتی تھی ابھی اسے چونکانا عبث تھا۔۔کسی اور کا شیطان جاگ جاتا تو اس کا شوہر تو خود کو سنبھالنے کے قابل نہیں تھا، اسے تحفظ کیا خاک دیتا۔۔۔وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں لیے وہاں سے نکل جانے کو تھی جب اس کے عقب سے ایک شاندار گاڑی اس گلی میں داخل ہوئی۔۔۔وہ فوراً ایک ساتھ ایستادہ الیکٹرک پولز کے پیچھے چھپ گئ۔۔۔اس کا خیال تھا کہ گاڑی یہاں سے آگے نکل جائے گی مگر وہ ان نشئیوں کے پاس آ کر رک گئی تھی۔۔۔نمو کا دل اس تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے باہر آ جانے کو ہو۔۔۔وہ بغور اس طرف دیکھنے لگی۔۔۔اور پھر جو منظر اس کی بصارت نے دیکھا وہ اس کی ہستی ہلا گیا تھا۔۔۔گاڑی کی فرنٹ سیٹ سے اتر کر ڈرائیور نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اس میں سے سوٹڈ بوٹڈ انتہائی ہینڈسم اور خوش رو مرد باہر نکلا۔۔۔سیدھے کھڑے ہو کر اس نے نفاست سے اپنے کوٹ کا کالر درست کیا اور شاہانہ چال چلتا وہ ان نشئیوں کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔نمو کا وجود زلزلے کی زد میں تھر تھر کانپ رہا تھا۔۔۔نو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا مگر وہ شخص آج بھی اس کی یاداشت کے پنے پر محفوظ تھا۔۔۔اس نے حیرت سے بے جان مورت کی طرح عادل پاشا کو دھت پڑے عقیل مغل کے پاس آ کر کھڑے ہوتے دیکھا۔۔۔!

ناول ساگر کنارے ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 15 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 8

وہ کس طرح انگاروں پر چل کر گھر لوٹی تھی، اسے کچھ یاد نہیں تھا۔۔۔ یاد تھا تو بس یہ کہ وہ شخص جس کا تصور اسے خواب میں بھی ڈرا دیتا تھا وہ اس کی زندگی میں چور راستے سے کب کا داخل ہو چکا تھا۔۔۔ بنا لائٹ آن کیے وہ کب سے اندھیرے لاؤنج میں بیٹھی تھی۔۔۔ بچے ابھی بھی ناہید آپا کے پاس تھے۔۔۔ اس وقت اسے تنہائی درکار تھی اس لیے اس نے ابھی تک انہیں بلوایا بھی نہیں تھا۔۔۔ وہ اپنے سن ہوتے دماغ کے ساتھ اس سازش کا سرا پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جو ایک غیر شخص محض اس کا گھر برباد کرنے کے لیے رچ رہا تھا۔۔۔ صوفے پر دونوں ٹانگیں اوپر چڑھائے ان کے گرد بازو لپیٹے وہ اتنی مضمحل تھی کہ گلے میں پیاس کی شدت سے کانٹے اگ آئے تھے مگر وہ اپنے پیروں میں کھڑے ہونے تک کی سکت نہیں پاتی تھی۔۔۔ اس کا ذہن بار بار وہی منظر دہرا رہا تھا جب اس نے پولز کے پیچھے اندھیرے گوشے میں کھڑے رہ کر اپنے سامنے عادل پاشا کو گاڑی سے اترتے دیکھا تھا۔۔۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے عدیل مغل کی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی۔۔۔ جو حقیقت اس کا دماغ اسے سمجھانا چاہ رہا تھا، وہ دانستہ اس کی نفی کر رہی تھی۔۔۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ہوا جس نے بلی تھیلے سے باہر نکال دی۔۔۔

"کیا صورتحال ہے اس کی۔۔۔؟" عادل پاشا نے اپنے بوٹ کی نوک سے عدیل کے مدہوش وجود کو ہلکی سی ٹھوکر مارتے ہوئے پوچھا۔۔۔ نمو کا دل جیسے کسی نے مسل کر رکھ دیا۔۔۔

"آج اس کے پاس پیسے نہیں تھے سر۔۔۔ ادھار لے کر "پینے" آیا تھا۔۔۔!" جس شخص کے زانو پر عدیل نے سر رکھا ہوا تھا، یہ جواب اس نے ہی دیا تھا۔۔۔

"یہ لو۔۔۔۔!" عادل پاشا نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس آدمی کی طرف اچھالی اور بولا۔۔۔ "ابھی اس کے پاس رقم آتی رہنی چاہیئے۔۔۔ جتنا پیسہ ہوگا یہ اتنا ہی شراب میں اجاڑے گا۔۔۔!" وہ تنفر سے کہتا مڑنے لگا تھا کچھ یاد آنے پر بولا۔۔۔ "اور ہاں۔۔۔ میرا پوچھے تو کہہ دینا کچھ وقت کے لیے ملک سے باہر ہوں۔۔۔ آؤں گا تو مل لوں گا۔۔۔!"

"سر یہ کل بھی آپ کی کوٹھی کی طرف گیا تھا۔۔۔ کہہ رہا تھا آپ نے اسے پیسے دینے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔ بڑی مشکل سے اسے روکا تھا میں نے۔۔۔!"

"فکر مت کرو اب نہیں آئے گا۔۔اس قابل ہی نہی رہے گا کہ میری طرف گردن بھی اٹھا سکے۔۔۔بس تم دن رات اس کی رگ رگ میں شراب کا نشہ دوڑاتے رہو۔۔۔یہ سانس لینا بھول جائے لیکن پینا نہیں۔۔۔!"

"بے فکر رہیں سر۔۔لت لگ چکی ہے اب چاہے بھی تو نہیں چھوڑ سکتا۔۔!"

"یہ لو تمہارا حصہ۔۔"!عادل پاشا نے ایک اور نوٹوں کی گڈی اسی آدمی کی جانب اچھالی" اب عنقریب اسے بھرے ہوئے سگریٹ بھی پلانے شروع کر دینا۔۔سونے پر سہاگہ ہو جائے گا۔۔!"

اس کے بعد عادل پاشا کا قہقہہ اس کشادہ گلی میں گونج پیدا کرتا ہولناکی پھیلا گیا۔۔۔

نمو نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔۔۔وہ اس سمے اتنی خوفزدہ اور سراسیمہ تھی جیسے کوئی چھوٹی سی بچی بھرے میلے میں کھو گئی ہو۔۔۔عادل پاشا ایسا عفریت بن کر سامنے آیا تھا جو اس کی سب خوشیاں نگل چکا تھا۔۔کیا چاہتا تھا وہ اس سے۔۔۔؟ کیوں وہ اب بھی اس کے پیچھے پڑا تھا اور اس کے بدلے وہ عقیل سے کیا لے رہا تھا۔۔۔ان تمام سوالوں کے جوابات وہ چاہ کر بھی حل کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ نو سال بعد جبکہ وہ شادی شدہ اور چار بچوں کی ماں ہے، عادل پاشا اب بھی اس کی تاک میں بیٹھا تھا۔۔۔یہ سب کچھ وہ بتاتی بھی تو کس کو۔۔۔عادل پاشا کون ہے، کیا ہے، کہاں سے آیا۔۔۔؟ وہ کسی کو کیا جواز دیتی۔۔۔یہ قصہ ایسا کیچڑ تھا جس میں پتھر پھینکنے سے چھینٹے خود اسی پر آتے۔۔۔!

کب سے یوں بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ چکی تھی مگر جیسے کرنے کو کوئی کام ہی نہیں رہ گیا تھا۔۔۔یکدم اسے بچوں کا خیال آیا تو نہایت بے دلی سے انہیں ناہید کے ہاں سے لانے کے لیے اٹھی۔۔۔ابھی وہ مختصر سے لاؤنج کو پار بھی نا کرنے پائی تھی جب ڈولتے قدموں اور لڑکھڑاتی چال کے ساتھ عقیل اندر داخل ہوا۔۔۔وہ زیرلب نا جانے کیا گنگنا رہا تھا۔۔۔اس نے نمو کو ادھ کھلی آنکھوں سے تکا اور بے ڈھنگے پن سے مسکراتے ہوئے اس کے قریب آ کر اس کا گال سہلانے کی جسارت کی۔۔۔نمو نے چابکدستی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔۔۔جواباً وہ زوردار ہچکی لیتا ہنس دیا۔۔۔نمو پر یکدم اشتعال اس شدت سے حملہ آور ہوا کہ اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں سے عقیل کا گریبان جکڑ لیا۔۔۔زوردار جھٹکا دیتے ہوئے وہ پورے حلق سے اس پر چلائی۔۔۔

"ڈوب کر مر کیوں نہیں گئے عقیل تم۔۔۔تم جانتے بھی ہو کہ کس سانپ کو گھر کا رستہ دکھا دیا ہے۔۔۔تمہیں اندازہ ہے کہ وہ شخص کون ہے جس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ناچ رہے ہو۔۔۔غیرت کہاں مر گئی تمہاری۔۔۔۔؟" وہ زور زور سے چلاتی عقیل کو جھنجھوڑ رہی تھی جبکہ وہ نشے میں مدہوش ادھر ادھر گردن لڑھکائے جا رہا تھا۔۔۔نمو کو جیسے بریک لگا تھا۔۔۔اتنا بے بس، اتنا مدقوق

اور وہ بھی عقیل مغل۔۔۔! مغلوں کی حویلی کا سب سے جی دار مرد۔۔۔وہ جسے دیکھ کر لڑکیوں کے ٹھٹھک جانے کی خود نمو گواہ تھی۔۔۔وہ عقیل مغل آج کیسے اس کے ہاتھوں میں لٹو کی طرح گردن ڈھیلی کیے گھمائے جا رہا تھا۔۔۔صدمے اور دکھ سے چور وہ اس کا کالر چھوڑ کر پیچھے ہوئی تھی۔۔۔دھپ کی آواز کے ساتھ عقیل وہیں لاؤنج کے فرش پر گرا اور بے سدھ ہو گیا۔۔۔نم ہونٹوں پر ہاتھ رکھتی اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتی سسک سسک کر روتی چلی گئی۔۔۔پہلے مشتعل ہو کر اس نے ارادہ کیا تھا کہ وہ عادل پاشا کے پاس جائے گی اور اسے اس کی اوقات دکھا کر آئے گی۔۔۔مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ ایسا کچھ بھی کرنے سے وہ مزید شیر ہو کر سامنے آئے گا۔۔۔بے باک تو وہ شروع سے تھا مگر ایسا کرنا اسے نڈر کر دے گا۔۔۔وہ تھک ہار کر وہیں دیوار کے ساتھ کمر ٹیکتی نیچے بیٹھ گئی۔۔۔اس نے قسمت کے آگے ہتھیار ڈال دیے تھے۔۔۔جو بھی ہونا تھا سو ہو کر رہنا تھا۔۔۔کاش اسے ادراک ہوتا کہ عادل پاشا نے اس کی قسمت سے عقیل کو نوچ پھینکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

رات گئے عادل پاشا کی گھر واپسی ہوئی تھی۔۔۔سرمستی اس کے ایک ایک انداز سے ہویدا تھی۔۔۔اندر آنے کے بعد وہ سیدھا اپنے بیٹے کے کمرے میں گیا تھا۔۔۔گہرے فیروزی رنگ کا کمبل اوڑھے بارہ سالہ سالک گہری نیند سو چکا تھا۔۔۔اسے کچھ افسوس ہوا۔۔۔آج اس نے اپنے بیٹے سے وعدہ کیا تھا جلد آنے کا اور اس کے ساتھ وقت گزارنے کا۔۔۔مگر وہ کام میں اس قدر الجھا رہا تھا کہ فراغت ہی نہیں مل سکی تھی۔۔۔اپنی لامحدود مصروفیات کے باوجود وہ اپنے بیٹے کو بھرپور وقت دینے کی کوشش کرتا تھا۔۔۔اس کے ساتھ کیرم، تاش اور چیس کھیلنا اس کے معمول میں شامل تھا۔۔۔اکثر اپنے ساتھ کلب بھی لے جاتا تھا جہاں دونوں باپ بیٹا ٹینس اور بیڈ منٹن کی پریکٹس کرتے تھے۔۔۔ثوبیہ سے بھلے اس کی کبھی نا بنی ہو مگر سالک میں اس کی جان بند تھی۔۔۔ویسے بھی ثوبیہ اس کے کاموں میں کبھی مخل نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے چچا اور عادل پاشا کے والد جلال پاشا کو بھی سنبھالے رکھتی تھی جن کو اپنے سپوت کی حرکتوں پر جلال آیا رہتا تھا۔۔۔پہلے عادل پاشا کو پرواہ بھی تھی اور فکر بھی کیونکہ کمپنی کے جتنے شیئرز ثوبیہ کے نام تھے، اگر اس کے ہاتھ سے نکل جاتے تو وہ سڑک پر آ جاتا مگر گزشتہ کئی سال سے اس نے اپنی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا ایک الگ بزنس سیٹ اپ بنا لیا تھا۔۔۔جس کے بعد وہ جلال پاشا کے اس پریشر سے نکل آیا تھا۔۔۔اس بات کا احساس جلال پاشا کو بھی تھا کہ اب ان کی حیثیت بوڑھے شیر کی سی ہے جن کی دھاڑ میں اب وہ پہلے سا دم خم نہیں رہا تھا۔۔۔وہ بس ثوبیہ کے لیے مضبوطی سے ڈٹے تھے جبھی آج تک عادل پاشا نے اسے بسائے رکھا تھا۔۔۔اب تو کافی عرصے سے اس نے ثوبیہ کو بلانا بھی چھوڑ دیا تھا سوائے

سالک کے سامنے۔۔۔اپنے بیٹے کے اندر وہ کسی بھی قسم کا احساس کمتری پیدا نہیں ہونے دینا چاہتا تھا اس لیے اس کے سامنے وہ اور ثوبیہ اچھی اداکاری کر لیتے تھے۔۔۔!

عادل پاشا گہری سانس لیتا سالک کے بیڈ کے کنارے پر ہی ٹک گیا۔۔آج وہ بے پایاں خوش بھی تھا۔۔جس دن کے انتظار میں اس نے سالوں کاٹے تھے، وہ دن اس کی قسمت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔۔۔!

عقیل مغل۔۔۔! اس کا حریف کم رقیب۔۔۔ایک ایسا شخص جس سے اسے اتنی نفرت تھی کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ اسے پاتال میں پھنکوا دیتا۔۔۔اب پاتال میں نا سہی مگر وہ اسے مدہوشی کی اندھی گہری کھائی میں ضرور دھکا دے چکا تھا۔۔ناعمہ مغل اس کے جیون کی ایسی طلب تھی جو ہیروئن کے نشے سے زیادہ زور آور اور جان لیوا تھی۔۔۔وہ آج بھی اول روز کی طرح اسے چاہتا بھی تھا اور اس کا منتظر بھی تھا۔۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ عقیل مغل کو حد سے زیادہ چاہتی ہے اور اس کے چار بچوں کی ماں بھی ہے۔۔۔لیکن وہ اپنے جنون کا کیا کرتا جو ناعمہ کو ہر گزرتے دن کے ساتھ پہلے سے زیادہ شدت سے حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔۔نو سال۔۔۔پورے نو سال اس نے گھڑیاں گن گن کر بتائے تھے۔۔۔ہر ہر پل۔موقع کی تلاش میں رہا تھا کہ کسی طرح، کچھ ایسا ہو کہ ناعمہ اس کا نصیب بن جائے۔۔۔اسے نہیں مطلب تھا اس کی گرہستی سے نا ہی اس کے بچوں سے۔۔۔اسے مطلب تھا تو محض اپنی طلب سے اور اس طلب کے ہاتھوں وہ اس قدر اندھا ہو چکا تھا جائز ناجائز کی تمیز بھلائے وہ ناعمہ تک جاتے راستے کا ہر کانٹا چنتا چلا جا رہا تھا۔۔۔بڑی پلاننگ کرنی پڑی تھی اسے عقیل مغل تک پہنچنے میں۔۔۔اسے بربادی کے اس کنارے تک لانے میں جس کے آگے وہ کھڑا تھا۔۔۔اسے بچانے کے لیے، اس کا ناخدا بن کر۔۔۔جس ایجنٹ نے عقیل کو باہر لے جانے کا جھانسا دے کر پیسے ہڑپ کیے تھے وہ عادل پاشا کا آدمی تھا۔۔۔کاروباری نقصان پہنچانے سے لے کر گھر بکوانے تک ہر ہر معاملے میں عادل پاشا کا ہاتھ رہا تھا۔۔اسی کے آدمی تھے جنہوں نے عقیل سے دوستی کی آڑ میں دشمنی نبھائی تھی۔۔۔اسے اکسایا تھا کہ وہ اپنا کاروبار الگ کرے۔۔۔اس کے بعد حویلی میں سے حصے کا مطالبہ کرنے کی جرات دینے والے بھی یہی گر گے تھے۔۔۔عقیل مغل سدا کا جذباتی اور جلد باز آدمی یکے بعد دیگرے جھانسوں میں آتا چلا گیا۔۔۔جب عقیل چہار اطراف سے پریشانیوں میں گھر چکا تھا تب عادل پاشا سکرین پر نمودار ہوا تھا اس کا مددگار بن کر۔۔۔اسی کے ایما پر اس کا کارندہ عقیل مغل کو پہلی بار اس کے دفتر لے کر آیا تھا۔۔۔مگر اس وقت عقیل کے حالات اس قدر دگرگوں تھے کہ کسی زمانے میں جس شخص کو نمو کی طرف نگاہ اٹھانے کے جرم میں دیکھتے ہی گردن دبوچ لینے کی ٹھانی تھی، جب سامنے آیا تو عقیل مغل جھاگ کی طرح بیٹھا رہ گیا تھا۔۔۔اس وقت عقیل مالی طور پر شدید مشکلات کا

شکار ہو چکا تھا۔۔کسی زمانے میں عادل پاشا اور وہ ہم پلہ تھے مگر اب عادل پاشا کے مکروفریب کی نذر بہت کچھ ہو چکا تھا۔۔۔عادل پاشا نے عقیل کی اسی ذہنی اور جذباتی حالت کو کیش کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔!

بظاہر کاغذی کاروائی کے تحت ایک نئے کاروبار کی بنیاد ڈالی جس میں عقیل مغل قلیل سرمائے کے ساتھ تیس فیصد کا شراکت دار تھا مگر اس کی حیثیت سائلنٹ پارٹنر کی تھی۔۔۔دنوں میں عقیل کی جیب اور گھر کے حالات بدلے تھے۔۔۔پیسے کی ریل پیل شروع ہوئی تو اس کا دماغ ضرورت سے زیادہ ہواؤں میں اڑنے لگا۔۔۔وہ لاکھ نظر چراتا مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ عادل پاشا سے بری طرح مرعوب ہو چکا تھا۔۔۔اس کا ماضی اور ماضی کے ساتھ جڑا نمو کا نام اس نے یکسر بھلا ڈالا۔۔۔جس طرح کے لوگوں کی محفلوں میں عادل پاشا اسے ہمراہ لیے جانے لگا تھا اور جس کلاس میں وہ اٹھنے بیٹھنے لگا تھا،اس کے بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ عادل پاشا کو ناراض کرتا۔۔۔انہی محفلوں میں عادل پاشا نے اس کی زبان کو پہلی بار شراب کے ناپاک ذائقے سے روشناس کروایا تھا۔۔۔مزے کی بات یہ تھی وہ خود اس طرح کے شوق نہیں رکھتا تھا مگر عقیل مغل کو باور کرایا تھا کہ اسے اپنی جگہ بنانے کے لیے ان چیزوں کا سہارا لینا ہوگا۔۔۔اور پھر کچھ ہی عرصے میں عادل پاشا کو اپنے مطلوبہ نتائج میسر ہو گئے تھے۔۔۔عقیل گوڈے گوڈے شراب اور اس کے احسان میں غرق ہو چکا تھا۔۔۔عادل پاشا سمندر پاٹ آیا تھا اب دریا میں ڈبکی لگانا اس کے لیے بہت معمولی کام تھا۔۔۔ناعمہ تک پہنچنا اس کی ضد،اس کا جنون تھا۔۔۔اس جنون نے اسے اس شادی شدہ عورت کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی ضروریات اور احساسات سے بے بہرہ کر دیا تھا۔۔۔اسے یاد تھا تو بس یہ کہ اس پری چہرہ کو دیکھتے ہی اپنا بنانے کی جو تمنا دل میں کونپل۔بن کر پھوٹی تھی،وہ اب تناور درخت بنی اس کے رگ و پے میں اپنی جڑیں پھیلا چکی تھی۔۔۔اس کی منزل اب بس دو گام تھی۔۔۔زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا جب یہی عقیل مغل خود ناعمہ کو اپنی زندگی سے بے دخل کر دینے والا تھا۔۔۔!

اس نے یکدم ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تھیں۔۔۔وہ اپنے بیٹے کے بیڈ پر اس کے پہلو میں نیم دراز ہوا تھا،نا جانے کب آنکھ لگ گئی تھی۔۔۔اس نے سوئے ہوئے سالک کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کھڑے ہو کر پنجوں کے بل دو سے تین بار اچک کر جسم کی اینٹھن دور کی۔۔۔وہ خود کو پہلے سے زیادہ تازہ دم محسوس کرنے لگا تھا۔۔۔اسے نا کسی کا ڈر تھا نا پرواہ۔۔۔اسے بس ناعمہ مغل چاہیئے تھی اور ہر حال میں چاہیئے تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

زندگی جیسے جمود کا شکار ہو چلی تھی۔۔۔ایک سے بیزار کن دن اور ایک سی گھسی پٹی راتیں۔۔۔اسے اتنی گھٹن محسوس ہوتی تھی

کہ دل کرتا تھا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں بھی دور نکل جائے۔۔۔ زلیخا چاچی کا جب بھی فون آتا وہ انہیں پاکستان آنے پر اصرار کرتی۔۔۔طبیعت میں چڑچڑا پن عروج پر تھا۔۔۔ پانچویں بچے کی پریگنینسی اس کے لیے پہلے چار کی نسبت بہت مشکل ثابت ہو رہی تھی۔۔۔عقیل کا وہی حال تھا۔۔۔اب رہی سہی جھجھک اور شرم بھی ختم ہو گئی تھی۔۔۔ پہلے گھر میں اس نجاست کو نہیں لاتا تھا مگر اب پرواہ ہی نہیں کرتا تھا۔۔۔نمو بچوں کی نظروں میں آنے سے بچانے کی خاطر انہیں باہر چھوٹے سے صحن میں کھیلوں میں الجھائے رکھتی اور عقیل اندر بند کمرے میں مشغلے میں مشغول رہتا۔۔۔ زندگی اتنی مشکل پہلے کبھی نا تھی جتنی نمو کو اب لگنے لگی تھی۔۔۔وقت تھا کہ کاٹے نہیں کٹتا تھا۔۔۔امی کو جب سے اس کی پانچویں پریگنینسی کا علم ہوا تھا انہوں نے باتیں بنا بنا کر اس کے ناک میں دم کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ خود بھی جی جان سے شرمندہ ہو گئی تھی۔۔۔اوپر سے اسی کچھ عرصے میں آئمہ نے دوبارہ سے اس کے ساتھ تعلقات بحال کر لیے تھے۔۔۔وہ دو بچوں کے ساتھ اپنے آوارہ اور امیر شوہر کے ساتھ خوشحال زندگی گزار رہی تھی۔۔۔اور اب دوبارہ ساہر دوسرے دن فون کر کے اسے پچھتاووں میں مبتلا کیے رکھنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔۔۔امی اور آئمہ کے اس رویے نے اسے مزید توڑ کر رکھ دیا تھا۔۔۔دل کا درد سننے اور سمجھنے والا پاس کوئی نہیں تھا۔۔۔جب کبھی ماضی کی یاد دل کو تڑپاتی وہ جی بھر کر رو لیتی۔۔۔محبت لٹانے اور چاہت نچھاور کرنے والا عقیل اسے آج بھی یاد آ آ کر ستاتا تھا۔۔۔اس کے بس میں ہوتا تو وہ اپنی ہر قیمتی متاع دے کر اسی جانثار شوہر کو واپس پا لیتی پر یہ سب اب محض دل کے بہلاوے رہ گئے تھے۔۔۔عقیل اب زیادہ تر گھر ہی پڑا رہتا تھا مگر جب بھی باہر جاتا، واپسی میں جیب میں موٹی رقم ہوتی۔۔۔وہ اب کچھ نہیں پوچھتی تھی کہ یہ پیسے کہاں سے آئے اور کس کے پاس سے لاتے ہو بس وہ جتنے دیتا، خاموشی سے رکھ لیتی۔۔۔مگر اتنی رقم وہ اب بھی گھر کے خرچ کے لیے دیتا تھا کہ نمو کے تمام اخراجات بآسانی پورے ہو جاتے تھے بلکہ ہر بار کچھ پیسے پس انداز ہو جاتے۔۔۔اس کی اپنی صحت گرتی چلی جا رہی تھی۔۔۔وہ چاہ کر بھی اپنی خوراک کا دھیان نہیں رکھ پاتی تھی۔۔۔انہی تکلیف دہ حالات میں اس کے ہاں زونی کی پیدائش ہوئی۔۔۔امی ہسپتال سے گھر کچھ ضروری سامان لینے آئیں تو عقیل کا حال یہ تھا کہ وہ نشے میں دھت بستر پر اوندھے منہ پڑا تھا جب امی نے اسے اطلاع دی تب بھی وہ ٹس سے مس نہیں ہو پایا تھا۔۔۔امی کا جی بھر آیا۔۔۔کیسی ہیرے سی بیٹی تھی جو اس جیسے ناقدرے کو سونپ دی۔۔۔خوراک کی کمی نے نمو کے چہرے پر زردی تو پھیر دی تھی مگر پھر بھی وہ پہلے سے زیادہ سڈول اور جاذب نظر دکھائی دیتی تھی۔۔۔زلیخا چاچی کو علم ہوا تو انہوں نے جی بھر کر مبارک باد دی اور وعدہ کیا کہ کسی طرح وہ عنقریب پاکستان آنے کا پروگرام بنائیں گی بھلے سے انہیں اپنے بیٹوں سے لڑائی ہی کیوں نا لینی پڑے۔۔۔بچے چھوٹے سے گڈے کی آمد پر بے حد خوش تھے۔۔۔عقیل کا نشہ بھی ہرن ہوا تو بیٹے کا سن کر خوش

ہی ہوا تھا، اسے بانہوں میں بھر کر پیار بھی کیا تھا۔۔۔ورنہ نمو کو نہیں یاد تھا کہ جنت کو کبھی عقیل نے گود میں ہی لیا ہو۔۔۔نمو کو ہر بار عقیل کے رویے میں لچک دیکھ کر آس بندھتی تھی کہ شائداب وہ سدھار کی طرف آجائے مگر ذرا وقت گزرتا تو پھر وہی ڈھاک کے تین پات۔۔۔عدیل بھائی نے ان دنوں نمو کا بڑے بھائی کی طرح خیال رکھا تھا۔۔۔بچے کی اور اس کی ضرورت کی ہر چیز گھر فراہم کر دیتے تھے۔۔۔عقیل پیسے تو بہت سے دیتا تھا مگر لا کر کچھ نہیں تھا دیتا۔۔۔ایسے میں عدیل بھائی نے یہ ذمہ داری بخوبی نبھائی تھی۔۔۔زرتاج بھابھی بھی چار دن بعد چکر لگا جاتیں مگر نمو کو ان سے الجھن سی ہوتی۔۔۔ان کی باتوں میں ایسے اشارے اور معنی خیزی ہوتی جو اس کے سر پر سے گزر جاتی۔۔۔جیسے تیسے وقت گزر تو رہا تھا مگر نمو کو کوئی سمت سجھائی نہیں دیتی تھی۔۔۔ماحور اتنی سیانی ہو گئی تھی کہ باپ کے طور اطوار کو سمجھ پاتی۔۔۔وہ جانتی تھی کہ باپ کسی ایسے غلط کام میں ملوث ہے جس کی بنا پر ماں کا اس سے جھگڑا رہتا ہے۔۔۔نمو کا چھوٹے چھوٹے کاموں میں ہاتھ بٹاتی وہ خود کو سمجھ دار ثابت کرنے کی کوشش کرتی تھی۔۔۔سیف اور ریان کا پورا خیال رکھتی تھی۔۔۔نمو کا زیادہ تر دھیان جنت اور زونی میں لگا رہتا تھا کیونکہ زونی تو ابھی بمشکل دو ماہ کا ہی تھا، جنت بھی محض اٹھارہ ماہ کی ہی تھی۔۔۔ماں کی پوری توجہ مانگتی تھی۔۔۔انہی دنوں سیف شدید بیمار پڑا تو نمو کے ہاتھ پیر پھول گئے۔۔۔وہ تو جیسے ان تینوں کو بھلائے ہوئے تھی۔۔۔بس کھانا ناشتہ دیا، کام ختم۔۔۔باقی سب ماحور پر ڈال رکھا تھا۔۔سیف کو ڈائریا ہو گیا تھا۔۔نمو سب بچوں کو ناہید آپا کے حوالے کر کے اسے لیے ڈاکٹر کے پاس بھاگی۔۔۔عدیل بھائی شہر سے باہر تھے ورنہ اسے خود جانے کی کبھی ضرورت نا پڑتی۔۔۔کلینک پر رش بے تحاشا تھا۔۔۔باری کے لیے کتنی دیر انتظار کرنا پڑا۔۔۔ڈاکٹر نے ڈرپ لگائی تھی اور کچھ ادویات دے کر فارغ کر دیا تھا۔۔۔واپسی میں وہ سیف کو گود میں اٹھائے دھیمی چال چلتی گھر کی طرف جارہی تھی۔۔۔سوچیں مسلسل عقیل کی اور لگی تھیں۔۔۔بار بار آنکھ یہ سوچ کر بھر آتی کہ جو کام عقیل کے کرنے کے تھے، ان کے لیے بھی وہ خوار ہوتی پھر رہی تھی۔۔۔بچوں کی پرواہ سرے سے ختم ہی ہو گئی تھی۔۔۔وہ دلگرفتہ سی انہی سوچوں میں گم تھی۔۔۔سیف نڈھال سا اس کے کندھے پر سر گرائے ہوئے تھا۔۔۔اتنے بڑے بچے کو گود میں اٹھا کر اتنا زیادہ چلنا بے دشوار تھا مگر وہ اس وقت لاچار تھی۔۔۔پاس سے کوئی رکشہ ٹیکسی بھی اب تک نہیں گزری تھی جو وہ اسے ہی روک لیتی۔۔۔وہ ناک کی سیدھ میں چلتی گھر سے کچھ فاصلے پر تھی جب اسے ایک گلی کے سرے پر کھڑی گاڑی پر عادل پاشا کی گاڑی کا گمان گزرا۔۔۔یہ وہی گاڑی تھی جو اس دن گلی میں نشئیوں کے پاس آ کر رکی تھی ویسے بھی اس کی یادداشت کے پردے پر اس کم ظرف انسان کی ہر شے موجود تھی۔۔۔وہ کچھ ٹھٹھکتی اور کچھ حیرت سے احتیاط کے ساتھ گلی میں جھانکنے لگی۔۔۔گلی کے چوتھے گھر کے باہر عادل پاشا کسی آدمی سے مصافحہ کر رہا تھا اور وہ شخص اس کے دوسرے ہاتھ میں چابیاں تھما

رہا تھا۔۔۔ساتھ ساتھ پلٹ کر اوپر والے پورشن کی طرف اشارہ بھی کر رہا تھا۔۔۔نمو کو لمحے بھر کا وقت بھی نہیں لگا یہ سمجھنے میں کہ عادل پاشا اس اوپر والے پورشن میں رہائش اختیار کرنے والا ہے۔۔۔لیکن کیوں۔۔۔؟

وہ اس سوال کا جواب سوچتی انتہائی پریشانی کے عالم میں گھر کی طرف چل دی۔۔۔اس کے لرزتے قدموں میں پہلے کی نسبت تیزی آ گئی تھی۔۔۔وہ جلد از جلد ان گلیوں سے نکل کر گھر کی محفوظ پناہ گاہ میں چلی جانا چاہتی تھی۔۔۔اسے کسی بہت بڑی انہونی کا خطرہ سر پر منڈلاتا صاف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔امیر کبیر اور کوٹھیوں میں رہنے والے عادل پاشا کو بھلا ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی کہ وہ اپنی لگژری رہائش گاہ چھوڑ کر ایک مڈل کلاس فیملی کے اوپری پورشن میں رہنے چلا تھا۔۔۔یقیناً اس کے پیچھے کوئی تو ایسی وجہ تھی جس کا تعلق عقیل مغل اور نمو سے جڑا تھا۔۔۔انہی سوچوں میں اس کا گھر آ گیا تھا۔۔۔سیف کو سختی سے سینے میں بھینچ کر وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

یہ ایک خاصا وسیع اور کشادہ بیڈ روم تھا۔۔۔جس کی ایک دیوار پر جہازی سائز بیڈ ایستادہ تھا۔۔۔داہنی دیوار پر ایک خوبصورت سیٹی رکھی تھی جس کے سامنے چھوٹی سی سینٹرل ٹیبل پر اعلیٰ برانڈ کا سگار کا ڈبہ اور مہنگا ترین لائٹر پڑا تھا۔۔۔اس کمرے کی خاص بات یہ تھی کہ یہ بیک وقت بیڈ روم اور لائبریری تھا۔۔۔بیڈ کے بالکل سامنے فرش سے چھت تک دیوار گیر شیلف نصب تھی جو ایک ترتیب سے رکھی کتابوں سے بھری پڑی تھی۔۔۔بیڈ پر نیم دراز جلال پاشا کی ٹانگوں پر کمبل دھرا تھا اور ہاتھوں میں ضخیم کتاب تھی جس سے وہ لطف اندوز کم اور وقت گزاری زیادہ کر رہے تھے۔۔۔ان کی توجہ بٹی ہوئی تھی۔۔۔ماتھے پر فکر اور پریشانی کا جال بنا تھا۔۔۔وہ اپنے بیٹے عادل پاشا کے منتظر تھے۔۔۔آدھا گھنٹہ پہلے ملازم کو کہا تھا کہ جیسے ہی وہ گھر پہنچے، فوراً میرے کمرے میں بھیجو۔۔۔مگر ان سے انتظار کرنا دوبھر ہو رہا تھا۔۔۔بظاہر وہ بے حد پرسکون دکھائی دیتے تھے مگر جو ابال ان کے اندر اٹھ رہے تھے اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تھا۔۔۔اکلوتا لاڈلا بیٹا ہمیشہ سے انہیں ٹف ٹائم دیتا آیا تھا مگر وہ با آسانی اسے قابو کر لیتے تھے۔۔۔لیکن اب وقت بدل گیا تھا۔۔۔وہ لاچار نا سہی ضعیف ضرور ہو گئے تھے اور بیٹا بھرپور جوان مرد کے روپ میں دنیا تسخیر کر لینے کے ہنر سے آشنا تھا۔۔۔جس بیٹے کو وہ ہمیشہ اپنے بس میں سمجھتے آئے تھے وہ اب انہیں بے بس کرنے پر تلا تھا۔۔۔دروازہ دھیرے سے ناک ہوا تو وہ چونکے اور اندر آنے کی اجازت دی۔۔۔عادل پاشا شاہانہ چال چلتا اندر چلا آیا۔۔۔باپ سے مصافحہ کر کے ان کا ہاتھ آنکھوں سے لگایا اور باادب ہو کر وہیں قریبی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔

" آپ نے بلایا تھا ابا۔۔۔؟" عادل پاشا نے مضبوط لہجے میں سوال کیا۔۔۔جلال پاشا نے کتاب اور نظر کا چشمہ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور ذرا سی آنکھیں سکوڑ کر، ناک کی پھننگ کو انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے دبا کر چھوڑ دیا۔۔۔دو پل کے توقف کے بعد وہ رعب دار آواز میں گویا ہوئے۔۔۔

" اس گھر میں جو کچھ ہو رہا ہے، میں اس سے بے خبر تو نہیں لیکن میں چاہوں گا کہ تمہاری زبانی سن لوں۔۔۔!" وہ بنا تمہید باندھے اصل مدعے پر آئے۔۔۔

" آپ کی بھتیجی آپ کو جو بتاتی ہے وہ ٹھیک ہی بتاتی ہے، آپ مجھ سے تصدیق کیوں کرانا چاہتے ہیں۔۔۔؟" عادل پاشا کے لہجے میں استہزا بول رہا تھا۔۔۔جلال پاشا نے اپنا جلال بمشکل ضبط کیا اور بولے۔۔۔

" اگر ایسا ہے تو تم سن لو عادل کہ میری بھتیجی مجھے آج بھی اپنی جان سے زیادہ پیاری ہے۔۔۔میں اسے دکھ اور اذیت میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔اس نے اپنی جی جان لڑا دی تمہیں خوش کرنے کے چکر میں مگر تمہاری بدمزاجی اور کج روی کے باعث اسے ہمیشہ ناکامی ہوئی۔۔۔اس نے تمہیں گرہستی کے سکون سے لے کر اولاد جیسی پیاری چیز کا سکھ تک دیا مگر تمہیں اس کی قدر نا آسکی۔۔۔اب اگر تم ایک بارہ سالہ بچے کے باپ ہوتے ہوتے ہوئے بھی بے حیائی پر اتر آئے ہو تو مجھے بھی حیا آتی ہے تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے۔۔۔!" جلال پاشا کا تنفس پھول رہا تھا۔۔۔چہرے پر بڑھتی سرخی ان کا فشارِ خون بلند ہونے کی نشانی تھی۔۔۔عادل پاشا نے پہلے جیسے ہی تحمل سے جواب دیا۔۔۔

" آپ جانتے تھے کہ مجھے ثوبیہ کبھی بھی بیوی کے طور پر قبول نہیں تھی۔۔۔آپ کی زبردستی کی وجہ سے میں مجبور ہوا تھا اور ویسے بھی دوسری شادی کوئی گناہ تو نہیں۔۔۔!"

" ہاں اگر وہ کسی شادی شدہ بچوں والی عورت کا بسا بسایا گھر اجاڑ کر نا کی جائے تو۔۔۔!" ان کی بات پر عادل پاشا کی رنگت یکدم متغیر ہوئی تھی۔۔۔" کیوں۔۔۔تم نے کیا سوچا تھا کہ اس شہر میں جلال پاشا کو خبریں دینا والا کوئی نہیں رہا کیا۔۔۔مجھے ہر ہر بات کی خبر ہے عادل۔۔۔!" جلال پاشا نے ایک لمحے کو بیٹے کی بولتی بند کر دی تھی۔۔۔وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر لمبا سانس خارج کر کے بولا۔۔۔

" اگر آپ سب جانتے ہی ہیں تو آپ کو یہ بھی پتا ہو گا میں اس عورت کو اس کی شادی سے پہلے ہی پسند کر چکا تھا۔۔۔اپنانا چاہتا تھا۔۔۔پیغام بھی بھیجا تھا۔۔۔مگر اس کے گھر والوں نے اس کی شادی کہیں اور کر دی۔۔۔اب مجھے دوبارہ موقع مل رہا ہے اسے پانے کا تو میں گنوانا نہیں چاہتا ابا۔۔۔!"

"عادل۔۔۔۔۔!" جلال پاشا نے بھرپور طیش سے چلاتے ہوئے بیٹے کو ٹوکا۔۔۔ان کی آواز کی گھن گرج آج بھی دلوں کو سہما دیتی تھی۔۔۔۔" کاش تم میرے بیٹے نا ہوتے۔۔۔تم اس قدر بدطینت نکلو گے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔اتنے سازشی کیسے ہو گئے تم کہ کسی کی خوشیاں برباد کر کے اپنا دامن بھرنے چلے ہو۔۔۔تم بھول رہے ہو کہ تم انگارے بھر رہے ہو اس میں، جن کی تپش ایک دن تمہارا سینہ جلائے گی۔۔۔اور وہ عورت بھلا کس طرح اپنی اولاد چھوڑ کر تمہارے پاس آئے گی۔۔۔اگر وہ ایسا کرے گی خاندانی نہیں ہو سکتی۔۔۔کبھی نہیں۔۔۔!"

"اس کا خاوند خود اسے چھوڑ دے گا ابا۔۔۔!" عادل پاشا کے منہ سے بے اختیار نکلا اور وہ بول کر پچھتایا۔۔۔جلال پاشا دکھ تاسف اور صدمے میں گھرے اسے دیکھتے رہ گئے اور پھر چند دشوار گزار لمحات کے بعد ان کے منہ سے فقط اتنا نکلا۔۔۔

"عادل۔۔۔تو اصل میں تم بے نسلے نکلے۔۔۔۔تم خاندانی نہیں۔۔۔آج کے بعد مجھے اپنی صورت نا دکھانا۔۔۔میرے گھر اور کاروبار سے اپنے آپ کو بے دخل سمجھو۔۔۔میں جانتا ہوں اب تمہیں اس سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ اب تمہارا خود کا وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا کاروبار ہے مگر آج سے خود کو باپ کی شفقت سے بھی بے دخل سمجھو۔۔۔میں اپنا سب کچھ اپنی بھتیجی اور پوتے کے نام کرتا ہوں۔۔۔جاؤ چلے جاؤ۔۔۔ابھی۔۔۔اسی وقت۔۔۔!"

اور عادل پاشا نہایت تنفر سے ہر چیز کو ٹھوکر مارتا اس محل سے نکل کر اپنے دوست تراب الحسن کے گھر کے اوپری پورشن میں عارضی طور پر شفٹ ہو گیا۔۔۔اس کے پیچھے بھی ایک مقصد تھا۔۔۔تراب الحسن کا گھر عقیل مغل کے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر تھا اور اب وقت آ گیا تھا کہ عادل پاشا اپنا سینے پر دھری انتظار کی سل کو ایک جھٹکے سے سرکا دیتا۔۔۔اب وقت آ گیا تھا کہ ناعمہ مغل ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی میں چلی آتی۔۔۔!

☆......☆......☆

گھر میں نیا فرج اور ٹی وی آیا تھا۔۔۔عقیل چھاتی چوڑی کیے صوفے پر نیم دراز چینل بدل بدل کر دیکھ رہا تھا۔۔۔یوں جیسے کوئی بڑا کارنامہ تھا جو اس نے انجام دیا تھا۔۔۔آج کل گھر میں انسانوں والی جون میں رہتا تھا اس لیے نمو بھی اس کے منہ لگ کر بلاوجہ تلخی پیدا نہیں کرتی تھی۔۔۔اس کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ گھر میں نشے کی حالت میں بچوں کو نا دکھے۔۔۔ماحور کی فکر اسے سب سے زیادہ رہتی تھی۔۔۔وہ جوں جوں بڑی ہو رہی تھی بے حد حساس ہوتی جا رہی تھی۔۔۔بظاہر کچھ کہتی نہیں تھی مگر باپ کو جب بھی کبھی ڈولتے قدموں سے گھر میں داخل ہوتا دیکھتی تھی تو فوراً کمرے میں جا کر چھپ جاتی تھی۔۔۔ساتھ سیف اور ریان کو بھی لے

جاتی۔۔۔نمو کا دل کٹ کر رہ جاتا۔۔۔اب کچھ دن سے عقیل گھر میں پی کر نہیں آ رہا تھا تو بچوں کے چہرے پر سکون صاف دکھائی دیتا تھا۔۔۔نمو زونی کو سلا کر جنت کو ماحور کے پاس کھیلنے کے لیے بٹھا کر تسلی سے دو کپ چائے لیے عقیل کے پاس چلی آئی۔۔۔عرصہ بیت گیا تھا انہیں یوں بیٹھ کر باتیں کیے ہوئے۔۔۔عقیل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تو نمو اس کے پیروں کی طرف ٹک گئی۔۔۔عقیل۔چائے کا کپ ہاتھ میں تھام کر دوبارہ سے ٹی وی دیکھنے میں مگن ہو چکا تھا۔۔۔نمو نے گلا کھنکھار کر بولنا شروع کیا۔۔۔

”وہ۔۔۔زلیخا چاچی آ رہی ہیں اس ماہ کی بارہ کو۔۔۔!“

”ہمممممم۔!“ ہنکارا بھرتے ہوئے بھی اس کی نظریں ٹی وی پر جمی تھیں۔۔۔

”تو میں سوچ رہی تھی کہ زونی ماشاءاللہ نو ماہ کا ہو گیا ہے۔۔۔اگر ہم اس کا اور جنت کا عقیقہ رکھ لیں تو۔۔۔میرا مطلب ہے کہ اسی بہانے سب اکٹھے بھی ہو جائیں گے۔۔۔زلیخا چاچی کی دعوت بھی نمٹ جائے گی۔۔۔باقی جو آپ کہیں۔۔۔!“ اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب اس کے لیے عقیل سے بات کرنا دوبھر ہو جائے گا۔۔۔وہ شخص جو ساری دنیا میں سب سے زیادہ اس سے قریب تھا وہی صدیوں کے فاصلے پر لگتا تھا۔۔۔

”رکھ لو۔۔۔لیکن دیکھ لو۔۔۔سنبھال لو گی نا۔۔۔دو دو بچوں کا عقیقہ۔۔۔!“

”ہاں نا۔۔۔کیوں نہیں۔۔۔بھلا یہ کون سا مسئلہ ہے۔۔۔صرف چند ہی تو مہمان ہوں گے اور آپ کو تو پتا ہے کہ زلیخا چاچی ایسے کاموں پر وقت سے پہلے آ کر ہاتھ بٹاتی ہیں۔۔۔ہو جائے گا سب۔۔۔!“

وہ خوش ہوتے ہوئے اس کی تشفی کرانے لگی۔۔۔

”میرے بھی ایک دو دوست ہوں گے۔۔۔بڑے خاص دوست۔۔۔اب اگر کر ہی رہی ہو تو پھر خیال رکھنا کوئی کمی نا رہے۔۔۔ان کا ڈرائینگ روم میں الگ سے انتظام کرنا ہے۔۔۔!“ عقیل کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔۔نمو کے دل کی دھڑکن پل بھر کو رکی۔۔۔اس نے لہجے کو سرسری رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

”کون سے دوست۔۔۔کیا بزنس پارٹنر۔۔۔؟“

”کوئی بھی ہوں۔۔۔تمہیں اس سے مطلب۔۔۔؟ بس انتظام کرنا ہے تو ہر چیز فرسٹ کلاس ہو۔۔۔!“ وہ ایک دم ہتھے سے اکھڑتے ہوئے بولا تو نمو فوراً سنبھل گئی۔۔۔

”سب ہو جائے گا۔۔۔آپ فکر نا کریں۔۔۔آپ کے دوستوں کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔۔۔!“ بظاہر مسکراتے ہوئے اس

نے کہہ تو دیا مگر دل یکدم بوجھل سا ہو گیا تھا۔۔کھد بدسی لگ گئی تھی کہ یہ دوست کون سے ہیں۔۔۔بار بار ذہن کے پردے پر ایک ہی شخص کا سراپا نمودار ہو رہا تھا اور دل سہما جا رہا تھا۔۔۔وہ چائے کے خالی مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے نا چاہتے ہوئے بھی عادل پاشا کے بارے میں سوچ چلی گئی۔۔۔۔۔!

☆......☆......☆

چھوٹے سے گھر میں صبح سے گہما گہمی تھی۔۔۔دن چڑھتے ہی وہ کاموں میں لگ گئی تھی۔۔۔سارا گھر دھو دھلا کے وہ گیارہ بجے تک فارغ ہوئی تو بچوں کو نہلا کر تیار کر دیا۔۔۔عقیل نے عقیقے کے جانور ذبح کروا دیئے تھے اب بس ان کا بکھرا اور سمیٹنا باقی تھا۔۔۔دعوت کے لیے کچھ رکھ کر باقی سب اس نے محلے اور رشتے داروں میں بانٹنا تھا جس کے لیے لامحالہ اسے مدد کی ضرورت تھی اور وہ اسی لیے زلیخا چاچی کے انتظار میں تھی جنہوں نے دوپہر سے پہلے آنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔بہت سی باتیں دل میں جمع ہو چکی تھیں جو اسے ان سے کہنی تھیں۔۔۔ایک وہی تو تھیں جو اب اس کے سب سے زیادہ قریب تھیں ورنہ اپنی سگی ماں نے عرصہ ہوا اس کے دکھ سننے چھوڑ دیے تھے۔۔۔عقیل کو اس نے ضروری سامان لانے بھیجا تھا اور جب اس کی واپسی ہوئی تو سامان تو اس کے ساتھ تھا مگر جیکٹ سے ایک چھوٹا کپڑے کا مسلا ہوا تھیلا برآمد ہوا جس میں اس کے نشے کا سامان بھی موجود تھا جسے وہ فوراً کمرے میں لے گیا تھا۔۔۔نمو حق دق سی اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔اسے امید تھی کہ کم از کم آج کے دن اتنے لوگوں کی موجودگی میں تو وہ احتیاط کرے گا مگر نہیں، وہ شرم و حیا کے سب چولے اتار چکا تھا۔۔۔نمو تذبذب کا شکار کچن میں کھڑی اس کے پیچھے کمرے میں جا کر اسے سمجھانے کا سوچ رہی تھی مگر متوقع انجام سے بھی خوفزدہ تھی۔۔۔عقیل کا کوئی بھروسہ نہیں تھا طیش میں آکر سارا پروگرام تلپٹ کر دیتا اور مہمانوں سے بھرے گھر میں وہ آج کسی بھی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔۔۔اور وہ کون سا گھر ٹکا تھا۔کچھ ہی دیر میں وہ گھر سے باہر چلا گیا تھا۔۔۔وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔۔۔لامتناہی سوچوں میں گم وہ کچن میں مصروف تھی جب گیٹ پر ہونے والی زوردار بیل نے اسے بری طرح چونکایا۔۔۔بچوں میں سے کسی نے دروازہ کھولا تھا اور زلیخا چاچی کی مخصوص دبنگ لب و لہجے والی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔دل یکدم خوشی سے بھر گیا۔۔۔وہ تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور زلیخا چاچی کے سینے سے جا لگی۔۔۔اتنے سال بعد ملاقات ہو رہی تھی تو آنکھیں خودبخود برسنے لگیں۔۔۔زلیخا چاچی کبھی اس کا ماتھا چومتیں تو کبھی ہاتھ۔۔۔

"اے نمو۔۔۔پانچ بچے ہو گئے تیرے مگر ابھی تک دیکھنے میں کڑی چڑی لگتی ہو۔۔۔ان چند خوش نصیبوں میں سے ایک جو سدا بہار جوبن لکھوا کے لاتے ہیں۔۔۔ماشاءاللہ۔۔۔!" اس کی جی کھول کر تعریف کرنے کا بعد انہوں نے ایک بار پھر اس کی

پیشانی چومی۔۔۔

اس کی آنکھ بھر آئی۔۔۔بھلا اس کا جو بن کس کام کا جب اس کا شوہر ہی عرصہ ہوا اسے دل سے اتار چکا تھا۔۔۔چاچی نے حیرت سے اسے دیکھا پھر کچھ کچھ سمجھتے ہوئے اسے لیے اندر بڑھیں۔۔۔

"اچھا چلو۔۔۔اب کیا دروازے پر ہی کھڑا رکھنا ہے۔۔۔اندر چل کر مجھے میرے پوتے پوتیوں سے ملواؤ۔۔۔اور یہ عقیل کب تک گھر آجائے گا۔۔۔بہت جی اداس ہے میرا اس سے بھی۔۔۔!" وہ یونہی مسلسل بولتی ہوئی اندر آکر صوفے پر ٹک گئیں۔۔۔سب بچوں سے باری باری ملیں۔۔۔جی بھر کر ان کی بلائیں لیں۔۔۔ماحور کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی رہیں۔۔۔اتنی سی تھی جب گئی تھیں۔۔۔اب کتنی سیانی لگ رہی تھی۔۔۔اور زونی۔۔۔اسے تو چاچی نے گود سے اتارا ہی نہیں۔۔۔یہاں تک کہ فیڈر پلا کر گود میں ہی سلا لیا۔۔۔شام کی دعوت کی تیاری کچھ ہی دیر میں شروع کرنی تھی۔۔۔تب تک نمو چاہتی تھی کہ زلیخا چاچی سے جی بھر کر باتیں کر لے۔۔۔اور پھر اس نے واقعی ان کے آگے دل کھول کر رکھ دیا۔۔۔اس نے چاچی سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔۔۔آئمہ کی شادی پر عادل پاشا کے ٹکرانے سے لے کر اس کے بھیجے گئے رشتے اور آئمہ کے دباؤ سے لے کر عقیل کے اب تک کے رویے اور شراب نوشی کی لت تک سب کہہ ڈالا۔۔۔زلیخا چاچی دانتوں میں انگلی دبائے حق دق اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔۔۔اتنا کچھ کب اور کیسے ہو گیا انہیں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔۔۔

"نمو۔۔۔تو نے مجھے تبھی کیوں نا بتایا جب اس موئے عادل نے رشتہ بھیجا تھا۔۔۔اور آئمہ کی چٹیا تو میں خود کھینچ لیتی۔۔۔شرم نا آئی اسے اپنی منکوحہ بہن کے لیے رشتے لے کر آتے۔۔۔اتنا کچھ ہو گیا اور تو نے مجھے بتایا تک نہیں نمو۔۔۔!" ان کے لہجے میں تاسف گھل گیا۔۔۔" اور یہ عقیل کے ساتھ کیا ہو گیا۔۔۔میرا عقیل تو اتنا بیبا تھا یہ شراب کہاں سے منہ کو لگ گئی۔۔۔مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا نمو۔۔۔میں کیسے بے خبر رہ گئی۔۔۔میں تو کہتی ہوں مغلوں کی حویلی کو کسی بدخواہ کی نظر کھا گئی۔۔۔!" ان کی آنکھوں میں ملال کا پانی چمک رہا تھا۔۔۔گلا رندھ گیا۔۔۔دونوں کتنی ہی دیر سسکیاں روکتیں کف افسوس ملتی رہیں۔۔۔آخر کار زلیخا چاچی نے ہی اسے اٹھایا اور کچن میں کھانے کی تیاری کے لیے لے آئیں۔۔۔وہاں بھی دنیا جہان کی باتوں کے ساتھ دونوں نے مل کر سب تیار کیا۔۔۔زلیخا چاچی کو ایمرجنسی آنا پڑا تھا۔۔۔ان کے بڑے بھائی کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی۔۔۔ڈاکٹرز نے جواب دے دیا تھا۔۔۔زلیخا چاچی کو بھی بلوا بھیجا گیا مگر ان کا آنا مبارک ثابت ہوا۔۔۔شدید بیمار بھائی کی حالت بتدریج سنبھلنے لگی۔۔۔وہاں سے تسلی ہونے کے بعد ہی انہوں نے سب سے ملنے ملانے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔۔۔!

سب کچھ تیار کر کے نمو کو چاچی نے نہانے بھیج دیا۔۔۔چوڑی دار پاجامہ اور گھیر دار کلیوں والی فراک پہنے جب وہ اپنے لمبے بالوں کو سلجھاتی باہر آئی تو ایک پل کو زلیخا چاچی بھی مبہوت ہو کر رہ گئیں تھیں۔۔۔وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔۔۔سڈول جسامت اور لمبے قد پر یہ لباس جیسے کھل اٹھا تھا۔۔۔

"پانچ بچوں کے ساتھ اس نمانی کے حسن کا یہ عالم ہے تو عادل پاشا کنواری پر کیسے نا مرمٹتا۔۔۔" وہ نچلا لب دانتوں میں پھنسائے اسے دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں۔۔۔" لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔میں بھی ناسٹھیا گئی ہوں۔۔۔!" انہوں نے اپنے ان فاسد خیالات پر نفرین بھیجی اور دھیان بٹانے کے لیے ایک بار پھر نمو کے ساتھ مل کر بچوں کے منہ ہاتھ دھلا کر بال سنوارے۔۔۔۔کچھ ہی دیر میں مہمان آنا شروع ہو گئے۔۔۔نمو کی امی، آئمہ کے ساتھ آئیں تھیں۔۔۔ابو اب بیمار رہا کرتے تھے اس لیے بہت کم کہیں نکلتے تھے۔۔۔رہ گیا کامران تو عقیل کی وجہ سے وہ کبھی یہاں کا منہ نہیں کرتا تھا۔۔۔نمو اتنے میں ہی خوش ہو گئی تھی۔۔۔امی کو تو خیر آنا ہی تھا مگر آئمہ کے آنے پر اسے حیرت بھی تھی اور خوشی بھی۔۔۔عدیل بھائی اور زرتاج بھابھی بھی اپنے بچوں کے ہمراہ آئے تھے۔۔۔خلاف معمول زرتاج بھابھی کا موڈ اچھا تھا۔۔۔ہمسائے سے ناہید آپا اپنے بیٹے عاقب اور شوہر کے ساتھ موجود تھی۔۔۔چند بہت قریبی رشتے دار بھی تھے۔۔۔گنتی کے ان چند لوگوں کی موجودگی نے نمو کے مزاج پر بے حد خوشگوار اثر ڈالا تھا۔۔۔وہ خوب چہک رہی تھی۔۔۔اسے عقیل کا شدت سے انتظار تھا۔۔۔بس وہی ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔۔۔دل کے کسی کونے میں پریشانی بھی تھی کہ کہیں وہ آج پی کر نا آجائے۔۔۔صبح جس وقت وہ ضروری سامان لانے کے لیے گھر سے نکل رہا تھا نمو نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے آج کے دن وہ شراب کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔۔۔عقیل بھی اس گھڑی شرافت کی جون میں تھا جو مان گیا۔۔۔مگر ایک دھڑکا سا نمو کو ضرور تھا۔۔۔زلیخا چاچی کے کہنے پر وہ کھانا لگانے کی غرض سے کچن میں چلی آئی۔۔۔اس کے پیچھے پیچھے آئمہ بھی تھی۔۔۔شیلف سے برتن اٹھاتے وہ پلٹی تو آئمہ کچن کی چوکھٹ سے کندھا ٹیکے کھڑی تھی۔۔۔نمو نے پلیٹیں واپس رکھ دیں اور خوش مزاجی کے ساتھ اس سے پوچھنے لگی۔۔۔

"آج کیسے دل نکال لیا بہن کے گھر آنے کے لیے۔۔۔کچھ بھی ہو، سچ میں آئمہ مجھے بہت اچھا لگا۔۔۔!"

"بس یونہی امی نے زور دیا تو چلی آئی۔۔۔ورنہ تمہیں تو پتا ہے کہ میرے پاس کہاں فرصت ہوتی ہے۔۔۔ہر ماہ تو ہم کسی نا کسی ٹور پر ملک سے باہر ہوتے ہیں۔۔۔!" آئمہ نخوت سے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔۔۔یہ نیا ہیئر کٹ اس نے شائد تازہ کروایا تھا جو اسے سوٹ بھی بہت کر رہا تھا۔۔۔نمو نے اس کی بات کو ہنس کر پی لیا اور بولی۔۔۔

"ایک مدت ہوئی ہم دونوں نے بیٹھ کر باتیں نہیں کیں۔۔۔مہمان چلے جائیں تو جی بھر کر گپیں ماریں گے۔۔۔!"

"کیا پتا ایسی نوبت ہی نا آئے۔۔۔!"

"کیا مطلب۔۔۔یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔؟" نمو کو اچنبھا ہوا تھا۔۔۔

"کچھ نہیں۔۔۔میرے کہنے کا مطلب تھا کہ ہوسکتا ہے میری جلد واپسی ہو جائے۔۔۔اس لیے ایسا کہا۔۔۔تم خوامخواہ میں سیریس نا لو۔۔۔!"

"ارے۔۔۔میں بھلا کیوں سیریس لینے لگی۔۔۔تمہاری مرضی ہے۔۔۔رکنا چاہو تو تمہارا اپنا گھر ہے نا رکنا چاہو تو میں تمہاری مجبوری سمجھ سکتی ہوں۔۔۔!"

نمو رسان سے بولی تو آئمہ اسے گہری نظروں سے دیکھتی واپس مڑ گئی۔۔۔نمو حیران پریشان سی اس کے رویے کو پرکھتی رہ گئی۔۔۔کچھ پل بعد سر جھٹک کر پلیٹیں اٹھائیں اور باہر نکل گئی۔۔۔کھانے کا انتظام چھوٹے سے صحن میں تھا۔۔۔نمو کے جہیز کا ڈائننگ ٹیبل صحن کے وسط میں سجا تھا جس پر کھانا چننا باقی تھا۔۔۔وہیں سب کرسیوں پر بیٹھے تھے اور سارے میں ایک خوشگوار سی ہلچل تھی۔۔۔بچوں کی بھاگا دوڑی اور چیخ پکار۔۔۔مردوں کی چھوٹی سی ٹولی ایک طرف کاروباری مسائل کو ڈسکس کرتی تو عورتوں کی اپنی گھریلو باتیں۔۔۔سب پر حاوی زلیخا چاچی کی مخصوص ہاہا کار۔۔۔پری بنی جنت اور شیروانی سجائے زونی کو انہوں نے اپنی گود میں پھنسا رکھا تھا۔۔۔سب کچھ مکمل تھا۔۔۔بس عقیل ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔۔۔عدیل بھائی نے دو تین بار اس کا پوچھا تھا لیکن وہ بھلا کیا جواب دیتی۔۔۔دل میں اس کے آنے کی دعائیں مانگتی وہ واپس کچن کی طرف مڑی جب لاؤنج میں رکھے پی ٹی سی ایل فون کی چنگھاڑتی بیل سنائی دی۔۔۔وہ فورا فون کی طرف لپکی۔۔۔

"ہیلو۔۔۔آپ مسز عقیل بول رہی ہیں۔۔۔؟" کسی نے کال ریسیو کرتے ہی اس سے پوچھا تھا۔۔۔

"جی بول رہی ہوں۔۔۔کہیے۔۔۔!" یکدم انجانے وسوسے اس کے دل میں سر اٹھانے لگے۔۔۔

"جی عقیل یہاں پی سی او پر نشے کی حالت میں پڑا ہے۔۔۔پی سی او کا مالک اسے مار رہا ہے۔۔۔اس کی گاہکی پر فرق پڑ رہا ہے۔۔۔آپ پلیز جلدی پہنچیں اور اسے لے جائیں اپنے ساتھ۔۔۔!"

"ک۔۔۔ک۔۔۔کون سے پی سی او پر۔۔۔؟" اس کی زبان بری طرح لڑکھڑائی۔۔۔وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔۔آج سب کے سامنے عقیل کی اصلیت کھل جائے گی۔۔۔اس کا بھرم ٹوٹ جائے گا۔۔۔کال کرنے والے نے اسے پی سی او کا پتا بتایا۔۔۔جو

اس کے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر تھا۔۔۔وہ روہانسی ہوتی وہیں صوفے پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔۔۔زلیخا چاچی اسے ڈھونڈتی اندر آئیں تو اس نے انہیں ساری بات بتادی۔۔۔

"چاچی۔۔۔آپ پلیز مہمانوں کو سنبھالیں۔۔۔میں دس منٹ میں عقیل کو لے کر واپس آتی ہوں۔۔۔پچھلا گیٹ کھول کر جاؤں گی اور وہیں سے اسے لے کر آؤں گی۔۔۔تب تک آپ پلیز ہینڈل کرلیں۔۔۔پلیز۔۔۔!" وہ ان کے دونوں ہاتھ تھامے منت بھرے لہجے میں بولی تو انہیں اس پر ٹوٹ کر ترس آیا۔۔۔

"کیسا ناہنجار نکلا یہ عقیل بھی۔۔۔آج اس کی وجہ سے کیسا وقت دیکھنا پڑ رہا ہے۔۔۔" انہیں عقیل پر بری طرح طیش آیا تھا۔۔۔دل کر رہا تھا تھپڑوں سے اس کا منہ لال کر دیں۔۔۔"تم جاؤ۔ میں دیکھتی ہوں مہمانوں کو۔۔۔لیکن جلدی آنا۔۔۔لا کر اسے کمرے میں ڈال دیں گے۔۔۔سب کو بولیں گے اسے ایمرجینسی شہر سے باہر جانا پڑا ہے اس لیے نہیں پہنچ سکا۔۔۔!"

"یہ تو بعد کی بات ہے چاچی۔۔۔پہلے تو اسے گھر لانا ہی بہت مشکل کام ہے۔۔۔" وہ پریشان سی چادر اوڑھتے ہوئے بولی۔۔۔کالی چادر میں اس کا دمکتا آدھا چہرہ بدلی میں سے چاند بن کر نکلا تھا۔۔۔زلیخا چاچی نے اس پر فورا دم کیا تھا۔۔۔

"بس میں یوں گئی اور یوں آئی۔۔۔دعا کریں کہ اتنے رشتے داروں کے سامنے میرا پردہ رہ جائے جو میں عقیل پر ڈالتی آئی ہوں۔۔۔!"

وہ بے حد فکرمندسی جلدی سے کچن کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔۔۔زلیخا چاچی نے فوراً صحن کی طرف قدم بڑھائے۔۔۔وہاں سب کو باتوں میں لگائے رکھنا بہت ضروری تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی چور نگاہوں سے یہاں وہاں دیکھتی مطلوبہ پی سی او تلاش کر رہی تھی۔۔۔ایک تو پیچھے رہ گیا تھا جس کا اس کالر نے کہا تھا۔۔۔کچھ آگے ایک اور تھا شائد وہاں ہو عقیل۔۔۔یہی سوچ کر وہ آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔دل کو پتنگے بھی لگے تھے کہ اگر وہاں بھی نا ہوا تو کیا کرے گی۔۔۔ابھی ابھی ایک اور خیال بھی دماغ میں کلبلانے لگے تھا کہ کہیں کسی نے جھوٹ نا بولا ہو۔۔۔وہ کسی مصیبت میں نا پڑ جائے۔۔۔مگر پھر سوچا کہ اگر عقیل سچ مچ وہاں ملا تو۔۔۔؟

عجیب پریشان کن صورتحال تھی۔۔۔وہ بہت بری پھنسی تھی۔۔۔گھر پر امی اور آئمہ بھی موجود تھے جنہیں پہلے ہی موقع چاہیے ہوتا تھا عقیل کے خلاف بولنے کا۔۔۔آئمہ کا اپنا شوہر کیسا ہی عیاش سہی مگر عقیل کی شراب پینے والی بات اس کے علم میں آ گئی تو

سارے میں مشہور کر ڈالے گی۔۔۔اس کے سر میں یکدم شدید درد شروع ہو گیا تھا۔۔کتنا چاہا تھا کہ کم از کم آج کے دن عقیل کے ہاتھوں کوئی ایسی حرکت سرزد نا ہو جس کی وجہ سے اسے رشتے داروں کے آگے سبکی ہو مگر عقیل کی طرف سے اس کی قسمت میں اب کوئی سکھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔۔پی سی او قریب آ چکا تھا۔۔اس نے بغور دیکھا مگر عقیل وہاں بھی نہیں تھا۔۔روٹین کی پبلک آتی جاتی دکھائی دے رہی تھی۔۔اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔۔اگر عقیل دونوں پی سی اوز پر نہیں تھا تو یقیناً کسی نے اس کے ساتھ جھوٹ بول کر محض اسے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا تھا۔۔اس سوچ کے آتے ہی زمین آسمان گھومتے دکھائی دینے لگے۔۔۔وہ بمشکل واپسی کے رستے پر قدم بڑھانے لگی مگر لگتا تھا ابھی گر پڑے گی۔۔کمزور تو وہ ہو چکی تھی۔۔زونی کی پیدائش کے بعد سے اسے بلڈ پریشر کا مسئلہ رہنے لگا تھا۔۔اس وقت بھی اس کی ٹانگیں جیسے بے جان ہو کر ساتھ گھسٹ رہی تھیں۔۔آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔۔وہ محسوس کر رہی تھی جیسے کسی بھی پل بیچ سڑک پر گر جائے گی۔۔حواس ساتھ دینے سے انکاری ہو رہے تھے۔۔آخری منظر جو اس کے شل ہوتے دماغ اور سن ہوتے احساسات نے محسوس کیا تھا وہ کسی کا لپک کر اس کی جانب آنا اور اس کے گرتے ہوئے وجود کو بازو سے پکڑ کر سہارا دینا۔۔اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔۔اس حالت میں اسے کتنا وقت بیتا ،اس بات کا بھی کچھ اندازہ نہیں تھا۔۔جب رفتہ رفتہ حواس لوٹے تو اس نے خود کو کسی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا پایا۔۔دروازہ کھلا تھا یوں جیسے کسی نے اسے محض ہوش میں لانے کی خاطر عارضی طور پر یوں بٹھا دیا تھا۔۔اس کے دونوں پیر بھی گاڑی سے باہر تھے۔۔اس نے آنکھیں میچ کر اپنے سر کو دو تین بار جھٹکا دیا۔۔چند لمبے لمبے سانس لیے اور جس وقت آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے عادل پاشا کا فکرمند چہرہ بہت قریب پایا۔۔ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑے وہ اسے پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔۔نمو کو یقین ہو چلا تھا کہ آج اس کی جان نکل کر ہی رہے گی۔۔پے درپے ایسے اتفاقات اس کے اعصاب کے لیے کڑا ترین امتحان تھے۔۔۔

"آپ یہ پانی پی لیں۔۔سڑک پر گر گئی تھیں آپ۔۔۔مجھے مجبوراً سہارا دے کر یہاں بٹھانا پڑا۔۔میرا خیال ہے کہ آپ کا بی پی لو ہوا ہے۔۔اگر آپ چاہیں تو میں ڈاکٹر کو یہیں بلوا لیتا ہوں۔۔۔!"

"نہیں ہرگز نہیں۔۔بلکل بھی نہیں۔۔۔!" وہ پوری شدت سے بولتی یکدم ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور نتیجتاً سر گاڑی کی چھت سے ٹکرایا۔۔آنکھوں کے آگے ترمرے سے ناچ گئے۔۔۔ایک پر ایک مصیبت آج اس کے نام سے زمین پر اتری تھی۔۔۔وہ دونوں ہتھیلیوں سے سر کی پشت دباتی واپس بیٹھ چکی تھی۔۔۔عادل پاشا بھی اس اچانک افتاد پر بوکھلا کر اس کا سر جانچنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔نا ہاتھ لگانے کی جسارت کر پا رہا تھا نا پیچھے ہٹ رہا تھا۔۔۔

”ہٹیں پرے۔۔۔مجھے ابھی گھر جانا ہے۔۔۔میرے بچے اور شوہر میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔راستہ دیں مجھے۔۔۔ہٹیں آگے سے۔۔۔!“

”وہ جتنا تلخ ہو سکتی تھی، اس لہجے میں عادل پاشا سے بولی۔۔۔مگر وہ ڈھیٹ بن کر ابھی بھی اس کے سامنے تھوڑا جھکا کھڑا کہہ رہا تھا۔۔۔

”آپ ٹھیک نہیں ہیں ناعمہ۔۔۔آپ کو ڈاکٹر کی اشد ضرورت ہے۔۔۔میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں تو پلیز رکیے میں کال کر کے یہیں بلوا لیتا ہوں۔۔۔پھر چلی جایئے گا۔۔۔!“

آپ کو بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی ہے۔۔۔“ وہ چلا اٹھی” مجھے نہیں دکھانا کسی بھی ڈاکٹر کو۔۔۔مجھے گھر جانا ہے ابھی اسی وقت۔۔۔بس۔۔۔!“

وہ غصے سے بھری نگاہیں اس کی نگاہوں میں گاڑے ہوئے تھی۔۔۔عادل پاشا چند پل اسے یونہی دیکھتا رہا پھر اگلے لمحے اس کے چہرے کے تاثرات ناقابل فہم سے ہو گئے۔۔۔یوں جیسے ایک مکمل اطمینان اس پر پھیلتا چلا گیا۔۔۔وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

”ٹھیک ہے جلدی کریں۔۔۔اب آپ کو گھر پہنچ جانا چاہیے۔۔۔پہلے ہی کافی وقت ہو گیا آپ کو میری گاڑی میں بیٹھے ہوئے۔۔۔!“

اور یہ کہتے ساتھ ہی آگے سے ہٹ کر اسے راستہ دیا۔۔۔نمو حیرت سے اسے دیکھتی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔پرکھتی نظریں ہنوز اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔۔۔وہ اپنی چادر درست کرتی وہاں سے نکل جانے کو تھی جب اس کے عقب میں تالی کی گونج سنائی دی۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے پلٹی اور پتھر کی ہو گئی۔۔۔عقیل پورے ہوش و ہواس میں اس کے بالکل سامنے کھڑا قہر بار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

”تو یہ تھی تمہاری حقیقت۔۔۔تم آج تک مجھے دھوکہ دیتی آئی ہو۔۔۔یہ تھا تمہارا اصلی روپ۔۔۔بے وفا اور غدار۔۔۔!“

عقیل استہزا سے اسے اور عادل پاشا کو گھورتا ہوا بولا تو خوف سے نچڑتی نمو کی زبان سے ہکلاہٹ زدہ چند الفاظ ادا ہوئے۔۔۔

”آپ غلط۔۔۔غلط۔۔۔سمجھ۔۔۔رہے ہیں۔۔۔ایسا۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔میں تو۔۔۔میں تو۔۔۔آپ کو ڈھونڈتی۔۔۔“

”بکواس بند کر اپنی ذلیل عورت۔۔۔“عقیل مغل کی دھاڑ نے اس کی زبان بند کرا دی۔۔۔“ اب سمجھ آیا مجھے کہ تیرا یہ یار

جس کی مجھے شکل دیکھنا گوارا نا تھا۔۔۔جس کو جان سے مارنے تک۔کا میں ارادہ باندھے بیٹھا تھا، یکدم میرا ایسا ہمدرد کیوں بن گیا تھا۔۔۔مجھے کاروبار میں شامل کیا مگر مجھے کبھی کچھ کرنا ہی نہیں پڑا بس میری جیب بھرتی چلی گئی۔۔۔بڑے بڑے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کا مجھے عادی بنایا گیا۔۔۔ایسی محفلوں کے آداب سکھائے گئے اور جب" ادب" منہ سے لگ گیا تو پھر دھیرے دھیرے مجھے کھرچ کھرچ کر ہر چیز سے علیحدہ کیا گیا سوائے شراب کے۔۔۔وہ مجھ تک ہر راستے سے پہنچائی جاتی رہی۔۔۔اور میں بے وقوف اسے بھی اس گھٹیا آدمی کی مہربانی گردانتا رہا۔۔۔مجھے بری صحبتوں میں دھکیلنے والا ، نشے کا عادی بنانے والا ، پیسہ پھینک کر میرا تماشا دیکھنے والا پچھلے کئی سال سے پوری تسلی اور دھیرج سے میری لٹیا ڈبونے والا درحقیقت میری بیوی تک پہنچ رہا تھا۔۔۔بلکہ شائد میری بیوی اسے خود تک پہنچنے کا آسان راستہ بتاتی رہی اور میں بیوقوف بنتا رہا۔۔۔وہ جس سے مجھے انتہا درجے کی نفرت تھی، مجھ پر ایسا وقت لایا گیا کہ میں اس کے سامنے گھگھیانے تک پر مجبور ہوا تو محض تجھ جیسی آستین کی سانپ کی بدولت۔۔۔"عقیل کی خود پر اٹھی انگلیاں تلواروں کی مانند نمو کے کلیجے میں پیوست ہو رہی تھیں اور وہ بے بسی سے لمبے لمبے سانس کھینچتی اپنے مختل ہوتے پہلے سے خستہ حواسوں کو سلامت رکھنے میں کوشاں تھی۔۔۔اسے تو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا تھا۔۔۔عقیل کہاں سے یکدم آ گیا تھا اور اسے کیوں گھیر کر یہاں تک لایا گیا تھا۔۔۔کیا وہ بدترین خدشات جو آج تک دل کے نہاں خانوں میں سر نیہوڑائے پڑے تھے، انگڑائی لے کر بیدار ہو چکے تھے۔۔۔؟

عادل پاشا چہرے سے اس وقت بوکھلایا ہوا لگ رہا تھا۔۔۔یوں جیسے ایسی کسی صورتحال کی اسے توقع نہیں تھی۔۔۔نمو کی دگرگوں حالت دیکھ کر اسے عقیل پر غصہ بھی آیا مگر وہ خاصے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔

"عقیل۔۔۔ہوش میں رہو تھوڑا۔۔۔جو منہ میں آئے بکتے نا چلے جاؤ۔۔۔یہ سڑک پر گر گئی تھیں، ان کا بی پی لو تھا تبھی مجبوراً مجھے ان کی مدد کرنی پڑی۔۔۔یہ محض اتفاق ہے کہ تم عین وقت پر یہاں چلے آئے ورنہ۔۔۔"

"کیا ورنہ۔۔۔؟"عقیل اس کی بات کاٹتے ہوئے دھاڑا۔۔۔" ورنہ مجھے تم دونوں کی ملی بھگت کا پتا کیسے چلتا۔۔۔مجھے میرے جس بھی ہمدرد نے تم دونوں کے کالے کرتوت دکھانے کے لیے یہاں بھیج دیا، کم از کم ایک بات تو طے ہے کہ آج کے بعد عقیل مغل مزید بے وقوف نہیں بنے گا۔۔۔اب بس۔۔۔!"

نمو کو لگا اس کا وجود پرخچوں کی صورت ہوا میں تحلیل۔ہونے کو ہے۔۔۔زبان لکنت زدہ سی بل کھائے جا رہی تھی۔۔۔وہ بمشکل خوفزدہ سی عقیل کے پاس آئی اور دونوں ہاتھ اس کے آگے جوڑ کر بولی۔۔۔

"مجھ سے کیسی بھی قسم اٹھوالو عقیل۔۔۔میں بے وفا نہیں۔۔۔مجھے دھوکے سے یہاں بلوایا گیا ہے۔۔۔میں تو تمہیں ڈھونڈ نے نکلی تھی۔۔۔جب کہیں نہیں ملے تو پریشانی سے میری طبیعت بگڑ گئ۔۔۔اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں۔۔۔!"

آنسو ایک تار اس کی آنکھوں سے بہتے ٹھوری پر اٹکتے اور نیچے گرتے چلے جا رہے تھے۔۔۔عقیل نے چند ثانیے اس کے روتے بے ضرر چہرے کو دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔۔۔ایک کے بعد ایک لگاتار کئ تھپڑوں کی گونج یہاں سے وہاں پھیل گئ تھی۔۔۔عادل پاشا یک بیک آگے بڑھا اور عقیل کا ہاتھ ایک جھٹکے سے روک کر پرے جھٹک دیا۔۔۔نمو نے یہ دیکھا تو چیل کی طرح جھپٹ کر اس کے گریبان کو تھاما اور جھنجھوڑ کہنے لگی۔۔۔

"مت روکو اسے۔۔۔مارنے دو۔۔۔تم کون ہوتے ہو میرے شوہر کا ہاتھ پکڑنے والے۔۔۔یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔تم ہو اس ساری بربادی کی وجہ۔۔۔کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔کیا مطلب ہے تمہیں مجھ سے۔۔۔آخر ایسا کون سا انتقام لینا تھا تمہیں جو میرا ہنستا بستا گھر اجاڑ رہے ہو۔۔۔مجھ پر ترس کھاؤ۔۔۔ہمیں ہمارے حال پر کیوں نہیں چھوڑتے تم۔۔۔؟" ہذیانی کیفیت میں چلا چلا کر کہتی وہ عادل پاشا کو قابل رحم لگی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا عقیل ایک دم آگے بڑھا اور نمو کو بازو سے کھینچتا ساتھ لے جانے لگا۔۔۔

"بند کر اب یہ ڈرامے۔۔۔آج سے تیرے سب کھیل ختم۔۔۔گھر چل۔۔۔اب فیصلہ ہو گا۔۔۔لیکن سب کے سامنے۔۔۔!"

اور نمو بے جان گڑیا کی مانند اس کے ساتھ گھسٹتی گھر آئے ہوئے مہمانوں کا سوچ کر ہی دل میں دعا کرنے لگی کہ اسے یہیں موت آجائے۔۔۔ایسی بدنامی سے اچھا تھا کہ اس کا قصہ تمام ہو۔۔۔!

عادل پاشا نے لاچاری سے پل پل نظروں سے اوجھل ہوتی ناعمہ کو دیکھا جس کی حالت ایسے بچے کی سی لگ رہی تھی جو سر بازار نا قابل معافی حرکت کر بیٹھا ہو اور اب اپنے باپ کے ساتھ گھر جاتے اسے پٹائی کا خوف تیز چلنے نا دیتا ہو۔۔۔جب عقیل مغل اور ناعمہ پاشا گلی کا موڑ مڑ گئے تو عادل پاشا کے چہرے کے افسردہ تاثرات کسی گرگٹ کی طرح بدلے تھے۔۔۔کمینگی سے ہنستے ہوئے وہ زیر لب بڑبڑایا۔۔۔

"کھیل ختم۔۔۔!"

اب اسے جلد از جلد تراب الحسن کا مکان چھوڑنا تھا جہاں وہ پچھلے آٹھ ماہ سے قیام پذیر تھا۔۔۔اس کا کام اسی فیصد مکمل ہو گیا تھا۔۔۔باقی بیس فیصد بس ہوا ہی چاہتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

گیٹ کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھل کر دیوار کے ساتھ ٹکرا گیا تھا۔۔۔صحن میں دو دو تین تین کی ٹولیوں میں بیٹھے مہمان ہکا بکا آنے والوں کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔۔۔عقیل نمو کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا اندر لا رہا تھا اور اندر لاتے ہی زوردار جھٹکے سے اس نے اسے نیچے فرش پر پٹخ دیا تھا۔۔۔نیم مردہ نمو دھپ زوردار آواز کے ساتھ گری تھی۔۔۔اس کی جھکی گردن اوپر نہیں اٹھی تھی۔۔۔لب خاموش اور آنکھیں بنجر تھیں۔۔۔سب حیران پریشان سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔ابھی تو نمو ہنستی چہکتی اندر کمرے میں گئی تھی اور زیادہ وقت بھی نا گزرا تھا کہ وہ بیرونی گیٹ سے عقیل کے ساتھ اس حال میں داخل ہو رہی تھی۔۔۔یہ خاصے اچنبھے کی بات تھی۔۔۔حاضرین میں سب سے پہلے عدیل بھائی اٹھے تھے اور عقیل کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھے تھے۔۔۔

" یہ کیا بے ہودگی ہے عقیل۔۔۔دماغ کیا بلکل ہی چل چکا ہے تمہارا۔۔۔اور نمو کو کہاں لے گئے تھے یوں منہ اٹھا کر۔۔۔وہ تو کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔۔۔!"

" میں کہیں نہیں لے گیا تھا اس بے حیا کو۔۔۔یہ نا جانے کس وقت آپ سب کی نظروں میں دھول جھونک کر گھر سے نکلی تھی اپنے یار سے ملنے۔۔۔رنگے ہاتھوں پکڑا ہے اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے۔۔۔وہیں زمین میں گاڑ آتا مگر گھر لایا ہوں تاکہ سب کو بتا سکوں ان کی چہیتی کی کرتوتیں۔۔۔!"

عقیل کے لہجے کی نفرت اور کرختگی اس قدر تھی کہ عدیل بھائی گنگ ہو گئے۔۔۔نمو کی ہر سانس اپنے تھم جانے کی دعائیں کرنے لگی۔۔۔ایسی ذلت اور رسوائی اس کا مقدر بنے گی بھلا کب گمان کیا تھا۔۔۔امی اور آمنہ دونوں انتہائی غصے سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور نمو کی جانب بڑھیں۔۔۔

" میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی عقیل جو اگر ایک لفظ بھی میری بیٹی کے بارے میں برا کہا تو۔۔۔" امی نے نمو کو بازوؤں کے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا تو یکدم اسے لگا جیسے وہ محفوظ پناہ گاہ میں پہنچ گئی ہو۔۔۔

" مجھ پر برسنے کی بجائے اپنی بیٹی سے پوچھیں کیا کر رہی تھی یہ اس عادل پاشا کے ساتھ۔۔۔کیوں گئی تھی یہ اس سے ملنے۔۔۔وہی عادل۔پاشا چاچی، جس کا رشتہ اس کے لیے تب بھی آیا جب یہ میری منکوحہ تھی۔۔۔کیا تعلق ہے اس کا اس کے ساتھ۔۔۔؟"

امی بے دم سی وہیں بیٹھ گئیں۔۔۔انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ عقیل جو کہہ رہا ہے اس میں صداقت ہے۔۔۔وہ ہر بات کی توقع رکھ سکتی تھیں سوائے نمو کی عادل پاشا میں دلچسپی کے۔۔۔اس شخص سے نمو کی نفرت کی وہ خود گواہ تھیں۔۔۔آمنہ نے ساری بات سن کر چور نظروں سے سب کو دیکھا۔۔۔سبھی کے چہرے شکوک و شبہات سے اٹے پڑے تھے۔۔۔وہ ماحول گرم دیکھ کر فوراً عقیل کے درپے ہوئی۔۔۔

"تم جیسے گھٹیا انسان کے قابل ہی نہیں تھی میری ہیرے جیسی بہن۔۔۔اتنی ہی بے اعتباری ہے تو لے جاتے ہیں ہم اسے اپنے ساتھ۔۔۔کوئی تعلق واسطہ نہیں رہنے دیں گے تم سے۔۔۔!"

"ہاں تو میں کون سا اسے رکھوں گا اب۔۔۔مجھے تو اس کے وجود سے گھن آرہی ہے۔۔۔میری طرف سے یہ فارغ۔۔۔"

"عقیل۔۔۔منہ بند کرا اپنا۔۔۔!" زلیخا چاچی برآمدے کا دروازہ تیزی سے کھولتی باہر آرہی تھیں۔۔۔انہوں نے عقیل کی بات سن کر بیچ میں ہی چلاتے ہوئے ٹوک دیا تھا۔۔۔امی نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔۔۔ہر ماں کی طرح وہ کب چاہتی تھیں کہ نمو کا گھر خراب ہو۔۔۔بھلے انہیں عقیل سے کتنے ہی شکوے شکایات تھے۔۔۔لیکن آئمہ کے منہ کے زاویے بگڑ گئے تھے اس مداخلت پر۔۔۔زلیخا چاچی نے قریب آ کر عقیل کو بازو سے تھام کر جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔۔۔

" تیرے ہی پردے ڈالتے ڈالتے وہ اس حال کو پہنچ گئی اور تو بے شرم اسی کو بے عزت کرنے چلا ہے۔۔۔تیری غیرت کہاں جا سوئی ہے عقیل۔۔۔تو ایسا تو نہیں تھا میرے بچے۔۔۔" زلیخا چاچی کی آواز بھرا گئی۔۔۔" مین گواہ ہوں کہ وہ تجھے ڈھونڈنے نکلی تھی۔۔۔اسے فون آیا تھا کہ تو نشے میں ڈوبا کسی پی سی او پر بدمعاشی کر رہا ہے۔۔۔صرف اس لیے کہ مہمانوں کے سامنے تیری سبکی نا ہو وہ تجھے لینے کے لیے میرے سامنے نکلی تھی۔۔۔خدا جانے اس سب میں کس کی سازش تھی جو تو اچھا بھلا ہوش میں یہاں کھڑا اس کی قسمت کا فیصلہ کر رہا ہے۔۔۔تجھے اندازہ کیوں نہیں ہو رہا عقیل کہ ایک طرف رانگ کال کر کے نمو کو تجھے ڈھونڈنے پر لگایا گیا تو دوسری طرف تو نے اسے باہر کسی اور کے ساتھ دیکھ کر غلط مطلب لے لیا۔۔۔تجھے پتا نہیں چل رہا کہ تیرا گھر پھونکنے چلا ہے کوئی۔۔۔تجھے نمو سے متنفر کرنے کے لیے کوئی چال چل رہا ہے۔۔۔ہوش پکڑ عقیل ہوش۔۔۔!"

" چاچی بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں عقیل۔۔۔کچھ گڑبڑ ہے۔۔۔رانگ کال۔کا آنا اور تمہارا پی سی او پر نا ملنا۔۔۔نمو کا عادل نامی اس شخص سے ٹکراؤ۔یہ اتفاقیہ نہیں ہے۔۔۔یہ سب پلاننگ کے تحت ہو رہا ہے۔۔۔!"

سب سے پہلے عدیل بھائی نے تائید کی تھی زلیخا چاچی کے موقف کی۔۔۔عقیل کی آنکھوں پر پردہ ہٹ بھی جاتا مگر اس بھرپور سین کا کلائمیکس دکھانے کی خاطر زرتاج بھابھی بھی میدان میں اتر آئی تھیں۔۔۔

" آپ کیوں اتنی طرفداری کر رہے ہیں نمو کی۔۔۔جناب آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ آپ کے بھائی کو بے وقوف بنایا جاتا رہا

ہے۔۔۔آئمہ کی بارات پر میں نے خود دیکھا تھا عادل پاشا کو نمو کو تھامتے ہوئے۔۔۔تب بھی یہ دونوں ایک دوسرے کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گم صم کھڑے رہے تھے کتنی دیر۔۔۔کڑیاں تو وہی پرانی ہیں اب جڑنے پر آئی ہیں۔۔۔ہونہہ۔۔۔آئے بڑے حمایتی۔۔۔!"

سالوں سے دل میں جمع ہوئی بلاجواز کڑھن زرتاج بھابھی نے آج کے لیے رکھی تھی شائد۔۔۔زرتاج بھابھی کی زبان سے پہلے دن سے خائف عدیل بھائی بے بسی سے اس بار بھی انہیں دیکھ کر رہ گئے۔۔۔وہ انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کرنے لگے۔۔۔زلیخا چاچی بھی زرتاج بھابھی کے لتے لینے پر اتر آئیں۔۔۔بات تو تو میں میں سے آگے بڑھنے پر تھی۔۔۔جب یکدم صحن میں عقیل کی آواز کی گونج نے سب کی آوازوں کو مدھم کر دیا۔۔۔سب کی نگاہیں اس کے چٹان سے سخت چہرے پر جم گئیں۔۔۔

"میں عقیل مغل بقائمی ہوش وحواس ناعمہ مغل کو طلاق دیتا ہوں۔۔۔طلاق دیتا ہوں۔۔۔طلاق دیتا ہوں۔۔۔!"

قیامت کی خاموشی تھی جو سارے میں پھیل گئی تھی۔۔۔ہر منظر روئی کے گالوں جیسا فضا میں تحلیل ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔۔۔تمام نفوس جیسے زندہ حالت میں پتھر بنا دیے گئے تھے۔۔۔پتھر کے یہ مجسمے اتنے خستہ تھے کہ ہوا بھی چلتی تو ان سے راکھ جھڑتی۔۔۔اس قدر اچانک اور بے یقین صورتحال تھی کہ دل ودماغ مان لینے سے انکاری تھے۔۔۔زلیخا چاچی بے دم ہو کر سب سے پہلے قریب پڑی کرسی پر بیٹھی تھیں۔۔۔عدیل بھائی شرمندہ سے اپنے ہی گریبان میں منہ چھپائے کھڑے رہ گئے تھے۔۔۔زرتاج بھابھی کو بھی کچھ پل اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا مگر جب آیا تو مزہ لیتیں واپس اپنی جگہ پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھ چکی تھیں۔۔۔آئمہ کو یہ قصہ اتنی جلدی نمٹنے کی امید نہیں تھی۔۔۔وہ باقی رشتے داروں کی ہمدردیاں بٹورنے کے لیے عقیل پر جھپٹ پڑی۔۔۔سبھی اسے برا بھلا کہے جا رہے تھے۔۔۔آوازیں رفتہ رفتہ بلند ہونے لگی تھیں۔۔۔روتی سسکتی ہوئی امی کی باہوں میں کب سے آنکھیں موندے سمائی نمو کی ہذیانی چیخیں یکدم بلند ہوئیں۔۔۔وہ حلق پھاڑ کر چلا رہی تھی۔۔۔بے تحاشا اور بے نقط۔۔۔!

امی نے اسے مزید خود میں بھینچ لیا۔۔۔اس کا قابو سے باہر ہوتا وجود انہیں سنبھالنا دوبھر ہو رہا تھا۔۔۔اس کے گلے میں خراشیں پڑ گئی تھیں مگر اس کا چیخنا چلانا کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔۔۔نا جانے اندر کا کون سا شور تھا جسے دبانے کی خاطر وہ اس طرح کا ردعمل دے رہی تھی یا پھر صدمہ ایسا شدید تھا کہ وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہی تھی۔۔۔جتنی خواتین اس وقت صحن میں موجود تھیں تمام کی آنکھیں اس دلخراش منظر پر بھر آئی تھیں۔۔۔کیسے چند ہی لمحوں میں ہنستی بستی نمو اجڑ گئی تھی۔۔۔اس پر غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔۔۔عقیل اسی وقت گھر سے نکل گیا تھا اور عدیل بھائی اس کے پیچھے گئے تھے۔۔۔آئمہ نا جانے کس گھڑی اندر جا کر کامران کو فون کر کے بلوا چکی تھی۔۔۔وہ کسی بھی وقت آنے والا تھا اور پھر نمو کو یہاں سے چلے جانا تھا۔۔۔زلیخا چاچی باقاعدہ سینے پر ہاتھ مار مار کر رو

رہی تھیں۔۔۔اس سارے منظر سے پرے برآمدے کے دروازے کی جالی سے چہرے ٹکائے تین سجے سجائے سہمے ہوئے بچے یہ سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔۔۔ان کے بھولے اور معصوم چہروں پر جو خوف رقم تھا اس پر کسی کا بھی دھیان نہیں جا رہا تھا۔۔۔کچھ غلط ہو گیا تھا، اس بات کا ادراک ماحور کو سب سے پہلے ہوا تھا۔۔۔وہ اپنی ماں کو ترسی ہوئی نظروں سے نانی کے بازوؤں میں نیم غشی کی حالت میں دیکھ رہی تھی مگر اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ بھاگ کر ماں کے گلے سے لگ جاتی۔۔۔سیف اور ریان ایک دوسرے سے لپٹے ٹکر ٹکر بس سب کو دیکھتے اور نظر واپس ماں پر آ کر ٹھہر جاتی۔۔۔جنت اس ساری قیامت سے بے خبر ابھی بھی لاؤنج میں کھلونوں سے کھیل رہی تھی جبکہ زونی وہیں چوسنی منہ میں ڈالے سو چکا تھا۔۔۔اس معصوم کو خبر بھی نا تھی کہ اس نیند کے بعد جب وہ جاگے گا تو ماں کا لمس اسے کبھی نصیب نہیں ہو گا۔۔۔!

کامران آیا اور شدید طیش کی حالت میں ہذیان بکتا ماں بہنوں کو ساتھ لے گیا۔۔۔مردہ سی نمو کو بمشکل سہارا دے کر تقریباً گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا۔۔۔اس وقت وہ اس قدر بے حال تھی کہ نا چادر کی ہوش تھی نا لباس کی۔۔۔اگر اس کے حواس ذرا سا بھی اس کا ساتھ دیتے تو یقیناً وہ اپنے یتیموں کی طرح کھڑے بچوں کو خود سے لپٹا لیتی۔۔۔جو برستی آنکھوں سے ماں کو نانی اور ماموں کے ساتھ جاتا دیکھتے رہ گئے تھے۔۔۔ماحور نے دونوں بھائیوں کو حوصلہ دیا تھا کہ ماں ابھی آ جائے گی۔۔۔پہلے بھی تو وہ نانی کے گھر جاتی ہے نا اور پھر شام کو واپس آ جاتی ہے، اب بھی آ جائے گی۔۔۔مگر وہ یہ بھول گئی تھی کہ پہلے وہ خود بھی ماں کے ہمراہ ہوتے تھے اس لیے واپس بھی آ جاتے تھے۔۔۔اب ماں اکیلی جا چکی تھی کبھی واپس نا آنے کے لیے۔۔۔!

رفتہ رفتہ سب مہمان چہ میگوئیاں کرتے جا چکے تھے۔۔۔صحن میں اب بس زلیخا چاچی اور ناہید آپا رہ گئی تھیں۔۔۔اور جالی کے دروازے کے پار پانچ چھوٹے چھوٹے بچوں کی قسمت جس میں درج کٹھنائیوں، مشکلوں اور تکلیفوں کا آغاز آج سے، ابھی سے ہو چکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

بہت دھیرے سے زلیخا دادی نے لاؤنج کی صحن کی طرف کھلنے والی کھڑکی بند کر دی تھی۔۔۔وہ بہت تھک گئی تھیں۔۔۔ان کے چہرے کی ہر جھری میں آنسو منہ چھپائے گھسے تھے۔۔۔وہ نا ماحور کا چہرہ دیکھ رہی تھیں نا سیف اور ریان کی اور دھیان تھا۔۔۔بس یادوں کی پٹاری تھی اور وہ تھیں جو اس میں سینت سینت کر رکھی ہر اچھی بری یاد کو ایک ایک کر کے باہر نکالتی رہی تھیں۔۔۔قطرہ قطرہ رات بیت گئی تھی اور ماضی کا سمندر تھا جو بہتا رہا تھا۔۔۔

"نمو تو چلی گئی ۔۔۔کسی نے نا جانا کہ اس پر کیا بیت گئی ۔۔۔بس سب کو یاد رہا تو فقط یہ کہ وہ پانچ بچے چھوڑ گئی ۔۔۔عقیل کی ناعاقبت اندیشی نے سب کو رول دیا ۔۔۔یہاں سے جاتے ہی وہ اس شدت کی بیمار ہوئی کہ جان کے لالے پڑ گئے ۔۔۔وہ کیا کہتے ہیں نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا اس کا ۔۔۔وہ بچوں کے لیے دن رات روتی تھی ۔۔۔مجھے فون کر کے منتیں کرتی تھی اور میں عقیل کے ترلے کرتی تھی کہ ایک بار مجھے بچوں کو لے جانے دے اس سے ملوانے کے لیے ۔۔۔مگر وہ ایسا پتھر دل نکلا کہ بچوں کی شکل تک کے لیے ترسا دیا اس نے نمو کو ۔۔۔میرے بار بار اصرار پر مجھ سے بھی الجھ پڑا اور میرا داخلہ بھی اپنے گھر بند کر دیا ۔۔۔ایسا نا ہنجار نکلا کہ نا خود خیال رکھ سکا نا ماں کے پاس جانے دیا تم لوگوں کو ۔۔۔نمو کی ماں اور بھائی الگ غصے سے لال پیلے ہوئے رہتے ان کا بس چلتا تو وہ عقیل اور اس کی اولاد کو کہیں دور پھنکوا دیتے جہاں سے نمو کو ان کی خوشبو بھی نا ملتی ۔۔۔وہ نیم پاگل سی سارا سارا دن اپنے گھر کے برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے بیٹھے گزار دیتی ۔۔۔اسے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ عقیل اسے طلاق دے بیٹھا ہے، وہ ابھی بھی اسی خوش فہمی میں تھی کہ ایک دن عقیل کا دل نرم ہو جائے گا اور وہ اسے بچوں کی صورت دکھا دے گا ۔۔۔مگر ایسا کوئی دن نا آیا ۔۔۔میرے واپس کینیڈا جانے کے دن قریب تھے اور تم لوگوں کو دیکھ دیکھ کر میرا کلیجہ منہ کو آتا تھا ۔۔۔اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں یہیں رک جاتی مگر میری اولاد بھی خود سر ہو چکی تھی پھر شوہر بھی پردیس میں تھے، مجھے واپس جانا ہی تھا ۔۔۔عدت پوری ہوتے ہی آئمہ کا شیطان ایک بار پھر جاگا اور اس بار وہ عادل پاشا کا رشتہ نمو سے کرانے میں کامیاب ہو گئی ۔۔۔میرا دل بری طرح ٹوٹ گیا ۔۔۔واپس جانے سے پہلے آخری بار نمو سے ملنے گئی تھی میں تو تب بھی اسے چپ ہی لگی ہوئی تھی ۔۔۔مٹی کے مادھو کی طرح جس طرف موڑتے مڑ جاتی ۔۔۔عادل پاشا نکاح کر کے اسے ملک سے باہر لے گیا ۔۔۔بچوں سے دور کرنے کی یہ عملی کوشش بہت جان لیوا تھی مگر وہ جیسے ہر احساس سے عاری ہو گئی تھی ۔۔۔جس دن مجھے جانا تھا، میں زبردستی عدیل کو ساتھ لے کر ملنے چلی آئی تھی تم لوگوں سے ۔۔۔کملائی ہوئی شکلیں ۔۔۔ماحول کا جلا ہوا تھا اور سب بچوں کے میلے اور گندے کپڑے دیکھ کر بے حد روئی تھی ۔۔۔ماں ہوتے ہوئے بھی بن ماں کے ہو گئے تھے بچے ۔۔۔عقیل نے اب چرس کا نشہ کرنا شروع کر دیا تھا ۔۔۔میں عدیل کو تم لوگوں کا خیال رکھنے کا کہہ کر پردیس سدھاری ۔۔۔کافی مرتبہ وہاں سے فون کرتی رہی تھی مگر پھر عقیل نے نمبر ہی بند کروا دیا ۔۔۔بس عدیل سے ہی خیر خبر مل جاتی تھی ورنہ زندگی ادھیڑ گئی تھی سب کو ۔۔۔تتر بتر ہو گیا تھا سب ۔۔۔تم لوگ سوچتے رہے کہ ماں چھوڑ گئی مگر سچ تو یہ ہے کہ اس سارے قصے میں سب سے زیادہ سزا نمو اور عقیل نے پائی ۔۔۔ایک کا کچھ بھی قصور نا تھا جبکہ دوسرا اپنی کم عقلی اور جذباتی پن کی سزا آج تک بھگت رہا ہے ۔۔۔!"

کون کہتا ہے آنسو محض آنکھ سے بہتے ہیں۔۔۔آنکھ تو بہانا ہے ورنہ دکھ کی کیفیت میں انسان کا پور پور پانی بن کر بہتا ہے۔۔۔پگھلا ہوا موم بن جاتا ہے جو تپش سے گھلتا تو جاتا ہے مگر ٹھنڈا ہو کر دل۔پر جمتا جاتا ہے۔۔۔!

کون کس سے نظر چرا رہا تھا،کون کس سے منہ چھپا رہا تھا۔۔ پتا نہیں۔۔۔!بس اتنا ہوا تھا کہ آج کی اس عدالت میں کٹہرے میں کھڑا ماں نامی بے نامی وجود بہت سے الزامات سے بری ہو گیا تھا۔۔شکوہ رہا تو بس اتنا کہ کبھی تو،کہیں تو، کیسے بھی ،جیسے بھی آ کر پوچھتیں تو سہی۔۔۔ماحور صوفے پر سر کی پشت ٹیکے سو گئی تھی۔۔۔چہرے پر آنسوؤں کے نشانات خشک ہو کر لکیریں چھوڑ گئے تھے۔۔۔سیف اور ریان اس کے دائیں بائیں کاندھوں پر سر رکھے پرسکون نیند میں تھے۔۔۔زونی اور جنت صوفوں پر ہی آڑے ترچھے سوئے پڑے تھے۔۔۔زلیخا دادی نے سبھی کے اوپر کھیس اوڑھائے اور بنا آواز لائٹ آف کر کے کمرے میں چلی گئیں۔۔۔اگر ایک بار بھی نظر اٹھا کر دیکھ لیتیں تو لاؤنج کے ساتھ بنے چھوٹے سے باکس روم کے ملگجے اندھیرے میں ایک شخص دیوار سے لپٹا سسکتا ہوا دکھائی دیتا۔۔۔جس کے پچھتاوے اسے نشے کے گہرے سمندر میں غرق کیے رکھتے تھے مگر وہ ہر بار ابھر آتا تھا اور پہلے سے زیادہ تکلیف سے دوچار ہو جاتا تھا۔۔۔زندگی میں ایک ہی محبت کی تھی اور اسی کا خراج آج تک ادا کر رہا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

عاقب بھائی اور رائنہ ان سب کو زلیخا دادی سمیت پکنک پوائنٹ پر لے آئے تھے۔۔۔ماحور اور اس کے بہن بھائی حقیقت جاننے کے بعد جس جذباتی اتار چڑھاؤ کا شکار تھے اس سے وقتی طور پر انہیں نکالنے کا یہ بہترین حل تھا کہ تفریح کے ذریعے دماغوں کو سکون پہنچایا جائے۔۔۔

ماحور نہر کنارے اپنے پاؤں پانی میں ڈالے بیٹھی تھی۔۔۔پانی کی ٹھنڈک نے اس کے اعصاب پر بہت خوشگوار اثر ڈالا تھا ورنہ گھر میں زونی اور جنت کو لے کر چلتی ٹینشن نے اس کے اعصاب خاصے کشیدہ کر رکھے تھے۔۔۔زلیخا دادی سے ساری روداد سن کر جیسے حالات کا رخ ہی بدل گیا تھا۔۔۔اب تک جس کہانی کا اختتام پڑھ کر اس نے آغاز کو غیر اہم جان کر چھوڑ رکھا تھا،اب آ کر اسے ادراک ہوا کہ آغاز ہی تو کہانی تھی۔۔۔وہی تو سارا قصہ تھا۔۔۔ماں کے لیے دل میں جلتے نفرت کے الاؤ پر یکدم کسی نے ٹھنڈا ٹھار پانی پھینک دیا تھا۔۔۔اس نے اپنی ماں کے لیے اتنے دن سے دل میں امڈتے نرم گرم جذبات سے دانستہ نگاہ چرا رکھی تھی ورنہ جی چاہتا تھا کہ سینے میں منہ چھپا کر اتنا روئے کہ بچپن سے لے کر اب تک کے تمام دکھوں کی کالک دھل جائے۔۔۔مگر اسے خود پر قابو پانے کی عادت تھی۔۔۔وہ کمپوزڈ رہنا جانتی تھی لیکن زونی اور جنت نہیں جانتے تھے۔۔۔وہ دونوں ماں سے ملنا چاہتے تھے اور

بغیر روک ٹوک کے ملنا چاہتے تھے۔۔۔ٹیبز والے معاملے کے بعد ناعمہ پاشا کا ماحور کے سیل پر فون آیا تھا۔۔انہوں نے معذررت کی تھی کہ انہیں واقعی اتنے چھوٹے بچوں کو ایسے گیجیٹس نہیں مہیا کرنے چاہیے تھے مگر وہ خود کو روک نہیں پائیں تھیں کیونکہ زونی اور جنت سے پہلی بار ان کے سکول ملنے جانے پر فرمائشوں کی ایک طویل لسٹ تھی جوان دونوں نے بڑے مان اور چاؤ سے ماں سے کی تھیں۔۔۔وہ تو اسی بات پر بے حد خوش تھیں کہ تھوڑی سی جھجھک کے بعد وہ ناصرف ان سے فرینک ہو گئے تھے بلکہ جب انہوں نے پہلی دفعہ ان بچوں کو گلے سے لگایا تھا تو وہ ترسے ہوئے انداز میں ان کے سینے میں سما گئے تھے۔۔۔اس کے بعد وہ کئی بار ان سے ملنے وقفے وقفے سے سکول جا رہی تھیں۔۔۔اکثر انہیں پرنسپل کی اجازت سے کہیں باہر بھی لے جاتیں اور جیسے ہی آف ٹائم ہوتا تو واپس سکول چھوڑ دیتی تھیں۔۔۔انہیں اندازہ نہیں تھا کہ پرنسپل ماحور کو انفارم کر دے گا ورنہ شائد وہ احتیاط برتتیں۔۔۔جو بھی ہوا تھا ایک لحاظ سے بہتر ہو گیا تھا کہ اس بہانے زلیخا دادی کے منہ سے سچ نکلا اور بچپن سے ان بچوں کے دل میں لگیں گرہیں کھل پائی تھیں۔۔۔وہ اب ماحور، سیف اور ریان سے ملنا چاہتی تھیں۔۔۔جی بھر کر انہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔۔۔انہیں چومنا چاہتی تھیں۔۔۔محبتوں کا وہ خزانہ جسے دل میں دبائے وہ اتنا عرصہ گزار آئی تھیں اب اس کے کواڑ کھول دینے کا وقت تھا۔۔۔ماحور نے انہیں وقت دے دیا تھا۔۔۔دو دن بعد دوپہر کو اس نے اپنی ماں کو گھر پر لنچ کی دعوت دی تھی۔۔۔یہ وہ پہر ہوتا تھا جب عقیل مغل گھر کبھی بھی نہیں ہوتے تھے اور اگر ہوتے تو نشے میں دھت پڑے ہونے کی وجہ سے ڈھول پیٹنے پر بھی نا جاگتے۔۔۔عقیل مغل کا خیال آتے ہی اس کے دل میں ان کے لیے دکھ بھر گیا۔۔۔جب سے اسے اپنے ماں باپ کے ماضی کی خبر ہوئی تھی، وہ یہی سوچتی تھی کہ قصوروار کس کو ٹھہرائے۔۔۔بابا کو؟ جنہوں نے نمو سے بے تحاشا محبت کی مگر اعتبار نا کیا۔۔۔جنہوں نے اپنی محبت کو تصرف میں لانے کے بعد گھر میں کسی فالتو چیز کی طرح رکھ چھوڑا تھا۔۔۔یا پھر اپنی ماں کو جن کی ذرا سی بے احتیاطی سے سب کی قسمتیں پلٹ گئی تھی۔۔۔اور پھر اسے وہ دونوں ہی بے قصور لگتے۔۔۔سارے فساد کی جڑ ایک ہی شخص دکھائی دیتا تھا اور وہ تھا عادل پاشا۔۔۔!وہی تھا جس کی پے در پے چلی چالوں کا شکار اس کے ماں باپ کا رشتہ ہوا اور سب بکھر کر رہ گیا۔۔۔اس سب میں ان بہن بھائیوں کو بے حد سہنا پڑا تھا۔۔۔!

"آگے کا کیا سوچا ہے تم نے ماہی۔۔۔؟" رائنہ ایک دم سے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولی تو اس کی لا متناہی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹ گیا۔۔۔اس نے ایک نظر رائنہ کو دیکھا اور ذرا سا رخ پھیر کر پیچھے کافی فاصلے پر بیٹھے اپنے بہن بھائیوں کو جو عاقب بھائی کے ساتھ فٹ بال کھیل رہے تھے۔۔۔زونی اور جنت بیڈمنٹن سے شغل کر رہے تھے۔۔۔زلیخا دادی اور ناہید آنٹی اپنے قصوں

میں مشغول تھیں۔۔۔وہ ایک طویل سانس بھرتے ہوئے بولی۔۔۔

"ابھی تو دماغ ماؤف ہے یار۔۔۔ماں کا رشتہ بڑا عجیب ہوتا ہے رائنہ۔۔۔ماں ایسا کاسہ ہے جس میں چاہے سبھی کھوٹے سکے پڑے ہوں پھر بھی وہ اولاد کے لیے سونے سے بھرے تھال کی طرح قیمتی ہوتی ہے۔۔۔کم از کم میرے لیے تو ایسا ہی ہے۔۔۔میں خود کو ان سے جبراً نفرت پر مجبور کرتی آئی ہوں آج تک۔۔۔مگر مجھے کبھی ان سے نفرت ہو نہیں سکی۔۔۔اب جب وہ ایک دم سے سامنے آ گئی ہیں تو دل کرتا ہے کہ اب میں بھی ان کی گود میں سر رکھ کر رو لوں۔۔۔!" وہ اپنی آنکھوں میں امڈتی نمی کو چھٹکتے ہوئے بولی تو رائنہ نے اسے خود سے لگا لیا۔۔۔وہ اس کا دکھ سمجھ سکتی تھی اسی لیے تو اس نے ایک دن ماحور کی غیر موجودگی میں زلیخا دادی کو مجبور کیا تھا کہ وہ انہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیں تا کہ یہ بچے اپنی ماں کے قریب آ سکیں۔۔۔وہ اس کی ایسی مخلص سہیلی تھی جو کسی بہن کی طرح اس کے دل کا درد جان کر مداوا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔۔۔!

رائنہ اس کا دھیان بٹانے کے لیے ابرش کا قصہ لے کر بیٹھ گئی تھی جس کے ذکر پر ماحور کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔۔۔وہ اسے بتا رہی تھی کہ ابرش، سالک پاشا سے ملاقات کر کے اس سے اکیلے میں ملنے کی اپنی دلی حسرت پوری کرنے والی ہے۔۔۔رائنہ اس کی بات سن کر ہنس دی۔۔۔وہ دونوں ابرش کے لیے دعاگو تھیں بھلے سے سالک پاشا سے عادل پاشا کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ماحور کو چڑ تھی یا شاید نفرت، اس کے باوجود وہ دل سے چاہتی تھی کہ ابرش کو اس کی منزل مل جائے۔۔۔وہ کسی حسرت کا روگ دل میں نا پالے۔۔۔مگر ابرش بے خبر تھی کہ کچھ حسرتیں پوری ہونے پر آئیں تو بڑا دکھ دیتی ہیں۔۔۔!

☆......☆......☆

اپنے کمرے میں نیم دراز سالک پاشا کے ہاتھ میں اس وقت ماحور کا بریسلٹ تھا۔۔۔وہ اتنی پریت اور لگن سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے کرنے کو یہی ایک کام سب سے زیادہ ضروری ہو۔۔۔اس عام سے بریسلٹ کو بس اس جاناں کا لمس ہی تو عطا ہوا تھا اور سالک کے لیے خاص ہو گیا تھا۔۔۔ماحور نے اسے بچہ بنا ڈالا تھا جو اپنے من پسند کھلونے کو رات کو سوتے وقت بھی سینے سے لگا کر سوتا ہے بالکل ویسے ہی سالک پاشا بھی اس بریسلٹ کو مٹھی میں بھینچ کر سوتا تھا۔۔۔اس نے کروٹ لی اور کھڑکی کے باہر سے نظر آتے چاند کو دیکھا۔۔۔اس کا بہت دل کرتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ہو کہ وہ اور ماحور دونوں مل کر اس کھڑکی سے چاند تکا کریں۔۔۔ماحور اس چاند کو اور وہ اپنے چاند کو۔۔۔!

ایک خوبصورت مسکراہٹ سالک کے ہونٹوں پر بکھر گئی۔۔۔اس کے موبائل پر ہونے والی تھرتھراہٹ نے اس کا

دھیان بھٹکایا۔۔کہنی کے بل اٹھتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل سے سیل فون اٹھایا اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔ماحور کی کال تھی اور اب تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے کال کی ہو ،ہمیشہ میسج پر بات ہوتی تھی۔۔۔! کال بس اس نے خود چند بار کی تھی مگر وہ کبھی پک نہیں کرتی تھی۔۔۔سالک پاشا نے ایکسائیٹڈ ہوتے ہوئے اس کی کال ریسیو کر لی تھی۔۔۔دوسری طرف چند پل کی مکمل خاموشی نے خود سالک کے دل کی دھڑکنوں میں شور برپا کر دیا تھا۔۔اس نے اپنے لہجے میں زمانے بھر کی مٹھاس سموتے ہوئے ہیلو کہا تو دوسری طرف سے جواب میں فورا اسلام داغ دیا گیا تھا۔۔سالک کے چہرے کے تاثرات فورا تبدیل ہوئے تھے۔۔۔یہ ماحور کی آواز ہرگز نہیں تھی۔۔۔وہ حیرت زدہ تھا کہ ماحور کے نمبر سے اسے کس کی کال آسکتی ہے۔۔اس نے اپنے لہجے کو ہموار رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

”جی آپ کون۔۔۔کس سے بات کرنی ہے آپ کو۔۔۔؟“

دوسری طرف ابرش کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا مگر وہ سالک پاشا کے مزاج کے سبھی رنگوں کو جاننے لگی تھی اور بے نیازی تو اس کا سب سے نمایاں رنگ تھا۔۔۔

”اس نے کون سا مجھ سے کبھی بات کی ہے جو میری آواز سنتے ہی پہچان جائے۔۔۔اور ویسے بھی محتاط تو وہ ہمیشہ سے ہے۔۔۔“ ابرش نے فورا دل میں خود کو توجیہہ دی اور نارمل ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

”جی یہ میں ہی ہوں۔۔۔ابرش راٹھور۔۔۔کیسے ہیں آپ۔۔۔؟“

”میں فٹ ہوں۔۔۔کہیے کوئی خاص کام تھا۔۔۔ایکچوئلی میں اس نمبر پر آپ کو ایکسپیکٹ نہیں کر رہا تھا۔۔۔!“

ابرش کے سر پر سے گزر گئی تھی اس کی بات۔۔۔اس نے حیرانی سے سیل کان سے ہٹا کر اسے گھورا۔۔۔” پھر کیا پاپا کو ایکسپیکٹ کر رہا تھا یہ۔۔۔“ زیر لب بولتے ہوئے اس نے فون دوبارہ کان سے لگایا۔۔۔دوسری طرف سالک پاشا جی ہی جی میں پریشان ہو رہا تھا کہ ماحور خود اس سے بات کیوں نہیں کر رہی۔۔۔آخر ابرش کے تھرو کیا کہلوانا چاہ رہی تھی وہ۔۔۔

” میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں سالک۔۔۔کل میریڈئین ہوٹل میں ،میں شام چھ بجے آپ کا ویٹ کروں گی۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔!“ ابرش نے ایک سانس میں بات مکمل کر کے فون بند کیا جیسے سالک پاشا یہیں سے باہر نکل آئے گا۔۔۔لمبے لمبے سانس لے کر وہ خود کو نارمل کرتی دھپ سے بیڈ پر گری تھی۔۔۔کل شام تک کی گھڑیاں اسے سولی پر لٹک کر گزارنی تھیں۔۔۔!

سالک نے اچنبھے سے بند فون کو دیکھا اور اسے ہونٹوں سے ٹکائے سوچ میں گم تھا۔۔۔

"ایسی کیا بات ہے جو ماحور خود مجھ سے نہیں کر رہی۔۔۔اور رات کے اس پہر اس کا سیل ابرش کے پاس کیوں ہے۔۔۔کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوگئی۔۔۔بھلا ابرش مجھ سے مل کر کیا کہنا چاہ رہی ہے۔۔۔ہممممم! ٹھیک ہے کل مل کر دیکھتے ہیں کیا مسئلہ ہے" وہ خود کو مطمئن رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔لیکن اس کے دل میں وسوسے سر اٹھانے لگے تھے۔۔۔وہ ہمیشہ سے بڑا پریکٹیکل مرد رہا تھا۔۔۔اب آ کر محبت نے اسے ایسا باندھا تھا کہ وہ اکثر و بیشتر وہم کا شکار ہونے لگا تھا۔۔۔کچھ ہی وقت جاتا تھا جب اسے احساس ہونے والا تھا کہ ہر خیال وہم نہیں ہوتا، کچھ حقیقت بن کر سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔۔۔!

☆......☆......☆

بڑے خوبصورت ہلکے رنگوں کے نفیس سے لباس میں ملبوس ابرش راٹھور سہج سہج سیڑھیاں اترتی مسز راٹھور کے پاس آ کر رکی۔۔۔کندھے پر خوبصورت برانڈڈ بیگ لٹک رہا تھا۔۔۔نو میک اپ لک میں بھی وہ غضب کی دلکش لگ رہی تھی۔۔۔مسز منصور نے اس کا سرتاپا جائزہ لیا اور خوشگواریت بھرے لہجے میں پوچھا۔۔۔

"آج کہاں کی تیاری ہے میری بیٹی کی جو ایسا نکھرا نکھرا سا چہرہ مجھے بھی دکھائی دیا ورنہ مجھے تو شک ہی رہتا ہے کہ نا جانے روزانہ منہ بھی دھو کر آفس جاتی ہو یا نہیں۔۔۔!"

ابرش جو ماما کے تعریفی کلمات سن کر یکدم خوش ہوئی تھی آخری جملے پر جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔۔۔ابرو اچکاتے ہوئے دھپ سے قریب ہی صوفے پر بیٹھی اور بولی۔۔۔

"آپ مجھے کبھی بھی خوش ہونے نہیں دیتیں ماما۔۔۔ہمیشہ میری تعریف بھی کریں گی تو اسے بھی میری خامیوں کا ریپر چڑھا دیں گی۔۔۔رئیلی ان فیئر ماما۔۔۔!"

"مذاق بھی نہی کر سکتی کیا میں تمہارے ساتھ۔۔۔اور ویسے تم مانو یا نا مانو جب سے ماحور کے ساتھ تمہاری دوستی ہوئی ہے، تم میں بہت سے پازیٹو چینجز آئے ہیں۔۔۔سب سے بڑی بات تم ذمہ دار ہوگئی ہو۔۔۔!"

"آپ کی بات سن کر آنا تو مجھے غصہ چاہیے مگر میں ایک حقیقت پسند لڑکی ہوں۔۔" ابرش نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔۔۔" واقعی ماہی بہت اچھی اور حساس لڑکی ہے۔۔۔اس کی کمپنی کسی کو بھی بدل سکتی ہے مگر مزے کی بات یہ کہ اسے اپنی اس خوبی کا ادراک ہی نہیں ماما۔۔۔!"

"ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے جو بے لوث ہو کر اپنے فرائض نبھاتے ہیں۔۔۔بدلے میں کسی چیز کی چاہ نہیں رکھتے۔۔۔سچ

کہوں تو اگر ارسل کی انگیجمنٹ نا ہو گئی ہوتی تو میں ضرور ماحور کے لیے کوشش کرتی۔۔۔!"

مسز راٹھور کی بات پر ابرش نے حیرت سے انہیں دیکھا۔۔مانا کہ ماما اور پاپا کلاس کانشس نہیں تھے مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی ماں اس قدر کھلے دل کی ہوں گی۔۔۔اس نے توصیفی نگاہ ماں پر ڈالی تو مسز راٹھور اس کی نگاہوں کا مفہوم جان کر بولیں۔۔۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے بیٹا۔۔لوگ خاندانی ہوں تو کلاس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔تمہارے پاپا سیلف میڈ آدمی ہیں اور جب ابھی تم پیدا نہیں ہوئی تھی تو ہمارے حالات اتنے بھی اچھے نہیں تھے۔۔۔تمہارے پاپا اور میں بھی مڈل کلاس سے ہی تعلق رکھتے تھے۔۔۔یہ تو اللہ نے کرم کیا اور تمہارے پاپا کو بزنس میں کامیابی ملتی چلی گئی ورنہ ان کے دل میں آج بھی اپنی کلاس سے انسیت اور خلوص موجود ہے۔۔۔!"

ابرش کا دل اپنے ماں باپ کے لیے عقیدت سے بھر گیا۔۔وہ خوش قسمت تھی جسے اتنے وسیع القلب والدین ملے تھے۔۔۔اس کے والدین میں خودنمائی کا عنصر بلکل بھی نہیں پایا جاتا تھا۔۔وہ مسکراتے ہوئے بے دھیانی میں اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے شہادت کی انگلی مسل رہی تھی۔۔۔مسز راٹھور نے بغور اسے اور اس کی تیاری کو دیکھا اور لہجے کو سرسری بناتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"اچھا مجھے بتاؤ گی نہیں کہ کہاں جا رہی ہو۔۔۔!"

وہ واپس اپنے سابقہ سوال پر پلٹیں۔۔۔ابرش نے ان سے کبھی بھی کچھ نہیں چھپایا تھا مگر اس پل وہ بتاتے بتاتے ایک دم سے رک گئی۔۔۔

"بہتر ہے واپس آ کر بتاؤں۔۔۔ورنہ ماما نا جانے کیا سوچیں۔۔۔مجھے بتاتے ہوئے شرم سی آئے گی۔۔۔ہاں واپس آ کر بتانا ٹھیک رہے گا۔۔"اس نے دل میں سوچ اور بلاوجہ اپنے بیگ میں جھانک کر کچھ ٹٹولتے ہوئے بولی۔۔۔

"ایک چھوٹی سی گیٹ ٹوگیدر ہے ماما۔۔۔تین چار یونی فیلوز ہیں جن سے ملنا ہے۔۔۔زیادہ دیر نہیں لگے گی۔۔۔جلدی آجاؤں گی۔۔۔!"

"ٹھیک ہے مگر سیل سائلنٹ پر مت کرنا۔۔۔مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے اگر کال پک نا کرو تو۔۔۔تمہارے پاپا کہہ رہے تھے کہ سالک کی فیملی جلد ہی آنے والی ہے پرپوزل لے کر۔۔۔عادل صاحب نے خود ان سے کہا ہے۔۔۔اس لیے اب یہ سہیلیاں وغیرہ چھوڑو اور ذمہ دار بنو میری جان۔۔۔!"

ابرش کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔۔۔وہ اسی دشمن جان سے ملنے تو جا رہی تھی۔۔۔بس ایک بار وہ اس ملاقات کی

مٹھاس چکھنا چاہتی تھی۔۔۔مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ آج کے بعد اس کی زبان کا ہر ذائقہ کڑوا ہو جائے گا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ ٹھیک دس منٹ پہلے آ کر اس کارنر ٹیبل۔پر بیٹھ چکا تھا۔۔۔پہلی بار وہ بلاوجہ کنفیوژن کا شکار ہو رہا تھا۔۔۔ابرش کی کال کے بعد اس نے دوبارہ اس نمبر پر احتیاطاً نا تو کوئی میسیج کیا تھا نا ہی کال بیک۔۔۔!

کیونکہ اس کی سکس سینس کلک کر رہی تھی کہ اس وقت وہ نمبر ماحور نہیں ابرش یوز کر رہی تھی۔۔۔بہت سے واہمے تھے جو یکے بعد دیگرے اس کا سر کھانے چلے آ رہے تھے۔۔۔سچویشن کسی گڑبڑ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔۔۔وہ بے چینی سے کارنر ٹیبل پر بیٹھا کی چین سے کھیل رہا تھا۔۔۔ذرا ذرا سے وقفے سے وہ پاس رکھے گوبلٹ سے پانی کا گھونٹ بھی بھر لیتا تھا۔۔۔اس نے تیسری بار ارد گرد طائرانہ نگاہ ڈالی تو سامنے سے ابرش آتی دکھائی دی۔۔۔ہلکے کاسنی رنگ کے کرتے اور ٹائٹس میں وہ دمک رہی تھی۔۔۔سالک پاشا اس کے قریب آنے تک اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا۔۔۔کچھ بھی تھا یہ بات تو طے تھی کہ ابرش بلا کی جامہ زیب تھی۔۔۔یا شائد وہ حسین ہی اتنی تھی کہ ہر لباس اس پر جچتا تھا۔۔۔سالک نے اس پر سے نظر ہٹائی اور کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔۔۔ابرش بمشکل اپنی ٹانگوں کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔اب وہ دونوں آمنے سامنے تھے مگر ایک دم چپ۔۔۔سالک کو تو کوئی بات کرنا ہی نا تھی مگر ابرش کو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔۔۔وہ سالک کے پہل کرنے کے انتظار میں کبھی پلکیں جھپکاتی تو کبھی گراتی ہونق بنی ہوئی تھی۔۔۔

”ویسے تو اس کی چیٹ میں انگلیاں نان اسٹاپ چلتی ہیں اور اب جب میں آ گئی ہوں تو کیسے انجان بنا ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔۔۔لو بتاؤ بھلا خود ہی مجھ سے ملنے کو اصرار کر رہا تھا اور اس وقت ایسے پوز کر رہا ہے جیسے میں زبردستی گھر سے اغوا کر کے لائی ہوں اسے۔۔۔“سبکی کا احساس دباتے ہوئے ابرش دل ہی دل میں سالک کو کوس رہی تھی۔۔۔بیزاری کے تاثرات کو سلیقے سے چھپاتے ہوئے سالک نے گلا کھنکھار کر گفتگو کا آغاز کیا۔۔۔

”کہیے ابرش۔۔۔یوں ایک دم سے اچانک آپ نے ملنے کو کیوں بلایا۔۔۔اور آپ مجھے اپنے نمبر سے بھی تو کال کر سکتی تھیں نا۔۔۔!“

”اپنا نمبر۔۔۔؟ لو ہمیشہ اسی نمبر پر تو بات ہوتی ہے اور اسے پتا تو نہیں چل گیا کہ یہ بھائی کا نمبر ہے۔۔۔“ وہ دل میں اندازے قائم کرتی ہوئی ذرا خفا ہوئی۔۔۔اب اسے سالک پاشا کی بے نیازی خفت میں مبتلا کر رہی تھی۔۔۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔میرا ہی تو نمبر ہے یہ۔۔۔بھلا اب کیا کال کرنے کے لیے کوئی اور نمبر یوز کرتی۔۔۔؟" اس کے روٹھے روٹھے سے لہجے پر سالک بری طرح چونکا۔۔۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔۔" وہ ہکا بکا سا اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔۔۔لہجے میں کچھ کچھ خفگی سی در آئی تھی۔۔۔" یہ نمبر آپ کا کیسے ہوسکتا ہے بھلا۔۔۔کون بات کرتا ہے مجھ سے اس نمبر پر۔۔۔؟"

سالک کے انداز میں اتنی اجنبیت تھی کہ ابرش کو اپنا دل پاتال میں ڈوبتا محسوس ہوا۔۔۔خسارہ ہوگیا تھا۔۔۔یسا خسارہ جس سے وہ دونوں ہی اب تک لاعلم تھے۔۔۔وہ چند لمحے اس کے چہرے کے تاثرات سے اخذ کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ آیا وہ مذاق کر رہا تھا یا سنجیدہ ہے۔۔۔پھر اگلے ہی پل اس کے حواس بری طرح ڈگمگائے تھے۔۔۔اس کی زبان سے لکنت زدہ الفاظ نکلے۔۔۔

" میں اور کون سالک۔۔۔آپ۔۔۔آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پچھلے تین ماہ سے آپ مجھ سے چیٹ کرتے رہے ہیں۔۔۔وہ شعر و شاعری۔۔۔وہ پیار بھری گفتگو۔۔۔مستقبل کے سہانے سپنے۔۔۔آپ میرے ساتھ مل کر دیکھتے آئے ہیں۔۔۔اگر آپ مذاق کر رہے ہیں تو بہت ہی بے ہودہ مذاق ہے۔۔۔!"

سالک پاشا جامد تاثرات کے ساتھ اس کا چہرہ تک رہا تھا۔۔۔اس کے پیروں سے صحیح معنوں میں زمین کھسکی تھی۔۔۔اسے ماحور کو گھر ڈراپ کرنے کے وقت گاڑی میں اس کے انداز اور رویے کی بیگانگی کی وجہ اب معلوم ہو رہی تھی۔۔۔وہ گریز جسے وہ اس کی شرم و حیا سے منسوب کر رہا تھا دراصل اس کی لاتعلقی تھی۔۔۔وہ اتنے عرصے سے جس پر اپنی چاہتیں اور شدتیں لٹا رہا تھا وہ ماحور تھی ہی نہیں۔۔۔وہ ابرش تھی۔۔۔افففف! ڈیم فول۔۔۔اس کا دل کیا وہ اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔۔۔کوئی اس سے بڑا چغد بھی ہوگا کیا۔۔۔وہ اتنا امپریکٹیکل تو کبھی بھی نہیں رہا تھا۔۔۔وہ تو اپنی کالج اور یونی لائف میں کبھی ایسی چیٹ ویٹ کے چکروں میں نہیں پڑا تھا اور جب ایسا کیا بھی تو کیسے وہ بنا وائس کال کیے اتنے وقت سے ابرش سے بات کرتا رہا۔۔۔ایک پل کو بھی نا سوچا کہ یہ نمبر ماحور کے علاوہ بھی تو کسی کا ہوسکتا ہے۔۔۔جبکہ اس کی ماحور سے جس نمبر پر چیٹ شروع ہوئی تھی وہ یہ نمبر تھا بھی نہیں۔۔۔وہ دونوں ہاتھوں میں سر دیے ٹیبل پر کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔۔۔اس میں اس وقت ابرش کا سامنا کرنے کی سکت بھی نہیں تھی۔۔۔مگر اسے کچھ تو کہنا تھا۔۔۔بتانا تو تھا کہ ایسا کچھ بھی نہیں جو وہ سمجھ رہی ہے۔۔۔یہ سب ایک بہت بڑی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔۔۔" ہاں ٹھیک ہے۔۔۔میں ابرش سے سوری کر لیتا ہوں۔۔۔اسے بتا دیتا ہوں کہ میں ماحور سے محبت کرتا ہوں۔۔۔اور اب تک میں اس سے ماحور کے دھوکے میں بات کرتا آیا ہوں۔۔۔" یہ سوچ کر اس نے ایک گہری سانس اندر اتار کر ہمت مجتمع کی اور

سر اٹھا کر سامنے بیٹھی ابرش کو دیکھا۔۔لیکن اسے زوردار جھٹکا لگا۔۔وہاں ابرش نہیں تھی۔۔وہ جا چکی تھی۔۔اس نے ارد گرد نظریں گھمائیں تو وہ اسے ایگزٹ ڈور سے نکلتی دکھائی دی۔۔اس کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی اور سالک پاشا نے اسے ہاتھ میں تھامے ٹشو پیپر سے اپنی آنکھیں پونچھتے دیکھ لیا تھا۔۔وہ دوبارہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔۔ایسا تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا جیسا ہو گیا تھا۔۔تاسف اور افسوس نے اسے گھیرے میں لے لیا، ساتھ ہی نئی فکر بھی دل میں جاگ اٹھی تھی کہ ماحور کے ساتھ محبت کے جس سفر میں وہ اسے ہمراہ جان رہا تھا یکدم یک طرفہ رخ اختیار کر گئی تھی۔۔وہ ایک بار پھر سے صفر پر آ ٹھہرا تھا۔۔!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا کے دلی جذبات ماپنے کا کوئی آلہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی اس میں ناکام رہتا۔۔وہ اپنے پانچوں بچوں میں گھری اس وقت خود کو دنیا کی سب سے دولتمند عورت تصور کر رہی تھیں۔۔ماحور آنکھیں موندے ان کے سینے سے لگی تھی۔۔اس سے پہلے کتنی دیر زونی اور جنت میں لڑائی ہوتی رہی تھی۔۔دونوں ماں کے پہلو سے چپکے، ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔ناعمہ پاشا نے سیف اور ریان کو قریب بلا کر خود گلے سے لگایا۔۔دونوں محض ایک پل کو جھجکے تھے اس کے بعد ریان بچوں جیسا رویا تھا۔۔سیف ہمیشہ کی طرح مدبرانہ سا نم آنکھیں لیے ماں کا ہاتھ، ہاتھ میں تھامے بس لمس محسوس کرتا رہا۔۔جی بھر کر پیار کرنے کے بعد ناعمہ پاشا نے ایک کونے میں یہ منظر دیکھتی ماحور کو اشارے سے پاس بلایا۔۔وہ دھیرے دھیرے سے چلتی ناعمہ پاشا کے پہلو میں بیٹھ تو گئی مگر نگاہ اٹھا کر ماں سے ملا ئی نا گئی۔۔اتنے آنسو تھے جو سارا منظر دھندلا کیے دے رہے تھے۔۔ناعمہ پاشا نے پہلے ماحور کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں چوما اور پھر پیشانی کا بوسہ لے کر بڑی نرمی اور محبت کے ساتھ اسے بھینچ لیا۔۔درد کا درد سے رشتہ ہوتا ہے۔۔یہ ایک سینے سے دوسرے سینے تک سفر کرتا ہے۔۔بالکل محبت کی طرح اس کی لہریں احساس کی صورت اپنے ہونے کا پتا دیتی ہیں۔۔جس سے دل کا رشتہ ہو اس سے درد کا تعلق لازم ہوتا ہے۔۔ناعمہ پاشا کب بے خبر تھیں ماحور کی تکلیف اور اذیت سے۔۔انہوں نے تو ہر پل رگیں کاٹتی اذیت کا سامنا کیا تھا۔۔اولاد سے دوری ان کی زندگی کا جانکاہ صدمہ تھا جس سے وہ درحقیقت کبھی باہر آ ہی نہیں سکی تھیں۔۔ایک ملمع تھا جو عادل پاشا کے سامنے ہر وقت ان کے اوپر چڑھا رہتا تھا۔۔ذرا سی تنہائی ملتے ہی وہ بچوں کی یاد کے آنسو تکیے میں بہاتی تھیں۔۔تقدیر کے جس وار سے وہ جانبر ہو گئی تھیں وہ کاری ضرور تھا مگر انہیں موت نا دے سکا۔۔ورنہ اپنے بچوں سے ملنے کے کیسے کیسے جتن نا کیے تھے انہوں نے۔۔عقیل کی منتیں کروائیں، واسطے ڈالے تاوقتیکہ عادل پاشا انہیں پراپر پلاننگ کے تحت ملک سے باہر لے گئے جہاں کئی سال تک انہیں

واپسی کا مژدہ نہیں سنایا گیا۔۔۔وہ ایک ایک دن کا حساب رکھتی تھیں کہ اب ان کا فلاں بچہ اتنا بڑا ہو گیا ہوگا، فلاں ایسا ہو گیا ہوگا۔۔۔نو ماہ کا زونی ہمیشہ ان کے تصور میں نو ماہ کا ہی رہا جسے وہ گود میں لے کر کھیلتیں اور بہلاتیں تھیں۔۔۔کوئی ان سے پوچھتا تو سہی کہ ان پر کیا بیتی۔۔۔!

"امی۔۔۔!" ماحور کی آواز انہیں ماضی کے تکلیف دہ دور سے کھینچ لائی۔۔۔انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا اور بولیں

"جب تم چھوٹی تھی نا ماہی تو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے بہن بھائیوں کے بہت سے کام کر دیا کرتی تھیں۔۔۔سب کہا کرتے تھے کہ نموخواہ بیچاری بچی پر اتنا بوجھ ڈالے رکھتی ہے مگر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ شائد تمہاری ٹریننگ تھی۔۔۔قدرت نے تمہاری آزمائش کے لیے وقت سے پہلے تمہیں تیار کرنا شروع کر دیا تھا ورنہ دیکھو تو۔۔۔اتنے اچھے سے کیسے پال لیے تم نے اپنے بہن بھائی۔۔۔تم نے تو ہر معاملے میں مجھے مات دے دی میری جان۔۔۔!"

وہ روتے ہوئے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکاتے ہوئے بولیں تو اتنی دیر سے ہچکیوں پر بند باندھے ماحور آواز کے ساتھ اونچا اونچا رونے لگی۔۔۔

"امی آپ کو مات نہیں دی میں نے۔۔۔میں خود ہاری ہوں۔۔۔میری زندگی سے سکون، آرام اور توجہ ناپید ہوئی تو میں اس آزمائش پر پوری اتر سکی۔۔۔جب سب سو جاتے تھے تو میں راتوں کو جاگ کر روتے ہوئے آپ کو آوازیں دیا کرتی تھی۔۔۔مجھے آپ یاد آتیں تھیں۔۔۔ڈر، خوف اور غیر محفوظ ہونے کا احساس مجھے سونے نہیں دیتا تھا۔۔۔مجھے ماں کی گود چاہیے ہوتی تھی امی۔۔۔مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھولتا۔۔۔!"

ناعمہ پاشا نے اس کا سر نرمی سے اپنی گود میں رکھ لیا اور بالوں میں انگلیاں پھیر کر سہلانے لگیں۔۔۔ماحور کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔۔۔سب خاموش اور حیرانی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ان کی ماہی اپیا کبھی بھی اتنی جلدی نیند کی وادی میں نا اتری تھی۔۔۔وہ باقی بہن بھائی اور زلیخا دادی وہیں بیٹھے دھیمی آواز میں ماں سے باتیں کرتے رہے مگر ماحور کی نیند نہیں ٹوٹی تھی۔۔۔ماں کی آغوش میں سر رکھ کر سونے کی جو چاہ تھی وہ سکون بن کر اس کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔۔۔

"میں بہت جلد تم سب کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی میری جان۔۔۔تم ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہو گی ماہی بھلے اس بار مجھے عادل پاشا جیسی چٹان سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ کیوں نا ہونا پڑے۔۔۔!"

وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے دل ہی دل میں مصمم ارادہ باندھ رہی تھیں۔۔۔اب انہیں بھی بے حد جلدی تھی ماحور کو سالک پاشا کی دلہن بنانے کی۔۔۔انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ عادل پاشا سے بات کریں گی اور اگر وہ نا مانے تو سالک کے ساتھ خود بھی اس کے نئے بنگلے میں شفٹ ہو جائیں گی۔۔۔وہیں دلہن بنا کر لائیں گی اپنی بیٹی کو۔۔۔بہت رول لیا اپنے بچوں سے دور۔۔۔بہت سہہ لیا عادل پاشا کا جبر۔۔۔اب اور نہیں۔۔۔!

❁ ❁

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 9

زندگی تب بری نہیں لگتی جب آپ کو من چاہا نا ملے یہ تب بری لگتی ہے جب آپ من چاہے کے ہاتھوں دھتکارے جائیں۔۔۔وہ بھی سہہ جاتی اگر وہ یہ نا جان جاتی کہ سالک پاشا کسی اور کے دھوکے میں اس سے بات کرتا رہا تھا۔۔۔وہ بھی سہہ جاتی اگر اس نے سالک پاشا کے انداز اور لہجے میں کھلی حیرت، تاسف، بیگانگی اور اکتاہٹ نا محسوس کی ہوتی۔۔۔وہ سوچ لیتی کہ اس کی محبت میں اتنا دم خم ہی نہیں کہ سالک کے دل کو چھو پاتی مگر جس ادراک نے اسے نڈھال کر دیا تھا، اسے وہ سوچنا بھی نہیں چاہ رہی تھی لیکن وہ جونک بن کر اس کے رگ و جان سے چمٹ گیا تھا۔۔۔اس کی ساری ہمت، سارا مان چوس چوس کر اسے بے جان کیے دے رہا تھا۔۔۔اگر وہ نہیں تو کون۔۔۔؟ سالک پاشا کس کے دھوکے میں اس سے بات کرتا رہا تھا۔۔۔؟ اس کے علاوہ کون ہو سکتا تھا بھلا۔۔۔؟ صاف تھا سب مگر وہ اسے دھند کے پار رہنے دینا چاہ رہی تھی۔۔۔اس کے بے تابیوں کا امین تھا وہ، اس کی بے چینیوں کا گواہ۔۔۔یکدم کیسے اسے اجنبیت کی کھائی میں دھکیل گیا تھا۔۔۔وہ اس مان کا کیا کرتی جو محبت کے لبادے میں ملفوف تار تار ہوا پڑا تھا۔۔۔اذیت سی اذیت تھی۔۔۔گھٹن سی گھٹن تھی۔۔۔دھیرے دھیرے شکستہ قدموں سے وہ گھر میں داخل ہوئی تھی۔۔۔گاڑی پورچ میں کھڑی کرتے ایک دعا شدت سے مانگی تھی کہ اس کا ماں سے سامنا نا ہو۔۔۔قبولیت کی گھڑی تھی مسز منصور اس کے آنے سے محض آدھا گھنٹہ پہلے منصور صاحب کے ساتھ کہیں گئیں تھیں۔۔۔اس نے شکر کا کلمہ ادا کیا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔۔۔اسے یقین تھا کہ اگر ماما نے اسے دیکھ لیا ہوتا تو وہ خود پر کبھی قابو نا رکھ پاتی جو جوار بھاٹا دل میں ادھم مچا رہا تھا یکدم پھٹ کر اس کی ہستی کو تاراج کر جاتا۔۔۔وہ اکیلے میں رونا چاہتی تھی۔۔۔بالکل تنہا اپنی ذات کی بے مائیگی کا ماتم کرنا چاہتی تھی۔۔۔اس نے کمرے میں آ کر آئینے سے سجی دیوار کے سپاٹس آن کیے اور خود کو نیم وا لبوں سے یوں دیکھنے لگی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔۔۔اور وہ اپنا یہ شکستہ روپ پہلی بار ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔پھر یکدم وہ اپنے بیڈ کے ساتھ کمر ٹیکتے ہوئے نیچے قالین پر بیٹھتی چلی گئی۔۔۔اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں کانوں کے آویزے، کلائیوں سے گھڑی اور بریسلٹ اتارنے لگے۔۔۔اسے پتا بھی نہیں چلا اور آنسو ایک تواتر سے اس کا گریبان بھگوتے چلے گئے۔۔۔جب اس نے سامنے آئینے میں نگاہ اٹھا کر اپنے تر چہرے کو دیکھا تو جیسے خود پر باندھا

ہر بند توڑ ڈالا۔۔۔وہ اس قدر بلک بلک کر روئی کہ آنسوؤں کو اس پر ترس آگیا۔۔۔وہ کس کس بات پر نا روتی۔۔۔اپنے ناچاہے جانے پر، اپنے اتنے قیمتی جذبات اور احساسات کے بے مول ہو جانے پر، سالک پاشا کی بے اعتنائی پر، اس کے بے رحمی سے سنائے جانے والے فیصلے پر یا پھر یہ کہ وہ جان گئی تھی کہ سالک پاشا جس لڑکی کے دھوکے میں اس سے بات کرتا رہا تھا وہ کوئی اور نہیں ماحور تھی۔۔۔!

سب سے زیادہ یہی بات اس کا دل چیر رہی تھی۔۔۔اس کی حالت اس شخص جیسی تھی جو لہروں کے بہاؤ پر سفر کرتا بہت دور نکل گیا ہو مگر ایک ہی دم دار اور سفاک موج اسے واپس کنارے پر لا پٹخے۔۔۔وہ بھی محبت کے سمندر پر سبک روی سے بہت دور نکل آئی تھی اور فیصلے کی ایک ظالم لہر نے اسے واپس کنارے لا پھینکا تھا۔۔۔وہ روتے روتے نڈھال سی پیٹ میں گھٹنے دیے قالین پر لیٹ گئی۔۔۔سامنے آئینہ بھی اس کے دکھ پر چیخ سا گیا تھا جیسے۔۔۔اس کی مات پر کرچی کرچی ہونے کو تھا۔۔۔اس نے سسکیوں کو جاری رہنے دیا اور آنکھیں موندلیں۔۔۔صبح تک ابرش راٹھور کی اندرونی شکست وریخت نے اسے تپتی بھٹی بنا ڈالا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

پورا دن گزر گیا تھا مگر ماحور کا ابرش سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔۔۔نا وہ آفس آئی تھی اور نا ہی کال پک کر رہی تھی۔۔۔پہلے تو بیل جاتی رہی اور کوئی پک نہیں کر رہا تھا پھر بلآخر آف ہو گیا تھا۔۔۔اس نے فکرمند ہو کر مسز منصور سے رابطہ کیا تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ کل شام سے ہی بخار چڑھا کر بیٹھی تھی۔۔۔اور ساری رات جاگنے کی وجہ سے اب تک سو رہی تھی۔۔۔ماحور نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نا جانا۔۔۔آفس کے ضروری کام نمٹا کر اسے آنے والے کل میں منعقد ہونے والے گرینڈ ایونٹ کے انتظامات بھی چیک کرنے تھے۔۔۔یہ ذمہ داری سر منصور نے ان دونوں کو سونپی تھی مگر اب ابرش نہیں تھی تو اسے ہی اسٹاف میمبرز کے ساتھ مل کر مینیج کرنا تھا۔۔۔تیاری بالکل مکمل تھی لیکن چند چیدہ چیدہ امور ابھی زیر عمل تھے۔۔۔پہلے پہل ماحور کو اس ایونٹ میں ایسا کچھ خاص انٹرسٹ نہیں تھا مگر جب مومن نے آنا تھا تو دلچسپی کا سامان خود بخود پیدا ہو گیا تھا۔۔۔اس سے ملاقات کا ہر ہر موقع قیمتی موتی کی طرح ماحور کی یاداشت کے سیپ میں محفوظ رہ جاتا تھا بھلے دن میں دس ملاقاتیں ہوتیں مگر اگلی ملاقات کا چارم پہلی سے بڑھ کر محسوس ہوتا تھا اور اب تو مصروفیت کے سبب دونوں کو ملے چار پانچ دن ہو چکے تھے۔۔۔ہاں سونے سے پہلے مومن کال کر کے اس کے کان کھانا نہیں بھولتا تھا۔۔۔وہ اسٹاف ممبر کوکب نور اور سر نئر کے ساتھ اس ہال کا جائزہ لینے چلی آئی جہاں اس ایونٹ کے ارینجمنٹس کیے گئے تھے۔۔۔یہ بہت بڑا ہال تھا اور چونکہ راٹھور اینڈ کوز کے سبھی کاروباری حلیف شامل تھے لہذا انتظام بھی خاصے

بڑے پیمانے پر تھا۔۔۔وہ ہر جانب ایک تفصیلی نگاہ ڈالتی اور انسٹرکشنز دیتی دھیرے دھیرے چلتی ایک کارنر ٹیبل پر آرکی۔۔۔اس ٹیبل پر مومن کی فرم کے نام کا پلے کارڈ رکھا تھا۔۔۔وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔۔۔سامنے والی خالی کرسی کو یک ٹک دیکھتے وہاں یکدم جیسے مومن آبیٹھا تھا۔۔۔اردگرد کا سارا منظر ہوا ہو گیا اور اب بس وہ اور مومن وہاں دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھے تھے۔۔۔بلیک ٹو پیس میں وہ شہزادہ لگ رہا تھا اور خود ماحور کا لباس ستاروں سے بُنا گیا تھا، سونے کی تاروں سے سجایا گیا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں کی چمک خیرہ کن تھی اور اس کا ہاتھ مومن کے ہاتھ میں تھا۔۔۔یہ تصور نہایت دل خوش کن تھا۔۔۔اس کے دن رات آج کل مومن کے خواب بنتے گزرتے تھے۔۔۔دل میں کئی بار ارادہ باندھا تھا کہ ناعمہ پاشا کو بھی اس کے بارے میں بتا دے مگر زلیخا دادی نے کہا کہ وہ خود ہی مناسب موقع دیکھ کر بات کریں گی۔۔۔دل اس کے ساتھ کا متمنی تھا اور وقت اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔کسی کے زوردار آواز میں کرسی گھسیٹنے کے باعث یکدم وہ اس تصور سے باہر نکل آئی۔۔۔گردن ادھر ادھر گھما کر جائزہ لیا اور ایک سکون آور سانس خارج کر کے موبائل نکالا اور مومن کا نمبر ملانے لگی۔۔۔

"ہیلو مومن۔۔۔کیسے ہو۔۔۔کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"

دوسری طرف مومن کے کال پک کرتے ہی وہ بے تابی سے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"میں۔۔۔میں ماہی۔۔۔وہ شاپ نہیں تھی جس کے باہر سے گزرتے ہوئے تمہیں ڈسپلے پر لگا ڈائمنڈ سیٹ بہت پسند آیا تھا۔۔۔جس کو ہم دونوں کتنی دیر ایویں دیکھتے رہے تھے۔۔۔!"

ماحور کا دل دھڑک اٹھا۔۔۔تو کیا مومن وہ سیٹ اس کے لیے خرید رہا تھا۔۔۔؟ یہ مومن بھی نا۔۔۔بہت فضول خرچ ہے۔۔۔اس نے محبت سے سوچتے ہوئے تائیدی ہنکارا بھرا اور اٹھلاتے ہوئے بولی۔۔۔

"دیکھو مومن۔۔۔ابھی ایسی کیا ضرورت ہے فضول خرچی کی۔۔۔تم بھی نا۔۔۔!"

"ارے نہیں۔۔۔اس کے ساتھ ہی ایک شاپ ہے" پپو فالودے والا "۔۔۔وہاں سے فالودہ کھا رہا ہوں کولیگ کے ساتھ۔۔۔یقین کرو تمہیں مس کر رہا تھا۔۔۔تمہارے ساتھ فالودہ کھانے کا ٹیسٹ ہی کچھ اور ہوتا۔۔۔!"

ماحور کا دل کیا کاش اس وقت وہ اس کے سامنے ہوتی تو فالودے کا باؤل مومن کے سر پر الٹا دیتی۔۔۔وہ زیر لب بولی۔۔۔

"ایڈیٹ۔۔۔!"

تو مومن کا جاندار قہقہہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آیا۔۔۔وہ آنکھیں بند کر کے اسے محسوس کیے گئی۔۔۔

" اچھا ماہی۔۔۔رات مین بات ہوتی ہے۔۔۔اس وقت کولیگ ساتھ ہے۔۔۔کل تمہاری کمپنی کا اتنا بڑا ایونٹ ہے۔۔۔مابدولت بھی تشریف لائیں گے۔۔۔کل کا دن بہت خاص ہے۔۔۔میں تمہیں واپسی پر دادا سے ملواؤں گا۔۔۔اوکے۔۔۔سی یو۔۔۔!"

وہ فون بند کر گیا تھا اور ماحور نے زبان دانتوں تلے دبالی تھی۔۔۔وہ اسے بتائے بغیر دادا سے مل چکی تھی۔۔۔یونہی ابرش کے ساتھ واپس گھر آتے ہوئے اسے یکدم خیال آیا کہ وہ ابھی تک دادا سے نہیں ملی ہے اور آپریشن کے بعد اس کا عیادت کرنا تو بنتا تھا۔۔۔وہ دونوں ہی مومن کے گھر چلی گئی تھیں۔۔۔اس کی توقع سے بڑھ کر دادا نے اس کا ویلکم کیا تھا۔۔۔وہ شرمندہ سی ہوتی رہی تھی۔۔۔ابرش بھی اتنے پروٹوکول پر اس پر رشک کرتی رہی۔۔۔اتنی محبت تھی اس کے لیے دادا کے ہر انداز میں کہ رشک تو بنتا تھا۔۔۔جب سے ابرش کو اس کے اور مومن کے متعلق پتا چلا تھا، ہر وقت کان کھاتی تھی۔۔۔وہ ان دونوں کے لیے بے حد خوش تھی۔۔۔ابرش کا خیال آتے ہی دھیان ایک بار پھر اس کی جانب چلا گیا۔۔۔اس کو سوچتے ہوئے وہ باقی کے انتظامات دیکھنے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔سب کچھ پرفیکٹ تھا۔۔۔ہر شے اپنی جگہ فکس تھی۔۔۔کل بہت بڑا ایونٹ تھا۔۔۔اتنا بڑا جو اس کی قسمت پلٹ دینے والا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

دادا نے اپنے کمرے کی ساری الماری اکھاڑ ڈالی تھی۔۔۔لیکن انہیں ایک بھی ڈھنگ کا جوڑا نہیں مل رہا تھا۔۔۔وہ اکتائے ہوئے سے صحن میں کرسی پر آبیٹھے۔۔۔مومن کے گھر سے جاتے ہی وہ اس کام میں مشغول ہو گئے تھے ورنہ وہ انہیں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے دیتا تھا جس سے انہیں تھکن کا احساس ہو۔۔۔مگر انہیں تھکن ہو کیسے سکتی تھی۔۔۔جب زندگی سے ملاقات ہو جائے تو ہر درد، تکلیف دور بھاگ جاتی ہے اور ماحور انہیں بالکل زندگی کا پرتو لگی تھی۔۔۔کل پہلی بار مومن کی غیر موجودگی میں وہ ان کا پتا لینے ان کے گھر آئی تھی۔۔۔جھجھکی سی اور کچھ کنفیوز سی چاندی جیسی رنگت والی ماحور نے جب اپنا تعارف کروایا تو لمحے کے ہزارویں حصے میں دادا نے اسے دل میں یہ خطاب دے دیا تھا۔۔۔وہ نہال ہی ہو گئے تھے۔۔۔انہیں اندازہ تو تھا کہ مومن نے بڑی پیاری لڑکی پسند کی ہو گی مگر ماحور ان کی سوچوں سے بھی ارفع تھی۔۔۔اس کا چہرہ دیکھ کر جینے کو دل کرتا تھا۔۔۔یوں جیسے آسمان پر ٹمٹماتے لاکھوں ستاروں میں اکلوتا دمکتا ستارہ جو فوراً نظر اپنی اور کھینچ لے۔۔۔جیسے بینائی لوٹنے کے بعد نظر آنے والا پہلا چہرہ۔۔۔وہ کیا کہتے

کیا مثال دیتے۔۔۔بس واری صدقے ہوتے رہے۔۔۔ماحور کو اتنے گرم جوش استقبال کی امید نہیں تھی۔۔۔اسے یہاں آنے کے لیے بہت ہمت جمع کرنی پڑی تھی۔۔۔دادا کے ہاتھوں کی چائے بھی پی تھی۔۔۔ان کی مزیدار باتوں کو انجوائے بھی خوب کیا تھا۔۔۔وہ ایک بار ہنستی تو دادا ہزار بار نثار ہوتے۔۔۔اسے بار بار مومن کی دلہن کہہ کر مخاطب کرتے تو دل دھڑک اٹھنے کے ساتھ شرم سی بھی گھیر لیتی۔۔۔مگر اب اس کے جانے کے بعد سے دادا کو چین نہیں تھا۔۔۔شام مومن آیا تو اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھتے رہے مگر جب اس نے ماحور کی بابت سوال نا کیا تو وہ بھی چپکے بیٹھ رہے۔۔۔انہیں بس اب رشتہ پکا کرنے کی جلدی تھی۔۔۔پکا کیا کرنا تھا انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ شادی کی تاریخ لے کر اٹھیں گے۔۔۔جبکہ مومن ابھی مزید آج کل پر ٹالے جا رہا تھا۔۔۔صبح ہوتے ہی انہوں نے اپنا خاص الخاص جوڑا نکلنا چاہا تو کچھ بھی پسند نا آیا۔۔۔یہاں تک کہ مومن کے کپڑے بھی دیکھ ڈالے مگر اب وہ پینٹ شرٹ پہننے سے تو رہے۔۔۔نتیجتاً اکتائے ہوئے صحن میں آبیٹھے تھے اور شاویز کو فون کھڑکا دیا تھا۔۔۔وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر نہیں ہوا تھا بلکہ پون گھنٹہ انتظار کروانے کے بعد آیا تھا۔۔۔آتے ہی دادا نے کڑک نگاہی سے سر سے پاؤں تک گھورا اور بولے۔۔۔

”فرق تو کچھ بھی نہیں پڑا۔۔۔!“

”کیسا فرق دادا۔۔۔کس فرق کی بات کر رہے ہیں۔۔۔؟“ شاویز نے بوکھلا کر اپنا باہر کو نکلا پیٹ سانس کھینچ کر اندر کیا۔۔۔

”پیٹ ڈھیلا چھوڑ ورنہ معدہ الٹ جائے گا۔۔۔“ دادا نے فوراً اس کا پیٹ نارمل حالت میں کرایا۔۔۔“ فرق یہ کہ تیری بھابھی نے تیرے موبائل پر بتایا تھا کہ آدھے گھنٹے سے نہانے گھسا ہوا ہے اور نا جانے کتنا وقت لگے۔۔۔میں یہی دیکھ رہا ہوں کہ اتنا پانی کا ضیاع کر کے بھی۔۔۔اتنا صابن گھسا کر بھی۔۔۔اتنا وقت برباد کر کے بھی تو اب بھی ویسا ہی ڈھب کھڑا ہے۔۔۔!“

”میرا نمکین حسن ہمیشہ سے آپ کو جلاتا آیا ہے دادا۔۔۔آپ کے پوتے کی طرح چٹم چٹا پھیکا گونگلو ہونا مجھے پسند ہی نہیں۔۔۔ابھی ایسی رنگت پر یہ عالم ہے کہ لڑکیاں مکھیوں کی طرح بھن بھن کرتی ہیں اگر ذرا گورا ہو جاتا تو گھر سے نکلنا عذاب ہو جاتا میرا۔۔۔!“ وہ بڑے سرسری لہجے میں اپنا قصیدہ پڑھتے ہوئے دادا کے بالکل سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔کن اکھیوں سے اس نے دادا کی چھڑی دیکھ لی تھی جو ان کے پاس نہیں تھی اس وقت۔۔۔دادا خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے رہے اور پھر سر جھٹک کر اصل مدعے تک آئے۔۔۔

”یہ بتا کہ تیرا دادا کدھر ہے۔۔۔؟“

”میاں جی۔۔۔اممممم! وہ۔۔۔“ شاویز نے سوچنے میں خاصا وقت لیا۔۔۔دادا پہلو بدلنے لگے۔۔۔تبھی وہ چٹکی بجاتا ہوا

بولا۔۔" ہاں یاد آیا۔۔وہ سو رہے تھے۔۔۔!"

اس کے ٹھس سے جواب پر دادا نے اپنی چھڑی کی تلاش کی۔۔۔بات شروع ایسے کرتا تھا جیسے پہاڑ ڈھانے لگا ہے ۔۔۔شاویز بھانپ گیا کہ وہ چھڑی ڈھونڈ رہے ہیں اس لیے فوراً شرافت کی جون میں لوٹا۔۔۔

"اچھا اچھا۔۔ٹھیک ہے۔۔۔بتائیں کیا کام ہے میاں جی سے۔۔۔کیا بلوا کے لاؤں۔۔۔؟"

"اس کے کپڑے لا۔۔۔!"

"کیاااا۔" شاویز اچھا۔۔" حد کرتے ہیں دادا آپ۔۔۔کپڑے لے آؤں تو دادا کو ایسے کیسے چھوڑ آؤں۔۔۔اور بھلا وہ کوئی چار ماہ کا کاکا ہیں جس کے کپڑے میں اتنے آرام سے اتار لاؤں گا۔۔۔!"

" بکواس بند کر باگڑ بلے اور آرام سے میری بات سن۔۔۔اس کی الماری سے کوئی بہترین سا جوڑا نکال کر لا۔۔۔ایسا جو بالکل نیا ہو۔۔۔تیرے دادے کو شیروانی پہن کر جو کر بننے کا بڑا شوق ہے تو بس کوئی شیروانی نکال لا اس کی۔۔۔!"

"کیا دادا۔۔۔مروائیں گے آپ مجھے۔۔۔اگر میاں جی نے مجھے اپنے کپڑے چوری کرتے پکڑ لیا تو میرے اتار کر صحن میں کھڑا کر کے جوتے لگائیں گے۔۔۔مجھے بھری جوانی میں ایسے "سٹنٹس" کر کے مرنا نہیں ہے۔۔۔اور آپ کریں گے کیا میاں جی کپڑوں کا۔۔۔کہیں کوئی جادو ٹونا تو نہیں کروانا۔۔۔!"

"اب اگر تیری زبان چلنا بند نا ہوئی نا تو تیرا دادا تو بعد میں تجھے کٹے گا، اس سے پہلے میں تیری آتما رول دوں گا۔۔۔!"

"میری آتما تو اس دن سے رل رہی ہے جس دن سے آپ لوگوں کے متھے لگا ہوں۔۔۔" وہ منہ پھلاتا کرسی سے کمر ٹیکتے ہوئے بولا۔۔۔" اب بتا بھی چکیں کہ کیا کرنا ہے میاں جی کپڑوں کا۔۔۔؟"

" پہن کر جانے ہیں۔۔۔مومن کی سسرال۔۔۔اپنی بہو کے ہاتھ پر شگن رکھوں گا اور شادی کی تاریخ پکی کر کے لوٹوں گا۔۔۔!" وہ سینے پھلاتے ہوئے بولے تو شاویز حسرت آمیز لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

" کاش۔۔۔میرے دادا کو بھی میرا اتنا خیال ہوتا تو آج ہر طرف میرے بچے قربل قربل ہو رہے ہوتے۔۔۔!"

"کونسے ہر بل ہو رہے ہوتے۔۔۔؟" دادا نے ناک چڑھا کر حیرت سے استفسار کیا۔۔۔

"ریل پیل کو میری زبان میں قربل قربل کہتے ہیں۔۔۔!" شاویز کی بے نیازی عروج پر تھی۔۔۔

" بیٹا تیرے پاس ایسا کون سا نسخہ کیمیا ہے جو تو تیئیس سالہ عمر میں بچوں کی دکان کھول سکتا ہے۔۔۔بے غیرت۔۔۔!"

دادا کی بات پر شاویز کو احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گیا ہے اس لیے کھسیانا سا ہو کر ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا۔۔۔

"اچھا۔۔۔میں لے کر آیا میاں جی کی شیروانی۔۔۔جسے پہن کر آپ علامہ اقبال کے میرے بھائی لگیں گے دادا۔۔۔!"

ساتھ ہی وہ جلدی سے کھسک گیا۔۔۔دادا نے زیرلب اسے خراجِ تحسین ادا کیا اور پھر بڑی فرصت سے مومن کے صحن میں قربل قربل کرتے بچوں کے تصور میں کھو گئے۔۔۔!

☆......☆......☆

اگلے دن کا سورج بہت روپہلی روشنی لے کر طلوع ہوا تھا۔۔۔صبح صبح ماحور اٹھ کر تیاریوں میں لگ گئی تھی۔۔۔رائنہ کو بلا بھیجا اور مل کر ایک ساتھ سارا گھر سمیٹا۔۔۔زلیخا دادی نے بچوں کو تیار کر کے سکول اور کالج روانہ کیا۔۔۔ماحور کے ہاتھ پیر پھولے جا رہے تھے۔۔۔پہلی بار اتنا بڑا ایونٹ اٹینڈ کر رہی تھی اور پھر آرگنائزرز میں سے بھی تھی اس لیے اسے گھر بیٹھے شدید بے چینی لاحق تھی۔۔۔مومن سے ملنے کی خوشی الگ دل میں ٹھاٹھیں مار رہی تھی۔۔۔سب کاموں سے فارغ ہو کر رائنہ اسے تیار کرنے بیٹھ گئی تھی۔۔۔

"ویسے ماننا پڑے گا۔۔۔ابرش کی چوائس لاجواب ہے۔۔۔کتنے سوفٹ کلرز ہیں اس ڈریس کے۔۔۔!" رائنہ وہ سوٹ آئینے میں خود سے لگاتے ہوئے بولی جو ابرش خاص اس موقعے پر پہننے کے لیے ماحور کے لیے لائی تھی۔۔۔

"ہاں یہ تو ہے۔۔۔سالک پاشا کو دیکھ کر اندازہ نہیں ہوا کیا۔۔۔؟" ماحور نے مذاقاً کہا تو دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دیں۔۔۔"مجھے یہ ائیر رنگز ہیوی لگ رہے ہیں رائنہ۔۔۔میرا خیال ہے صرف یہ ڈریس ہی کافی ہے۔۔۔اور کچھ بھی کیا تو اوور لگے گا۔۔۔!" ماحور رائنہ کے نکالے ہوئے آویزے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے بولی۔۔۔

"منہ بند رکھو۔۔۔کچھ بھی اوور نہیں ہوگا۔۔۔تم فنکشن پر جا رہی ہو۔۔۔پریزنٹ کر رہی ہو اپنی کمپنی کو۔۔۔ذرا جاندار لک دو خود کو۔۔۔اور پھر مومن بھی تو آ رہا ہے نا۔۔۔اس کے لیے سج سنور کر جاؤ۔۔۔!"

"کیوں۔۔۔ایویں۔۔۔پہلے ہی شوخا ہوا رہتا ہے۔۔۔مزید آپے سے باہر ہو جائے گا۔۔۔!" مومن کے ذکر پر ماحور کے عارض جھلملائے۔۔۔

"خوش قسمت ہو ماحور جو اتنی محبت کرنے والا پرخلوص منگیتر ملا ہے تمہیں۔۔۔تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اسے ایک لمحے کے لیے بھی اکیلا نا چھوڑتی۔۔۔فون کر کر کے اس کی خبر رکھتی۔۔۔!". رائنہ جانتی تھی کہ مومن نے اسے رنگ پہنا دی ہوئی ہے تب سے وہ اسے "منگیتر" کہہ کر چھیڑتی تھی۔۔۔

"آہستہ بولو۔۔۔" ماحور نے فوراً ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے آواز دبانے کو کہا۔۔۔ "زلیخا دادی کو یہ بات نہیں پتا۔۔۔وہ ایسی کسی منگنی شنگنی کو نہیں مانیں گی۔۔۔وہ تو تب ہی تسلیم کریں گی جب مومن کے دادا آ کر بات طے کریں گے اور وہ بس کبھی بھی آنے ہی والے ہیں۔۔۔!"

"تم نے دادی کو بتایا کہ تم مومن کے گھر گئی تھی۔۔۔؟"

"نا۔۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔۔" جوتے کھانے تھے کیا۔۔۔میں نے تو مومن کو بھی نہیں بتایا۔۔۔وہ خفا ہوتا کہ میری غیر موجودگی میں کیوں آئی۔۔۔!"

"اور اب اگر دادا نے بتایا تو خفا نہیں ہو گا۔۔۔!"

"وہ کہہ رہے تھے کہ میں اس کی چمڑی نا ادھیڑ دوں جو میری ہونے والی بہو پر غصہ کرے تو۔۔۔سچی رائنہ۔۔۔دادا نے مجھے بہت پروٹوکول دیا۔۔۔بہت پیار دیا۔۔۔!" اس کی آنکھوں میں دادا کے دیے گئے مان کی چمک تھی۔۔۔رائنہ نے اس کی پیشانی چوم لی۔۔۔

اسے دل سے تیاری میں مدد کرواتے ہوئے وہ مسلسل اس کی آنے والی زندگی کے لیے دعا گو تھی۔۔۔زلیخا دادی بھی اندر باہر آتے جاتے اس پر حصار باندھتیں۔۔۔انہیں لگتا جیسے نمو کی جوانی پلٹ آئی ہو۔۔۔رائنہ نے اس کی تیاری کو آخری ٹچ دیتے ہوئے ناقدانہ جائزہ لیا اور کچھ یاد آنے پر اس کی الماری کھول کر اندر سے مومن کی پہنائی ہوئی انگوٹھی برآمد کی اور بڑے چاؤ سے اس کے چاندی کے کٹورے جیسے ہاتھ کی انگلی میں ڈال دی۔۔۔ماحور نک سک سے تیار اپنے ہاتھ کو دیکھے گئی۔۔۔انگوٹھی کی چمک خیرہ کن تھی۔۔۔کبھی کبھار ضرورت سے زیادہ چمک آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

سارا کمرہ تلپٹ ہوا پڑا تھا۔۔۔مومن ایک شرٹ نکالتا، پہنتا اور پھر دوبارہ گولا بنا کر بیڈ پر اچھال دیتا۔۔۔شاویز کو آج دادا نے صبح صبح ہی سگنل دے دیا تھا۔۔۔جیسے ہی مومن آفس کے لیے نکلتا وہ دونوں اس کا رشتہ لے کر نکل پڑتے۔۔۔شاویز کافی دیر سے آیا بیٹھا تھا اور اب اندر اس کے کمرے میں سنگل صوفہ سیٹ پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے اسے مسلسل چڑانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔مومن اسے نظر انداز کیے اپنی تیاری میں مشغول رہا۔۔۔بڑی مشکل سے ایک سوٹ اس نے پسند کیا تھا اور اب اسے ہینگر سے اتارنے کے ساتھ ساتھ کینہ توزی سے شاویز کو بھی دیکھ رہا تھا۔۔۔

"بے شرم بن کر ادھر ہی بیٹھے رہو گے یا جاؤ گے باہر۔۔۔؟"

"بیٹھا رہوں گا۔۔۔!" بے شرم نے بے شرمی سے دانت نکوسے۔۔۔

مومن زیرِ لب اس کے شایانِ شان گالی دیتا وارڈروب کا ایک پٹ کھول کر اس کے پیچھے ہو گیا۔۔۔شرٹ اور پینٹ پہن کر جب سامنے آیا تو شاویز نے اسے سرتاپا دیکھ کر کہا۔۔۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے مومن کہ یہ سوٹ تمہیں کچھ زیادہ سوٹ نہیں کر رہا۔۔۔!"

"تمہاری بدنظری کا کمال ہے موٹے اور کچھ نہیں۔۔۔!" اس نے چڑتے ہوئے جواب دیا۔۔۔اور ساتھ ہی بال بنانے کے لیے برش اٹھایا۔۔۔حسبِ دستور مومن کے بالوں کی چونچ عین وسط میں کھڑی تھی اور اب اسے بٹھانا جوئے شیر لانا تھا۔۔۔واش روم سے سر گیلا کر کے آیا وہ تب بھی کھڑی رہی۔۔۔برش مار مار کر سر چھلنے کے قریب آ گیا مگر کوئی فائدہ نا ہوا۔۔۔

"مومن۔۔۔تھوک۔۔۔لاسٹ آپشن۔۔۔!"

عقب سے شاویز کی مسکین آواز ابھری تو اس نے شیشے میں اس کے عکس کو گھورتے ہوئے اور پھر کچھ سوچتے ہوئے ہتھیلی پر تھوک انڈیلا اور تھوپ دیا سر پر۔۔۔خلافِ توقع چونچ دھیرے سے بیٹھ گئی۔۔۔بس ذرا سی کسر تھی۔۔۔اس کے لیے مومن احتیاط سے انگلیوں کی مدد سے سہلا سہلا کر بٹھانے لگا جب پیچھے سے ایک بار پھر شاویز کی آواز ابھری۔۔۔

"میں نے بچپن سے لے کر اب تک تمہیں جتنے بھی کارڈز ڈالے ہیں ان کے لفافے اپنی تھوک سے ہی بند کیے ہیں۔۔۔ایک بار میری آزما کر دیکھو۔۔۔!"

مومن برا سا منہ بناتے ہوئے پلٹا اور تاک کر برش کا نشانہ مارا شاویز کو۔۔۔مگر وہ بھی اب گھاگ ہو چکا تھا۔۔۔پلک جھپکتے ہی کمرے سے باہر تھا۔۔۔ایک تو پہلے ہی آج کے دن کی ٹینشن دماغ پر سوار تھی اوپر سے صبح صبح شاویز جان کھانے آ گیا تھا۔۔۔مومن نے جب واپس مڑ کر شیشے میں دیکھا تو بالوں کی وہ چونچ پوری شان سے دوبارہ نوے کے زاویے پر کھڑی ہو چکی تھی۔۔۔اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔۔۔ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اس چونچ کو ایسے ہی رہنے دیا اور ذرا پیچھے ہو کر خود کا تنقیدی جائزہ لینے لگا۔۔۔نیوی بلو ڈریس پینٹ پر کریم کلر کی شرٹ پہنے وہ سوپر سے بھی اوپر لگ رہا تھا۔۔۔پینٹ کے ہم رنگ ٹائی بھی اس پر جچ رہی تھی۔۔۔اس نے شوخ نظروں سے اپنے صحتمند اور کسرتی سراپے کو دیکھا تو چھم سے ماحور کا خیال دھیان کے پردے پر سرسرایا۔۔۔لاشعوری طور پر اس کی یہ ساری تیاری ماحور کے لیے تھی۔۔۔وہ اسے بے حد اچھا لگنا چاہتا تھا۔۔۔پلٹ کر بیڈ سے کوٹ

اٹھا کر پہنتے ہوئے اس کے ہونٹ سیٹی پر بڑی پیاری دھن بجانے لگے۔۔۔بیڈ پر پھیلے سارے پھیلاوے کے اوپر چادر اوڑھا کر وہ جلدی سے گاڑی کی چابی پکڑتا باہر نکل آیا۔۔اب یہ سب اسے آ کر ہی سمیٹنا تھا۔۔صحن میں بیٹھے دادا اور ان کے چمچے کے بیچ راز و نیاز زوروں پر تھے۔۔۔دونوں اسے دیکھ کر یکدم سیدھے ہو بیٹھے۔۔۔وہ ایک ابرو اچکاتا انہیں بغور دیکھتا گاڑی کی چابی انگلیوں میں گھماتا ان کے پاس آرکا۔۔۔

"خیر ہے نا دادا۔۔آج شیر اور بکری دونوں ایک ہی گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں۔۔۔!"

"بکری۔۔کون بکری۔۔۔" دادا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔پھر نظر شاویز پر آرکی۔۔۔" اووووووو! اچھا یہ۔۔اپنا شاویز۔۔۔یہ بکری تھوڑی نا ہے۔۔۔کھوتا ہے۔۔۔اور شیر کھوتا نہیں کھاتا۔۔۔!"

دادا کی بات پر زوردار قہقہہ مومن کے حلق سے برآمد ہوا اور شاویز کو تپا گیا۔۔وہ دادا کو جتاتی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

"ذرا دھیان سے دادا۔۔۔میں راز دار ہوں آپ کا۔۔کہیں ایسا نا ہو کہ ہنڈیا بیچ چوراہے میں پھوٹ جائے۔۔۔!"

"آہو ہو ہووو۔۔۔!" دادا نے یکدم کھانس کر اپنا گلا صاف کیا اور مومن سے بولے۔۔۔

"تم نکلو نا۔۔کھڑے کیوں ہو۔۔۔خوامخواہ میں دیر ہو جائے گی۔۔۔جاؤ جاؤ شاباش۔۔۔!"

"میں تو جا ہی رہا ہوں۔۔۔اب آ کر ہی خبر لوں گا کہ کیا کھچڑی پکا رہے ہیں آپ دونوں۔۔۔!" وہ گیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔۔۔

"پکا کے کھا بھی لی ہم نے تو۔۔۔!" شاویز نے ایفیشینسی دکھائی تو مومن نے واپس پلٹ کر دادا کو تنبیہی نظروں سے گھورا۔۔۔دادا ایک پل کو تو چپ ہو گئے مگر اگلے ہی لمحے چمک کر بولے۔۔۔

"مجھے اپنے بٹن نما ڈیلے نا دکھا۔۔۔اور جا کر جوتے بدل کر آ۔۔۔پینٹ کوٹ کے نیچے قینچی چپل پہن کر افس جائے گا نا تو سب چپڑاسی سمجھیں گے۔۔۔!"

مومن نے چونک کر پیروں پر نگاہ ڈالی تو سچ میں روہانسا ہو گیا۔۔آج تو ہر کام گڑبڑ ہو رہا تھا۔۔۔وہ فٹافٹ اندر جا کر بوٹ پہن آیا اور نکل گیا۔۔۔اس کے جاتے ہی دادا نے سب سے پہلے شاویز کی گدی پر دو دھریں۔۔۔اس کے بعد ان دونوں کی تیاری شروع ہو چکی تھی۔۔۔ماحور کے گھر شگن کے طور پر لے کر جانے والا سارا سامان آہستہ آہستہ دادا کے کمرے سے صحن میں منتقل ہونے لگا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ کب سے پاگلوں کی طرح ابرش کو کال پر کال ملائے جارہی تھی مگر وہ پک کرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔۔گھر پر آنٹی کو کال کی تو انہوں نے کہا وہ کب کی آفس کے لیے نکل چکی ہے مگر اب ڈیڑھ گھنٹہ ہونے کو آیا تھا اور اس کی ابھی تک خبر نہیں تھی۔۔۔اندر فنکشن اسٹارٹ ہونے کو تھا۔۔۔سبھی انوائٹڈ کمپنیز کے ممبران اپنے خصوصی اسٹاف کے ساتھ پہنچ چکے تھے۔۔۔سر منصور بھی ابرش کے متعلق پوچھ چکے تھے۔۔۔وہ اس وقت آفس کی بلڈنگ کے پارکنگ ایریا میں کھڑی تھی اور نظریں مسلسل کلائی پہ بندھی گھڑی میں گڑی تھیں جب ایک لینڈ کروزر اس کے بالکل قریب آ کر رکی۔۔۔اس نے چونک کر سر اٹھایا تو دل کی دھڑکن اتھل پتھل ہو گئی۔۔۔سالک پاشا اور مومن ایک ساتھ اترے تھے۔۔۔چاکلیٹ براؤن تھری پیس میں سالک پاشا کی چھب ہمیشہ کی طرح شاندار تھی۔۔۔ایک مکمل اور بھرپور وجیہہ مرد۔۔۔ماحور نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈال کر واپس پھیر لی۔۔۔دل کی نگاہیں مسلسل مومن پر جمیں تھیں جو آج خلاف معمول فارمل ڈریس میں بالکل الگ لگ رہا تھا۔۔۔وہ دونوں چلتے ہوئے اسی کے قریب آرہے تھے۔۔۔ماحور کی ٹانگوں میں معمولی سی لرزش تھی،وہ مومن کی نگاہ سے نگاہ نہیں ملا پا رہی تھی مبادا دل کا بھید افشا ہو جائے۔۔۔دوسری طرف سالک پاشا کے دل میں ایک بار پھر خود سے سرزد ہو چکی حماقت کا دکھ اور افسوس جاگ اٹھا تھا۔۔۔اسے ماحور کی نظروں میں ٹھہری بے گانگی کا جواز مل جانے کے باوجود قلق تھا جو جاتا نہیں تھا۔۔۔کیا دوبارہ سے وہ پھر رابطے استوار کرنے کے طریقے ڈھونڈے۔۔۔؟ نہیں ہرگز نہیں۔۔۔اب تو بس حاصل کرنا ہے چاہے کچھ بھی ہو۔۔۔سالک پاشا دل میں ٹھانتا اس کے پاس آرکا ،ہونٹ خود بخود مسکرانے لگے۔۔۔

"کیسی ہیں آپ مس ماحور۔۔" جب سے ادراک ہوا تھا کہ وہ ابرش سے بات کرتا رہا تھا،ایک تکلف سا قدرتی طور پر حائل ہوا تھا۔۔۔

" آئم فائن سر۔۔۔!ہاؤ آر یو۔۔۔؟" اس نے رسمی انداز میں جواب دے کر اس سے بھی رسمی لہجے میں پوچھا۔۔

"سیم ایز یو۔۔" سالک کا جواب بھی خاصا پروفیشنل تھا مگر اس کی نگاہوں کی نرمی پروفیشنل ہرگز نہیں تھی۔۔۔وہ اس کے دلکش سراپے کو اپنی نگاہوں میں سمو رہا تھا۔۔۔آج اس کی رعنائی جیسے ہر تشبیہہ کو مات دینے پر تلی تھی۔۔۔

" اوکے دین سی یو۔۔۔!" وہ بمشکل نگاہ ہٹاتا ،دل میں ایک سرد آہ جمع کرتا ہوا پلٹ کر مومن کو دیکھنے لگا جسے عین وقت پر کچھ یاد آ گیا تھا۔۔۔

"سر۔۔۔!گاڑی کی چابی دیجیے گا۔۔۔کچھ ضروری ڈاکومینٹس ہیں جو ڈیش بورڈ پر رہ گئے ہیں،انہیں ذرا کیبن میں رکھ کر آیا۔۔۔!"

سالک پاشا نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے کی طرف قدم بڑھا دیے۔۔۔اس کے جاتے ہی ماحور کے تنے ہوئے اعصاب نارمل ہوتے چلے گئے۔۔۔وہ اب مسکراہٹ دباتی مومن کو دیکھ رہی تھی جو بلاوجہ ڈیش بورڈ کے کیبن میں ہاتھ مار رہا تھا۔۔۔سالک پاشا کے نظر سے اوجھل ہوتے ہی وہ بھی فوراً گاڑی کا دروازہ بند کرتا اس کے پاس آ گیا۔۔۔

'کیسی ہو جانم۔۔۔!" وہ شوخ ہوا۔

"حد ادب۔۔۔لفظوں کو قابو میں رکھو۔۔۔!" ماحور نے گھرکا

"جب دل ہی قابو میں نہیں تو زبان کیسے رہے۔۔۔اور تمہیں کس نے مشورہ دیا تھا اتنا سج سنور کر آنے کو۔۔۔!" اس کا شوخ لہجہ ایکدم ڈپٹنے والے انداز میں تبدیل ہو گیا۔۔۔

"کیوں۔۔۔کیا میں اوور لگ رہی ہوں۔۔۔حالانکہ میں نے تو محض گلوس اور کاجل لگایا ہے۔۔۔کہا تھا رائنہ کی بچی کو کہ مجھے مٹھائی بنا کر نہ بھیجو۔۔۔!" وہ اب خود کو دیکھتی متفکر ہو رہی تھی۔۔۔مومن نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے بغور دیکھا۔۔۔

"اممممم! کچھ زیادہ نہیں بس۔۔۔یہ ایک منٹ۔۔۔ہاں ادھر دیکھو ذرا۔۔۔!" مومن نے اپنی شہادت کی انگلی آگے بڑھائی اور اس کی آنکھ کا کنارہ چھوا۔۔۔ماحور کی بند پلکوں میں لرزش پیدا ہوئی اور اگلے ہی پل اس نے مومن کی انگلی کا لمس اپنے دائیں گال کے ذرا نیچے محسوس کیا۔۔۔وہ اپنے بے قابو دل کو سنبھالنے میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔۔۔

"اب ٹھیک ہے۔۔۔تمہاری آنکھ پر کچھ لگا ہوا تھا، وہ اتار دیا۔۔۔ویسے میرا دل کر رہا ہے کہ دفع کرو اس ایونٹ کو۔۔۔گھر چل کر اپنی شادی کا ایونٹ ارینج کرتے ہیں۔۔۔دادا تو بالکل تیار بیٹھے ہیں، ان کا بس چلے تو آج رات کو ہی تمہیں میرے سنگ رخصت کروا لائیں اور تمہیں اس دلنشیں روپ میں دیکھ کر میرا دل بھی زور و شور سے دہائیاں دے رہا ہے۔۔۔کیا خیال ہے۔۔۔؟" وہ بھاری آواز اور گہری نگاہوں کے ساتھ اسے دل میں اتارتے ہوئے بولا۔۔۔

"تمہیں کبھی رومینس کرنا نہیں آئے گا مومن تراب۔۔۔" وہ بلش ہوتی نچلا ہونٹ دانتوں میں بھینچ گئی۔۔۔"اب منہ بند کرو اور چلتے نظر آؤ۔۔۔اوور میں نہیں، آپ جناب ہو رہے ہیں۔۔۔جلدی اندر جاؤ، تمہارا باس تمہیں ڈھونڈتا باہر نہ آ جائے۔۔۔!" ماحور نے اس کی گہری نظروں کے طلسم سے خود کو آزاد کیا اور بولی۔۔۔

"میرا ہینڈسم باس اگر باہر آیا بھی تو مجھے ڈھونڈنے نہیں، تمہاری سہیلی کی تلاش میں آئے گا۔۔۔جس کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکا ہے۔۔۔بہت لکی ہے وہ۔۔۔کیونکہ اپنی بے قراریوں کا خلاصہ باس میرے آگے ہی بیان فرماتے ہیں!" اس کا

اشارہ ابرش کی طرف تھا اور اسی اثنا میں پارکنگ میں ابرش کی گاڑی آ کر رکی تھی۔۔۔ دونوں کا رخ اس کی جانب ہوا۔۔۔ ابرش گاڑی سے اتر کر انہی کے پاس آ رہی تھی۔۔۔

"لو آ گئیں محترمہ۔۔۔ اسی کا انتظار کر رہی تھی کب سے، تم یونہی مفت میں ٹپک پڑے۔۔۔ چلو جاؤ اب۔۔۔!" اس نے مومن کو تقریباً دھکیلتے ہوئے وہاں سے روانہ کیا۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ابرش اور وہ مل کر اسے زچ کریں۔۔۔ ابرش جوں جوں اس کے قریب آتی جا رہی تھی ماحور کو اس کے چہرے پر مخصوص رونق مفقود دکھائی دے رہی تھی۔۔۔ وہ استعجاب سے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔

"کیسی ہو ابرش۔۔۔ کہاں ہو اتنے دن سے نا کال لیتی ہو نا بات کرتی ہو۔۔۔ آنٹی نے بتایا کہ بیمار ہو گئی تھی۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ سب ٹھیک تو ہے نا اور چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔۔۔؟" وہ اس کے قریب آتے ہی گلے لگنے کے بعد، ایک ساتھ اتنے سوال پوچھ کر بے چینی سے جواب کی منتظر تھی۔۔۔ ابرش پھیکا سا مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔

" کچھ بھی نہیں۔۔۔ تمہارا وہم ہے۔۔۔ بس بخار کا اثر ہے۔۔۔ تم سناؤ کیسی ہو۔۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاءاللہ۔۔۔ اور یہ مومن کیا کر رہا تھا یہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔! کون سے قصے سنا رہا تھا۔۔۔؟" ابرش نے قصداً لہجے کو شرارتی بناتے ہوئے پوچھا تھا ورنہ اس لمحے جس ضبط اور جبر کی کیفیت وہ گزر رہی تھی، جان لیوا تھی۔۔۔ پاپا کا اصرار نا ہوتا تو وہ کبھی نا آتی۔۔۔ اور پھر ابھی ماحور کو کچھ پتا بھی تو نہیں تھا۔۔۔ اور خود کو وہ سوال جواب کی پوزیشن میں ابھی نہیں پاتی تھی۔۔۔

" مجھے کیا سنانا ہے جناب نے۔۔۔ جب سے خفیہ منگنی کی ہے کچھ زیادہ ہی حق جتانے لگا ہے۔۔۔ بس اوٹ پٹانگ باتوں میں لگا تھا۔۔۔!"

ابرش کو اس پل ماحور پر ٹوٹ کر رشک آیا۔۔۔ کتنی خوش قسمت تھی وہ کہ دو وجیہہ اور مکمل ترین مرد اس کے لیے دیوانے ہوئے پھر رہے تھے۔۔۔ لیکن اگر اسے سالک پاشا کے جذبات کا علم ہوا تو اس کا ری ایکشن کیا ہو گا۔۔۔؟ یونہی ایک سوچ نے اس کے دل میں دائرہ بنایا۔۔۔ وہ سر جھٹک کر ماحور کو دیکھنے لگی جسے اس کے انداز و اطوار حیرت میں مبتلا کیے دے رہے تھے۔۔۔

"کیا بات ہے ابرش۔۔۔ تم پریشان ہو۔۔۔ ہاں بالکل۔۔۔ پکی بات۔۔۔ اور اسی پریشانی کی وجہ سے یقیناً تمہیں بخار ہوا ہو گا۔۔۔ دیکھو تم مجھ سے چھپا نہیں سکتی، مجھے تمہارے اندر جھانکنے کے لیے کسی روزن کی ضرورت نہیں، اس کام کے لیے تمہاری آنکھیں ہی کافی ہیں۔۔۔ مجھے بتاؤ ابرش۔۔۔؟ کچھ تو ہوا ہے جو تم اتنی نڈھال سی دکھ رہی ہو۔۔۔!"

ماحور اب پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔۔۔اتنے دن ہو گئے تھے ابرش کی طرف سے مسلسل عجیب سا رویہ دیکھنے اور سننے میں مل رہا تھا کبھی وہ بات نہیں کرتی تھی، کبھی فون ہی سوئچ آف کر دیتی تھی اور اب یہ اتری شکل۔۔۔وہ اس کے دونوں ہاتھ، ہاتھوں میں تھامے سوال کر رہی تھی۔۔۔ابرش کا دل بھر آیا، بڑی مشکل سے آنکھوں کو بہنے سے روکا۔۔۔وہ اسے کچھ بھی بتا نہیں سکتی تھی اگر بتاتی تو ماحور کو ایک پل نا لگتا بات کی تہہ میں اترنے میں۔۔۔اور پھر نا جانے وہ کیا کرتی۔۔۔اس وقت سب سے زیادہ ضروری ان کا ہال میں ہونا تھا، وہ دونوں آرگنائزرز میں سے تھیں اور منصور راٹھور ان کی لاپرواہی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔۔۔

"مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔تمہارا وہم ہے۔۔۔چلو اب اندر چلیں۔۔۔پاپا کی کئی کالز آ چکی ہیں میرے سیل پر۔۔۔ہمارا اندر موجود رہنا ضروری ہے۔۔۔!"

وہ لہجے کو بشاش بناتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لیے چلنے لگی۔۔۔ماحور چپ ہو گئی تھی مگر اس کا دھیان ابرش میں اٹک چکا تھا۔۔۔کچھ تو ہوا تھا ورنہ اتنی شوخ اور چنچل لڑکی یوں اچانک اس قدر پژمردہ کیسے ہو گئی۔۔۔اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ سالک پاشا اور اس کے مابین کوئی ان بن ہوئی ہے، صرف ایک وہی چیز تھی ایسی جو ابرش دل پر لے سکتی تھی۔۔۔ماحور نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس فنکشن کے بعد وجہ جان کر رہے گی۔۔۔!

☆......☆......☆

سب کچھ زبردست جا رہا تھا۔۔۔ان کا ٹیم ورک منصور راٹھور کو مطمئن کر گیا تھا۔۔۔یہ ایک گرینڈ اوکیژن تھا جب تمام کاروباری حلیف ایک دوسرے سے مزید بہتر مراسم استوار کر سکتے تھے۔۔۔عادل پاشا گرے تھری پیس میں رم لیس گلاسز لگائے ہاتھ میں سوفٹ ڈرنک کا گلاس تھامے منصور راٹھور کے پاس کھڑے تھے۔۔۔

"آئی وش کہ آج کی یہ گیدرنگ جس مقصد کے لیے کی گئی ہے اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئیں۔۔۔!" عادل پاشا نے محض گفتگو کو آگے بڑھایا تھا۔۔۔

"بالکل۔۔۔ہمیں اپنی ساکھ بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔۔۔ابھی کچھ دیر میں، میں آپ کو چینی فرم کے ڈائریکٹر سے ملواتا ہوں۔۔۔اس کولیبوریشن سے مجھ سمیت سبھی کو فائدہ ہو گا۔۔۔!" منصور راٹھور بے حد رسان سے گویا ہوئے۔۔۔

"آئی ہوپ سو۔۔۔" عادل پاشا نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔۔۔" ویسے اب ہمیں ذاتی زندگی میں بھی شراکت داری کر لینی چاہیے۔۔۔کیا خیال ہے آپ کا۔۔۔؟"

"ہاہاہاہا!!۔۔۔"منصور راٹھور ان کا مطلب جان کر کھل کر ہنسے۔۔۔" مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔میرے گھر کے دروازے آپ کے لیے کھلے ہیں۔۔۔اینی ٹائم۔۔۔!"

ان کے مثبت رویے نے عادل پاشا کو سکون دیا تھا ورنہ اب تک وہ گاہے بگاہے سلگتی نگاہیں مہمانوں کو اٹینڈ کرتی ماحور اور اس کو مسلسل فوکس کیے اپنے بیٹے پر ڈال رہے تھے۔۔۔ان کا بس چلتا تو وہ اس لڑکی کو کرہ ارض سے غائب کروا دیتے۔۔۔منصور راٹھور کسی اور کے پاس جا کھڑے ہوئے اور خود ان کے گرد بھی مہمانوں کا مجمع سا لگ گیا تو باتوں اور ڈسکشنز میں ان کا دھیان وقتی طور پر باقی چیزوں سے ہٹ گیا۔۔۔مگر سالک پاشا کا دھیان ماحور سے ہرگز نہیں ہٹا تھا۔۔۔وہ ادھر سے ادھر گھومتی پھرتی اس اپسرا کو جھلک جھلک آنکھوں میں مقید کر رہا تھا۔۔۔اور کافی فاصلے پر ایک کارنر ٹیبل کی آخری چیئر پر بیٹھی ابرش اس منظر کو بے حد تکلیف اور اذیت سے دیکھ رہی تھی۔۔۔اسے ماحور پر غصہ ہرگز نہیں تھا، درحقیقت وہ اس کے لیے فکرمند تھی۔۔۔یہ ایک ٹرائکاوار کی شروعات تھی اور اس میں جیت صاف صاف سالک پاشا کی دکھائی دے رہی تھی کیونکہ مومن اس کا ایمپلائی تھا اور اگر باس من مانی پر آجاتا تو کس کی مجال تھی کہ اسے روک پاتا۔۔۔خود کو تو وہ خاموشی سے سائڈ پر کر چکی تھی۔۔۔اسے بس اب محض رونا تھا۔۔۔شائد عمر بھر۔۔۔!

ماحور، ابرش کی طبیعت کے پیش نظر اسے آرام سے بٹھا کر خود خوش اسلوبی سے انتظام سنبھالے ہوئے تھی۔۔۔سارا اسٹاف متحرک تھا اور ٹرینڈ بھی۔۔۔وہ کن اکھیوں سے گاہے بگاہے مومن کو بھی دیکھ رہی تھی جو کبھی کسی کے پاس کھڑا چہکتا نظر آرہا تھا تو کبھی کوئی خاتون خود اس پر ریشہ خطمی ہوتی دکھائی دے رہی تھیں۔۔۔وہ دل ہی دل میں محض پیچ و تاب کھاتی اس کے قریب چلی آئی۔۔۔

"ایکسکیوز اس پلیز۔۔۔!" وہ پروفیشنل مسکراہٹ ہونٹوں پر لا کر بڑے شائستہ انداز میں کہتی مومن کو ذرا فاصلے پر لے گئی۔۔۔

"تم۔۔۔تم مومن تراب اپنی حد میں رہو۔۔۔کب سے دیکھ رہی ہوں دانت اندر ہی نہیں ہو رہے تمہارے۔۔۔حالانکہ تمہیں شائد کسی نے بتایا نہیں کہ تم ہنستے ہوئے بالکل بھی نہیں جچتے۔۔۔!"

"ہنستے ہوئے نہیں جچتا یا کسی اور کے ساتھ نہیں جچتا۔۔۔!" مومن نے سینے پر دونوں بازو باندھتے ہوئے ملائم لہجے میں کہا تو ماحور کا دل جیسے اس کے انداز پر فدا سا ہو گیا۔۔۔وہ اس کی آواز کے خوبصورت زیر و بم کی دل سے قائل تھی۔۔۔

"تم کسی کے ساتھ بھی نہیں جچتے مومن تراب کیونکہ تمہیں رومینس کرنا نہیں آتا۔۔۔شکر کیا کرو کہ انگوٹھی پہنانے کو ہاتھ مل گیا ورنہ ترستے رہتے۔۔۔!" وہ فخریہ گردن اکڑاتے ہوئے اپنی بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی تھوڑی سی اونچی لہراتے ہوئے بولی۔۔۔مومن کو اس کی انگلی میں اپنی پہنائی ہوئی رنگ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔۔۔

"تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ تم نے آج کے دن یہ رنگ پہن کر مجھے خرید لیا ماہی ۔۔۔تمہاری انگلی میں انگوٹھی نہیں، میرا امان قید ہے ۔۔۔ اسے سنبھالے رکھنا ماہی ۔۔۔ ہمیشہ ۔۔۔!" وہ ایک جذب کے عالم میں بولا تو ماحور کی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔۔

"یہ تو بہت کم مانگ لیا مومن ۔۔۔ ماحور کے لیے تمہی سانس ہو، تمہی حیات ۔۔۔ تمہی روشنی، تمہی دیپ ۔۔۔ تم ہو تو میں ہوں، تم نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔۔۔!"

ساعتیں قید ہو جاتی ہیں یادداشتوں میں اور ہمیشہ ستاتی ہیں...... انسان باخبر ہو تو ہر وہ لمحہ سیپ کر لے جس کی کوکھ میں خوشی پنپتی ہو مگر اس کا اختیار ایک حد سے تجاوز نہیں کر سکتا ۔۔۔ وہ دونوں نا جانے کتنا وقت صرف کر ڈالتے ایک دوسرے کو نہارنے میں مگر کچھ تھا جس نے دور کھڑے سالک پاشا کو بے چین کر ڈالا تھا ۔۔۔ یہ منظر اس کی برداشت سے باہر سا ہو چلا تھا ۔۔۔ اس نے ان دونوں کو مسلسل نظروں میں رکھتے ہوئے اپنے سیل فون سے مومن کے سیل پر کال کر دی ۔۔۔ مومن نے ہڑبڑا کر نمبر دیکھا اور پھر فوراً ارد گرد دیکھ کر سالک پاشا کو فوکس کیا ۔۔۔ مومن کے متوجہ ہوتے ہی سالک نے کال کاٹ دی تھی ۔۔۔

"بلاوا آ گیا ماہی ۔۔۔ رانگ ٹائمنگ پر سر سالک نے دیکھ لیا ۔۔۔ اب وہ مجھ سے پوچھ کر دم لیں گے کہ میں تمہارے پاس کیا کر رہا تھا ۔۔۔ پہلے ہی وہ کئی بار ہنسی مذاق میں مجھ سے پوچھ چکے ہیں کہ آخر میری زندگی میں وہ کون سی لڑکی ہے جس نے مجھے نکیل ڈال رکھی ہے ۔۔۔!" وہ اپنا مذاق بناتا ہوا جلدی جلدی بول رہا تھا ۔۔۔ ماحور فوراً الرٹ سی ہو گئی اور چہرے کے تاثرات سپاٹ رکھتے ہوئے بولی ۔۔۔

"ابھی اس شخص کو کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں مومن ۔۔۔ یہ کچھ پوچھے بھی تو ٹال دینا ۔۔۔ مجھے تمہارا باس ہرگز اچھا نہیں لگتا کیونکہ یہ ۔۔۔ یہ میری ماں ناعمہ پاشا کا سوتیلا بیٹا ہے ۔۔۔!" اس جگہ ایسے ماحول میں ماحور نے مومن کی سماعت پر بم ہی پھوڑا تھا ۔۔۔ وہ آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے اس کا چہرہ تکتا رہ گیا ۔۔۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری مدر، عادل پاشا کی مسز ہیں ۔۔۔ اففففف ماہی تم نے کیوں چھپایا یار مجھ سے ۔۔۔!"

"کیوں کیا تمہیں برا لگا یہ سن کر......" اسے پریشانی لاحق ہوئی...... "مجھے موقع ہی نہیں ملا ۔۔۔ یا شائد خیال ہی نہیں آیا ۔۔۔" وہ لاچاری سے بولی ۔۔۔ تو مومن کا دل اپنا سر پیٹ لینے کو کیا ۔۔۔

"تو کیا ابھی ہی بتانا تھا ۔۔۔ اتنی بڑی بات بناہاضمے کی گولی کے میرے پیٹ میں مروڑ ڈالتی رہے گی ماہی ۔۔۔ او کے

میں ابھی سر سالک کے پاس جا رہا ہوں۔۔۔گھر واپسی پر فون پر ڈیٹیل سے بات ہوگی۔۔۔ٹھیک۔۔۔!"

ماحور نے بے دلی سے اثبات میں سر ہلایا تو وہ پریشان سا سالک پاشا کی جانب چل دیا۔۔۔جہاں وہ دل میں اٹھتے ابال کو دبائے بظاہر مسکراتا ہوا مومن کو قدم بہ قدم اپنی طرف آتا دیکھ رہا تھا اور اسی لمحے اس نے سوچ لیا تھا کہ ماحور کو اس سے شادی کے لیے اگر کوئی قائل کر سکتا ہے تو وہ مومن تراب ہے۔۔۔اس شخص میں منوا لینے کی خوبی ہے۔۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی خواہش کے لیے مومن اپنی ہستی ہار جائے گا۔۔۔!

☆......☆......☆

عقیل مغل کے گھر کے باہر ٹیکسی رکی تھی اور اس میں سے دادا اور شاویز باہر نکلے تھے۔۔۔شاویز نے مومن کا ہی پینٹ کوٹ زبردستی پہن رکھا تھا کیونکہ کسی بھی لمحے پینٹ چرنے کو اور کوٹ پھٹنے کو بے تاب تھے۔۔۔وہ پھولے جسم کا مالک تھا اور اس کا لباس مومن تو کسی نا کسی طرح ایڈجسٹ کر لیا کرتا تھا مگر مومن کا اس پر پہنا ہوا یوں ہی لگ رہا تھا جیسے گاؤ تکیے کو کشن کور میں گھسیڑا گیا ہو،.......اس نے کتنی بار سانس بند کیا تھا تب کہیں جا کر" لازمی" بٹن بند ہو سکے تھے۔۔۔اور دوسرے بڑے علامہ بنے، میاں جی کی شیروانی پہنے اور جناح کیپ سر پر ٹکائے دادا تھے۔۔۔ان کے چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔۔۔چہرہ پسینے سے تر بتر اور نتھنے پھولنے پچکنے میں مشغول۔۔۔

"کیا بات ہے دادا۔۔۔؟ کیا گھر پسند نہیں آیا۔۔۔باہر سے کچھ خاص نہیں دکھ رہا۔ ہوسکتا ہے اندر سے اچھا ہو۔۔۔!" شاویز کو لگا کہ انہیں مکان کی ظاہری مخدوش حالت دیکھ کر شاک لگا ہے۔۔۔

"بکواس بند کر! تجھے گھر کی پڑی ہے اور مجھے لگ رہا ہے جیسے میں پھائے (پھانسی) لگا ہوا ہوں۔۔۔یہ شیروانی کے نام پر جو شاپر تو مجھ پر چڑھا کر لے آیا ہے اس سے تو اچھا تھا میں دھوتی کرتا پہن کر آجاتا۔۔۔ہوا تو لگتی۔۔۔یہ تو جیسے قبر کی طرح بند ہے۔۔۔خبیث!"

"تو آپ نے ہی ضد کی تھی میاں جی کی شیروانی لانے کو۔۔۔اب کچھ نہیں ہوسکتا دادا۔۔۔ہم لڑکی والوں کے گھر کے باہر کھڑے ہیں، یہاں کپڑے اتارنے سے تو رہے۔۔۔ورنہ آپ سے برا حال تو میرا ہے۔۔۔میری ورزشی اور سکس پیک باڈی پر مومن کا یہ سوٹ پہننا بہت بڑا کارنامہ ہے۔۔۔آپ تو پھر کچھ ایزی فیل ہو رہے ہیں۔۔۔!"

دادا نے تیکھے چتون اسے گھورا اور چھڑی کی نوک اس کے جوتے کے اوپر چبھوتے ہوئے بولے۔۔۔

" اپنے چاولوں کے توڑے (بوری) کو سکس پیک کہتے حیا نہیں آتی ۔۔۔اور خبردار جو میرے مومن کے بارے میں بکواس کی تو، ساری ہوا نکال دوں گا تیری ۔۔۔چل دروازہ کھٹکھٹا ۔۔۔اندر چلیں تو شائد کچھ جان میں جان آئے ۔۔۔!"

شاویز نے بڑے جوش سے آگے بڑھ کر دروازہ دھڑدھڑایا ۔۔۔اور کچھ اتنے زور سے کہ چند لمحوں بعد ہی زلیخا دادی کا لال بھبھوکا چہرہ نمودار ہوا ۔۔۔

" بے شرمی کی حد نہیں ہوگئ ۔۔۔!ہاتھ ٹوٹیں تیرے مشٹنڈے ۔۔۔حرام کا مال ہے کیا ۔۔۔؟"

" میں نے نہیں ۔۔۔انہوں نے کیا ۔۔۔!" دادی کے جلال سے گھبرا کر شاویز نے فوراً ملبہ دادا پر ڈالا جنہیں اس کی اس عیاری پر یکدم اچھو لگا ۔۔۔جب تک وہ کھانستے رہے، زلیخا دادی خوب بھڑکیں ۔۔۔

" ہائیں ۔۔۔!شکل سے تو خاصے سیانے لگتے ہیں آپ میاں ۔۔۔مگر حرکتیں تو بہت ہی واہیات ہیں آپ کی ۔۔۔لو بھلا بتاؤ، کیا اس عمر میں لوگوں کے گیٹ دھڑ دھڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں آپ ۔۔۔؟"

دادا نے بمشکل کھانسی پر قابو پایا ۔۔۔شاویز کو آنکھوں سے سالم نگلا اور بہت مؤدبانہ انداز میں گویا ہوئے ۔۔۔

" محترمہ ۔۔۔میرا نام فضل تراب ہے ۔۔۔میں مومن تراب کا دادا ہوں ۔۔۔آپ کی بچی کے رشتے کے لیے حاضر ہوا ہوں ۔۔۔!"

اتنے نپے تلے تعارف نے دادی کی سٹی گم کر دی ۔۔۔پہلی بار انہیں اپنی زبان کی تیزی پر افسوس ہوا ۔۔۔کیا سوچ گا مومن کہ اس کے دادا کا ایسا استقبال کیا ۔۔۔وہ فوراً معذرت کرتی ہوئی راستہ چھوڑتے ہوئے بولیں ۔۔۔

" توبہ ہے ۔۔۔میری تو عقل ہی ماری گئ ہے ۔۔۔آپ اندر آئیں جناب ۔۔۔مجھے معافی دیں، بے خبری میں اتنا کچھ بول گئ ۔۔۔اصل میں ماحور نے آپ لوگوں کے آنے کا کچھ بھی نہیں بتایا تھا ۔۔۔!"

وہ انہیں لیے لیے اندر لاؤنج میں آئیں، بیٹھنے کا کہہ کر خود فوراً پانی لینے کچن کا رخ کیا ۔۔۔صاف ستھرا لاؤنج اس وقت قدرے ٹھنڈا تھا ۔۔۔دادا نے سکون کا سانس لیا ورنہ شیروانی میں ان کا سانس بند ہوا جا رہا تھا ۔۔۔وہ جلدی سے ایک صوفے پر بیٹھ کر اوپری بٹن کھولنے لگے ۔۔۔زلیخا دادی ٹرے لیے اندر داخل ہوئیں اور ان کی بے چینی بھانپتے ہوئے کہا ۔۔۔

لگتا ہے مانگ کے پہنی ہے تبھی بے چین ہیں ۔۔۔!"

دادا کا بٹن کھولتا ہاتھ فوراً رک گیا اور ٹرے میں سے گلاس پکڑ کر پانی پیا پھر لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے بات بدلی ۔۔۔

"محترمہ۔۔۔! میں دل کا مریض ہوں۔۔۔ابھی چند دن پہلے آپریشن سے فارغ ہوا ہوں۔۔۔زندگی کا اعتبار ختم ہوتا جا رہا ہے لہٰذا مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور بنا پیشگی اطلاع کے چلا آیا۔۔۔مجھے ماحور بیٹی کا ہاتھ اپنے پوتے کے لیے چاہیے۔۔۔!" دادا نے چار فقروں میں بات سمیٹی۔۔۔شاویز کی باچھیں چر گئیں۔۔۔اسے دادا کے ساتھ رشتہ مانگنے آنا بڑا اسپیشل لگ رہا تھا۔۔۔اپنا آپ معتبر محسوس ہو رہا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ زلیخا دادی جواب میں کچھ کہتیں، سیف چلا آیا۔۔۔وہ دادا اور شاویز سے بڑے تپاک سے ملا اور ان کا مدعا جان کر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔اپنی بڑی بہن کے لیے جو خواب ان بھائیوں نے دیکھ رکھے تھے ان کے پورا ہونے کا وقت شائد آ گیا تھا۔۔۔مومن تو انہیں ویسے ہی جی جان سے پسند تھا بس اس کی طرف سے پیش قدمی کا انتظار تھا، سو وہ بھی آج ختم ہوا۔۔۔زلیخا دادی نے ساری بات سن کر کچھ لمحوں کا توقف کیا اور پھر بڑی سنجیدگی سے بولیں۔۔۔

"ہمیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔۔۔مومن سے مل چکے ہیں ہم۔۔۔وہ اتنا پیارا بچہ ہے کہ میری ماحور کی خوش نصیبی ہوگی کہ وہ آپ کے گھر کی بہو بنے۔۔۔مگر بس اس کی جان کو چھوٹے موٹے مسائل چمٹے ہیں۔۔۔ان کا حل طے کیے بنا۔۔۔"

"زلیخا دادی۔۔۔!" سیف کو اندازہ تھا کہ وہ کیا کہنے جا رہی ہیں اس لیے ٹوکنے کی کوشش کی مگر زلیخا دادی نے اسے اشارے سے چپ رہنے کا کہا۔۔۔اور پھر انہوں نے ماحور کی زندگی کے چیدہ چیدہ اوراق دادا کے سامنے پلٹ کر انہیں اس کے حالات باور کرانے کی کوشش کی۔۔۔ناعمہ پاشا کا بھی ذکر بھی چھیڑ دیا جو جان کر دادا کو حیرت ضرور ہوئی مگر خاموشی سے سنتے رہے۔۔۔

"ماحور نے بڑی محنت سے ان بچوں کو پالا ہے۔۔۔ان کے لیے بہت سے خواب دیکھے ہیں اس نے۔۔۔اسے اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں مگر وہ چاہتی ہے کہ شادی کے بعد بھی اسے اپنے بہن بھائیوں کی کفالت کرنے دی جائے جب تک کہ سیف اور ریان سارے اخراجات کی ذمہ داری اٹھانے کے قابل نہیں ہو جاتے۔۔۔اور اس کی کوئی مانگ نہیں۔۔۔!"

زلیخا دادی خاموش ہوئیں تو لاؤنج میں مکمل چپ پھیل گئی۔۔۔سیف دل ہی دل میں جز بز ہو رہا تھا، اسے شرم آ رہی تھی بہن کا رشتہ طے ہونے کے موقع پر ایسی بات کرنے پر۔۔۔مگر دادا بہت مطمئین اور پرسکون سے کچھ سوچتے رہے اور پھر بولے۔۔۔

"مجھے بھی مومن نے سب بتا یا دیا تھا۔۔۔ہم خود بہت سارے دکھ جھیل کر اس مقام تک آئے ہیں۔۔۔اندازہ کر سکتے ہیں آپ کی مجبوریوں کا۔۔۔آپ بے فکر رہیں اور بس شادی کی تاریخ طے کریں۔۔۔ماحور بیٹی جب تک چاہے اپنے بہن بھائیوں کی خاطر نوکری کر سکتی ہے۔۔۔مجھے بھلا کیوں اعتراض ہوگا۔۔۔!" دادا نے بات ہی ختم کر دی۔۔۔سب کے چہرے یکدم کھل سے گئے۔۔۔شاویز نے ذرا سی بھی تاخیر کیے بغیر ساتھ لایا ہوا مٹھائی کا ٹوکرا کھولا اور سب سے پہلے اپنا منہ میٹھا کیا اور پھر باقی سب

کا۔۔۔زلیخا دادی کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔۔۔دل میں کہیں ایک خدشہ بھی سر اٹھا رہا تھا کہ ماحور کے لیے ہاں انہوں نے نمو کے علم میں لائے بغیر کر دی تھی کہیں ایسا نا ہو کہ اسے پتا چلے تو اعتراض ہو۔۔۔آخر ماں تھی اور اب بچے اس سے ملتے بھی تھے لیکن پھر یہ سوچ کر کہ ماحور اور مومن کی خوشی سے زیادہ بھلا کیا اہم تھا، ان کے دل کو تسلی ہوئی۔۔۔باقی عقیل مغل کی انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی، وہ تو اپنے لیے ہی ہوش میں نہیں ہوتا تھا، بیٹی کا رشتہ آنے پر کیا تیر مار لیتا۔۔۔سیف خوشی کے زیر اثر کئی بار ماحور کے سیل پر کال کر چکا تھا مگر وہ ہر بار کاٹ دیتی تھی۔۔۔اسے اندازہ تھا کہ وہ آج بے حد مصروف تھی مگر وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔۔۔وہ جلدی سے جا کر رائنہ اور ناہید آنٹی کو بھی بلا لایا تھا۔۔۔دادا کے لیے بھی یہ بہت بڑا دن تھا۔۔۔آج گھر جا کر انہیں مومن کو اس کی زندگی کا شاندار سرپرائز دینا تھا۔۔۔ابھی وہ زلیخا دادی اور ناہید آنٹی کے ساتھ شادی کی تاریخ پر غور کر ہی رہے تھے کہ لاؤنج کا دروازہ پار کر کے عقیل مغل اندر داخل ہوئے۔۔۔نیم لڑکھڑاہٹ زدہ قدم مگر مکمل ہوش و حواس۔۔۔ان کی غیر متوقع آمد سے سارے لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔۔۔دادا بغور انہیں دیکھے جا رہے تھے۔۔۔جان وہ گئے تھے کہ یہ یقیناً ماحور کے والد ہیں مگر سلام کے لیے وہ عقیل مغل کی طرف سے پہل کے منتظر تھے۔۔۔ان کا رویہ دیکھ کر وہ بھی ویسا ہی ردعمل دیتے مگر عقیل نے سب پر سپاٹ اور گہری نظریں پھیر کر اندر کی طرف قدم بڑھائے تو انہیں دادی نے پکارا۔۔۔

”عقیل رک جا۔۔۔اپنی ماہی کا رشتہ آیا ہے۔۔۔کیا باپ ہونے کا فرض یہاں بھی نہیں نبھاہے گا۔۔۔کوئی رائے یا مشورہ نہیں دے گا کیا۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔!“ وہی مخصوص لٹھ مار جواب۔۔۔”میری کوئی اولاد نہیں۔۔۔جس کی ہے اسے بلا لیں۔۔۔مجھ نشئی سے آج تک کون سا فیصلہ ٹھیک ہوا ہے جو اب ہو گا۔۔۔مجھے دور رکھیں اس گھر کے ہر معاملے سے۔۔۔!“ وہ کہتے ساتھ ہی اندر غائب ہو گئے۔۔۔ماحول یکدم بدل گیا۔۔۔سب چپ چاپ فرش گھورنے لگے۔۔۔سوائے دادا کے، جنہیں عقیل مغل کو دیکھ کر کچھ یاد آنے لگا تھا۔۔۔کچھ بہت دھندلا، بہت پرانا۔۔۔!

☆......☆......☆

سالک پاشا نے بے حد سرد تاثرات کے ساتھ اپنا سافٹ ڈرنک کا گلاس ختم کیا اور اسے قریبی ٹیبل پر رکھ کر دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے ایک بے تاثر نگاہ فریش اور خوش باش سے مومن پر ڈالی جو اب اسی کے پاس آ رہا تھا۔۔۔نا جانے کیوں تھا، کیا تھا مگر آج پہلی بار سالک پاشا کو مومن کی مسکراہٹ اچھی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔اسے ماحور کے اس قدر قریب کھڑا

دیکھ کر اپنے جسم میں چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔وہ اتنے عجیب سے احساسات کا شکار ہو رہا تھا کہ جنہیں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔۔۔محض دل میں اٹھتے ابال پر قابو پانے کی ناکام کوشش کر سکتا تھا۔۔۔

"کیا کر رہے تھے اتنی دیر سے وہاں پر۔۔۔خیریت تو تھی۔۔۔!" اس کے قریب آتے ہی سالک نے اپنے لہجے کو ہموار رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔مومن گو کہ ایسے سوال کے لیے تیار تھا پھر بھی لحظہ بھر کو گنگ سا ہو گیا۔۔۔مگر جب بولا تو پر اعتماد تھا

"آپ ہی کی باتیں ہو رہی تھیں سر۔۔۔انفیکٹ آپ کے متعلق ساری انفارمیشن آگے پاس کرنا میرا مشن ہے سر۔۔۔!"

مومن نے مذاق کیا۔۔۔اپنے تئیں اس نے سالک کو ابرش کے حوالے سے چھیڑا تھا مگر وہ اسے دوسرے رنگ میں لے گیا۔۔۔اسے لگا کہ مومن جان گیا ہے ماحور ہی وہ لڑکی ہے جسے وہ اپنانا چاہتا ہے۔۔۔وہ یکدم ہلکا پھلکا ہو گیا۔۔۔

"تم بھلا اس کارِ خیر کے لیے مجھے بلا لیتے۔۔۔اپنے بارے میں جو میں جانتا ہوں وہ تو تم بھی نہیں جانتے۔۔۔!" اب اس کا موڈ بھی اچھا ہو گیا تھا۔۔۔مومن نے سر کھجاتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"اوہو۔۔۔! مجھ میں اتنی عقل ہی کہاں ہے سر۔۔۔ویسے میں تو بس آپ کی تمام صفات گوش گزار کر آیا ہوں۔۔۔وہ پہنچ جائیں گی آگے جہاں پہنچنی ہیں۔۔۔!"

"نو وے۔۔۔آگے کہاں اور کیوں پاگل۔۔۔!" سالک پاشا دھیما سا ہنستے ہوئے بولا۔۔۔مومن کی مسکراہٹ یکدم سمٹی۔۔۔وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔۔۔

"ابرش راٹھور کے پاس سر۔۔۔کیا آپ ان میں انٹرسٹڈ نہیں۔۔۔آئی مین۔۔۔؟" اس کا دل غیر معمولی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

"فار گاڈ سیک مومن۔۔۔تم تو نا کرو ایسی بات۔۔۔یار کس دن میں نے تمہارے سامنے ابرش راٹھور کا نام لیا ہے بھلا۔۔۔ایک تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا سب کو اسی کی غلط فہمی کیوں ہو رہی ہے آخر۔۔۔ایون خود اسے بھی۔۔۔!" سالک پاشا کے لہجے میں بے زاری در آئی۔۔۔

"تو پھر۔۔۔کون۔۔۔کون ہے وہ سر۔۔۔جسے آپ چاہتے ہیں۔۔۔؟" مومن نے اپنا سانس رکتا محسوس کیا تھا۔۔۔وہ دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ سالک پاشا وہ حقیقت نا اگلے جسے اس کے لیے نگلنا ناممکن ہو۔۔۔مگر اگلے تمام الفاظ چنگاریوں کی صورت اس کے ہونٹوں سے نکل کر اس کا وجود بھسم کر گئے۔۔۔

" آف کورس ماحور ۔۔۔وہی تو ہے جسے میں دیوانوں کی طرح چاہتا ہوں ۔۔۔اتنا زیادہ کہ اپنا آپ بھولنے لگا ہوں ۔۔۔اس سے پہلے کہ مکمل خود فراموشی کی کیفیت مجھ پر طاری ہو جائے، میں اسے اپنی زندگی میں شامل کر لینا چاہتا ہوں ۔۔۔میں اس لڑکی کے بنا کچھ بھی نہیں مومن ۔۔۔کچھ بھی نہیں ۔۔۔میرے اندر کا اضطراب اسی کی وجہ سے اب سکون اوڑھنے لگا ہے ۔۔۔ماحور کا تصور ہی مجھے خوش رکھنے کو کافی ہے ۔۔۔میں اسے کسی قیمت پر کھو نہیں سکتا ۔۔۔!"

اور مومن تراب نے اپنی زندگی اس پل کھو دی ۔۔۔ماحور اس کے ہاتھوں کی لکیروں سے پھسل گئی ۔۔۔وہ ایک جھٹکے میں بادشاہ سے فقیر ہو گیا ۔۔۔اس کا کوہ نور کسی اور کا مقدر تھا ۔۔۔اس نے بمشکل ہاتھ میں تھامے گلاس کو ہونٹوں تک لے جا کر اپنی آنکھوں میں بھر آنے والی نمی کو چھپایا اور پھر کمال مہارت سے آنسوؤں کا ریلا گلے سے نیچے اتارا ۔۔۔وہ بے حد مشکل میں مبتلا تھا ۔۔۔نا فوری طور پر یہاں سے جا سکتا تھا اور کھڑے رہنا تو ویسے ہی محال ہو رہا تھا ۔۔۔اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے ۔۔۔جی چاہ رہا تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے اپنی سماعت کھو دے ۔۔۔اسے دکھائی دینا بند ہو جائے یا پھر کوئی اس کے دل کو دو حرف تسلی کے دے کر بہلا دے کہ یہ سب سچ نہیں تھا ۔۔۔سالک پاشا یقیناً ابرش کا نام لینا چاہ رہا تھا ۔۔۔وہ اس کے ساتھ کافی فرینک ہے جبھی مذاق کر رہا تھا ۔۔۔مومن نے اپنے کوٹ کے بٹن کھولے اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی مگر دم تھا کہ گھٹا جا رہا تھا ۔۔۔دوسری طرف سالک اس کی حالت سے بے خبر ابھی تک اپنی بے تابیاں اس کے کانوں میں زہر کی صورت انڈیل رہا تھا ۔۔۔اس کی نظریں ماحور سے چپک ہی گئی تھیں ۔۔۔وہ بے خود سا اسے دیکھتا اس کی تعریف میں غزل کہہ رہا تھا جیسے ۔۔۔مومن نے بہت دقت سے اپنی کیفیت پر قابو پایا اور ہونٹوں کو مسکراہٹ سے رنگتے ہوئے بولا ۔۔۔

" بہت خوشی ہوئی سر ۔۔۔رئیلی ہیپی فار یو ۔۔۔اصل میں اتنا عرصہ میں ابرش میم کا سوچ کر دھوکے میں رہا تو اب یکدم ماحور کے بارے میں جان کر حیرت دور نہیں ہو رہی ۔۔۔میری اس سے اچھی دعا سلام ہے، کبھی اس نے بھی ذکر نہیں کیا ۔۔۔!"

" کیسے کرتی ۔۔۔؟ اسے خود بھی نہیں پتا ۔۔۔!" اور مومن کے سر سے جیسے کوئی بوجھ سا اترا تھا ۔۔۔" بڑی لمبی کہانی ہے یار مومن ۔۔۔فرصت سے بتاؤں گا فی الحال پلیز تم جان ہی گئے ہو تو اب ماحور کو قائل کرنا تمہارا کام ۔۔۔کیونکہ یہ پہلی لڑکی ہے جس کے تیور سالک پاشا کو بھی سہا دیتے ہیں ۔۔۔بہت الگ ہے ماحور بہت الگ ۔۔۔پلیز مومن تم میری خاطر اسے مناؤ ۔۔۔اس تک میرے جذبات پہنچاؤ ۔۔۔اسے بتاؤ کہ میں اس سے کس قدر محبت کرتا ہوں ۔۔۔اتنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی بھی اسے اتنا نہیں چاہ سکتا ۔۔۔" سالک پاشا نے جذب سے کہا اور مومن کا ہاتھ تھاما ۔۔۔" تم ماحور کو میری زندگی میں شامل کر دو ۔۔۔کسی بھی طرح ۔۔۔کچھ بھی کرو

مگر اسے میرا بنا دو۔۔۔میں تمام عمر تمہارا بے دام غلام رہوں گا بس ایک یہ خزانہ میری جھولی میں ڈال دو۔۔۔اپنی ماں کے بعد اگر کسی کو میں نے اپنی زندگی سے بڑھ کر چاہا ہے تو وہ یہ لڑکی ہے۔۔۔اس کے بغیر زندہ رہنا پڑا تو زندگی بدعا بن جائے گی۔۔۔پلیز مومن۔۔۔!"

اور مومن تراب نے اپنی رگوں میں دوڑتی زندگی کی حرارت اثبات کی صورت سالک پاشا کی ہتھیلی میں اتار دی۔۔۔اس نے نڈھال اعصاب کے ساتھ مگر پوری مضبوطی سے سالک کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔۔۔سالک پاشا نے اسے گلے لگا لیا۔۔۔ایک ننھا منا سا آنسو کب کا پلک کی باڑھ پھاندنے کو بے تاب تھا سو موقع تاڑ کر مومن کے گال پر پھسل آیا جسے اس نے لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر جھٹک دیا۔۔۔محض پانچ فٹ کے فاصلے پر ایک کاؤنٹر تھا جس کی دوسری طرف نیم اندھیرا ہونے کی وجہ سے ہجوم سے اکتائی ابرش ناجانے کب کی آ بیٹھی تھی اور اب سسکیوں کا گلا گھونٹتی سر جھکائے بے آواز روئے جا رہی تھی۔۔۔اس نے ایک ایک لفظ بخوبی سنا تھا، وہی ہوا تھا جس کا خوف اس کے دل میں وسوسہ بن کر سرسرایا تھا۔۔۔سالک پاشا نے مومن تراب کو امتحان میں ڈال دیا تھا۔۔۔اس کی محبت اپنے نام کرنے چلا تھا خود اسی کا دل مسل کر۔۔۔اس کا پور پور مومن کی حالت کا سوچ کر دکھی ہو رہا تھا۔۔۔ناجانے ماحور کا ردعمل کیسا ہوگا۔۔۔؟ اگر اس نے سالک پاشا کو قبول نا کیا تو۔۔۔؟ اففففف! یہ سب کیا ہوگیا تھا۔۔۔!

اس نے دکھتے سر کے ساتھ گھر جانے کی ٹھانی۔۔۔یہاں بیٹھنا محال ہوگیا تھا۔۔۔دوسری طرف ماحور کب سے ابرش کو ڈھونڈتی اب لابیز چھان رہی تھی۔۔۔وہ بہت خوش اور فریش تھی۔۔۔اس کی ارینجمنٹس اور ایفرٹس کو سراہا جا رہا تھا۔۔۔وہ ایک گرینڈ بزنس گیدرنگ آرگنائز کروانے میں کامیاب ہو چکی تھی مگر اس کا کریڈٹ وہ اکیلے نہیں لے سکتی تھی۔۔۔وہ ابرش کو ڈھونڈتی لابی سے گزر رہی تھی جب دیوار پر آویزاں آئینے کو دیکھ کر ٹھٹک کر تھم گئی۔۔۔اس نے بغور خود کو دیکھا اور ایک شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔۔۔مومن نے کمال چالاکی سے اس کی آنکھ کا کاجل اس کے دائیں گال پر مس کر دیا تھا جو اس کے گورے دہکتے گال پر بدنما بھی نہیں لگ رہا تھا مگر صاف نمایاں بھی ہو رہا تھا۔۔۔وہ بہت محبت سے اس کالے داغ کو دیکھ رہی تھی جو ابسے کچھ ہی دیر پہلے اس کے نصیب کو بھی لگ چکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور وہ دونوں صحن میں کرسیوں پر مارے تھکن کے پاؤں پسارے بیٹھے تھے۔۔۔دادا نے گھر آتے ہی شیروانی اتار کر شاویز کے منہ پر ماری تھی اور شاویز نے مومن کے کمرے میں جا کر اپنے اتارے کپڑے واپس پہنے تھے۔۔۔دونوں جیسے کسی پھندے سے آزاد ہوئے ہوں۔۔۔دادا نے کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے ٹانگیں تپائی پر رکھیں اور شاویز کو آواز لگائی۔۔۔

”پانی لا ۔۔۔ پانی لا میرے لیے ۔۔۔ آج تیرے دادے کی شیروانی نے میری سانسیں اکھڑوا دی ہیں ۔۔۔ یوں لگتا ہے جیسے میں کسی تابوت میں بند تھا ۔۔۔!“

”آج تو سمجھیں میری خیر نہیں دادا ۔۔۔ آپ نے شیروانی کی سلائی دو تین جگہ سے ادھیڑ ڈالی ہے اور مومن کی شرٹ بغل کے پاس سے چر گئی ہے ۔۔۔ آپ تو ہاتھ جھاڑ کر یقیناً سائیڈ پر ہو چکے ہیں ۔۔۔ دادا نے اپنی شیروانی کا حال دیکھا تو ان کے جوتے بھی میں کھاؤں گا اور مومن نے اپنی شرٹ کی درگت دیکھی تو اس کے گھونسے بھی میرا مقدر بنیں گے ۔۔۔!“ وہ پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے کچن کے دروازے سے ہی بولنا شروع ہو گیا تھا ۔۔۔ زیادہ فکر اسے میاں جی شیروانی کی کھائے جا رہی تھی جو بے حد پرانی ہونے کے باوجود انہیں جان سے زیادہ عزیز تھی ۔۔۔

”تیرے دادے نے تو میرے سے کٹ کھا لینی ہے ۔۔۔ روتا شیروانی کو ۔۔۔ اسے شیروانی کہتے ہیں بھلا ۔۔۔ میری مانو توکل کو اللہ کو پیارا ہو گا تو اسی میں بند کر دینا اسے ۔۔۔ قبر جیسے محسوسات آتے ہیں اسے پہن کر ۔۔۔!“

”اور مومن کے کپڑوں کا گولا بنا کر میں نے الماری کے اوپر پھینک دیے ہیں ۔۔۔ اب جب بھی دیکھے گا تو شائد صدمے کی نوعیت اتنی شدید نا ہو ۔۔۔ ورنہ جس طرح آسے پاسے سے چر چر گئے ہیں اس کے کپڑے، وہ مجھے چیر دے گا ۔۔۔!“ شاویز مزہ لیتے لہجے میں کہتا دادا کے کندھے دبانے لگا ۔۔۔ انہیں کسی گہری سوچ میں دیکھ کر پوچھا ۔۔۔

”اب آپ کیا سوچنے لگے ۔۔۔؟ دادا ایک بات ذہن میں رکھنا شہ بالا میں ہی بنوں گا ۔۔۔ اگر آپ نے کوئی اسکیم لڑائی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہونا ۔۔۔!“

”تو اپنی بوتھی بند نہیں کر سکتا کچھ دیر ۔۔۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ ماحور کے باپ کو میں نے کہاں دیکھ رکھا ہے ۔۔۔ کہیں دیکھا ہے ۔۔۔ دھندلا سا یاد آتا ہے ۔۔۔ مگر کہاں ۔۔۔؟“ وہ آنکھیں سکیڑے سوچ رہے تھے اور شاویز اپنے تئیں دور کی کوڑی لایا ۔۔۔

”آپ نے ادھار تو نہیں دینا بھابھی کے ابا کا ۔۔۔ جبھی میں کہوں کہ وہ آپ کو اور آپ ان کو اتنی جانفشانی سے کیوں گھور رہے ہیں ۔۔۔!“

”اوئے شاویز ۔۔۔ خدا کا واسطہ ہے تو اپنا منہ ناہی کھولا کر ۔۔۔“ دادا نے دونوں ہاتھ شاویز کے سامنے جوڑے ۔۔۔“ اور جا ذرا میرے لیے ایک کپ چائے بنا کر لا اور پھر اپنے دادے کی یہ اکبر کے زمانے کی شیروانی اٹھا اور اس کے حوالے کر کے میری طرف سے سات توپوں کی سلامی دے دینا اسے جو ایسی منحوس چیز اب تک پہن کر محلے کے ہر گھر کا ولیمہ اٹینڈ کر چکا ہے ۔۔۔!

"مومن کا رہتا ہے دادا۔۔بس وہ اٹینڈ کر لیں پھر میں اپنے ہاتھ سے اس شیروانی کو آثار قدیمہ والوں کے حوالے کروں گا۔۔!"

دادا نے اسے جواب دینا چاہا مگر عین اسی پل مومن گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔نڈھال، پژمردہ اور بے حد دکھی سا۔۔کوٹ اتار کر پیچھے سے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔۔ٹائی بے ڈھنگے پن سے جھول رہی تھی۔اوپری بٹن کھلے تھے اور شرٹ بھی آدھی پینٹ سے باہر نکل کر جھانک رہی تھی۔۔۔دادا کے دل کو کچھ ہوا۔۔ان کی چھٹی حس نے انہیں ٹھٹکایا۔۔کچھ سوچ کر وہ تیزی سے کھڑے ہوئے اور پورے جوش سے اس کی سمت بڑھے، سینے سے لگا کر بولے۔۔۔

"کب سے ہم دونوں تیرا ہی انتظار کر رہے تھے۔۔آ بیٹھ، تجھے خوشی کی خبر سناتا ہوں۔۔!"

وہ ڈھیلی چال چلتا کرسی کے کنارے پر ٹک گیا۔۔انداز ایسا تھا جیسے ابھی اٹھ کر بھاگ جائے گا۔۔شاویز نے اپنی تیر مارکہ مونچھ کو بل دیا اور کندھا لہرا کر بڑے اسٹائل سے بولا۔۔۔

"اب تمہاری آزادی کے دن گنے جا چکے بچے۔۔تم وہ شیطان ہو جسے قید کرنے کے لیے رمضان کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا بلکہ تمہاری شادی کا انتظام کرنا پڑے گا۔۔ہی ہی۔۔ہی ہی۔۔ہی ہی۔۔!" شاویز بات مکمل کر کے یوں ہنسا۔۔دادا نے تپائی پر رکھا سٹیل کا گلاس اٹھایا اور اس کے ہلتے پیٹ پر نشانہ تاک کر دے مارا۔۔۔

"در فٹے منہ تیری مثال پر۔۔شیطان ہو گا تو۔۔تیرا پورا خاندان۔۔اور تجھے کس نے کہا تھا نیوز کاسٹر بننے کو۔۔مجھے بتانے نہیں دے سکتا تھا کیا۔۔!" دادا نے اسے ڈپٹتے ہوئے کن اکھیوں سے مومن کا چہرہ دیکھا جو ہنوز ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا۔۔انہوں نے محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

"آج میں بہت خوش ہوں۔۔۔میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی گھر لانے والا ہوں۔۔میں تیری دلہن لانے والا ہوں۔۔تیری شادی کی تاریخ طے کر آیا ہوں ماحور کے ساتھ۔۔بڑی عید کے دوسرے ہفتے۔۔۔"

"کس سے پوچھ کر گئے تھے آپ۔۔کیوں گئے آپ۔۔؟" مومن یکدم ہتھے سے اکھڑ کر چلاتے ہوئے بولا۔شاویز اور دادا دونوں ہکے بکے ایک دوسرے کو اور پھر مومن کو دیکھ کر رہ گئے۔۔شاویز تو فوراً مومن کی رینج سے دور ہو بیٹھا۔۔دادا کا دل سہم گیا مگر پھر بھی لہجہ نارمل رکھا۔۔

"مجھے بھلا تیری اجازت کی ضرورت ہے کیا۔۔اب تک رکا ہوا تھا کہ طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی مگر مزید دیر کیوں کرتا میں۔۔تیرا تو دماغ ہی درست نہیں۔۔کبھی کچھ بولتا ہے کبھی کچھ۔۔اب بس بہت ہوا۔۔میں اپنی بہو لانے والا ہوں۔۔۔

تاریخ دے آیا ہوں میں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔!" دادا کا سانس پھولنے لگا تھا ۔۔۔ انہیں مومن پر غصہ آ رہا تھا ۔۔۔ کوئی تماشا تھا کیا ۔۔۔ لیکن ان کی توقع سے الٹ مومن ایک دم کھڑا ہوا اور سامنے رکھی تپائی کو پاؤں کی ٹھوکر سے دور پھینک دیا ۔۔۔ دادا اس کے اس ردعمل پر ششدر رہ گئے ۔۔۔ اگلے ہی پل وہ تقریباً چلاتے ہوئے بولا ۔۔۔

"کوئی شادی نہیں کرنی مجھے ۔۔۔ نا ماحور سے نا کسی اور سے ۔۔۔ آج کے بعد اس گھر میں ماحور کا نام نہیں لیا جائے گا ۔۔۔ بند ہو چکا یہ باب ۔۔۔ بھول جائیں آپ بھی ۔۔۔ بس اب ۔۔۔۔۔۔!"

وہ کہتے ساتھ ہی مڑا اور گھر سے باہر چلا گیا ۔۔۔ دادا کھڑے ہوئے مگر لڑکھڑا سے گئے ۔۔۔ شاویز نے لپک کر انہیں تھاما ۔۔۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر کرسی پر واپس بیٹھ گئے ۔۔۔ ان کی آنکھیں تیزی سے بھیگتی چلی گئیں ۔۔۔ شاویز خود حیران تھا، دادا کو کیا دلاسہ دیتا ۔۔۔ مومن تو نا جانے کہاں نکل گیا تھا پیچھے اب دادا تھے اور گھر کی وہی تنہائی جس میں آج پہلے سے زیادہ اداسی رچ گئی تھی ۔۔۔

☆......☆......☆

وہ جتنا بھی پریشان ہوتی کم تھا ۔۔۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مومن اسے لیے بغیر جا چکا ہے ۔۔۔ اوپر سے اس کا فون بھی بند جا رہا تھا ۔۔۔ وہ اسے کال کر کر کے تھک گئی تو یونہی پارکنگ میں ایک سائڈ پر بنے بینچ پر آ بیٹھی ۔۔۔ دل ہر شے سے یکدم اچاٹ ہوا تھا ۔۔۔ آج اتنی خوش تھی وہ ۔۔۔ سر منصور نے اس کے کام کی بے حد تعریف کی تھی، اس کی محنت کو سراہا تھا اور وہ یہ سب مومن سے شئیر کرنا چاہتی تھی ۔۔۔ مگر وہ اسے لیے بغیر اور بتائے بغیر اتنے آرام سے کیسے چلا گیا تھا ۔۔۔ وہ دلگرفتہ سی پلر سے کندھا ٹیک کر بیٹھی تھی ۔۔۔ اب اسے اپنے روٹ کی بس پکڑنی تھی ۔۔۔ مشکل بھلا کیا تھی، ہزاروں بار کا کام تھا لیکن دل تھا کہ دکھے جا رہا تھا ۔۔۔ آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں ۔۔۔ وہ ایک آخری بار مومن کا نمبر ملا رہی تھی جب اس کے پشت پر کوئی کھانسا ۔۔۔ وہ مڑی تو سالک پاشا سنجیدہ کھڑا اپنے کوٹ کا کالر درست کرتا ہوا بولا ۔۔۔

"آپ ابھی تک یہیں ہیں مس ماحور ۔۔۔؟ خیریت تو ہے نا ۔۔۔ اگر کنوینس کا پرابلم ہے تو میں ڈراپ کر دیتا ہوں آپ کو ۔۔۔!"

"نہیں ۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں ۔۔۔ ویسے بھی میں نکلنے ہی والی تھی ۔۔۔ میری بس مجھے آرام سے مل جائے گی ۔۔۔!" اس نے اپنے لہجے کی بیزاری کو حتی الامکان کنٹرول کرتے ہوئے کہا ۔۔۔

"لیکن کیوں ۔۔۔! میں ہوں نا ۔۔۔ آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں ۔۔۔ میں اس طرح ڈھلتی شام میں آپ کو اکیلا گھر جانے نہیں دے سکتا ۔۔۔ چلیں آئیں ۔۔۔!"

وہ اسے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر آگے بڑھ گیا تو ماحور کا دل ایک بار پھر دکھ سے بھر گیا۔۔۔مومن تو اسے کبھی بھی اکیلا جانے نہیں دے سکتا تھا۔۔۔جب سے اس نے اپنے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی تب سے تو مزید پکّی ہو گیا تھا۔۔۔ادھر اس کا آف ہوتا اور ادھر وہ گاڑی لیے موجود ہوتا۔۔۔آج کیا ہو گیا تھا ایسا۔۔۔وہ انہی تکلیف دہ سوچوں میں الجھی رہتی مگر سالک پاشا کی گاڑی کے ہارن نے اس کی سوچوں کو منتشر کر دیا۔۔۔وہ چاروناچار گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔اسے افسوس بھی ہو رہا تھا کہ اس نے ابرش کے آفر کرنے کے باوجود اس کے ساتھ جانے سے منع کر دیا تھا کیونکہ مومن نے اسے پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ آج وہ ہی اسے ڈراپ کرے گا۔۔۔ابرش نے اس کے انکار پر یاسیت سے محض ایک نظر اسے دیکھا تھا، وہ اسے چاہ کر بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ اب سے کچھ دیر پہلے سالک پاشا کیسا کمال دکھا چکا تھا۔۔۔مومن تراب تو اس کے اگلے چند منٹوں میں دادا کی طبیعت کا بہانہ بناتا خاموشی سے چلا گیا تھا۔۔۔ابرش بظاہر تو ماحور کو خداحافظ کہتی گاڑی نکال لے گئی تھی مگر وہ پارکنگ سے باہر کچھ دور اپنی گاڑی روکے ہوئے تھی۔۔۔جیسے ہی سالک پاشا کی گاڑی اس کے سامنے سے گزری، فرنٹ سیٹ ہر اکتائی سی بیٹھی ماحور پر نظر پڑتے ہی وہ اسٹیئرنگ سے سر ٹکا کر سسک اٹھی۔۔۔

"کتنا ظالم تھا یہ شخص۔۔۔اسے احساس تک نہیں تھا کہ اتنے ماہ وہ مجھ سے انجانے میں محبت جتاتا آیا ہے۔۔۔کتنے آرام سے بھول گیا تھا وہ۔۔۔دن رات میسیج کرتا تھا۔۔۔دن رات چیٹ ہوتی تھی۔۔۔کتنے وعدے کیسے کیسے پیمان باندھے تھے۔۔۔کیا کچھ بھی اسے یاد آ کرتا تا نہیں تھا۔۔۔" وہ سوچ رہی تھی لیکن سالک پاشا کو وہ سب یاد ہی کیوں آتا جب کہ وہ سب ابرش کے لیے تھا ہی نہیں، جس کے لیے تھا بھلے سے وہ انجان سہی مگر ابھی بھی وہ اسے حاصل کرنے کے قریب تر تھا۔۔۔بس اب تو ایک ہی رکاوٹ تھی۔۔۔عادل پاشا۔۔۔!

اور عادل پاشا پارکنگ سے سالک کو اسی لڑکی کو ساتھ لیے دیکھ چکے تھے جو آج کل ان کی تمام تر نفرتوں کا ہدف تھی۔۔۔ان کی زہریلی نگاہوں نے سالک کی گاڑی اوجھل ہونے تک پیچھا کیا اور پھر اپنے سیل پر فورا کال ملائی۔۔۔

"ہاں ایاز۔۔۔تمہیں کہا تھا کہ مجھے مختار انصاری سے ملواؤ جتنی جلدی ہو سکے۔۔۔ایک کام بھی تم ڈھنگ سے نا کرنا۔۔۔کب۔۔۔ٹھیک ہے۔۔۔کل میرے آفس ہی لے آؤ اسے۔۔۔!"

انہوں نے کال کاٹی اور پرسوچ نظروں سے خلا میں آنکھیں گھمانے لگے۔۔۔بہت عرصے بعد ایک بار پھر چال چلنے کا ہنر آزمانا تھا انہیں۔۔۔پہلے بھی اس چال نے عقیل مغل کی لٹیا ڈبوئی تھی ایک بار پھر وہی ان کا چارہ بننے والا تھا۔۔۔وہ زور سے ہنس دیے۔۔۔ایسی ہنسی جس کی تہہ میں مکاری اور عیاری چھپی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

شام ڈھل رہی تھی۔۔۔وہ گھر سے نکل کر یونہی سڑکیں ناپتا پھر رہا تھا۔۔۔اتنے شور میں بھی اس کے اندر سناٹے اتر آئے تھے۔۔۔وہ خود کو ایسی کیفیت میں محسوس کر رہا تھا جیسے کسی نے اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کا سر پکڑ کر پانی سے بھرے ڈرم میں ڈبو دیا ہو۔۔۔جان کنی کی اذیت کے ساتھ محض ایک ہی سوچ منسلک تھی کہ سانس بند ہو رہی ہے۔۔۔اسے سانس نہیں آرہی۔۔۔اس کی حسیات مردہ ہو رہی ہیں۔۔۔ماحور کو کھو دینے کا احساس ایسا ہی اذیت ناک تھا۔۔۔وہ ماحور سے دستبردار ہو گیا تھا، اسے حیرت تھی۔۔۔اس نے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال بھینچے اور ارد گرد بنظر غائر دیکھنے کے بعد آنکھوں کی نمی پونچھی۔۔۔وہ دوبارہ سے اس منظر کو دہرانے لگا جب سالک پاشا نے اس سے کہا کہ وہ ماحور کو چاہتا ہے۔۔۔آخر کیوں وہ گونگا بن کر سنتا رہا۔۔۔کیوں نا کہہ سکا کہ ماحور تو اس کی کل کائنات ہے۔۔۔وہ کیسے جینا چھوڑ دے۔۔۔وہ کیسے اپنی حیات اسے دان کر دے۔۔۔لیکن وہ کچھ بھی نا بول سکا تھا۔۔۔ایک لفظ بھی۔۔۔!

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر کس بات نے اسے چپ رہ جانے پر مجبور کیا ہے۔۔۔جاب کی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔۔یہاں سے چلی جاتی کہیں اور مل جاتی۔۔۔اتنا بامروت وہ کبھی نہیں تھا کہ سالک پاشا کا لحاظ کرتا۔۔۔مگر در حقیقت مومن تراب کو مروت ہی مار گئی تھی۔۔۔دادا کے آپریشن کے سلسلے میں سالک پاشا کی گئی بھاگ دوڑ اور وہ خطیر رقم جو پرائیوٹ ہاسپٹل میں آپریشن اور پرائیویٹ روم کے اخراجات کی مد میں سالک پاشا کی جیب سے ادا ہوئی۔۔۔وہ زیر بار تھا۔۔۔وہ سالک پاشا کا مقروض تھا۔۔۔بھلے سے سالک پاشا نے اس سے کسی قسم کا تقاضا نہیں کیا نا کبھی کرنا تھا اور اسی احسان کے بار تلے مومن کی ساری خوشیاں سسک سسک کر فنا ہو گئیں۔۔۔وہ کیسے بھول جاتا کہ جس وقت دادا کا آپریشن چل رہا تھا وہ اندر سے قطرہ قطرہ مر رہا تھا، دادا کی فکر اور ان اخراجات کی فکر اسے نڈھال کیے دے رہی تھی جو اس آپریشن پر اٹھ رہے تھے۔۔۔سالک پاشا اس گھڑی سچ میں فرشتہ بن کر آیا تھا۔۔۔وہ اس کا یہ احسان کبھی بھی نہیں بھول سکتا تھا۔۔۔لیکن آج اس احسان کا بدلا مومن تراب نے اپنی زندگی اسے دان کر کے چکا دیا تھا۔۔۔وہ اپنی خوشیاں، اپنی ہنسی، اپنا سکھ سب کچھ سالک پاشا کے حوالے کر کے خود تہی داماں پھر رہا تھا۔۔۔وہ شکستہ قدموں سے چلتا فٹ پاتھ کے کنارے نصب ہوئے ایک سنگی بینچ پر بیٹھ گیا۔۔۔پاس سے ایک پیشہ ور فقیر گزر رہا تھا جس نے مومن کو دیکھ کر پہلے سے مزید لنگڑانا شروع کر دیا، قریب آ کر گھگھیاتے ہوئے بھیک مانگنے لگا۔۔۔

"اے باؤ۔۔۔کل سے روٹی نہیں کھائی۔۔۔اللہ کے نام پر کچھ دے دے۔۔۔

۔۔۔تیرے بچے جئیں۔۔۔انہیں تتی ہوا نا لگے کبھی۔۔۔تیری خوشیاں سلامت رہیں۔۔۔تیرا گھر آباد رہے۔۔۔!"

مومن کے ہونٹوں کو ہنسی نے چھوا۔۔۔مجروح ہنسی۔۔۔!اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جتنے چھوٹے بڑے نوٹ تھے سبھی اس کے ہاتھ پر رکھ دئیے۔۔۔وہ فقیر حق دق اسے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہو۔۔۔اسے شک گزرا کہ یہ بندہ پاگل ہے یا اس کے ساتھ چالاکی کر رہا ہے۔۔۔تبھی ان پیسوں میں سے اس نے سو کا نوٹ اٹھایا اور باقی کے اس کے پاس ہی بینچ پر رکھ کر وہ فٹافٹ لنگڑاتا ہوا تیزی سے وہاں سے نکل گیا۔۔۔اب کے مومن پہلے سے زیادہ شدت سے ہنسا۔۔۔اسی اثنا میں اس کی نظروں کے بالکل سامنے سے سالک پاشا کی گاڑی زن کر کے گزر گئی اور اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ماحور کو دیکھ کر اس کی ہنسی یکدم آنسوؤں میں ڈھل گئی۔۔۔وہ آس پاس کی پرواہ کیے بغیر بے دھڑک رو دیا۔۔۔کب کا غبار سینے میں چکریاں کھا رہا تھا وہ اس نے پانی سے دھو دیا۔۔۔وہ روتا رہا اور شام دھیرے دھیرے رات میں ڈھلتی گئی۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ اشتعال میں گھری گھر میں داخل ہوئی تھی۔۔۔جی چاہتا تھا ہر شے کو آگ لگا دے۔۔۔اسے مومن پر اشتعال کے ساتھ رونا بھی آ رہا تھا۔۔۔آخر کیسے وہ اس سے لاپرواہی برت سکتا ہے۔۔۔آج صرف اس کی وجہ سے اسے سالک پاشا کے ساتھ گھر آنا پڑا تھا۔۔۔وگرنہ اگر وہ مومن کے ساتھ نا آتی تو ابرش کے ساتھ آجاتی مگر مر کر بھی سالک پاشا کی گاڑی میں نا بیٹھتی۔۔۔وہ شخص جتنا بھی بے مثال ہوتا اس کی نگاہ میں نہیں جچتا تھا۔۔۔عادل پاشا ایسا نام تھا کہ اس سے جڑی ہر شے سے وہ متنفر تھی۔۔۔اس نے خاصی آواز کے ساتھ گیٹ بند کیا تو زلیخا دادی پریشان سی کچن کا جالی والا دروازہ کھول کر برآمد ہوئیں۔۔۔اسے دیکھ کر چہرے پر جبری مسکراہٹ ضرور آئی مگر فکر کی لکیریں ہنوز تھیں۔۔۔ماحور سلام کر کے وہیں صحن میں کرسی پر جوتے اتارتی ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔۔۔

"تھک گئی ہو۔۔۔؟" دادی نے اس کے اداس اور بیزار چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔"رائنہ ہے اندر۔۔۔کچھ دیر پہلے ہی آئی ہے، تمہارے لیے شربت بنا رہی، بس لاتی ہی ہوگی۔۔۔کیسا رہا تمہارا فنکشن۔۔۔؟"

"وہ تو بہت اچھا رہا دادی۔۔۔سر نے بہت تعریف کی۔۔۔اور یہ رائنہ کو آنے کی ہوش آگئی۔۔۔بڑے دنوں بعد آئی ہے۔۔۔!" اس کا موڈ رائنہ کے ذکر پر قدرے بہتر ہو گیا۔۔۔اتنے میں وہ بھی ٹرے میں شربت کا جگ اور گلاس لیے کچن سے نکلی اور اسے چھوٹی سی ٹیبل پر رکھ کر، چہکتی ہوئی بولی۔۔۔

"مجھے چھوڑو، آج تو بڑے بڑے لوگوں کو ہوش آگئی۔۔۔تھا جس کا انتظار، وہ شاہکار آ کر چلا بھی گیا۔۔۔!"

"کیا مطلب۔۔۔کن کو ہوش آگئی۔۔۔؟" اس نے گلاس میں شربت انڈیلتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"مومن کو اور کس کو۔۔۔اس کے دادا آئے تھے۔۔۔تمہارا اور مومن کا رشتہ بھی پکا کر گئے ہیں اور شادی کی تاریخ بھی طے کر گئے ہیں۔۔۔حیرت ہے، تمہیں برآمدے میں رکھے یہ اتنے بڑے بڑے مٹھائی کے ٹوکرے نہیں دکھائی دیے کیا۔۔۔؟"

ماحور نے منہ میں بھرا گھونٹ بمشکل حلق سے نیچے اتارا اور گلاس فوراً واپس میز پر دھرا۔۔۔آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مٹھائی کے ٹوکرے دیکھنے لگی جن پر واقعی اب تک اس کی نگاہ نہیں پڑی تھی۔۔۔مرجھایا چہرہ یوں کھل اٹھا تھا جیسے بہار اتر آئی ہو۔۔۔وہ ایک دم اندر تک شانت ہو گئی۔۔۔

"اچھا تو جناب اس کام کے لیے وہاں سے غائب ہوئے تھے۔۔۔لیکن بتانا تو چاہیے تھا نا۔۔۔ناراضی تو میری بنتی ہے۔۔۔"

اس نے دل میں سوچا اور زلیخا دادی سے پوچھا۔۔۔

"مومن خود بھی آیا تھا کیا۔۔۔؟"

انہوں نے نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگیں۔۔۔

"نہیں۔۔۔اس کے دادا تھے اور مومن کا دوست تھا، اس کے محلے میں رہتا ہے۔۔۔اس کے دادا تو کہہ رہے تھے کہ وہ اسے بنا بتائے آئے ہیں۔۔۔گھر جا کر اسے اچانک بتا کر خوش کریں گے۔۔۔!" دادی کے جواب پر وہ دوبارہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔۔۔اگر یہاں بھی نہیں آیا تو کہاں گیا آخر۔۔۔

"اچھا تم کیوں منہ لٹکائے ہوئے ہو۔۔۔جاؤ جا کر فریش ہو آؤ، پھر مٹھائی کے حصے بخرے کرتے ہیں۔۔۔جنت اور زونی ٹیوشن سے آتے ہیں تو ان کے ہاتھ محلے میں بھجوانی ہے۔۔۔!" رائنہ کے کہنے پر وہ اٹھنے لگی تھی مگر زلیخا دادی کے پریشان چہرے کو دیکھ کر دوبارہ ٹک گئی۔۔۔

"دادی۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔آپ چپ چپ کیوں ہیں۔۔۔کیا کوئی ڈیمانڈ کی ہے مومن کے دادا نے۔۔۔؟" اس کے ذہن میں یہی بات آئی تھی۔۔۔رائنہ نے بھی لقمہ دیا۔۔۔

"ہاں۔۔۔واقعی جب سے آئی ہوں، مجال ہے جو دادی نے مجھے کوئی طعنہ مارا ہو۔۔۔آج تو مجھے مینڈکی کہہ کر بھی نہیں بلایا۔۔۔بور ہی ہوتی رہی میں۔۔۔!"

مگر زلیخا دادی سنجیدگی کی بکل اوڑھے رہیں۔۔۔بلآخر ماحور کے اصرار پر بتانا پڑا۔۔۔

"مومن کے دادا تمہارے لیے شگن کا سیٹ بھی لے کر آئے تھے، سونے کا۔۔۔وہ منحوس عقیل کی نظر پڑ گئی اس پر۔۔۔جیسے ہی میں ذرا سا ہٹی، لے کر نکل گیا۔۔۔اب لٹا دے گا اسے جوئے میں۔۔۔!"

"کیاااااااا۔۔!" ماحور اور رائنہ کی مشترکہ چیخ صحن میں گونجی۔۔۔

"تو آپ اب بتا رہی ہیں۔۔۔اب تک تو بابا نے وہ سیٹ پار بھی لگا دیا ہوگا۔۔کیا کرتی ہیں آپ دادی۔۔۔کیا کہیں گے ہم مومن اور اس کے دادا کو۔۔کیا سوچیں گے وہ ہمارے بارے میں۔۔۔؟" وہ روہانسی ہوتی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔۔۔رائنہ بھی تاسف سے سر دھن رہی تھی۔۔۔اور وہ لوگ کر بھی کیا کر سکتے تھے۔۔۔زلیخا دادی کو تو خود اس وقت سے قلق نہیں جا رہا تھا۔۔کاش وہ اسے الماری میں محفوظ کر کے کسی دوسرے کام میں مصروف ہوتیں۔۔۔مگر اب کیا فائدہ تھا بھلا یہ سب سوچنے کا۔۔۔عقیل مغل کام دکھا گئے تھے۔۔۔

"میں ڈھونڈتی ہوں جا کر بابا کو۔۔۔" ماحور ایک دم کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔۔۔" رائنہ تم سیف کو کال ملاؤ۔۔۔اسے بولو کہ وہ گھر پہنچے تب تک میں اکیلی ہی جاتی ہوں بابا کے پیچھے۔۔۔!"

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔۔؟" زلیخا دادی نے اسے لتاڑا۔۔۔" کہاں جاؤ گی اسے تلاشنے۔۔۔پتا بھی ہے کہ جواریوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے اب وہ۔۔۔کتنی ہی چیزیں گھر کی بیچ چکا ہے اب تک۔۔۔تمہیں بتایا نہیں کہ خوامخواہ گھر میں فساد ہوگا۔۔۔تم لڑکی ذات۔۔۔اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو۔۔۔ہرگز نہیں۔۔۔میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گی جو اس کے پیچھے گئی تو۔۔۔ایک بار نمو بھی ماضی میں ایسی ہی غلطی کر کے تمام عمر کا دکھ پال بیٹھی، میں وہی غلطی ہرگز نہیں دہرانے دوں گی۔۔۔سمجھی۔۔۔!" زلیخا دادی تیز ہوتے تنفس کے ساتھ خاصی اونچی آواز میں اسے ڈانٹتی چلی گئیں۔۔۔ماحور دھم سے واپس کرسی پر گر سی گئی۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو لکیر کی صورت گالوں پر گرنا شروع ہوئے اور پھر کوئی رکاوٹ نا رہی۔۔۔رائنہ اور زلیخا دادی پریشان ضرور ہوئیں مگر اسے رونے دیا۔۔۔اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ بابا کی حرکت کا رونا تو جو تھا سو تھا، مگر اسی رونے میں مومن کے رویے کا دکھ بھی شامل تھا۔۔۔اسے خود کو یہ یقین دلانا مشکل ہو رہا تھا کہ مومن نے اس کی طرف سے غفلت برتی ہے۔۔۔اور پھر اس کا مسلسل بند فون۔۔۔! طرح طرح کے وہم اور خدشے اس کے دل و دماغ کو گھیرے ہوئے تھے۔۔۔سالک پاشا کی نظروں میں بے باکی جو آج اسے محسوس ہوئی تھی پہلے کبھی بھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔جو اسے سمجھ آ رہا تھا وہ اس کا ذہن قبول کرنے سے انکاری تھا۔۔۔ابرش اور سالک پاشا کی محبت کی وہ خود گواہ تھی پھر اسے آج سالک پاشا کا جھکاؤ کھلم کھلا اپنی اور کیوں محسوس ہو تا رہا تھا۔۔۔وہ جتنا سوچتی جا رہی تھی، دماغ کی گنجلکیں بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔۔۔یہ سب وہ مومن سے شیئر کرنا چاہتی تھی مگر وہ مل کر نہیں دے رہا تھا۔۔۔اس کی چھٹی مسلسل کھٹکنا شروع ہو گئی

تھی۔۔۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی کوئی بہت ہی قیمتی متاع اس کے ہاتھوں سے نکلنے والی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

مومن گھر پہنچا تو رات کافی ہو چکی تھی۔۔۔وہ حال سے بے حال عجیب ہی لٹا پٹا سا دکھائی دے رہا تھا۔۔۔دادا نے دروازہ تو خاصے غصے میں کھولا تھا کہ اس کی خوب کلاس لیں گے مگر اس کو دیکھ کر ان کا دل جیسے مسلا گیا تھا۔۔۔وہ رویا ہوا بھی لگ رہا تھا۔۔۔انہوں نے اسے کندھوں سے تھام لیا۔۔۔

"مومن۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔۔۔کہاں تھا تو۔۔۔کب سے شاویز کو کہہ کر فون کروا رہا ہوں مگر بند جا رہا ہے۔۔۔ابھی ابھی اس بیچارے کو گھر بھیجا ہے میں نے زبردستی۔۔۔اور تو ہے کہ تجھے فکر ہی نہیں، پیچھے بڈھا دادا گھر اکیلا ہے۔۔۔تیرا انتظار کر رہا ہوگا۔۔۔ناجی۔۔۔آوارہ ہو گیا ہے تو مومن۔۔۔!"

وہ باتوں کے شور میں بے چین کر دینے والی خاموشی کو دبانا چاہ رہے تھے۔۔۔ماحول میں بہت عجیب سا احساس حاوی تھا۔۔۔کچھ گڑبڑ تھی۔۔۔مومن جواب میں ایک حرف نہیں بولا تھا۔۔۔بس خاموشی سے کوٹ صحن میں رکھی چیئر کی بیک پر ڈال کر نڈھال سا خود بھی بیٹھ گیا۔۔۔

"کہیں نہیں۔۔۔بس یونہی کوئی پرانا شناسا مل گیا تھا، اسی کے ساتھ تھا۔۔۔!" وہ دھیمی آواز میں کہتے ہوئے جھک کر تسمے کھولنے لگا۔۔۔

"کیسا شناسا پوتے۔۔۔میں ایسا کون ہے جس کو نہیں جانتا۔۔۔تجھے شناسا کہنے کی نوبت پہلے تو کبھی نہیں آئی۔۔۔مومن مجھے سچ سچ بتا۔۔۔دیکھ میرا دل اتنا مضبوط نہیں ہے کہ جھٹکے سہہ سکے۔۔۔مجھے بتا کہ کیا ہوا ہے۔۔۔دوپہر کو کیا بکواس کر کے نکلا تھا گھر سے کہ ماحور سے شادی نہیں کرنی۔۔۔کیوں۔۔۔بتا مجھے۔۔۔ایسا کیا ہو گیا ایک ہی دن میں۔۔۔بول۔۔۔؟"

دادا جھنجھلا گئے تھے۔۔۔ان پر بے بسی بھرا اشتعال حاوی ہو رہا تھا۔۔۔وہ مومن سے سختی سے باز پرس کرنا چاہتے تھے مگر اس کی حالت دیکھ کر مصلحتاً نرم ہوئے تھے۔۔۔

"بس یونہی دادا۔۔۔مجھے مناسب یہی لگا کہ انکار کر دیا جائے۔۔۔!"

مومن کے جواب پر ایک پل کو دادا کا دل تو کیا رکھ کر ایک تھپڑ ماریں اسے مگر۔۔۔

"وجہ۔۔۔؟ ہیں۔۔۔وجہ بتا۔۔۔کیا کہوں میں اس بچی کے گھر والوں سے کہ میرے پوتے کو یہ رشتہ اب مناسب نہیں لگ رہا۔۔۔یہ بولوں۔۔۔؟"

" آپ خاموش ہو جائیں بس۔۔۔کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی آپ کو۔۔۔میں خود ہی ماحور کو انکار کر دوں گا۔۔۔!" وہ دونوں پیر جوتوں سے آزاد کراتے ہوئے بولا۔۔۔سارا جسم مارے تھکن کے پھوڑا بنا ہوا تھا۔۔۔وہ چپ چاپ فرش تاڑے جا رہا تھا۔۔۔دادا کی آواز نا ابھری تو سرسری نگاہ ان پر ڈالی۔۔۔دل یکدم جکڑا گیا۔۔۔وہ بے آواز رو رہے تھے۔۔۔مومن اسی لمحے قدموں میں آبیٹھا۔۔۔جی اپنا بھی بھرا ہوا تھا۔۔۔بے اختیار گود میں سر رکھ کر خود بھی روتا چلا گیا۔۔۔

" میں ماحور کو ہار آیا ہوں دادا۔۔۔ماحور مجھ سے چھن گئی ہے دادا۔۔۔مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کبھی مجھ پر یہ وقت بھی آسکتا ہے کہ میں کسی کے اس قدر زیر بار ہو جاؤں گا کہ مجھے اپنی سانسیں دے کر بدلہ چکانا پڑے گا۔۔۔میرا دل بند ہو رہا ہے دادا لیکن میں کچھ نہیں کرسکتا۔۔۔!"

اپنے لمبے چوڑے پورے مرد پوتے کو یوں بچوں کی طرح روتے دیکھ کر دادا تو جیسے زندہ درگور ہو گئے تھے۔۔۔انہیں سینے میں بائیں طرف بھاری پن محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا۔۔۔وہ ہلکی ہلکی اٹھتی ٹیسوں کو دباتے مومن کا چہرہ اونچا کر کے اسے چومتے ہوئے بولے۔۔۔

" کیسے۔۔۔کیسے ہار گیا تو۔۔۔ایویں۔۔۔مذاق ہے کیا۔۔۔رشتہ طے کیا ہے میں نے تیرا۔۔۔انگوٹھی پہنائی تھی تو نے۔۔۔ایسے کیسے چھین لے گیا کوئی تجھ سے تیری چاہت۔۔۔!؟"

مومن نے دلگرفتگی کے ساتھ آنکھیں پونچھتے ہوئے دادا کو مختصرا ساری بات بتا دی۔۔۔جوابا وہ حق دق سے اس کی شکل دیکھتے رہ گئے۔۔۔

" میں کرتا ہوں سالک سے بات۔۔۔اسے بتاؤں گا کہ تو کتنا چاہتا ہے ماحور کو۔۔۔تیری بات پکی کر آیا ہوں اس کے ساتھ۔۔۔وہ اچھا لڑکا ہے۔۔۔عزت کرتا ہے میری۔۔۔سمجھ جائے گا۔۔۔!" وہ جوش سے بولتے اسے تسلی دے رہے تھے۔۔۔مومن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔۔

"نہیں۔۔۔آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔۔۔ماحور کی بھلائی اسی میں ہے دادا۔۔۔وہ اور اس کے بہن بھائی اپنی ماں کے ایک بار پھر قریب ہو جائیں گے۔۔۔سب ایک ساتھ ہو جائیں گے۔۔۔!"

"کیا مطلب۔۔۔میں سمجھا نہیں۔۔۔ماحور کی ماں کا کیا تعلق اس سب سے۔۔۔؟" دادا نے حیرت اور اچنبھے سے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اونچا کیا۔۔۔

"ماحور نے مجھے آج ہی بتایا ہے کہ اسکی ماں، سرسالک کی سوتیلی والدہ ہیں یعنی بابا کے فرینڈ عادل پاشا کی دوسری بیوی۔۔۔!" اور دادا کے ذہن میں جیسے جھماکے سے ہونے لگے۔۔۔ کچھ آگے پیچھے ہوتے مناظر ان کا دماغ جھنجھوڑنے لگے۔۔۔ مگر اس وقت انہیں مومن کی دلجوئی سے مطلب تھا اس لیے اسے ڈپٹتے ہوئے بولے۔۔۔

"اس کی ماں ان سے ملے یا باپ، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔۔۔ مجھے بس یہ پتا ہے کہ ماحور میری بہو ہے۔۔۔ اسے میں نے تیرے لیے مانگا ہے۔۔۔ اور اسے تیری ہی دلہن بننا ہے۔۔۔!"

"نہیں دادا۔۔۔ بھول جائیں اس قصے کو۔۔۔ سرسالک کا مجھ پر احسان اتنا بڑا ہے کہ میں ساری عمر بھی ان کی چاکری کروں تب بھی ادا نا کر سکوں۔۔۔ اس دن اگر وہ میرے کام نا آتے تو شائد میں آپ کو کھو دیتا۔۔۔ دادا انہوں نے اپنی زندگی میں خاصے دکھ دیکھے ہیں۔۔۔ میں ان سے ان کی پہلی اور آخری محبت چھین کر انہیں بالکل تہی دست نہیں کر سکتا۔۔۔ مجھے اپنا دل اور ظرف بڑا کرنا ہو گا۔۔۔ اور پھر میرے پاس کیا ہے دادا، سوائے زبانی کلامی محبت کے۔۔۔ سرسالک، ماحور کو ویسی زندگی دے سکتے ہیں جیسی میں اسے دینے کی محض خواہش کر سکتا ہوں۔۔۔ اسے سرسالک کا بننے دیں دادا، اس میں اس کی ساری فیملی کی بھلائی ہے۔۔۔ وہ خوش رہے گی دادا کیونکہ سر اسے بہت خوش رکھیں گے۔۔۔ اور ماحور کو میں نے کھو دیا تو کیا ہوا، آپ تو میرے پاس ہیں نا۔۔۔ ایک بار پھر مومن اور دادا۔۔۔ دادا اور مومن۔۔۔!" وہ روتے سے ہنس کر دادا کی گود میں منہ دے کر دوبارہ رو دیا۔۔۔ اور دادا گنگ سے ہو گئے۔۔۔ کیا وہ جانتے نہیں تھے کہ ماحور ان کے پوتے کے لیے کیا ہے۔۔۔ وہ جو کہہ رہا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش میں اپنی تمام تر توانائی بھی صرف کر دے گا تب بھی اسے بھول نہیں پائے گا۔۔۔ مومن کا سر سہلاتے ہوئے انہیں اپنے آنسوؤں پر قابو پانے میں خاصا تردد کرنا پڑا تھا۔۔۔ سارے صحن میں منحوس سی خاموشی پھیل گئی تھی۔۔۔ مدتوں پرانی اداسی ہر سو پر پھیلائے مکمل استحقاق کے ساتھ براجمان ہو چکی تھی۔۔۔!

❁ ❁

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 15 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 10

رات بڑی بھاری تھی۔۔۔وہ اس رات بھی سو نہیں سکی تھی جس دن سالک پاشا نے بڑی بے رحمی سے حقیقت سے پردہ اٹھایا تھا مگر آج کی رات کی اذیتیں حد سے سوا تھیں۔۔۔ہو گیا تھا معلوم اسے۔۔۔اسی پل۔۔۔جس وقت سالک نے زمانے بھر کی حیرت لہجے میں سمو کر اسے کہا تھا کہ

"کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔؟ یہ نمبر آپ کا کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔۔۔کون بات کرتا ہے مجھ سے اس نمبر پر۔۔۔؟"

اس انداز نے،اس روکھے اور سرد لہجے نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے باور کرا دیا تھا کہ سالک پاشا "کس" کی غلط فہمی میں اس سے بات کرتا رہا تھا۔۔۔لیکن پھر بھی اصل دل کے ٹکڑے تو آج ہوئے تھے۔۔۔ماحور کو سالک پاشا کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا دیکھنا ایسا جاں گسل منظر تھا کہ وہ دعا کرے گی کہ دوبارہ زندگی بھر نا دیکھے۔۔۔کتنے مکمل دکھائی دے رہے تھے وہ دونوں۔۔۔میڈ فار ایچ ادر۔۔۔اتنے فاصلے سے بھی سالک پاشا کے چہرے پر چھلکتی خوشی ابرش نے صاف طور پر محسوس کی تھی۔۔۔اور اس خوشی نے ابرش کے پورے وجود میں کانٹے اگا دیے تھے۔۔۔وہ جیسے جیتی جاگتی شہزادی سے یکدم ایک بے جان مورت میں بدل گئی تھی جسے تابوت میں رکھ چھوڑا گیا ہو مگر اس کے لیے کوئی شہزادہ نہیں آنے والا تھا جو اپنے لمس سے اس کے مردہ وجود کو جلا بخشتا۔۔۔اسے اب یونہی رہنا تھا۔۔۔وہ اوندھے منہ بیڈ پر گری بلک رہی تھی۔۔۔کس وقت مسز راٹھور اس کے کمرے میں داخل ہوئیں،اسے بلکل اندازہ نا ہو سکا۔۔۔وہ شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔۔۔اچانک ہی ان کی نیند کسی بے چینی کے زیر اثر ٹوٹی تھی اور وہ محض جائزہ لینے کی غرض سے بیڈ روم سے باہر نکل آئی تھیں۔۔۔کوریڈورز میں پھرتے پھراتے جب وہ ابرش کے کمرے کے باہر سے گزرنے لگیں تو انکے کانوں نے صاف طور پر کسی کے رونے کی آواز سنی۔۔۔بلاشبہ یہ ابرش کی ہی آواز تھی۔۔۔وہ ایک پل بھی ضائع کیے بنا اس کے کمرے میں داخل ہو گئیں جہاں وہ اوندھی پڑی رو رو کر بے حال ہو چکی تھی۔۔۔ان کا دل دھڑکنا بھول گیا۔۔۔انہوں نے لپک کر اسے تھاما اور سیدھا کرتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔۔۔

"ابرش میری جان۔۔۔میری چندا کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔مجھے بتاؤ ابرش۔۔۔میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔۔۔کیوں رو رہی ہو ایسے۔۔۔؟"

وہ ساتھ ساتھ اس کا منہ چومے جارہی تھیں۔۔۔انہوں نے کب ابرش کو اس بری طرح روتے دیکھا تھا۔۔وہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑی بڑی خوشیاں کشید کرلیتی تھی۔۔۔رو رو کر بے حال ہوئی ابرش کی مندی آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے اور سرخ تھے۔۔۔

"ناجانے کب سے رو رہی ہے۔۔۔!" اس سوچ نے مسز راٹھور کی اپنی آنکھوں میں مرچیں سی بھر دیں۔۔۔انہوں نے ابرش کے گال تھپتھپائے اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے سادے پانی کے جگ میں ہاتھ ڈال کر اوک میں تھوڑا سا پانی لے کر اس کے چہرے پر چھڑک دیا۔۔۔ابرش کو ہڑبڑاہٹ سی ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔سامنے ماں کا مہربان چہرہ دیکھ کر وہ بے اختیار ان کے سینے میں گھسنے لگی۔۔۔یوں جیسے سب سے چھپ جانا چاہتی ہو۔۔۔مسز راٹھور کے لیے یہ صورتحال جتنی پریشان کن تھی اس سے کہیں زیادہ سنگین بھی۔۔۔دل میں طرح طرح کے وسوسے جاگ رہے تھے۔۔۔وہ ایک جھٹکے میں اس سے سب کچھ پوچھ لینا چاہتی تھیں مگر اس کی حالت کے پیشِ نظر بڑے رسان اور محبت سے دوبارہ پوچھا۔۔۔

"ابرش۔۔۔! بیٹا ہوش کرو۔۔۔اپنی ماما کو بتاؤ میری جان، کیا ہوا۔۔۔مجھ پر بھروسہ کرو ابرش۔۔۔میں تمہاری ماں ہوں۔۔۔تمہاری مدد کروں گی میری جان۔۔۔مجھے بتاؤ تو۔۔۔!" ان کے لہجے سے چھلکتا خوف ابرش کو حواسوں میں لے آیا۔۔۔مسز راٹھور کے لہجے میں بے اعتباری نہیں تھی مگر کسی انہونی کے احساس سے ان کا لہجہ لرزاں ضرور تھا۔۔۔وہ ہولے سے اچک کر سیدھی ہو بیٹھی۔۔۔چہرے اور گردن پر چپکے بالوں کو دونوں ہاتھوں کی مدد سے اکٹھا کر کے پشت پر پھینکا اور ماں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کوئی مناسب بہانہ سوچنے لگی۔۔۔

"خبردار ابرش۔۔۔کوئی جھوٹ نہیں۔۔۔اگر چاہتی ہو نا کہ اس رات کی صبح دیکھوں تو خدارا مجھے سچ سچ بتاؤ کہ کیا ہوا ہے ورنہ فکر اور پریشانی سے میرا دل بند ہو جائے گا۔۔۔!" وہ بھانپ گئی تھیں کہ ابرش انہیں ٹالنے کی کوشش میں ہے، اس لیے پیشگی ٹوک دیا تھا۔۔۔ابرش نے ایک طویل نم آلود سانس کھینچا اور کندھے ڈھیلے چھوڑ کر، سر جھکا کر ماں کو سب بتاتی چلی گئی۔۔۔آنسو ایک بار پھر ایک تواتر سے اس کے گالوں پر بہتے جارہے تھے۔۔۔مسز راٹھور دم سادھے اسے سنتی رہیں، انہیں پتا بھی نا چلا اور کب ان کی اپنی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔ساری بات سننے کے بعد انہوں نے تھکے ہارے اعصاب کے ساتھ ابرش کو دوبارہ سینے میں سمو لیا۔۔۔افسوس، رنج اور اپنی بیٹی کی ناقدری اور رسوائی (جو ایک غیر لڑکے کے سامنے ہوئی تھی) نے انہیں دکھ کے سمندر میں دھکیل دیا تھا۔۔۔یہ لڑکیاں ناجانے بے وقوفی کے کون سے درجے پر فائز ہوتی ہیں کہ جب تک ٹھوکر کھا نا لیں عقل ہی نہیں سیکھتیں۔۔۔وہ

ابرش کا سر اب اپنی گود میں رکھے اسے سہلاتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔۔۔وہ چاہ رہی تھیں کہ وہ سو جائے تا کہ اس کے ٹوٹے بکھرے وجود کو کچھ راحت ملے مگر ابرش نے اگلے ہی پل جھٹکے سے سر اٹھایا اور ماں سے سوال کیا۔۔۔

" ماما۔۔۔آپ کو لگتا ہے کہ میں ایسا رویہ ڈیزرو کرتی تھی۔۔۔؟ بولیں ماما۔۔۔کیا میرے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہیے تھا۔۔۔میں نے اس سے پورے دل سے محبت کی تھی ماما۔۔۔میں نے مانا، میری غلطی۔۔۔! لیکن اسے بتانے کا کوئی اور طریقہ دیکھنا چاہیے تھا نا ماما۔۔۔کوئی اتنا پتھر دل بھی ہو سکتا ہے کیا۔۔۔!" وہ ایک بار پھر بکھرنے لگی تھی۔۔۔مسز راٹھور نے اسے پیار سے خاموش کراتے ہوئے کہا۔۔۔

" ششش۔۔۔بس۔۔۔چپ ہو جاؤ اب۔۔۔رونا بند۔۔۔بلکل نہی رونا۔۔۔بس کرو اب۔۔۔تم میری بہت پیاری بیٹی ہو۔۔۔میرا مان اور فخر ہو۔۔۔تم سے غلطی ہوئی پہچاننے میں۔۔۔اس تعلق کو لے کر چلنے میں۔۔۔تم نے اوٹ پٹانگ حرکتوں سے اسے الجھا دیا۔۔۔ایسے رشتوں میں لکا چھپی بہت سی ناجائز درزوں کی راہ دکھاتی ہے اور لڑکیاں نقصان اٹھاتی ہیں۔۔۔بس اب بھول جاؤ۔۔۔وہ تمہارے لیے نہیں تھا جبھی وقت سے پہلے خبر ہو گئی۔۔۔اگر اس کے بابا آ کر رشتہ فائنل کر جاتے تو سوچو بعد میں یہ لڑکا کتنا بھونچال لاتا کیونکہ ایک بات تو پکی ہے کہ عادل پاشا تمہارا پروپوزل لے کر اپنے بیٹے کی مرضی کے بغیر آنے والے تھے۔۔۔اور میں اپنی چاند سی بچی کو کسی کی ان چاہی بیوی کبھی بھی نا بننے دوں۔۔۔اس لیے میری جان جو ہوا سو اچھا ہوا۔۔۔اب آرام کرو۔۔۔پہلے ہی بیمار رہی ہو اتنے دن۔۔۔تمہارے پاپا بھی فکر مند ہو رہے ہیں تمہاری صحت کو لے کر۔۔۔کل سے نئے سرے سے روٹین اسٹارٹ کرو۔۔۔زندگی ختم نہیں ہوئی بلکہ ایک نیا موڑ لے لیا ہے۔۔۔اس موڑ پر تمہاری قسمت تمہیں تمہارے ہمسفر سے ضرور ملوائے گی۔۔۔!"

مسز راٹھور کی باتوں کی تاثیر تھی یا ماں کی ممتا چھلکاتی زبان کی مٹھاس کہ ابرش کا ہچکیاں لیتا بدن دھیرے دھیرے پر سکون ہوتا چلا گیا۔۔۔وہ آنکھیں موند کر تکیے پر سر رکھ کر دراز ہو گئی۔۔۔مسز راٹھور اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتیں اس کے سو جانے کی منتظر تھیں۔۔۔ماتھے پر سوچ کی لکیریں اور آنکھوں میں ملال سا ابھی بھی ٹھہرا ہوا تھا اور بند پلکوں کے پار ابرش کے دل میں سالک پاشا کا دکھ گٹھری بنا سر نیہوڑائے مضبوطی سے جم چکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

صحن میں پھر پھر کر اس نے ٹانگیں شل کر ڈالی تھیں مگر مومن سے رابطہ ہوا نا ہی اس کا سیل فون آن ہوا۔۔۔وہ تھکن سے

بے حال ہونے کے باوجود سو نہیں پا رہی تھی۔۔۔جب تک مومن سے بات نا ہو جاتی اسے کیسے نیند آتی۔۔۔اتنا بڑا دن تھا آج ان کی زندگی کا۔۔۔دادا آ کر ان کی شادی کی تاریخ طے کر گئے تھے اور مومن نے اسے مبارک دینا تو درکنار، اپنی آواز نا سنانے کی بھی قسم کھا لی تھی۔۔۔اگر یہ سب ماحور کے شوق کو ہوا دینے کے لیے تھا تب بھی بہت برا تھا اور اگر اس سب کے پیچھے کچھ اور وجہ تھی تو وہ جانے بغیر ماحور کو چین کیسے آ سکتا تھا۔۔۔وہ ہاتھ میں موبائل تھامے کرسی پر ٹک گئی۔۔۔ہلکی ہلکی چلتی ہوا بڑی خوش کن تھی مگر اس وقت کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔اشتعال اور غصے کی جگہ اب فکر اور پریشانی نے لے لی تھی۔۔۔وہ بار بار اپنی گیلی آنکھیں رگڑتی مگر آنسو ہٹیلے پن سے دوبارہ آ دھمکتے۔۔۔دن کا سماں ہوتا تو پورے حق کے ساتھ مومن کے گھر چلی جاتی اور خوب جوتے پڑواتی دادا سے مگر اب آدھی رات کو سوائے کڑھنے کے وہ بے بس تھی۔۔۔سیف پانی پینے اٹھا تو کچن کی کھڑکی سے اسے بیٹھا دیکھ کر باہر نکل آیا۔۔۔

"اپیا۔۔۔یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔وقت دیکھا ہے۔۔۔ڈھائی بج رہے ہیں اور آپ یہاں اس وقت یوں بیٹھی ہو۔۔۔خیریت ہے نا۔۔۔کچھ ہوا ہے کیا۔۔۔آج تو آپ کو خوش ہونا چاہیے بہت۔۔۔اداسی کس وجہ سے ہے۔۔۔؟" وہ سست روی سے چلتا اس کے برابر آ کر ٹک گیا۔۔۔دل میں اسے یوں بیٹھا دیکھ کر جتنا فکر مند ہوا تھا اتنا ظاہر نہیں کروایا تھا۔۔۔

"مومن کا فون شام سے بند جا رہا ہے۔۔۔آج وہ مجھے لیے بغیر آفس سے اچانک کہیں چلا گیا حالانکہ اس کے باس اور سارا اسٹاف ابھی وہیں تھی۔۔۔اور اب جبکہ اس کے دادا آ کر ہمارا رشتہ پکا کر گئے ہیں، شادی کی تاریخ طے کر دی ہے تو کیا اس کا فون سوئچ آف رکھنا بنتا ہے سیف۔۔۔ کیا اسے مجھے مبارک نہیں دینی چاہیے تھی۔۔۔کیا اسے مجھے آفس سے پک کیے بغیر لیو کرنے پر معذرت نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔۔میں بہت دکھی ہوئی ہوں سیف۔۔۔بہت ہی زیادہ۔۔۔!"

سیف ہمیشہ سے اس کا بھائی کم دوست رہا تھا۔۔۔دونوں اوپر تلے کے تھے اس لیے اپنے احساسات ایک دوسرے سے شیئر کرنا عادت بن چکا تھا۔۔۔وہ ماحور کی بات سن کر ہنس دیا اور اسے اپنے ساتھ لگا کر سہلاتے ہوئے بولا۔۔۔

"اپیا۔۔۔آپ اتنی میچور ہو کر ایسا کیسے سوچ گئیں۔۔۔آپ نے مومن بھائی کو بلیم کرنے سے پہلے یہ کیوں نا سوچا کہ ہو سکتا ہے ان کا سیل فون خراب ہو گیا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ کھو گیا ہو۔۔۔ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے اپیا۔۔۔آپ بھی نا۔۔۔!"

"یہی تو۔۔۔ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا ہے سیف۔۔۔تو پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر آف کر رکھا ہو فون۔۔۔وہ مجھے اوائیڈ کر رہا ہو۔۔۔!"

"اگر اوائیڈ ہی کرنا ہوتا تو اپنے دادا کو ہمارے گھر کیوں بھیجتے۔۔۔؟ باقی رہ گئی ان کے آپ کو بتائے بنا یا لیے بنا آفس سے

جانے والی بات تو جب ان سے رابطہ ہوگا تو خوب سارا لڑ لینا۔۔۔اتنا تو حق بنتا ہے آپ کا اپیا۔۔۔!"

ماحور مسکرادی۔۔۔وہ ریلکیس تو نہیں ہوئی مگر تھکن سے بے حال تھی اس لیے جماہی روکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔دل میں ارادہ باندھا کہ کل واپسی پر خود اس کے آفس جا کر خبر لے گی۔۔۔دیکھنا کیسی مرمت کرتی اس کی۔۔۔اسے اندر جاتا دیکھ کر سیف بھی اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔گو کہ وہ جانتا تھا کہ اس نے اپیا کو تمام بودے جواز دے کر مطمئن کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر خود اس کے اندر بھی عجیب سی فکر نے سر اٹھایا تھا۔۔۔کہیں مومن کسی مصیبت میں نا ہو۔۔۔لاکھ مصروفیت ہو، ہزاروں کام آن پڑیں کم از کم ایک فون کال پر بتایا تو جا سکتا ہے جبکہ آج اتنا خاص دن تھا سب کے لیے۔۔۔وہ ماتھے پر سوچ کی شکنیں لیے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔برآمدے کی لائٹ بجھا کر آسمان کی اور دیکھا جہاں انگنت ستارے ابھی پورے گٹھ جوڑ سے چمک رہے تھے۔۔۔اسے کیا خبر تھی کہ اس کی اپیا کی خوشیوں کا ستارہ پوری آب و تاب سے چمکنے سے پہلے ہی ماند پڑنے والا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

ایک ہی آسمان تلے تاروں کی چادر کے نیچے کسی کے لیے شب بھاری تھی تو کسی کے لیے خوشی کا مژدہ۔۔۔! سالک پاشا نائٹ سوٹ کے اوپر گاؤن پہنے اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا، ہلکی ہلکی ہوا کے زیر اثر لان میں لگے اونچے پیڑوں کو ہلتے دیکھ رہا تھا۔۔۔لبوں پر مسکان اور آنکھوں میں چمک اس کی دلی آسودگی کا پتا دے رہی تھی۔۔۔ایک خمار سا تھا جس نے پورے وجود کو لپیٹ میں لے رکھا تھا۔۔۔ماحور کو حاصل کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کو تھا۔۔۔ناعمہ پاشا ہر حال میں اسی کو بہو بنانے پر رضامند تھیں۔۔۔ابرش راٹھور کے ساتھ جو غلط فہمی میں تعلق قائم ہوا تھا وہ ایک ہی جھٹکے میں ختم ہو گیا تھا۔۔۔مومن تراب جو اس کا ایمپلائی کم اور جس سے دوستی کا تعلق استوار ہو چکا تھا، اسے ماحور کے بارے میں بتا کر وہ ایک دم ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔۔۔اسے یقین تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ ماحور کو اس کے لیے قائل کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔۔۔دونوں کے درمیان بے تکلفی کی جو جھلک اس نے آج دیکھی تھی گو کہ اس کی وجہ سے وہ کچھ دیر کے لیے تو جلتی بھٹی میں اتر گیا تھا مگر پھر یکدم اسے خیال آیا کہ مومن ہی وہ شخص ہو سکتا ہے جو ماحور تک اس کے جذبات اور احساسات پہنچا سکتا ہے۔۔۔آج ماحور کی اس کی گاڑی میں واپسی نے اسے نہال کر دیا تھا۔۔۔دل چاہتا تھا کہ یہ سفر کبھی بھی تمام نا ہو۔۔۔وہ اپنی ساری عمر یوں ہی بتا سکتا تھا۔۔۔گھر آنے تک وہ کن اکھیوں سے اس اپسرا کو تاڑتا آیا تھا جس کا چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔۔۔وہ سارا راستہ منہ پھلائے بیٹھی رہی تھی۔۔۔اور سالک پاشا اس کی اس ادا پر سو جان سے قربان تھا۔۔۔نخرہ، حسن کی نیاز ہوتا ہے اور ماحور یہ نیاز بکثرت دلاتی تھی۔۔۔وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر

راکنگ چیئر پر آبیٹھا۔۔کمرے کا اے سی آن تھا اور اس خنک ماحول میں گرم جذبات کی حدت اس کے رگ و پے میں سرشاری اتار رہی تھی۔۔۔واپسی پر جب اس نے ناعمہ پاشا کو بتایا کہ وہ ماحور کو اس کے گھر ڈراپ کر کے آ رہا ہے تو وہ بے حد خوش ہوئی تھیں۔۔۔وہ عادل پاشا سے ٹکر لے کر ماحور کو اس کی دلہن بنا لانے کے لیے بس موقع کے انتظار میں تھیں۔۔۔ ہلکا ہلکا جھولتے ہوئے اسے ماضی کے بہت سے ناخوشگوار واقعات ایک تسلسل سے یاد آنے لگے تھے۔۔۔وہ وقت جب وہ محض چودہ سال کا تھا تو اس کے دادا نے اس کے باپ کو گھر سے نکال دیا تھا۔۔۔اس کی ماں بہت صابر اور حوصلہ مند عورت تھی۔۔۔وہ اتنا بچہ نہیں تھا کہ سمجھ نا پاتا کہ اس کے ابی اور اماں میں نہیں بنتی۔۔۔اس کے ابی نے کبھی بھی اماں سے اچھے طریقے سے بات نہیں کی تھی۔۔۔وہ دونوں ساتھ تھے تو محض اس کی خاطر ابی نے اس کے لیے اماں کو نہیں چھوڑا تھا ورنہ اماں تو کبھی بھی علیحدگی نہیں چاہتی تھیں۔۔۔کچھ بھی تھا ابی کو اس سے بے حد محبت تھی۔۔۔سخت ترین شیڈول میں بھی وہ اس کے لیے وقت نکالتے تھے۔۔۔اس کے ساتھ انڈور اور آؤٹ ڈور سبھی گیمز کھیلنا۔۔۔اسے آؤٹنگ پر لے جانا۔۔۔کلب، جم، ریس کورس ہر جگہ اسے لے جاتے تھے اور وہ باپ بیٹا خوب تفریح کرتے۔۔۔گھر پر کیرم اور لڈو کی گیمز جمتیں۔۔۔اماں محض اسے ماحول سازگار دینے کی خاطر وہیں پر ہاتھوں میں کوئی مصروفیت لے کر بیٹھ جاتیں اور ہلکی پھلکی گپ شپ کرتی رہتیں۔۔۔تب تک وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی اماں اپنے اندر ایک جان لیوا مرض کی تخلیق کر رہی ہیں بلکہ وہ خود بھی شائد اس سے ناواقف تھیں۔۔۔اسے تو بس یہ پتا تھا کہ دادا، ابی سے ناراض رہتے ہیں اور دونوں میں آئے دن تکرار ہوتی تھی۔۔۔ایسی ہی ایک تکرار کے نتیجے میں اس کے دادا نے ابی کو گھر سے نکال دیا تھا۔۔۔اس کی اماں ساری رات تکیے میں منہ دیے روتی رہی تھیں۔۔۔اس کے ابی کہاں گئے، اسے کچھ پتا نہیں تھا بس کچھ دن بعد گھر کے نمبر پر ان کی کال آ جاتی اور وہ صرف سالک سے بات کر کے بند کر دیتے۔۔۔نا اس سے دادا کے بارے میں کچھ پوچھتے اور نا ہی اماں کے بارے میں، جو دن بدن بیمار دکھنے لگیں تھیں۔۔۔انہی دنوں اس کے کانوں میں ملازموں کے منہ سے نکلی بات پڑی کہ ابی نے دوسری شادی کر لی۔۔۔یہ پہلا موقع تھا جب اس کے دل میں باپ کے لیے ملال آیا۔۔۔اسے دادا کی ناراضی اور ماں کی بے تابی، دونوں کی وجوہات کا علم ہو گیا۔۔۔پھر بھی وہ ابھی باپ سے پوری طرح متنفر نہیں ہوا تھا۔۔۔اسے انتظار تھا کہ کسی دن وہ اچانک سے آ جائیں گے اور اسے کہیں گے کہ یہ سب مذاق تھا مائی سن۔۔۔! مگر وہ نا آئے، ان کے دوسری بیوی کے ساتھ ملک سے باہر جانے کی خبر آئی۔۔۔اور یہاں اس کی ماں کو لینے اجل چلی آئی۔۔۔وہ دادا کے سینے سے لگا تڑپتا رہا، سسکتا رہا، روتا رہا مگر اس کے ابی نہیں آئے۔۔۔اس کی اماں ساری عمر کی تکلیفیں اور اذیتیں کفن میں چھپائے خود بھی منوں مٹی تلے جا چھپیں۔۔۔اماں کو

کینسر تھا یہ بھی اسے ان کے مرنے کے بعد معلوم ہوا۔۔۔سات سال ابی نے پلٹ کر نا دیکھا۔۔۔وہ اکیس سال کا جوان اور تنومند لڑکا تھا اب۔۔۔دادا نے پڑھائی کے ساتھ ساتھ اس میں بزنس سکلز بھی ڈویلپ کیے تھے۔۔۔وہ پہلے سے زیادہ ضعیف اور کمزور ہو چکے تھے، مگر انہوں نے اس کی گرومنگ میں دن رات ایک کیے رکھے۔۔۔اسے اس قابل تو بنا ہی دیا تھا کہ وہ ان کے بعد بزنس سنبھال سکے۔۔۔اور پھر دادا بھی گزر گئے۔۔۔اچانک نہیں، وہ جتنے عرصے سے بیمار تھے، ڈاکٹرز تو انہیں جواب دے چکے تھے۔۔۔مگر ان کی ول پاور لاجواب تھی۔۔۔ان کے اعصاب اس قدر مضبوط تھے کہ وہ بیماری کو پچھاڑے ہوئے تھے مگر کب تک۔۔۔ایک دن سانسیں تمام ہوئیں اور وہ اپنی بھتیجی کے پاس روانہ ہوئے جس کی محبت میں انہوں نے آخری دم تک بیٹے سے کلام ناکی نا ہی اسے واپس بلایا۔۔۔جس کی محبت میں اس کے بیٹے کو کندن بنا ڈالا۔۔۔ابی اب بھی اس سے فون پر رابطہ رکھتے تھے مگر اماں کی موت پر ان کے نا آنے کا شکوہ ایسا تھا کہ وہ انہیں معاف نہیں کر سکا تھا بھلے سے جتا بھی نا سکا۔۔۔اور اب جب دادا گزر گئے تو ایک دن ابی بھی اسی محل میں واپس چلے آئے جہاں سے بے دخل کیے گئے تھے۔۔۔ان کے ساتھ ان کی بیگم کو دیکھ کر اسے اتنی تکلیف ہوئی تھی کہ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بنا باپ سے ملے گھر سے نکل گیا تھا۔۔۔گزرتے دنوں میں گو کہ اس کا رویہ ابی کے ساتھ قدرے ٹھیک ہو گیا تھا مگر ناعمہ پاشا کو وہ کبھی بھی ان کا جائز مقام نا دے سکا۔۔۔وہ جب جب انہیں دیکھتا، تب تب اسے اپنی ماں کا سسکنا اور تڑپنا یاد آتا تھا۔۔۔جب کبھی ابی کو ناعمہ پاشا کے ساتھ التفات جتاتے دیکھتا تو اس کا رواں رواں سلگ اٹھتا تھا۔۔۔اگر اس نے کبھی ناعمہ پاشا کو بلانے کی زحمت نہیں کی تھی تو ناعمہ بھی بہت عرصے بعد اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔۔۔وہ اسے ہمیشہ گم صم اور کسی اندھیرے کونے میں بیٹھی ہوئی ملتیں۔۔۔لیکن جس وقت ابی گھر آجاتے تو وہ نک سک سے تیار ہنستی مسکراتی جیسے جون بدل کر آجاتی تھیں۔۔۔وہ ان کی اس منافقت پر کھول اٹھتا تھا۔۔۔باپ کو تو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو بزنس کے جھمیلوں میں کھپا لیا۔۔۔وہ اس قدر مصروف رہنے لگا کہ گھر اور اس کے بیچ ہونے والی سرگرمیوں کی جانب متوجہ ہی نا ہو پاتا۔۔۔ابی کے ساتھ دوبارہ وہ پہلے سی بے تکلفی اور دوستی کبھی نا ہو سکی گو کہ انہوں نے سالک کے قریب ہونے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی مگر وہ بیتے سات سال میں بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھ چکا تھا۔۔۔اس نے اپنی ماں کھوئی تھی۔۔۔باپ کو دوسری بیوی کے ساتھ دوسرے ملک سیٹل ہونے سے لے کر اپنا نظر انداز کیا جانا بھی سہا تھا۔۔۔دادا جو بزنس کی دنیا میں اس کے گاڈ فادر تھے اور جذباتی سہارا بھی، وہ بھی چلے گئے تو اس کے دل میں ابی کے حوالے سے گرہیں لگتی چلی گئیں جنہیں عادل پاشا اپنے بہترین رویے کے باوجود کھول نا پائے۔۔۔عادل پاشا نے لاکھ بیٹے سے قریب ہونے کی کوشش کی مگر اپنی فطرتی ہٹ اور ضد نہیں توڑ سکے

تھے۔۔۔بزنس کے معاملات میں اگر وہ سالک کی مرضی سے ہٹ کر چلتے تھے تو سالک کو اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ بلاشبہ ابی ایک منجھے ہوئے بزنس مین تھے اور ان کے ڈیسیژنز قابل عمل ہوتے تھے۔۔۔وہ کبھی بھی ان کے آڑے نہیں آیا تھا حالانکہ یہ بات عادل پاشا بھی جانتے تھے اور سالک بھی کہ اس بزنس میں سیونٹی فائیو پرسنٹ شیئرز سالک کے ہیں مگر بہر حال وہ باپ کا احترام کرتا تھا اور انہیں پوری حیثیت کے ساتھ دخل اندازی کی اجازت تھی مگر اب معاملہ اس کی پوری زندگی کا تھا۔۔عادل پاشا اپنی فطرت سے مجبور اس بار ایسے معاملے میں اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو چکے تھے جو اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔۔ماحور اس کے جینے کی وجہ بن چکی تھی اور اسے کھونے کا مطلب تھا مر جانا۔۔!

اور وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔۔ماحور سے پہلے اس کی زندگی ایک مخصوص ڈگر پر لگی بندھی سی گزر رہی تھی۔۔۔نا کوئی امنگ تھی نا دل میں جوش۔۔لیکن اب اس کے اندر کی دنیا یکسر بدل گئی تھی۔۔محبت کے رنگوں نے اس کے مزاج کو بھی رنگین بنا ڈالا تھا۔۔اس کا دل لگنے لگا تھا۔۔اور یہ سب ماحور کی وجہ سے تھا۔۔اس لیے وہ طے کر چکا تھا کہ بھلے سے عادل پاشا کچھ بھی کر لیں وہ کسی صورت اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہوگا۔۔وہ تمام انتظامات مکمل کیے ہوئے تھے۔۔اس کا دوسرا بنگلہ بلکل تیار تھا صرف ماحور کی کمی تھی۔۔جیسے ہی ناعمہ پاشا گرین سگنل دیتیں وہ بارات لے جانے والا تھا۔۔وہ ذہنی طور پر مکمل تیار تھا کہ مستقبل میں اس بنگلے میں ماحور کے بہن بھائی بھی قیام کر سکتے ہیں۔۔اسے ان کے ہونے سے کوئی ایشو نہیں تھا اور ناعمہ پاشا بھی ایسا ہی چاہتی تھیں۔۔وہ اپنے بچوں کو ان کے نشئی باپ کے پاس سے جھپٹ لانا چاہتی تھیں بلکل ویسے جیسے چودہ سال پہلے عقیل مغل نے ان سے ان کے بچے جدا کر دیے تھے۔۔لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ ماحور کی شادی سالک سے ہو جائے اور وہ اب زیادہ دیر کرنے والی نہیں تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

کمرے میں نیم اندھیرا کیے دادا داہنی کروٹ لیے لیٹے تھے۔۔ساری رات مومن کے دکھ اور فکر سے جاگتے رہے تھے۔۔ان کا دل مومن کا فیصلہ ماننے کو تیار ہی نا تھا۔۔اس کا فیصلہ انہیں سراسر احمقانہ اور جذباتی پن کا شاخسانہ لگ رہا تھا۔۔۔وہ سالک پاشا سے بات کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نا کرتے جو مومن انہیں دھمکی نا دے ڈالتا۔۔۔

”دادا اگر آپ نے سر سالک سے میرے اور ماحور سے متعلق کسی بھی طرح کی کوئی بات کی تو میں اپنی گاڑی ٹرک میں دے ماروں گا۔۔!“

ایک گرم گرم آنسوان کی آنکھ سے نکل کر تکیے میں گم ہو گیا۔۔۔اولاد کتنی ظالم ہوتی ہے، ایک پل میں ضرب تقسیم کر کے ماں باپ کی محبت کے کھاتے میں صفر کا اندراج کر دیتی ہے۔۔۔سارا منافع اپنے حصے میں رکھ لیتی ہے۔۔۔ان کے پوتے نے ایک بار بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ایسی دھمکی دے کر دادا کے دل پر کیسے آرے چلا ڈالے اس نے۔۔۔وہ اس سے رات کے ہی خفا ہو چکے تھے۔۔۔صبح اس نے ناشتے پر بلایا تب بھی باہر نہیں نکلے۔۔۔وہ آوازیں دیتا رہا اور یہ آنکھیں بند کیے سوتے بنے رہے۔۔۔مایوس ہو کر وہ آفس چلا گیا تھا۔۔۔اس کے جانے کے بعد شاویز آیا تھا۔۔۔کتنی ہی دیر دادا کے پاس بیٹھا ادھر ادھر کی بونگیاں مار کر ان کا مزاج درست کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر دادا نے کروٹ نا چھوڑی۔۔۔اسے بھی دادا کی فکر ہو رہی تھی مگر وہ ان کے ساتھ زبردستی کیسے کر سکتا تھا۔۔۔ماسی شوکت کے آنے پر وہ اسے ضروری ہدایات دے کر چلا گیا تھا۔۔۔ماسی نے گھر صاف کیا سوائے دادا کے کمرے کے۔۔۔کھانا بنا کر اور برتن دھو کر چلی گئی تب کہیں جا کر کروٹ کے بل لیٹے دادا سیدھے ہوئے اور چت دراز ہو کر چھت گھورنے لگے۔۔۔ذہن بہت سے مناظر کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔۔۔ایک کے بعد ایک منظر ابھرتا اور تحلیل ہو جاتا مگر سب میں ایک تسلسل تھا۔۔۔ایک ربط تھا۔۔۔ماضی کی کڑی تھے سب۔۔۔کچھ ایسا ہو گزرا تھا جو ان کے لیے غیر اہم تھا، جس پر انہوں نے تب توجہ نہیں دی تھی جب وہ سب ہو رہا تھا مگر لاشعور میں وہ تمام واقعات پوشیدہ تھے جو اب آ کر مسلسل ان کا ذہن جھنجھوڑنے لگے تھے۔۔۔اس کی ابتدا عقیل مغل کے چہرے کو دیکھ کر ہوئی تھی۔۔۔وہ چہرہ ان کا شناسا تھا۔۔۔اسے کہاں دیکھ رکھا تھا، اس گھڑی انہیں یاد نہیں آیا تھا مگر کل رات مومن کے منہ سے یہ جان کر کہ ماحور کی والدہ سالک کی سوتیلی ماں ہیں یعنی عادل پاشا کی بیوی۔۔۔تو جیسے تڑک کر کے دماغ کے بند دریچے پر لگا قفل کھلا تھا۔۔۔ایک ریل سی چل پڑی تھی نگاہوں کے سامنے۔۔۔وہ اپنے بستر سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔۔۔ایک پل کو تو سر چکرا کر رہ گیا۔۔۔ایک دم کھڑا ہونا ویسے بھی ان کے لیے اچھا نہیں تھا اس لیے فوراً دیوار کا سہارا لے کر اپنی چھڑی کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا جو انہیں کپڑوں والے اسٹینڈ پر لٹکی نظر آئی۔۔۔ہاتھ میں تھام کر وہ چند طویل سانسیں لیتے باہر صحن میں چلے آئے۔۔۔اوپر کے پورشن کو جاتی سیڑھیوں کو پرسوچ نگاہوں سے دیکھتے رہے گویا سوچ بچار کر رہے تھے کہ اوپر جائیں یا نا جائیں۔۔۔مہینے میں ایک آدھ بار ماسی شوکت اوپر کے پورشن کی جھاڑ پونچھ کر آتی تھی۔۔۔مومن نے کئی بار کہا تھا کہ اسے کرائے پر اٹھا دیتے ہیں مگر دادا کبھی نہیں مانے۔۔۔ایک بار کا تجربہ انہیں کافی تھا۔۔۔وہ ہمت مجتمع کرتے بڑی احتیاط کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگے۔۔۔کچھ اس مشقت کے باعث تو کچھ اندرونی خلفشار کی وجہ سے ان کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔۔۔مومن اگر انہیں یہ کام کرتے دیکھ لیتا تو یقیناً غدر مچا دیتا مگر جس تجسس نے انہیں اوپر آنے پر مجبور کیا تھا اسے دور کیے بنا

ا انہیں چین نہیں آنا تھا۔۔سیڑھیاں ایک مختصر سے لاؤنج نما ہال تک آتی تھیں۔۔۔یہاں ایک دو پرانی کرسیاں دھری ہوئی تھیں۔۔۔دادا سانس درست کرنے کی خاطر کچھ دیر ان میں سے ایک پر بیٹھ گئے۔۔۔اپنی چھڑی پر کنپٹی ٹکا کر وہ تفصیلا ہر چیز کا جائزہ لینے لگے۔۔۔لاؤنج کی داہنی طرف اوپن کچن کی طرز پر ایک چھوٹا سا سیٹ اپ تھا۔۔۔کچھ کیبینٹس دیوار گیر تھیں اور کچھ ماربل کے کاؤنٹر کے نیچے بھی تھیں۔۔۔کچن میں سنک کے اوپر ایک کھڑکی تھی جو باہر سڑک کی جانب کھلتی تھی۔۔۔یہاں سے مین روڈ صاف دکھائی دیتا تھا۔۔۔لاؤنج سے آگے دو درمیانے سائز کے بیڈ رومز تھے جن کے درمیان میں ایک اٹیچ واشروم تھا۔۔۔کچن کی ایک جانب سے باہر بالکونی کو دروازہ نکالا گیا تھا۔۔۔یہ ایک چھوٹی سی فیملی کے لیے بڑا مناسب سا پورشن تھا۔۔۔مگر ان کے بیٹے حسن تراب نے اپنے چھڑے دوست کو محض آٹھ ماہ کے۔لیے کرایے پر دیا تھا۔۔۔انہوں نے مخالفت کی تھی کیونکہ وہ بہو بیٹی والے گھر میں چھڑے چھانٹ آدمی کو کرائے دار نہیں رکھنا چاہتے تھے مگر حسن تراب نے منت ترلے سے انہیں منا لیا تھا۔۔۔بقول ان کے عادل پاشا ان کا بہت پرانا دوست تھا۔۔۔وہ دونوں کالج فیلو رہ چکے تھے۔۔۔اپنے بیٹے کی خاطر وہ چپ ہو گئے تھے مگر انہیں تب بھی عادل پاشا کی سرگرمیاں الجھاتی تھیں۔۔۔دل میں کھد بد لگی رہتی کہ اتنی بڑی گاڑی کا مالک اور اتنا بڑا بزنس مین آخر کس مجبوری کے تحت یہاں رہنے آیا ہے۔۔۔پھر وہ اکثر صحن میں بیٹھے اوپر نگاہ ڈالتے تو عادل پاشا کو اپنے کچن کی کھڑکی سے مین روڈ کی طرف دیکھتا پاتے۔۔۔نیچے صحن سے اوپر والے پورشن کا کچن صاف دکھائی دیتا تھا۔۔۔کئی بار ایسا ہوا کہ انہوں نے اسے باہر دیکھتا پایا اور پھر اگلے چند لمحوں میں عادل پاشا تیزی سے سیڑھیاں اترتا اور باہر نکل جاتا۔۔۔انہیں ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی پر نظر رکھے ہوئے ہے مگر وہ بیٹے سے کچھ کہتے تو وہ اس بات کو ان کی غلط فہمی قرار دے دیتا۔۔۔اور پھر ایک دن گھر کے باہر کچھ ہی فاصلے پر ہنگامہ سا ہوا۔۔۔انہوں نے باہر جھانک کر دیکھا تو عادل پاشا کی گاڑی کے پاس ایک مرد اور جوان عورت کھڑے تھے۔۔۔وہ آدمی عادل پاشا پر بری طرح چلا رہا تھا جبکہ عورت بے جان مورت کی طرح خشک لبوں پر زبان پھیرتی کچھ کہنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جاتی تھی۔۔۔وہ مارے طیش کے گھر کے اندر آ کر صحن میں ٹہلنے لگے۔۔۔انہیں رہ رہ کر اپنے بیٹے پر غصہ آ رہا تھا جس کی وجہ سے اس قماش کا انسان ان کے گھر میں بسیرا کیے ہوا تھا۔۔۔انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسی ماہ وہ عادل پاشا کو مکان خالی کرنے کا کہہ دیں گے مگر اس کی نوبت نہیں آئی، عادل پاشا ایک دو دن میں خود ہی وہاں سے چلا گیا۔۔۔جاتے ہوئے وہ اس قدر جلدی میں تھا کہ محض اپنے بریف کیس اور چند ضروری کپڑوں کے علاوہ سارا سامان حسن تراب کے حوالے کر گیا یہ کہہ کر کہ جیسے چاہے استعمال کر لینا۔۔۔انہیں اس میں اپنی ہتک لگی اور انہوں نے سارا سامان اگلے دن ہی اپنے بیٹے کی غیر موجودگی میں کسی رفاحی ادارے کو

اٹھوا دیا سوائے ان کاغذات کے جو اندرونی الماری کے نچلے خانے میں جیسے چھپائے گئے تھے۔۔۔انہوں نے وہ کاغذات یہیں رہنے دیے اس انتظار میں کہ عادل پاشا یقیناً انہیں لینے آئے گا۔۔۔!

دادا یکدم ہڑبڑا کر جیسے نیند سے جاگے۔۔۔وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں چلتے ہوئے اندر بیڈ روم میں گئے اور الماری کھول کر اس کے نچلے خانے کو جانچنے لگے۔۔۔چند پرانے بوسیدہ کپڑوں کے نیچے وہ کاغذات خاصی ردی حالت میں ابھی بھی جوں کے توں رکھے تھے۔۔۔وہ انہیں باہر نکال کر ہاتھ سے ان کی گرد جھاڑ کر واپس لاؤنج میں کرسی پر آبیٹھے۔۔۔انہیں یاد تھا کہ کئی بار وہ حسن تراب سے کہا تھا کہ وہ یہ کاغذات خود ہی اپنے دوست کو واپس کر آئے مگر وہ ہر بار ٹال جاتا کیونکہ عادل پاشا تب تک ناعمہ نامی خاتون سے شادی کر کے باہر جا چکا تھا اور حسن تراب کو باپ کو یہ بات بتاتے شرم آتی تھی، آخر کو وہ لاعلم نہیں تھے کہ عادل پاشا شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ تھا۔۔۔بعد میں اپنی بہو کی زبانی انہیں معلوم ہوا تھا۔۔۔اس کے بعد طویل عرصہ گزر گیا نا کوئی آیا نا یہ کاغذات یہاں سے گئے۔۔۔دادا نے کرتے کی جیب سے نظر کی عینک نکالی اور آنکھوں پر لگا کر بغور ان کاغذات کا جائزہ لینے لگے۔۔۔عادل پاشا کے شناختی کارڈ کی کاپی کے ساتھ کسی اور آدمی کے شناختی کارڈ کی کاپی بھی ان کے بیچ دبی پڑی تھی۔۔۔عادل پاشا کو پہچاننا کون سا مشکل تھا، اصل دھچکا انہیں دوسری تصویر دیکھ کر لگا۔۔۔ان کا شک ٹھیک تھا۔۔۔یہ عقیل مغل کے شناختی کارڈ کی کاپی تھی۔۔۔یعنی عقیل مغل کو دیکھ کر شناسائی کا جو احساس انہیں ہوا تھا وہ بے جا نہیں تھا۔۔۔یہ کاغذات، سالوں پہلے یہاں رکھتے ہوئے بھی انہوں نے دیکھے تھے اور یہ تصویریں بھی بغور دیکھی تھیں مگر وقت کی گرد میں سب مدھم ہو گیا تھا۔۔۔اب جب یادداشت ہلی تھی تو انہیں باہر گلی میں عادل پاشا کے ساتھ لڑتا ہوا وہ شخص بھی یاد آ گیا جو بری طرح پیچ و تاب کھاتا قریب کھڑی کالی چادر میں لپٹی عورت کو گھسیٹتا لے گیا تھا۔۔۔وہ عقیل مغل ہی تھا۔۔۔کڑی سے کڑی جڑ رہی تھی۔۔۔دادا کا ذہن ساری کہانی بن کر حقیقت کے پردے پر منعکس کر رہا تھا۔۔۔اسی عورت کا جھگڑا دونوں کے مابین تھا۔۔۔وہی عورت ماحور کی ماں ہو گی۔۔۔عادل پاشا ان کے گھر یقیناً اسی کی ٹوہ میں رہنے کے لیے رکا تھا۔۔۔اس عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے ساتھ کوئی خطرناک چال چلی گئی تھی جس کے نتیجے میں ماحور کی ماں آج عادل پاشا کی بیوی تھی۔۔۔دادا کو یکدم جھرجھری آ گئی۔۔۔انہیں عادل پاشا کی خباثت پر بے حد تاؤ آ رہا تھا۔۔۔وہ ماتھے پر خفگی کی شکنیں لیے اب کاغذات پھرول رہے تھے۔۔۔یہ کسی فیکٹری اور مکان کی رجسٹری کے پیپرز تھے۔۔۔انہوں نے سب سے پہلے مکان کی رجسٹری چیک کی۔۔۔کس کا تھا، کون سا مکان تھا۔۔۔؟

جوں جوں وہ نظر دوڑاتے جا رہے تھے، ان کا ماتھا گرم ہو رہا تھا۔۔۔یہ کاغذات اسی مکان کے تھے جہاں وہ ماحور کا رشتہ

لینے گئے تھے۔۔۔وہ ششدر سے رہ گئے تھے۔۔۔کیا چکر تھا یہ بھلا۔۔۔آج سے چودہ پندرہ سال پہلے اس مکان کے پیپرز عادل پاشا کے پاس اگر آئے تو کیوں۔۔۔کیسے۔۔۔کس لیے۔۔۔؟ اب ان باتوں کے جواب تو ایک ہی شخص دے سکتا تھا اور وہ تھا عقیل مغل۔۔۔! ایک بات تو صاف تھی کہ عادل پاشا نے یہ رجسٹری بہت بڑی چال چلنے کے لیے ہتھیائی ہوگی مگر اسے موقع نہیں مل سکا۔۔۔پہلی فرصت میں یہ پیپرز وہ ماحور کے حوالے کرنے کا ارادہ کر بیٹھے تھے۔۔۔مگر دل پر دوبارہ سے یاسیت چھا گئی۔۔۔مومن نے ماحور سے رشتہ ختم کر دیا تھا۔۔۔وہ بھلا کیسے سامنا کریں گے اس بچی کا جسے دیکھ کر ہی ان کے اندر تازگی بھر گئی تھی۔۔۔کیا کیا نہیں سوچ لیا تھا انہوں نے مومن اور ماحور کو لے کر۔۔۔ایک ہی دن میں خدا جانے کیسا پانسا پلٹا تھا سب تتر بتر ہوگیا۔۔۔انہیں سالک پاشا سے کوئی پرخاش نہیں تھا بلکہ اس کے اخلاص کے وہ اپنی بیماری کے دنوں میں ہی قائل ہو چکے تھے مگر وہ اسے اتنے آرام سے اپنے پوتے کی خوشیاں برباد کرنے نہیں دے سکتے تھے۔۔۔وہ اسے بتا دیں گے کہ مومن، ماحور کو پسند کرتا ہے۔۔۔امگر کیسے۔۔۔؟ مومن انہیں ایسا کرنے نہیں دے گا۔۔۔تو وہ ماحور سے بات کریں گے کہ وہ سالک کو انکار کر دے۔۔۔ہاں۔۔۔یہ صحیح ہے۔۔۔اس نے منع کر دیا تو بات ہی ختم ہو جائے گی۔۔۔بھلا جب لڑکی ہی راضی نا ہو تو وہ شادی کیوں کرے گا۔۔۔وہ کچھ ہلکے پھلکے سے ہو کر کاغذات لیے نیچے جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مومن، ماحور کے سر پر ہفت آسمان توڑنے والا ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

ٹھنڈے ائیر کنڈیشنڈ روم میں پھیلی پرسکون خاموشی میں بھی بے چینی سی تھی۔۔۔مختار انصاری مسلسل پہلو پر پہلو بدل کر شیشے کے میز کے پار اونچی پشت والی کرسی پر کروفر سے براجمان عادل پاشا کو دیکھ دیکھ کر مرعوب ہو رہا تھا۔۔۔اس کی گردن پر چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں۔۔۔پندرہ منٹ ہو چکے تھے اسے یہاں بیٹھے اور ان پندرہ منٹوں میں وہ بس عادل پاشا کو کالز اٹینڈ کرتے اور بے نیازی سے لیپ ٹاپ پر نظریں گاڑے دیکھ رہا تھا۔۔۔اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ گلا کھنکھار کر انہیں اپنی جانب متوجہ کرتا۔۔۔آخرکار عادل پاشا کو اس پر ترس آیا اور اسے نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے قابل جانا۔۔۔اسے بلانے کا جو مقصد تھا وہ بھلے سے بے حد ضروری تھا مگر وہ مختار انصاری جیسے لوگوں سے کام نکلوانے سے قبل ان کی اوقات ان پر واضح کر دیا کرتے تھے جیسا کہ ابھی کیا۔۔۔!

”تو تم ہو مختار۔۔۔کیا چلاتے ہو۔۔۔؟ آئی گیس ڈھابہ ہے یا شائد۔۔۔ایاز کچھ ایسا ہی بتا رہا تھا۔۔۔!“ وہ سوچنے کی اداکاری کرتے اپنی مونچھ کو خفیف سا کھجاتے ہوئے بولے۔۔۔

"میرا فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ ہے جناب۔۔۔چھوٹا سا ہے مگر اچھا چلتا ہے۔۔۔!" مختار انصاری جھٹ سے صفائی دینے والے انداز میں گویا ہوا۔۔۔

"اوکے واٹ ایور۔۔۔!" عادل پاشا نے ہاتھ جھٹکا تو مختار مزید دبک سا گیا۔۔"یہاں تمہیں کسی کام سے بلایا گیا ہے۔۔۔اگر کرو گے تو تمہیں اتنے پیسے ملیں گے کہ اپنے ڈھابے جیسا ایک اور ڈھابہ کھول سکو گے۔۔۔مگر کام ہوشیاری اور چالاکی سے کرنا ہوگا۔۔۔!" اب کے ڈھابے کے لفظ کو وہ محض اس لیے پی گیا تھا کیونکہ عادل پاشا نے پیسوں کی بات کی تھی۔۔۔اور لالچی تو وہ شروع سے تھا۔۔۔

"کیسا کام سر۔۔۔بھلا میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں۔۔۔مجھے تو بس ریسٹورنٹ چلانے کا تجربہ ہے۔۔۔!"

"تو میں نے تمہیں کون سا جاب دینے کے لیے بلایا ہے ایڈیٹ۔۔۔" وہ خاصی نخوت سے بولے اور پھر ذرا سا آگے جھکتے ہوئے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔۔"ماحور مغل کو جانتے ہو۔۔۔؟"

مختار انصاری کے جسم کے سارے بال کھڑے ہو گئے۔۔۔بھلا اس چڑیا کو کون کافر بھلا سکتا تھا۔۔۔مگر وہ شش و پنج میں مبتلا عادل پاشا کی طرف دیکھ رہا تھا کہ آیا اقرار کرے کا انکار۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ جتنی جلدی آفس سے نکل سکتی تھی، نکل آئی تھی۔۔۔حالانکہ ابرش نہیں آئی تھی مگر اسے کل کے ٹف ڈے کے بعد کام کی طرف سے آج خاصا ریلیف ملا تھا۔۔۔پھر بھی وہ چھوٹا موٹا فائلز کا کام نمٹا کر نکلی تھی۔۔۔مومن کے آفس پہنچنے میں اسے پون گھنٹہ لگ سکتا تھا تقریبا اور وہ اچانک اس کے سامنے جا کر سرپرائز دینا چاہ رہی تھی۔۔۔کل ان کے بیچ گھر کے بزرگوں کی منشاء اور مرضی سے ایک نیا بندھن قائم ہوا تھا۔۔۔عنقریب وہ ایک ہونے والے تھے۔۔۔وہ اس خوشی کو مومن کے چہرے اور انداز سے محسوس کرنا چاہتی تھی حالانکہ وہ اس سے خفا تھی مگر ساری ناراضی پس پشت ڈال کر وہ پہل کر رہی تھی۔۔۔تمتماتے چہرے اور پھولی سانسوں کے ساتھ جیسے ہی وہ مومن کے آفس کی شاندار بلڈنگ کے مقابل پہنچی، اس نے اپنا ناقدانہ نظروں سے جائزہ لیا اور کپڑوں کی ان دیکھی شکنیں ہاتھ سے دور کرنے کی کوشش کی۔۔۔بالوں میں بھی انگلیاں پھیر کر ان کی حالت درست کی۔۔۔ہاتھ ڈال کر بیگ کو ٹٹول کر لپ گلوس نکالا اور ہونٹوں کے قدرتی گلابی پن میں چمک پیدا کی۔۔۔آنکھیں اس کی خوشی کی حدت سے ویسے ہی جگر جگر کر رہی تھیں۔۔۔کوئی پرانا شناسا دیکھتا تو حیران رہ جاتا کہ یہ وہی ماحور مغل تھی جو بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑا کرتی تھی۔۔۔اس کے

پاس میٹھے بولوں کا فقدان تھا۔۔۔وہ صرف ایک ہی زبان جانتی تھی اور وہ طنز اور غصے کی زبان تھی۔۔۔لیکن اب ماحور کو محبت کا سایہ ہو گیا تھا۔۔۔لفظ لفظ شیریں اور حرف حرف مٹھاس لیکن صرف مومن کے لیے خاص الخاص۔۔۔وہ انہی سوچوں میں غلطاں دھیرے دھیرے چلتی پارکنگ کی جانب بڑھ رہی تھی جہاں مومن کی کار اسے دور سے ہی دکھائی دے رہی تھی۔۔۔اس نے سوچا کہ گاڑی کے پاس جا کر کھڑی ہو جائے اور اس کا انتظار کرے۔۔۔بس تھوڑا سا ہی تو وقت رہ گیا تھا مومن کا آف ہونے میں۔۔۔لیکن ابھی وہ گاڑی کے قریب پہنچی بھی نا تھی کہ اس نے تیز تیز قدموں سے چلتے آتے مومن کو دیکھا۔۔۔وہ اتنی جلدی میں لگ رہا تھا جیسے بس پلک جھپکتے گاڑی میں بیٹھے گا اور یہاں سے نکل جائے گا۔۔۔ماحور کی ساری خوشی کافور ہونے لگی۔۔۔وہ آج کسی صورت مومن کو اوجھل ہونے دینا نہیں چاہتی تھی۔۔۔اس کا فون بند ہونے کے بعد سے جس اذیت کا وہ شکار رہی تھی، اسی میں دوبارہ مبتلا ہونے کا اسے کوئی شوق نہیں تھا۔۔۔اس نے دور سے ہی مومن کو آواز دے ڈالی۔۔۔مومن نے یکدم چہرہ موڑ کر ارد گرد دیکھا اور پھر ماحور پر نگاہ پڑتے ہی اس کے تاثرات بالکل سپاٹ ہو گئے۔۔۔ماحور کے جی کو دھکا سا لگا۔۔۔ایک بار پھر اپنی غلط فہمی سمجھتے وہ تیز قدموں سے چلتی پارکنگ میں کھڑی گاڑیوں کے آگے پیچھے سے نکلتی اس تک پہنچ رہی تھی۔۔۔لیکن دل ڈوبتا جا رہا تھا۔۔۔ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ مومن تک آ رہی ہو اور دوسری جانب سے اس نے قدم نا بڑھائے ہوں، پر آج تو وہ جیسے بت ہی بن گیا تھا۔۔۔ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولے وہ بار بار اپنی گھڑی دیکھتا جلدی میں لگ رہا تھا۔۔۔ماحور اس تک پہنچ چکی تھی وگرنہ جتنی ہتک کا احساس اسے ہو رہا تھا، دل چاہ رہا تھا کہ فوراً منہ پھیر کر واپس ہو لے۔۔۔بھلا یہ بھی کوئی طریقہ تھا کیا۔۔۔؟ ایک ہی دن میں ایسا کیا ہو گیا تھا جو اس کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا تھا۔۔۔وہ سخت خفا سی دل میں سوچتی قریب پہنچ کر ٹھہر گئی۔۔۔دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔دونوں اس انتظار میں تھے کہ مقابل بات شروع کرے تو دوسرا جواب دے مگر ماحور نے اس بار پہل نہیں کی۔۔۔مومن نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آغاز کیا۔۔۔

"کیسی ہو ماحور۔۔۔؟"

اتنی تیزی سے مومن کے منہ سے یہ جملہ نہیں نکلا تھا جتنی تیزی سے ماحور کی آنکھیں پانی سے بھری تھیں۔۔۔مومن تو اسے اب ہمیشہ ماہی بلاتا تھا۔۔۔ماحور کتنا اجنبی سا لگا تھا۔۔۔اس نے فوراً آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر رکھا مبادا مومن اس کے آنسو نا دیکھ لے اور بمشکل خود کو کمپوز کرتی جواباً بولی۔۔۔

"میں اے ون ہوں۔۔۔تم کہو۔۔۔کیسے ہو۔۔۔کہاں غائب ہو کل سے۔۔۔؟" یہ سوال اسے نہیں پوچھنا تھا مگر منہ سے

نکل گیا۔۔۔

"گھر پر ہی تھا۔۔۔ریسٹ کرتا رہا۔۔۔!"

ماحور کی سماعت کو دھچکا لگا۔۔۔یہ فل اسٹاپ تھا۔۔۔اس کی برداشت اس سے زیادہ نہیں تھی۔۔۔وہ جیسے آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی۔۔۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔۔کیا سمجھ رہے ہو۔۔۔میں کوئی فقیرنی تھی جسے محبت جتانے کے بعد اس کے کاسے میں منگنی جیسے تعلق کا نام نہاد سکہ ڈال دیا اور اب گردن اکڑائے اڑنے کو پر تول رہے ہو۔۔۔کل سے پاگلوں کی طرح خوار ہو رہی ہوں تمہارے پیچھے۔۔۔مجھے بتائے بنا کل چلے گئے۔۔۔ناراضی میری بنتی تھی اور دکھا تم رہے ہو۔۔۔ایک تو میری ساری رات پریشانی کے مارے سوتے جاگتے گزری۔۔۔کس طرح رات سے صبح کی تم سوچ بھی نہیں سکتے، کس طرح صبح سے سہہ پہر کی ہے تم میری شکل سے اندازہ لگا لو۔۔۔اور یہاں تم اس طرح بی ہیو کر رہے ہو جیسے تمہیں کوئی بار ہی نہیں۔۔۔دادا کو شادی کی تاریخ طے کرنے کے لیے بھیج کر سمجھ رہے ہو کہ میدان مار لیا ہے۔۔۔کیا ہو، جو میں انکار کر دوں تو۔۔۔ساری اکڑ ناک کے رستے نکل ائے باہر تمہاری۔۔۔!" وہ بولنے پر آئی تو یوں بولتی چلی گئی جیسے اب نا بولی تو کبھی موقع نا ملے گا۔۔۔کچھ غم و غصے نے دماغ گرما رکھا تھا۔۔۔مگر مومن کے ایک ہی جملے نے اس کے کھولتے وجود پر ٹھنڈا ٹھار پانی انڈیل دیا۔۔۔اسے برف کی سل بنا ڈالا۔۔۔

"تو کر دو انکار۔۔۔پرواہ کسے ہے۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔کیا کہا تم نے۔۔۔؟" ماحور کو اپنی زبان جڑ سے نوک تک لکڑی کی طرح سخت محسوس ہوئی۔۔۔اس نے تھوک نگلنے کی ناکام کوشش کی۔۔۔سارا منہ ایک آن میں بنجر دہانہ بن گیا تھا۔۔۔

"تم بہری تو نہیں ہو۔۔۔سن تو لیا ہے۔۔۔کر دو انکار۔۔۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔!" مومن اپنی شرٹ کی پاکٹ میں سے سن گلاسز آنکھوں پر لگاتے ہوئے سرد اور سپاٹ لہجے میں واضح بولا۔۔۔

"فرق نہیں پڑتا۔۔۔فرق نہیں پڑتا۔۔۔" وہ دوبارہ دھیما سا بڑبڑائی اور پھر ایک جست میں اپنے اور اس کے بیچ کا فاصلہ طے کرتی اس کے گریبان تک پہنچ گئی۔۔۔"تمہیں فرق نہیں پڑتا۔۔۔میری جان نکال کر کہہ رہے ہو فرق نہیں پڑتا۔۔۔مجھے کند چھری سے ذبح کر کے کہہ رہے ہو فرق نہیں پڑتا۔۔۔میرا بھروسہ، میرا اعتبار جڑا ہے تم سے۔۔۔اسے چکنا چور مت کرو مومن۔۔۔مجھ سے ایسا مذاق مت کرو۔۔۔میں برداشت نہیں کر پاؤں گی۔۔۔میں سچ کہتی ہوں، میں بالکل بھی ناراض نہیں ہوں گی مگر مجھ سے

اس انداز میں بات مت کرو۔۔۔مجھے کہو کہ تم مذاق کر رہے تھے۔۔۔تم کل سے جان بوجھ کر مجھے ستا رہے ہو بس۔۔۔کہو مومن۔۔۔!" وہ جس جارحانہ انداز میں اس کا گریبان جھنجھوڑ رہی تھی، اپنی بات مکمل ہونے تک اس کا لہجہ بے اختیار التجائیہ ہو چکا تھا۔۔۔اس کا دم خم دم توڑ چکا تھا۔۔۔اس کے منہ سے نکلنے والا ہر ہر لفظ اس کی سراسیمگی کا پتا دے رہی تھی۔۔۔اس کے چہرے پر مومن کے بدل جانے کا خوف اشتہار کی صورت چھپا تھا۔۔۔مومن نے ایک نگاہ اپنے گریبان کو دبوچے اس کے کپکپاتے ہاتھوں پر ڈالی اور لبوں کو استہزائیہ بائیں جانب پھیلاتے ہوئے بولا۔۔۔

"میرا اور تمہارا کوئی تعلق کوئی رشتہ نہیں ماحور مغل۔۔۔نا مذاق کا نا پیار کا۔۔۔سمجھ لو کہ تم سے دل لگی کرنے کو جی چاہا تو کر لی۔۔۔فلرٹ کیا تم سے بس، اس سارے تماشے کا ڈراپ سین کل دادا کے ہاتھوں کروا دیا۔۔۔اب اس سے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔جیسے کسی ڈرامے کا آخری سین۔۔۔سب اچھا اچھا والا نہیں ہوتا جو۔۔۔اس آخری سین میں اگر ہیرو ہیروئن کی شادی دکھا دیتے ہیں تو کیا ڈرامہ ختم ہونے کے بعد بھی وہ رومانس بگھارتے رہتے ہیں۔۔۔؟ نہیں نا۔۔۔اس لیے کل اپنے بھی ڈرامے کا لاسٹ ایپی تھا۔۔۔اور دادا لاسٹ ایکٹ کر چکے۔۔۔اب جاؤ۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔ٹائم دے رکھا ہے کسی کو۔۔۔!" وہ بے رخی کی ہر حد سے گزر گیا تھا۔۔۔عجلت میں اپنی گھڑی پر نظر ڈالتا، اسے نظرانداز کرتا گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور دھڑلے سے اس کے سامنے سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

ایک خواب کی سی کیفیت تھی جو ماحور پر طاری تھی۔۔۔یہ سب اسے حقیقت نہیں لگ رہا تھا۔۔۔جو کچھ مومن بول کر گیا تھا وہ تمام الفاظ بلبلوں کی مانند اس کے ارد گرد اڑ رہے تھے۔۔۔ہر بلبلہ پھٹ کر اس کے وجود پر تیزابی چھینٹے پھینک رہا تھا۔۔۔وہ ایسا مجسمہ بنی کھڑی تھی جسے زندہ حنوط کر دیا گیا تھا۔۔۔اس کی تمام حسات ابھی قائم و دائم تھیں مگر اس کے اعضاء جما دیے گئے تھے اور وہ پتلیاں گھماتی اپنی بے بسی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ آندھی طوفان کی طرح گاڑی اڑاتا اپنے اندر کے شور کو دبانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔۔اس کے جسم کے رویں رویں سے غم بہہ رہا تھا۔۔۔وہ مرد تھا مگر اس پل اس سے زیادہ کمزور کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔اس کے سن گلاسز کے پیچھے آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اس کی ٹھوڑی کو چھو کر سینے پر ٹپک رہے تھے مگر وہ انہیں بہنے دے رہا تھا۔۔۔اگر وہ اس وقت روتا نا تو یقیناً اس کی نس پھٹ جاتی۔۔۔وہ اتنے ذہنی اور جذباتی دباؤ کا شکار تھا کہ اسے احساس تک نا تھا کہ وہ انجان رستوں پر گاڑی

نکال لے آیا ہے۔۔۔ماحور سے کی گئی محبت کوئی اتنی سستی تو نا تھی جو ایک جھٹکے میں دل سے نکل جاتی۔۔۔وہ نہر کنارے جاتی لمبی سڑک پر اس وقت تن تنہا ڈرائیو کر رہا تھا۔۔۔اس نے ایک ہاتھ میں اسٹیئرنگ تھام کر دوسرے سے آنکھیں پونچھیں اور دائیں ہاتھ نہر کے بہتے پانی کو دیکھ کر نا جانے کیا سوچ کر گاڑی روک لی۔۔۔اتر کر وہ مردہ قدموں سے چلتا کنارے آ کھڑا ہوا۔۔۔پانی کا پرسکون بہاؤ اور ہلکا سا ردھم دیکھ کر اسے عجیب سا یاسیت بھرا سکون اندر اترتا محسوس ہوا۔۔۔آنکھیں ایک بار پھر پانیوں سے بھرنے لگیں۔۔۔وہ چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ملتا نیچے گھاس پر بیٹھ گیا اور گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد بازو لپیٹ لیے۔۔۔اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی ماہی کو اتنا کچھ کہہ کر آیا ہے۔۔۔اسے اپنی زندگی سے بے دخل کر آیا ہے۔۔۔اس کی دھڑکنیں نچوڑ آیا ہے۔۔۔اس کی نگاہوں کے سامنے ماحور کا حیرت اور بے یقینی کے زیر اثر نیلا پڑتا چہرہ گھوم گیا۔۔۔وہ کیسے ترسی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی کہ شائد وہ ایک بار کہہ دے کہ" ہاں ماہی میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا۔۔۔تم بھی نا پگلی ہو۔۔۔بہت جلدی گھبرا جاتی ہو۔۔۔کیا مجھ پر اعتبار نہیں۔۔۔؟"لیکن وہ ایسا کیوں کہتا بھلا۔۔۔اسے ایسا کہنا ہی نہیں تھا۔۔۔سر سالک نے کہا تھا کہ مومن تم ماحور کو میرے لیے قائل کرو۔۔۔وہ جانتا تھا کہ کم از کم یہ اس کے لیے ناممکن تھا اس لیے اس نے ماحور سے ہر واسطہ ہی ختم کر ڈالا تھا اور ایسا کرتے اس کے اندر سے جیسے زندگی کی ہر رمق ختم ہو گئی تھی۔۔۔وہ اب کبھی خوش نہیں رہ سکتا تھا۔۔۔سر سالک کے لیے وہ اس سے زیادہ کچھ بھی مزید نہیں کر پاتا۔۔۔خود کو زندہ دفنا ڈالا تھا، یہی کافی تھا۔۔۔ماحور تک پہنچنے کی راہ اب انہیں ڈھونڈنی نہیں پڑے گی کیونکہ وہ راستہ ہموار صاف کر آیا تھا۔۔۔کسی وقت اسے خیال آتا تھا کہ کیا جاتا اگر وہ سر سالک کو بتا دیتا کہ وہ ماحور سے پیار کرتا ہے، ان دونوں کا رشتہ طے ہو چکا ہے۔۔۔لیکن ایسے میں ایک احسان۔۔۔محض ایک احسان اس کے قدم زنجیر کر لیتا تھا۔۔۔اور وہ سب کچھ ہو سکتا تھا مگر احسان فراموش نہیں۔۔۔یہ اس کے خون میں ہی نہیں تھا۔۔۔دادا اس کے لیے کل بھی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اہم تھے اور آج بھی۔۔۔ان کی زندگی بچانے کے لیے جس طرح سر سالک لمحہ لمحہ اسکے کام آئے تھے، وہ مر کر بھی نہیں بھلا سکتا تھا۔۔۔اس نے قریب پڑا ایک کنکر اٹھایا اور پانی میں اچھال دیا۔۔۔گول دائروں میں دھیرے دھیرے بہت سی شبیہیں بننے لگیں۔۔۔

آفس میں سر سالک کا اس کے ساتھ انتہائی بے تکلفانہ اور دوستانہ رویہ۔۔۔فرصت کے اوقات میں کبھی اس کے کیبن میں کافی کا مگ پکڑے آ جانا تو کبھی اسے اپنے آفس بلا لینا۔۔۔اس کے بے تکے لطیفوں پر ہنسنا اور اسے باور کرانا کہ مومن تم میری زندگی میں آنے والی خوشگوار ترین تبدیلی ہو۔۔۔سر عادل کا اسے ماضی اور اس کے والد کے حوالے سے طنز کرنے کے بعد شرمندہ

ہونا اور اس کی تلافی کرنا۔۔۔وہ کیا کیا یاد کرتا اور کس بات کو نظر انداز کر دیتا۔۔۔ایک اور کنکر اچھال کر وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ پانی نے ماحور کا عکس چرا لیا۔۔۔سارے زمانے سے ناراض اور خفا سی سڑیل لڑکی کا جاب کے حصول کے لیے اس سے لڑنا۔۔۔ہر ملاقات پر اس پر طنز کے تیر چلانا۔۔۔وہ لڑکی جو کتے کے خوف سے بیچ سڑک میں گھٹنوں میں سر دیے چیخیں مار رہی تھی۔۔۔کبھی اس کے ساتھ اسٹاپو کھیلتی۔۔۔اور وہ پل جب اس نے اسے انگوٹھی پہنائی تھی، اس پل حیا اور خوشی کے رنگوں نے اس کے چہرے کو نکھار دیا تھا۔۔۔اور پھر وہ عکس یکدم بے جان اور صدمے سے گنگ کھڑی ماحور میں ڈھل گیا جسے اب سے کافی دیر پہلے وہ اپنے ہی آفس کی بلڈنگ کی پارکنگ میں چھوڑ آیا تھا۔۔۔وہ اپنے اندر اٹھتے شور سے تنگ آ کر چلا اٹھا اور بلند آواز سے رونے لگا۔۔۔بہتے پانی کے شور میں وہ اپنے آنسو بھی شامل کر رہا تھا۔۔۔وہ سر تا پا دکھی تھا۔۔۔اس کی ماہی کھو گئی تھی۔۔۔اس نے خود اسے گنوا دیا تھا۔۔۔اور وہ رو رہا تھا۔۔۔بے تحاشا اور بے حساب۔۔۔!

☆......☆......☆

موتی ستارے، پُھل وے
میری مٹھی دے وچ کُل وے۔۔۔
موتی ستارے پُھل وے
میری مٹھی دے وچ کُل وے۔۔۔
ہن بِن تیرے کس مُل وے، ہن بِن تیرے کس مُل وے
کدے سن نی ماہی دی کوک وے
میری جند ڈاہڈی ملوک وے
تیرا اینا روکھا سلوک وے، تیرا اینا روکھا سلوک وے

کڑکتی دھوپ تھی جو پوری دھرتی کو جھلسائے جا رہی تھی۔۔۔وہ سر تا پیر پسینے میں ڈوبی تھی مگر اس کے اندر جیسے تمام حسیات دم توڑ گئی تھیں۔۔۔بس آنسو تھے جو بے تحاشا بہتے چلے آ رہے تھے، بہتے چلے آ رہے تھے۔۔۔وہ راہ چلتے کسی بھی شخص سے بے نیاز روئے جا رہی تھی۔۔۔کتنی بار محض مڑ کر یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ شائد آج بھی مومن اس کے پیچھے ہی آ رہا ہو۔۔۔ایک دم سے سامنے آ جائے اور اسے روتے سے ہنسا دے۔۔۔مگر وہ کہیں بھی نہیں تھا آج۔۔۔مومن سچ میں اسے چھوڑ گیا تھا۔۔۔کتنا دکھ دیتا

احساس تھا یہ۔۔۔کیوں ہوا تھا اس کے ساتھ ایسے۔۔۔بھلا کیوں۔۔۔؟اس نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔۔وہ تو اچھی بھلی اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی تو پھر کیوں اس کے کائی زدہ پانی کی طرح ٹھہرے دن رات کو چھیڑنے کے واسطے مومن تراب چلا آیا تھا۔۔کیوں اس کے راستے اپنی جانب موڑ لیے۔۔۔اگر ایسا ہی سلوک کرنا تھا تو کیوں آخر۔۔۔؟

اس کے آنسو بھاپ بن کر اڑ چکے تھے۔۔۔وہ بالکل بنجر سی ہو گئی تھی۔۔۔اسے لگ رہا تھا جیسے وہ نیند سے جاگی ہے۔۔۔اب تک جو تھا سب خواب تھا۔۔بھلا پریشانیوں اور کٹھنائیوں سے پُر اس کی زندگی میں سکھ کے پل آ بھی کیسے سکتے تھے۔۔۔ہاں! یہ سب یقیناً ایک روپہلا اور دلکش خواب تھا جو بے خبری کی نیند ٹوٹتے ہی چھن سے آنکھ سے گرا اور کرچی کرچی ہو گیا۔۔اس کی آنکھیں بھی زخما گئیں تھیں جبھی تو آنسو نہیں خون بہہ رہا تھا۔۔۔ابھی تک وہ اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی کہ اس گھڑی وہ دکھ کی کس اسٹیج پر ہے۔۔۔شائد آخری۔۔۔کیونکہ اس نے کہیں پڑھ رکھا تھا کہ تکلیف کی انتہائی حد پر جا کر وہ محسوس ہونا بند ہو جاتی ہے۔۔۔بس مومن کے منہ سے نکلے الفاظ اس کے دماغ میں چک پھیریاں کھائے چلے جا رہے تھے۔۔۔وہ چاہ کر بھی انہیں جھٹک نہیں پا رہی تھی۔۔۔دل لگی اور وہ بھی میرے ساتھ۔۔۔کیوں بھلا۔۔۔؟ میری کون سی ایسی کمزوری دکھائی دی مومن کو جس کا فائدہ اٹھایا اس نے۔۔۔؟ یقیناً غربت۔۔۔میری کسمپرسی نے اسے اتنی جرات دی کہ وہ میرے جذبات کو روند کر چلا گیا۔۔۔!

اس کا ذہن اتنا کنجلک تھا کہ وہ جو بھی سوچتی کم تھا۔۔۔جس قدر بھی بدگمان ہوتی اس کے غم کا مداوا نہیں تھا۔۔۔وہ ایک ہی جھٹکے میں مہارانی سے فقیرنی بنی تھی۔۔۔کل تک اس کی جھولی میں مومن تراب کی محبت کا بیش بہا خزانہ تھا جس کی وہ تنہا مالک تھی اور آج اس کی پوری سلطنت ہی اجڑ گئی تھی۔۔۔وہ سڑک کے بیچ چل رہی تھی۔۔۔کتنی بار پیچھے سے آتی گاڑیوں نے ہارن دے کر اسے متنبہ کیا مگر اس کا کسی چیز پر دھیان ہی نہیں تھا۔۔۔بس ایک جنگ سی چھڑی تھی اندر۔۔۔مومن نے کیوں کیا اس کے ساتھ ایسا۔۔۔اس کی غربت اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے گھبرا گیا۔۔۔اس نے کب اپنی ذمہ داریاں اسے سونپی تھیں۔۔۔ان کا بار تھا تو اسے ہی اٹھانا تھا۔۔۔اس کے لیے تو مومن کا احساس کرنا ہی کافی تھا۔۔۔وہ اتنے میں ہی راضی تھی۔۔۔لیکن مومن تراب ڈر گیا۔۔۔وہ اس عفریت کو اپنے گھر کا راستہ دکھانا نہیں چاہتا تھا جو سدا سے اس جان کو چمٹی ہوئی ہے۔۔۔

”میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی مومن تراب۔۔۔تم نے میری توہین کی ہے۔۔۔میری کم مائیگی کا مذاق اڑایا ہے۔۔۔وہ میرا قصور نہیں تھا، میری مجبوری تھی۔۔۔تم فرق ہی نا کر پائے۔۔۔اب میں تمہیں غربت کے اس شکنجے سے نکل کر دکھاؤں گی۔۔۔میں بتاؤں گی تمہیں کہ دن کیسے بدلتے ہیں۔۔۔اوقات کیسے بدلتی ہے۔۔۔!“

وہ مومن تراب کے اس عمل کو اپنے ہی نظریے کی عینک سے دیکھ رہی تھی۔۔۔مومن کے یوں پینترا بدلنے نے اس کیے اعتبار کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

"کیا۔۔۔؟" حیرت واچنبھے سے ان کی آواز قدرے اونچی ہو گئی تھی۔۔۔"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں چچی۔۔۔ایسا کیسے کر سکتی ہیں بھلا آپ۔۔۔مجھے بتایا تک نہیں۔۔۔مجھ سے پوچھا تک نہیں۔۔۔!"

آج بہت دنوں بعد ناعمہ پاشا کا چکر لگ سکا تھا۔۔۔وہ اپنے تئیں سالک پاشا کے لیے ماحور کی بات کرنے آئی تھیں اور یہاں زلیخا دادی نے انہیں ماحور کا رشتہ مومن کے ساتھ پکا کرنے کی نوید سنائی تو ان کو جیسے پتنگے لگ گئے۔۔۔زلیخا دادی نے ان کے اس انداز کو بمشکل ہضم کیا اور تحمل سے گویا ہوئیں۔۔۔

"تمہیں اب بتا تو رہی ہوں۔۔۔اور تم سے پوچھا اس لیے نہیں کیونکہ تمہارے بچوں کی زندگی میں یوں حادثاتی طور پر واپس آنے سے پہلے ہی ماحور اور مومن کی آپسی پسندیدگی سے میں واقف تھی۔۔۔دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔۔۔سچ تو یہ ہے کہ ماحور کے مزاج میں بدلاؤ کا اصل سبب ہی مومن ہے۔۔۔تم ایک بار ملو اس سے۔۔۔گرویدہ ہو جاؤ گی۔۔۔!" زلیخا دادی کی بات کے جواب میں ناعمہ پاشا کا ردعمل خاصا پریشان کن تھا۔۔۔

" مجھے نہیں ملنا چچی۔۔۔کیوں ملوں میں اس سے جب مجھے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرنی ہی نہیں۔۔۔اور ماحور میں بدلاؤ مومن نامی یہ لڑکا نہیں، پیسہ لایا ہے چچی۔۔۔آج کی دنیا کی سب سے بڑی اور کڑوی حقیقت۔۔۔اس کی اچھی نوکری ہے وہ وجہ۔۔۔دیکھتی میں کہ اگر ماحور کو اتنی اچھی جاب نا مل گئی ہوتی تو وہ کیسے مومن کی جانب لپکتی۔۔۔اففففف چچی۔۔۔آپ نے اچھا نہیں کیا۔۔۔میں نے ماحور کے لیے بہت ہی شاندار سوچ رکھا تھا!" ان کا بس نا چل رہا تھا کہ ابھی کہ ابھی سالک کو بلائیں اور ماحور کا نکاح اس سے پڑھوا دیں۔۔۔بہت غلط ہو رہا تھا یہ سب۔۔۔انہیں ایسا ہونے سے روکنا تھا۔۔۔

"کیا اچھا نہیں کیا میں نے نمو۔۔۔تُو نے مجھے سکھانا ہے اچھا برا۔۔۔یاد رکھ نمو کہ سالوں بعد پلٹی ہے تو۔۔۔تیرے بچوں نے تجھے قبول کیا ہے نا کہ تو نے انہیں اپنایا ہے۔۔۔حق جتانے سے پہلے بیتے سال دہرا لو۔۔۔!"

سارے میں ایکدم چپ سی پھیل گئی۔۔۔زلیخا دادی کی بات خاصی کڑوی تھی۔۔۔کب سے ایک طرف چپ بیٹھے ریان، جنت اور زونی کو ماں کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انہیں یہ بات ہضم کرنا مشکل ہو رہا ہے۔۔۔پہلی بار

وہ زلیخا چچی سے اس قدر تلخ ہوئیں کہ وہ خود بھی دم بخود رہ گئیں۔۔۔

"میں اگر سالوں بعد پلٹی ہوں تو آپ کون سا سالوں سے یہیں بیٹھیں تھیں چچی۔۔۔آپ نے بھی تو کبھی خبر نا لی میرے بچوں کی۔۔۔اب اگر واپس آئی بھی ہیں تو کیا فائدہ۔۔۔بچے میرے اکیلے ہی پل چکے تھے۔۔۔اور اب بھی آپ کے یہاں رہنے میں کوئی نا کوئی غرض ضرور شامل ہوگی۔۔۔!"

الفاظ تھے کہ نوکیلے بھالے جو زلیخا دادی کے کلیجے میں پیوست ہو گئے۔۔۔وہ بے یقینی سے ناعمہ پاشا کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں کہ یہ وہی نمو ہے جس کے منہ میں زبان نہیں ہوتی تھی۔۔۔اور آج کیسے بدلحاظی سے انہیں طعنہ مار رہی تھی۔۔۔ریان بار بار پہلو بدل رہا تھا۔۔۔اسے ماں کی یہ بات اور لہجہ بالکل نہیں بھایا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ الجھ پڑتا زلیخا دادی بمشکل آنسوؤں کا ریلا حلق سے اتارتے ہوئے بولیں۔۔۔

"صحیح کہا تم نے نمو۔۔۔میں اپنی غرض کی خاطر ہی یہاں آئی تھی۔ ۔۔تمہیں وقت نے درست اندازے لگانے سکھا ہی دیے۔۔۔" ان کے لہجے کی افسردگی نے ناعمہ پاشا کو قلق لگا دیا۔۔۔وہ بھی کیا کرتیں، جن گنجلکوں میں پڑی ہوئی تھیں، ان سے نکلنے کو جتنے ہاتھ پاؤں مارتی تھیں اتنا ہی الجھ جاتی تھیں۔۔۔وہ اپنے رویے کی تلافی کے لیے الفاظ ترتیب دے رہی تھیں کہ ان سے پہلے ہی زلیخا دادی بول پڑیں۔۔۔

"ماحور آتی ہے تو اس سے بات کرلو۔۔۔جو شاندار تم نے سوچ رکھا ہے اسے بتاؤ، شائد وہ مائل ہو جائے۔۔۔دلوں کے سودے دولت کے بل پر نہیں تلتے۔۔۔یہ تو ترازو ہی نرالا ہے۔۔۔اس کے دونوں پلڑوں میں دل ہی رکھے جاتے ہیں۔۔۔تم زبردستی جو بھی کروگی وہ خرابی ہی لائے گا نمو۔۔۔!" وہ رشتہ پکا کر چکی تھیں۔۔۔کیا منہ دکھاتیں، مومن کے دادا کو۔۔۔اس لیے ناعمہ پاشا کو قائل کرنے کی معمولی سی کوشش کر دیکھی تھی وگرنہ ان کی باتوں سے دل جس طرح فگار ہوا تھا، وہی جانتی تھیں۔۔۔اتنے میں سیف چلا آیا تو ناعمہ پاشا اٹھیں محبت سے اس کا ماتھا چوم کر اور مل کر واپس بیٹھتے ہوئے بولیں۔۔۔

"یہ میرا بڑا بیٹا ہے۔۔۔ماحور کے بڑے بھائی کی سی حیثیت ہے اس کی۔۔۔اسے بتاؤں گی تو یقیناً یہ ماحور کے لیے اچھا ہی فیصلہ کرے گا۔۔۔!"

"کیسا فیصلہ۔۔۔؟" سیف نے اچنبھے سے پوچھا۔۔۔ماحول میں پھیلی سنجیدگی سے وہ پہلے ہی ٹھٹک چکا تھا۔۔۔

"سیف میں نہیں چاہتی کہ ماحور کی شادی اس مومن نامی لڑکے سے ہو۔۔۔وہ جن سختیوں میں زندگی گزار چکی ہے، کم از کم

شادی کے بعد تو وہ عیش سے رہے۔۔۔!"

"ایسا نہیں ہو سکتا امی۔۔۔" سیف نے ان کی بات کاٹ دی۔۔۔" اپیا میری بڑی بہن ہیں۔۔۔انہوں نے یہاں جتنی بھی سختیاں جھیلی ہوں مگر وہ خوش مومن بھائی کے ساتھ ہی رہیں گی۔۔۔کیونکہ وہ اور مومن بھائی ایک سے ہیں، ایک سے حالات دیکھ رکھے ہیں، تکلیفیں اٹھائی ہیں۔۔۔سمجھتے ہیں ایک دوسرے کو۔۔۔اس لیے وہ مومن بھائی کے علاوہ کسی کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتیں۔۔۔!"

"میرے پاس مومن سے بہتر آپشن ہے سیف۔۔۔!" ناعمہ پاشا ناگواری سے تیکھے لہجے میں بولیں۔۔۔سیف جواب میں بولا کچھ نہیں بس انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔۔۔

"میں ماحور کی شادی سالک سے کرنا چاہتی ہوں۔۔۔اپنے سوتیلے بیٹے سے۔۔۔!" بلآخر دھماکہ ہو گیا تھا۔۔۔سبھی کے منہ سے چیخ نما "کیا" نکلا تھا۔۔۔یہ اتنا حیران کن تھا کہ لاسٹ آپشن کے طور پر بھی ان میں سے کوئی بھی اس بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔۔۔

"سالک بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔کروڑوں کا بزنس ہے اس کا۔۔۔وہ ماحور کو ہر آسائش اور خوشی دے گا کیونکہ وہ اسے پسند کرتا ہے۔۔۔سب سے بڑی بات کہ وہ تم سب کو بھی اپنے بنگلے میں شفٹ کرنے پر بخوشی راضی ہے۔۔۔تم سب میرے پاس رہو گے سیف۔۔۔میری برسوں کی پیاسی ممتا کی سیرابی کا وقت ہے اب۔۔۔پلیز ماحور کو مناؤ۔۔۔میں اب اپنے بچوں کو ہر پل، ہر لمحہ سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔۔۔پلیز۔۔۔!" ان کا التجائیہ لہجہ اور سیف کا ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ۔۔۔زلیخا دادی کا دکھی وجود اور ریان، جنت اور زونی کے چہروں پر قائل ہوتی نرمی۔۔۔سارا ماحول اتنا عجیب تاثر پیش کر رہا تھا کہ وحشت سی ہو رہی تھی۔۔۔وہ سب چپ تھے۔۔۔ایک دم چپ جب اچانک ان کے عقب سے ماحور کی ٹھوس لہجے والی آواز ابھری۔۔۔

"مجھے منظور ہے۔۔۔میں سالک پاشا سے شادی کے لیے تیار ہوں۔۔۔!"

کوئی سیف کو برچھیوں سے تار تار کر دیتا تو اتنی تکلیف نا ہوتی جتنی ماحور کے اس جملے نے دی تھی۔۔۔وہ بے یقینی سے بہن کو دیکھ رہا تھا۔۔۔زلیخا دادی کا سر اس قدر جھک گیا تھا کہ لگتا تھا گھٹنوں سے جا لگے گا۔۔۔سیف کبھی ماں کے خوشی سے کھل اٹھے چہرے کو دیکھ رہا تھا تو کبھی بہن کے پتھریلے بے تاثر چہرے کو۔۔۔وہ اس کا وہ بھائی تھا جن کی راتیں ایک دوسرے کے ساتھ جاگتے اور تسلی دلاسے دیتے گزرا کرتی تھیں۔۔۔وہ کیسے نا جان لیتا کہ اس کی بہن نادیدہ زخموں سے چور سامنے کھڑی تھی۔۔۔ماحور کا سالم جسم انگنت ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے چت پڑا تھا۔۔ایک تو گھر بہت دیر سے آیا تھا اوپر سے دادا نے کھانے کا پوچھا تو بھوک نا ہونے کا بہانہ کر کے کمرے میں آ کر لیٹ گیا تھا۔۔شاویز باہر دادا کے ساتھ صحن میں ہی تھا مگر یہ پہلا موقع تھا کہ دادا اور شاویز اکٹھے ہوں اور پھلجڑی نا چھوٹے، باتوں کا پٹاخہ نا پھوٹے۔۔یوں لگتا تھا جیسے دلوں میں سوگ بیٹھ گیا ہے۔۔مومن کا اس رشتے سے صاف انکار دادا کو مزید بوڑھا کر گیا تھا۔۔شاویز بھی اسے بلاتا، باتوں باتوں میں زچ کرنے کی کوشش کرتا کہ کسی طرح مومن بھڑک کر اپنے سابقہ انداز میں اس سے لڑے، دوبدو جواب دے مگر وہ تو جیسے مسکرانا تک بھول گیا تھا۔۔ہر بات کا جواب اتنے سپاٹ اور دوٹوک انداز میں دیتا کہ اگلی بات کرنا مشکل لگتا۔۔شاویز، دادا کو کھانا کھلا کر کچھ دیر بیٹھا اور ایک دلگرفتہ سی نظر مومن کے اندھیرے کمرے پر ڈالی پھر نا جانے دل میں کیا خیال آیا کہ اس کے کمرے میں چلا آیا۔۔اندھیرا ہونے کے باعث ٹٹول کر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور کھٹ سے ساری لائٹس آن کر دیں۔۔اندر کمرے میں گرمی اور حبس ہو رہا تھا اور مومن نے پنکھا تک نہیں چلا رکھا تھا۔۔شاویز کے ساری بتیاں روشن کرنے پر اس نے کسمسا کر آنکھوں پر رکھا بازو ہٹایا اور اسے دیکھ کر بھڑکنے کی بجائے رسان سے بولا۔۔

”بند کر شاویز۔۔نیند آ رہی ہے۔۔سونے دے۔۔!“ اس نے بازو دوبارہ آنکھوں پر دھرا۔۔

”ہاں۔۔ہماری نیندیں اڑا کر تم مزے سے سو۔۔حد ہوتی ہے مومن بے حسی کی۔کس منہ سے دادا، دادا کی گردان کرتے ہو جب ان کی تکلیف کا احساس تک نہیں۔۔تمہیں نا ان کے کھانے پینے کی خبر ہے نا ان کی میڈیسنز کی ہوش۔۔آج تین دن ہو گئے ان کی دوائیں ختم ہوئے، کیا پتا ہے تمہیں۔۔؟ میں نے لانی بھی چاہیں تو سختی سے منع کر دیا انہوں نے مجھے۔۔نا ٹھیک سے کچھ کھا رہے ہیں نا ریسٹ لے رہے ہیں۔۔تمہارے ایک فیصلے نے انہیں نچوڑ کر رکھ دیا ہے اور تم ہو کہ اپنے ہی سوگ رچا کر بیٹھے ہو۔۔فیصلہ بھی تمہارا اور اس پر رو بھی خود رہے ہو۔۔سب سے لاتعلق رہ کر کیا ثابت کر رہے ہو جیسے یہ سب تمہارا نہیں کسی دوسرے کا کیا دھرا ہے۔۔چھوڑو یار۔۔میں تمہیں مرد سمجھتا تھا مومن۔۔ہمیشہ سے امپریس کیا ہے تم نے مجھے لیکن افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ دادا کے معاملے میں تم نے ہمیشہ خودغرضی سے کام لیا۔۔ان کی ضرورت تمہیں اس لیے نہیں کہ تم ان سے محبت کرتے ہو بلکہ محض اس لیے ہے کیونکہ وہ تمہارے دادا ہیں اور بس۔۔تمہارے پاس بچا واحد خونی رشتہ۔۔اس رشتے کو بچاتے ہو تم ہر بار۔۔اس چاہت کو نہیں جو اس رشتے کی بنیاد ہوتی ہے۔۔بہت خودغرض ہو تم مومن تراب۔۔بہت ہی زیادہ۔۔!“

آج تو شاویز نے حد ہی کر دی تھی۔۔ایسا آئینہ دکھایا تھا مومن حیرت سے بس دیکھ رہا تھا۔۔اس شاویز سے تو وہ پہلی بار متعارف ہوا تھا۔۔اور مزے کی بات یہ کہ اسے بالکل بھی غصہ نہیں آیا تھا۔۔وہ دھیما سا مسکرا دیا اور بستر سے اتر کر اس کے پاس

آیا اور کندھا تھپکتے ہوئے بولا۔۔۔

"کر لی بکواس۔۔۔چل آجا اب۔۔۔باہر دادا کے پاس۔۔۔!"

شاویز بھی مسکرا دیا۔۔گو کہ مومن کے لہجے میں پہلے والی بات نہیں تھی مگر کم از کم جمود تو ٹوٹا تھا۔۔اگلا لائحہ عمل طے کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس رشتے سے انکار کی وجہ بتائے۔۔۔وہ دونوں باہر صحن میں دادا کے پاس کرسیوں پر آ بیٹھے۔۔۔شاویز نے فاتحانہ نظروں سے انہیں دیکھا، جنہوں نے اس کے اندر جاتے وقت، پیچھے ہلکی آواز میں ہانک لگائی تھی" چھتر کھائے گا تو"لیکن وہ پتا نہیں تھا بلکہ مومن کو پٹا کر باہر لے آیا تھا۔۔مومن اور دادا مسلسل ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔تھک کر مومن نے نگاہ چرالی تھی۔۔۔وہ جانتا تھا کہ جلد یا بدیر دادا نے اسے گھیر نا ہی تھا۔۔وہ جتنا بھی اکڑ لیتا، دادا کے آگے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا تھا۔۔۔

"اب بول بھی مومن۔۔۔کہ تیرا منہ کھولنے کے لیے مجھے کوئی اور اوزار استعمال کرنا پڑے گا۔۔؟"

"دادا۔۔۔! یہ چھڑی۔۔۔" شاویز نے دادا کی چھڑی فوراً ان کے حوالے کی اور خود بروقت پیچھے ہو گیا کیونکہ انہوں نے پہلا وار اسی پر کرنا تھا۔۔۔

"میرے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں دادا۔۔۔آپ کو سب بتا تو دیا تھا۔۔۔اب اور کیا پوچھنا ہے آپ نے۔۔۔؟"

"مومن۔۔۔مجھے تیرا کوئی عذر قبول نہیں۔۔۔مجھے یہی بہو چاہیے۔۔۔اگر تو نے سالک کو نا بتایا تو میں بتا دوں گا۔۔۔حد ہو گئی۔۔۔کیسے کوئی دن دیہاڑے ہماری بہو پہ حق جما کر بیٹھ گیا اور ہم ہاتھ ملتے رہ گئے۔۔۔میں تیری خوشیاں راکھ بنتے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے دادا۔۔۔آپ کو میری قسم۔۔۔!" مومن ایک دم جذباتی ہوتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔" آپ نے ایسا کیا تو میرا مرا منہ دیکھیں گے۔۔۔آپ نہیں جانتے کہ صورتحال کیا ہے۔۔۔سر سالک اکیلے کا مسئلہ نہیں ہے دادا۔۔۔ماحور کی ماں بھی یہی چاہتی ہیں۔۔۔وہ اس کی ماں ہیں۔۔۔حق رکھتی ہیں اس پر۔۔۔جہاں چاہے اس کی شادی کر سکتی ہیں۔۔۔دادا، ماحور نے بہت مشکل زندگی گزاری ہے۔۔۔میرے ساتھ اسے وہ سب کچھ میسر نہیں آسکتا جو سر سالک اسے دے سکتے ہیں۔۔۔اور میں نے ماحور سے وعدہ کیا تھا دادا کہ میں اسے سارے جہان کی خوشیاں دوں گا۔۔۔تو اب جب خوشیاں اس کے در پر کھڑی ہیں تو میں خود غرض نہیں بن سکتا۔۔۔سر سالک. بہت اچھے انسان ہیں۔۔۔میں جانتا ہوں کہ وہ بہت خوش رکھیں گے اسے۔۔۔اور پھر وہ میرے کچھ کہنے سننے سے پہلے، اپنے منہ سے ماحور کا نام لے چکے ہیں۔۔۔میں اب بے بس ہوں۔۔۔میں دغا

باز نہیں کہلوانا چاہتا۔۔۔!"

"اور تیرا کیا۔۔۔تیرے دل کا کیا ہوگا۔۔۔؟" دادا نے اپنے اشتعال پر قابو پاتے ہوئے کڑک لہجے میں استفسار کیا۔۔۔

"چلتا رہے گا دادا۔۔۔میرا دل بھی چلتا رہے گا، رکے گا نہیں۔۔۔کچھ مکان بسنے کے لیے نہیں ہوتے دادا، ان میں محض خواہشوں، حسرتوں اور ادھوری تمناؤں کی قبریں بنائی جاتی ہیں۔۔۔میرا دل بھی ایسا ہی ایک مکان ہے۔۔۔!"

اس کی آواز کا گیلا پن دادا اور شاویز کو اندر تک ہلا گیا۔۔۔شاویز یکدم دکھی ہوا تھا، بے حد۔۔۔اس طرح نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔اس طرح نہیں ہوسکتا۔۔۔

"چل شاویز۔۔۔یار چائے بنا کر پلا۔۔۔میں ذرا شاور لے کر آتا ہوں۔۔۔

!" مومن محض بات کا رخ بدلنے کی خاطر بولا اور منظر سے ہٹ گیا۔۔۔پیچھے دادا اور شاویز ستے ہوئے چہرے لیے بیٹھے تھے۔۔۔یہ بیل ایسے منڈھے نہیں چڑھنے والی تھی۔۔۔ایثار اور قربانی کا جو سمندر مومن کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اس پر بند باندھنا ضروری تھا۔۔۔مگر کیسے۔۔۔؟ یہ بات دونوں کے دماغ پلپلائے دے رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

پاشا کاٹیج میں بڑی خوبصورت شام اتری تھی۔۔۔خوبصورت لان میں اس وقت ناعمہ پاشا اور سالک بڑے دوستانہ ماحول میں بالکل ماں بیٹے کے انداز میں بیٹھے چائے اور اسنیکس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔سالک کے ہاتھ میں کافی کا بھاپ اڑاتا مگ تھا جس کا ہر گھونٹ اس کے رگ وپے میں سرور دوڑا رہا تھا۔۔۔دل کا مزاج اچھا ہو تو لب اپنے آپ مسکراتے ہیں۔۔۔سالک پاشا کے لیے بھی آج کے دن کی خوشی اس کی ساری زندگی کی خوشیوں کے برابر تھی۔۔۔جس کام کو وہ ناممکن حد تک مشکل سمجھ رہا تھا، وہ ایک ہی جھٹکے میں ہو گیا تھا۔۔۔ماحور کا اس کے لیے ہاں کر دینا سارے جہان کے خزانوں سے بڑھ کر تھا۔۔۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ ماحور کی ایک ہاں کے بدلے اپنی ہر چیز وار دے۔۔۔وہ تو ابھی طرح طرح کے حیلے وسیلے سوچ رہا تھا کہ کیسے اس تک دل کی بات پہنچائے اور اس بات کی بھی کہاں امید تھی کہ ماحور اتنے آرام سے ہاں کر دے گی۔۔۔وہ ناعمہ پاشا کا جتنا بھی احسان مند ہوتا کم تھا۔۔۔انہوں نے ماں ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔۔۔یہ انہی کا کمال تھا جو آج ماحور اس کی ہونے جا رہی تھی۔۔۔وہ تو روٹین میں گھر آیا تھا جب اس نے لان میں چائے کے تمام تر تیار لوازمات سمیت ناعمہ پاشا کو بیٹھے دیکھا۔۔۔یوں جیسے یہ سارا اہتمام خاص طور پر کیا گیا تھا۔۔۔وہ حیرت سے بھنویں اچکاتا، چلتا ہوا ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔۔۔

"خیریت ہے۔۔۔یہ سب کس لیے۔۔۔؟ کیا کوئی گیسٹ آ رہے ہیں۔۔۔؟" وہ سجی سجائی ٹیبل کو دیکھتا ہوا بولا۔۔۔ناعمہ پاشا زیادہ سوشل بھی نہیں تھیں۔۔۔بہت کم ایسا ہوا تھا کہ انہوں نے گھر اپنی فرینڈز کو مدعو کیا ہو اس لیے سالک کی حیرانی بجا تھی۔۔۔

"نہیں۔۔۔یہ سارا اہتمام میرے بیٹے کے لیے ہے۔۔۔اس کا رشتہ طے ہونے کی خوشی میں۔۔۔!" ناعمہ پاشا نے کھنکتے لہجے میں جواب دیا تو کتنے ہی پل سالک کو ان کی بات کی تہہ تک جانے میں لگ گئے۔۔۔اس نے سپاٹ چہرہ لیے ان کی بات پر غور کیا اور جب سمجھ آیا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔۔۔یہ کیا کہہ رہی تھیں بھلا۔۔۔کیا سچ میں۔۔۔؟ اس کی بے یقینی کا مزہ لیتے ہوئے ناعمہ پاشا اپنی جگہ سے اٹھیں اور اس کے قریب آ کر زندگی میں پہلی بار اس کا ماتھے پر پیار کر کے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کر بولیں۔۔۔

"ماحور نے ہاں کر دی سالک۔۔۔میں وہیں سے آ رہی ہوں۔۔۔اس نے تمہارا پروپوزل سنتے ہی ہاں کہہ دی۔۔۔دیکھا! میں نا کہتی تھی کہ میرے بیٹے کو کوئی منع کر ہی نہیں سکتا۔۔۔!" اس وقت وہ صرف اور صرف سالک پاشا کی خوشی مقدم رکھ رہی تھیں۔۔۔انہیں ایک بار بھی خیال تک نا آیا کہ ماحور کا چہرہ اتنا زرد اور اترا ہوا کیوں تھا۔۔۔وہ روئی روئی کیوں تھی۔۔۔ایک بار پھر وہ اپنی بیٹی کے دل کا درد اس کے چہرے سے جاننے میں ناکام ہو چکی تھیں۔۔۔انہیں بس پتا تھا تو یہ کہ اب ان کے بچے ان کے قریب آ جائیں گے۔۔۔سالک کو لامحالہ دوسرے بنگلے میں شفٹ ہونا ہی پڑے گا کیونکہ عادل پاشا اپنی ہٹ سے ہٹنے والے ہرگز نہیں تھے اور سالک نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ماحور کو اس کے بہن بھائیوں سمیت اس بنگلے میں شفٹ کرے گا۔۔۔ناعمہ پاشا کا مطمع نظر اپنے بچوں کی بہترین اور پر آسائش زندگی تھا اور اس سب میں وہ بہت سے پہلوؤں سے دامن بچا گئی تھیں۔۔۔سالک کی خوشی کا اندازہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے بخوبی ہو رہا تھا۔۔۔وہ فخر سے واپس کرسی پر بیٹھ کر اس کے لیے مگ میں کافی انڈیلنے لگیں۔۔۔سالک مسمرائز سا ان کے مقابل بیٹھ چکا تھا۔۔۔بے یقینی سی بے یقینی تھی۔۔۔اس کی محبت معتبر ہو گئی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا دھیمی مسکان لبوں پر سجائے پرشوق انداز میں اس کی کیفیت سے لطف اٹھاتیں اسے کافی کا مگ پکڑا کر اب چائے پی رہی تھیں۔۔۔

"بس تم جلدی سے ایک شاندار سی انگوٹھی خرید لاؤ۔۔۔میری بیٹی کے شایان شان ہونی چاہیے۔۔۔!"

"سیریسلی۔۔۔" سالک نے استفہامیہ انداز میں ابرو اچکائے۔۔۔"کیا واقعی ماحور کو رنگ پہنا سکتا ہوں میں۔۔۔؟"

"ہاں نا۔۔۔ہم دونوں وہاں جائیں گے اور رسم کر آئیں گے۔۔۔وہاں ماحور کی دادی یعنی میری چچی بھی ہیں، ان کی

موجودگی کافی ہے اور شادی کے معاملات بھی طے کر لیں گے۔۔۔" ! ناعمہ پاشا اتنی ریلیکسڈ تھیں کہ ان کا ہر ہر انداز جیسے خوشی میں رقصاں تھا۔۔۔سالک پاشا کی اندرونی حالت عجیب تھی۔۔۔وہ فطرتاً کمپوزڈ مرد تھا اس لیے اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو پائے رکھتا تھا۔۔۔مگر اتنا سب کچھ اتنی جلدی تو اس نے گمان بھی نہیں کیا تھا۔۔۔یہ تو حسین خواب جیسا تھا۔۔۔ماحور ایک سہانا سپنا ہی تو تھی جسے تعبیر کی صورت اپنی زندگی میں دیکھنا چاہتا تھا وہ۔۔۔اور اب جب ایسا ہونے جا رہا تھا تو اسے یقین کرنا دشوار لگ رہا تھا۔۔۔وہ اپنی کافی کا مگ تھامے خوش کن کیفیت کے زیر اثر چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر رہا تھا اور خیالوں کو گھوڑا شہر یار کی خاک چھاننے میں مگن تھا۔۔۔یہی خوبصورت ماحول تھا جب اچانک پورچ میں عادل پاشا کی گاڑی فل اسپیڈ سے آ کر رکی۔۔۔وہ اتنی اچانک اور جلدی آ گئے تھے کہ ناعمہ پاشا کو سچویشن قابو کرنے کا وقت بھی نہیں ملا۔۔۔سالک نے انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی جو کچھ خائف اور کچھ تشویش زدہ سی گاڑی کا دروازہ پوری قوت سے بند کر کے اپنی جانب آتے شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔جبکہ سالک ہنوز بے حد سکون اور آرام سے کافی کے سپ لے رہا تھا۔۔۔فاصلے سے ہی عادل لاشا کے چہرے پر چھایا غضب دکھائی دے رہا تھا اور ناعمہ پاشا کو اپنی ہتھیلیاں پسینے سے پسیجتی محسوس ہوئیں لیکن انہیں ہمت نہیں ہارنی تھی۔۔۔جو بھی عادل پاشا کہتے، اس کا ڈٹ کر سامنا کرنے کو وہ تیار تھیں۔۔۔قریب آتے ہی انہوں نے بے حد کڑے تیوروں سے چائے کے سجے لوازمات پر نگاہ ڈالی اور پھر اپنی بیوی اور بیٹے پر۔۔۔ایک استہزائیہ مسکراہٹ نے ان کے لبوں کے گوشے کو چھوا۔۔۔کوٹ کے نیچے سے پینٹ کی جیب میں ایک ہاتھ ڈالے اور دوسرے میں بریف کیس تھامے، اگلے ہی پل غراتی ہوئی آواز ان کے حلق سے نکلی۔۔۔

" میں نے کہا تھا نا کہ اس لڑکی سے دور رہو سالک مگر تمہیں میری بات کی سمجھ نہیں آئی۔۔۔تم نے اپنا نہیں اس کا نقصان کیا ہے۔۔۔!"

انہوں نے بریف کیس لان چیئر پر پٹخ دیا جسے ناعمہ پاشا نے جھٹ آگے بڑھ کر تھاما۔۔۔

""" یو آر مسٹیکن ابی۔۔۔اگر ماحور کو کوئی نقصان پہنچا تو یہ میرا نقصان ہی ہوگا۔۔۔اور اس بات کے ثبوت کے لیے آپ بیشک کچھ کر گزریے۔۔۔آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔۔۔!"

" اوشٹ اپ۔۔۔!" وہ دھاڑے۔۔۔" اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر جس طرح تم مرے جا رہے ہو یہ بات سارے سرکل میں گردش کر رہی ہے۔۔۔منصور راٹھور نے آج خود مجھے کال کر کے اپنی بیٹی کے رشتے کے لیے نا کر دی ہے۔۔۔صرف اس گھٹیا خاندان کی لڑکی کی وجہ سے مجھے ڈی گریڈ کیا ہے تم نے۔۔۔!"

ماحور کے لیے ایسے الفاظ ناعمہ پاشا اور سالک، دونوں کے لیے ہی ناقابل برداشت تھے۔۔۔ سالک نے ذرا سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے فوراً ان کو ٹوک دیا۔۔۔

"ابی۔۔۔ پلیز اپنی ہونے والی بہو کے لیے ایسے الفاظ استعمال مت کریں جو آپ کے بزنس سرکل میں پھیل کر آپ کو لیٹ ڈاؤن کرنے کا سبب بنیں۔۔۔ آخر لوگ کیا کہیں گے کہ عادل پاشا اپنی بہو کو ایسے القابات سے نوازتے ہیں جبکہ وہ خود اسی گھٹیا خاندان سے بیوی بیاہ کر لائے ہوئے ہیں۔۔۔ اِٹس ناٹ فیئر ابی۔۔۔!" ناعمہ پاشا نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں۔۔۔ دونوں باپ بیٹا آپسی تکرار میں بھول جایا کرتے تھے کہ ان کی باتیں کسی تیسرے کی شدید دل آزاری کا باعث ہیں۔۔۔ عادل پاشا نے اشتعال سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ انگلی اٹھا کر دونوں کی جانب لہراتے ہوئے بولے۔۔۔

"تم لوگ جو کھیل میرے ساتھ کھیلنے کی کوشش کر رہے ہو، اس کا میں ماہر ہوں۔۔۔ مجھے مہرے ترتیب دے کر اپنی مرضی کی چالیں چلنے کی عادت ہے۔۔۔ میرے مقابل اپنے پیادے مت دوڑاؤ، دھول چٹا کر رکھ دوں گا۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔؟" آخری فقرہ انہوں نے بطور خاص بیٹے کو دیکھ کر کہا۔۔۔ سالک پاشا کو رتی برابر فرق نہیں پڑا تھا مگر ناعمہ پاشا کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔ وہ جتنی ہمت مجتمع کرنے کی کوشش میں تھیں، اتنی کر پانے میں ناکام ہو رہی تھیں۔۔۔ اس شخص کی سفاکی سے باخبر نا ہوتیں تو شاید اس قدر خوفزدہ نا ہوتیں لیکن ان کا ماضی تو عادل پاشا کے بے رحمانہ اور ظالم فیصلوں سے بھرا پڑا تھا۔۔۔ انہوں نے گلا تر کرتے ہوئے بمشکل الفاظ ادا کیے۔۔۔

"پاشا۔۔۔! آپ بیٹھیے نا۔۔۔ میں۔۔۔ یہ چائے۔۔۔ چائے تیار ہے۔۔۔ آپ لیں گے۔۔۔ ایک کپ۔۔۔!"

ان کی حواس باختگی اب بلکل صاف ظاہر ہو رہی تھی۔۔۔ عادل پاشا نے ان کو بغور دیکھتے ہوئے کہا

"آپ اپنے تازے تازے بنے بیٹے کے ہمراہ بیٹھ کر موج اڑائیے ناعمہ۔۔۔ مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکا۔۔۔ یہ وارننگ بھی محض آپ کو متنبہ کرنے کے لیے تھی ورنہ میں اس کا قائل نہیں۔۔۔!"

"ابی۔۔۔ آپ کو وارننگ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ کیونکہ شادی تو میری ماحور سے ہی ہو گی اور بہت جلد۔۔۔ آپ اگر شامل ہوتے تو مجھے خوشی ہوتی لیکن چلیں خیر ہے۔۔۔ آپ نے کونسا مجھے اپنی شادی میں بلایا تھا۔۔۔!" وہ سراسر مذاق کہتا اٹھ کھڑا ہوا مگر اس کے لہجے کی مضبوطی نے عادل پاشا کو اس کے ارادے ظاہر کر دیے تھے۔۔۔ اس نے اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے تو پیچھے سے باپ کی دو ٹوک آواز سنائی دی۔۔۔

" ٹھیک ہے۔۔۔میرے گھر سے چلے جاؤ اور جو جی میں آئے کرو۔۔۔وہ لڑکی اس گھر میں کبھی نہیں آئے گی۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

" اٹس اوکے ابی۔۔۔ویسے تو آپ شائد بھول رہے ہیں کہ دادا جان نے یہ کوٹھی میرے نام کر دی تھی لیکن اگین اٹس اوکے۔۔۔آپ میرے والد ہیں۔۔۔جو آپ نے مجھے کہا، وہ میں کبھی نہیں کہہ سکتا۔۔۔میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔۔۔اور ہاں ماما بھی میرے ساتھ ہی جائیں گی۔۔۔!"

وہ ناعمہ پاشا پر اطمینان بھری نگاہ ڈال کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا۔۔۔عادل پاشا سلگتی نظروں سے اس کی پشت دیکھ رہے تھے۔۔۔اور ناعمہ پاشا کا جی دھاڑیں مار کر رونے کو چاہ رہا تھا۔۔۔انہوں نے کب چاہا تھا کہ دونوں باپ بیٹا یوں دو بدو ہو جائیں۔۔۔سالک نے اپنے جذباتی پن میں ان کے لیے مشکل کھڑی کر دی تھی۔۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ عادل پاشا انہیں کس نہج پر جا کر دباؤ میں لیں گے اور دوسری مشکل اس نے ماحور کے لیے پیدا کر دی تھی۔۔۔کاش وہ باخبر ہوتا کہ اس کا باپ دشمنی نبھانا خوب جانتا ہے۔۔۔کسی کو بھی تباہی کے اندھے گھڑے میں پھینک دینے کے بعد پلٹ کر نہیں دیکھتا۔۔۔جیسے عقیل مغل!

اور وہ اپنی بیٹی کو ان کا شکار نہیں ہونے دے سکتی تھیں۔۔۔انکے بچے تو پہلے ہی بہت مصائب کا سامنا کرتے یہاں تک پہنچے تھے۔۔۔وہ زرد رنگت لیے انہی سوچوں میں گم تھیں جب اگلے ہی پل ان کا جبڑا عادل پاشا کے ہاتھ کے مضبوط شکنجے میں تھا۔

" تو بالا ہی بالا نوبت" ماما" تک پہنچ گئی۔۔۔اسٹرینج۔۔۔ویری اسٹرینج۔۔۔آپ نے یہ کیسے سوچ لیا ناعمہ کہ میں آپ کو سالک کے ساتھ جانے دے سکتا ہوں۔۔۔بیتے سالوں کا کچھ حساب ہے آپ کو کہ میں آپ کو پانے کے لیے کس حد تک نہیں گیا اور آپ میرے ہی خلاف میرا بیٹا استعمال کر کے میری قید سے فرار ہونے کی کوششوں میں ہیں۔۔۔کس بھول میں ہیں آپ ناعمہ۔۔۔؟ چچ چچ چچ۔۔۔میں صرف پر کترنے نہیں، نوچنے بھی جانتا ہوں۔۔۔اور اب لگتا ہے مجھے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔۔۔!"

وہ ایک جھٹکے سے انہیں چیئر پر گراتے مڑ کر اندر چلے گئے۔۔۔ناعمہ پاشا نے بے اختیار دونوں ہاتھوں کی اوک میں اپنا چہرہ رکھا اور پوری شدت سے رو دیں۔۔۔قسمت ایک بار پھر انہیں چت کرنے کے در پر تھی۔۔۔عادل پاشا اس عفریت کا نام تھا جو اپنا انتقام لینے کے لیے گڑا مردہ زمین سے باہر کھینچ نکالے۔۔۔سالک اور ماحور کی شادی ان کی نظر میں جتنی سہل تھی، عادل پاشا اسے ناممکن کر دینے کا گر جانتے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

زلیخا دادی نے آخری دوپٹہ تہہ کر کے بیگ میں رکھا اور زپ بند کر کے ایک طائرانہ نگاہ پورے کمرے پر ڈالی کہ کہیں ان کی ضرورت کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔۔۔ایک تکلیف دہ سانس اندر کھینچ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔کمرے سے باہر نکل کر لاؤنج میں آئیں تو وہاں معمول کا منظر تھا۔۔۔لاؤنج کے بیچ و بیچ غفلت میں پڑے عقیل مغل کا وجود اور صوفوں پر بیٹھے زونی، جنت اور ریان کے ستے ہوئے چہرے۔۔۔وہ تینوں رونکھے سے دادی اور ان کے ہاتھ میں تھمے ان کے چھوٹے سے بیگ کو دیکھ رہے تھے۔۔۔زلیخا دادی کے جانے کا سن کر وہ تینوں ہی بری طرح پریشان ہو گئے تھے۔۔۔زونی اور جنت تو باقاعدہ رونے لگے تھے۔۔۔سیف اس وقت سٹور پر ہوتا تھا اور ماحور کے آفس سے آنے میں ابھی وقت تھا اس لیے زلیخا دادی نے ان کی غیر موجودگی میں چلے جانا مناسب سمجھا۔۔۔بہت سی ہدایات کے ساتھ انہوں نے بچوں کو اپنے جانے کی وجوہات بتا کر سمجھانا چاہا تھا مگر وہ کچھ بھی نہیں سمجھ رہے تھے۔۔۔تنگ آ کر زلیخا دادی نے بیگ پیک کر لیا تھا کہ جانا تو تھا ہی۔۔۔مگر عین اسی وقت ماحور چلی آئی۔۔۔وہ آفس گئی ضرور تھی مگر ہلکے ہلکے بخار کی وجہ سے جلدی اٹھ آئی تھی۔۔۔ابرش بھی نہیں آ رہی تھی اور اس کا پکا ارادہ تھا کہ آج رائنہ کو ساتھ لے کر اس کے گھر ضرور جائے گی۔۔۔

زلیخا دادی کے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔۔۔

"یہ سب کیا ہے دادی۔۔۔کہاں جا رہی ہیں ہمیں چھوڑ کر۔۔۔؟" فقرہ مکمل کرتے کرتے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔۔۔آج کل ویسے بھی بات بے بات رونا آ جاتا تھا۔۔۔

"اپنے گھر۔۔۔وہاں بھی اب جا کر دیکھوں کہ کیا حالت ہے۔۔۔پھر ہو سکتا ہے کہ کچھ دن بعد بیٹوں کے پاس چلی جاؤں۔۔۔!" وہ نظر چرا رہی تھیں۔۔۔ماحور نے ان کے بیگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہمیں چھوڑ کر چلی جائیں گی دادی۔۔۔ایک بار پھر ایسے وقت پر جب ہمیں کسی اپنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔۔۔کیوں کرتے ہیں سب ہمارے ساتھ ایسے۔۔۔کیوں کسی کو ہم پر ترس نہیں آتا کہ ہمیں چھوڑ کر نا جائے۔۔۔سب ہم سے اسی لیے کیوں ملتے ہیں کہ پیار بنا کر پھر منہ موڑ لیں۔۔۔ہمارا دل نہیں دکھتا کیا۔۔۔؟ تکلیف نہیں ہوتی کیا۔۔۔؟"

دکھ تو مومن کی بے وفائی کا تھا، کراہٹ یہاں نکل رہی تھی۔۔۔دادی چلی جاتیں تو وہ مزید توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتی۔۔۔وہ وہیں جوں کی توں فرش پر بیٹھ کر مچل مچل کر رونے لگی۔۔۔ایسا رونا اور گریہ دیکھ کر بھلا بہن بھائی کیسے تسلی سے دیکھتے سو وہ تینوں بھی سسک سسک کر رو دیے۔۔۔زلیخا دادی کا آنا ان سب کے لیے کسی نعمت سے کم نا تھا، ایسے وقت میں جب ان کے گھر کو کسی

بزرگ کی چھاؤں کی اشد ضرورت تھی اور اب ان کا یوں اچانک واپسی کے لیے چل دینا ان سب کی برداشت سے باہر تھا۔۔۔زلیخا دادی حواس باختہ سی سب کو بچوں کی طرح ریں ریں کرتا دیکھ رہی تھیں۔۔۔ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔۔کیسے لاچار اور لاوارث سے لگ رہے تھے وہ یوں نیچے ایک ساتھ بیٹھے روتے ہوئے۔۔۔انہوں نے خود کو صوفے پر گرا کر ڈھیلا چھوڑ دیا۔۔۔یہ سب ان کے بوڑھے اعصاب کے لیے کڑا تھا، اب کہاں اتنا کچھ سہا جاتا تھا بھلا۔۔۔

"اے جنت۔۔۔بند کر رونا دھونا۔۔۔مری نہیں دادی ابھی۔۔۔چل جا میرا بچہ ایک ایک کپ چائے بنا کر لا سب کے لیے۔۔۔!" جنت کو زلیخا دادی نے چھوٹے موٹے کچن کے کاموں میں طاق کرنا شروع کر رکھا تھا۔۔۔چائے اب عموماً وہی بناتی تھی۔۔۔محض سب کا دھیان بٹانے کی غرض سے زلیخا دادی نے اسے کچن میں بھیجنا چاہا۔۔۔

"پہلے آپ وعدہ کریں۔۔۔آپ ہمیں چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔۔۔؟" جنت کی معصومانہ خواہش کے جواب میں دادی نے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں جن تک اس کے پہنچنے سے پہلے زونی جھٹ سے آسمایا۔۔۔جنت اور ریان دونوں اس کی حرکت پر روتے سے ہنس دیے۔۔۔زلیخا دادی نے زونی کا سر چوم کر نم آلود سانس بھری اور بولیں۔۔۔

"نہیں جاتی میری جان۔۔۔ابھی نہیں جاتی۔۔۔جانا بھی کہاں تھا مجھے بھلا۔۔۔میں اپنے لیے ٹھکانہ ڈھونڈتی ہی تو یہاں تک چلی آئی تھی۔۔۔" ان کی آواز جملہ مکمل ہونے تک سرگوشی میں ڈھل گئی تھی۔۔۔جسے رو رو کر ہلکان قریب ہی پھسکڑا مارے بیٹھی ماحور نے سنا تھا۔۔۔وہ ایک دم نیچے سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور دادی کا ہاتھ تھام کر انہیں اٹھاتے ہوئے ریان سے مخاطب ہوئی۔۔۔

"ریان۔۔۔تم دھیان رکھنا ان دونوں کا۔۔۔میں ذرا دادی سے ایک دو باتیں کر لوں۔۔۔!"

زلیخا دادی بنا مزاحمت اس کے ساتھ اندر کمرے میں چلی آئیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ کبھی نا کبھی تو انہیں سوالات کا سامنا کرنا ہی تھا۔۔۔ماحور نے انہیں محبت سے بیڈ پر بٹھایا اور خود ان کے پیروں میں بیٹھ کر سر ان کی گود میں دھر دیا۔۔۔وہ بڑی شفقت اور نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔۔۔

"آپ کو امی کی بات بری لگی تھی نا دادی۔۔۔؟" اس نے چہرہ اٹھا کر ان کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اذیت ہلکورے لے رہی تھی۔۔۔" مجھے بھی لگی تھی مگر میں خاموش رہی کیونکہ کبھی کبھار ہمارے پاس سوالات کا انبار ہوتا ہے پر ہم خاموش رہ جاتے ہیں کیونکہ مقابل کے ساتھ ہمارا تعلق قلبی نہیں ہوتا، سطحی ہوتا ہے۔۔۔ہمارے دل کو یقین ہوتا ہے کہ وہ ہماری بات سمجھ نہیں پائے گا۔ہم محض اپنے الفاظ ضائع کریں گے۔۔۔!"

"ماہی۔۔۔تُو نے معاف نہیں کیا اپنی ماں کو۔۔۔؟" زلیخا دادی کو اس کی بات سن کر جھٹکا لگا تھا۔۔۔وہ پل بھر کو اپنی پریشانی بھول ہی گئیں۔۔۔

"کر دیا دادی۔۔۔بلکل کر دیا مگر زندگی کے پینڈے سے لگی دکھ کی کھرچن نہیں اتر پاتی۔۔۔اسے کھرچنے کی کوشش میں بہت ہی گہری لکیریں پڑ جاتی ہیں جن کے اندر تک ان دکھوں کی سیلن جا گھستی ہے۔۔۔!"

زلیخا دادی نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔۔۔زمانے کے تھپیڑے کتنی بڑی بڑی باتیں منہ میں بھر دیتے ہیں۔۔۔انہوں نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور اپنی بوڑھی ہتھیلیوں کو بے بسی سے دیکھتی گویا ہوئیں۔۔۔

"میرا دل دکھا نمو کی باتوں سے۔۔۔اس نے مجھے طعنہ دیا۔۔۔میں تم لوگوں کی خبر نہیں رکھ سکی کیونکہ پردیس کی قید کاٹ رہی تھی۔۔۔میرے تین جوان بیٹے مجھے اور تیرے دادا کو کینیڈا لے تو گئے مگر بہت جلد انہیں وہاں کی ہوا راس آ گئی۔۔۔ہم دونوں میاں بیوی چوکیدار بن کر رہ گئے۔۔۔جوان کی اور ان کی بیویوں کے لیے کھانا پکائیں، سودا سلف لائیں اور گھر سنبھالیں۔۔۔تینوں نے وہیں کی پاکستانی فیملیوں میں شادیاں کر لیں تھیں۔۔۔وہاں کی چکا چوند میں ان کی آنکھیں ایسی چندھیائیں کہ میں اور تمہارے دادا اندھیروں کا حصہ بنتے چلے گئے۔۔۔نوبت یہاں تک آئی کہ ہم دونوں کو کسی ایک بیٹے کے لیے اپنے پاس رکھنا دشوار ہوتا چلا گیا۔۔۔دن بانٹے گئے اور ہم دونوں بھی بٹ بٹ کر کبھی ایک بیٹے کے گھر تو کبھی دوسرے کے گھر وقت کاٹنے لگے۔۔۔تمہارے دادا تو پہلے ہی بیمار تھے کافی، اولاد کی ایسی طوطا چشمی دیکھ کر چٹ پٹ ہو گئے۔۔۔میں اکیلی رہ گئی زخم کھانے کو۔۔۔بیٹوں کی بیویاں ضرورت سے زیادہ آزاد خیال تھیں۔۔۔جب میں نے آدھی آدھی رات تک گھر واپسی اور لیٹ نائٹ چلنے والی پارٹیوں پر اعتراض کیا تو میرا وجود بری طرح کھٹکنے لگا۔۔۔تینوں سر جوڑ کر بیٹھنے لگے کہ میرا کیا حل نکالا جائے۔۔۔میں ان کی بیویوں کے لیے اب ناقابل برداشت تھی کیونکہ کام بھی زیادہ نہیں کر پاتی تھی نا گھر سنبھالا جاتا۔۔۔مجھے اولڈ ایج ہوم میں داخل کرانے کا فیصلہ ہوا۔۔۔میں سن کر چپ ہو گئی۔۔۔لیکن میرے دودھ میں خرابی تھی ماہی جو میری اولاد اس قدر ظالم اور بے حس ہو گئی کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مجھے امریکہ لے جایا جائے اور وہاں لے جا کر اولڈ ایج ہوم میں داخل کرا دیا جائے۔۔۔ان کی بیویوں کو میرا وجود صرف گھر میں ہی نہیں اس ملک میں بھی اب برداشت نہیں تھا۔۔۔مجھے ان کی بے وقوفی پر ہنسی آتی تھی۔۔۔مگر میں بے وقوف نہیں تھی۔۔۔میں نے پرائے لوگوں اور پرائے دیس میں مرنے کی بجائے اپنے وطن میں آ کر مرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔ہمارے ہمسائے میں پاکستانی فیملی تھی۔۔۔بڑے اچھے لوگ تھے۔۔۔جب میں گھر اکیلی ہوتی تھی تو اکثر ان کے گھر کی عورتیں میری خبر گیری کرنے آ

جاتی تھیں۔۔۔میں نے انہیں ساری بات بتا کر درخواست کی کہ کسی طرح مجھے پاکستان بھیج دیں۔۔۔ان لوگوں نے میرا بڑا ساتھ دیا۔۔۔میرا پاسپورٹ میرے پاس ہی تھا۔۔۔انہوں نے میری ٹکٹ کنفرم کروائی اور پھر میں نے چپکے چپکے اپنا مختصر ترین سامان تیار کیا اور ایک دن خاموشی سے وہ سرد چلن ملک چھوڑ دیا۔۔۔یہاں آ کر میں نے دوبارہ اپنے کسی بیٹے سے رابطہ نہیں کیا۔۔۔تم نے مجھ سے پوچھا تھا نا کہ میں ان سے بات کیوں نہیں کرتی تو میری بچی میرا دل ان کی آواز تک سننے کو نہیں کرتا کجا کہ بات کروں۔۔۔وہاں رہ کر میں اتنی بے بس تھی کہ مجھے ہر گھڑی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں یہ بدبخت سوتے میں میرا دم ہی نا گھونٹ دیں۔۔۔یہ ماں اور اولاد کا رشتہ بہت بڑا گورکھ دھندہ ہے۔۔۔کبھی ماں اولاد کی چاہ میں بھٹکتی پھرتی ہے تو کبھی اولاد ماں کی خوشبو پانے کو ترستی ہے اور کبھی حالات دونوں کو ہی ایک دوسرے سے چھٹکارے کی تدبیر سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔۔۔" زلیخا دادی نے دم سادھے بیٹھی ماحور کی پیشانی پر آئے بال محبت سے پرے کرتے ہوئے سوگواریت سے بھرپور سانس اندر کھینچا۔۔۔ماحور کو یہ سب کسی افسانوی سا لگ رہا تھا۔۔۔بھلا کوئی اولاد ایسی بھی ہوتی ہے جسے ماں اتنی بھاری ہو جائے۔۔۔اور ایک وہ سب بہن بھائی تھے جو بچپن میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر ماں کے دوپٹے کو سینے میں بھینچ لیا کرتے۔۔۔ماں کے کپڑوں میں سے کچھ نا کچھ سرہانے رکھا کرتے تھے۔۔۔انہیں ماں کی خوشبو میں اس کا لمس محسوس ہوتا تھا۔۔۔اکثر زونی کو اس نے امی کا دوپٹہ یا قمیض دے کر کھلینے لٹایا تھا اور وہ بہل جاتا تھا۔۔۔اس کا دل زلیخا دادی کے لیے بری طرح سے دکھ گیا۔۔۔وہ اتنا تکلیف دہ وقت کاٹ کر آئی تھیں، اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔۔۔باہر سیٹلڈ لوگوں کے بارے میں ہمارے یہاں اکثر ایسے ہی گمان رکھے جاتے ہیں کہ وہ تو خوب مزے میں ہوں گے لیکن کبھی کبھار حقیقت اس سے الٹ ہوتی ہے۔۔۔وہ اپنے آنسو چھپانے کو ایک بار پھر دادی کی گود میں چہرہ چھپا گئی۔۔۔زلیخا دادی کو یکدم کچھ یاد آیا تو فوراً سے پوچھ بیٹھیں۔۔۔

" اور تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے ماں کے سامنے کیا تماشا لگایا ہے۔۔۔وہ تو خودغرض بن کر چلی آئی اپنے سوتیلے بیٹے کا رشتہ لیے لیکن تمہیں کیا سوجھی ماحور۔۔۔تم نے کیوں حامی بھری۔۔۔تمہاری بات طے ہو چکی ہے مومن سے۔۔۔اس کے دادا شادی کی تاریخ رکھ کے جا چکے ہیں اور تم نے یہ نیا شوشہ چھوڑ دیا۔۔۔مجھے سچ سچ بتاؤ ہوا کیا ہے۔۔۔تم نے کیوں نمو کو ہاں کہی ہے۔۔۔؟ مومن کے دادا کو میں کیا جواب دوں گی۔۔۔؟"

" آپ سے کوئی سوال جواب کرے گا ہی نہیں۔۔۔اور مومن کو میں سمجھا لوں گی۔۔۔یہی بہتر ہے دادی۔۔۔یہی ہونے دیں۔۔۔ہم سب امی کے قریب ہو جائیں گے دادی۔۔۔اچھا نہیں ہے۔۔۔؟"

زلیخا دادی کی تفکر سے بھرپور پوچھ تاچھ کے جواب میں اس نے بنا چہرہ اونچا کیے انہیں مختصر سی وضاحت دی تھی۔۔۔اس کی بھرائی ہوئی آواز کو زلیخا دادی نے صاف طور پر محسوس کیا تھا۔۔انہوں نے زبردستی اس کا سر اپنی گود سے اٹھا کر اونچا کرنا چاہا تاکہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ سکیں تو ماحور نے اسی پوزیشن میں بیٹھے زلیخا دادی کو منت بھرے لہجے میں ٹوک دیا۔۔۔

" پلیز دادی۔۔۔کچھ وقت ایسے ہی سمیٹ کر بیٹھی رہیں مجھے ورنہ میں بری طرح بکھر جاؤں گی۔۔۔مجھ سے کچھ بھی مت پوچھیے گا۔۔۔میں کسی بات کا جواب نہیں دے پاؤں گی بس سمجھ لیجیے کہ مومن میری قسمت میں نہیں تھا کیونکہ میری قسمت کا اور خوشیوں کا ایک دوسرے سے بیر ہے دادی۔۔۔مجھ میں حالات کا، دنیا کا سامنا کرنے کی ہمت ہے، مگر خود کا سامنا نہیں کر سکتی۔۔۔میری ساری شخصیت تاراج ہو جائے گی دادی۔۔۔پلیز۔۔۔میں اپنا دکھ آپ کی جھولی میں ہی رو کر تحلیل کر دینا چاہتی ہوں۔۔۔!"

اور زلیخا دادی کے کندھے ڈھلک سے گئے۔۔۔وہ سمجھ گئیں کہ مومن اور ماحور کا بندھن حوادث کی نذر ہو گیا۔۔کسی نے دونوں کے بیچ تعلق کی ڈوری کو گرہ لگا دی ہے۔۔۔دو آنسو ان کی آنکھوں سے ٹوٹ کر ماحور کے سنہری بولوں میں کھو گئے۔۔۔ان کا دامن بے حد بھاری ہو گیا تھا، اس میں ماحور کا دکھ جذب ہو رہا تھا۔۔۔وہ تحلیل ہونے کی بجائے کسیلا دھواں بن کر اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

پانچ سات آدمیوں کا گروہ اس وقت نیم اندھیرے کمرے میں دائرے کی صورت تاش کی بازی لگائے بیٹھا تھا۔۔۔یہ سب نشے میں لگتے تھے۔۔۔غلیظ اور گندے ماحول میں بدبو رچی ہوئی تھی۔۔۔چرس کے سوٹے اور شراب کے جرعے لگاتے بدمست، بنیادی طور پر نامردوں کا گروہ جو کھیل رہا تھا۔۔۔انہی میں ایک عقیل مغل تھا۔۔۔جو چوکڑی مارے، ٹانگوں کی قینچی میں بوتل پھنسائے اور ہاتھوں میں تاش کے پتے تھامے گدلی آنکھیں کھولے رکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا مگر شراب اس کے حواس پی چکی تھی۔۔۔یہ آخری بازی تھی۔۔۔اس کے سامنے بیٹھا شخص نیا مگر منجھا ہوا شاطر کھلاڑی تھا۔۔۔اسے چار دن ہی ہوئے تھے ان میں اٹھتے بیٹھتے۔۔۔عقیل مغل پر بڑا مہربان تھا یہ۔۔۔اسے پلے سے چرس بھرے سگریٹ بھی دلاتا تھا اور شراب بھی۔۔۔اس لیے عقیل بھی اس پر فریفتہ تھا۔۔۔کمال کا جواری تھا۔۔۔دو بار عقیل کی جانب سے کھیل کر اس نے اس کی ہاری بازی کو جیت میں بدل دیا تھا۔۔۔بدلے میں عقیل کو موٹی رقم، گھڑیاں، چین اور موٹر سائیکل ملی تھی اور ان تمام چیزوں کو وہ آج باری باری ہار بھی چکا تھا۔۔۔آج وہی شخص باقاعدہ فریق بنا کھیل رہا تھا اور مسلسل جیت کر سب کچھ ہتھیا چکا تھا۔۔۔عقیل مغل کے تن پر آخری چیز کپڑے بچے تھے مگر اس آدمی نے ایسی ہلا شیری دی کہ عقیل کا مغل خون جوش مارا اور آخری بازی لگا دی۔۔۔جوش سے پھڑکتے عقیل نے اب کی بار اپنا مکان داؤ پر لگایا تھا۔۔۔اگر ہار جاتا تو گھر سے ہاتھ دھونا پڑتے مگر وہ شروع سے ہی جذباتی، جلد باز اور ناعاقبت اندیش ہی تو رہا تھا ورنہ آج یہ نوبت تو نا آتی۔۔۔

"سوچ لے عقیل بادشاہ۔۔۔میں لحاظ نہیں کروں گا۔۔۔!" ہیرا نامی اس شخص نے عقیل مغل کو دیکھتے ہوئے خباثت سے کہا۔۔۔

"تُو پتے پھینٹ ہیرے۔۔۔عقیل مغل نا بازی ادھوری چھوڑے گا نا ہی زبان سے پیچھے ہٹے گا۔۔۔!" اپنے مشہور زمانہ پھوکے ٹُشن دکھاتے ہوئے اس نے جواب دیا تو ہیرا کمینگی سے ہنستے ہوئے پتے پھینٹنے لگا۔۔۔

"دیکھ لے مغل۔۔۔بعد میں نا کہنا مجھے بے گھر کر دیا۔۔۔داؤ پر لگا دیا تو بس لگا دیا۔۔۔اگر میں جیت گیا تو تیرا مکان میرا۔۔۔!"

"تو بازی شروع کر۔۔۔عقیل مغل زبان سے نہیں پھرتا اور پتے کھیلنے مجھے بھی آتے ہیں ہیرے۔۔۔اب کی بار تیری سونے کی چار تولے والی چین میرے حصے میں آئی لو سمجھو۔۔۔!" ہیرے نے اپنی چین اتار کر درمیان میں رکھی ہوئی تھی۔۔۔اس نے اسے داؤ پر لگایا تھا۔۔۔عقیل مغل کی بات کے جواب میں اس کا زوردار قہقہہ بڑا مکروہ تھا۔۔۔اسنے پتے بانٹنے شروع کیے۔۔۔ماحول میں تناؤ اور اعصاب میں کھچاؤ پیدا ہونے لگا۔۔۔سبھی دم سادھے ان چار افراد کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے جن کے بیچ یہ جوا لگا تھا۔۔۔!

شیطان ہاتھ پکڑ کر کسی کو بری راہ نہیں لگاتا۔۔۔وہ تو بس راستے ہموار کیے تیار بیٹھا ہے، انسان کے نفس کی کمزوری اسے ان راہوں پر کشاں لیے جاتی ہے۔۔۔ورگرنہ رب نے انسان کو شعور ودیعت کیا ہے۔۔۔اچھائی اور برائی کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔۔۔ازل تا ابد خیر و شر کی جنگ میں انسان اور شیطان زندگی کے اکھاڑے میں ایک دوسرے کو پچھاڑتے ہی رہیں گے۔!

وہ سب کے سب شیطان بنے اس کھیل کو پائہ تکمیل تک پہنچتا دیکھ رہے تھے۔۔۔کوئی پل جاتا تھا کہ ایک ہلے میں عقیل مغل بازی مار لیتا کیونکہ اسے اپنے جیتنے کا سو فیصد یقین تھا جیسے وہ بڑا اپائے کا جواری ہو۔۔۔اگلے ہی لمحے ہیرے کا زوردار نعرہ بلند ہوا اور اس نے چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے پتے درمیان میں اچھال کر اپنی جیت کا اعلان کیا۔۔۔باقی سب نے اس کی جیت کی خوشی میں بوتلوں کو منہ لگا لیا تھا۔۔۔سوائے عقیل مغل کے جس کی رنگت کسی مردے کی مانند سفید پڑ گئی تھی۔۔۔اسے تو جیتنا تھا، یہ سوچ ابھی بھی دماغ کے پردے پر ٹکریں مار رہی تھی۔۔۔وہ ہار گیا تھا۔۔۔اپنا مکان ہار گیا تھا۔۔۔وہ مکان جو اس کے بچوں کی آخری جائے پناہ تھی۔۔۔یہ سب کیا ہو گیا تھا۔۔۔؟ وہ بند ہوتے ذہن کے ساتھ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہیرے کو دیکھ رہا تھا جو دونوں ہاتھوں سے درمیان میں پڑا ہوا مال اکٹھا کرنے کے بعد اسی کی جانب متوجہ تھا۔۔۔جس کے ہلتے ہونٹ اور ناچتے ہاتھ عقیل مغل سے مکان کے کاغذات کا مطالبہ کر رہے تھے۔۔۔اسے سب سنائی دے رہا تھا مگر کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا اور پھر اس کی بصارت دھندلی ہوتی چلی گئی۔۔۔اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے دائیں جانب لڑھک گیا تھا۔۔۔!

❁ ❁

ناول ساگر کنارے ابھی جاری ہے۔ اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 15 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 11

دادا صحن میں رکھے طوطوں کے پنجرے کے پاس بیٹھے تھے۔۔۔چہرے پر بیزاری چھائی تھی اور ہر دو سیکنڈ بعد چھڑی کو پنجرے پر مار کر دونوں طوطوں کا تراہ نکال رہے تھے۔۔۔مومن اپنے کمرے کی چوکھٹ سے کندھا ٹیکے غیر دلچسپی سے یہ عمل دیکھ رہا تھا۔۔۔وہ جانتا تھا کہ دادا اس سے ٹھیک ٹھاک ناراض ہو چکے ہیں اور ان کی ناراضی ایک ہی صورت میں دور ہو سکتی تھی جو وہ ان کی بات مان لے۔۔۔مومن انہیں کیسے بتاتا کہ سالک پاشا نے اس کے سامنے اپنی محبت کا اظہار جن لفظوں میں کیا تھا وہی سننا اس کے لیے کسی امتحان سے کم نا تھا، جواب میں وہ بھی جذباتی ہو کر اپنا دل کھول دیتا تو اس میں ماحور کی ہتک تھی۔۔۔وہ کوئی ٹاپک نہیں تھی جس پر دو مرد بحث کرتے اور ایک دوسرے پر ایک ہی لڑکی کے لیے اپنی محبت ثابت کرتے۔۔۔اور پھر سر سالک نے اس سے مدد طلب کی تھی کہ وہ ان کے لیے ماحور کو کسی بھی طرح قائل کرے جبکہ پچھلے کئی ماہ سے وہ سالک پاشا کی ان شدتوں کا گواہ تھا جنہیں وہ ابرش راٹھور کے لیے گردانتا رہا تھا۔۔۔اب دادا کو یہ سب سمجھانا اگر مشکل امر تھا۔۔۔خود اس کے لیے اپنے دل کو سمجھانا اس سے بھی مشکل۔۔۔دماغ کہتا تھا کہ وہ جو بھی کر آیا ہے اسی میں ماہی کی اور اس کے بہن بھائیوں کی بھلائی ہے۔۔۔ دل دہائی دیتا تھا کہ میرا مقدمہ بغیر لڑے تم کیسے ہار آئے، ماہی تمہاری دھڑکن ہے کیا دھڑکن کے بنا زندہ رہ سکتے ہو۔۔۔؟

وہ ایک لمبی سانس بھرتا دادا کے پاس کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔۔۔دادا کا بخار بھی اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور اب مومن اندر ہی اندر خاصا پریشان ہو چکا تھا۔۔۔وہ مومن سے ناراضی کی وجہ سے دوا بھی احتیاط سے نہیں لے رہے تھے۔۔۔دادا تو دادا، شاویز بھی آج کل اسے دیکھتے ہی ایسے منہ پھیرتا تھا جیسے مومن نے اس کا رشتہ تڑوا دیا ہو۔۔۔

"کب تک ناراض رہیں گے دادا۔۔۔کیا میرے مرنے تک۔۔۔؟" اور ساتھ ہی دادا کی زوردار چھڑی پنڈلی پر پڑی مگر مومن ٹس سے مس نا ہوا۔۔۔

"میرے ساتھ تیری جتنی زبان چلتی ہے نا اس سے آدھی کو استعمال کر کے سالک سے کہہ دیا ہوتا نا کہ وہ بچی میری بہو ہے تو آج رونی شکل نا بنا کر بیٹھا ہوتا۔۔۔!" دادا نے ماحور کا حوالہ دیتے ہوئے اسے ٹھوکا دیا۔۔۔وہ ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکائے پنجرے میں ایک دوسرے کی ناز برداریاں کرتے طوطے دیکھتا رہا۔۔۔

"کبھی کبھی انسان کی زبان اس کا ساتھ وہاں چھوڑ دیتی ہے جہاں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔۔۔کاش میں ایسا بول دیتا تا مزہ آجاتا۔۔۔ایسا کہہ دیتا تو اس کا منہ بند ہو جاتا، جیسے فقرے بعد میں ذہن میں آ آکر کیڑوں کی طرح کلبلاتے رہتے ہیں لیکن دادا فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ہم ایسا کچھ بول بھی دیں تب بھی منوا ہم اتنی ہی سکتے ہیں جتنے کے اہل ہیں۔۔۔!"

"ہو گئی بکواس پوری۔۔۔؟" دادا پر اس فلسفے کا رتی برابر اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔"مجھے میری بہو چاہیے مومن۔۔۔تو بات نہیں کرے گا تو میں کر ڈالوں گا۔۔۔میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔۔۔ایک بار۔۔۔ایک بار ماحور کو سب بتا دے۔۔۔مجھے یقین ہے کہ وہ آگے کا سارا معاملہ خود ہی سلجھا لے گی مومن۔۔۔وہ تجھ سے زیادہ سیانی ہے۔۔۔اس کی مرضی کے بنا تو سالک اس سے شادی نہیں کر سکتا نا تو پھر اس سے بات کر۔۔۔وہ خود سالک کو نا کر دے گی اور بعد میں تُو یہ نوکری چھوڑ کر کہیں اور کر لینا۔۔۔میں اپنی دکان بیچ دوں گا سالک کا قرض اتارنے کے لیے مومن۔۔۔مجھے نہیں چاہیئں ایسے پیسے جن سے میرے گھر کی خوشیاں بکتی ہوں۔۔۔!"

"آپ کی دکان اتنے میں نہیں جائے گی دادا۔۔۔!"

"نا جائے۔۔۔تیری دادی کا زیور ہے میرے پاس۔۔۔وہ تو اتنے میں جائے گا نا۔۔۔تو جا بس۔۔۔ایک بار میری بہو سے مل لے مومن۔۔۔!" وہ اسے ہر صورت راضی کرنے پر تلے تھے اور دل مومن کا بھی بے ایمان ہونے لگا تھا۔۔۔اس کے دل میں ماحور جس طرح بسی ہوئی تھی اس کی یاد سے لڑتے لڑتے وہ چند دن میں ہی نڈھال ہو چلا تھا۔۔۔وہ تھکنے لگا تھا چند دن میں ہی۔۔۔روز مرنا روز جینا اس کے لیے اذیت ناک تھا۔۔۔دادا کی ناراضی الگ برداشت کر رہا تھا۔۔۔بس ٹھیک ہے۔۔۔وہ ابھی جائے گا اپنی ماہی کی طرف۔۔۔اسے بتا دے گا سب کچھ۔۔۔اس سے معافی مانگ لے گا اپنے رویے کی۔۔۔وہ اس سے لڑے گی جھگڑے گی اور پھر مان جائے گی۔۔۔اس کے سینے پر دو مکے مارے گی کس کر۔۔۔وہ ہنس کر سہے گا سب۔۔۔کیونکہ اسے ماحور مغل سے عشق تھا۔۔۔اور ماہی کو پتا تو تھا کہ اسے رومینس کرنا نہیں آتا۔۔۔وہ جان گیا تھا کہ اگر اسے ماہی کے بنا زندگی گزارنی پڑی تو وہ نہیں جی پائے گا۔۔۔!

دادا کو شام کی چائے کے ساتھ دو کیک رس کھلا کر زبردستی دوا کھلائی تھی۔۔۔پھر انہیں ضد کر کے کمرے میں لٹایا اور رشا و یز کو کال کر کے ان کے پاس آنے کا کہہ کر خود وہ گھر سے نکل آیا تھا۔۔۔اس کے پیروں میں تیزی تھی۔۔۔وہ جیسے ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔۔۔اس نے پیدل ہی ماحور کے گھر تک کا فاصلہ طے کرنے کا سوچا۔۔۔راستے میں لفظوں کو ترتیب دینے کا وقت مل جائے گا جو

اسے اس کے سامنے کہنے تھے۔۔۔سیٹی کی دھن آج بڑے دنوں بعد اس کے ہونٹوں پر بکھری تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

کسی بند دکان کے تھڑے پر بے یار و مددگار پڑے عقیل مغل کے پاس محض ایک نشئی بیٹھا تھا۔۔۔ہیرا اسے یہاں پھینک گیا تھا یہ کہہ کر کہ اس کے گھر اطلاع کر دے، آ کر اٹھا لیں اسے اور ساتھ ہی بتا دینا کہ یہ اپنا مکان ہار گیا ہے جوئے میں۔۔۔جلد قبضہ لینے آؤں گا۔۔۔وہ نشئی ڈولتے سر کے ساتھ سوئے حواس لیے عقیل مغل کے گھونسلہ بالوں میں اٹکا جھاڑ جھنکاڑ چنتا رہا۔۔۔اسے اپنی خبر نا تھی، عقیل کے گھر کیا اطلاع دیتا۔۔۔وہیں سوٹے لگاتا رہا بیٹھ کر۔۔۔قسمت جب چکر کھا جائے تو اس میں لکھا ہر حرف سزا بن جاتا ہے۔۔۔انسان اپنے اعمال کا ملبہ قسمت پر ڈالتا ہے، اپنے نفس پر نہیں۔۔۔عقیل مغل نے پہلی مار بھلے تقدیر کے ہاتھوں کھائی تھی اس کے بعد اس نے ہر تھپیڑے کا دوش اس کے سر منڈھ دیا تھا۔۔۔وہ اسی تہی دستی میں سانسیں پوری کرتا ان حالوں کو پہنچ گیا تھا۔۔۔نا جانے کتنا وقت ہو گیا تھا، جب قریب سے اپنی جھونک میں گزرتے مومن کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔۔۔پہلے تو اسے کسی لاش کی طرح پڑے شخص پر شک سا گزرا تھا کہ وہ عقیل مغل ہے مگر ذرا غور کرنے پر اس کا شک یقین میں بدلا تو ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بنا وہ ان تک پہنچ گیا تھا۔۔۔

"عقیل انکل۔۔۔اٹھیے۔۔۔اٹھیے یہاں سے۔۔۔ہوش کریں۔۔۔میں مومن ہوں۔۔۔آئیں آپ کو گھر چھوڑ دوں۔۔۔!"

نرم ہاتھوں سے گال تھپتھپاتا وہ انہیں ہوش میں لانے کی بے کار سعی کرنے لگا۔۔۔عقیل مغل نے اپنی چندی آنکھوں کو بمشکل کھول کر دیکھا اور پھر بند کر لیا۔۔۔مومن کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ان کو اپنے سہارے پر اٹھا کر لے جانا ہو گا لہذا کمر کس کر اس نے انہیں نیچے سے اٹھایا۔۔۔ان کا ایک بازو اپنے کندھوں پر پھیلا کر دوسرا ہاتھ ان کی بغل میں ڈال کر وہ بمشکل انہیں گھسیٹ کر گھر تک لے جانے لگا۔۔۔عقیل مغل کو گھر پہنچانے کے بہانے ماحور کا سامنا کرنا کچھ آسان ہو جاتا۔۔۔جس کے متوقع ردعمل کا سوچ کر ہی اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آن ٹھہری۔۔۔اس کا غصہ بھی تو اسے عزیز تر تھا!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا منگنی کی رسم کے لیے دن طے کرنے آئیں تھیں۔۔۔ماحور پتھر کا بت بنی بے تاثر اور سرد چہرہ لیے کچھ دیر بیٹھی اور پھر کمرے میں گم ہو گئی۔۔۔سیف بے بسی سے زلیخا دادی کو دیکھتا رہا مگر کر کچھ نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ فیصلہ ماحور کا اپنا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے بڑی محبت اور شوق کے ساتھ سیف اور ریان کی آراء کو مدنظر رکھتے ہوئے دن طے کیا اور مزید کچھ دیر بیٹھ کر اٹھ کھڑی

ہوئیں۔۔۔زونی اور جنت ماں کے پہلوؤں سے لپٹے ساتھ ساتھ چلتے باہر گیٹ تک آئے تھے۔۔۔دن بدن ان کی ماں سے وابستگی میں اضافہ ہوا تھا۔۔۔اس میں بلاشبہہ کافی کمال ان کے لائے نت نئے تحائف کا بھی تھا۔۔۔دونوں بچے تھے،ماں کی طرف سے ہر ضرورت بن کہے پوری ہونے لگی تھی تو قدرتی طور پر ان سے لگاؤ بڑھ گیا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے جھک کر دونوں کی پیشانیاں چومیں ،انہیں پرس سے پیسے نکال کر پاکٹ منی پکڑائی اور پیار کر کے اندر بھگا دیا۔۔۔ان کے اندر جانے کے بعد ناعمہ ،زلیخا دادی سے مخاطب ہوئیں

"اچھا چاچی۔۔۔! چلتی ہوں۔۔۔پھر آؤں گی۔۔۔!"

جواباً انہوں نے ذرا سا سر ہلا دیا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کو شرمندگی نے گھیر لیا۔۔۔

"میں جانتی ہوں آپ مجھ سے اس بات پر اب تک ناراض ہیں چاچی۔۔۔مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے لیے بدگمانی کی۔۔۔میں گھر جا کر بھی تاسف میں گھری رہی تھی۔۔۔مجھے آپ کی نیت پر کبھی بھی شک نہیں رہا چاچی۔۔۔بس اچانک اس دن پریشانی کے زیر اثر منہ سے ایسے فقرے نکل گئے۔۔۔آپ کی دل آزاری ہوئی،اس کے لیے میں معافی مانگتی ہوں۔۔۔!" ناعمہ،زلیخا دادی کے گلے لگ گئیں۔۔۔ان کا بھیگا لہجہ محسوس کر کے زلیخا دادی نرم پڑ گئیں۔۔۔

"مجھے تجھ سے کوئی گلہ نہیں نمو۔۔۔بس ایک بات کا افسوس ہے کہ تو نے بیٹی پر اپنی مرضی اور پسند کو تھوپ ڈالا یہ جانے بنا کہ وہ خوش ہے کہ نہیں۔۔۔!" زلیخا دادی نے لگے ہاتھوں شکوہ کر ڈالا۔۔۔ناعمہ پاشا اپنی صفائی میں جھٹ سے بولیں تھیں۔۔۔

"نہیں چاچی۔۔۔میں نے کوئی زبردستی نہیں کی۔۔۔ماحور نے اپنے منہ سے خود اقرار کیا ہے۔۔۔اور چاچی میں اس کی ماں ہوں۔۔۔اس کا بھلا ہی سوچوں گی۔۔۔اس لڑکے مومن کے ساتھ شادی کر کے بھی وہ ان ذمہ داریوں کے گرداب سے کبھی باہر نا آپاتی جس میں اس کا سارا بچپن گزر چکا ہے۔۔۔سالک پاشا کے ساتھ اس کی شادی کروا کے اپنے باقی بچوں کا ذمہ میرا ہے۔۔۔میں خود ان کی دیکھ بھال کروں گی چاچی۔۔۔ہر سہولت اور آسائش مہیا کروں گی۔۔۔!"

"اور عقیل کا کیا۔۔۔؟ وہ کہاں جائے گا بچوں کے بنا۔۔۔؟"

"میرا کیا ہوا تھا چاچی بچوں کے بنا۔۔۔یاد ہے نا۔۔۔؟ مجھے اس شخص سے کوئی سروکار نہیں جس کی وجہ سے میں اپنی اولاد کی شکل دیکھنے تک کو ترس گئی۔۔۔میری طرف سے جیے یا مرے۔۔۔!" ان کے لہجے میں بے گانگی ہی بے گانگی تھی۔۔۔زلیخا چاچی نے دکھ اور تاسف سے گردن جھکا لی۔۔۔" وہ نصیبوں مارا اپنے کرموں کی مار کھائے گا۔۔۔!" انہوں نے دل ہی دل میں

عقیل کے لیے سوچا اور ناعمہ پاشا کو خدا حافظ کہہ کر گیٹ بند کر دیا۔۔۔ناعمہ۔پاشا نے ایک تفصیلی نگاہ گلی میں دوڑائی تھی۔۔۔وہی مکان تھے، وہی چھتیں۔۔۔بس اب ان کا نا یہ مکان رہا تھا نا چھت۔۔۔بھولی بسری کتنی ہی یادیں دل و دماغ کو جھنجھوڑنے لگیں تھیں۔۔۔وہ سر جھٹک کر کچھ فاصلے پر کھڑی اپنی گاڑی کی اور بڑھیں جہاں ڈرائیور دروازہ کھولے ان کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔وہ گاڑی سے محض چند فٹ ہی دور ہوں گی جب ان کی نگاہ سامنے کی جانب اٹھی اور جم کر رہ گئی۔۔۔عقیل مغل کو اتنے طویل عرصے بعد دیکھنا اتنا تکلیف دہ ہوگا یہ انہوں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔۔۔وہ ویسے کا ویسا ہی تھا۔۔۔نشے میں دھت بے پرواہ اور بے نیاز۔۔۔کچھ پل کو وہ جیسے ارد گرد سے بے خبر ہوگئیں۔۔۔کبھی اس شخص کو انہوں نے اپنی زندگی سے زیادہ چاہا تھا۔۔۔اس شخص کے لیے وہ ہر کسی سے ٹکرا جاتی تھیں مگر آج وقت انہیں ایسے دوراہے پر لے آیا تھا کہ ایک راستہ تو عادل پاشا کی طرف ہی جاتا تھا مگر دوسرے پر وہ اپنے بچوں کے ساتھ عقیل مغل کو بھی کھڑا پاتی تھیں۔۔۔جس انسان کی شکل ساری عمر نا دیکھنے کی قسم کھائی تھی وہ اب کسی نا کسی بہانے سامنے آتا رہنے والا تھا۔۔۔وہ اپنی تکلیف دہ سوچوں کے جال میں الجھی کھڑی تھیں جب مومن عقیل مغل کو تھامے ان کے بے حد قریب سے گزرا۔۔۔انہوں نے اسے فورا آواز دے ڈالی۔۔۔

"سنو۔۔۔کون ہو تم۔۔۔اور انہیں کہاں سے اٹھا کر لا رہے ہو۔۔۔؟"

مومن چونک کر مڑا اور اسے ایک لمحہ لگا تھا سامنے کھڑی انتہائی حسین اور جامہ زیب خاتون کو پہچاننے میں۔۔۔ہو بہو ماحور ان کا پرتو تھی۔۔۔تو یہ تھیں مسز عادل پاشا۔۔۔!

"السلام وعلیکم۔۔۔جی میرا نام مومن ہے اور میں۔۔۔میں سیف کا دوست ہوں۔۔۔!" اس نے پل بھر کو سوچ کر نپا تلا جواب دیا۔۔۔ناعمہ پاشا ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگیں۔۔۔انہوں نے ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈال کر جائزہ لیا۔۔۔اونچا لمبا قد، متناسب کسرتی جسم، صاف رنگت اور ہلکے گھنگریالے بال۔۔۔آنکھیں بڑی بڑی اور شرارت سے بھرپور تھیں۔۔۔بلاشبہ وہ اپنی شکل وصورت کے اعتبار سے انہیں بے حد بھایا تھا۔۔۔لیکن وہ انہیں ماحور کے لیے کبھی بھی نہیں بھا سکتا تھا کیونکہ اس خانے میں وہ سالک پاشا کو فٹ کر چکی تھیں۔۔۔انہیں یکدم خیال آیا کہ اس وقت مومن کا عقیل مغل کو لے کر گھر جانا یقینا ماحور سے ملاقات کا باعث بنتا۔۔۔کیوں آیا ہے بھلا یہ ماحور سے ملنے۔۔۔کیا اسے معلوم نہیں کہ ماحور نے سالک پاشا سے شادی کے لیے رضامندی دے دی ہے۔۔۔اگر یہ ایسے ہی ملاقاتیں کرتا رہا تو اس کا دل کبھی بھی سالک کی اور مائل نہیں ہوگا۔۔۔وہ سرعت سے سارے حساب کتاب کر کے اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔۔۔انہوں نے اس سے دو ٹوک بات کرنے کی ٹھانی۔۔۔اگر اب نا کرتیں تو یہ لڑکا ماحور کا پیچھا کبھی بھی

چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔۔

" دیکھو بیٹا۔۔۔میں ماحور کی ماں ہوں۔۔۔مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ پتا ہے۔۔۔میں جانتی ہوں کہ تم ماحور کو پسند کرتے ہو،اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔۔۔"

" ہمارا رشتہ طے ہو چکا ہے مسز عادل پاشا۔۔۔!" مومن کے منہ سے بے اختیار اچانک نکلا۔۔۔اسے خود بھی اپنے کہے فقرے پر حیرت ہوئی۔۔۔انہیں مسز عادل پاشا کہہ کر باور کرایا تھا کہ وہ ان سے مکمل باخبر ہے۔۔۔

" ہوا تھا بیٹا۔۔۔اب نہیں رہا۔۔۔ماحور کا رشتہ اب سالک پاشا سے طے ہو چکا ہے۔۔۔تمہارے باس سے۔۔۔میرے ہسبنڈ عادل پاشا کا بیٹا ہے وہ۔۔۔اور ماحور نا صرف راضی ہے بلکہ بے حد خوش بھی ہے۔۔۔ابھی میں منگنی کی رسم ادا کرنے کے لیے دن مقرر کر کے ہی آ رہی ہوں۔۔۔!"

مومن یک لخت ایک بار پھر مٹی کی ڈھیری بن گیا تھا۔۔۔عقیل مغل کا بوجھ اسے پہاڑ کی مانند لگنے لگا۔۔۔اسے محسوس ہوا کہ وہ زیادہ دیر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکے گا۔۔۔وہ جو مکمل یقین کے ساتھ اپنی ماہی کے پاس آ رہا تھا کہ اسے سچ سچ بتا دے گا اور سب کچھ پہلے سا ہو جائے گا،ایک آن میں وہیں آ کھڑا ہوا تھا۔۔" ماحور خوش ہے۔۔" یہ سوچ ہی اسے اندر تک مردہ کر گئی تھی۔۔۔اس نے حتی الامکان کوشش کی اپنے تاثرات کو نارمل رکھنے کی مگر ناعمہ پاشا کو اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہی تھا۔۔۔

" دیکھو بیٹا۔۔۔میں جانتی ہوں تم اسے پسند کرتے تھے۔۔۔مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن میں ماحور کی ماں ہوں بیٹے۔۔۔میری جگہ کھڑے ہو کر سوچو پلیز۔۔۔کیا تم ماحور کو وہ زندگی دے سکتے ہو جیسی سالک دے سکتا ہے۔۔۔کیا تم اپنی تنخواہ میں ماحور اور اس کے بہن بھائیوں کی ذمہ داری اٹھا سکتے ہو۔۔۔یقیناً نہیں۔۔۔تمہارے ساتھ رہتے ماحور کو جاب کرنی ہی پڑے گی تو کیا فائدہ اگر میری بیٹی کو شادی کے بعد بھی مشقت ہی کاٹنی ہے۔۔۔جبکہ سالک کے ساتھ رہتے وہ ہر طرح کی فکر سے آزاد ہو گی۔۔۔میرے بچے بہترین زندگی گزار سکیں گے۔۔۔مالی پریشانیوں کی نذر سارا بچپن ہو چکا ان کا۔۔۔اب جوانی بھی دو جمع دو کے چکروں میں نہیں الجھانا چاہتی میں۔۔۔پلیز بیٹا۔۔۔میری۔۔۔ایک ماں کی ریکوئسٹ ہے تم سے۔۔۔ماحور سے شادی کا خیال دل سے نکال دو۔۔۔اس کا پیچھا مت کرو۔۔۔اسے بھلا دو سب کچھ۔۔۔اگر تم اس سے واقعی محبت کرتے تھے تو وہ کرو جس میں اس کی بھلائی ہے۔۔۔امید کرتی ہوں،تم سمجھ گئے ہو گے۔۔۔چلتی ہوں۔۔۔خدا حافظ۔۔۔!" مومن کے کانوں میں سیسہ انڈیل کر وہ

عقیل مغل پر گہری پرتاسف نگاہیں ڈالتیں مڑ کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھیں۔۔۔مومن تراب ایک ہی زاویے پر کھڑا ان کی دھول اڑاتی گاڑی کو جاتا دیکھتا رہا۔۔کوئی ذرہ سا اڑ کر کمبخت آنکھوں میں آپڑا اور انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی آنسو ٹپکا ڈالے۔۔۔اس نے چونک کر ارد گرد نگاہ ڈالی، وہاں کوئی نہں تھا۔۔۔اسے حیرت ہو رہی تھی کہ عقیل مغل کے ڈھیلے وجود کو وہ ابھی تک کیسے سہارے ہوئے ہے جبکہ اسے خود میں کھڑے رہنے کی سکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔اس نے عقیل مغل کو بمشکل چند قدم مزید چلا کر گھر کے گیٹ کے ساتھ لا بٹھایا۔۔۔کچھ سوچ کر گھر کی بیل دی اور تیزی سے قدم اٹھاتا وہاں سے دور ہو کر آڑ میں ہو گیا۔۔۔باہر سیف آیا تھا۔۔۔بے سدھ عقیل مغل کو دیکھ کر اس نے حیرت سے ارد گرد دیکھا تھا۔۔۔شاید انہیں لانے والے کو تلاش رہا تھا اور پھر جھک کر باپ کو سہارے سے اٹھایا اور اندر لے گیا تھا۔۔۔مومن نے تسلی سے یہ سارا منظر دیکھا اور اپنی آستین سے بچوں کی طرح آنکھیں صاف کیں۔۔۔دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے اور واپسی کے رستے پر ہولیا۔۔۔اب کی بار اس کے ہونٹ سیٹی کی دھن بجانا بھول گئے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

سالک پاشا پورے فلور کا راؤنڈ لگا کر مومن کے کیبن میں چلا آیا۔۔۔وہ کئی دن سے اس سے پراپر گپ شپ نہیں لگا پایا تھا۔۔۔کچھ عادل پاشا کو مومن تراب سے عجیب قسم کی خار تھی ، وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ سالک اور اس کا زیادہ میل ملاپ ہو۔۔۔ان کے بس میں ہوتا تو وہ مومن تراب کو ٹرمینیٹ کر دیتے مگر اپنے بیٹے کے فرم کے اختیارات سے واقف تھے۔۔۔سالک کو اس بات کی پرواہ گو کہ نہیں تھی مگر وہ مومن کی عزت کی پرواہ کرتا تھا۔۔۔ایک بار کے بعد دوبارہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عادل پاشا اسے انسلٹ کریں یا اس کی عزت نفس کو مجروح کریں۔۔۔اس لیے وہ خود ہی عادل پاشا کی آفس میں موجودگی کے دوران محتاط رہا کرتا اور یہ اتفاق ہی تھا کہ عادل پاشا کئی دن سے سارا وقت آفس میں ہی پائے جا رہے تھے۔۔۔مگر آج تو اس کا حق بنتا تھا کہ وہ مومن سے اپنی خوشی شئیر کرے۔۔۔وہ اس کے کیبن میں داخل ہوا تو مومن ٹیبل پر سر اوندھے بیٹھا تھا۔۔۔

"کیا ہو رہا ہے جناب۔۔۔" سالک نے ٹیبل ناک کر کے اسے متوجہ کیا۔۔۔مومن چونک کر یکدم سیدھا ہوا اور سالک کو دیکھ کر اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔۔۔

"ہیلو سر۔۔۔آئیں۔۔۔کیسے ہیں آپ۔۔۔پلیز ہیو آ سیٹ۔۔۔!" مومن نے اپنے لہجے کو حتی الامکان فریش بناتے ہوئے سالک کو بیٹھنے کی آفر کی ورنہ طبیعت اس پل بلا کی بیزار تھی۔۔۔سالک اسے بغور دیکھتے ہوئے بیٹھ گیا اور فکرمندی سے بولا

"خیر تو ہے نا مومن۔۔۔اتنے ڈل کیوں لگ رہے ہو۔۔۔دادا تو ٹھیک ہیں نا۔۔۔؟"

"دادا۔۔۔ٹھیک ہیں۔۔۔نہیں۔۔۔بس سو سو ہیں۔۔۔زیادہ ٹھیک نہی۔۔۔!" وہ بے ربط سا بولتا سالک پاشا کو اچنبھے میں ڈال گیا۔۔۔اس نے مومن کے حلیے پر نظر ڈالی تو وہ بھی کچھ رف سا تھا۔۔۔سالک کو دل میں ملال ہوا کہ اتنے دن سے وہ اپنی مصروفیات میں مومن سے دادا کی خیریت بھی دریافت نہیں کر پایا تھا۔۔۔وہ فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔۔۔

"اٹھو۔۔۔فوراً اٹھو۔۔۔چلو تمہارے گھر چلیں۔۔۔!"

"میرے گھر۔۔۔کیوں۔۔۔کس لیے۔۔۔؟" مومن نے بوکھلا کر پوچھا۔۔۔

"پاگل آدمی۔۔۔دادا سے ملنے اور کیوں۔۔۔ویسے بھی مجھے ان سے ملے کافی دن ہو گئے ہیں۔۔۔چلو جلدی۔۔۔!"

مومن کو اپنی بے وقوفی پر اندر ہی اندر غصہ بھی آیا۔۔۔دماغ حاضر ہی نہیں تھا اس لیے اپنی جانب سے دھیان ہٹانے کو دادا کا نام لے دیا اور اب پھنس گیا تھا۔۔۔اگر سالک گھر چلا چلتا تو دادا سے کوئی بعید نہی تھا کہ اسے آڑے ہاتھوں لیتے اور ایسا مومن کبھی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔۔۔

"کیا سوچنے لگے یار۔۔۔لیٹس گو۔۔۔وہاں سے ہو کر ہمیں ایک اور جگہ بھی جانا ہے۔۔۔!"

"ایکچوئلی سر۔۔۔دادا تو پچھلے چار دن سے اپنے سسرال میں ہیں۔۔۔اس لیے گھر جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔۔!"

"واٹ۔۔۔؟" مومن کی بات کے جواب میں سالک پاشا کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔" ڈونٹ ٹیل می مومن۔۔۔دادا کی سسرال ہے ابھی۔۔۔ان بلیوایبل۔۔۔!"

"بلکل ہے سر۔۔۔میری دادی کے بھائی ابھی حیات ہیں سر۔۔۔دادا کبھی کبھار منہ کا ذائقہ بدلنے کو وہاں چلے جاتے ہیں۔۔۔اور خوب عیش کر کے واپس آتے ہیں۔۔۔!"

مومن جی ہی جی میں دادا کے وہ القابات جو وہ اپنے سالوں کو نوازتے تھے، یاد کر کر کے توبہ کر رہا تھا۔۔۔دادی کی زندگی میں دادا کبھی سسرال نہیں جاتے تھے کجا ان کے مرنے کے بعد وہاں قیام کی غرض سے جاتے۔۔۔دادا کو پتا چلتا تو وہ مومن کی ٹنڈ کر دیتے۔۔۔اس نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا جہاں اس کے بالوں کی اکلوتی چونچ اب بھی کھڑی تھی۔۔۔

"اوکے۔۔۔چلو دادا سے ان کی واپسی پر مل لوں گا۔۔۔اب تم چلو میرے ساتھ۔۔۔جیولر کے پاس جانا ہے۔۔۔!"

" جیولر کے پاس ۔۔۔ وہ کس لیے ۔۔۔؟" مومن کے حلق میں کچھ پھنسا تھا ۔۔۔ اس نے فائلز بند کرتے ہوئے سرسری لہجے میں دریافت کیا ۔۔۔ سالک پاشا نے دونوں بازو ٹیبل پر پھیلائے اور ذرا آگے کو جھک کر بولا ۔۔۔

" پہلے سوچا تمہیں سرپرائز دوں گا مگر پھر ارادہ بدل دیا کہ ایٹ لیسٹ تمہیں بتانا تو بنتا ہی ہے ۔۔۔ ماحور نے ہاں کر دی ہے مومن ۔۔۔ اس نے میرے پروپوزل کے لیے ہاں کہہ دی ہے ۔۔۔ میں اس قدر خوش ہوں کہ الفاظ میرے پاس کم پڑ جاتے ہیں اپنی خوشی کو بتاتے ہوئے ۔۔۔ یا یوں سمجھو کہ الفاظ میری خوشی کی صحیح قیمت ادا کر ہی نہیں سکتے ۔۔۔ بس، اسی کے لیے رنگ لینی ہے ۔۔۔ اور تم چونکہ میرے راز دار بھی ہو اور مددگار بھی لہٰذا تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے ۔۔۔ ہری اپ ناؤ ۔۔۔ ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں ۔۔۔ مجھے واپس آ کر ابی کے ساتھ جا کر میٹنگ بھی اٹینڈ کرنی ہے ۔۔۔!"

سالک پاشا حقیقتاً اس قدر خوش تھا کہ اسے اس وقت اپنے سوا کچھ دکھائی دے رہا تھا نا سجھائی دے رہا تھا ورنہ اگر ذرا سا دھیان دیتا تو مومن کے کھنڈر بنے چہرے سے فوراً جانچ لیتا کہ اس کے دل میں نوحے گونج اٹھے ہیں ۔۔۔ وہ اس لمحے کند آرے سے کٹ رہا تھا ۔۔۔ ریشہ ریشہ درد کا جوار بھاٹا بنا ہوا تھا ۔۔۔ دن رات پہلے ہی شدید اذیت میں گزر رہے تھے، سالک پاشا کی بتائی خبر نے ہر ہر زخم میں مرچیں بھر دی تھیں جیسے ۔۔۔ لیکن بے بسی یہ تھی کہ وہ اپنے دکھ کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا ۔۔۔ اب تو ماحور تک جاتی ہر راہ مسدود ہو چکی تھی ۔۔۔

" بہت بہت مبارک ہو سر ۔۔۔ یہ تو بڑی خوشی کی خبر ہے ۔۔۔!" بمشکل چند نپے تلے اور معمول کے الفاظ کی ادائیگی اسے دشوار ترین لگی ۔۔۔ سالک پاشا نے دونوں ہتھیلیاں ٹیبل پر ٹکائیں اور ان پر وزن ڈالتے ہوئے بڑے جذب سے بولا

" ہاں ۔۔۔ واقعی یہ بہت بڑی خوشی کی خبر ہے ۔۔۔ میرے گمان میں بھی نہیں تھا مومن کہ ماحور بنا تردد کے یوں میری زندگی میں چلی آئے گی ۔۔۔ میں جو سوچ سوچ کر پاگل ہوا جا رہا تھا کہ ایسا کیا کروں جو اس تک اپنے دل کی بات پہنچا سکوں تو دیکھ لو ۔۔۔" دونوں ہاتھ اٹھا کر فضا میں تھوڑے بلند کیے ۔۔۔" مجھے کچھ بھی نہیں کرنا پڑا کیونکہ ۔۔۔ کیونکہ وہ میرے نصیب میں لکھی جا چکی تھی ۔۔۔!"

اور اس فقرے نے مومن تراب کے دل کو مسل کر رکھ دیا ۔۔۔ کوئی سالک پاشا کو بتاتا کہ اس نے اپنی ہتھیلی کی لکیروں سے ماحور کو کھرچ کر سالک کی جھولی میں ڈال دیا تھا ۔۔۔ وہ وضع دار باپ کا وضع دار بیٹا، مروت نبھانے کے چکر میں مارا گیا ۔۔۔

" ویسے تمہیں تو بتایا ہوگا ماحور نے ۔۔۔ تم سے تو اس کی اچھی سلام دعا تھی ۔۔۔ نہیں ۔۔۔؟" سالک پاشا نے یکدم کچھ

سوچتے ہوئے اس سے استفسار کیا تو مومن نے سختی سے نفی میں سر ہلا دیا۔۔۔

"ہرگز نہیں سر۔۔۔میری تو بس منہ ملاحظے کی ہیلو ہائے تھی۔۔۔نا دوستی۔۔۔نا تعلق داری۔۔۔" اس کی آواز دھیمی ہو گئی یا شائد بھرّا گئی۔۔۔اس نے جلدی جلدی فائلز سمیٹ کر دراز میں ڈالیں، اسے لاک کیا۔۔۔لیپ ٹاپ آف کیا اور پھر پورے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے سالک کی طرف دیکھا۔۔۔

"چلیں سر۔۔۔ورنہ واقعی دیر ہو جائے گی۔۔۔!"

"اب نہیں ہوتی۔۔۔وقت کو قابو کر لیا ہے میں نے۔۔۔!" سالک پاشا پوری ترنگ میں تھا۔۔۔گاڑی کی چابی انگلی پر لہرا کر دائیں آنکھ میچتے ہوئے بولا۔۔۔مومن نے سر خم کرتے ہوئے، سلیوٹ کرنے کے انداز میں ہاتھ پیشانی سے لگایا اور سالک پاشا کے ساتھ آفس کیبن سے باہر نکل آیا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ بے حد خاموشی سے فٹ پاتھ کے کنارے کنارے چلتی چلی جا رہی تھیں۔۔۔دونوں کے پاس جیسے کہنے کو بہت کچھ تھا مگر سمجھ نہیں آرہا تھا بات کس سرے سے شروع کی جائے۔۔۔رائنہ کو چین نہیں پڑ رہا تھا۔۔۔ایسے کیسے دو دن میں سب الٹ پلٹ ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔اسے ماحور پر بے حد غصہ بھی آرہا تھا اور ترس بھی مگر وہ چاہ رہی تھی کہ وہ خود سے کچھ پھوٹے۔۔۔آخر ایسی کیا تباہی آ گئی تھی جو اس نے مومن کے لیے انکار کر کے سالک پاشا کے لیے ہاں کہہ دی تھی۔۔۔اس شخص کے لیے جو اسے ایک پل کو بھی برداشت نہیں تھا۔۔۔

"کاش ماہی۔۔۔میں تمہیں کسی چلتی گاڑی کے آگے دھکا دے سکتی۔۔۔میرا غصہ تو نکل جاتا۔۔۔!"

"تو دے دو۔۔۔اف بھی نہیں کروں گی۔۔۔!" ماحور کی طرف سے ٹھس سا جواب آیا۔۔۔

"اچھا۔۔۔ایسا کیا انقلاب آگیا ماہی بی بی جو آپ اب کسی بات پر اف بھی نہیں کر پا رہیں۔۔۔!"

"کچھ بھی نہیں ہوا یار۔۔۔کچھ بھی تو نہیں۔۔۔!" ماحور نے سرد آہ بھر کر دونوں بازو سینے پر لپیٹ لیے۔۔۔رائنہ اس سے زیادہ نہیں ضبط کر سکتی تھی۔۔۔وہیں فٹ پاتھ کے کنارے نصب بینچ پر اسے دھکیلا اور خود بھی بیٹھ کر کڑے تیوروں سے اس کی جانب گھومی۔۔۔

"ماہی۔۔۔میرے ہاتھوں مرنا جانا۔۔۔کیا کر بیٹھی ہو، کچھ اندازہ ہے تمہیں۔۔۔مجھے تو جب دادی نے بتایا تو کچھ دیر ایسا

ہی لگا کہ وہ شائد کسی اور کے بارے میں بات کر رہی ہیں مگر جب ان کی بات سمجھنے کے قابل ہوئی تو جانا کہ تمہاری کرتوت پر روشنی ڈال رہی تھیں۔۔۔"

"ایسا بھی کیا کر ڈالا ہے میں نے۔۔۔ایک مومن کے رشتے سے انکار ہی تو کیا ہے۔۔۔بھونچال کیوں آ گیا۔۔۔؟" وہ سامنے سڑک پر بھاگتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔۔۔

"یہی نہیں کیا بس۔۔۔تم نے سالک پاشا سے شادی کی حامی بھی بھر لی ہے ماہی۔۔۔کچھ احساس ہے تمہیں۔۔۔سالک پاشا۔۔۔وہی سالک پاشا جس پر ابرش آٹھوں پہر مرتی تھی۔۔۔وہی سالک پاشا۔۔۔"

اس کا فقرہ پورا ہونے سے پہلے ہی ماحور کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔۔۔وہ زخمی نگاہوں سے رائنہ کو دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔

"چپ کر جاؤ رائنہ۔۔۔میں۔۔۔میں پہلے ہی ابرش کے بارے میں سوچ سوچ کر زمین میں گڑی جا رہی ہوں۔۔۔" اس نے سر دونوں ہاتھوں پر گرا لیا۔۔۔" اس وقت میں ذہنی طور پر اتنی اپ سیٹ تھی کہ امی اور دادی کے سامنے فوراً ہاں کر دی۔۔۔بعد میں ابرش کا خیال آیا تو تم سوچ نہیں سکتی میری کیا حالت ہوئی رائنہ۔۔۔پل پل پچھتاوہ مار رہا ہے مجھے۔۔۔وہ۔۔۔وہ سالک پاشا پر مرتی ہے اور سالک اس پر۔۔۔میں ایک دم سے کیسے ان دونوں کے بیچ ٹپک پڑی۔۔۔کتنی گری ہوئی حرکت ہو گئی مجھ سے۔۔۔ابرش میری محسن ہے، میری دوست ہے اور میں نے اسی کے حق پر ڈاکہ مار دیا۔۔۔کس منہ سے سامنا کر پاؤں گی میں اس کا۔۔۔!"

"اسی منہ سے۔۔۔کیونکہ مجھے لگتا ہے جیسے بیتے چند دن سبھی کی زندگیوں کو تلپٹ کر گئے ہیں۔۔۔ابرش اور سالک پاشا کے بیچ سب ختم ہو گیا ماہی۔۔۔سالک پاشا اور اس کا تعلق ایک غلط فہمی تھا۔۔۔وہ تمہارے دھوکے میں اس سے بات کرتا رہا ہے۔۔۔دونوں کے درمیان یہ بات کھل چکی ہے۔۔۔ابرش جان گئی ہے کہ وہ درحقیقت تمہارے لیے دیوانہ تھا اور وہ دکھی ہے بہت دکھی ہے مگر اس لیے نہیں کہ تم بیچ میں آ گئی۔۔۔وہ اپنے ٹھکرائے جانے پر اور اپنے جذبات کے ایک ناقدرے شخص کے سامنے عیاں ہونے پر دکھی ہے۔۔۔!"

رائنہ بولے جا رہی تھی اور ماحور رونا بھول کر حیرت سے منہ کھولے اسے سن رہی تھی۔۔۔یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا اس کے لیے۔۔۔وہ تو خود ابرش اور سالک کی محبت کی گواہ تھی۔۔۔اس کے سامنے کتنی کتنی دیر تک ابرش فون پر سالک کے ساتھ چیٹ میں

مشغول ہوتی تھی تو کیا وہ اتنا بے وقوف تھا کہ اسے اندازہ ہی نا ہو سکا کہ دوسری جانب ماحور نہیں ابرش تھی۔۔۔اور اس سارے میں ابرش پر جو بیت گئی،اس کا کیا۔۔۔؟ ایسے کیسے ہاتھ جھاڑ کر آگے نکل سکتا تھا سالک پاشا۔۔۔ماحور کے تن بدن میں ایک بار پھر آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔۔۔رہ رہ کر اپنی نادانی پر افسوس ہو رہا تھا۔۔۔

"یہ سب تمہیں ابرش نے کب بتایا۔۔۔آفس تو وہ آ نہیں رہی۔۔۔تو پھر تم کہاں ملی اس سے۔۔۔!" ماحور کے سوال پر رائنہ نے بیگ کھول کر بل نکالی اور اس کار پیرا تارتے ہوئے بولی۔۔۔

"کل گھر گئی تھی اس کے۔۔۔میری پرانی دوست ہے وہ ماہی۔۔۔کال کر کے بلایا تھا اس نے۔۔۔اسے سامع کی اشد ضرورت تھی ورنہ وہ دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مرجاتی۔۔۔اسی نے مجھے سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی کہ وہ جانتی ہے کہ اس سب میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔۔۔سالک پاشا ہی تمہارے پیار میں اس قدر پاگل ہو چکا ہے کہ اسے کچھ اور دکھائی ہی نہیں دے رہا۔۔۔ناکسی کے آنسو نا ٹوٹا ہوا دل۔۔۔!"

"اوہ۔۔۔مت کرو اس طرح کی باتیں۔۔۔وہ خود غرض انسان ہے رائنہ۔۔۔اور مجھے اس سے کبھی بھی محبت نہیں ہو سکتی۔۔۔!"

"محبت نہیں ہو سکتی تو شادی کی حامی کیسے بھر لی۔۔۔اور جس سے محبت تھی اسے کیوں چھوڑ دیا ماہی۔۔۔!"

رائنہ کے طنز نے اسے جلتے توے پر لا بٹھایا۔۔۔وہ چیختے لہجے میں بولی۔۔۔

"میں نے نہیں چھوڑا اسے۔۔۔اس نے مجھے چھوڑ دیا رائنہ۔۔۔مومن نے مجھ سے ہر تعلق ختم کر لیا۔۔۔وہ بھول گیا سب کچھ۔۔۔مجھ سے کہتا ہے کہ دل لگی کر رہا تھا وہ۔۔۔اب کیا شادی بھی کر لے۔۔۔دادا نے اس کے رومانس سے بھرپور ڈرامے کا ڈراپ سین منگنی کی صورت کر دیا۔۔۔آگے دی اینڈ۔۔۔کہانی ختم،کھیل ختم۔۔۔اس نے مجھے کھیل سمجھ کر کھیلا ہے رائنہ۔۔۔" آنسو دوبارہ بہنا شروع ہوئے تو جھل جھل اس کی آنکھوں سے بہتے ٹھوڑی تک آ رہے تھے۔۔۔اب کے حیران ہونے کی باری رائنہ کی تھی۔۔۔" میں کیسے بھکاریوں کی طرح اس کے پاس گئی تھی۔۔۔اپنی ناراضی بھول کر۔۔۔اور اس نے میری جھولی میں اپنی بے وفائی کی سوغات ڈال دی۔۔۔اسے یہ تعلق اب بوجھ لگنے لگا تھا۔۔۔وہ میرے بہن بھائیوں کی ذمہ داریوں سے گھبرا گیا تھا رائنہ۔۔۔میری غربت اسے کچھ نہیں تھی دینے والی۔۔۔اس لیے اس نے راستہ بدل ڈالا۔۔۔وہ مجھے بیچ سڑک میں اکیلا کھڑا چھوڑ کر گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا اور میں کسی سگنل پر کھڑی فقیرنی کی طرح ترسی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔۔۔گھر واپس آتے ہوئے میں

شدید اشتعال میں تھی۔۔۔طرح طرح کی نفرت انگیز سوچوں سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔۔۔مومن نے میرے ساتھ ایسا اس لیے کیا کیونکہ میرے پاس پیسہ نہیں۔۔۔میری اوقات بدلنے والی تھوڑا تھی۔۔۔میں جتنی بھی ایفرٹ کر لیتی زیادہ سے زیادہ چالیس پچاس ہزار تک ہی کمانے تھا میں نے اور اس کے پر بڑے ہو رہے تھے تو اڑان بھی تو اونچی ہو رہی تھی رائنہ۔۔۔میں یہی کچھ سوچتی گھر پہنچی تو آگے امی، سالک پاشا کا رشتہ لیے بیٹھی تھیں۔۔۔میں نے ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بنا ہاں کہہ دی۔۔۔اس وقت ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ میں سالک پاشا جیسے امیر انسان سے شادی کر کے میں اپنی اوقات بدل ڈالوں گی۔۔۔پھر پتا چلے گا مومن کو۔۔۔مگر بعد میں۔جب ہوش وخرد ٹھکانے آئے تو ابرش کا خیال آتے ہی میں ایک پل چین سے نہیں بیٹھ سکی۔۔۔اپنی بے وقوفی پر رہ رہ کر تاؤ آتا رہا۔۔۔کہ مومن کی ضد میں، میں خود کو کس جنجال میں پھنسا چکی ہوں۔۔۔!"

اس کی ساری بات سننے کے بعد رائنہ نے بیگ سے ایک ٹشو برآمد کیا اور اسے تھماتے ہوئے بولی۔۔۔

" میں نے بڑے بڑے پاگل، بے وقوف، ناعاقبت اندیش اور گدھے دیکھے ہیں مگر تم جیسا آج تک نظر سے نہیں گزرا۔۔۔تم ہمیشہ سے جذباتی ہو ماہی۔۔۔انجام کی پرواہ کیے بغیر قدم اٹھا لیتی ہو بس۔۔۔ایک بار مجھ سے تو بات کر لیتیں۔۔۔میں تمہارے ساتھ والے گھر میں ہی تھی، قبرستان میں نہیں تھی۔۔۔میں تمہیں انتہائی قدم اٹھانے سے روک لیتی۔۔۔مجھے نہیں معلوم مومن نے ایسا کیوں کیا ہے مگر تم نے جو اس کے ردعمل میں کر ڈالا ہے اس کا اب کوئی حل نہیں۔۔۔اپنی امی کو ان کے سوتیلے بیٹے کے لیے ہاں کہی ہے تم نے۔۔۔سالک پاشا کوئی ہلکی آئٹم نہیں ہے۔۔۔اور اس صورت میں جب کہ وہ تم پر جی جان سے فدا ہے تو وہ تو اب کسی طور تم سے دستبردار ہونے والا نہیں ماہی۔۔۔اب بھگتو پاگل لڑکی۔۔۔!" رائنہ تاسف سے بولتی پورا نقشہ کھینچنے کے بعد اپنی کنپٹی دبانے لگی۔۔۔ماحور کے رونے میں اور شدت آئی تو اس نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔اس کا اپنا دماغ کچھ کام نہیں کر رہا تھا۔۔۔سبھی کچھ عجیب طرز پر ہو رہا تھا۔۔۔مومن نے ماہی کو انکار کر دیا۔۔۔سالک نے ابرش کو۔۔۔یہ معاملہ کیا تھا آخر۔۔۔؟ رائنہ کو محسوس ہو رہا تھا جیسے ان سارے حالات کے پیچھے بہت بڑی غلط فہمی ہے۔۔۔سرا کھو گیا ہے۔۔۔ہاتھ آئے تو ڈور لپیٹی جائے نا۔۔۔مگر سرا تھا کس کے ہاتھ میں۔۔۔یہ پتا لگانا پڑے گا۔۔۔رائنہ کا دماغ اس نہج پر سوچ رہا تھا جب کہ ماہی بے چینی سے روتے ہوئے اپنی ہتھیلیاں مسلے جا رہی تھی جیسے ان پر موجود ہر لکیر کھرچ دینا چاہتی ہو۔۔۔وہ روتے روتے بار بار ہونٹ سکوڑ کر سانس چھوڑتی اندر جمع ہوئی کثافت کو باہر کا رستہ دے رہی تھی۔۔۔رائنہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔۔۔کل وہ ابرش کے دکھ کی وجہ سے رات بھر جاگتی رہی تھی تو آج ماہی کا دکھ اسے ساری رات آنکھوں میں کٹانے والا تھا۔۔۔دونوں ہی اس کی پیاری سہیلیاں تھیں اور دونوں ہی دکھی

تھیں۔۔۔وہ سر جھٹکتی کھڑی ہو گئ۔۔۔

" چلو اٹھو۔۔آؤ ذرا شاپنگ پر چلتے ہیں۔۔۔موڈ فریش ہو گا کچھ۔۔۔!" رائنہ نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا۔۔ماحور آنکھیں صاف کرتی، اکتاہٹ بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔۔۔

" میرا موڈ فریش ہونے والا نہیں ہے۔۔۔مجھے تو ہر چیز سے نفرت سی ہو گئ ہے اب۔۔۔!"

" کم آن ماہی۔۔۔اللہ پر چھوڑ دو۔۔۔جو ہو گا اچھا ہی ہو گا۔۔۔اگر مومن نہیں، سالک پاشا تمہاری قسمت ہے تو یہی سب سے بہترین ہے۔۔۔اور اگر مومن کو پلٹنا ہوا تو اسباب خود ہی پیدا ہو جائیں گے۔۔۔تم اب اپنا کیا فیصلہ نبھاؤ ماہی۔۔۔سالک پاشا کے لیے ہاں کہی ہے تو اس پر قائم رہو۔۔۔کیونکہ اب تمہارا انکار کئ لوگوں کی زندگیوں کو مشکل میں ڈال دے گا۔۔۔تمہاری ماں۔۔۔تمہارے بہن بھائی۔۔۔اور مومن۔۔۔یہ سب مشکل میں پڑ سکتے ہیں ماہی۔۔۔اس لیے اب جو ہو رہا ہے اسے ہونے دو۔۔۔!"

رائنہ نے اسے آئینہ دکھا دیا تھا۔۔۔اگر وہ سالک پاشا کے لیے انکار کر دیتی ہے تو اس کی ماں کی خانگی زندگی مسائل کا شکار ہو سکتی ہے۔۔۔سیف کو چھوڑ کر اس کے باقی بہن بھائی اس بات پر خوش تھے کہ وہ لوگ اپنی ماں کے پاس چلے جائیں گے اور ایک اچھی زندگی گزاریں گے۔۔۔اور مومن، سالک پاشا کا ایمپلائی تھا۔۔۔اگر سالک پاشا جان گیا کہ اس کے اور مومن کے بیچ کوئی تعلق ہے تو اس کی جاب خطرے میں پڑ سکتی ہے جو کہ مومن کے گھر کے حالات بلکل بھی افورڈ نہیں کر سکتے۔۔۔اور وہ خود بھی کب چاہے گی کہ اس کا بال برابر بھی نقصان ہو۔۔۔خاموشی سے رائنہ کے سنگ قدم سے قدم ملاتے ہوئے اس سنگدل کو یاد کرتے اس کی آنکھیں ایک بار پھر بھیگتی چلی گئیں۔۔۔!

☆......☆......☆

بڑی دیر تک جیولری شاپ پر انگوٹھیاں کھنگال کر بلآخر ایک انتہائی دیدہ زیب رنگ پسند آ ہی گئ۔۔۔سالک پاشا کی پسند اگر لاجواب تھی تو جس کے لیے لی جا رہی تھی وہ بے مثال تھی۔۔۔مومن کے صبر کا امتحان لیتا سالک پاشا اپنی دھن میں ہر انگوٹھی کو جانچتا، مومن سے بھی رائے لیتا اور پھر ریجیکٹ کر دیتا۔۔۔اسے ماحور کے شایان شان کچھ بھی نہیں لگ رہا تھا۔۔۔مومن بڑے حوصلے اور ضبط سے کام لیتا اسے تسلی بخش رائے دے رہا تھا۔۔۔اور آخر کار جس رنگ پر سالک پاشا راضی ہوا وہ مومن نے ہی پسند کی تھی۔۔۔

" واؤ مومن۔۔۔تمہاری چوائس بھی لاجواب ہے یار۔۔۔اچھی لگی مجھے یہ رنگ۔۔۔ماحور کے ہاتھ میں جچے گی یہ۔۔۔سوپر۔۔۔!"

مومن تراب کے ہونٹوں پر ایک شکستہ سی مسکراہٹ چھب دکھلا کر غائب ہو گئ۔۔۔سالک پاشا نے رنگ جیولر کی جانب بڑھا کر اسے پیک کرنے کا کہا تو اچانک بے ساختہ مومن کے منہ سے نکلا۔۔۔

"یہ سائز بڑا ہے سر۔۔۔!"

سالک نے چونک کر مومن کو دیکھا تو وہ بات سنبھالتے ہوئے دوبارہ گویا ہوا۔۔۔

"ایکچوئلی سر یہ سائز صاف معلوم ہو رہا ہے کہ بڑا ہے،اسلیے۔۔۔"

"جی سر۔۔۔یہ اسٹینڈرڈ سائز نہیں ہے۔۔۔رکیے! میں آپ کو دکھاتا ہوں،اسی ڈیزائن میں وہ سائز یقینا آپ کی ہونے والی فیانسی کو فٹ رہے گا۔۔۔ویسے اگر کوئی پرابلم ہوا تو ہم چینج کر لیں گے۔۔۔اینی ٹائم سر۔۔۔!"

جیولر نے پروفیشنل لہجے میں کہتے ہوئے سالک کو اسی ڈیزائین میں چھوٹا سائز دکھایا اور اس کے اوکے کرنے پر اسے بہت خوبصورت رنگ کیس میں رکھ کر تھما دیا۔۔۔سالک نے مسکراتے ہوئے کیس تھام لیا اور مومن پر ایک عجیب سی نگاہ ڈالی جس کا مفہوم وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔۔مومن نے بات برائے بات کہا۔۔۔

"ویسے آپ کو یہاں ماحور میم کے ساتھ آنا چاہیے تھا سر۔۔۔کوئی دقت ہی نا ہوتی۔۔۔!"

ماحور کے ساتھ میم کا لاحقہ لگانے میں اسے کتنی دقت ہوئی تھی یہ وہی جانتا تھا۔۔۔اس کے اختیار میں ہوتا تو ساتھ ہی نا آتا مگر وہ مختار ہی کب تھا۔۔۔سالک پیمنٹ کے بعد مومن کے ہمراہ شاپ سے باہر آیا ہی تھا کہ اسے سامنے سے عادل پاشا کے ایک اچھے دوست آتے دکھائی دیے۔۔۔ان کی نگاہ بھی سالک پر پڑ چکی تھی لہٰذا ملے بنا چارہ نہیں تھا۔۔۔

"مومن۔۔۔!تم یہ رنگ پکڑو۔۔۔میں ذرا راحیل انکل سے ہیلو ہائے کر لوں۔۔۔ابی کے فرینڈ ہیں۔۔۔وہ مجھے دیکھ چکے ہیں اس لیے ملنا پڑے گا اور ہاتھ میں رنگ دیکھی تو بہت لمبی چوڑی تفتیش شروع ہو جائے گی۔۔۔کہیں ایسا نا ہو کہ ابی سے ذکر کر دیں۔۔۔اوکے۔۔۔تم یہیں رکو۔۔۔میں بس ابھی انہیں نمٹا کر آیا۔۔۔!" سالک اسے تیز تیز ہدایات دیتا جلدی سے اس سمت چلا گیا جہاں سے ایک قدرے فربہی مائل اور لمبے سے آدمی نے فاصلے سے ہی سالک کو بے تکلفی سے آوازیں دینا شروع کر دی تھیں۔۔۔مومن اکتائے ہوئے انداز میں آہستہ آہستہ دوسری سمت چلنے لگا۔۔۔ہاتھ میں تھامی انگوٹھی اس وقت کوہ گراں محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اس کا جی کر رہا تھا کہ اچھال کر دور پھینک دے تا کہ کبھی اس ہاتھ میں نا سج سکے جس میں وہ اپنے نام کی انگوٹھی پہنا چکا تھا۔۔۔آنکھوں میں اتری ہلکی سی نمی کے ساتھ اس نے ایک ستون کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس ڈبیا کو کھولا اور جگر جگر کرتی انگوٹھی کو

اذیت سے دیکھنے لگا۔۔تصور میں وہ لمحات کو دکو دکر آ رہے تھے جب اس نے ماحور کو ریسٹورنٹ کے خوابناک ماحول میں انگوٹھی پہنائی تھی۔۔۔کیسے روپہلے رنگ اترے تھے اس کے چہرے پر۔۔۔اور کیا سالک پاشا جب اسے یہ رنگ پہنائے گا تو اس کی آنکھوں میں وہی چمک اور ہونٹوں پر ویسی ہی مسکان ہو گی۔۔۔؟اس کا جواب نفی کی صورت مومن کے دل میں گونج اٹھا۔۔۔وہ جانتا تھا کہ ماحور کے دل پر اس کی محبت نقش ہو چکی ہے۔۔۔لیکن اب اسے یہ نقوش کھرچنے ہوں گے۔۔۔ایک اچھی اور پر آسائش زندگی کی خاطر۔۔۔!وہ یہی کچھ سوچتا ستون کے ساتھ کمر ٹیکے اور ایک گھٹنا فولڈ کیے پاؤں ٹکائے کھڑا تھا۔۔۔بے دھیانی میں مسلسل رنگ کیس کھولے انگوٹھی تکے جا رہا تھا جب بلکل سامنے کی طرف سے آتی رائنہ اور ماحور کی نگاہ اس پر پڑی۔۔۔رائنہ، ماحور کا دل بہلانے کی خاطر اس مال میں لے کر آئی تھی اور یہاں سامنے ہی دل کے روگ سے ملاقات ہو گئی تھی۔۔۔

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔۔۔؟" رائنہ نے اس کے کان میں گھستے ہوئے دھیرے سے کہا۔۔۔" سیدھی نکل چلو۔۔۔اس کی نظر نا ہی پڑے تو اچھا ہے۔۔۔خوامخواہ میں بدمزگی ہو گی۔۔۔!" وہ اپنی دھن میں بول رہی تھی اور ماحور، مومن کے ہاتھ میں وہ کیس دیکھ رہی تھی جس کے اندر سے جھانکتی انگوٹھی کا نگینہ فاصلے سے بھی چمک بکھیر رہا تھا۔۔۔مومن بے خود سا اسی پر نگاہیں جمائے کسی خیال کے زیر اثر دھیما سا مسکرا رہا تھا۔۔۔رائنہ نے ماحور کا ہاتھ پکڑ لیا تاکہ اسے لے کر فوراً یہاں سے نکل جائے مگر اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا تھا۔۔۔وجود جیسے آگ کی بھٹی بن گیا تھا۔۔۔مومن کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی، ہونٹوں پر مسکان۔۔۔!اس کا کیا مطلب تھا۔۔۔ماحور کو زیادہ گہرائی میں جانے کی حاجت ہی کیا تھی، مطلب صاف ظاہر تھا!

وہ انتہائی طیش کے عالم میں مومن اور اپنے بیچ کا مختصر سا فاصلہ طے کرتی اس کے سر پر پہنچ چکی تھی۔۔۔رائنہ ہکا بکا سی اس کے پیچھے تھی۔۔۔

"تو یہ وہ وجہ تھی مومن تراب جس کے لیے تمہیں مجھ سے دل لگی کا جھوٹا ناٹک ختم کرنا پڑا۔۔۔کسی اور کے لیے انگوٹھی خرید کر وہی کھیل کھیلنے چلے ہو جو میرے ساتھ کھیل کر بیٹھے ہو۔۔۔تمہارا جی نہیں بھرا کیا۔۔۔؟ کیوں بد دعائیں سمیٹ رہے ہو تم مومن تراب۔۔۔میں ٹھیک کہتی تھی کہ تمہیں رومینس کرنا نہیں آتا تمہیں تو بس فلرٹ کرنا آتا ہے۔۔۔اسی میں استاد ہو تم۔۔۔!" وہ اندر کا زہر اگل رہی تھی اور مومن سپاٹ تاثرات لیے یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔جیسے اس کے بول لینے کا منتظر ہو۔۔۔

"بس یا کچھ اور۔۔۔؟اگر بول لیا تو پلیز جاؤ یہاں سے۔۔۔میں نے یہاں کسی کو وقت دے رکھا ہے۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ اس کا تم سے سامنا ہو۔۔۔!" وہ انگوٹھی کو جیب میں رکھتا اس قدر اکتائے لہجے میں گویا ہوا کہ ماحور ہتک سے سن رہ گئی۔۔۔رائنہ کو بھی دلی دکھ ہوا تھا اس کے انداز پر۔۔۔

"چٹاخ۔۔۔!" ایک زوردار تھپڑ کی گونج سارے میں پھیلی تھی۔۔۔آتے جاتے لوگوں کی گردنیں پل بھر کو مڑی تھیں پھر زیادہ تر واپس اپنی اپنی راہ ہو لیے تھے۔۔۔ایسے تماشے اب اتنے نئے نہیں تھے پبلک کے لیے۔۔۔رائنہ نے دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھ لیے تھے۔۔۔اسے ماحور سے اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی۔۔۔مگر وہ اس سے بھی زیادہ کر گزرنے کی دھن میں تھی۔۔۔مومن کا کالر اس کے دونوں ہاتھوں میں تھا اور وہ اسے جھٹکا دیتے ہوئے غرا رہی تھی۔۔۔

"تم اس قابل ہی نہیں تھے مومن کہ تم سے محبت کرتی میں۔۔۔اچھا ہوا وقت پر سامنے آگئے تم۔۔۔آج میرے دل سے ہر ملال دھل گیا۔۔۔سالک پاشا بہترین انتخاب ہے۔۔۔جانتے ہو نا اسے۔۔۔تمہارا باس۔سالک پاشا۔۔۔جس کی فرم کے تم ایک معمولی سے ایمپلائی ہو۔۔۔!" ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر ادا کرتی وہ جیسے مومن کو اس کی اوقات دکھا رہی تھی۔۔۔مومن نے سکون سے اس کے دونوں ہاتھ کلائیوں سے تھام کر محض چند پل اس کی آنکھوں کی سبز نیلاہٹوں کو حسرت سے دیکھا اور اپنا کالر ایک جھٹکے سے چھڑاتے ہوئے بولا۔۔۔

"ہاں میرا باس۔۔۔بہت اچھا آدمی ہے وہ۔۔۔بہت امیر۔۔۔وہ کیا ہے نا کہ جیسا تم نے اپنے لیے منتخب کیا ہے ویسا ہی میں نے انتخاب کیا ہے۔۔۔اگر تمہیں کسی امیر شخص کے ساتھ شادی کر کے زندگی سنوارنے کا حق ہے تو ماحور مغل میرا بھی ذوق ایسا گیا گزرا نہیں کہ تمہارے پورے ٹبر کو سنبھالتا۔۔۔!"

آخری کیل تھی جو ماحور کے دل میں گڑے حنوط شدہ محبت کے مجسمے کی پیشانی پر ثبت ہو گئی۔۔۔اب اس کے بعد کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔ہر لفظ بھاپ بن کر اڑ گیا، ہر جذبہ اپنی اصل کھو بیٹھا تھا۔۔۔وہ ایک بھی آنسو بہائے بنا الٹے قدموں واپس چلتی اس سے دور ہوتی چلی گئی اور پھر ایک جھٹکے سے مڑ کر تقریبا بھاگتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔۔۔اس کے جاتے ہی مومن کے اکڑے ہوئے اعصاب مٹی کی ڈھیری بنے ڈھیلے ہو گئے۔۔۔رائنہ جو بے یقینی سے یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی، اس نے مومن تراب کی آنکھوں میں نمی اترتے دیکھی تو چونک کر اس کے قریب چلی آئی۔۔۔مومن پلکیں جھپکتا ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے رائنہ کے وجود سے یکسر لاعلم ہو۔۔۔

"میری آنکھوں میں دیکھو مومن۔۔۔مجھ سے نگاہیں مت چراؤ۔۔۔میں جس مومن کو جانتی ہوں وہ دلیر ہے۔۔۔بزدلی اس کی سرشت میں شامل نہیں ہے۔۔۔اگر ماہی کو چھوڑا ہی ہے تو بہادر بنو نا۔۔۔سینہ تان کر کہو کہ ہاں تم بے وفا ہو۔۔۔یوں جھکے کندھے اور نم پلکیں تمہیں جھوٹا ثابت کر رہی ہیں۔۔۔!"

رائنہ کی بات حرف حرف درست تھی۔۔۔اس کے صحیح اندازے پر مومن دل ہی دل میں اسے سراہے بغیر نہیں رہ سکا۔۔۔مگر اب وقت کی طنابیں اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکی تھیں۔۔۔وہ کھینچا تانی میں سب کا نقصان نہیں کرسکتا تھا۔۔۔لہٰذا لہجے کو ہر ممکن کڑا بناتے ہوئے بولا۔۔۔

"اب آپ کی کسر تھی کیا محترمہ۔۔۔یہ دیکھیے میرے ہاتھ۔۔۔" اس نے دونوں ہاتھ رائنہ کے سامنے جوڑ کر انہیں پیشانی سے لگایا۔۔۔" پہلے ہی آپ کی سہیلی یہاں اچھا خاصا ڈرامہ کری ایٹ کر کے گئی ہے، اب آپ کا کون سا رول پلے کرنا باقی رہ گیا ہے۔۔۔؟"

" مومن۔۔۔! تمہاری آنکھیں صاف کہہ رہی ہیں کہ تمہیں شکست نہیں ہوئی، پسپا کیا گیا ہے۔۔۔تم ہارے نہیں ہو، محض قدم پیچھے ہٹائے ہیں تم نے۔۔۔!"

اس پر مومن کے طنزیہ لب و لہجے کا رتی برابر اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔وہ ابھی بھی پوری ڈھٹائی سے اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔۔۔اس کے پراعتماد لہجے نے مومن کو سٹپٹانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔مگر کمزوری دکھانے کی گھڑیاں نہیں تھیں۔۔۔

" ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔پلیز خدارا میرے راستے میں بار بار آ کر اپنا اور میرا وقت برباد مت کریں۔۔۔زندگی جمود کا نام نہیں ہے رائنہ بی بی۔۔۔یہ بات اپنی دوست کو بھی سمجھائیے گا۔۔۔موو آن کرے۔۔۔جیسے میں کر چکا۔۔۔میرا زندگی میں کوئی مقصد ہے اور وہ مقصد کم از کم اپنی بیوی کے گھر والے پالنا نہیں ہے۔۔۔اس لیے میں نے بہتر راہ چن لی۔۔۔دیٹس اٹ۔۔۔!" یہ کہہ کر وہ فوراً رخ پھیر کر کھڑا ہو گیا مبادا رائنہ پھر سے کوئی بات کر کے اسے گھیرنے کی کوشش نا کرے۔۔۔جبکہ وہ ابھی بھی مبہم سی مسکراہٹ لیے مسلسل اسے نفی میں سر ہلاتی دیکھتی واپس مڑ گئی۔۔۔اس کے جانے کو محسوس کر کے مومن نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔۔۔سالک پاشا عین اسی لمحے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔وہ یکدم گھبرایا مگر پھر خود کو سنبھالتے ہوئے کہنے لگا۔۔۔

" چلیں سر۔۔۔کافی دیر لگ گئی آپ کو۔۔۔!" کن اکھیوں سے وہ اس طرف کا جائزہ بھی لے رہا تھا جہاں ماحور اور رائنہ گئی تھیں۔۔۔کیا بھروسہ تھا ان کا ابھی پھر واپس پلٹ آتیں۔۔۔چار چماٹ اور مارنے۔۔۔

" ہاں دیر تو ہو گئی مجھے۔۔۔ایک مسئلے میں الجھ گیا تھا۔۔۔سلجھتے ہی تمہارے پاس آ گیا۔۔۔لاؤ وہ رنگ دے دو۔۔۔"

مومن نے خاموشی سے جیب سے رنگ نکال کر سالک پاشا کی ہتھیلی پر دھری۔۔۔اس کا دل ہر چیز سے مکمل بے زار ہو رہا تھا۔۔۔دوسری جانب سالک پاشا نے بھی اس کی خاموشی کو نہیں ٹٹولا۔۔۔مال سے نکلتے ہوئے وہ دونوں ہی سوچوں میں گم تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

عقیل مغل نے سارا گھر الٹ دیا تھا۔۔۔ہر کمرہ ادھیڑ ڈالا تھا مگر گھر کے کاغذات نہیں مل رہے تھے۔۔۔وہ پریشانی کی ہر حد پار کر چکا تھے۔۔۔ہوش میں اتنے ہی سوچ سوچ کر وہ اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہیرے کو کاغذات حوالے کر کے کچھ مہلت مانگ لیں۔۔۔ابھی تک وہ لفظ سینت رہے تھے کہ اپنی اولاد کو اس سارے عذاب کی بابت کیسے بتائیں جس میں وہ سب ان کی غلطی کی وجہ سے جھونکے جانے والے تھے۔۔۔انہیں امید تھی کہ ہیرا انہیں مہلت دے دے گا۔۔۔اس دوران ان کے بچے کوئی نا کوئی بندوبست کر لیں گے۔۔۔بس اس سے آگے وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہے تھے۔۔۔وہ کیا بندوبست کرین گے۔۔۔؟ کہاں جائیں گے۔۔۔؟ یہ سب ان کی دردسری تو پہلے بھی کبھی نہیں تھی سو اب بھی نہیں تھی۔۔۔انہیں اس وقت کاغذات سے مطلب تھا جو کہیں بھی نہیں تھے۔۔۔ہیرا کبھی بھی آسکتا تھا۔۔۔وہ اسے کسی بھی ممکنہ ہنگامے سے روکنا چاہتے تھے

۔۔۔مسئلہ دبے انداز میں ہی حل ہو جاتا تو بہتر تھا۔۔۔تھک کر وہ پرانا ٹرنک کھولنے بیٹھ گئے تھے جو ماحور کے کمرے میں کونے پر رکھا تھا۔۔۔ان کے پاس بس پندرہ بیس منٹ ہی تھے۔۔۔زلیخا دادی کی طبیعت کئی دن سے گری گری تھی، ماحور انہیں لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔۔۔بچوں میں سے بھی کوئی گھر نہیں تھا۔۔۔وہ دوزانو ٹرنک کے مقابل اس کا ڈھکن اٹھائے بیٹھے تھے۔۔۔اندر پرانی یادوں کا جہان آباد تھا۔۔۔ان کی آنکھیں پتھرا سی گئیں۔۔۔ہر ہر چیز میں نمو تھی۔۔۔اس کے کپڑے، ٹوٹی سینڈلیں، ہینڈ بیگ، پرانا استعمال شدہ میک اپ اور دیگر چھوٹا موٹا سامان۔۔۔ان سب کے اوپر ایک فریم الٹا پڑا تھا۔۔۔انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے اسے اٹھا کر رخ اپنی جانب کیا تو بنجر آنکھوں کے سوتے پھوٹ پڑے۔۔۔وہ پھپک پھپک کر رو دئے۔۔۔نمو اور ان کی شادی کی تصویر جہاں وہ آف وائٹ شیروانی پہنے کرسی پر کسی ملکہ کی طرح گردن اکڑائے بیٹھی نمو کے کندھے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔۔۔وہ اس وقت دنیا کے خوش قسمت ترین انسان تھے۔۔۔ان کی نشے کی ماری یاداشت میں آج بھی وہ لمحات کسی قیمتی موتی کی طرح محفوظ تھے۔۔۔اتنی چاہتوں اور ارمانوں کے ساتھ بیاہ کر لائے تھے وہ نمو کو۔۔۔کیسے کیسے رخنے اور رکاوٹیں پار نہیں کی تھیں مگر نا جانے کب، کیسے وہ قدم قدم سکون سے گزرتی زندگی کی ڈگر پر آگے بڑھتے ہوئے دکھوں کی دلدل میں جا دھنسے تھے۔۔۔نمو کا ایک دوپٹہ ہاتھ میں تھام کر انہوں نے اپنے گال سے مس کیا اور پھر آنکھوں پر رکھ کر جی بھر کر روئے۔۔۔

اس وقت نشے میں نہیں تھے اس لیے غم اور ہیجان کی کیفیات پوری شدت سے محسوس کر رہے تھے۔۔۔نمو انہیں اپنے جانے کے بعد کب کب یاد نا آئی تھی بھلا۔۔۔اس کے جانے کا صدمہ بھولنے کے لیے ہی تو وہ دن رات نشے میں دھت رہنے لگے تھے۔۔۔انہیں دنیا کی ہر شے سے نفرت ہو گئی، اپنی اولاد سمیت۔۔۔اور آج تک تھی۔۔۔وہ فریم کو سینے سے لگائے اٹھ کھڑے

ہوئے۔۔۔ان کے لیے یہ وقت بے حد کڑا تھا۔۔ان کی پناہ گاہ نشہ تھی جس میں چھپنے کی فوری ضرورت تھی۔۔۔وہ ٹرنک یونہی کھلا چھوڑ کر فریم بغل میں دبائے وہاں سے چلے گئے تھے۔۔۔نشے کا سرور جب تک ان کے دماغ کو جکڑ نا لیتا تب تک وہ نمو کی یاد سے لڑلڑ کر پاگل ہو جاتے۔۔۔ہیرے کو وہ پھر نمٹ لیتے،اس وقت خود سے نمٹنا از حد ضروری تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحور، زلیخا دادی کے ساتھ گھر پہنچی تو گیٹ چوپٹ کھلا تھا۔۔اس کا دل یکدم سکڑا۔۔۔زلیخا دادی بھی پریشان سی اندر داخل ہوئیں۔۔۔لاؤنج میں داخل ہوتے ہی دونوں کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔۔۔ہر دراز ہر الماری کھلی تھی۔۔کمروں کی الماریاں اور کچن کے کیبنٹس سب کے سب خالی پڑے تھے۔۔۔سامان باہر نکال کر فرش پر پھینک دیا گیا تھا۔۔وہ اج کل ویسے ہی زود رنج ہو رہی تھی،بات بات پر رونا آتا تھا،سو بہانہ ملا تو آنسوؤں کو بہنے سے روکا نہیں۔۔۔برستی آنکھوں کے ساتھ اس نے دونوں کمرے دیکھ ڈالے۔۔۔سبھی الماریوں کا سامان نیچے ڈھیر تھا۔۔اس نے فوراً اپنے کمرے کی الماری کے دراز میں موجود مومن کی پہنائی انگوٹھی تلاش کی۔۔۔وہ وہیں تھی۔۔۔اسے دیکھ کر دل کے ایک کونے میں سکون سا سرسرا گیا۔۔اس نے اس انگوٹھی کو سنبھال رکھا تھا،سب سے چھپا کر۔۔۔اس طرح کہ نا کسی کو دکھائی دے نا کوئی اسے کہے کہ اسے مومن کو واپس کر دو۔۔۔وہ ایک سکون آور سانس خارج کر کے باقی کمرے کا جائزہ لیتی مڑی تھی کہ اس کی نگاہ کھلے ٹرنک پر پڑی۔۔۔وہ بری طرح چونک گئی۔۔۔اس میں سوائے ناعمہ پاشا کی چیزوں کے دوسری اور کوئی چیز نہیں تھی۔۔۔اسے بھی کھولا ضرور گیا تھا مگر اس کے اندر موجود سامان کی حالت ابتر نہیں تھی۔۔۔وہ حیرت زدہ سی ٹرنک کے قریب آئی اور اس میں جھانکنے لگی۔۔۔امی اور بابا کی شادی کی تصویر والا فریم غائب تھا۔۔۔ہاں۔۔۔بلکل وہی غائب تھا۔۔۔اسے اس میں رکھی ہر ہر چیز اس قدر ازبر تھی کہ وہ زبانی آنکھیں بند کر کے بتا سکتی تھی کہ ٹرنک کے کس حصے میں اس کی ماں کی کون سی چیز پڑی تھی۔۔۔فوٹو فریم تو پھر بلکل اوپر سیٹ کر کے دھرا ہوا تھا اس نے۔۔۔اففففف!وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر ایسا کرنے والا محض ایک ہی شخص تھا اور وہ تھے اس کے بابا۔۔۔مگر کیوں۔۔۔؟ بھلا انہوں نے یہ سب کچھ کیوں بکھیرا تھا اور بظاہر کچھ بھی چرایا نہیں تھا سوائے اس فریم کے۔۔۔اس کا ذہن تیزی سے تانے بانے بن رہا تھا۔۔۔بابا نے یقیناً کسی قیمتی چیز کی کھوج میں ہی سارا گھر تلپٹ کیا تھا اور آخر میں یہ ٹرنک کھولا ہو گا اور فریم پر نظر پڑتے ہی وہ اصل مقصد بھول کر اسے لے کر چلتے بنے۔۔۔وہ سر ہاتھوں میں گرائے آنکھیں میچے آنسو روکنے کی سعی کر رہی تھی۔۔۔زلیخا دادی کے کمرے میں چلنے پھرنے کی سرسراہٹ اسے صاف محسوس ہو رہی تھی مگر کسی سے کچھ بات کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔۔۔رفتہ رفتہ

سارا سامان ٹھکانے لگ جانا تھا بس یہ ایک دل ہی نہیں کسی کنارے لگتا تھا۔۔اس کا نصیب محبت کے معاملے میں اپنے ماں باپ جیسا نکلا تھا۔۔اس نے بھی مومن کو پا کر کھو دیا تھا۔۔جیسے بابا اور امی ایک دوسرے کو حاصل کر کے بھی بچھڑ گئے۔۔جلتی سرخ آنکھوں میں مومن تراب کا عکس جھلملا کر اس کی بینائی چھوڑ رہا تھا۔۔اور وہ سر جھکائے ایک تار آنسوؤں کے ذریعے اپنے اندر کی اذیت کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔!

☆......☆......☆

اگلے دن اسے آفس جانا تھا۔۔وہ سپاٹ چہرہ لیے خود بھی تیار ہو رہی تھی اور بہن بھائیوں کو بھی مدد دے رہی تھی۔۔زلیخا دادی کے ساتھ ناشتہ بنوانے تک وہ مسلسل سیف کی نظروں کی زد میں تھی۔۔وہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ماحورا سے موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔۔وہ اس کا ہمراز اور غمگسار تھا۔۔ہر دکھ اور تکلیف انہوں نے ایک دوسرے سے بانٹی تھی۔۔اب ماحور اتنا بڑا قدم اکیلے اٹھا لینے کے بعد اس کی بے چینی کا اندازہ کر سکتی تھی۔۔وہ اس سے کنی کترا رہی تھی مگر کب تک۔۔ریان کے ساتھ زونی اور جنت کو روانہ کر کے وہ دونوں زلیخا دادی کو خدا حافظ کہہ کر ایک ساتھ ہی گھر سے نکلے تھے۔۔ان کے باہر آتے ہی رائنہ اپنے گھر کا گیٹ پار کرتی ان سے آملی۔۔سیف اور ماحور دونوں نے ہی اسے دیکھ کر اچھا محسوس کیا تھا۔۔وہ ان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر تیزی سے بولی۔۔

" چلو چلو۔۔رکو نہیں۔۔بڑی مشکل سے عاقب کی امی سے بہانہ کر کے نکلی ہوں۔۔تین سے چار گھنٹے میں واپسی کرنی ہے مجھے۔۔مجھے اندازہ تھا آج ماہی کو ابرش کا سامنا کرنے میں دقت ہو گی اس لیے اس کی مدد کے خیال سے ساتھ ہو لی ہوں۔۔دونوں دماغ سے پیدل اور عقل سے خالی ہیں اس لیے میرا ہونا ضروری ہے۔۔!"

"عقل سے پیدل اور دماغ سے خالی ہوتا ہے رائنہ آپی۔۔!" سیف نے ہنستے ہوئے تصحیح کی۔۔اس کا موڈ اچھا ہو گیا تھا۔۔اتنے دن سے گھر کا گھٹا گھٹا ماحول طبیعت بیزار کر چکا تھا۔۔

" اب یہی ہوتا ہے سیفو۔۔زمانہ الٹا چلن چل چکا ہے پیارے۔۔!".

اس کے سنجیدگی سے سیف کو سیفو کہنے پر ماحور بھی اتنے وقت میں پہلی بار کھل کر مسکرا دی۔۔رائنہ ہنوز سنجیدہ لہجے میں بولی۔۔

" ہاں تو دادی نے جب سے مجھے مینڈ کی کہنا شروع کیا ہے، عاقب کی امی بھی اب غصے میں مجھے یہی بڑبڑاتی ہیں۔۔میں نے بھی سوچ لیا ہے کہ سبھی کے ناموں کی پوشل (دُم) کاٹ دینی ہے میں نے۔۔!"

سیف اور ماحور ایک بار پھر ہنس دیے۔۔۔وہ ایسی ہی تھی منٹوں میں اپنی باتوں کے ذریعے پریشانی سے نکال لیتی تھی۔۔۔جب عملی طور پر مدد نا کر پاتی ہو تو زبانی کرتی تھی مگر دوستی پر کائی جمنے نہیں دیتی تھی۔۔۔اگر ماحور کے لیے فکرمند تھی تو ابرش کے لیے بھی پریشان تھی تبھی ارادتاً ساتھ ہو لی تھی۔۔۔دونوں کو اس وقت ایک دوسرے سے بات چیت کے لیے تیسرے مشترکہ دوست کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔۔۔

"ہاں بھئی سیفو۔۔۔کیسا چل رہا تمہارا اسٹور اور یونی۔۔۔ایک ساتھ۔۔۔!"

"سب ٹھیک ہے رائنہ آپی مگر ماہی اپیا کے فیصلے نے دکھ پہنچایا ہے بہت۔۔۔!" وہ رائنہ کی بات کے جواب میں لگی لپٹی رکھے بنا ہی ڈائریکٹ پوائنٹ پر آ گیا۔۔۔"میں مومن بھائی سے شرمندہ ہوں۔۔۔وہ اچھے ہیں بہت۔۔۔اتنے پیارے انسان کے ساتھ اتنا برا سلوک نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔!"

ماحور اور رائنہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔۔۔سیف نہیں جانتا تھا کہ مومن نے خود ماحور کو چھوڑ دیا تھا۔۔۔اس کے اس فیصلے کے ردعمل کے طور پر وہ بنا سوچے سمجھے سالک پاشا کے لیے ہاں بول بیٹھی تھی۔۔۔ماحور نے بمشکل خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا تھا۔۔۔وہ مومن کو سیف کی نگاہوں سے گرانا نہیں چاہتی تھی۔۔۔سیف سے لے کر زونی تک سبھی مومن سے اٹیچ تھے اور محبت بھی کرتے تھے۔۔۔

"کچھ برے سلوک اچھے لوگوں کے ساتھ روا رکھنا مجبوری بن جاتے ہیں سیف۔۔۔بس یہ سمجھ لو کہ میرا یہ فیصلہ امی کے دل کی خوشی ہے۔۔۔اتنے عرصے بعد ملی ہیں ہماری ماں ہمیں۔۔۔چھوٹا سا تحفہ دینا تو بنتا ہے نا۔۔۔!" وہ اذیت کو دل میں دباتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں بولی۔۔۔سیف ٹھٹک کر رک گیا۔۔۔یہاں سے آگے اسے دوسری جانب مڑ جانا تھا۔۔۔

"کوئی بھی ماں تحفے میں اولاد سے جگر کاٹ کر دینے کا تقاضا نہیں کیا کرتی اپیا۔۔۔اگر امی کا فیصلہ سراسر ان کی اپنی غرض کے لیے ہے تو مجھے افسوس ہے کہ میں اس میں راضی نہیں ہوں۔۔۔اور اگر آپ کی خوشی مومن بھائی سے ہٹ کر سالک پاشا کی جانب منتقل ہو گئی ہے تو تب بھی میری مکمل ہمدردیاں مومن بھائی کے ساتھ ہی ہیں۔۔۔ہاں میں نے آج تک آپ کے ہر فیصلے میں آپ کا ساتھ دیا ہے، اب بھی دوں گا مگر دل سے نہیں۔۔۔چلتا ہوں اپیا۔۔۔لیٹ ہو رہا ہوں۔۔۔!" سیف اپنی بات کہہ کر ساتھ ہی دوسری سڑک کی جانب مڑ گیا تھا۔۔۔وہ دونوں دیر تک اس کی پشت پر نظریں گاڑے رہیں پھر رائنہ نے ایک آٹو کو رکنے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔

"مجھ میں ابرش کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی رائنہ۔۔۔!"

آٹو چل پڑا تو ماحور نے آزردگی کے ساتھ رائنہ سے کہا۔۔۔جواباً اس نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی اور باہر دیکھتے ہوئے لاپرواہی سے بولی۔۔۔

"سامنا تو کرنا ہی ہے ماہی۔۔۔جو ہوگیا ہے وہ ابرش کے لیے معمولی نہیں ہے مگر اچھی بات یہ ہے کہ وہ تمہیں قصوروار نہیں سمجھتی۔۔۔اسے تو خود سے ہی بے شمار گلے شکوے ہیں۔۔۔سالک پاشا نے جو خودغرضی اس کے ساتھ دکھائی ہے وہی چوٹ بڑی کاری ہے اس کے لیے۔۔۔اور میں تمہارے ساتھ اسی لیے جا رہی ہوں تاکہ میری موجودگی میں دونوں ایک دوسرے کو ملو، بلکل پہلے کی طرح۔۔۔تم اسے دلاسہ دے سکو اور وہ تمہیں کیونکہ دونوں ہی محبت کے نام پر تازہ تازہ ٹھوکر کھا کر بیٹھی ہو۔۔۔!"

ماحور رخ پھیر کر ہونٹ چبانے لگی۔۔۔آنکھوں کی نمی باہر آنے کو بے تاب تھی مگر اب بس۔۔۔وہ بہت رو چکی تھی۔۔۔جس کے لیے اتنے آنسو بہائے تھے وہ اس وقت مزے سے کسی اور کے ساتھ دل لگی کر رہا ہوگا۔۔۔اس سوچ نے اس کے رویں رویں میں مرچیں بھر دی تھیں۔۔۔اپنی تذلیل بھولنا کڑی آزمائش ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

۔برآمدے میں دادا اور شاویز شطرنج کی بازی لگائے بیٹھے تھے۔۔۔کھیلنا ویلنا دونوں کو نہیں آتا تھا محض میاں جی کی ضد میں دادا نے انہی کی شطرنج شاویز کے ہاتھ چوری کروا کے منگوائی تھی۔۔۔جب سے شاویز نے دادا کو بتایا تھا کہ روزانہ شام کو میاں جی گلی کے ذوالفقار انکل کے ساتھ بازی لگاتے ہیں تو دادا کو بھی غیرت آ گئی۔۔۔انہوں نے شاویز سے ڈنڈے کے زور پر شطرنج ہی اغوا کرا لی تھی۔۔۔اب دو دن سے وہ اور شاویز مہرے چلتے رہتے تھے۔۔۔دادا جب زیادہ زچ ہونے لگتے تو اپنا بادشاہ پکڑتے اور شاویز کا بادشاہ اڑا کر بساط سے ہی خارج کر دیتے اور گردن اکڑائے اپنی جیت کا اعلان کرتے۔۔۔شاویز مسکینی سے اپنا بادشاہ صحن کے دوسرے کونے سے اٹھا کر سہلاتا ہوا لے کر آتا اور پھر سے بازی جم جاتی۔۔۔مومن ہاتھ میں کچھ کاغذات اٹھائے دادا کے کمرے سے باہر نکلا تھا اور سیدھا انہی کے پاس آ بیٹھا۔۔۔

"دادا یہ کیسے کاغذات ہیں۔۔۔؟ یہ تو۔۔۔یہ تو ماہی۔۔۔میرا مطلب ہے ماحور کے گھر کے پیپرز ہیں۔۔۔یہ آپ کے پاس کہاں سے آ گئے۔۔۔؟" اس کی حیرت رفع ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔۔بھلا ان کاغذات کا جواز ہی کیا تھا یہاں۔۔۔

"ہاں یہ تیری سابقہ ماہی اور موجودہ ماحور کے گھر کی ہی رجسٹری کے کاغذات ہیں۔۔۔جسے تو نے بے غیرت بن کر چھوڑ دیا۔۔۔کبھی اپنے باس سے ڈر گیا تو کبھی اس کی ماں سے۔۔۔!"

مومن ایک لفظ بھی جواب میں بولے بنا اپنی نظریں ان کاغذات پر جمائے رہا کیونکہ وہ ایک بات کہتا تو دادا نے دس مزید سنانی تھیں ۔۔۔وہ دوبارہ اس سے شدید ناراض ہو چکے تھے ۔۔۔اس دن ناعمہ پاشا کی التجا کم تنبیہہ کی وجہ سے اس کے یونہی واپس آنے پر وہ بے حد دلبرداشتہ ہوئے تھے ۔۔۔ان کے بقول اسے ابھی بھی ڈٹ جانا چاہیے تھا ۔۔۔وہ صفائی میں ایک لفظ نہیں کہہ سکا تھا کیونکہ اسے دادا کو سمجھانے میں ہی تو دقت تھی ۔۔۔کچھ باتیں محض آپ کے ہی سمجھنے کی ہوتی ہیں ،انہیں آپ دوسروں کو بیان نہیں کر سکتے ۔۔۔آپ کے پاس وہ الفاظ ہی نہیں ہوتے جو آپ کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی کر سکیں ۔۔۔ماحور کی والدہ کا جو انداز اور رویہ تھا ،اس کے بعد وہ پیش قدمی کی ہمت کھو بیٹھا تھا ۔۔۔انہوں نے ہاتھ جوڑ کر اس سے التجا کی تھی کہ وہ ماحور کی خاطر اس کا پیچھا چھوڑ دے ۔۔۔اس نے واپسی کے سفر میں اچھی طرح سوچا تھا ۔۔۔ایک بار ماحور اس سے برگشتہ ہو چکی تھی تو بس ٹھیک تھا نا ۔۔۔کیا خبر کہ وہ اسے پھر سے پچھلے فیز میں دھکیل دے اور قسمت میں ان کا ملن ہی نا ہو ۔۔۔وہ اسے دہری اذیتیں نہیں دے سکتا تھا ۔۔۔

"یہ مجھے اوپر والے پورشن سے ملے تھے ایک دن ۔۔۔تیرے باس کا بے ایمان باپ جب کرائے ہر میرے ہاں رہا تھا تب ہی ہتھیائے ہوں گے اس نے ۔۔۔جاتے وقت اس قدر جلدی میں تھا کہ کتنا ہی سامان چھوڑ گیا تھا ۔۔۔یہ کاغذات بھی رہ گئے الماری میں ۔۔۔میں نیچے لے آیا ۔۔کسی دن خود جاؤں گا اور دے آؤں گا اس بھلی عورت کو ۔۔۔وہ جو ماحور کی دادی ہے ۔۔۔اچھی خاتون تھی وہ ۔۔۔حق ہا ۔۔۔!" مومن کی خاموشی سے اکتا کر دادا نے اچھی خاصی لمبی بات کر ڈالی تھی ۔۔۔وہ جب تک اس سے ناراض رہتے اور مومن ان کے آگے پیچھے پھرتا رہتا تب تک وہ اکڑ دکھاتے رہتے تھے مگر جیسے ہی مومن کو چپ لگ جاتی تھی ،ان کا دل بیٹھنے لگتا تھا ۔۔۔وہ فکرمند ہو جاتے تھے ۔۔۔اب بھی ان کے بار بار چوٹ کرنے پر بھی وہ کچھ نہیں بول رہا تھا اس لیے انہوں نے قدرے نرم لہجہ اپنا لیا تھا ۔۔۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے دادا کہ یہ رجسٹری عادل پاشا کے پاس تھی ،کیا اس بات کی خبر ماحور کو ہو گی ؟ میرا نہیں خیال کہ ایسا ہو ۔۔۔مجھے تو لگتا ہے کہ تب عادل پاشا نے یہ رجسٹری کسی خاص مقصد کے تحت ہتھائی ہو گی اور پھر یا تو وہ مقصد حل ہو گیا ہو گا یا اس کی اہمیت ختم ہو گئی ہو گی جبھی وہ انہیں لاپرواہی سے یہیں بھول گئے ۔۔۔!"

وہ پرسوچ انداز میں انہیں ابھی بھی بغور دیکھ رہا تھا ۔۔۔اس کے ماتھے کی شکنیں اس کی حقیقی فکر کی غماز تھیں ۔۔۔شاویز کی زبان بھی مچل اٹھی ۔۔۔وہ ایک مہرہ اٹھا کر لہراتے ہوئے کسی منجھے ہوئے کھلاڑی کی طرح بساط کو دیکھ رہا تھا ۔۔۔

"ویسے کیا نادر موقع ہے مومن ۔۔۔تم انہیں کاغذات کو لے کر بھابھی کو بلیک میل کر سکتے ہو ۔۔۔ان سے کہو کہ شادی کریں

ورنہ گھر بیچ دوں گا۔۔کیسا۔۔۔؟" ساتھ ہی پیادے سے دادا کے ایک ساتھ تین مہرے مار گرائے۔۔۔جواب میں دادا نے چھڑی سے اور مومن نے پاؤں کی چپل سے مار لگائی۔۔۔

"سو۔۔نہیں نہیں۔۔۔ڈیڑھ سو بے غیرت مرے ہوں گے تب جا کر تیری اینٹری ہوئی ہو گی دنیا میں۔۔۔بے شرم۔۔۔کیسے واہیات مشورے دے رہا ہے میرے پوتے کو۔۔۔کیا ہو جو وہ جذباتی ہو کر ایسا کر ڈالے۔۔۔کیا ہو جو وہ واقعی ماحور کو دھمکانے لگے۔۔۔کیا ہو جو وہ سچ میں مرد بن کر اس موقعے سے فائدہ اٹھا لے۔۔۔کیا ہو جو ماحور مجبور ہو کر ہی سہی مگر مان جائے۔۔۔بہت گندی سوچ ہے تیری۔۔۔!"

مومن جو خشمگیں نظروں سے شاویز کو تاڑ رہا تھا، دادا کی تقریر کی ڈپلومیسی نوٹ کرتے ہوئے یکدم ان کی جانب گھوما۔۔۔

"میں سب سمجھ رہا ہوں دادا۔۔۔جیسا مرد آپ مجھے بننے کی ترغیب دے رہے ہیں نا ویسا میں نہیں بن سکتا۔۔۔کیا کروں ،خون کا اثر ہے۔۔۔اور آپ پر شاویز کی صحبت نے کوئی اچھا اثر نہی ڈالا۔۔۔بہتر ہو گا کہ خود کو ایسے فاسد خیالات سے بچائے رکھیں ورنہ یہ موٹو آپ کا نام محلے میں بدنام کر دے گا۔۔۔!"

مومن کا غزات لیے اٹھ کھڑا ہوا تو دادا اور شاویز نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔یہ بیل منڈھے نہیں چڑھنے والی۔۔۔" ایسا شاویز کی آنکھوں میں لکھا تھا۔۔۔

"میں بھی اس کا دادا ہوں۔۔۔جینا حرام کیے رکھوں گا۔۔۔" یہ دادا کی آنکھوں میں لکھا شاویز کو دکھائی دیا تھا۔۔۔مومن واپس اندر جا چکا تھا اور شاویز نے ایک بار پھر مہرے سیٹ کیے تھے۔۔۔کھیلنا دونوں کو بھلے نہیں آتا تھا مگر میدان میں اترنے کا حوصلہ ضرور موجود تھا۔۔۔اور ضروری تو نہیں کہ کھیل محض مہارت سے جیتے جائیں، کبھی کبھار اناڑی کا داؤ سب سے زیادہ کاری ہوتا ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا اپنے کمرے میں سیٹی پر بیٹھی زلیخا دادی سے بات کر رہی تھیں۔۔۔ان کی پشت دروازے کی جانب تھی۔۔۔اتنی آرام دہ پوزیشن میں بیٹھے ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ گھر پر نا عادل پاشا موجود تھے نا سالک۔۔۔اس لیے تسلی سے زلیخا دادی کو کال کی تھی انہوں نے۔۔۔

"مجھے مت بتائیں چاچی کہ مومن کیسا لڑکا ہے۔۔۔وہ اچھا ہے بلکہ بہت اچھا ہے۔۔۔میں مل چکی ہوں اس سے مگر چاچی ماحور کو سمجھائیں کہ اس کا خیال دل سے نکال دے۔۔۔اسے ایک ماں کی خود غرضی سمجھے یا مجبوری مگر اس کی شادی سالک سے ہو گی۔۔۔اس ہفتے میں سالک کے ساتھ آ رہی ہوں اسے منگنی کی انگوٹھی پہنانے۔۔۔ویسے تو اس کی ضرورت نہیں تھی مگر

سالک کی خوشی ہے اس میں ۔۔۔آپ انتظام کر کے رکھیے گا اور پلیز ۔۔۔اپنے بھتیجے کو بھی کہیں ادھر ادھر بھیج دیجیے گا، میں نہیں چاہتی کہ سالک سے اس کا سامنا ہو ۔۔۔رکھتی ہوں اب ۔۔۔جی انشاءاللہ ۔۔۔جلد ملاقات ہوگی ۔۔۔!"

ناعمہ پاشا نے فون بند کر دیا تھا ۔۔۔سیٹی کی پشت سے سر ٹیک کر وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھیں ۔۔۔تھکن روم روم میں اتری ہوئی تھی ۔۔۔اپنی بیٹی کے دکھ سے وہ انجان ہرگز نہیں تھیں ۔۔۔اس کی چپ انہیں بھی اندر ہی اندر پریشان کیے ہوئے تھی ۔۔۔مومن کو دیکھ کر اس سے بات کر کے یہ ملال مزید بڑھ گیا تھا ۔۔۔وہ اتنا شاندار تھا کہ اگر سالک پاشا درمیان میں نا ہوتا تو وہ ایسا داماد ملنے ہر خود کو خوش قسمت سمجھتیں ۔۔۔وہ فطرتاً بھی نیک تھا، اس بات کا انہیں یقین ہو گیا تھا کیونکہ جب انہوں نے اس سے ماحور کو بھول جانے کی التجا کی تھی تو ایک پل کے لیے بھی اس کی آنکھوں میں سرکشی نہیں اتری تھی ۔۔۔اس کے انداز و اطوار میں ہٹ دھرمی نہیں جھلکی تھی ۔۔۔اور اسی بات کی تکلیف انہیں بے چین کیے ہوئے تھی ۔۔۔وہ احتجاج کرتا، اپنی محبت ثابت کرنے کی کوشش کرتا یا پھر اکڑ جاتا تو انہیں اس قدر تاسف نا ہوتا جتنا اس کی چپ نے انہیں افسوس کا پیرہن اوڑھا دیا تھا ۔۔۔وہ بے بسی سے آنکھوں میں نمی کی لکیر لیے انہیں سنتا رہا تھا اور ان کی درخواست کے آگے سر تسلیم خم کیا تھا ۔۔۔عقیل مغل کو جس احترام اور نرمی سے وہ سہارا دیے ہوئے تھا یہ اس کی بہترین پرورش کا ثبوت تھا ۔۔۔انہوں نے بڑی حیرت سے دیکھا تھا جب ان کے منہ سے اتنا سب سننے کے باوجود وہ اسی احتیاط سے عقیل مغل کو لیے آگے بڑھ گیا تھا ۔۔۔

اففففففف! انہوں نے دونوں ہاتھوں سے کنپٹیاں دبائیں ۔۔۔بے بسی سے ان کی آنکھیں جھر جھر بہنے لگیں تھیں کہ کہیں وہ کچھ غلط تو نہیں کرنے جا رہیں ۔۔۔وہ واش روم جا کر فریش ہونے کے ارادے سے اٹھیں مگر اپنے پیچھے ہونے والے کھٹکے نے انہیں بری طرح ہراساں کر دیا ۔۔۔کوئی سایہ سا تیزی سے ان کے کمرے کے باہر حرکت میں آیا تھا ۔۔۔لمحے میں ان کا خون خشک ہوا تھا ۔۔۔کئی پل انہیں خود کو سنبھالنے میں صرف ہوئے ۔۔۔پیروں کو بمشکل گھسیٹتی ہوئیں وہ سہمی ہوئی سی کمرے کے دروازے کے قریب آئیں اور باہر جھانکنے کی ہمت کی ۔۔۔لاؤنج کے مرکزی دروازے سے کوئی عجلت میں باہر نکل رہا تھا ۔۔۔انہیں اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ عادل پاشا تھے یا سالک پاشا ۔۔۔کیونکہ محض وہ بریف کیس کی جھلک دیکھ سکی تھیں اور بریف کیس دونوں ہی استعمال کرتے تھے ۔۔۔جو بھی تھا یہ ان کے حق میں اچھا نہیں ہوا تھا ۔۔۔ان کی ٹانگیں یکدم بے جان سی ہو گئیں ۔۔۔وہ نا ایک قدم آگے بڑھ پا رہی تھیں نا پیچھے مڑ پا رہی تھیں ۔۔۔ذہنی دباؤ، خوف یا ہیجان ۔۔۔جو بھی تھا ان کے اعصاب کے لیے کڑا تھا ۔۔۔وہ بے ہوش ہو کر ماربل کے فرش پر زمین بوس ہو چکی تھیں ۔۔۔!

☆......☆......☆

یہ پچھلے عشق کی باتیں ہیں
جب آنکھ میں خواب دمکتے تھے
جب دل میں داغ چمکتے تھے
جب پلکیں شہر کے رستوں میں
اشکوں کا نور لٹاتی تھیں
جب سانسیں اُجلے چہروں کی
تن من میں پھول سجاتی تھیں
جب چاند کی رم جھم کرنوں سے
سوچوں میں بھنور پڑ جاتے تھے
جب ایک تلاطم رہتا تھا
اپنے بے انت خیالوں میں
ہر عہد نبھانے کی قسمیں
خط، خون سے لکھنے کی رسمیں
جب عام تھیں ہم دل والوں میں

اب اپنی اُجڑی آنکھوں میں
جتنی روشن سی راتیں ہیں
اس عمر کی سب سوغاتیں ہیں
جس عمر کے خواب خیال ہوئے
وہ پچھلی عمر تھی بیت گئی
وہ عمر بتائے سال ہوئے

اب اپنی دید کے رستے میں
کچھ رنگ ہے گزرے لمحوں کا
کچھ اشکوں کی باراتیں ہیں
کچھ بھولے بسرے چہرے ہیں
کچھ یادوں کی برساتیں ہیں
یہ پچھلے عشق کی باتیں ہیں

(محسن نقوی)

دریا کنارے ڈوبتے سورج کا نارنجی رنگ ان کے چہروں پر منعکس ہو کر انہیں مزید اداس دکھا رہا تھا۔۔۔کہنے کو جیسے کچھ رہا ہی نہیں تھا۔۔۔کوئی لفظ بھی منہ سے ادا ہونے سے پہلے ہی اپنی حیثیت کھو دیتا تھا کیونکہ دونوں کے دکھ کا مداوا ان الفاظ سے ممکن ہی نا تھا۔۔۔ابرش اور ماحور کو رائنہ یہاں لے کر آئی تھی۔۔۔اسے مناسب نہیں لگا تھا کہ وہ آفس کے گھٹے ہوئے ماحول میں ایک دوسرے سے بات چیت کریں لہذا وہ زبردستی دونوں کو ساتھ لیے یہاں چلی آئی تھی مگر وہ دونوں یہاں بھی کب سے ٹھس سی بیٹھیں سورج کو یوں دیکھ رہی تھیں جیسے ان تمام حالات کا ذمہ دار وہی ہو۔۔۔کچھ فاصلے پر رائنہ کھڑی کبھی انہیں تو کبھی اچنبھے سے سورج کو دیکھتی اور پھر کنپٹی کھجاتی۔۔۔جب ایسا کچھ خاص محسوس نہیں ہوا اسے سوائے آنکھوں کے آگے ترمرے ناچنے کے تو وہ ان کے بالکل سامنے دھپ سے بیٹھتے ہوئے سورج کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بولی۔۔۔

"ابرش نا تو یہ سالک پاشا ہے اور ماحور یہ مو۔۔۔"

"پلیز نام بھی نا لینا اس کا۔۔۔میں نہیں سننا چاہتی۔۔۔" ماحور نے فوراً سے پیشتر رائنہ کی بات کاٹ دی تھی۔۔۔ابرش نے تاسف سے اس کی سمت دیکھا اور پھر پوری گھوم کر اس کی جانب منہ کیے بیٹھ گئی۔۔۔

"کیوں۔۔۔کیوں نا نام لے وہ مومن کا۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے رسان سے بولی۔۔۔" دیکھو ماہی۔۔۔! میں آفس کے گرینڈ ایونٹ سے پہلے ہی سب جان چکی تھی کہ تمہی وہ لڑکی ہو جس کے دھوکے میں سالک پاشا آج تک مجھ سے بات کرتا آیا تھا۔۔۔مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ تم دونوں عنقریب ایک ہو جاؤ گے۔۔۔تمہاری مدر، سالک پاشا کی اسٹیپ مدر ہیں، میں یہ

بھی جانتی ہوں۔۔۔مجھے تم سے نا کوئی گلہ ہے نا سالک سے شکوہ۔۔۔کیونکہ یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔۔۔ہم دونوں کے نصیب میں وہ نہیں تھا جسے ہم نے اپنا نصیب بنانا چاہا، میں نے اس بات کو قبول کرلیا ہے۔۔۔اچھا ہے کہ تم بھی حالات سے کمپرومائز کرلو۔۔۔لیکن اس سب کے باوجود میں یہ ضرور کہوں گی کہ مومن کو برا مت سمجھو۔۔۔ہوسکتا ہے جو تم سمجھ رہی ہو، وہ حقیقت نا ہو محض تمہاری نظر کا دھوکہ ہو۔۔۔!"

"نظر کا دھوکہ۔ہوسکتا ہے ابرش مگر سماعتیں دھوکہ کیسے دیں گی۔۔۔؟ میرے کانوں میں ابھی تک مومن کے منہ سے نکلے جملے ہنٹر بن کر برستے ہیں۔۔۔اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جو کہا تھا وہ زخم بنا میرے دل کو سلگاتا رہتا ہے۔۔۔ان زخموں سے سڑانڈ اٹھ اٹھ کر مجھے اس کے کردار اور رویے کی بدصورتی یاد دلاتی رہتی ہے۔۔۔!"

وہ نڈھال سی مومن کا کہا ایک ایک لفظ ابرش کو بتاتی چلی گئی۔۔۔رائنہ بے چین سی پانی کی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔جبکہ ابرش ساری بات سن کر اذیت سے آنکھیں میچ گئی تھی۔۔۔وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس دن ہال میں سالک پاشا نے مومن کے سامنے اس کے لیے اپنی محبت کا اظہار کرکے مومن کے پرکتر دیے تھے۔۔۔وہ گواہ تھی کہ اس پل مومن تراب کے چہرے سے سارا خون نچڑ گیا تھا۔۔۔وہ یکدم پسینے میں نہا گیا تھا۔۔۔مگر اب یہ سب بتا دینے کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ اگر مومن تراب اور ماحور کے درمیان موجود اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش بھی کی جاتی تب بھی سالک پاشا کا وجود ہٹانا مشکل تھا۔۔۔جو ماحور سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہوسکتا تھا۔۔۔ماحور کی ماں سب سے بڑا ہتھیار تھی جس کی مدد سے وہ اسے حاصل کرکے ہی رہتا۔۔۔تو ٹھیک ہے۔۔۔یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔۔۔جب ایسے ہی ہونا تھا تو کیا فائدہ دلوں میں ایک بار پھر آس کی جوت جگانے کا۔۔۔وہ اداس اور رنجیدہ سی سامنے دیکھنے لگی جہاں سورج کا کنارہ بھی اب غائب ہونے کو تھا۔۔۔!

" مجھے معاف کردو ابرش۔۔۔مجھے پلیز معاف کردو۔۔۔سالک پاشا سے میرا کسی بھی قسم کا تعلق یا لگاؤ نہیں تھا۔۔۔تم تو سب جانتی ہی تھی۔۔۔لیکن میں حالات کے گھیرے میں کچھ اس طرح آئی ہوں کہ پھڑ پھڑا بھی نہیں سکی۔۔۔پلیز مجھے معاف کردینا۔۔۔!"

" مجھ سے کیوں معافی مانگ رہی ہو ماہی۔۔۔بھلا میں جانتی نہیں کہ تمہارے دل میں کون تھا۔۔۔بس یوں سمجھ لو کہ میری ہی قسمت میں سالک پاشا جیسے بے حس انسان سے سر پھوڑنا لکھا تھا۔۔۔کبھی کبھی سوچتی ہوں تو قصور اس کا بھی نہیں لگتا۔۔۔وہ تو خود بے خبری کی نذر ہوگیا۔۔۔ساری غلطی میری تھی ماہی۔۔۔میں نے پہلے دن ہی اس سے ڈائریکٹ بات کرلی ہوتی تو معاملہ اس نہج پر نا جاتا۔۔۔لکا چھپی کے کھیل نے میرا بہت نقصان کرڈالا ماہی۔۔۔!" وہ دلگیر لہجے میں کہتی ماحور کی اذیت بڑھا گئی۔۔۔

جلد ہی رائنہ کی باتوں نے ماحول کی کثافت کو دور کر دیا اور وہ تینوں وقتی طور پر ہی سہی مگر سب غم کھڈے لائن لگائے، ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔۔۔محبت گلے پڑا ڈھول نہیں ہوتی جس کی چبھن سے دل میں چھید ہو بلکہ بانسری کی لے پر اٹھنے والا مسحور کن نغمہ ہوتی ہے جو اپنے آخری سر تک انسان کو خود سے باندھے رکھتی ہے۔۔۔اور محبت تو یہیں تھی نا۔۔۔دلوں میں گڑی تھی۔۔۔روحوں میں بسی تھی۔۔۔محبت تو یہیں تھی۔۔۔!

رائنہ نے اپنی باتوں سے ان دونوں کو تو بہلا لیا تھا مگر اپنا دماغ مسلسل کشمکش کا شکار تھا۔۔۔یہ سب ایسے ہی ہونا لازم تو نہیں تھا۔۔۔کچھ تو تھا جو اسے نہیں پتا تھا۔۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ پتا لگائے گی۔۔۔قسمت بدلنے کا اختیار اس کے ہاتھ میں نہیں تھا، سوچ بدل سکتی تھی وہ۔۔۔!

☆......☆......☆

سارا سارا دن گلیوں اور سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد وہ تھک ہار کر اپنے پرانے اڈے گیا تھا۔۔۔نشے کی طلب جوڑ جوڑ کو آرے سے چیرے جا رہی تھی۔۔۔وہ ترس و رحم کے بدلے ملے ایک سگریٹ اور کسی کے چھوڑے چار گھونٹ کے لالچ میں شیر کی کچھار میں چلا آیا تھا۔۔۔ہیرا کئی دن سے اسے تلاش کر رہا تھا۔۔۔جوئے میں ہارنے کے بعد سے وہ اس کے ہاتھ نہیں لگا تھا اور اب تو اسے ہر حال میں اپنا جیتا مکان چاہیے تھا۔۔۔وہ کسی بھی وقت اپنے بندے لے کر پہنچ جاتا اور غنڈہ گردی کے بل پر مکان ہتھیا لیتا۔۔۔ایسی سنگین حماقت عقیل مغل سے ہو چکی تھی کہ اس کا نتیجہ اس کی سوچ سے بھی برا نکلنے والا تھا۔۔۔اس گندی اور غلیظ جگہ پر ہمیشہ کی طرح نشئیوں اور چرسیوں کا گروہ لڑھکا پڑا تھا۔۔۔جیدا نامی ایک نشئی اکثر عقیل مغل کو ٹوٹے دے دیا کرتا تھا۔۔۔تھوڑی بہت دوستی یاری تھی اسی کے طفیل کام آجاتا تھا۔۔۔ابھی بھی اسی کا سگریٹ عقیل مغل کے منہ میں دبا ہوا تھا۔۔۔وہ کافی دن بعد پرسکون سا لمبے لمبے کش لیتا سینہ جلا کر مستی کے مزے لوٹ رہا تھا جب جیدا اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر راز داری سے بولا۔۔۔

”تجھے پتا ہے تو کتنا برا پھنسا ہے مغل۔۔۔وہ ہیرا بھوکے کتے کی طرح سونگھتا پھر رہا ہے۔۔۔کل یہاں پر اعلان کر کے گیا تھا کہ وہ اسی ہفتے تیرے گھر بندے لے کر پہنچ جائے گا اور تیرے مکان پر اس کا قبضہ ہوگا۔۔۔او تو عقل کا انا ہو گیا تھا مغل؟ جو اتنی بڑی بازی کھیل لی تو نے۔۔۔تجھے پتا نہیں ہے کہ ہیرے کے علاقے کے تھانیدار تک سے تعلقات ہیں۔۔۔کیا کرے گا۔۔۔کہاں جائے گا ٹبر کو لے کر جس وقت وہ تیرا مکان لینے آ گیا تو۔۔۔میں تو کہتا ہوں بندوبست کر لے مغل کیونکہ اس کے ہاتھوں تو بچے گا نہیں اب۔۔۔!“

عقیل مغل کے دماغ کو ہواؤں میں اڑاتا نشہ واپس زمین پر لے آیا۔۔۔جس فکر اور پریشانی کو بھلانے کی خاطر یہاں آیا تھا، جیدے نے اسے دگنا کر دیا تھا۔۔۔زندگی میں پہلی بار عقیل مغل کو اپنی کی پر افسوس ہوا تھا ورنہ اب سے پہلے اس نے کبھی خود کو کسی بھی معاملے میں قصوروار جانا ہی نا تھا۔۔۔بے حد فکرمند اور خوفزدہ سا ہو کر اوپر تلے کئی کش لے کر سگریٹ فرش پر مسل دی۔۔۔

" سالی تیری سگریٹ بھی میری قسمت کی طرح پھوکی ہے جیدے۔۔۔!"

وہ غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تو جیدا جو ہتھیلی پر کوئی سفوف پھیلائے اسے مسلسل مسل رہا تھا ہنس دیا۔۔۔

" ویسے۔تیری بھی قسمت ہری ہو سکتی ہے اور تو اس وبال سے بچ سکتا ہے اگر میرا مشورہ مانے تو۔۔۔"

اور جیدے کا مشورہ سن کر عقیل مغل کو اپنا سانس گھٹتا محسوس ہوا۔۔۔وہ تیزی سے چلتا وہاں سے باہر نکل آیا۔۔۔ذہن پر جتنا بھی زور ڈال چکا تھا مگر یاد آ کر نہیں دے رہا تھا کہ مکان کے پیپرز کہاں رکھ چکا تھا۔۔۔نظروں کے سامنے ماحور اور جنت کے چہرے پھر پھر کر مزید حواس سلب کر رہے تھے۔۔۔وہ پہلی بار اپنی جوان بیٹیوں کی فکر میں سر سے پاؤں تک پسینے سے نہا گیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

کتنے دنوں کی حبس کے بعد آج موسم کھلا تھا۔۔۔ہوا مسلسل چل رہی تھی مگر کوئی بھی بات طبیعت پر اچھا اثر نہیں ڈالتی تھی۔۔۔جس دن کا خود اپنے ہی ہاتھوں سالک پاشا کے ہمراہ جا کر ماحور کے لیے انگوٹھی خرید لایا تھا، اس دن سے اسے ہر شے سے وحشت سی ہو گئی تھی۔۔۔اب کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔۔۔دادا کی فکر نا ہوتی تو نا جانے کہاں گم کر لیتا وہ خود کو۔۔۔وہ چت لیٹا چھت پر چلتے پنکھے کو جامد تاثرات کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور یادیں تھیں کہ امنڈ امنڈ کر چلی آتی تھیں۔۔۔وہ جتنا بھولنے کے جتن کرتا تھا اتنا ہی بے بس ہو کر یاد کرنے لگتا تھا۔۔۔ماحور کے ساتھ محبت کے سفر میں چلتے ہوئے گو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا مگر لگتا تھا وہ اس سے صدیوں سے واقف ہے۔۔۔جیسے اس کی روح سے بھی اس کا رشتہ جڑا ہو۔۔۔وہ بے زاری سے اٹھ بیٹھا۔۔۔دونوں ہاتھ سر پر پھیر کر بالوں کی حالت سدھاری اور چپل پیروں میں پھنساتا باہر نکل آیا۔۔۔دادا محلے کے انکل مرزا کی طرف گئے تھے۔۔۔ان کی بیٹھک میں بابوں کی محفل جمی تھی سو دادا بھی چٹخارے لینے نکل گئے تھے۔۔۔وہ چلتا ہوا طوطوں کے پنجرے کے پاس آ کھڑا ہوا۔۔۔چھوٹا سا انڈا پڑا تھا۔۔۔اسے ہنسی آ گئی۔۔۔پچھلی بار دادا نے کیسا دکھ منایا تھا انڈا ٹوٹنے کا۔۔۔اور ساتھ ہی وہ کئی دن اسی سوچ میں رہے کہ آخر یہ انڈا کب اور کیسے ہو گیا۔۔۔انہوں نے ایسا موقع دیا ہی کب تھا مشٹنڈے طوطے کو کہ وہ ایسا کارنامہ دکھا جاتا اور انہیں خبر بھی نا ہوئی۔۔۔کسی کپتی ساس کی طرح وہ بھی اس جوڑے کی تاڑ میں رہنے لگے تھے۔۔۔مومن نے تھوڑا سا دانہ ڈال کر آب خورے میں

پانی بھرا اور آسمان پر چھائے کالے سیاہ بادلوں کو دیکھنے لگا۔۔۔ماحور کی یاد یکدم ہر طرف سے گھیر نے لگی۔۔۔اسے ایک نظر دیکھنے کو دل بری طرح مچلنے لگا۔۔۔مگر اب بھلا کس رشتے سے اور کس منہ سے وہ اس کی طرف دیکھتا۔۔۔وہ خود ماحور کا اپنی اور کھلتا ہر دروازہ بند کر آیا تھا۔۔۔مگر دل کی بے چینی جیسے حد سے سوا ہوئی جاتی تھی۔۔۔اسے اچانک ماحور کے گھر کی رجسٹری کا خیال آیا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔جوتے بدلنے کا بھی تردد نہیں کیا اور چپل میں ہی گھر سے نکل آیا۔۔۔گھر کی چابی باہر گلی میں کھیلتے انکل مرزا کے پوتے کو دی کہ دادا کو اندر دے آئے اور خود دھڑکتے دل کے ساتھ ماحور کے گھر کی جانب چل دیا۔۔۔سارا رستہ یہی سوچتے کٹ گیا کہ وہ ماحور سے کہے گا کیا۔۔۔اور اگر اس نے دروازہ ہی نا کھولا تو۔۔۔مال میں ماحور کا گال پر پڑا تھپڑ یکدم یاد آیا تو ہاتھ بے ساختہ گال سہلانے لگا۔۔۔ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ اس کا غصہ یاد کر کے چلی آئی۔۔۔بہت عرصے بعد ماحور کا وہ روپ دیکھا تھا جس کا سامنا ابتدائی دنوں میں رہا کرتا تھا۔۔۔اور اب چند دن میں سب کچھ ہی بدل گیا تھا۔۔۔اس کی جگہ سالک پاشا نے لے لی تھی۔۔۔

گھر کی بیل دینے سے پہلے اس نے اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو قابو کیا اور بیل پر انگلی رکھ دی۔۔۔آنکھیں میچ کر اعصاب کو پرسکون کیا اور پورے اعتماد کے ساتھ سامنے دیکھا تو گیٹ کھول کر سیف کھڑا تھا۔۔۔بے یقین اور افسردہ سا۔۔۔مومن چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔۔۔دونوں جیسے گنگ سے ہو گئے تھے۔۔۔کتنی خوبصورت بونڈنگ بن چکی تھی ان دونوں کے بیچ۔۔۔وہ سگے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی بات بنا کہے سمجھنے لگے تھے۔۔۔سیف مسلسل رابطے میں رہ کر اپنے مسائل شئیر کرتا تھا۔۔۔جہاں اس وقت سیف جاب کر رہا تھا، یہ نوکری بھی مومن کی دلائی ہوئی تھی۔۔۔مگر ماحور کو اس کا علم نہیں تھا۔۔۔وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ جب سیف کا یونی میں بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا، حالات قابو سے باہر ہونے لگے تو اس نے مومن کو کال کر کے بلوا لیا تھا۔۔۔پھر کیا تھا۔۔۔بنا نتیجے کی پرواہ کیے۔دونوں نے سر گھسیڑ لیے تھے اتنے بڑے جتھے کے بیچ۔۔۔تابڑ توڑ مکے اور لاتیں برسائی بھی تھیں اور کھائی بھی تھیں مگر چت کر کے دم لیا تھا۔۔۔وہاں سے جب دونوں سوجے ہونٹ اور زخمی پیشانیاں لے کر نکلے تھے تو چائے کا ڈھابہ آنے تک ایک دوسرے کے کاندھے پر بازو پھیلائے، سڑک پر زگ زیگ چلتے اونچی اونچی وسلنگ کرتے اور قہقہے لگاتے آئے تھے۔۔۔وہیں بیٹھ کر چائے کے دو دو گلاس پی کر ایک دوسرے کے زخموں کی ٹکور بھی کی تھی اور حالتیں دیکھ کر خوب ہنستے بھی رہے تھے۔۔۔مومن تو سبھی کا دوست تھا۔۔۔وہ تو زونی اور جنت کا بھی دوست تھا۔۔۔ان کی بھی خبر گیری کیا کرتا تھا۔۔۔نا جانے کیسے سالک پاشا اور ناعمہ پاشا بیچ میں آ گئے اور وہ بے بسی سے دیکھتا رہ گیا۔۔۔

سیف اسے ذرا سی دیر دیکھتے رہنے کے بعد ایک دم سے اس کے گلے لگ گیا۔۔۔مومن نے اسے بھی اپنے دونوں

بازوؤں میں مضبوطی سے بھر لیا۔۔سیف کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔مومن نے اس کی پشت سہلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ یکدم چیل کی طرح ماحور عقب سے نکل کر ان پر جھپٹی تھی۔۔۔

" تمہاری جرات کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔۔کیوں آئے تم یہاں۔۔۔مومن تراب میں تمہیں قتل کر دوں گی اب۔۔تمہاری شکل تک سے مجھے نفرت ہے۔۔۔اور تم جان بوجھ کر میرا تماشا دیکھنے کے لیے ہر دوسرے دن سامنا کرتے ہو۔۔میرا پیچھا چھوڑ دو۔۔۔تم جو چاہتے تھے ویسی ہی حالت ہے میری۔۔۔ہاں! بہت دکھی ہوں۔۔۔بس۔۔۔؟ یہی تسلی کرتے ہو نا کہ آیا ماحور مغل نے تم سے بچھڑنے کے بعد خوش ہونا تو نہیں سیکھ لیا۔۔۔تو یقین رکھو مومن تراب کہ میں خوشی کا مفہوم بھی بھول چکی ہوں۔۔۔بلکل ویسے جیسے مجھے اعتبار کے معنی بھول گئے۔۔۔جاؤ۔۔۔چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔!" اس نے دونوں ہاتھ زوردار آواز کے ساتھ جوڑ کر اسکے آگے کیے۔۔۔سیف کو یہ سب بہت برا لگا تھا۔۔۔وہ مومن کے چہرے کی بدلتی رنگت صاف محسوس کر رہا تھا۔۔۔اس نے ماحور کو ٹوکنا چاہا تو وہ پلٹ کر اسے بھی وارن کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"تم چپ رہو۔۔۔سمجھے۔۔۔میرے باپ مت بنو۔۔۔میں تم سے بہتر جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔۔۔!"

" اپیا پلیز۔۔۔! بی ہیو یور سیلف۔۔۔مومن بھائی سے میرا دوستی کا بھی رشتہ ہے، وہ میں کم از کم ختم نہیں کر سکتا۔۔۔میں خود غرض نہیں ہوں نا ہی پیسے پر مرتا ہوں۔۔۔!"

سیف کی بات پر ماحور کو جیسے سکتہ سا ہو گیا۔۔۔مومن بھی شرمندہ سا نظریں پھیر گیا۔۔۔یعنی سیف سوچ رہا تھا کہ ماحور نے سالک پاشا کی دولت کی خاطر مومن کو چھوڑ دیا ہے۔۔۔وہ اس کی غلط فہمی فوراً دور کرنا چاہتا تھا مگر ماحور یکدم ہوش میں آتے ہوئے اس کی جانب زہر خند نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔۔۔

" ویری ویلڈن مومن تراب۔۔۔ویری ویلڈن۔۔۔تو آپ نے اچھی گیم کھیلی ہے۔۔۔میرے بھائی کا استعمال خوب کر رہے ہیں آپ۔۔۔ظلم کر کے بھی مظلوم بنے اسی کے کندھے پر آنسو بہانے چلے آئے ہیں۔۔۔چلیے جب آنا جانا رکھنا ہی ہے تو ذرا کل بھی چلے آئیے گا۔۔۔کل شام کو چار بجے میری منگنی ہے آپ کے باس سالک پاشا سے۔۔۔مجھے امید ہے کہ آپ آ کر محفل کا رنگ ضرور دیکھنا چاہیں گے۔۔۔!" بے تحاشا نفرت سے کہتی وہ ایک جھٹکے سے واپس مڑ کر اندر تو چلی گئی مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ مومن تراب کے مجروح دل کو کتنے ٹکڑوں میں تقسیم کر گئی تھی۔۔۔وہ بھول گیا کہ یہاں کیا کرنے آیا تھا۔۔۔بس انہی قدموں واپس پلٹ گیا۔۔۔سیف نے کتنی بار پکارا مگر وہ بہرا ہو گیا تھا۔۔۔صرف نگاہوں کے سامنے بار بار وہ انگوٹھی جھلملا رہی تھی جو سالک پاشا نے اسی

کی پسند سے خریدی تھی۔۔۔سڑکیں ناپنا اب تو معمول بن گیا تھا مگر مرد ہوتے ہوئے بھی آنسو بہانے کے لیے وہ شام کی بڑھتی تاریکی میں کسی پارک کا رخ کیا کرتا تھا۔۔۔بے شمار بیتے لمحوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو جوق در جوق اسکے احاطہ سوچ میں داخل ہو کر دل کی ویرانی کا سبب بنتا رہا۔۔۔بہت دیر بعد جب وہ وہاں سے نکلا تو ماحور کے مکان کی رجسٹری یونہی لیے واپس آ گیا تھا۔۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے یہ رجسٹری کس کے حوالے کرنی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا کو ہوش آیا تو ان کی پہلی نگاہ سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے عادل پاشا پر پڑی تھی۔۔۔وہ ایک دم لیٹے سے اٹھ کر بیٹھنے لگیں تو دائیں جانب سے سالک کی آواز ابھری۔۔۔" لیٹی رہیں ماما۔۔۔ڈاکٹر نے آپ کو مکمل ریسٹ بتایا ہے۔۔۔اسٹریس ہے۔۔۔بہت خیال رکھنا پڑے گا۔۔۔ورنہ بلڈ پریشر نارمل نہیں ہو پائے گا۔۔۔آپ بے ہوش ہو گئی تھیں۔۔۔خانساماں نے آپ کو گرا دیکھا تو ابی کو کال کی تھی۔۔۔!" وہ سائڈ ٹیبل پر رکھیں میڈیسنز پوری توجہ سے دیکھتا بے حد اپنا اپنا لگا تھا۔۔۔عادل پاشا نے جو اس کے " ماما" کہنے پر پہلو بدلا تھا مصلحتا خاموش رہے تھے۔۔۔وہ سپاٹ سی نظروں کے ساتھ ناعمہ پاشا کا جائزہ لے رہے تھے۔۔۔ان کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔۔۔اس کا مطلب تھا کہ عادل پاشا نے ہی ان کی گفتگو سنی تھی۔۔۔اگر سالک نے ان کی باتیں سنی ہوتیں تو وہ اب ان سے اتنا فرینک ہو چکا تھا کہ باز پرس کر لیتا اور ماحور کے حوالے سے اتنی بڑی بات ہضم کرنا ممکن نہیں تھا۔۔۔وہ سراسیمہ سی عادل پاشا سے نظریں چرائے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔

"کس قسم کا اسٹریس لے رہی ہیں آپ ناعمہ۔۔۔؟ سب کچھ آپ دونوں کی مرضی کے عین مطابق ہو تو رہا ہے۔۔۔پھر کیوں پریشان ہیں آپ۔۔۔!" وہ طنزا ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں گویا ہوئے تو ناعمہ پاشا کے ہاتھ پیروں کی سنسناہٹ میں اضافہ ہو گیا۔۔۔سالک نے ان کے چہرے کی بدلتی رنگت پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر عادل پاشا کی جانب متوجہ ہوا تا کہ ان کا دھیان اپنی اور کروا سکے۔۔۔

" میرے نئے گھر کو سیٹ کرنے کی ٹینشن ابی۔۔۔وہ اسے آپ کی بہو کے شایان شان بنانا چاہتی ہیں۔۔۔کیوں ماما۔۔۔؟" وہ ان کے برابر والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔۔۔عادل پاشا نے سختی سے مٹھیاں بھینچ کر کھولیں جیسے اپنا غصہ ضبط کر رہے ہوں۔۔۔

" تو تم نے شفٹ ہونے کا ارادہ بدلا نہیں۔۔۔؟ کہا تو تھا تمہیں کہ کوئی ضرورت نہیں الگ گھر میں شفٹ ہونے کی۔۔۔کرو جو کرنا ہے، بس میں تمہاری کسی خوشی میں شریک نہیں ہوں گا۔۔۔نا ہی اس لڑکی کو اپنی بہو تسلیم کروں گا۔۔۔ہاں! وہ تمہاری

بیوی کی حیثیت سے یہاں رہ سکتی ہے۔۔۔!"

مختار انصاری سے ملاقات کے بعد چند دن پہلے انہوں نے ایک روز ناشتے کے دوران سالک پاشا کو الگ گھر میں شفٹ ہونے سے منع کر دیا تھا یہاں تک کہ شادی کی بھی اجازت دے دی تھی۔۔۔سالک پاشا اس کایا پلٹ پر حیران ضرور ہوا مگر خاموش رہا اور اپنے فیصلے پر بھی قائم تھا، سو ابھی بھی رسان سے گویا ہوا۔۔۔

"تھینکس ابی۔۔۔لیکن میں نہیں چاہتا کہ ماحور شادی کے بعد کسی قسم کی کشمکش کا شکار ہو۔۔۔یا آپ کے خوف سے دبکی رہے۔۔۔جس گھر کا سربراہ اسے قبول کرنے سے انکاری ہو، وہاں وہ ریلکیس ہو کر کیسے رہ سکتی ہے۔۔۔آئم سوری ابی۔۔۔اگر آپ اسے پورے دل سے ایکسیپٹ کرتے ہیں تو ٹھیک وگرنہ دوسری صورت میں، میں اسے شادی کے بعد یہاں رکھنا نہیں چاہوں گا۔۔۔!"

اس کے دوٹوک لہجے نے عادل پاشا کے سینے میں کھولن بڑھا دی تھی مگر انہیں وقت سے پہلے اظہار کر کے اپنا پلان خراب نہیں کرنا تھا۔۔۔انہوں نے اٹھ کر کنسول ٹیبل پر دھرے سگار کیس میں سے سگار نکالا اور اسے سلگا کر پلٹے بنا بولے۔۔۔

"وقت سے پہلے اتنی بڑی بڑی باتیں انسان کی ناتجربہ کاری کو ظاہر کرتی ہیں سالک۔۔۔شادی تو ہو لینے دو۔۔۔!"

"کل منگنی کی رسم ادا کرنے جانا ہے ماما نے۔۔۔" وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔۔۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بے حد پرسکون تھا۔۔" اور آئی ہوپ کہ شادی کی ڈیٹ بھی فکس کر کے آئیں گے ہم۔۔۔شادی کون سا دور ہے اب ابی۔۔۔ہاں اگر آپ ساتھ چلیں تو میں اپنے فیصلے پر ضرور نظر ثانی کروں گا۔۔۔آپ میرے باپ ہیں، میں آپ کی غیر موجوگی سے خوش تو بہر حال نہیں ہوں۔۔۔سی یو لیٹر۔۔۔میں کچھ دیر ریسٹ کروں گا۔۔۔ماما میڈیسن لے لیجیے گا آن ٹائم۔۔۔!" وہ عادل پاشا کی پشت نظروں سے ٹٹولتا، ناعمہ پاشا کو ہدایت دیتا کمرے سے نکل گیا۔۔۔ناعمہ پاشا نے فوراً کمفرٹر سر تک تان کر عادل پاشا کی چبھتی نظروں سے خود کو محفوظ کیا۔۔۔جبکہ عادل پاشا نے طیش کی آخری حد پر کھڑے ہوتے ہوئے سگار کو ایش ٹرے میں توڑا اور مڑ کر زہر خند نگاہیں ناعمہ پاشا پر مرکوز کیں، جن کا وجود کمفرٹر کے نیچے سے بھی کپکپاتا صاف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

"اس طرح رونے سے تمہیں کتنے نفلوں کا ثواب ملے گا ماہی۔۔۔؟" رائنہ نے بے بسی بھری جھنجھلاہٹ سے اسے ٹوکا تھا۔۔۔کب سے وہ دونوں چھت پر تھیں اور رائنہ اسے مستقل بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔وہ بہت بری طرح رو رہی تھی۔۔۔اس کا رونا بلکنا دیکھ کر رائنہ کو شدید بے چینی ہو رہی تھی۔۔۔

”اب اگر تم چپ نا ہوئی نا ماہی تو میں دادی کو بلا لوں گی اوپر۔۔۔سمجھی۔۔۔!“

”میں کیا کروں رائنہ۔۔۔میں خود کو جتنا سنبھالتی ہوں اتنا ہی بکھر جاتی ہوں۔۔۔اسے جتنا بھلاتی ہوں وہ اور شدت سے یاد آتا ہے۔۔۔کیوں گھر آیا وہ آج۔۔۔کیا پہلے کم زخم دیے ہیں اس نے جو یہ ایک کسر رہ گئی تھی۔۔۔کیوں مجھے یاد دلانے آ گیا کہ میں اس کے ہاتھوں کیسی بے وقوف بنی ہوں۔۔۔رائنہ۔۔۔رائنہ۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔میں اسے بدعا بھی نہیں دے پاتی۔۔۔!“

ماحور اپنے بالوں میں انگلیاں گھسائے انہیں نوچ دینے کے درپر تھی۔۔۔رائنہ نے فوراً اسے خود سے لگا لیا۔۔۔وہ اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی سوائے تسلی دلاسہ دینے کے۔۔۔مومن کی طرف سے اس کا دل صاف کرنا بھی عبث تھا۔۔۔کل اس کی انگلی میں سالک پاشا کے نام کی انگوٹھی ہوتی اور کچھ ہی عرصے میں وہ مسز سالک پاشا کہلائی جانے والی تھی۔۔۔ایسے میں مومن تراب ایک سراب بن کر رہ جاتا۔۔۔پھر بھی نا جانے کیا سوچ کر رائنہ نے ماحور کو کریدا۔۔۔

”تم نے مومن کو اس کی دی ہوئی رنگ واپس نہیں کی اب تک۔۔۔بھلا لوٹا دو اسے۔۔۔کیا کرو گی رکھ کر۔۔۔؟“

اس کی بات کے ردعمل میں ماحور کے چہرے کا رنگ مزید پھیکا پڑا۔۔۔وہ لاشعوری طور پر اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی مسلنے لگی۔۔۔رائنہ کا دل دکھ گیا۔۔۔وہ کہے بنا نہیں رہ پائی۔۔۔

”نا جانے کیا کر رہی ہو تم ماہی۔۔۔مومن تمہارے اندر بستا ہے تو پھر کیوں سالک پاشا کے لیے حامی بھری۔۔۔اگر مومن کو بھول نہیں سکتی تھی تو اپنی امی کو انکار کر ڈالتی۔۔۔اتنی تو جرات تم میں تھی ماہی۔۔۔کیا خبر مومن پلٹ آتا۔۔۔!“

”وہ پلٹ آتا اور میں سب کچھ بھول کر اسے قبول کر لیتی۔۔۔اتنی ارزاں ہوں میں کیا۔۔۔اس دن دیکھا تھا نا اسے مال میں۔۔۔اسکے ہاتھ میں انگوٹھی تھی رائنہ۔۔۔وہ کسی اور کے ساتھ تھی ہو چکا ہے۔۔۔پلٹ بھی آئے تو کیا میرا دل پہلے جیسا ہو جائے گا۔۔۔؟ کبھی نہیں۔۔۔!“ وہ سختی سے گال رگڑتے ہوئے دوٹوک لہجے میں بولی۔۔۔

”اور سالک پاشا کے ساتھ شادی کر لینے کی صورت میں میرے بہن بھائیوں کو امی کا ساتھ مل جائے گا رائنہ۔۔۔میں نے، سیف اور ریان نے تو پھر امی کی گود میں کھیلا ہے، انہیں محسوس کیا ہے۔۔۔ہماری یادداشتوں میں ان کی پیار لٹاتی ممتا محفوظ ہے مگر زونی اور جنت کو تو امی کا لمس تک یاد نہیں۔۔۔وہ دونوں بولتے نہیں مگر وہ خوش ہیں کہ میری شادی کے بعد وہ بھی امی کے قریب رہ پائیں گے۔۔۔مجھے بنجر وجود کہیں تو دفنانا تھا رائنہ تو سالک پاشا کا محل ہی سہی۔۔۔ایک میرے تابوت پر سب کی خوشیاں کھڑی ہوں تو کیا برائی ہے۔۔۔میرے اندر سے اب ہنسی نہیں پھوٹ سکتی۔۔۔میں مومن کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتی مگر میں امی اور بچوں کو قریب

تو کر ہی سکتی ہوں۔۔۔!"

"تو کیا یہ سالک پاشا کے ساتھ زیادتی نا ہو گی ماہی۔۔۔وہ تو تم سے سچی محبت کرتا ہے۔۔۔!"

"تو کیا اس نے ابرش کے ساتھ زیادتی نہی کی۔۔۔؟ جب ابرش کی محبت اس پر آشکار ہو ہی چکی تھی تو وہ ظرف بڑا کر لیتا۔۔۔اتنی خوبصورت، جان لٹانے والی لڑکی کو رد تو نا کرتا۔۔۔کس بے رحمی سے اس نے ابرش کو سچائی بتا دی۔۔۔یہ تک نا سوچا کہ اس نازک سی لڑکی پر کیا بیتے گی۔۔۔محض اپنی چاہت کے حصول کا سوچا۔۔۔تو اب بدلے میں اسے جو ملے گی وہ بھی کسی کی ردکی ہوئی ہے۔۔۔میں بھی تو محبت کے پھول کسی پر نچھاور کر چکی ہوں۔۔۔اب تو کانٹوں بھری شاخ ہوں میں۔۔۔جتنا قریب آئے گا اتنا زخم زخم ہو گا۔۔۔!"

ماحور تنفر سے کہتی منہ پھیر کر آسمان پر تیرتے چیدہ چیدہ بادلوں کو ڈبڈبائی نظروں سے دیکھنے لگی اور رائنہ ششدر سی لاجواب بیٹھی رہ گئی۔۔۔یہ تو سب کچھ بالآخر بربادی کی طرف جا رہا تھا۔۔۔اگر ماحور سالک پاشا کے ساتھ بس نا سکی یا وہ جان گیا کہ اس کی زندگی میں کوئی تھا تو یہ بات ناعمہ پاشا کے حق میں بھی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔۔۔عجب ہی گھوٹالہ ہونے جا رہا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

آج دوسری بار اس نے مختار انصاری کو عادل پاشا کے کمرے سے نکلتا دیکھتا تھا۔۔پہلی بار اسے دیکھنے پر وہ پہچان نہیں پایا تھا مگر آج اسے یاد آ گیا تھا کہ یہ کون تھا۔۔ماحور جس رات اس خبیث کے چنگل سے نکل کر بھاگی تھی تو اسے بحفاظت گھر پہنچانے کے اگلے دن وہ اس کے فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ گیا تھا۔۔اسے دیکھ کر بھی آیا تھا اور بہانے سے ملاقات بھی کی تھی۔۔اب یکدم اس کو پہچان لینے کے بعد وہ اٹھ کر پیون کے پاس گیا تھا۔۔اس کا اچھے سے حال چال پوچھ کر جیب سے پانچ سو کا نوٹ نکالا اور اس کے ہاتھ پر دھرتے ہوئے بولا۔۔

"یہ رکھ لو خرم۔۔میری طرف سے بچوں کے لیے کچھ لے جانا۔۔!"

"اس کی کیا ضرورت تھی بھلا سر جی۔۔!" پیون خرم نے نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے چاپلوسی سے کہا۔۔

"کمینہ۔۔!" زیرلب کہتے مومن اسے دیکھ کر کھل کر مسکرایا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ لہجے میں مخاطب ہوا۔۔

"میں نے سنا ہے کہ تمہاری بدلی کر رہے ہیں۔۔؟"

"ہیں۔۔؟ نہیں جی سر جی۔۔کس ظالم نے یہ ہوائی اڑا دی جی۔۔میں تو یہ۔۔" خرم نے ہاتھ سے فرش سے لے کر اپنی ٹانگ کے جوڑ تک پیمائش کی۔۔" اتنا سا تھا جی جب بڑے صاب جی نے اللہ بخشے مجھے رکھا تھا۔۔میں اکھاڑ کر رکھ دوں گا جو بھی میری جگہ پر آیا جی۔۔!" وہ بیچارہ یکدم بری طرح جذباتی ہو گیا تھا۔۔

"اچھا۔۔! مجھے کوئی کہہ رہا تھا کہ یہ جو موٹا ابھی یہاں سے گیا ہے، وہ اپنا بندہ شدہ رکھوانے کے لیے سفارش لے کر آتا ہے۔۔ہاتھ پیر مار رہا ہے بڑے۔۔!"

خرم زیادہ کائیاں آدمی تھا۔۔بات کی گہرائی میں جائے بنا ہی بولتا چلا گیا۔۔

"یہ۔۔! یہ تو جی بڑا مندا بندہ ہے سر جی۔۔لیکن میری جگہ کسی کو رکھوانے نہیں آتا بلکہ جی یہ جو عادل سر ہیں نا جی۔۔" وہ ادھر ادھر دیکھتا احتیاط سے بولا۔۔" ان کے ساتھ عجیب سی باتیں کرتا ہے۔۔کسی کڑی شڑی کا چکر ہے۔۔اللہ جانے کون نمانی ہے۔۔یہ اپنے سالک سر اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں جی اور یہ دونوں اسے نا جانے کیسے چکروں میں پھنسانے کی باتیں کرتے ہیں۔۔بلکہ پھنسا چکے ہیں جی۔۔اس لڑکی کا باپ جوئے میں مکان ہار گیا ہے اپنا اور جس کے آگے ہارا ہے وہ اسی مختار انصاری کا آدمی ہے جی۔۔اسی نے اسے آگے لگایا تھا۔۔اب اس لڑکی کا باپ چھپتا پھر رہا ہے اور یہ لوگ نئے سیاپے میں پھنسانے والے ہیں جی اس بیچاری کو۔۔میں جب چائے دینے جاتا ہوں تو کان لازمی دھرتا ہوں۔۔!" وہ بڑے فخر سے بول رہا

تھا اور مومن کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔۔۔اس کا لہو یکدم سر میں سمٹ آیا تھا۔۔۔خون رنگ آنکھیں لیے وہ ایک جھٹکے سے پلٹ گیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس بھرنے لگا۔۔۔عادل پاشا بد خصلت تھا، یہ تو وہ جانتا تھا مگر اتنا زیادہ خطرناک بھی ہوسکتا تھا یہ اس نے توقع نہیں کی تھی۔۔۔مختار انصاری کے ذریعے عقیل مغل کو ٹریپ کرانے کا سیدھا سیدھا مطلب تھا کہ مصیبت ماحور کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔مختار انصاری پرانا بدلہ چکانے کے لیے چوکس تھا اور عادل پاشا کا اپنے بیٹے پر جب بس نہیں چلا تو ماحور پر داؤ کھیلنے لگے تھے۔۔۔ایسا وہ کبھی نہیں ہونے دے گا۔۔۔یہ کیسا گیم کھیل رہے تھے وہ، اسے جلد از جلد پتا لگوانا ہی ہوگا مگر اس سے پہلے وہ اٹھا اور اپنی ٹیبل کی دراز کھول کر اس میں موجود کاغذات کو جلدی جلدی پھرولنے لگا۔۔۔!

☆......☆......☆

عشق دل میں نہیں روح میں اترنا چاہیے۔۔۔دل میں تو ایک ساتھ کئی محبتیں سما سکتی ہیں مگر روح کا ناتا ایک بار جس سے جڑ جائے وہ مرتے دم تک نہیں ٹوٹتا۔۔۔نا ہی تبدیل ہوتا ہے۔۔۔!

وہ اپنے وجود کے ساتھ وہاں براجمان تھی مگر بے جان وجود۔۔۔اس نے مان لیا تھا کہ اس کی روح مومن تراب کی اسیر تھی۔۔۔وہ مومن تراب کے ساتھ ہی جڑی رہنے والی تھی۔۔۔ٹو سیٹر پر جب رائنہ نے اسے لا کر سالک پاشا کے پہلو میں بٹھایا تھا تو نا اس کا جسم کپکپایا، نا وہ گھبراہٹ کا شکار ہوئی بلکہ کسی سنگی مجسمے کی طرح وہ بے تاثر سی بیٹھ گئی تھی۔۔۔سالک پاشا کے لیے مگر یہ سب معمولی نہیں تھا۔۔۔اس کی چاہت اور زندگی کی خوشیوں کا نچوڑ آج اس کے اتنا قریب تھا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتا تھا۔۔۔ماحور کو وہ آج اپنے نام کی انگوٹھی پہنانے آیا تھا۔۔۔اس دن کا وہ دن میں کئی بار خواب دیکھتا تھا۔۔۔آج حقیقت بن چکا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کی اندرونی کیفیت خوشی بن کر ان کے چہرے پر جھلک رہی تھی۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ عادل پاشا اتنے آرام سے سرنڈر کر دیں گے۔۔۔وہ خود بھلے نہیں شامل ہوئے تھے نا ہونے کا ارادہ تھا مگر ان کا سالک کو اجازت دے دینا ہی معمولی امر نہیں تھا۔۔۔زلیخا دادی بجھے دل سے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے ماحور کو دیکھ رہی تھیں جو اس وقت خوفناک حد تک سپاٹ سی بیٹھی تھی۔۔۔رائنہ اور عاقب بھائی کی آوازیں نمایاں تھیں جیسے جان بوجھ کر اونچا اونچا بول کر ماحول کی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔۔۔ناہید آنٹی بھی ناعمہ پاشا سے باتوں کا سلسلہ جوڑے ہوئے تھیں۔۔۔زونی اور جنت خوب چہک رہے تھے کیونکہ ناعمہ پاشا نے آج ان کے لیے تحائف کا انبار لگا دیا تھا۔۔۔خوبصورت ریپنگ میں لپٹے چھوٹے بڑے ہر سائز کے ڈبے کھول کھول کر وہ سیر ہی نہیں ہو پا رہے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا ان کی ماں تھیں اور ان کی شخصی کمیوں سے بھی واقف تھیں۔۔۔وہ

جانتی تھیں کہ ترس ترس کر ہر چیز ملنے والے بچوں کے لیے ایسے گفٹس کیا معنی رکھتے تھے۔۔۔اس معاملے میں بھی وہ نا چاہتے ہوئے بھی خود غرض بن رہی تھیں کیونکہ بچوں کو قریب کرنا ان کا پہلا مقصد تھا اور اس کا حصول آسان بنانے کے لیے وہ ہر جتن کر گزرنے کو تیار تھیں۔۔۔وہ تو ریان اور سیف کے لیے بھی اعلی برانڈ کے سوٹ لے کر آئی تھیں۔۔۔ریان نے ان کے اصرار پر پہن لیا تھا مگر سیف نے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔۔۔اس کی سرخ اور سوجی آنکھیں اس کی تھکن اور اندرونی توڑ پھوڑ کی عکاس تھیں۔۔۔مگر ناعمہ پاشا نے فی الوقت نگاہ چرانا بہتر سمجھا تھا۔۔۔ابھی اسے چھیڑ کر وہ سالک کے سامنے کسی بھی قسم کا تماشا نہیں چاہتی تھیں۔۔۔پہلے ہی وہ ماحور کے جامد تاثرات کو لے کر دل ہی دل میں شدید پریشان تھیں۔۔۔وہ جلد از جلد رسم کر کے شادی کی تاریخ پکی کرنا چاہتی تھیں۔۔۔ان کا بس چلتا تو وہ آج ہی نکاح کروا کے ماحور کو لے جاتیں مگر سالک اس طرح کبھی راضی نا ہوتا۔۔۔وہ خوب دھوم دھام سے اور اپنی محبت کے شایانِ شان طریقے سے بارات لے کر آنا چاہتا تھا۔۔۔اور پھر ناعمہ پاشا کو ابھی مہلت نہیں ملی تھی کہ وہ بچوں سے کھل کر بات کریں اور انہیں سالک کے نئے بنگلے میں شفٹ کر سکیں۔۔۔اس سلسلے میں انہوں نے ابھی تک کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔عقیل مغل کے اکیلے رہ جانے کا غلغلہ اگر اٹھتا بھی تو انہیں پرواہ نا تھی۔۔۔وہ جس کرب اکو سہہ چکی تھیں اسی کرب کا ذائقہ عقیل مغل کو چکھانے کا وقت آ گیا تھا۔۔۔بدلہ ایسا پکوان ہے جسے ہمیشہ ٹھنڈا کر کے پیش کرنے سے اپنے ہاتھ نہیں جھلستے۔۔۔!

ناعمہ پاشا نے اپنے خوبصورت ہینڈ بیگ سے مخملیں ڈبیا نکال کر اسے کھولا۔۔۔نہایت محبت سے چمکتی دمکتی انگوٹھی کو دیکھا اور اجازت طلب نظریں زلیخا دادی پر ڈالیں۔۔۔دادی نے بجھے دل سے سر ہلا دیا۔۔۔انہوں نے بسم اللہ کہتے انگوٹھی نکال کر سالک پاشا کو تھما دی اور پہنانے کا اشارہ کیا۔۔۔اس نے وفورِ شوق سے ایک نظر دوپٹے کی آڑ سے دکھائی دیتے اس کے رخسار کو دیکھا اور پھر نرمی سے اس کا بایاں ہاتھ تھام لیا۔۔۔جسے تھامتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے برف کی سل پکڑ لی ہو۔۔۔ٹھنڈے یخ ہاتھ کو اس کا دل چاہا کہ اپنی ہتھیلی میں دبا کر گرمائش پہنچائے مگر ایسی ہر خواہش اس نے آنے والے وقت پر اٹھا کر انگوٹھی اس کی باریک اور نازک سی انگلی میں ڈال دی۔۔۔انگوٹھی پہناتے ہی ماحور نے فی الفور ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا لیا تھا۔۔۔سالک پاشا نے ٹھٹک کر اسے دیکھا اور مسکرا دیا۔۔۔ناہید آنٹی منہ میٹھا کرانے کے لیے مٹھائی کی پلیٹ تھام کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور رائنہ کو لوازمات کچن سے لا کر ٹیبل پر سجانے کا کہا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ جاتی، باہر صحن میں بلا کا شور اٹھا۔۔۔توڑ پھوڑ کی آوازیں بھی کانوں میں پڑ رہی تھیں۔۔۔سبھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔سیف، ریان اور سالک فوراً باہر کو لپکے۔۔۔صحن میں ہیرا پانچ سات آدمیوں کا گروہ لیے عقیل مغل کو پیٹ رہا تھا۔۔۔وہ فرش پر نیم مردہ سے پڑے پٹ رہے تھے۔۔۔سیف اور سالک فوراً

انہیں چھڑانے کے لیے آگے بڑھے تو ہیرے نے ہاتھ میں تھاما موٹا سا ڈنڈا لہراتے ہوئے انہیں دھمکایا۔۔۔

" خبردار۔۔۔جو ایک بھی قدم آگے بڑھایا تو۔۔۔اندر جو ڈرامہ ابھی ابھی تم لوگوں نے کھیلا ہے اسے بند کرو اور یہ لڑکی میرے حوالے کرو۔۔۔!"

اس کا اشارہ برآمدے کے جالی والے دروازے کے اندر سے نظر آتی ماحور کی طرف تھا جس کی آنکھیں اس بات پر حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔۔۔رائنہ نے فوراً اسے اپنی پشت کے پیچھے کیا۔۔۔ہیرا پوری تیاری سے آیا تھا،اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اندر ابھی رسم ادا ہوئی ہے اور اس نے ماحور کی نشاندہی بلکل درست کی تھی۔۔۔سیف اور ریان اگلے ہی لمحے مارے طیش کے اس کی جانب لپکے تھے مگر سالک پاشا دونوں کو رک جانے کا اشارہ کرتے ہوئے دبنگ لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔۔۔

"کون ہو تم۔۔۔اور یہ سارا تماشا کس لیے ہے۔۔۔جو بھی بات کرنی ہے مجھ سے کرو۔۔۔کیوں مار رہو ہو تم انہیں۔۔۔؟"

" اوئے تو درمیان سے ہٹ جا سمجھا۔۔۔ایک ڈنڈا پڑا نا تو سارا سوٹ بوٹ دھرا رہ جانا ہے۔۔۔ہٹ پرے۔۔۔لڑکی لے جانے دے۔۔۔"

اس کا جملہ پورا ابھی بمشکل ہوا تھا کہ سالک کا ایک زوردار پنچ جبڑے پر پڑا اور دوسرے ہی پل وہ عقیل مغل کے پہلو میں گرا خاک چاٹ رہا تھا۔۔۔اس قسم کے حملے کی اسے توقع نہیں تھی۔۔۔اس کے ساتھی فوراً سالک کی جانب لپکے مگر ہیرے نے انہیں آواز دے کر روک لیا۔۔۔خود نیچے سے اٹھ کر ہونٹوں کے کناروں سے خون صاف کیا اور بولا۔۔۔

" دیکھ تیرا میرا کوئی جھگڑا نہیں۔۔۔مجھے یہ لڑکی چاہیے کیونکہ اس کا باپ اسے جوئے میں ہار چکا ہے۔۔۔اب یہ میری ہے۔۔۔!"۔

❁ ❁

ناول ساگر کنارے ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 15 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 12

وہ سب انتہائی حیرت سے ہیرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔بے یقینی اور خوف سب کے چہروں پر غازہ بن کر چھایا تھا۔۔۔ماحور نے دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر رکھ کر چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔۔۔زلیخا دادی نے دوہتھڑ سینے پر مار کر دہائی دی۔۔۔" تیرا بیڑہ غرق ہوجائے عقیل۔۔۔"!

اپنا لہو چاٹتا ہیرا ابھرتے ہوئے سالک پاشا سے مخاطب ہوا۔۔۔

" مجھے مارنے سے پہلے پوچھو اس نشئی سے۔۔۔اس نے کتنا بڑا جوا کھیلا تھا۔۔۔اپنا مکان ہارا تھا اس نے۔۔۔جب مکان کے کاغذات مانگے تو آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔۔۔بولا کھو گئے۔۔۔مار پیٹ سے بچنے کے لیے اس نے خود مجھے پیشکش کی کہ میں اپنی بیٹی دے دیتا ہوں تجھے۔۔۔نکاح کرلے اس سے۔۔۔اب بولو کہ میں کہاں غلط ہوں۔۔۔مکان نہیں دے گا تو لڑکی تو میں لے کر جاؤں گا۔۔۔!" ہیرا ایسے اکڑ کر بولا جیسے واقعی نیک کام کرنے آیا تھا۔۔۔

سیف نے بے بسی سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں سر کے بالوں کو بھینچ لیا۔۔۔شرمندگی سی شرمندگی تھی جوان سب بہن بھائیوں کو عقیل مغل کی وجہ سے اٹھانی پڑ رہی تھی۔۔۔عاقب بھائی نے ریان اور سیف پر مسلسل نگاہ رکھی ہوئی تھی تاکہ طیش میں آکر ہیرے پر پل نا پڑیں۔۔۔یہ معاملہ واقعی حکمت عملی سے حل کرنے والا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کے چہرے پر بلا کی نفرت ہلکورے لے رہی تھی۔۔۔وہ خون آشام نگاہوں سے فرش پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے عقیل مغل کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔سالک پاشا نے چند پل لیے تھے ہیرے کی اوقات اور حیثیت جانچنے میں۔۔۔اس کے بعد اس نے اپنا کوٹ اتار کر ناعمہ پاشا کو پکڑایا اور بٹن کھول کر کف فولڈ کرتا ہوا آگے بڑھا۔۔۔

" نا یہ مکان تمہیں ملے گا نا اس لڑکی پر اپنی غلیظ نگاہ ڈالنا۔۔۔!" ایک جھٹکے سے ہیرے کا گریبان کھینچ کر غراتے ہوئے کہا۔۔۔

" یہ کیسے ہوسکتا ہے جی۔۔۔مکان ہارا ہے یہ عقیل۔۔۔مجھے میرا مکان دیں یا پھر لڑکی حوالے۔۔۔"

اگلے ہی پل سالک پاشا کا ایک اور گھونسا اس کی زبان کو بریک لگوا گیا۔۔۔

"کہا ناکہ لڑکی کا نام بھی مت لینا۔۔۔اب بولا تو زبان گدی سے کھینچ کر گردن کے گرد لپیٹ دوں گا۔۔۔سمجھا!"

ہیرا دو مکوں سے ہی سمجھ گیا کہ کام بگڑ گیا ہے اس لیے پینترا بدل گیا۔۔۔

"مجھے مکان دیں جی یا پھر رقم دیں۔۔۔ایسے تو میں ٹلوں گا نہیں۔۔۔جواریوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔۔۔آپ بیشک پولیس کو بلالیں۔۔۔ایک دو دن میں دوبارہ باہر ہوں گا میں اور پھر آؤں گا۔۔۔!" اس نے واضح کر دیا کہ اسے پولیس کے حوالے کرنا بیکار ہوگا۔۔۔سالک کو اندازہ تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔۔۔اتنے سکون سے جوئے اور شراب کی محفلیں پولیس کی سرپرستی کے بنا نہیں لگتیں۔۔۔اور وہ یہی چاہتا تھا کہ ہیرا رقم کی مانگ کرے۔۔۔وہ ہیرے کو کڑی نگاہوں سے دیکھتا چند قدم اٹھاتا ناعمہ پاشا کی سمت گیا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک بک نکال کر ایک چیک پر سائن کر کے اسے ہیرے کی جانب اچھال دیا۔۔۔

"اس میں رقم بھر کر کیش کرالینا۔۔۔اور اب ایک سیکنڈ سے پہلے یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔۔۔دوبارہ نظر آئے تو ایسی جگہ غائب کرواؤں گا جہاں سے قیامت کے روز ہی ملو گے۔۔۔نکلو یہاں سے۔۔۔!"

ہیرے نے چیک جھپٹ کر اٹھایا اور اسے ندیدوں کی طرح چوم کر جیب میں ڈال کر فوراً اپنے آدمی لے کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔پیچھے موت کا سا ہولناک سناٹا چھا گیا۔۔۔ماحور کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔۔۔سیف اور ریان، سالک پاشا کے ممنون ہو گئے تھے لیکن باپ کی اس حرکت کی وجہ سے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔۔۔رائنہ پہلے ماحور کو اس کے کمرے میں پہنچا کر بمشکل لٹا آئی اور پھر دونوں بچوں کو کسی طرح بہلاتی وہاں سے لے گئی۔۔۔اس کے جاتے ہی سالک پاشا نے دوبارہ کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ برآمد کیا۔۔۔

"یہ رہی آپ کے مکان کی رجسٹری۔۔۔یہ میرے پاس کیسے آئی، اسے جانے دیجیے گا ہے۔۔۔آپ بس اسے سیف جگہ پر سنبھال لیں۔۔۔!"

سب دم بخود اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا خود حیران پریشان تھیں کہ اس کے پاس اس مکان کی رجسٹری کہاں سے آگئی۔۔۔سیف نے اس کے ہاتھ سے لے کر شکریہ ادا کیا اور شرمندہ سا جھکے سر سے اندر چلا گیا۔۔۔جو کچھ بھی یہاں ہوا تھا اس کے بعد ان سب کو تھوڑا ٹائم چاہیے تھا سنبھلنے کے لیے۔۔۔عاقب بھائی اپنی امی کو لے کر گھر چلے گئے۔۔۔پیچھے صحن میں محض زلیخا دادی، ناعمہ پاشا اور سالک کھڑے رہ گئے تھے یا پھر ابھی تک گٹھری کی صورت عقیل مغل کا کپکپاتا وجود پڑا تھا۔۔۔

"تم نے ہمیں اپنا قرضدار کر لیا بیٹا۔۔۔ہم سبھی کو خرید لیا تمہارے احسان نے۔۔۔!" زلیخا دادی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سالک سے کہا تو اس نے فوراً آگے بڑھ کر انہیں تھام لیا۔۔۔

"ایسا مت کہیں۔۔۔مجھے شرمندہ مت کریں۔۔۔بس یہ شکر کریں کہ بات بگڑی نہیں۔۔۔وگرنہ ہمارے جانے کے بعد یہ شخص آتا تو نا جانے کیا ہو جاتا۔۔۔!"

"لیکن بیٹا تمہارے پاس رجسٹری کے پیپرز کہاں سے آئے۔۔۔کیا تم جانتے تھے کہ ایسا کچھ ہونے والا ہے۔۔۔؟ ورنہ انہیں کوٹ کی جیب میں لے کر پھرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔۔۔!" ناعمہ پاشا کی حیرت رفع ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔۔۔ان کا سر فخر سے بلند ہو گیا تھا۔۔۔دل میں جو ذرا سا ملال تھا وہ بھی ڈھل گیا۔۔۔کیسا لاجواب انتخاب تھا ان کا۔۔۔کیسے بروقت ساری سچویشن سنبھال لی۔۔۔کھٹ سے چیک کاٹ کر تھما دیا۔۔۔بھلا مومن ہوتا تو ایسا کر پاتا۔۔۔؟

"یوں سمجھیں کسی خیر خواہ نے بروقت خبردار کر دیا۔۔۔" سالک نے کوٹ پہنتے ہوئے رسان سے جواب دیا۔۔۔"اب ہمیں بھی چلنا چاہیے۔۔۔ان سب کو اکیلا چھوڑ نا بہتر رہے گا تاکہ خود کو اس ساری اذیت سے باہر نکال سکیں۔۔۔کیا خیال ہے۔۔۔؟"

اس نے ناعمہ پاشا سے پوچھا تو انہوں نے رضامندی سے کندھے اچکا دیے۔۔۔سالک مسکراتا ہوا ایک نگاہ برآمدے سے نظر آتے خالی لاؤنج پر ڈالتا گیٹ سے باہر نکل گیا۔۔۔عقیل مغل کی طرف اس نے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔۔۔حرکت ہی ناقابل معافی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا، زلیخا دادی کے ساتھ اندر جا کر بچوں سے مل کر اور انہیں تسلی دلاسہ دے کر باہر آئیں تو عقیل مغل کھڑے ہو کر اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے کپڑوں پر لگی بے تحاشا گرد جھاڑ رہے تھے۔۔۔جو کچھ آج ہوا تھا اس کے اثرات ان کے بھی چہرے سے مترشح تھے۔۔۔یہ راہ انہیں جیدے نے ہی سجھائی تھی۔۔۔اس وقت وہ بھلے اسے کوئی بھی جواب دیے بنا وہاں سے چلے آئے تھے مگر گھر آ کر انہیں اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں محسوس ہوا تھا۔۔۔ماحور کو انہیں کہیں نا کہیں تو بیاہنا ہی تھا تو ہیرے میں کیا برائی تھی۔۔۔کتنا کماتا کھاتا آدمی تھا۔۔۔ایک بار جو لگا تا تھا تو کئی مہینوں کے لیے بے فکری ہو جاتی تھی۔۔۔یہی کچھ سوچ کر انہوں نے ہیرے کو خود آفر کی تھی مکان کے بدلے ماحور کی۔۔۔ہیرے کی آنکھوں میں کمال کی خباثت اتر آئی تھی۔۔۔اسے یہی سودا کرنے کے لیے ہی تو پلانٹ کیا گیا تھا۔۔۔اس نے ایک لمحے کی بھی دیر کیے بنا ہاں کہہ دی تھی۔۔۔عین اسی پل جیدے نے وہاں آ کر ساری خرابی کر دی تھی۔۔۔اس نے ہیرے کے سامنے ہی عقیل مغل کو اطلاع دے دی کہ اس کے گھر میں اس کی بیٹی کا رشتہ طے ہو رہا ہے اور وہ یہاں بیٹھا ہے۔۔۔عقیل مغل کا رنگ فق ہوا سو ہوا ہیرے نے جھٹ انہیں لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا اور اسی طرح پیٹتے ہوئے گھر کے صحن میں لا پٹخا تھا۔۔۔زندگی میں پہلی بار عقیل مغل نے پورے دل سے موت کی چاہ کی تھی۔۔۔ایسی بے عزتی اور اتنی بے وقعتی کا انہیں اب تک سامنا نہیں کرنا پڑا تھا جب وہ اپنے ہی محلے سے جانوروں کی طرح پٹتے

ہوئے گزرے تھے۔۔۔ان کے دل میں صدمے نے گھر کر لیا تھا۔۔۔وہ جان بوجھ کر بے سدھ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے پڑے رہے تھے تب تک، جب تک کہ سارا معاملہ حل نا ہو گیا۔۔۔ان میں کسی سے نظر ملانے کا حوصلہ ہی نہیں تھا۔۔۔اور اب جب انہیں یقین ہو گیا کہ سارا صحن خالی ہو چکا تو وہ جوڑ جوڑ سے دکھتے وجود کو لیے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن عین اسی پل ناعمہ پاشا اندر سے باہر نکل کر ان کے سامنے آ ٹھہریں۔۔۔اتنے سالوں بعد وہ پورے کروفر سے گردن اکڑائے یوں کھڑی تھیں جیسے وہ ملکہ ہوں اور عقیل مغل ان کی رعایا۔۔۔!

"جس انداز میں تمہارے اور میرے راستے الگ ہوئے تھے، میں سوچتی تھی کہ یہ عقیل مغل کی پستی کی انتہا ہے، اس سے زیادہ وہ کبھی نہیں گر سکتا تھا کہ اپنی اس بیوی پر تہمت لگاتا جس پر اپنے آپ سے زیادہ اعتبار کرنے کا دعوی کرتا تھا۔۔۔مگر۔۔۔آج میں نے جانا کہ وہ تو ابھی ابتدا تھی، انتہا تو آج ہوئی ہے عقیل مغل۔۔۔تم شوہر ہونے کے ناتے جتنے غیر محفوظ تھے، باپ ہونے کے ناتے اس سے کہیں زیادہ بے اعتبار ہو۔۔۔تم وہ تعلق ہو جس کے ساتھ بندھا ہر رشتہ ننگا ہو جائے۔۔۔ایسا سائبان ہو جس کی موجودگی میں بھیڑیئے دندناتے ہوئے آئیں اور عزت تاراج کر کے چلیں جائیں مگر تمہارے نشے کے مارے وجود کو ہلکی سی ٹھیس بھی نا پڑے۔۔۔تم ذلت کا گھڑا ہو۔۔۔کیا ہی اچھا ہو جو اپنے آپ کو اس گھڑے میں دفنا لو۔۔۔میری اولاد تو محفوظ ہو جائے گی۔۔۔تمہارے ہونے نے میری اولاد کو جتنا رلایا ہے، مجھے یقین ہے کہ تم نا ہوتے تو وہ سکون کا سانس لے پاتے۔۔۔تف ہے تم پر عقیل مغل۔۔۔اور تف ہے مجھ پر کہ میں نے کبھی تم جیسے شخص کو چاہا تھا۔۔۔تف ہے۔۔۔!"

ناعمہ پاشا نم آنکھوں کے ساتھ ان پر تھوک کر جا چکی تھیں۔۔۔چودہ سال کی کھولن تھی جو انہوں نے انڈیل دی تھی۔۔۔اور عقیل مغل کو لگا تھا جیسے وہ کسی پھندے سے آزاد ہوئے ہیں۔۔۔پچھلے چودہ سال سے جو تالا ان کے دل و دماغ پر لگ چکا تھا وہ ایک جھٹکے سے ٹوٹ کر گرا تھا۔۔۔زنگ آلود دل کی جانب کوئی درز سی کھل گئی تھی۔۔۔وہ خود بھی اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھے۔۔۔وہ رو ہرگز نہیں رہے تھے مگر آنسو تھے کہ سیل رواں کی طرح بہتے چلے جا رہے تھے۔۔۔ان کے چہرے کے تاثرات بلکل جامد تھے مگر دل کے اندر اکھاڑ پچھاڑ ہو رہی تھی۔۔۔وہ بڑی لمبی نیند سے جاگے تھے۔۔۔انہیں انفرت کے لمس نے جگایا تھا۔۔۔نفرت بھی اس کی جس ایک سے ہی انہوں نے پوری زندگی شدید محبت کی تھی۔۔۔آج ان کے بند کواڑ کھلے تھے۔۔۔وہ شکستہ سے الٹے قدموں پورے گھر پر نگاہ ڈالتے پیچھے ہٹتے گئے اور مڑ کر گھر سے باہر نکل کر گلی میں گم ہو گئے۔۔۔!

☆......☆......☆

یہ کسی فیکٹری کا پچھلا احاطہ تھا۔۔۔بے تحاشا کاٹھ کباڑ اور لمبی لمبی خود رو جھاڑیوں کا ڈھیر تھا۔۔۔رات کا سماں تھا اور جھینگروں کے بولنے کی آوازوں کے علاوہ دوسری کوئی انسانی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔۔۔حالانکہ ابھی محض آٹھ بج کر بیس منٹ ہی ہوئے تھے مگر ویرانہ ہونے کی وجہ سے دور دور تک نظر دوڑانے پر بھی محض اونچے اونچے فلک بوس درختوں کے جھنڈ ہی دکھائی پڑ رہے تھے اس لیے محسوس ہوتا تھا جیسے بہت رات بیت گئی ہو۔۔۔درمیان میں مختار انصاری کرسی پر رسیوں سے بندھا پڑا تھا۔۔۔منہ بھی ڈکٹ ٹیپ سے بند کر رکھا تھا۔۔۔ہاتھوں کو پیچھے پشت پر اتنی مضبوطی سے باندھا گیا تھا کہ اس سے ہلنا دشوار تھا۔۔۔خوف سے آنکھیں پھٹنے کے قریب تھیں۔۔۔جتنا وقت اسے یہاں بندھے بیت گیا تھا، ایسے میں پسینے سے شرابور اسے اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔۔تبھی اس خاموشی میں ایک جانب سے سرسراہٹ سی ابھری اور ایک کالے جبے میں خاصا صحتمند اور سانولی رنگت کا مرد نمودار ہوا اور دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے کے قریب آیا اور کرسی کے گرد چکر کاٹنے لگا۔۔۔اس کی عجیب طرز پہ دیکھتی نگاہیں اور حلیہ بندھے ہوئے مختار انصاری کو مزید سراسیمہ کیے دے رہی تھیں۔۔۔

" آ ہممممم۔۔۔!" آنے والے نے ہنکارا بھرا۔۔۔" تو، تُو ہے وہ جس نے بھائی سے پنگا لے لیا ہے۔۔۔اب تو، تُو مرے گا موٹے۔۔۔تجھے تیری موت نے اکسایا ہے بھائی سے الجھنے پر۔۔۔وہ بات بعد میں کرتا ہے، ہڈیاں پہلے توڑتا ہے۔۔۔بلکل ایسے۔۔۔!" ساتھ ہی اس نے ہاتھوں میں لپیٹے ببل ریپ کو مروڑ کر اس کے پٹاخے پھوڑے۔۔۔سارے میں پٹاخ پٹاخ کی بے تحاشا آواز ایک ساتھ گونج اٹھی۔۔۔مختار انصاری کی حالت مزید دگرگوں ہوگئی۔۔۔

" ہاہاہاہاہاااااا۔۔۔اااااوَوَوَا!" جبے والے آدمی نے اسے تھوڑا اور سہانے کے لیے اس کے چہرے کے بلکل قریب منہ لے جا کر قہقہہ لگایا تھا مگر اس چکر میں منہ سے اچھی خاصی بڑی ڈکار خارج ہوگئی تھی۔۔۔مختار انصاری کے ڈیلے اس کی تاب نا لاتے ہوئے چکرا کر رہ گئے تھے۔۔۔اسی اثنا میں جبے والے مرد کی گردن کی پشت پر کسی نے ہلکے ہاتھ سے چپیڑ ماری تو وہ بری طرح چیخ مارتا پلٹا تھا۔۔۔

" ڈر مرکیوں رہا ہے۔۔۔میں ہوں مومن۔۔۔اور۔۔یہ کیا بکواس بازی لگا رکھی ہے تو نے۔۔۔بولا بھی تھا کہ منہ بند رکھنا۔۔۔اب اس کے منہ پر جو گیس خارج کی ہے، اس موٹے کو لگتا ہے پیلیا ہو گیا۔۔۔!"

مومن کو دیکھ کر شاویز کے حواس کچھ بحال ہوئے تھے ورنہ اس خوفناک جگہ سے اسے بھی خوف آنے لگا تھا۔۔۔

" تم کہاں رہ گئے تھے۔۔۔اسے تو بعد میں کچھ ہوتا پہلے میرا انتقال ہو جانا تھا اس منحوس جگہ پر۔۔۔تمہیں بھی اس سے زیادہ

آسیب زدہ کوئی ٹھکانہ نہیں مل تھا کیا۔۔۔!"

" فی الحال یہی اویل ایبل تھا۔۔۔اور تم نے اس سڑی گرمی میں یہ کس لنڈے کا اوور کوٹ پہن رکھا ہے جاہل آدمی۔۔۔پت نکالنی ہے کیا۔۔۔!" مومن کو اتنی شدید گرمی میں اسے اسقدر موٹے اوورکوٹ میں دیکھ کر وحشت ہوئی۔۔۔شاویز نے دانت نکالتے ہوئے فخریہ بتایا۔۔۔

" دادا نے ماسی شوکت کو دینے کے لیے پیٹی سے کچھ دن پہلے پرانے کپڑے نکلوائے تھے، وہیں رکھا دیکھا تھا۔۔۔میں نے اڑا لیا۔۔۔سوچا نہیں تھا کہ اتنی جلدی ضرورت پڑ جائے گی۔۔۔!"

" دادا کا اوورکوٹ چرا کر تم نے اپنی دنیا برباد کر لی ہے بیٹا۔۔۔اس پر پھر بات کریں گے فی الحال اپنا منہ بند کرو اور اس کا کھولو تاکہ مزاج پرسی کی جائے اسکی۔۔۔!"

مومن نے اسے گھر کا تو شاویز نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے مختار انصاری کے ہونٹوں پر لگی ڈکٹ ٹیپ کھینچ ڈالی۔۔۔اس کے اترتے ہی ایک فلک شگاف چیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی تھی جبکہ شاویز ہاتھوں سے فوراً اس کا منہ دبوچ کر غرایا۔۔۔

" ابے۔۔۔مروائے گا کیا۔۔۔کیوں موت پڑ رہی ہے۔۔۔؟ آدھی مونچھ ہی تو اڑی ہے، دوبارہ آجائے گی۔۔۔تیری چیخ سے درختوں کے سوئے ہوئے الو جاگ اٹھے نا تو ہم نے تو بھاگ لینا ہے، تو یہیں بندھا ان کا ڈنر بنے گا۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

اپنے موبائل میں مصروف مومن نے ایک ابرو اچکا کر شاویز کو یوں دیکھا جیسے اس کی عقل کو سات سلام پیش کر رہا ہو۔۔۔پہلی بار سن رہا تھا کہ الو ڈنر میں ایسی خوراک لینا پسند کرتے ہیں۔۔۔

" دیکھو۔۔۔کون ہو تم لوگ۔۔۔کیوں باندھ رکھا ہے مجھے یہاں۔۔۔کیا چاہتے ہو۔۔۔اگر پیسے چاہئیں تو بتاؤ مجھے۔۔۔جتنے کہو گے دوں گا مگر مجھے جانے دو۔۔۔کھولو مجھے۔۔۔!" منہ آزاد ہوتے ہی اس نے التجائیہ اور خوف سے بھرپور لہجے میں کہا تو شاویز نے دوبارہ فارم میں آتے ہوئے ایک تھپڑ اسے جڑا اور اس کے گرد چکر کاٹتا بولا۔۔۔

"ہاں۔۔۔تو اب بول مختار۔۔۔نام کیا ہے تیرا۔۔۔؟"

مختار انصاری نے اچنبھے سے اسے دیکھا، جو اس کا نام دہرا کر بھی نام پوچھ رہا تھا۔۔۔مومن کو ہنسی آ گئی۔۔۔وہ موبائل سے فارغ ہو گیا تھا اور اسے اپنی شرٹ کی فرنٹ پاکٹ میں رکھ کر مختار انصاری کی طرف پوری شدومد سے متوجہ ہوا۔۔۔

" دیکھو مختار۔۔۔میں جانتا ہوں کہ تم کون ہو اور کیا کرتے ہو۔۔۔اور یہ بھی جانتا ہوں کہ آج کل جو کچھ کر رہے تھے وہ کس کے

کہنے پر کر رہے تھے مگر بس میں اتنا چاہتا ہوں کہ اپنے منہ سے ذرا ساری پلاننگ دہرا دو ایک بار تا کہ ہم تمہاری جان بخشی کریں اور جانے دیں یہاں سے۔۔۔!"

"کیسی پلاننگ۔۔۔کون ہو تم۔۔۔میں تمہیں جانتا تک نہیں۔۔۔تم مجھ سے کس بارے میں پوچھ رہے ہو۔۔۔!" مختار انصاری کے چہرے پر ایک بار پھر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔۔۔وہ تھوک نگل کر گلا تر کرتے ہوئے بولا۔۔۔

" ماحور مغل کو نقصان پہنچانے کی پلاننگ۔۔۔اس کے گھر کے بدلے اسے ہتھیانے کی پلاننگ۔۔۔عقیل مغل کو بے وقوف بنا کر جوا کھلوانے کی پلاننگ۔۔۔سب کچھ بکو مختار۔۔۔سب کچھ۔۔۔!" ماحور کے ساتھ یہ شخص کیا کرنے جا رہا تھا، یہ سوچ کر بھی مومن کے وجود میں آگ سی جل اٹھتی تھی۔۔۔ابھی بھی بڑی مشکل سے اس نے اپنا ہاتھ مختار انصاری پر اٹھنے سے روکا تھا ورنہ اس کا بس چلتا تو آج کی رات اسے یہیں گاڑ کر جاتا۔۔۔

"کون ماحور اور کون عقیل مغل۔۔۔میں کسی کو نہیں جانتا۔۔۔نا ہی مجھے کسی بات کا پتا ہے۔۔۔!" مختار انصاری نے ایک بار پھر اکڑنے کی کوشش کی جو مومن تراب نے زوردار گھونسا مار کر ناکام بنا دی۔۔۔بندھا ہوا مختار انصاری بلبلا کر رہ گیا۔۔۔ہونٹ پھٹ کر خون کا ذائقہ اس کے حلق میں انڈیلنے لگا۔۔۔مومن کے دوبارہ پوچھنے پر بھی اس کا سر نفی میں ہلا تو مومن نے شاویز کو مخاطب کرتے ہوئے رسان سے کہا۔۔۔

"یار شاویز۔۔۔یہ ایسے نہیں ماننے والا۔۔۔تیل کی گیلن لاؤ۔۔۔!"

اس فقرے نے مختار انصاری کے حواس سلب کر لیے۔۔۔خوف سے اس کا جسم ٹھنڈے پسینے میں نہا گیا۔۔۔مگر منہ سے ابھی بھی ایک لفظ نہیں پھوٹا تھا جب تک کہ شاویز کچھ فاصلے پر اگی جھاڑیوں کے بیچ سے ہاتھ میں گیلن لیے نمودار نا ہو گیا۔۔۔اسے یقین ہو گیا کہ مومن اس کے ساتھ مذاق نہیں کر رہا۔۔۔مگر آگے کنواں، پیچھے کھائی کے مصداق یہاں پر منہ کھولتا تو عادل پاشا اسے چھوڑنے والا نہیں تھا اور نا کھولتا تو مومن تراب نے اسے راکھ بنا ڈالنا تھا۔۔۔وہ بری طرح پھنسا تھا مگر ایک آخری کوشش کے طور پر اس نے مومن اور شاویز دونوں کو دھمکاتے ہوئے کہا۔۔۔

" ت۔۔۔تم دونوں کو میں دیکھ لوں گا۔۔۔بہت پچھتاؤ گے۔۔۔میں کسی ماحور کو جانتا ہوں نا عقیل مغل کو۔۔۔دیکھو۔۔۔ہم ڈیل کر لیتے ہیں۔۔۔میں تم لوگوں کو دس لاکھ دوں گا۔۔۔"

مومن نے شاویز کے ہاتھ سے گیلن پکڑ کر اس کا ڈھکن کھول لیا۔۔۔مختار انصاری کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔۔۔

"پندرہ لاکھ۔۔۔"

مومن نے اب اس کے اوپر گیلن میں موجود سیال انڈیلنا شروع کر دیا۔۔مختار انصاری تڑپ تڑپ کر خود کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔

"اچھا چلو بیس لاکھ۔۔ٹھیک ہے پچیس۔۔۔خدا کا واسطہ ہے ماچس نا جلانا۔۔اللہ کا واسطہ ہے۔۔۔"

اس نے مومن کو جیب سے ماچس کی ڈبیا نکالتے دیکھ کر چلانا شروع کر دیا۔۔۔

"تمہارے پاس صرف پندرہ سیکنڈ ہیں۔۔۔بولتے ہو یا جلاؤں تیلی۔۔۔؟"

"میں قسم کھاتا ہوں مجھے کچھ نہیں پتا۔۔میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔۔۔میں کچھ نہیں جانتا۔۔!" مختار انصاری کرسی سے اچھلنے کی کوشش کرتا گھگھیا رہا تھا۔۔۔مومن نے اب کی بار ہاتھ میں پکڑی ماچس کی تیلی کو آگ لگا دی۔۔مختار انصاری ایک پل کی بھی تاخیر کیے بنا روتا ہوا چلایا۔۔۔

"بتاتا ہوں۔۔۔بتاتا ہوں۔۔۔سب بتاتا ہوں۔۔۔!"

مومن مسکرایا اور وہ جلتی ہوئی تیلی پاس کھڑے شاویز کی زبان پر بجھا دی جو اس نے ہیرو بنتے ہوئے اسی مقصد کے لیے نکال رکھی تھی لیکن تیلی خاصی بھڑکی ہوئی تھی، شاویز کی چیخیں نکل گئیں۔۔۔مگر ابھی مومن کے پاس اس کی دہائیاں سننے کا وقت نہیں تھا، اس نے موبائل نکالا اور مختار انصاری کو شروع ہونے کا سگنل دیا۔۔۔وہ انتہائی بے بس سا سب بتاتا چلا گیا۔۔۔عادل پاشا کے اسے بلا کر ماحور کی تباہی کی پلاننگ سے لے کر اس کے باپ کو اپنے ہی پلانٹ کیے آدمی کے ہاتھوں جوئے میں ہروا کر مکان ہتھیانے کے بہانے ماحور سے نکاح کرنے کی سازش۔۔۔بعد میں ہیرا، ماحور کا سودا مختار انصاری کے ہاتھ کر دیتا۔۔۔وہ تو ہیرے کی رال سا لک پاشا کے پھینکے چیک پر ٹپک پڑی ورنہ وہ اس دن ماحور کو وہاں سے لے کر ہی جاتا۔۔۔اس کام کے لیے اس نے گھر سے باہر بھی کافی بندے تیار کر کے بٹھا رکھے تھے۔۔۔اور یہ سب کچھ عادل پاشا کے ایما پر ہوا تھا۔۔۔اس سب میں اسی کی چال تھی۔۔۔۔سرخ انگارہ آنکھیں لیے مختار انصاری کی ایک ایک بات ریکارڈ کرتے مومن نے موبائل بند کر کے واپس جیب میں ڈالا اور سکون سے اپنی کلائی سہلا کر مختار انصاری کو گھونسوں پر رکھ لیا۔۔۔مار مار کر اس کا تھوبڑا بگاڑ ڈالا تھا۔۔۔شاویز کو مجبورا مداخلت کرنی پڑی تھی ورنہ اس کی آنکھوں میں جیسے خون اترا ہوا تھا۔۔۔ماحور پر اس شخص کی گندی نگاہ اور سوچ لگی تھی، یہ خیال ہی اسے پاگل کیے دے رہا تھا۔۔۔شاویز نے اسے بانہوں میں جکڑ کر پیچھے ہٹایا تھا۔۔۔مگر وہ ایک جھٹکے سے خود کو چھڑاتا واپس پلٹا

اور پاس پڑی گیلن پوری کی پوری مختار پر الٹ دی۔۔۔ایک بار پھر مارے خوف کے اس کی چیخیں اس ویرانے میں بلند ہوئیں۔۔۔شاویز نے آگے بڑھ کر ایک چماٹ مختار کے گال پر دھری اور بولا۔۔۔

"پانی سے نہلایا ہے تجھے سالے موٹے۔۔۔کیروسین نہیں تھا یہ۔۔۔چلا ایسے رہا ہے جیسے جہنم میں دھکیلا جا رہا ہو۔۔۔سدھر جا، سدھر جا ورنہ مرنے کے بعد وہی تیری رہائش گاہ ہوگی۔۔۔سمجھا۔۔۔؟"

"میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔۔۔تُو اس کے پیر کھول دے شاویز۔۔۔ہاتھ کھولنے کے لیے اسے پوری رات لگنی چاہیے۔۔۔اور آج کے بعد۔۔۔" مومن نے واپس پلٹ کر اس کا جبڑا اپنے ہاتھ میں جکڑا اور غراتے ہوئے بولا۔" اگر تم نے ماحور پر میلی نگاہ بھی ڈالی یا اسے کوئی نقصان پہنچانے کا سوچا بھی تو کیروسین دور کی بات ہے، اب کے میں تجھے آرے سے زندہ چیر دوں گا۔۔۔مومن تراب نام ہے میرا۔۔۔یاد رکھنا۔۔۔!"

خوف سے جاں بلب مختار انصاری کو ایک جھٹکے سے چھوڑتا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

"اور میرا نام شاویز ہے۔۔۔اپنے محلے میں شاویز دادا کے نام سے جانا جاتا ہوں۔۔۔بچ کے رہیو۔۔۔!" شاویز نے بلکل مومن کے انداز میں اسے دھمکانا فرض جانا اور اس کے پیر رسیوں سے آزاد کرانے کے بعد ایک ہوائی بوسہ اس کی جانب اچھال کر وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔۔۔

"رکو۔۔۔مت جاؤ۔۔۔رکو۔۔۔دیکھو اتنے ظالم مت بنو۔۔۔مجھے کھول دو۔۔۔میں کیسے اپنے ہاتھ کھولوں گا۔۔۔اللہ کا واسطہ ہے مجھے اس ویرانے میں چھوڑ کر نا جاؤ۔۔۔سنو۔۔۔دادا۔۔۔شاویز دادا سنو۔۔۔!"

وہ شاویز کو دیوانہ وار پکار رہا تھا اور وہ جواباً اس پکار کے مزے لیتا سینہ اکڑائے وہاں سے چلا گیا۔۔۔اسے معلوم تھا کہ یہ موٹا مختار انصاری جب خوف اور ڈر سے باہر نکلے گا تو اپنے ہاتھوں کو پہلے سے ڈھیلی ہوئی رسیوں کی گرفت سے نکال لے گا۔۔۔ڈر اور لالچ انسان کو اندھا کر دیتے ہیں۔۔۔اس کی عقل ماؤف ہو کر رہ جاتی ہے۔۔۔مختار انصاری کے لیے یہ سبق کافی تھا مگر عادل پاشا کے گرد گھیرا تنگ ہونے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ بہت دیر سے اپنے کمرے کے فرش پر بیٹھی دیوار سے کمر ٹیکے ہوئے تھی۔۔۔ذہن بلکل خالی تھا۔۔۔یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی پیدا ہوئی ہو۔۔۔نا کسی رشتے کا ادراک نا کوئی بندھن۔۔۔نا بھوک کی اینٹھن نا پیاس کی چبھن۔۔۔بس ایک ہی بات تھی

جو اس کے دل و دماغ پر نقش کر کے اسے بھیج دیا گیا تھا۔۔۔

”اس کے باپ نے اس کا سودا کر دیا تھا۔۔۔وہ جوئے میں ہاری ہوئی چیز تھی۔۔۔!“

اس نے زندگی کے بڑے بڑے سخت تھپیڑے سہے تھے۔۔۔ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ تکلیف اسے تکلیف کم اور سہیلی زیادہ لگا کرتی تھی۔۔۔پھر مومن نے اس کی زندگی میں آ کر روم روم میں محبت بھر دی۔۔۔اسے معلوم ہوا کہ دنیا میں تکلیفوں اور آزمائشوں کے علاوہ بھی کچھ وقوع پزیر ہوتا ہے اور وہ ہے محبت۔۔۔!

اس نے ایک ہی جام میں محبت اور نارسائی کے گھونٹ بھر لیے تھے اور اب وہ دوبارہ سے وہی ماحور تھی جو دکھ کی روٹی آہوں کے سالن سے کھاتی تھی مگر اپنا درد بتانے کے لیے اس کے پاس ماں نہیں تھی۔۔۔!

وہ بے جان مورت کی طرح اپنے بائیں ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے گھماتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ ناعمہ پاشا، اس کی ماں نے اندر آ کر اسے کیا کہا تھا بھلا۔۔۔اسے رفتہ رفتہ یاد آیا۔۔۔

”چلو چھوڑو میری جان۔۔۔بھول جانا سب۔۔۔یہ شخص کبھی نہیں انسان بن سکتا تھا۔۔۔میں تو بہت پہلے سے اس کی ڈسی ہوئی ہوں، اگر اس میں اچھائی کی رمق ہوتی تو آج اپنے ساتھ سب کی زندگیاں عذاب نا کرتا۔۔۔تم ڈپریس مت ہونا میری جان۔۔۔میں ابھی کچھ دیر مزید رکتی مگر سالک کو بھی دیکھنا ہے مجھے۔۔۔کہیں اس کا دل برا نا ہو گیا ہو اس سارے تماشے سے۔۔۔ٹھیک ہے۔۔۔؟ میں چلوں گی اب۔۔۔!“

اور وہ اس کی پیشانی چوم کر خدا حافظ کہتی ہوئی چلی گئی تھیں۔۔۔تب سے لے کر اب تک ماحور وہیں بیٹھی تھی۔۔۔ایسی تسلی، ایسا دلاسہ ہر کوئی دے سکتا تھا بس ماں کا انداز الگ ہوتا ہے۔۔۔وہ لاشعوری طور پر اس انتظار میں تھی کہ وہ اسے گلے لگا کر خوب روئیں گی۔۔۔اسے اپنے سینے میں چھپا لیں گی۔۔۔اس کی تکلیف کو اپنے اندر جذب کر لیں گی۔۔۔پھر اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر نرم گرم انگلیوں سے اس کے بال سہلاتے ہوئے اسے نیند کی وادیوں میں اتار دینے کے بعد نامحسوس انداز میں اس کا سر اپنی گود سے نکال کر تکیے پر رکھیں گی اور دبے قدموں کمرے سے نکل کر سب کو شور نا کرنے کی ہدایت کرتی، اور اس کا بے حد خیال رکھنے کا کہیں گی۔۔۔پھر وہ اپنے گھر اس کی فکر پلو میں باندھ کر ہمراہ لے جائیں گی۔۔۔مگر یہ سب خام خیالی ہی تھی۔۔۔ایسا کچھ بھی نا ہوا تھا۔۔۔انہیں ابھی بھی اپنے سوتیلے بیٹے کے جذبات و احساسات کی پرواہ زیادہ تھی جس کی بھینٹ ان کی سگی بیٹی بھی چڑھ چکی تھی۔۔۔گرم گرم آنسو بالآخر اس کی بند پلکوں کو پھلانگتے باہر نکل ہی آئے تھے۔۔۔اس نے انہیں پوری دلی آمادگی کے ساتھ بہنے

دیا۔۔۔ہر ہر آنسو مومن تراب کی مالا جپتا اس کی گود میں سجدہ ریز ہو رہا تھا۔۔۔ پتا نہیں کیوں لیکن اسے یقین تھا کہ مومن کے ہوتے کسی کی جرات نا ہوتی کہ ان کے گھر کی دہلیز پار کر کے کوئی جواری اندر آ کر اس کا نام اپنی زبان پر لاتا۔۔۔وہ اس کے پل پل سے مکمل باخبر اور الرٹ رہا کرتا تھا۔۔۔کسی مشکل کو اس کے جانب آنے سے پہلے ہی اس کا رخ موڑ لیا کرتا تھا۔۔۔آہ مومن آہ۔۔۔!

اس کی سسکیاں، کراہٹوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ اپنا سر دیوار سے پٹخنا شروع کر دیتی، دادی کے مہربان وجود نے اسے سمیٹ لیا۔۔۔اس کے پیشانی چومی۔۔۔اسے سینے سے لگایا اور پھر اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر دھیرے دھیرے سہلانے لگیں۔۔۔ماحور کو یوں لگا جیسے جہنم کے دہانے سے اسے کسی نے کھینچ باہر نکالا ہو۔۔۔اس کے اندر تک سکون اتر کر نیند بن کر اس کے حواس سہلانے لگا۔۔۔بلآخر وہ سو گئی تھی۔۔۔اس کے بیدار ہونے تک اس کے غم خفگی کی بکل مارے اس کے سرہانے جا کھڑے ہوئے تھے۔۔۔انہیں بھی ہر دم اس سے لپٹے رہنے کی چاہ جو رہا کرتی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

منصور راٹھور اور ان کی بیگم اس وقت ڈائیننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔منصور صاحب نے ساتھ ٹیبل پر اخبار بھی پھیلا رکھا تھا اور چیز آملیٹ کے ساتھ طبع آزمائی کرتے وہ پورے انہماک سے سرخیوں پر نگاہیں پھیرتے جا رہے تھے۔۔۔مسز منصور گو کہ خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھیں مگر ان کے چہرے پر کوفت رقم تھی۔۔۔انہوں نے اپنا ناشتہ ادھورا چھوڑا اور چائے کا کپ اٹھا لیا۔۔۔پرسوچ انداز میں چند گھونٹ بھرنے کے بعد انہوں نے منصور صاحب کے سامنے سے اخبار ہٹایا اور خفگی سے گویا ہوئیں۔۔۔

" بیوی بھی کسی اخبار سے کم نہیں ہوتی اگر شوہر سمجھے تو۔۔۔اس کی باتیں بھی سارے جہان کی سیر کروا سکتی ہیں۔۔۔سمجھے آپ۔۔۔!"

ان کی بات سن کر منصور راٹھور ہنس دیے۔۔۔وہ بیگم کی باتوں کا کبھی برا نہیں مناتے تھے۔۔۔

"بھئی کیا آپ ہمیں اسٹاک ایکسچینج کی مندی اور تیزی کے بارے میں ایکوریٹ معلومات فراہم کر سکتی ہیں۔۔۔یا پھر ملک بھر میں کاروباری حالات جس ابتری کی طرف جا رہے ہیں، ان پر آپ روشنی ڈال دیا کریں ذرا تو میں کل سے ہی سب اخبار بند کروائے دیتا ہوں۔۔۔!"

" منصور پلیز۔۔۔!میں پریشان ہوں اور آپ کو مستیاں سوجھ رہی ہیں۔۔۔آپ ابرش کو سمجھاتے کیوں نہیں۔۔۔!"

مسز منصور قدرے چڑتے ہوئے اصل مدعے پر آئیں تو منصور صاحب بھی سنجیدگی کے ساتھ ان کی جانب متوجہ ہوئے۔۔۔

" آپ کو پرابلم کیا ہے آخر۔۔۔مجھے ابرش کے فیصلے پر کچھ ایسا اعتراض بھی نہیں۔۔۔اچھا ہے نا ذرا مائنڈ فریش ہو گا اس کا۔۔۔!"

" بس آپ کی انہی باتوں نے اسے سر چڑھا رکھا ہے منصور۔۔۔میں اس کی شادی کی فکر میں ہلکان ہو رہی ہوں اور اسے نئے نئے تماشے سوجھ رہے ہیں۔۔۔!" مسز منصور نے چائے کا کپ رکھ کر ہلکے ہاتھ سے اپنی کنپٹی دبائی۔۔۔اسی اثنا میں فریش سی ابرش وہاں چلی آئی۔۔۔سلام کر کے باری باری ماں اور باپ کے گال چوم کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔۔۔مسز منصور نے بغور اس کا جائزہ لیا۔۔۔بھلے سے وہ خود کو خوش اور تازہ دم ظاہر کرتی تھی مگر اس کی آنکھوں کے نیچے حلقے اس کے رت جگوں کی گواہی دیتے تھے۔۔۔

" کیا باتیں ہو رہی تھیں۔۔۔" اس نے سلائس پر بٹر لگاتے ہوئے بشاش لہجے میں استفسار کیا۔۔۔" میرا خیال ہے کہ میرا ہی ذکر خیر ہو رہا تھا۔۔۔کیوں پاپا۔۔۔؟" منصور راٹھور جنہوں نے اس کے آتے ہی موقعے سے فائدہ اٹھا کر دوبارہ اخبار کھول لیا تھا ،چونک کر بڑی محبت سے بیٹی کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔

" اصل میں تمہاری ماما تمہارے سڈنی جانے کے فیصلے سے خوش نہیں ہیں بیٹا۔۔۔اور وہ مجھے بھی قائل کر رہی ہیں کہ میں ارسل کو منع کر دوں تمہیں وہاں بلانے سے۔۔۔بس۔۔۔اتنی سی بات تھی میری جان۔۔۔!" انہوں نے مسز راٹھور کی گھورتی نظروں کی پرواہ کیے بغیر تسلی سے ابرش کو پوری بات کہہ سنائی تھی۔۔۔جواباً ابرش نے شکایتی نظر ماں پر ڈالی اور بولی۔۔۔

" ماما۔۔۔! ناٹ فیئر۔۔۔آپ کو جب میں نے بتایا تھا تب تو آپ نے تائید کی تھی میرے فیصلے کی اور میرے پیچھے آپ پاپا اور بھائی کو اس کا الٹ کرنے پر اکسا رہی ہیں۔۔۔کیوں بھلا۔۔۔!"

" وہ اس لیے کہ میرا دماغ اپنے بچوں کی طرح خراب نہیں ہے۔۔۔ایک تو پڑھائی کا بہانہ کر کے دو سال سے وہاں بیٹھا ہے اور اب تم بھی اڑنے کو پر تول رہی ہو تو کیا یہاں اس گھر میں، میں اور تمہارے پاپا گولف کھیلا کریں گے۔۔۔!"

مسز منصور نے نروٹھے لہجے میں کہا تو منصور راٹھور اور ابرش کا مشترکہ قہقہہ سارے میں گونج اٹھا۔۔۔

" ناٹ اے بیڈ آئیڈیا ماما۔۔۔یہ خیال پاپا کو پہلے کیوں نا آیا کہ گھر میں ہی گولف کلب کھول لیتے۔۔۔اتنا بڑا لان ہے جس میں سارا دن مور بے کار میں آوارہ گردی کرتے ہیں۔۔۔!"

" منہ بند رکھو اپنا ابرش۔۔۔مجھے فالتو کی باتوں میں مت الجھاؤ۔۔۔میں تمہاری شادی کرنا چاہ رہی ہوں تمہیں نئے نئے پلانز سوجھ رہے ہیں۔۔۔بھائی کو بھی فون پر نا جانے کیا کیا پٹیاں پڑھاتی رہتی ہو جو رات اس نے بھی دس منٹ کی کال میں نو منٹ

مجھے آمادہ کرنے پر لگائے۔۔۔!"

"تو بچی کو جانے دو نا پھر۔۔۔"منصور صاحب نے نیپکن سے ہونٹ صاف کرتے ہوئے کہا۔۔" ویسے بھی آفس میں کون سا دل لگا کر کام کرتی ہے یہ۔۔۔وہ تو اس بچی ماحور کی وجہ سے اس کے بلنڈرز چھپے رہتے تھے،اب تو وہ بھی ریزائین کر رہی ہے۔۔۔شادی ہو رہی ہے اس کی۔۔۔!"

منصور صاحب کی بات پر چائے کا گھونٹ مسز منصور کے حلق میں اٹک سا گیا۔۔۔انہوں نے کن اکھیوں سے ابرش کے تاثرات کا جائزہ لینا چاہا جہاں بے نیازی رقم کرنے کی ناکام کوشش کی جا رہی تھی۔۔۔اس کی لرزتی پلکیں اس بات کی غماز تھیں کہ وہ باخبر تھی۔۔۔سرکل میں ایسی بات کہاں چھپی رہ سکتی تھی۔۔۔مسز منصور اور منصور راٹھور دونوں کو معلوم تھا کہ سالک پاشا کی شادی ماحور سے ہونے والی ہے۔۔۔ناعمہ پاشا نے عادل پاشا سے اجازت ملنے کے بعد اس خبر کو چھپانے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔۔۔منصور راٹھور بچے تو تھے نہیں کہ انہیں معاملات کا ادراک نا ہوتا۔۔۔کم و بیش بیٹی کے جذبات سے بھی واقف تھے مگر ابھی ان کا گھرانہ باپ بیٹی کے درمیان حیا کی دیوار کو حائل رکھے ہوئے تھا۔۔۔سب کچھ وقت کی گرد میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا تو انہیں بھی ابرش کے اپنے بھائی ارسل کے پاس سڈنی جانے کے اس فیصلے میں بہتری لگی۔۔۔ابرش کو بریک چاہیے تھا اور وہ یہاں سے دور جا کر ہی مل سکتا تھا۔۔۔

"ماما پلیز۔۔۔کچھ ہی مہینوں کی تو بات ہے۔۔۔زیادہ سے زیادہ چھے یا آٹھ۔۔۔پلیز ماما۔۔۔!"

ابرش اپنی کرسی سے اٹھ کر مسز منصور کی پشت پر کھڑی ان کے شانے پر ٹھوڑی ٹکائے اور گردن کے گرد بانہیں کسے، التجائیہ بولی تو ایک طویل سانس خارج کر کے مسز راٹھور نے اسکا گال تھپتھپا کر جیسے منظوری دے دی۔۔۔منصور راٹھور گھڑی میں وقت دیکھتے اپنی جگہ سے اٹھے اور بیٹی کو تسلی آمیز نظروں سے دیکھتے خدا حافظ کہتے وہاں سے چلے گئے۔۔۔ڈائننگ روم کی گلاس وال سے لان میں اٹھکیلیاں کرتے موروں کا جوڑا دیکھتے ہوئے مسز راٹھور اور ابرش دونوں اپنی اپنی لامحدود سوچوں میں گم تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

"ایک چکر تو پورا دیتا نہیں۔۔۔کپڑے صاف کیسے ہوں گے۔۔۔!"

دادا نے پیاز کے بڑے بڑے چار ٹکڑے کرتے ہوئے مومن سے کہا۔۔۔اس نے زچ ہوتے ہوئے واشنگ مشین کو پھر سے ٹائمر پر لگا دیا۔۔۔ایمانداری کی بات تھی کہ یہ تیسرا چکر شروع ہوا تھا مشین کا۔۔۔دادا آج اس کی اور واشنگ مشین کی ساری

کسریں نکال دینے کے در پر تھے۔۔۔ماسی شوکت دو دن سے چھٹی پر تھی۔۔۔اس کی بیٹی کے ہاں پہلا بیٹا ہوا تھا اس لیے نواسے کی خوشی میں دو دن کی چھٹی لے کر گئی تھی۔۔۔پیچھے سے مومن کی سختی آئی ہوئی تھی۔۔۔دادا محض اسے اپنی نظروں کے سامنے زیادہ سے زیادہ رکھنے کی خاطر کاموں میں الجھائے ہوئے تھے۔۔۔انہیں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دن بدن مرجھاتا جا رہا ہے۔۔۔ہنستا بھی تھا تو درد میں ڈوبی ہوئی چہکار نکلتی تھی۔۔۔کمرے میں گھنٹوں گزار دیتا تھا۔۔۔دادا کے کھانے اور دوا کا خیال ضرور رکھتا تھا مگر اپنی پرواہ کرنا جیسے جان بوجھ کر چھوڑ گیا تھا۔۔۔اس لیے ماسی شوکت کا جانا دادا کو غنیمت لگا اور انہوں نے اسے مصروف رکھنے کے بہانے اپنے سامنے رکھ لیا تھا۔۔۔آج بھی اندر باہر سے دھلے ان دھلے سبھی کپڑے نکال لائے تھے اور مومن کو مشین لگانے کا کہہ کر خود وہیں برآمدے میں بیٹھ کر سبزی بنانے لگے تھے۔۔۔

"ساری دنیا کے پوتے، دوہترے (نواسے) ہو گئے۔۔۔ہمارے لڑکے کی تو شادی ہی نہیں ہونا قرار پا رہی، پوتا کیا ہوا سے کھینچ نکالیں۔۔۔!"

"استغفراللہ۔۔۔کیا دادا آپ بھی نا۔۔۔بے تکا بولتے ہیں کبھی کبھی۔۔۔!" مومن کو خوامخواہ کی شرم سی آئی۔۔۔

"خوامخواہ نہیں بولتا، سچ کہتا ہوں۔۔۔تجھ سے اچھا تو یہ طوطا نکلا، دیکھ کیسے ایک ہی سال میں دو بچے بھی بنا لیے اس نے۔۔۔بھئی واہ۔۔۔!" دادا نے ہاتھ نچاتے ہوئے طوطوں کو دیکھتے ہوئے داد دی۔۔۔

"تو ایسی امید مجھ سے لگانی عبث ہے دادا۔۔۔میں طوطا نہیں ہوں۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔تو بے شرم ہے۔۔۔طوطا ہوتا تو اپنی طوطی کے نزدیک آنے والے کو ٹھونگے مار کر زخمی نا کر دیتا۔۔۔تو نے خود اپنے ساتھ نتھی ہوئی لڑکی کو پرائے کے حوالے کر دیا۔۔۔ناہنجار۔۔۔!"

دادا کو دکھ بولنے لگا تھا۔۔۔مومن نے نل کھول کر خالی بالٹی اس کے نیچے رکھ دی۔۔۔پانی کی دھار کے شور میں دادا کی بڑبڑاہٹ دب گئی۔۔۔اور اڑنے والے چھینٹوں میں مومن کی آنکھوں کی نمی چھپ گئی۔۔۔کیا وہ واقعی بے غیرت تھا۔۔۔؟ یہ فقرہ برچھی کی طرح اس کے دل کو زخمی کر گیا۔۔۔کیا اس نے قدم پیچھے ہٹا کر بزدلی کا ثبوت دیا تھا۔۔۔؟

امی کہا کرتی تھیں "مومن! عورت کی عزت کرتے وقت کبھی بھی پیمانہ پاس نہیں رکھتے۔۔۔اس کی تکریم تعلق کے حساب سے نہیں کی جاتی، بس عورت کا عورت ہونا ہی اس کی عزت کرنے کی وجہ ہوتی ہے۔۔۔!"

کاش امی زندہ ہوتیں تو وہ انہیں اپنا دکھ بتا سکتا۔۔۔بن کہے جان جانے والی ایک ماں ہی تو ہوتی ہے۔۔۔ماحور کے گھر

کی رجسٹری کے پیپرز اسی نے سالک پاشا کے حوالے کیے تھے۔۔۔اسے بتایا تھا کہ ناجانے کس مقصد کے لیے سر عادل نے ماحور کے والد سے ہتھائے تھے تب جب وہ ان کے ہاں کرائے پر رہائش اختیار کیے ہوئے تھے۔۔۔سالک کا چہرہ شرمندگی سے لال بھبھوکا ہوگیا تھا۔۔۔مومن کا مقصد اسے تاسف میں مبتلا کرنا ہرگز نہیں تھا مگر اسے یہی مناسب لگا کہ ان پیپرز کو سالک پاشا کے ذریعے ماحور تک پہنچادے۔۔۔خود اذیتی تھی یا مصلحت پسندی مگر وہ چاہتا تھا ماحور

،سالک پاشا سے متاثر ہو جائے۔۔۔اس طرح اس کے لیے اسے بھلانا سہل ہوگا۔۔۔ماحور اسے کہیں بھی دیکھ کر جس انداز میں فرسٹریٹڈ ہوتی تھی، یہ بات صاف ظاہر کرتی تھی کہ وہ اسے بھلا نہیں پا رہی اور اب جب راہیں بلآخر جدا ہو ہی گئیں تھیں تو سوچیں بھی بکھر جانی چاہیے تھیں۔۔۔اسی نے سالک کو مکمل معلومات فراہم کی تھیں کہ ماحور کے ساتھ کسی بھی وقت کچھ ایسا ہوسکتا ہے جو ناقابل تلافی ہو۔۔۔پیون خرم کی زبانی اسے جو کچھ معلوم ہوا تھا اسے اپنے الفاظ میں ڈھال کر اس نے درحقیقت سالک پاشا کے ذریعے ماحور کو بچانے کا انتظام کیا تھا۔۔۔اور اب تو مختار انصاری کی زبانی عادل پاشا کی کمینگی کی انتہا سن کر وہ دہری اذیت کا شکار ہو چکا تھا۔۔۔اسے جب جب یہ خیال آتا تھا کہ ماحور کا سودا کیا گیا تھا، اس کے رگ و پے میں چنگاریاں شراٹے بھرنے لگتیں تھیں۔۔۔اسے یقین کی حد تک یقین تھا کہ جس موقع پر ہیرا زبردستی ان کے گھر میں گھسا ہوگا، ماحور نے اسے ہی یاد کیا ہوگا۔۔۔وہ اس کی عادی تھی یقیناً اس کا انتظار لاشعور میں بیٹھا ہوگا اس کے۔۔۔وہ جتنی مرضی نفرت کا اظہار کر لے مگر اس کے وجود سے انکار نہیں کرسکتی تھی جو ہر پل اس کے حواسوں پر چھایا رہتا ہوگا۔۔۔کاش وہ اسے بتا سکتا کہ وہ اس کے گھر کے باہر ہی تو موجود تھا۔۔۔وہ ایک ایک پل کی خبر رکھے ہوئے تھا، اسی دن سے جس دن پہلی بار مختار انصاری کو عادل پاشا کے آفس سے نکلتے ہوئے پہچانا تھا۔۔۔اس کی چھٹی حس نے اسے ماحور کے لیے بلنک کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔سالک پاشا کو فوری طور پر صورتحال سے باخبر کرنا ضروری تھا کیونکہ بلاشک وشبہ ایسے موقع پر اس کے تعلقات اور اثر و رسوخ کی ضرورت پڑسکتی تھی، پیسے کی ضرورت پڑسکتی تھی اور سالک پاشا نے واقعی ان کا استعمال بھی کیا تھا اور یہ دونوں ہی چیزیں اس کے پاس نہیں تھیں۔۔۔پانی کی بالٹی میں بنتے جھاگ کو بے دھیانی سے دیکھتے ہوئے اسے ایک بار پھر اپنی کم مائیگی اور کم حیثیتی کا احساس کانٹے کی مانند چبھا تو بے اختیار آنکھوں میں نمی بھر آئی۔۔۔اس نے کھلے نل سے پانی کی بہتی موٹی دھار کے شور میں اپنے اندر کے شور کو دبانا چاہا مگر ناکام رہا۔۔۔ہر جانب آوازیں ہی آوازیں تھیں۔۔۔بالتی میں گرتا پانی، دادا کی مسلسل بڑبڑاہٹ اور اس کے سینے میں شوریدہ سر جذبات کا شور۔۔۔بس شور۔۔۔!

☆......☆......☆

"واٹ۔۔۔!" عادل پاشا اشتعال میں ایک جھٹکے سے اپنی سیٹ سے اٹھے اور ایاز کا گریبان ہاتھوں میں تھام کر اسے جھٹکا دے کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔۔۔ "تمہاری موت تو نہیں آئی ایاز جو یہ بکواس کر رہے ہو۔۔۔!"

"ن ن ن نو سر۔۔۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔۔۔ مختار انصاری نے سارا پول کھول دیا ہے۔۔۔ کل رات اس کا فون آیا تھا۔۔۔ اسے کڈنیپ کر کے ٹارچر کے ذریعے اس سے سب کچھ اگلوایا گیا ہے۔۔۔ وہ خود بھی خاصا غصے میں ہے۔۔۔ کہہ رہا تھا۔۔۔ کہہ رہا تھا کہ عادل پاشا کو کہہ دینا کہ اگر میں مرا تو اسے ساتھ لے کر مروں گا۔۔۔ یہ اس نے کہا تھا سر۔۔۔!" ایاز نے صفائی دینے والے انداز میں کہا تو عادل پاشا نے اس کا کالر ایک جھٹکے سے چھوڑ کر اسے کرسی پر واپس دھکا دیا اور ٹانگ اٹھا کر پیر کرسی کی ہتھی پر ٹکایا۔۔۔

"وہ دو ٹکے کا آدمی اب عادل پاشا کو دھمکائے گا۔۔۔ اتنی بڑی جسارت کر ڈالی اس نے۔۔۔ وہ نالی کی غلاظت عادل پاشا کو مروائے گا۔۔۔ زبردست ایاز زبردست۔۔۔ اور تم یہ سب مجھے بتانے کے لیے میرے آفس چلے آئے۔۔۔ اس کا کام تمام نا ہوا تم سے آج ہی کی تاریخ میں۔۔۔!" عادل پاشا کف اڑاتے ہوئے اس کے چہرے کے قریب چنگھاڑ رہے تھے۔۔۔ ایاز کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔۔۔ اس کی گھگی بندھی ہوئی تھی۔۔۔ عادل پاشا بلا کا نام تھا اور وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اس وقت منہ کھولا تو یہیں سے اس کی زبان حلق سے کھینچ نکالیں گے۔۔۔

"تمہیں کل تک کی مہلت دے رہا ہوں۔۔۔ مختار انصاری نے جو جو بکا ہے اس کے مکمل ثبوت اڑا دو۔۔۔ اس کے بعد اس کو بھی ٹھکانے لگاؤ۔۔۔ میں اب تمہیں مارجن نہیں دوں گا۔۔۔ سمجھے۔۔۔!"

"میں۔۔۔ میں آپ کو کل تک پوری رپورٹ دوں گا سر۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ فکر نا کریں۔۔۔"

"رپورٹ نہیں مانگی ذلیل آدمی۔۔۔" ایک زوردار تھپڑ پڑا تھا ایاز کے گال پر اور وہ کرسی سمیت الٹ کر گرا تھا۔۔۔ "تمہیں کہا ہے کہ ثبوت مٹا دو۔۔۔ اس کے لیے تمہیں بندہ مٹانا پڑے تو ایک کے دس راستے سے ہٹا دو مگر مجھے مختار انصاری والا قصہ جڑ سے پاک چاہیے۔۔۔ گاٹ اٹ۔۔۔!" اسے ایک زوردار ٹھوکر رسید کر کے وہ واپس مڑے تھے جب اپنے آفس کے کھلے دروازے میں مومن تراب کو کھڑا دیکھ کر ایک پل کو ان کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی تھی۔۔۔ مومن دروازے سے کندھا ٹیکے نا جانے کب سے کھڑا تھا اب جو نگاہ پڑ گئی تھی تو استہزائیہ مسکراتا ہوا دونوں ہاتھوں کو قدرے بلند کر کے تالیاں پیٹتا چند قدم آگے بڑھا۔۔۔ عادل پاشا نے اچنبھے سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

" ویری ویلڈن مسٹر عادل پاشا۔۔۔ویری ویلڈن۔۔۔اچھی پلاننگ تھی آپ کی اور ابھی بھی کمال مہارت سے آپ ساری سیٹنگ کر رہے تھے۔۔۔مجھے آپ کی قابلیت جان کر آپ پر رشک آیا۔۔۔لیکن ایسا ہے کہ یہ سب کر کے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہونے والا ، کیونکہ مختار انصاری کو کڈنیپ کر کے اس سے سب کچھ اگلوانے کے بعد ریکارڈ کر کے محفوظ کرنے والا میں ہی ہوں۔۔۔میں یعنی مومن تراب۔۔۔آپ کے مرحوم دوست کا بیٹا۔۔۔وہی دوست جس کے گھر کے اوپری پورشن میں رہ کر آپ نے آٹھ ماہ گزارے تھے اپنی سیاہ کاریوں کو انجام دینے کے لیے۔۔۔!"

" ویری انٹرسٹنگ مسٹر مومن۔۔۔امیزنگ۔۔۔" عادل پاشا اب قدرے ریلیکس سے چلتے ہوئے اپنی سیٹ پر جا بیٹھے تھے اور مومن کو عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔" تم تو بہت کام کے آدمی نکلے مومن تراب۔۔۔میں تمہیں یونہی چغد سمجھتا رہا۔۔۔!"

مومن کا چہرہ ہتک کے احساس سے سرخ ہوا مگر فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔۔۔

" آپ کی سمجھ کا قصور ہے سر۔۔۔اینی ویز۔۔۔" مومن چلتا ہوا عادل پاشا کی ٹیبل کے قریب آیا اور دونوں ہتھیلیاں اس کی سطح پر جماتے ہوئے بولا۔۔۔" میں یہاں آپ کو وارن کرنے آیا ہوں۔۔۔ماضی میں آپ ماحور کے گھرانے کو جتنا نقصان پہنچا سکتے تھے ، پہنچا لیا لیکن آج کے بعد اگر آپ نے ماحور یا اس کے گھر کے کسی بھی فرد کی جانب ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش بھی کی تو یقین مانیے گا سر کہ میں آپ کی دونوں آنکھوں میں سیسہ بھر دوں گا۔۔۔" اس کی آواز باقاعدہ غراہٹ میں تبدیل ہو رہی تھی اور مارے ضبط کے عادل پاشا کسی آتش فشاں کی طرح پھٹنے کو تھا۔۔۔

" آں۔۔۔آں۔۔۔آں۔۔۔اپنا غصہ کنٹرول میں رکھیے سر کیونکہ آپ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔۔۔اپنا واٹس ایپ دیکھیے۔۔۔!" اس نے ایکدم سے ٹیبل پر پڑے عادل پاشا کے سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔۔۔عادل پاشا نے اسے ناسمجھی سے دیکھا اور سیل فون اٹھا کر اپنا واٹس ایپ اوپن کیا۔۔۔وہاں ایک نامعلوم نمبر سے وائس میسج آیا ہوا تھا جسے کھولنے کے بعد سارے آفس میں مختار انصاری کی گھگیائی ہوئی آواز تھرانے لگی۔۔۔عادل پاشا طیش کے عالم میں اور ایاز دم بخود سا کچھ دیر اسے سنتے رہے اور پھر وہ اسے بند کر کے ایک جھٹکے سے اپنی سیٹ سے اٹھے اور مومن کے مقابل اسی کے انداز میں آنکھیں ڈال کر کھڑے ہو گئے۔۔۔

" یہ تم اچھا نہیں کر رہے ہو لڑکے۔۔۔تمہیں اندازہ ہے کہ تم اپنے دادا کا اکلوتا آسرا ہو۔۔۔اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو وہ بڈھا سہہ نہیں پائے گا۔۔۔!"

"وہ بڈھا سہے گا بھی اور جب تک سانسیں ہیں، جیے گا بھی کیونکہ میری ہڈیوں میں جرات و بہادری اسی بڈھے کی ڈالی ہوئی ہے۔۔۔سمجھے عادل پاشا۔۔" مومن نے بھی تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے سر کے لاحقے کے بنا عادل پاشا کو مخاطب کیا۔۔" میں مختار انصاری کی وڈیو اور وائس ریکارڈنگ دو تین قابل اعتبار ہاتھوں کو سونپ چکا ہوں، اگر مجھے کسی بھی قسم کا نقصان پہنچا تو اگلے ہی لمحے سب کچھ وائرل ہو جائے گا۔۔۔ایسے میں عادل پاشا کی ساکھ تو جائے گی ہی، ہاتھ سے سب اپنے رشتے بھی جائیں گے اور اس کے بعد میرے ورثا ٹھوس ثبوتوں کی بنیاد پر قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں بھلے یہاں قانون کا سکہ چلتا کم کم ہے مگر تب ضرور چل جاتا ہے جب مقابل بھی آپ ہی کے جیسا بااثر ہو۔۔۔یونو آپ کے بیٹے کے ہاتھ آپ سے بھی زیادہ لمبے ہیں اور انہیں یہ سب معلوم ہوا تو آپ کے حق میں بربادی کے سوا کچھ نہیں لائے گا، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اس کمپنی کے آدھے سے زیادہ شئیرز کے مالک سرسالک ہیں لہٰذا۔ مجھے دھمکا کر آپ اپنا وقت برباد کریں گے کیونکہ جس مقصد کے لیے آپ ماحور کی فیملی کے پیچھے پڑے تھے، ماضی میں بھلے آپ اس میں کامیاب ہو گئے ہوں مگر حال میں اس تک پہنچنے سے پہلے آپ کو مومن تراب نامی رکاوٹ کا سامنا رہے گا۔۔۔کیونکہ میں اسے گزند پہنچانے والے کو قبر کے منہ تک لے جانے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔۔۔!"

"عاشق ہو۔۔۔؟"

مومن کی بات سکون سے سننے کے بعد اتنے ہی سکون سے عادل پاشا نے کرسی پر ہلکا ہلکا گھومتے ہوئے پوچھا۔۔۔وہ اب بڑی دلچسپی سے اسے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

"محافظ ہوں۔۔۔!" مومن کے یک لفظی جواب پر عادل پاشا کا بے بانگ قہقہہ گونج اٹھا۔۔۔

"آؤٹ۔۔۔" انہوں نے ہنستے ہنستے یکدم انتہائی سنجیدگی سے چٹکی بجاتے ہوئے مومن کو باہر نکل جانے کا اشارہ کیا۔۔۔مومن کھل کر مسکرایا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چیلنج کرنے والے انداز میں دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

"آپ کا پالا مومن تراب سے پڑا ہے سر جو اپنے باپ کی طرح سیدھا سادا نہیں ہے۔۔۔مجھے جنگ چھیڑنی بھی آتی ہے اور اسے جیتنا بھی آتا ہے۔۔۔مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ سرسالک کو میرے بارے میں کیا بتاتے ہیں مگر یقین مانیے کہ اگر آج کے بعد سے آپ نے دوبارہ ماحور کی فیملی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو آپ کو بہت فرق پڑنے والا ہے۔۔۔میرے پاس کھونے کو کچھ نہیں سر۔۔۔لیکن آپ کے پاس بہت کچھ ہے ایسا جسے آپ کبھی بھی کھونا نہیں چاہیں گے۔۔۔چلتا ہوں۔۔۔یاد رکھیے گا کہ اگلی بار میں وارننگ نہیں دوں گا۔۔۔!"

وہ بے حد کرختگی سے عادل پاشا کو ان کی اوقات دکھا کر چلا گیا تھا اور وہ سوائے مٹھیاں بھینچنے اور کھولنے کے کچھ بھی نہیں کر سکے تھے۔۔۔ایاز نے سہمے ہوئے انداز میں ان کے قریب آ کر پوچھا۔۔۔

"اب۔۔۔اب کیا کرنا ہے سر۔۔۔مختار انصاری تو بہت کچا آدمی نکلا۔۔۔لیکن آپ فکر نا کریں سر، اس کی اسے ایسی سزا دوں گا کہ یاد رکھے گا لیکن اس ثبوت کا کیا کرنا ہے، یہ ثبوت تو آپ کو برباد کر کے رکھ دے گا۔۔۔!"

شرربار نگاہیں ایاز پر گاڑے عادل پاشا نے اس کی بات کے جواب میں ٹیبل پر پڑا پیپر ویٹ اس کی ٹانگ کا نشانہ لے کر کھینچ مارا تھا۔۔۔وہ جو بمشکل کرسی سے الٹنے کے بعد سنبھلا تھا دوبارہ سے گھٹنا پکڑ کر دہرا ہو چکا تھا۔۔۔عادل پاشا ہیجانی انداز میں کچھ سوچتے ہوئے کمرے میں ٹہلنے لگے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ سب لاؤنج میں ماتم زدہ سی شکلیں لیے بیٹھے تھے۔۔۔سب سے زیادہ بیزار سیف تھا جسے اس فیصلے پر اعتراض بھی سب سے زیادہ تھا۔۔۔البتہ ریان، جنت اور زونی کو سیف اور ماحور کے اعتراض پر اعتراض تھا لیکن بڑی بہن اور بھائی کے آگے ابھی خاموش رہنا ہی مناسب تھا۔۔۔سیف غصے اور بے بسی کے عالم میں مسلسل چھوٹے سے لاؤنج میں ٹہل رہا تھا۔۔۔

اپیا آپ کچھ بولیں گی بھی یا نہیں۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔کیا۔۔۔کیا بولوں۔۔۔!" سیف کے زچ ہو کر پوچھنے پر ماحور یکدم یوں چونکی تھی جیسے یہاں موجود ہی نا ہو۔۔۔

"اپیا آپ نے امی کو منع کیوں نا کیا کہ ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے۔۔۔اپنا گھر ہوتے سوتے ہم کس کھاتے میں سالک پاشا۔۔۔بھائی کا احسان لیں۔۔۔!" وہ عادتاً سالک پاشا کہتے کہتے بھائی کا لاحقہ لگا گیا۔۔۔کچھ بھی تھا رشتہ تو بن ہی گیا تھا اور پھر اب تو وہ سب سالک کے احسان مند بھی تھے کہ اگر اس دن وہ بروقت ہیرے کا منہ موٹی رقم سے بند نا کرتا تو نا جانے کیا ہو جاتا۔۔۔وہ دن یاد کر کے آج بھی سیف کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔۔۔باپ کی حرکتوں نے تو بچپن سے ہی پریشان کر رکھا تھا، اب تو کوئی کسر ہی نہیں رہ گئی تھی۔۔۔کوئی سیف سے پوچھتا تو وہ اب ان کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا مگر زبان سے یہ الفاظ ادا نہیں کر پاتا تھا۔۔۔

"میں بھلا کیا کہتی۔۔۔میری سنتا ہی کون ہے۔۔۔میری بات کی اہمیت ہی کہاں ہے بھلا۔۔۔!" وہ اب بھی کھوئی کھوئی سی تھی۔۔۔زونی اور جنت نے ایک دوسرے کو کوفت بھری نگاہوں سے دیکھا، ریان نے دونوں کو غیر محسوس طریقے سے گھر کا۔۔۔وہ نہیں

چاہتا تھا کہ ان تینوں کے دل کی بات عیاں ہو۔۔۔وہ تینوں ماں کے ساتھ رہنے کے خواہشمند تھے۔۔۔عمر کا تقاضا تھا یا محرومیوں کی بھرمار کہ اب وہ اوب گئے تھے اس زندگی سے جس میں ہر چیز کے لیے سسکنا پڑتا تھا۔۔۔مہینہ کے شروع ہونے کا انتظار کرنا پڑتا تھا کہ اپیا یا سیف کو تنخواہ ملے تو وہ اپنی مطلوبہ چیز کی مانگ کریں۔۔۔ماں کا لگژری لائف اسٹائل اور دی ہوئی ڈھیروں ڈھیر پاکٹ منی کا چسکہ ان تینوں کے مزاج پر اثر چھوڑ چکا تھا۔۔۔جنت اور زونی کا بس چلتا تو ابھی ماں کی انگلی پکڑ، ساتھ ہو لیتے پر ریان کو لحاظ کرنا پڑ رہا تھا۔۔۔وہ ایک دم سے اندر کی بات زبان پر نہیں لا سکتا تھا مگر دبے دبے محتاط لہجے میں بھائی سے اتنا ضرور کہا۔۔۔

"بھائی۔۔۔! امی کہہ رہی تھیں کہ اس بنگلے میں بس ہم سب بہن بھائی رہیں گے۔۔۔کیونکہ عادل انکل۔۔۔میرا مطلب ہے امی کے ہسبنڈ، سالک بھائی کی شادی کے لیے مان گئے ہیں۔۔۔اس لیے اب وہاں صرف ہم سب اپنی مرضی سے مکمل آزادی کے ساتھ رہیں گے۔۔۔!" ریان کے لہجے میں جوش کی واضح جھلک نے سیف کو اسے کڑے تیوروں سے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ریان نے گڑبڑاتے ہوئے فوراً وضاحت دی۔۔۔

"میں تو بس بات کر رہا ہوں ایک۔۔۔ورنہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔۔۔سچی۔۔۔!" اور اب کی بار زونی اور جنت نے اسے کھا جانے والی نظروں سے تاڑا۔۔۔زلیخا دادی نے ماحول میں کشیدگی کم کرنے کی خاطر بات بدل دی۔۔۔

"ماہی۔۔۔بچے اٹھو۔۔۔تم جا کر تیار ہو جاؤ۔۔۔تمہیں جانا ہے۔۔۔!"

ماحور کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔۔۔وہ کب سے ٹھس سی بیٹھی آتی گھڑیوں کے ٹلنے کی دعا کر رہی تھی۔۔۔زلیخا دادی نے دوبارہ اسے پکارا۔۔۔

"اٹھو بیٹا۔۔۔اٹھ جاؤ۔۔۔اچھا تو نہیں لگے گا نا کہ سالک کو آ کر انتظار کرنا پڑے۔۔۔بہت نامناسب بات ہو گی یہ۔۔۔!"

"کچھ بھی نامناسب نہیں ہے دادی۔۔۔آپ پلیز کسی طرح امی کو منع کر دیں۔۔۔وہ خود ہی جو بہتر سمجھیں لے آئیں۔۔۔!" اتنا کہہ کر وہ اٹھی اور کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔۔۔سیف نا سمجھی سے بھنویں اچکائے دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بلآخر پوچھ بیٹھا۔۔۔

"کہاں جانا ہے اپیا کو دادی۔۔۔وہ بھی سالک بھائی کے ساتھ۔۔۔؟"

"تمہاری ماں کا فون آیا تھا، وہ چاہ رہی ہے کہ ماحور سالک کے ساتھ جا کر اس کی پسند کے برائڈل ڈریس خرید لائے۔۔۔اسی بہانے دونوں ذرا ملیں گے تو ایک دوسرے سے بے تکلفی پیدا ہو سکے گی۔۔۔!"

دادی ساتھ ساتھ بلاوجہ کشن درست کر کے رکھتی جا رہی تھیں۔۔۔صاف لگ رہا تھا کہ وہ سیف سے نظریں چرا رہی ہیں جس

کے چہرے پر واضح ناگواری کے تاثرات تھے۔۔۔لیکن زلیخا دادی کو ناعمہ پاشا کی بات پوری کرنی ہی تھی اس لیے انہوں نے زونی کو بھیج کر رائنہ کو بلوا لیا۔۔۔وہی ماحور کو قائل کر سکتی تھی سالک کے ساتھ جانے کے لیے۔۔۔انہیں یوں لگتا تھا جیسے سب کی ڈوریں یکدم ناعمہ پاشا کے ہاتھوں میں آسمانی ہوں۔۔۔!

☆......☆......☆

محلے میں شادی تھی۔۔۔دادا بطورِ خاص شاویز کو ساتھ لے کر ولیمہ کھانے چلے گئے تھے۔۔۔گھر کی تنہائی اور یاسیت اب انہیں کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی۔۔۔مومن ان کا بہت خیال تو رکھتا تھا مگر اسے چپ سی لگ گئی تھی۔۔۔وہ ہزار باتوں کے جواب میں بھی ہوں ہاں سے زیادہ نہیں بول پاتا تھا۔۔۔ایسے میں محلے سے شادی کا دعوت نامہ آیا تو دادا نے شاویز کو تیار کر لیا ساتھ چلنے کو۔۔۔دونوں اس بار اپنے اپنے ذاتی کپڑوں میں ملبوس بڑے مزے سے روانہ ہوئے۔۔۔مومن نے شاویز کو گاڑی دے دی تھی تاکہ اپنی سواری کی آسانی رہے۔۔۔وہ دونوں یوں بن ٹھن کر نکلے تھے کہ مومن کو محسوس ہوا جیسے بر دکھوے کے لیے چلے ہوں۔۔۔اپنا نیا لٹھے کا کڑکڑاتا سوٹ پہن کر اس پر کالی واسکٹ پہنی تھی اور اوپری جیب میں سرخ چمچماتا رومال سجایا تھا، جو شاویز ہی کی مہربانی سے آیا تھا۔۔۔دادا نے اس بار میاں جی کی کوئی بھی چیز منگوانے سے احتراز برتا تھا کیونکہ قوی امکان تھا کہ آج کی اس تقریب میں میاں جی بھی شاویز کے بھائی محب اور اس کی بھابھی کے ہمراہ موجود ہوں اور جس طبیعت کے وہ حامل تھے ان سے ہرگز بعید نا تھا کہ اپنی شے پہچان کر وہیں ہنگامہ مچا دیتے۔۔۔اس لیے دادا نے محض سرخ ریشمی رومال پر اکتفا کیا۔۔۔خود شاویز نے کسی ہوئی براؤن جینز پر گھٹنوں سے اوپر تک کرتہ پہنا تھا جس پر باقاعدہ کام کیا گیا تھا۔۔۔پیروں میں بنا جرابوں کے لوفر پہن رکھے تھے۔۔۔وہ جب تیار ہو کر پہنچا تو دادا نے اس کا سر سے پیر تک جائزہ لے کر اچھی طرح اسے ٹٹولا اور پھر پوچھا۔۔۔

”بے غیرت۔۔۔تو نے ٹانگوں پر جو چیز چڑھا رکھی ہے، اسے پہن کر تیری ٹانگیں لسی بلونے والی مدھانی لگ رہی ہیں۔۔۔اور تو جرابیں کہاں بھول آیا ہے۔۔۔اب مومن سے مانگنے مت بیٹھ جانا۔۔۔!“

”دادا۔۔۔آج کل ایسی پینٹیں فیشن میں ہیں اور لوفر کے اندر جرابیں نہیں پہنی جاتیں۔۔۔!“

”لوفر ہو گا تو۔۔۔میرا مومن نہیں۔۔۔سمجھا۔۔۔تیری تو شکل پر لکھا ہے کہ تو لوفر بھی ہے اور لچا بھی۔۔۔چل اب ورنہ یہیں تیری پینٹ چیر پھاڑ دوں گا۔۔۔چل۔۔۔!“ دادا خدا جانے کیا سمجھے۔۔۔شاویز کا ہکا بکا منہ دیکھ کر مومن کو برآمدے میں بیٹھے ہنسی آ گئی۔۔۔وہ طوطوں کے پنجرے کے قریب کرسی رکھے انہیں محویت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

"دادا۔۔شاویز نے مجھے کچھ نہیں بولا ۔۔۔یہ جو جوتے پہن رکھے ہیں نا اس نے، انہیں لوفر کہتے ہیں ۔۔۔!" مومن پنجرے میں دانہ ڈالتا رسان سے بولا تو دادا نے چمک کر کہا۔۔۔

"کل کو بدمعاش بھی پہن آنا۔۔۔کبھی کہنا آج مشٹنڈا چڑھا کر آیا ہوں دادا۔۔۔فیشن میں ہے۔۔۔!" شاویز تو کھلکھلا کر ہنسا ہی تھا، مومن بھی بڑے دنوں بعد یوں مسکرایا تھا کہ اس کے موتیوں سے سفید دانتوں کی جھلک دادا کو دکھ گئی۔۔۔وہ جی ہی جی میں جی بھر کر خوش ہوئے۔۔۔آج کل بچوں کی طرح ہنسانے کی کوشش کرتے تھے وہ مومن کو مگر اس کی مسکراہٹیں، اس کی ہنسی سب جیسے اس کے سینے میں ہی گھٹ گئی تھیں۔۔۔شاویز نے دادا کا چہرہ پڑھتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما اور کپل اسٹائل میں اپنی کہنی کے نیچے سے لا کر بازو پر رکھ کر دادا سے سرگوشی کے انداز میں بولا۔۔۔

"چلیں سویٹی۔۔۔!"

دوسرے ہی پل دادا کی چھڑی اور شاویز دونوں حرکت میں آچکے تھے۔۔۔صحن میں جنگ چھڑ چکی تھی۔۔۔

"ٹھہر نا ہنجار۔۔۔بے حیا۔۔۔تیری آگ بجھادوں پہلے۔۔۔!"

مومن سے مزید ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا لہذا حلق سے قہقہہ آزاد کرتا وہ شاویز کو بچانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔!

☆......☆......☆

"دادا۔۔۔تسلی سے کھائیں۔۔۔آپ تو ایسے کھا رہے ہیں جیسے اس کے بعد آپ نے چار دن کچھ نہیں کھانا۔۔۔ویسے میں انکل اسلم سے کہہ کر آیا ہوں کہ دادا کہہ رہے ہیں ولیمے کا بچا ہوا کھانا ہمساؤں میں تقسیم کرنا عین ثواب ہے خاص طور مشورہ دینے والے اور مشورہ پہنچانے والے کے گھر۔۔۔!"

قورمے کی تیسری پلیٹ کی گریوی میں لتھڑی انگلیاں چاٹتے شاویز نے دادا کو ٹو کا جو تنجن پر شوربہ انڈیل کر اس شوق سے تناول کر رہے تھے کہ ارد گرد بیٹھے کئی افراد کی نظریں اس ملغوبے پر آ ٹکی تھیں۔۔۔

"بکواس بند کر اور کھانا کھا۔۔۔گھر پر کیا وہ چوکیدار مجھے میٹھا کھانے دیتا ہے۔۔۔شوگر نارمل رہے اسی لیے شوربہ ڈال کر کھا رہا ہوں۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

شاویز نے متفق ہوتے ہوئے سر دھنا اور دادا کی پلیٹ کو اوپرے دل سے دیکھنے لگا تبھی اسے لگا کہ بڑے بڑے لقمے لیتے دادا کے منہ سے کوئی چیز پھڑک کر پلیٹ میں گری تھی مگر انہیں بلکل احساس نہیں ہوا تھا۔۔۔شاویز نے ہاتھ بڑھا کر اس پر

انگلی دھری اور دبے لہجے میں پکارا۔۔۔

"دادا۔۔۔دادا یہ۔۔۔"

"پرے کر ہاتھ۔۔۔ناریل کی گری ہے۔۔۔پیچھے ہٹ۔۔۔خبردار جو میری پلیٹ سے کچھ لیا تو۔۔۔!" اور دادا نے خشمگیں نظروں سے اسے گھور کر فٹافٹ گری کے ٹکڑے کی جانب ہاتھ بڑھایا۔۔۔شاویز ذرا اونچی آواز میں بولا۔۔۔

"گری نہیں ہے دادا، بتیسی ہے۔۔۔آپ کے دہن کا سینہ چیر کر بڑی بے تابی سے باہر نکلی تھی۔۔۔متنجن اور شوربے میں لوٹیاں لگانے۔۔۔سمجھے آپ۔۔۔"

اب کے حیران ہونے کی باری دادا کی تھی۔۔۔نظر تو ان کی بلا کی کمزور تھی مگر عام عوام میں عینک لگا کر نہیں نکلا کرتے تھے کہ اس سے عمر دس سال آگے کی دکھائی پڑتی ہے بھلے سے بنا عینک کے کچھ دکھائی نا پڑے۔۔۔انہوں نے اپنے پوپلے منہ میں زبان پھیر کر اس کا خالی پن چیک کیا اور جب واقعی تسلی ہو گئی کہ یہ ان کی بتیسی ہی تھی تو فورعقیدت سے اسے پلیٹ سے اٹھایا، چوما اور پھر دونوں آنکھوں سے لگا کر غڑاپ سے منہ کے اندر فٹ کر ڈالا۔۔۔شاویز ان کی چابک دستی پر عش عش کر اٹھا۔۔۔یونہی تو نہیں وہ دادا سے فیض لیا کرتا تھا۔۔۔دونوں کھا کر اٹھے تو شاویز کو یاد آیا کہ سلامی والا لفافہ ابھی تک اس کی جیب میں ہی پڑا ہے جو نکلتے وقت دادا نے رکھوایا تھا۔۔۔اس نے لفافہ جیب سے نکال کر دادا کو دکھایا۔۔۔

"دادا۔۔۔اسٹیج پر چلیں۔۔۔لفنگے کو۔۔۔میرا مطلب ہے لڑکے کو سلامی نہیں دینی۔۔۔!" وہ کب سے اسلم صاحب کے بیٹے کو اپنی نئی نویلی دلہن کے کانوں میں گھس کر کہانیاں سناتے دیکھ رہا تھا اسی لیے جل کر اسے دل میں کئی بار لفنگا کہنے کی وجہ سے زبان پر بھی آ گیا۔۔۔

"واپس ڈال۔۔۔واپس ڈال۔۔۔فوراً جیب میں واپس ڈال۔۔۔!"

دادا کے غرا کے کہنے پر شاویز نے بوکھلا کر فوراً واپس رکھے اور ادھر ادھر چور نگاہوں سے دیکھتا دادا سے پوچھا۔۔۔

"کیا دادا۔۔۔یہ کیا طریقہ ہے بھلا۔۔۔مشکوک بنانے چلے تھے مجھے۔۔۔کوئی دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ کسی کے چرائے ہیں۔۔۔!"

"اتنا کھانا معدے میں کھپا دیا، ذرا سا عقل کو کھلا دیتا نا وہ ابھی بھی گھاس چرنے نا نکلی ہوتی۔۔۔دیکھ۔۔۔میرے ساتھ رہ کر تو اتنا بھی نہیں سیکھا کہ جب بنا ہینگ اور پھٹکری کے رنگ چڑھ جائے تو رنگ ریز کے پاس منہ کالا کروانے نہیں جاتے!"

دادا کی اتنی بے تکی، بے موقع اور بنا سر پیر کے دی گئی اس مثال کے جواب میں محض شاویز کا منہ "ایں" کے زاویے پر ٹھہر گیا۔۔۔لیکن اتنا وہ سمجھ گیا تھا کہ دادا نے سلامی کے پیسے مار لیے ہیں۔۔۔وہ اب بنا دلہے سے ملے اور سلامی دیے واپس ہو لیں گے۔۔۔

" چل اب۔۔۔گھر چلیں۔۔۔راستے سے تجھے میٹھا پان کھلا دوں گا۔۔۔آخر ہزار روپے کی بچت کروائی ہے تو نے۔۔۔چل نکل لے اب نیواں نیواں ہو کر۔۔۔!"

وہ دونوں ٹہلنے والے انداز میں ہال کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے جب یکدم دادا کے کان میں آواز پڑی۔۔۔

" دادا۔۔۔ٹھہریے۔۔۔!"

جواب میں انہوں نے بری طرح چونکتے ہوئے یوں اطراف کا جائزہ لیا جیسے چوری کرتے پکڑے گئے ہوں۔۔۔

" لو بھلا بتاؤ۔۔۔اللہ جانے اس شہر میں میرے کتنے پوتے ہیں۔۔۔ہر گلی سے صدا آتی ہے۔۔۔دادا۔۔۔دادا۔۔۔حسن اللہ تیری قبر ٹھنڈی رکھے، اس بڑھاپے میں نئے سیاپے نا ڈال دینا۔۔۔!" وہ فوت شدہ بیٹے کو یاد کرتے ہوئے بڑبڑائے۔۔۔ابھی بھی آواز کا مرکز تلاش رہے تھے جب ایک دم ان کے سامنے سالک پاشا آ کھڑا ہوا۔۔۔اس نے بڑی محبت اور اپنائیت کے ساتھ سلام کیا تو دادا بھی اتنے دن بعد اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔۔۔سینے سے لگا کر حال احوال پوچھا۔۔۔شاویز البتہ تیکھے چتون لیے اسے گھور رہا تھا۔۔۔

" میاں تم تو گھر کا رستہ ہی بھول گئے ہو۔۔۔دوبارہ کبھی آئے ہی نہیں خیریت معلوم کرنے۔۔۔!"

" بس دادا۔۔۔پچھلے دو تین ہفتے بہت مصروف گزرے۔۔۔ایک بار مومن کے ساتھ آنے لگا تھا تو پتا چلا کہ آپ اپنی سسرال گئے ہوئے ہیں۔۔۔سوٹل گیا۔۔۔ویسے دادا کمال ہے کہ آپ اب بھی سسرال جا کر مزے کرتے ہیں۔۔۔!"

جواب میں دادا اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہہ ہو۔۔۔

" یہ تمہیں اس چغد مومن نے کہا۔۔۔؟"

" بلکل۔۔۔بھلا مجھے اور کہاں سے پتا لگتا۔۔۔!" سالک کا موڈ بے حد خوشگوار ہو گیا تھا۔۔۔جب کہ دادا دل ہی دل میں مومن کو اعلیٰ پائے کی گالیوں سے نواز رہے تھے۔۔۔وہ تو کبھی بھولے سے بھی سالوں کے ہاں نہیں گئے تھے مبادا وہاں قیام کرتے۔۔۔ان کی اپنی بیگم کی زندگی میں ہی ان کے بھائیوں سے کبھی بھی نہیں بنی تھی۔۔۔

" ویسے تم یہاں کیا کر رہے ہو بیٹا۔۔۔!"

" آفاق ہماری فرم کا ایمپلائی ہے دادا۔۔مینوفیکچرنگ ڈیپارٹمنٹ میں ہوتا ہے۔۔۔میں اپنے ہر ورکر کی خوشی غمی میں شرکت کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔۔۔!"

"واہ۔۔۔بہت خوب۔۔۔کیا اعلی اخلاق ہیں۔۔۔"

" دادا۔۔۔یہ وہی ہے۔۔۔آپ بھول گئے ہیں کیا۔۔۔وہی جس نے آپ کی بہو کو چوری کیا ہے۔۔۔مومن کی منگیتر کو۔۔۔!" کب سے صبر کر کے کھڑا شاویز یکدم ان کے کان میں بڑبڑایا تو جیسے دادا کو چار سو چالیس والٹ کا جھٹکہ لگا۔۔۔وہ تو یکسر بھول ہی گئے تھے کہ سالک پاشا نے ان کے پوتے کا دل توڑا ہے۔۔۔ان کا جی اپنی عقل پر ماتم کرنے کو کیا۔۔۔

" دادا۔۔۔مومن آپ کے ساتھ نہیں آیا۔۔۔!" سالک پاشا نے اپنے موبائل کی اسکرین دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔۔۔

" وہ کیا آئے گا۔۔۔اس کا تو ہنسنا بولنا سب ہی ختم ہو گیا۔۔۔اب تو آفس جاتا ہے اور آ کر کمرے میں چپ چاپ پڑ جاتا ہے۔۔۔نا ہنستا ہے نا بولتا ہے۔۔۔!" دادا نے ہوکے بھرتے ہوئے تفصیلی جواب دیا

" ایسا کیوں دادا۔۔۔" سالک بری طرح حیران ہوتے ہوئے بولا۔" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔مومن کو اچانک سے کیا ہو گیا۔۔۔!"

" اب کیا بتاؤں تمہیں سالک بچے۔۔۔میرے پوتے کی خوشیوں کو نظر ہی کھا گئ۔۔۔جس لڑکی کو چاہتا تھا وہاں منگنی کر کے آیا میں اس کی لیکن اللہ جانے ایسا کیا ہوا کہ بنا وجہ بتائے، بغیر کچھ کہے منگنی توڑ دی اس نے۔۔۔حالانکہ جی جان سے مرتا تھا وہ اس بچی پر۔۔۔خود وہ بچی بھی میرے مومن کو چاہتی تھی مگر خدا ہی جانے ایسا یکدم کیا ہوا کہ۔۔۔حق ہا۔۔۔!"

شاویز دادا کی ایسی جاندار اداکاری پر انہیں آسکر کے لیے نامزد کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔۔۔کیا انداز تھے کیا مسکین لہجہ تھا۔۔۔کچھ بھی نا کہا اور کہہ بھی گئے والی بات کا مفہوم اسے آج سمجھ آیا تھا۔۔۔

" مومن نے مجھے تو ایسا کچھ بھی نہیں بتایا۔۔۔حالانکہ اس کی کسی لڑکی میں دلچسپی کے بارے میں مجھے علم ہے۔۔۔لیکن اس سے آگے مجھے کچھ بھی خبر نہیں۔۔۔" سالک کی حیرت دور ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔۔تصور میں مومن کا بجھا بجھا چہرہ آیا، واقعی وہ آفس میں بھی اب بہت کم بات کرتا تھا۔۔۔اسے دل ہی دل میں افسوس ہوا کہ اپنی خوشی میں گم ہو کر اس نے ایک بار بھی اسے نہیں کریدا تھا۔۔۔

" بس وہ ایسا ہی ہے۔۔۔کسی کو اپنا دکھ نہیں بتاتا خود ہی اندر ہی اندر گھلتا رہتا ہے۔۔۔اب یہی دیکھ لو نا۔۔۔تمہارے والد

جب میرے ہاں کرائے پر رہے تھے تو اسی بچی کی مکان کے کاغذات ان کے پاس تھے۔۔۔اللہ جانے کیا قصہ تھا مگر وہ جاتے ہوئے یہیں بھول گئے اب جب وہ کاغذات اس کے ہاتھ لگے تو اسے محض یہی فکر تھی کہ کیسے انہیں اس بچی تک پہنچائے۔۔۔اللہ جانے اس نے کیا، کیا ان کاغذات کا۔۔۔دوبارہ اس کے پاس دکھے نہیں مجھے۔۔۔ارے اسلم میاں۔۔۔کہاں تھے بھئی۔۔۔آج تو آسمانوں پر اڑ رہے ہو۔۔۔بیٹے کا ولیمہ ہے مگر یاروں دوستوں کی بھی تو خبر لو۔۔۔!" دادا کمال مہارت سے ان دیکھے اسلم میاں کی جانب بڑھ گئے تھے۔۔۔اس طرف اسلم میاں تھے یا نہیں مگر شاویز کا دل کر رہا تھا کہ دادا کو کندھوں پر اٹھا کر ناچے۔۔۔تیر چلا گئے تھے بس نشانے پر لگا ہو یہ دعا کرنی تھی۔۔۔سالک پاشا بنا مڑے سامنے بے دھیانی میں اسٹیج پر نگاہیں جمائے دماغ میں کسی گتھی کو سلجھانے کی کوشش میں لگا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

بیڈ پر رائنہ نے ماحور کے گنے چنے اچھی حالت کے ڈریسز پھیلا رکھے تھے۔۔۔ماحور اکتائی ہوئی اور خفا سی ٹانگیں جھلاتی دیکھنا بھی گوارا نہیں کر رہی تھی۔۔۔

"یہ دیکھو۔۔۔یہ کیسا ہے۔۔۔یہ پیارا لگے گا۔۔۔!"

رائنہ نے ٹی پنک اور ڈل گولڈن کے کنٹراسٹ میں شرٹ ٹراؤزر نکال کر اس کے سامنے لہرایا۔۔۔ماحور نے ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر کہا۔۔۔

"مجھے کہیں جانا ہی نہیں تو کیوں اتنا سر کھپا رہی ہو۔۔۔کہہ دو دادی کو بھی۔۔۔سالک پاشا آئے تو اسے میری طبیعت کی خرابی کا بول دیں۔۔۔پلیز۔۔۔!"

"کیوں بول دیں۔۔۔کس لیے۔۔۔" رائنہ نے کپڑے بیڈ پر پٹخے اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ڈپٹتے ہوئے بولی۔۔۔"کیا چاہتی ہو تم ماہی۔۔۔اس شادی سے انکار کرنا ہے تمہیں۔۔۔؟ بولو۔۔۔جواب دو۔۔۔؟"

ماحور کی گردن دھیرے سے نفی میں ہل گئی۔۔۔

"تو جب انکار کی جرات نہیں تو وہ کرو جو اقرار کرنے والے کیا کرتے ہیں۔۔۔یہ بلاوجہ کی ضد بازی سے اب صرف نقصان ہی ہونے والا ہے۔۔۔تمہاری امی سب کچھ طے کر چکی ہیں۔۔۔تم قدم پیچھے ہٹا نہیں سکتی، اپنی منوا نہیں سکتی تو پھر کم از کم ایسی کوئی حرکت تو نا کرو کہ اپنے لیے آنے والی زندگی میں مشکلات کا بیج بو دو۔۔۔اگر تمہیں کبھی بھی سالک کے ساتھ نہیں جانا تو ٹھیک

ہے اٹھاؤ اسٹیپ۔۔۔ہمت دکھاؤ۔۔۔بنا یہ سوچے کہ اس کا نتیجہ تمہاری ماں اور تمہارے بہن بھائی تو بھگتیں گے ہی۔۔۔مومن بھی سفّر کرسکتا ہے۔۔۔سالک پاشا روانی سے بہتا وہ دریا ہے جس کی گہرائیوں میں طغیانی چھپی ہے۔۔۔اس کو طوفان بننے مت دو ماہی۔۔۔ہاں دعا کرو کہ اس دریا کا رخ قدرت ہی دوسری جانب موڑ دے۔۔۔لیکن ماہی تم یہ بات مت بھولو کہ اس دریا میں اپنی مرضی سے اتری ہو۔۔۔اب ہاتھ پیر چلائے تیرتی رہو ورنہ ڈوب جاؤ گی۔۔۔سمجھی۔۔۔چلو تیار ہو جاؤ۔۔۔!"

اور ماحور آنسو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔مومن کو کچھ ہو۔۔۔یہ سوچ اسے پسپا کر دینے کو کافی تھی یہیں آ کر وہ ہار جاتی تھی۔۔۔کبھی کبھی وہ شدت سے خواہش کرتی تھی کہ کاش وقت ذرا سا پلٹ جائے اور وہ اپنی جلد بازی کو درست کر لے۔۔۔سالک پاشا کو اپنی زندگی سے نکال پھینکے۔۔۔جس وقتی جذبے کے زیر اثر وہ یہ قدم اٹھا چکی تھی، اس کی بنیاد میں محض غصہ بھرا تھا۔۔۔نہیں چاہیے تھی اسے دولت نہیں چاہیے تھا کوئی بھی مرتبہ۔۔۔اسے پرانا مومن مل جاتا تو وہ ساری عمر بیچارگی اور غربت میں گزار سکتی تھی کیونکہ اس کی وہ عادی تھی۔۔۔بس اسے مومن کے بنا رہنے کی عادت نہیں ہو پا رہی تھی۔۔۔نا جانے وہ اب کس کے ساتھ ویسی ہی باتیں بناتا ہو گا کس کے لاڈ اٹھاتا ہو گا جیسے میرے اٹھاتا تھا۔۔۔یہ سوچ آنے کی دیر تھی اور وہ پھر سے برف کا تودہ بن گئی۔۔۔اگلے دس منٹ میں وہ تیار ہو کر بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے یوں بیٹھ گئی تھی جیسے جب آواز پڑے گی تو اٹھ کر اپنا کردار نبھانے اسٹیج پر چلی آئے گی۔۔۔زندگی اب اس سے اداکاری کروا رہی تھی اور وہ اپنا رول نبھانے میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔۔۔!

دروازے پر بیل ہوئی تو رائنہ نے جا کر کھولا۔۔۔سالک پاشا اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ وہاں مسکراہٹ لیے موجود تھا۔۔۔اسے دیکھ کر رائنہ کو یکدم ابرش کی یاد آئی۔۔۔کیسے جی جان سے فدا تھی وہ اس شخص پر اور کتنا حسین و مغرور تھا یہ آدمی۔۔۔وہ اپنی سوچ کو جھٹکتی جبری مسکراہٹ کا تبادلہ کرتی آگے سے ہٹ گئی۔۔۔

"ماحور تیار ہے۔۔۔؟ آئی مین میں پہلے ہی کافی لیٹ ہو گیا۔۔۔!" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے ریسٹ واچ پر وقت دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔۔۔"ایکچوئلی ایک ایمپلائی کا ولیمہ تھا، وہیں کچھ وقت لگ گیا۔۔۔!"

"بھئی واہ۔۔۔آپ دیر کر دیتے ہیں اور ماحور جلد باز ہے۔۔۔یعنی دو یکسر مختلف مزاج۔۔۔ہیں جی۔۔۔!" جواباً رائنہ نے گیٹ بند کرتے ہوئے سیدھے سادے لہجے میں کہا مگر سالک نے پلٹ کر اس پر ایک گہری نگاہ ضرور ڈالی۔۔۔پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔۔۔

"میں دیر نہیں کرتا رائنہ بی بی۔۔۔میں موقع کا انتظار کرتا ہوں۔۔۔!"

" آپ یا تو خاصے خوش فہم ہیں یا ضرورت سے زیادہ سادہ۔۔۔اصل موقع کا انتظار کرتے کرتے اتنی تاخیر کر دینا مناسب نہیں کہ موقع محل ہی بدل جائے۔۔۔!"

سالک پاشا لاجواب نہیں ہوا تھا، وہ ٹھٹک گیا تھا۔۔۔چند پل دونوں کے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے انکہے کنائے سمجھنے میں لگے اور پھر رائنہ بشاش لہجے میں اسے اندر کی طرف بڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔۔۔

" عاقب سچ کہتے ہیں کہ میں کوئی مووی دیکھ لوں تو گھنٹوں اس کے اثر سے نہیں نکلتی بلکہ اسکے ڈائلاگز بھی جھاڑتی رہتی ہوں۔۔۔چلیں آئیں۔۔۔ماہی کب سے آپ ہی کا ویٹ کر رہی ہے۔۔۔!"

وہ جھٹ پٹ اپنی باتوں کا اثر زائل کرتی اندر بڑھ گئی تھی جبکہ سالک پاشا کا ذہن اصل پکچر میں اٹک گیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

"تم لوگوں کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا۔۔۔اتنے جتن میں نے اس لیے کیے تھے کیا کہ اپنے بچوں کو یہیں اسی ڈربے میں چھوڑ دوں۔۔۔!" ناعمہ پاشا غصے میں بولتیں، اپنی انگلیاں بری طرح مسل رہی تھیں۔۔۔جواب میں سیف پرسکون سا ہلکی آواز میں چلتے ٹی وی پر نگاہ جمائے بیٹھا رہا جبکہ جنت اور زونی مدد طلب نظروں سے ریان کو دیکھ رہے تھے۔۔۔انہوں نے اسے ہی اپنا وکیل مقرر کر رکھا تھا۔۔۔کچھ بھی تھا وہ بڑے بھائی اور اپیا سے ڈرتے تھے۔۔۔ماں کے ساتھ جی جان سے جانا چاہتے تھے مگر ریان کو آگے لگا کر۔۔۔جبکہ اسے سمجھ ہی نہیں آتا تھا کہ ماں سے آخر کیسے کہے کہ وہ تینوں بہن بھائی ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔۔۔!

ناعمہ پاشا سالک اور ماحور کے شاپنگ پر جانے کے بعد خاص ان سب کا ردعمل جاننے کے لیے آئی تھیں۔۔۔زلیخا دادی اور سیف ناخوش سے تھے جبکہ باقی بچے بلکل نارمل تھے۔۔۔یہاں آ کر انہوں نے ان سب کی نئے بنگلے میں شفٹ ہونے کی بات چھیڑی تو سیف نے دوٹوک الفاظ میں انکار سنا دیا تھا۔۔۔

" چاچی۔۔۔" ناعمہ پاشا نے زونی کی شرٹ کے بٹن ٹانکتی زلیخا دادی کو پکارا۔۔۔" آپ کیوں نہیں سمجھاتیں انہیں۔۔۔میں انہیں کسی قیمت پر یہاں رہنے نہیں دوں گی۔۔۔انہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔۔۔!" زلیخا دادی نے دھاگا توڑا اور عینک کے اوپر سے انہیں دیکھتے ہوئے بولیں۔۔۔

" دیکھو بنو۔۔۔آدھی اولاد تمہاری، تمہارے ساتھ جانے پر راضی ہے انہیں لے جاؤ۔۔۔" انہوں نے تیکھی نظروں سے ریان، جنت اور زونی کو دیکھا تو تینوں نگاہیں چرا کر بغلیں جھانکنے لگے۔۔۔" ماہی تو ویسے ہی تمہاری بہو بن چلی اب۔۔۔رہ گیا سیف تو

اسے کیوں پریشان کرتی ہو۔۔۔وہ باپ کے پاس رہنا چاہتا ہے تو رہنے دو۔۔۔بچہ نہیں ہے اب وہ۔۔۔اپنا کماتا ہے۔۔۔کچھ ہی عرصے میں پڑھائی پوری ہو گئی تو ان شاء اللہ مزید اچھی نوکری مل جائے گی۔۔۔سب کو اپنے ہی چھاننے سے مت ہانکو نمو۔۔۔بدک جائیں گے۔۔۔!" زلیخا دادی کی بات پر سیف نے بے اختیار منہ پھیر کر مسکراہٹ چھپائی۔۔۔ناعمہ پاشا مزید تپ گئیں۔۔۔انہیں زلیخا دادی پر تاؤ آیا۔۔۔کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا تو دادی نے ہاتھ کے اشارے سے ٹوک دیا۔۔۔

"مجھے کوئی طعنہ مارنے سے پہلے یاد رکھنا کہ میرا اپنا گھر بھی ہے جسے میں عنقریب انہی بچوں کے نام کرنے والی ہوں۔۔۔پھر بھی زندگی کے چار دن کاٹنے پڑے تو میں اتنی خود غرض نہیں نمو کہ عقیل کو ایسی حالت میں جبکہ نشے نے اسے چاٹ لیا ہے، چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں۔۔۔رہ گئی اخراجات کی بات تو تم ہماری فکر نا کرنا، میرا مکان کرائے پر چڑھوا چکا ہے سیف۔۔۔اس کا کرایہ ہم دو جانوں کو کافی ہے۔۔۔تم لے جاؤ اپنے بچے اگر جاتے ہیں تو۔۔۔!" زلیخا دادی نے بات ہی ختم کر دی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا لاجواب ہو گئی تھیں۔۔۔انہوں نے زونی اور جنت کے کھلتے ہوئے چہرے دیکھے جن پر صاف لکھا تھا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔۔۔دونوں کو اشارے سے بلا کر اپنے دائیں بائیں بٹھایا اور ساتھ لگا لیا۔۔۔ریان بھی اٹھ کر ماں کے پیروں میں آ بیٹھا۔۔۔یہ واضح اشارہ تھا کہ وہ تینوں ماں کے فیصلے کے حامی ہیں۔۔۔جبکہ سیف نے ایک بار بھی ٹی وی سے نظریں ہٹا کر انہیں نہیں دیکھا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں خفگی جیسے ٹھہر سی گئی تھی۔۔۔وہ شش و پنج میں پڑ چکی تھیں۔۔۔عجیب ہی صورتحال تھی۔۔۔عادل پاشا نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ سالک ہرگز کسی اور جگہ شفٹ نہیں ہوگا، اس کے جو جی میں آئے وہ کرے۔۔۔سالک کی جانب دیکھتیں تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ بھی نئے بنگلے میں شفٹ ہونے پر متعامل ہے۔۔۔یہ ناعمہ پاشا کی اپنی رائے تھی۔۔۔اب اتنے بڑے بنگلے میں وہ محض اپنے تین بچے کیسے شفٹ کر سکتی تھیں۔۔۔سیف اور زلیخا دادی ساتھ چلتے تو بات بھی تھی۔۔۔مگر ان سے تو ایسی کوئی امید نہیں تھی۔۔۔ایسے میں ان کا وہ مقصد جس کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ماحور کے دل پر بھی پیر رکھا تھا، وہیں کا وہیں رہ گیا تھا۔۔۔ان کے دماغ میں گڈمڈ ہوتی سوچوں نے ایک بار پھر انہیں بری طرح سے پریشان کر ڈالا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل پاشا مسلسل اپنی اسٹڈی میں ٹہل رہے تھے۔۔۔بے چینی ان کے ہر ہر انداز سے ہویدا تھی۔۔۔انگلیوں میں سگار دبا تھا جس کی راکھ وہ ذرا سی دیر بعد رک کر ایش ٹرے میں جھاڑ دیتے مگر بیٹھنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔۔۔سب کچھ پلاننگ سے الٹ ہو گیا تھا۔۔۔مختار انصاری پر بھروسہ کرنا ان کی فاش غلطی ثابت ہوا تھا۔۔۔نا وہ خود کچھ کر سکا تھا نا اس کا پلانٹ کیا گیا آدمی کوئی

کارگردگی دکھا سکا تھا۔۔۔ہیرا تو اتنی رقم پا کر ایسا رفو چکر ہوا تھا کہ مختار انصاری اس کی گرد بھی نا پا سکا اور خود وہ مومن تراب کے ہتھے چڑھ کر سب کچھ بک بیٹھا تھا۔۔۔اب وہ عادل پاشا کو مسلسل فون کر کے تنگ کر رہا تھا کہ معاہدے کے مطابق جو رقم اسے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ دی جائے کیونکہ اس نے بھی ہیرے پر پیسے لگائے تھے۔۔۔وہ تو ڈوبے ہی، مزید بھی اس کے ہاتھ کچھ نہیں آ سکا تھا۔۔۔اس لیے وہ اب مسلسل عادل پاشا کو دھمکانے پر اتر آیا تھا۔۔۔جب انہوں نے اس کی کالز اٹینڈ نہیں کیں تو اس نے ایاز کو فون کر کے کہا کہ اگر عادل پاشا نے اسے رقم نہیں دی تو وہ سالک کو سب کچھ نا صرف بتا دے گا بلکہ ثبوت بھی فراہم کرے گا۔۔۔زندگی میں پہلی بار عادل پاشا نے خود کو بے بس محسوس کیا۔۔۔انہیں ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ ہیرا اسی دن وہاں ٹپک پڑے گا جس وقت ان کی بیوی اور بیٹا وہاں نام نہاد رسم کے لیے موجود ہوں گے۔۔۔اگر وہ کسی اور وقت دھاوا بولتا تو پلان کے مطابق ماحور کو اپنے آدمیوں کے ذریعے زبردستی اغوا کر کے لے جاتا۔مگر سالک کی موجودگی نے سب پر پانی پھیر کر رکھ دیا تھا۔۔۔اس کے بلینک چیک میں ہیرے نے جتنی بھی رقم بھری ہو، وہ اتنی ضرور ہو گی کہ اس کے وارے نیارے ہو گئے ہوں گے۔۔۔مگر مختار انصاری زخمی بیل کی مانند ڈکراتا پھر رہا تھا۔۔۔اس کو نکیل ڈالنا ضروری ہو گیا تھا۔۔۔اسی لیے ایاز کو اس کا دماغ ٹھکانے لگانے کا کہا تھا۔۔۔اس کی اوقات ہی کیا تھی کہ عادل پاشا کو دھمکاتا۔۔۔انہوں نے اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول کر خود کو ریلیکس کیا۔۔۔وہ شدت سے ایاز کی فون کال کے منتظر تھے۔۔۔ایک بار مختار انصاری کا معاملہ ٹھپ ہو جاتا تو وہ مومن تراب کا ٹینٹوا بھی دبانے کا پکا ارادہ رکھتے تھے۔۔۔موبائل کی ٹون پر وہ سرعت سے ٹیبل کی جانب بڑھے اور کال اٹینڈ کی۔۔۔

"ہاں ایاز۔۔۔بولو۔۔۔کام ہوا۔۔۔!" ان کا تنفس تیز ہوا۔۔۔

"وہ سر۔۔۔ایک اچھی خبر ہے اور ایک کچھ گڑبڑ والی۔۔۔میرا مطلب ہے ایک کچھ بری خبر ہے۔۔۔!" ایاز سہمے اور دبے لہجے میں بولا تو عادل پاشا کا دل کیا کاش وہ اسی کا کام تمام کر سکتے۔۔۔انہوں نے ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"پہلے اچھی سنائی ایاز تا کہ بری اتنی بری نا لگے۔۔۔!"

"سر۔۔۔مختار انصاری کے ریسٹورنٹ میں آگ لگ گئی ہے سر۔۔۔رپورٹرز کی ایک بڑی تعداد جمع ہو چکی ہے۔۔۔پولیس بھی جائے وقوعہ پر پہنچ کر حادثے کی وجہ جاننے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔!"

"او زبردست ایاز۔۔۔بریلینٹ۔۔۔یہ تو کمال کر دیا تم نے۔۔۔اور رو تم ایسے رہے ہو جیسے مختار انصاری بچ گیا ہو۔۔۔!"

عادل پاشا کی چہکتی آواز اسٹڈی کے باہر سے گزرتی ناعمہ پاشا کے کانوں میں پڑی تھی۔۔۔وہ ابھی ابھی اپنے بچوں سے مل کر واپس

لوٹی تھیں اور بیڈ روم کی جانب جا رہی تھیں۔۔۔وہ چوکنی نظروں سے ارد گرد دیکھتی ہوئیں، دروازے سے کان لگا کر کھڑی ہو گئیں۔۔۔

"مختار انصاری بچ گیا ہے سر۔۔۔یہی بری خبر ہے۔۔۔!" اس کی روہانسی آواز نے عادل پاشا کی سماعتوں کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے تھے۔۔۔وہ یکدم چلائے۔۔۔

"کیسے بچ گیا الو کے پٹھے۔۔۔ایاز یو بلڈی فول تمہیں اندازہ ہے کہ کس مشکل میں پڑ سکتے ہیں ہم۔۔۔تم کسی کام کے نہیں رہے ایاز۔۔۔ایک کام تم ڈھنگ سے نہیں کر سکے۔۔۔!"

"سر اسے پلان کے مطابق گارڈ نے اس کے آفس میں باہر سے لاک کیا تھا مگر نجانے وہ کس جانب سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔آپ فکر نا کریں سر۔۔۔میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔۔۔وہ آپ کے سامنے زندہ نہیں آئے گا۔۔۔!"

"شٹ اپ یو باسٹرڈ۔۔۔" ایاز کی بات پر وہ مزید بپھر گئے۔۔۔وہ پہلے سے زیادہ شدت سے چلاتے ہوئے بولے۔۔۔"

بند کرو مجھے یہ طفل تسلیاں دینی۔۔۔تم نے سب بیڑہ غرق کر دیا ایاز۔۔۔مختار انصاری کو مر جانا چاہیے تھا۔۔۔وہ اپنے ریسٹورنٹ میں ہی جل کر مر جاتا تو سارا قصہ ہی تمام ہو جاتا۔۔۔اب تو وہ ہمارے لیے پہلے سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔تمہارے پاس چوبیس گھنٹے ہیں ایاز۔۔۔ڈھونڈو اسے اور کام ختم کرو اس کا۔۔۔اس کے بعد تمہیں مومن تراب کو بھی ٹھکانے لگانا ہے۔۔۔مجھے یہ دونوں زمین کے نیچے چاہئیں ایاز۔۔۔ورنہ میں تمہیں ان کی جگہ زندہ گاڑ دوں گا۔۔۔!"

انہوں نے کال آف کر کے موبائل کو کارپٹ پر زور سے اچھال دیا۔۔۔ان کا روم روم غصے کے کارن انگارہ بنا ہوا تھا۔۔۔ایاز کو مختار انصاری کو مارنے کا کام سونپ کر وہ غلطی کر بیٹھے تھے۔۔۔ایک کجی کی وجہ سے وہ ہوشیار ہو گیا ہو گا۔۔۔اب یقیناً وہ زخمی سانپ کی مانند پلٹ کر حملہ ضرور کرے گا۔۔۔ان کی نگاہوں کے سامنے مومن تراب کا چہرہ گھوم گیا۔۔۔ایک کل کے لونڈے نے دو ثبوتوں کی وجہ سے ان کی نیند اڑا کر رکھ دی تھی۔۔۔اس کے ہاتھ ان کے گریبان تک پہنچ رہے تھے۔۔۔انہی ہاتھوں سے وہ اس کی قبر کھود ڈالیں گے۔۔۔کنپٹیاں دباتے ہوئے وہ لمبے لمبے سانس بھرتے ریوالونگ چیئر پر آ بیٹھے۔۔۔انہیں سوچنے کے لیے سکون کی ضرورت تھی اس لیے انہوں نے اسٹڈی ٹیبل کے نیچے بنے سلائیڈنگ ریک سے کانچ کی سرخ مشروب سے بھری بوتل اور بلوریں گلاس نکال کر جام بنایا اور یہ ناپاک زہر اپنے اندر گھونٹ گھونٹ اتارنے لگے جسے عام حالات میں وہ کبھی ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔۔۔انہیں سب کچھ نئے سرے سے سوچ کر پلان کرنا تھا۔۔۔دروازے سے کان لگائے کھڑی ناعمہ پاشا نے اپنا تھر تھر کانپتا وجود بمشکل گھسیٹ کر کمرے تک پہنچایا۔۔۔ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھٹنے کے قریب تھیں۔۔۔مومن کا خوبصورت چہرہ

نگاہوں کے سامنے آ آ کر انہیں دہلا رہا تھا۔۔۔وہ بیچارہ نا جانے کس دشمنی کی بھینٹ چڑھنے والا تھا۔۔۔لیکن وہ ایسا نہیں ہونے دے سکتی تھیں۔۔۔انہیں کسی نا کسی سے تو مدد لینی ہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

واپسی کے سفر میں وہ دونوں ہی بے حد خاموش تھے۔۔۔ماحور تو خیر جاتے وقت بھی یوں ہی بیٹھی رہی تھی کہ سالک کو اس پر کسی بے جان گڑیا کا گمان ہوتا رہا۔۔۔دونوں کے درمیان کسی قسم کی کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔۔۔سالک نے کوئی بات کی بھی تو ماحور نے جواب میں محض ہنکارے ہی بھرے تھے۔۔۔وہ اسے بہترین شاپنگ مال کی بہترین بوتیک میں لے کر گیا تھا جہاں محض امرا کی رسائی تھی۔۔۔نگاہوں کو خیرہ کر دینے والے لباس بھی اس کا سرد سا موڈ بحال نہیں کر سکے تھے۔۔۔وہ خود ہی ڈریس پسند کرتا رہا اور اس سے رائے مانگتا رہا۔۔۔جواب میں اس نے کسی بھی قسم کی ایکسائٹمنٹ نہیں دکھائی تھی۔۔۔وہ کہتا یہ اچھا ہے، جواب ملتا جی اچھا ہے۔۔۔وہ کہتا کہ مجھے یہ کلر کچھ ڈل لگ رہا ہے، وہ کہتی جی ڈل لگ رہا ہے۔۔۔کیا یار۔۔۔یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔۔۔وہ نا جانے کیوں تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔۔۔آخر کب تک وہ اس بات کو فطری حیا پر محمول کرتا۔۔۔رویے میں جھجک ہونے اور کھچاؤ ہونے میں وہ بخوبی فرق کر پا رہا تھا۔۔۔آج کل وہ خود جس قدر خوش رہنے لگا تھا، اس کا دل کرتا تھا کہ اپنے جذبات کو وہ ماحور سے شئیر کرے۔۔۔اپنی شدتیں اور زور آور چاہتوں کی بپتا کہہ ڈالے مگر ہر بار وہ ماحور کا سرد اور سپاٹ رویہ محسوس کر کے سنبھل جاتا۔۔۔وہ بزنس کی دنیا کا جانا مانا نام تھا۔۔۔کروڑوں کی ڈیلز کرتا تھا۔۔۔دن بھر میں ہزاروں افراد سے ملاقات کرتا تھا۔۔۔چہرے پڑھنا اس نے کافی کم عمری میں ہی سیکھ لیا تھا۔۔۔وہ ماحور کو مارجن دیتا تھا کیونکہ وہ ابرش کی دوست بھی تھی اور اس کی کمپنی کی ایمپلائی بھی۔۔۔یقیناً وہ ابرش کی اس کے لیے پسندیدگی سے ناواقف نہیں ہوگی۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا کہ ابرش نے اپنے اور اس کے تعلق کے خاتمے کے اسباب کیا بتائے ہیں۔۔۔اگر ماحور کے دل میں ان کے حوالے سے کوئی ملال تھا تو اس کو ختم ہونے میں وقت درکار تھا۔۔۔وہ ہونا ہو اس کی جانب سے تحفظات کا شکار تھی۔۔۔

اُففففف۔۔۔! پریشان کن سوچوں کا انبار تھا جو یکدم اس کے دماغ پر لد گیا تھا۔۔۔اس نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔۔۔اسے پہلے ماحور کا اعتماد جیتنا چاہیے تھا۔۔۔اس طرح سے تو وہ اپنی زندگی کے اتنے اہم موقعے کو انجوائے ہی نہیں کر سکے گی۔۔۔اس کے پورے وجود میں بے چینی سرایت کر گئی تھی۔۔۔وہ کن اکھیوں سے ماحور کے نیم رخ کو دیکھتا کچھ کہنے کے لیے الفاظ جمع کر رہا تھا مگر اسے سرا تلاش کرنا مشکل ہو رہا تھا۔۔۔کہاں سے شروع کرے اور کیا کہے کے بیچ پنڈولم کی مانند جھولنے میں ہی ماحور

کا گھر آ گیا تھا۔۔۔اس نے کوفت سے گاڑی روک کر اسٹیئرنگ پر ہلکا سا ہاتھ مارا۔۔۔ماحور دروازہ کھول کر اترنے لگی تو وہ بولا۔۔۔

"ماحور پلیز۔۔۔مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔۔۔کیا میں آج رات آپ کو کال کر سکتا ہوں۔۔۔!"

"ہرگز نہیں۔۔۔" وہ یکدم تڑخ کر بولی۔۔۔پھر ذرا سنبھل کر لہجہ قدرے درست کیا۔۔۔"مجھے فون پر بات کرنا نہیں پسند۔۔۔اس سے "غلط فہمیاں" جنم لیتی ہیں۔۔۔آپ کو جو کہنا ہے ابھی کہہ لیجیے، میں سن رہی ہوں۔۔۔!" وہ اس کی جانب دیکھتی ہمہ تن گوش تھی۔۔۔اس کے غلط فہمیاں کہنے نے اسے اندر ہی اندر شرمندہ سا کر دیا۔۔۔ابرش کا رویا رویا اور بجھا ہوا سفید چہرہ نا جانے کیوں نظر میں گھوم گیا۔۔۔

"وہ۔۔۔ایکچوئلی۔۔۔مجھے پوچھنا تھا کہ اس آدمی نے آپ کو دوبارہ پریشان تو نہیں کیا۔۔۔!"

شٹ یار۔۔۔حد ہو گئی۔۔۔ایک لڑکی نے تمہیں کن حالوں میں پہنچا دیا ہے سالک پاشا کہ تم جو کبھی کچھ کہتے ہچکچاتے نہیں تھے، آج لفظ زبان کی نوک پر آ کر نہیں دے رہے۔۔۔

"جی نہیں۔۔۔پیسے نے اس کا منہ بند کر دیا تھا۔۔۔وہ دوبارہ نہیں آیا۔۔۔آج کل پیسے سے کیا نہیں ہو جاتا۔۔۔" وہ سامنے ونڈ اسکرین کو دیکھتی طنزاً بولی۔۔۔"خیر مجھے رجسٹری کے پیپرز کے لیے آپ کا شکریہ ضرور ادا کرنا تھا۔۔۔میں نہیں جانتی کہ یہ آپ کے پاس کہاں سے آئے مگر ان کی واپسی مجھ پر اور میرے گھر والوں پر احسان ضرور ہے۔۔۔!" وہ اب نظریں اپنی جھولی میں پڑے ہاتھوں پر گاڑے ہوئے تھی۔۔۔"ایک بات اور کہنی تھی آپ سے۔۔۔میرے بہن بھائی آپ کے بنگلے میں شفٹ ہونے کے لیے راضی نہیں ہیں۔۔۔پلیز آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ آپ امی کو خود کہہ کر انہیں میرے بہن بھائیوں کو مزید فورس کرنے سے منع کر دیجیے۔۔۔پلیز۔۔۔وہ اپنے گھر کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔۔۔چلتی ہوں۔۔۔آپ کا شکریہ۔۔۔ایک بار پھر ان پیپرز کے لیے۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔!"

وہ اس کی گاڑی سے اتر کر یوں بھاگی تھی کہ سالک کو محسوس ہوا جیسے وہ کب سے اس کی پاس ان دیکھی زنجیر میں جکڑی تھی۔۔۔کڑیاں تو اس کے پاس بھی تھیں۔۔۔مگر وہ انہیں جوڑنے کی سعی نہیں کر رہا تھا محض جمع کر رہا تھا۔۔۔اسے لگنے لگا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ان تمام کڑیوں کو مربوط شکل دے دی جائے۔۔۔آئینوں کے درمیان کھڑے ہو کر بھی وہ اپنے عکس کو جھٹلا رہا تھا مگر آخر کب تک۔۔۔کئی دنوں سے نگاہوں کے سامنے بہت سی شبیہیں ابھر ابھر کر مٹ رہی تھیں اور وہ ہر بار ذہن جھٹک دیتا تھا محض خود کو "سب اچھا ہے" کا یقین دلانے کے لیے۔۔۔وہ بے ایمان تھا نا خائن مگر اپنے دل میں ماحور کے لیے موجود بے تحاشا محبت کے ہاتھوں مجبور ضرور تھا اور اسی کے ہاتھوں اسے مات ہونے کا یقینی خدشہ تھا۔۔۔ایک اعصاب شکن سانس خارج کرتے

ہوئے اس نے گاڑی واپسی کے رستے پر موڑ دی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

"جو بول زبانوں نکل گیا
اوہ تیر کمانوں نکل گیا
میں دل وچ اوہنوں لبھنا واں
اوہ دور آسمانوں نکل گیا
ہمدرد کنارے بن بیٹھے
جد میں طوفانوں نکل گیا
میں گھر دی اگ لکاؤندا ساں
دھواں روشن دانوں نکل گیا
جو غیراں لئی تپ اٹھدا سی
اوہ لہو شریانوں نکل گیا
"کاشر" توں ہن کی پچھدے او
جد درد بیانوں نکل گیا۔۔"

(سلیم کاشر)

ساری عمر گل گئی تو تب جا کر جانا کہ وہ تو گلی کی نکڑ پر بیٹھے خارش زدہ کتے سے بھی بدتر حیثیت رکھتے تھے۔۔۔مدہوشی میں زندگی گزار دینے والے شخص کو ہوش بھی آیا تو کیسا کڑا امتحان ثابت ہوا۔۔۔انہوں نے محض نمو کے تصور کو دل و دماغ میں بسائے، سبھی رشتوں سے خود کو بیگانہ کیے ایک لمبی عمر کاٹ ڈالی تھی۔۔۔!

نمو۔۔۔!ان کی ایسی رگ تھی جو شہہ رگ سے بھی زیادہ نازک تھی جس پر جب جب ہاتھ پڑتا تو وہ تڑپ اٹھتے۔۔۔ہوش میں یا مدہوشی میں، بس ایک اسی نام کی مالا جپی تھی انہوں نے۔۔۔وہ آج تک خود کو اس ایک لمحے کے پچھتاوے سے نکال نہیں پائے تھے جب ان کے منہ سے یکلخت وہ الفاظ نکل گئے جنہوں نے نمو کو ان پر حرام کر ڈالا تھا۔۔۔عقل ٹھکانے آتے ہی وہ دیواروں

سے سر ٹکراتے رہے تھے، اپنے بال نوچ نوچ کر ہلکان ہوتے رہے مگر ہر راہ مسدود ہو گئی۔۔۔عدیل بھائی اور زلیخا چاچی نے اس کی اس حرکت کی پاداش میں ناراضی اختیار کر لی۔۔۔وہ بکتے جھکتے رہتے کہ انہوں نے نشے کی حالت میں طلاق دی تھی وہ ہوش میں نہیں تھے۔۔۔کبھی کوئی تاویل تو کبھی کوئی دلیل۔۔۔تنگ آ کر انہوں نے نمو کو بچوں کے لیے ترسا ڈالا کہ کسی نا کسی بہانے نمو اس گھر کی دہلیز پر دوبارہ آ جائے مگر وہ کبھی نا پلٹی۔۔۔یہاں تک کہ نمو کی عادل پاشا سے شادی اور ملک سے باہر جانے کی خبر بھی سن لی۔۔۔جب کوئی یارا نا رہا تو نشے کی زیادتی میں پناہ ڈھونڈ لی۔۔۔بچوں کے ہونے، نا ہونے کو بلکل بھلا ڈالا۔۔۔انہیں اپنی ہی اولاد سے گھن آنے لگی تھی۔۔۔نا عاقبت اندیش بندے کا سب سے بڑا المیہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہر گناہ کا بوجھ دوسروں پر لادتا ہے۔۔۔انہوں نے نمو کو طلاق دینے کے پیچھے بچوں کو قصوروار گردان لیا۔۔۔وہ سوچا کرتے کہ نا ان کی اوپر تلے کی اولاد ہوتی نا گھریلو حالات خراب ہوتے نا وہ آمدن بہتر کرنے کے لیے در در کی خاک چھانتے اور عادل پاشا کے متھے لگتے نا یہ سب ہوا ہوتا۔۔۔اپنے ہر دکھڑے کا ان کے پاس بے ڈھنگا جواز تو ضرور تھا مگر کبھی خود میں سدھار لانے کی کوشش انہوں نے نہیں کی تھی۔۔۔جب جب شراب پیتے، یہی سوچتے کہ نمو کی جان لیوا جدائی بھلانے کے لیے ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں۔۔۔جب جب چرس اور افیون کا نشہ کیا، قسمت کو کوسا کہ ان کا محبوب ان سے کیوں چھین لیا گیا۔۔۔کبھی خود کو الزام دیا تھا نا اپنا محاسبہ کیا۔۔۔تو طے یہ پایا کہ عقیل مغل ازل سے جذباتی تھے، جلد باز تھے۔۔۔اور اب جب سانسوں کی نیا ہچکولے کھاتی ابد کے بھنور میں اترنے کو تھی تو نمو نے آگہی کا چابک مار کر ان کے سوئے حواسوں کو ادھیڑ ڈالا تھا۔۔۔کتنی نفرت تھی نمو کی آنکھوں میں ان کے لیے۔۔۔چنگاریاں اڑاتی، شعلے لپکاتی نفرت۔۔۔جس نے عقیل مغل کی رگ رگ سے جان کھینچ نکالی تھی۔۔۔انہیں اتنی تکلیف ہوئی تھی کہ جیسے نمو کی نفرت میں ڈوبی نگاہوں میں موت کا درد چھپا بیٹھا دیکھ لیا ہو۔۔۔انہیں یقین تھا کہ اب کے بعد وہ کوئی درد یا تکلیف محسوس کرنے سے قاصر رہیں گے کیوں کہ وہ کرب کا ایسا دریا پار کر آئیں ہیں جس کی ہر موج تیزابی ہے، ہر لہر تیز دھار ہے جو ان کے وجود کے آر پار ہو کر اسے انگنت ٹکڑوں میں تقسیم کر گئی تھی۔۔۔وہ اسی دریا میں دھجی ہوئے پڑے تھے۔۔۔عقیل مغل کی کہانی کتنی لمبی اور کیسی مختصر نکلی۔۔۔!

وہ کئی دن سے شہر کی خاک چھانتے پھر رہے تھے اور بالآخر چپلیں گھسیٹتے قبرستان میں داخل ہو گئے تھے جیسے ان کے پیروں میں اپنا ہی بوجھ اٹھانے کی مزید سکت نا رہی ہو۔۔۔انہوں نے ایک پل رک کر اپنے دماغ کو جھنجھوڑ کر یاد کرنے کی کوشش کی کہ اماں اور ابا کی قبریں کس سمت تھیں۔۔۔عدیل بھائی کی قبر قدرے اونچی تھی، انہی کے پہلو میں اماں اور پھر ساتھ ابا۔۔۔وہ یاد آنے پر سپاٹ سے آگے بڑھنے لگے۔۔۔پہلے بھی کئی بار نشے سے یا نمو کی جدائی کے غم سے بدحال ہوا کرتے، یہیں

آتے تھے۔۔۔اماں کی قبر سے لپٹ کر اول فول بکتے سو جاتے۔۔۔کبھی کبھار دن چڑھے گھر لوٹا کرتے تو کبھی گورکن دیکھ لیتا تو اٹھا کر زبردستی قبرستان سے باہر نکال دیتا۔۔۔انہوں نے چلتے چلتے ہی باری باری اپنی دونوں چپلیں اتار دی تھیں۔۔۔وہ ننگے پاؤں اماں کی قبر کے سرہانے آبیٹھے۔۔۔قبر کی خشک مٹی سے بھی ماں کی خوشبو نکل نکل کر ان سے لپٹ رہی تھی جیسے دلاسہ دیتی ہو۔۔۔وہ ذرا سا سیدھے ہوئے، ہلکی سی ٹیک لگا کر، سر قبر پر رکھا اور چت آنکھیں کھول کر سامنے برگد کے درخت کو دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔

"اماں۔۔۔! آج آپ بہت یاد آرہی ہیں۔۔۔پہلے کبھی اتنا نہیں آئیں۔۔۔آج دل کرتا ہے کہ آپ کے سینے سے لگ کر آنکھیں موندلوں اور کبھی نا کھولوں۔۔۔میں بہت دکھی ہوں اماں۔۔۔نمو مجھ سے نفرت کرتی ہے۔۔۔اتنی نفرت کہ میرا رواں رواں اس کی تپش سے جہنم بن گیا ہے۔۔۔میرے اندر باہر اتنی جلن ہے کہ مجھے کوئی دریا برد کر دے تو پانی خشک ہو جائے۔۔۔کوئی میرا وجود کھائی میں دھکیل دے تو وہاں آگ بھڑک اٹھے۔۔۔صرف آپ کا سینہ ہے اماں جو میرا کلیجہ ٹھنڈا کر سکتا ہے۔۔۔مجھے گلے سے لگا لیں۔۔۔اپنے اندر چھپا لیں۔۔۔آپ، ابا اور عدیل بھائی کب سے ایک ساتھ ہیں۔۔۔اب مجھے بھی اپنے ساتھ لٹا لیں اماں۔۔۔ہم چاروں ایک بار پھر سے پرانی زندگی جیئیں جب ہمیں کوئی غم نہیں تھا۔۔۔آپ مجھ سے خفا ہو کر مجھ پر جوتا پھینکتیں اور میں جھکائی دے جاتا۔۔۔عدیل بھائی کتاب تھامے ہنستے اور پھر ابا کے کھنکارنے کی آواز آتی اور میں شرارت چھوڑ کر آپ کے دوپٹے کو منہ پر اوڑھ کر لیٹ جاتا۔۔۔سب پہلے جیسا کر دیں اماں۔۔۔جب نمو سے لڑنا، میرے دن کا سب سے بہترین وقت ہوا کرتا تھا۔۔۔جب اسے کن اکھیوں سے کام کرتے دیکھتے رہنا میری تسکین کا باعث۔۔۔پھر اس سے اظہار محبت کرنے کے بعد اس کو بہانے سے آتے جاتے تاڑ کر محجوب کرنا میرا دل پسند مشغلہ تھا۔۔۔سب کچھ پھیر دیں اماں یا مجھے اپنی طرف پھیر لیں۔۔۔اس بھری دنیا میں، میں نے خود کو بلکل اکیلا کر لیا ہے۔۔۔میں اپنی اولاد کے لیے تو بوجھ تھا ہی اب نمو نے بھی مجھے ناسور قرار دے دیا۔۔۔میرا کوئی نہیں رہا۔۔۔میں تنہا رہ گیا۔۔۔میرے پاس آپ کی قبر کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں جہاں میں سر ٹیک کر دل ہلکا کروں تو بس مجھے اب آپ کے پاس آنا ہے۔۔۔یہیں سونا ہے۔۔۔!"

پورے ہوش وحواس میں بہتے آنسوؤں اور درد سے چور بدن لیے عقیل مغل نے ماں کی قبر کو چوما اور اس کے پہلو میں نیم دراز ہو کر ذرا فاصلے سے مٹی کریدنی شروع کی۔۔۔نشہ نا کرنے کے باعث اس کا پورا وجود سخت کرب و اذیت میں تھا مگر وہ آج نیتاً نشہ کر کے نہیں آئے تھے۔۔۔ایک خاص حد تک مٹی ہٹا دینے کے بعد وہاں سے ایک بوسیدہ سا فریم جھانکنے لگا تھا۔۔۔عقیل مغل نے اسے جھپٹ کر باہر نکالا اور سینے سے لگا لیا۔۔۔یہ وہی فریم تھا جس میں ان کی اور نمو کی شادی کی تصویر لگی تھی۔۔۔جس دن اسے

چرایا تھا، سیدھا یہیں لا کر چھپا دیا تھا۔۔۔اب اسے ہی سینے سے لگائے وہ ماں کی قبر سے پہلو کے بل لیٹ کر لیٹ گئے تھے۔۔۔انہوں نے مٹی سونگھ کر ماں کی خوشبو محسوس کرنی چاہی تو ممتا کا احساس ایک بگولے کی صورت قبر سے اٹھ کر ان کے اوپر چھا گیا۔۔۔یکلخت ان کے جسم سے ہر درد دور ہو گیا۔۔۔وہ بلکل ہلکے پھلکے سے یوں آنکھیں موند گئے جیسے ننھا بچہ ماں کی آغوش میں ہر تکلیف سے بے نیاز سو جاتا ہے۔۔۔وہ بھی ماں کی گود میں اتر گئے تھے۔۔۔ان کا اب اس کے علاوہ دنیا میں کوئی ٹھکانہ نا تھا۔۔۔!

کوئی تدبیر کرو، وقت کو روکو یارو،

صُبح دیکھی ھی نہیں، شام ھُوئی جاتی ھے!

❋ ❋

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 13

صحن میں عقیل مغل کا مردہ وجود وہیں لے جانے کے لیے تیار پڑا تھا جہاں سے اسے صبح لے کر آیا گیا تھا۔۔۔ پو پھٹتے ہی گورکن نے دیکھا تھا۔۔۔غصے کی حالت میں قبرستان سے باہر نکالنے کو لپکا مگر عقیل مغل مٹی کی ڈھیری کے ساتھ چپکا خود بھی ڈھیری بن چکا تھا۔۔۔سینے سے لگے فریم اور اس کی ٹھنڈی لاش نے اسے ٹھٹھرا دیا تھا۔۔۔انسان تھا، بھلے دن میں کئی جنازے یہاں آتے دیکھتا تھا۔۔۔دفناتے دیکھتا تھا مگر پھر بھی اسے دکھ ہوا تھا۔۔۔وہ عقیل کو تب سے جانتا تھا جب سے پورے شہر میں اس کے بڑوں کا طوطی بولتا تھا۔۔۔اس نے بانکا سجیلا عقیل بھی دیکھا تھا جس کے کلف لگے کپڑوں پر شکن تک نا ہوتی اور پھر اس نے وہ عقیل بھی دیکھا جسے کپڑے بدلے ہفتوں گزر جاتے تھے۔۔۔آج اسی عقیل کی میت یہاں ہمیشہ کے لیے آنے والی تھی۔۔۔وہ بڑی مشکل سے چار بندوں کو ساتھ ملا کر عقیل مغل کا لاشہ گھر پہنچا گیا تھا۔۔۔گھر میں کوئی کہرام نہیں مچا تھا۔۔۔کوئی سینہ کوبی نہیں ہوئی تھی۔۔۔نا کسی نے بال نوچے نا گال پیٹے۔۔۔بس سارے میں ایک گہرا سکوت اتر آیا تھا۔۔۔شائد سب کو سوجھ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ کیسا ردعمل دیں۔۔۔وہ شخص جس نے تمام عمر اولاد کو اولاد نا جانا تھا۔۔۔نا کبھی کسی ضرورت کو پورا کیا نا محبت دی۔۔۔آخری اذیت ناک حرکت ایک اوباش کے ہاتھ بیٹی کے سودے کی صورت میں کر ڈالی۔۔۔اب جب اسی باپ کی لاش گھر کے صحن میں پڑی تھی تو وہ پانچوں بہن بھائی سکتے کے عالم میں اس کے ارد گرد یوں کھڑے تھے جیسے وہ میت کوئی بھولے سے ان کے گھر چھوڑ گیا ہو۔۔۔بیک وقت بے حسی اور بے یقینی کا احساس حواسوں پر حاوی تھا۔۔۔یہ ماننا ہی بہت مشکل لگ رہا تھا کہ ان کے بابا، لاش کی شکل میں ان کے سامنے پڑے ہیں۔۔۔ساری عمر انہیں گھر کے کسی حصے میں چت پڑے ہی تو دیکھا تھا۔۔۔نشے میں ڈوب کر وہ بلکل اسی طرح ہی تو آ کر پڑ جاتے تھے۔۔۔نا ہلائے ہلتے نا اٹھائے اٹھتے۔۔۔بس جب نشے کا زور ٹوٹتا تو گالیاں بکتے اور قریب ترین کھڑے بچے کو ہاتھ لگی چیز دے مارتے اور دوبارہ گھر سے نکل جاتے۔۔۔ابھی بھی یوں لگتا تھا جیسے ذرا دیر میں ہی کسمسا کر اٹھنے ہی والے ہیں۔۔۔گیٹ سے ہاتھوں میں کئی شاپنگ بیگز تھامے زلیخا دادای اور ناہید آنٹی اندر داخل ہوئیں تھیں۔۔۔صدماتی جھٹکے کے زیر اثر زلیخا دادی کے ہاتھ سے سارا سامان چھوٹ کر فرش پر جا گرا۔۔۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عقیل مغل کو کچھ دیر دیکھتی رہیں تھیں اور پھر ان کے حلق سے سب سے پہلی چیخ بلند ہوئی تھی۔۔۔سب کو شائد اسی بند کے ٹوٹنے کا انتظار تھا۔۔۔ان کی چیخ نے سبھی کی آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے منجمند آنسو ٹپکا دیے۔۔۔سیف آگے بڑھ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر باپ کی لاش کو چمٹ گیا۔۔۔اس کی دیکھا دیکھی ریان، جنت اور

زونی بھی باپ کی اور لپکے۔۔۔بس ماحور جہاں کی تہاں بے جان ٹانگوں سے بیٹھتی چلی گئی۔۔۔گھٹنوں میں سر دیے وہ اپنی بے تحاشا امڈ آنے والی چیخوں کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگی۔۔۔اسے بے حد رونا آ رہا تھا۔۔۔وہ اپنے اس باپ کے مرنے پر رو رہی تھی جس نے اس کا سودا کر دیا تھا۔۔۔عقیل مغل جو ہو کر بھی کبھی بھی کہیں نہیں تھے اور اب جب نہیں تھے تو جیسے ہر جگہ وہی تھے۔۔۔ان کا سدا کا بیکار وجود لگ رہا تھا جیسے وہی ایک تو کارآمد تھے۔۔۔شور شرابا۔۔۔آوازیں۔۔۔دادی کی پکاریں۔۔۔سب گڈمڈ ہو کر اس کی سماعتوں پر گرز بن کر برس رہی تھیں۔۔۔محلے کے لوگ اکھٹے ہونا شروع ہو گئے تھے۔۔۔عورتوں کی بھن بھن اور توبہ تلا کی سرگوشیوں میں اس کا دم گھٹ رہا تھا۔۔۔تبھی کسی مہربان نرم وجود نے اسے اپنے گھیرے میں لیا تھا۔۔۔اس نے بے بس ہو کر آنسوؤں کی لڑیاں پروتے ہوئے اپنا سر رائنہ کی گود میں چھپا لیا تھا۔۔۔وہ بہت سارونا چاہتی تھی۔۔۔اسے بابا کے جانے کا غم تھا۔۔۔اور وہ ان سے پیار بھی کرتی تھی، اس کا ادراک اسے آج ہوا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

شاویز کو نوکری ملی تھی۔۔۔وہ مٹھائی کا ڈبہ لیے دادا کے سامنے بیٹھا تھا۔۔۔دادا نے دو گلاب جامن کھا لینے کے بعد تیسرے کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ شاویز نے ٹوک دیا۔۔۔

"بس کریں دادا اب۔۔۔اتنا میٹھا کھائیں گے تو پتا ہے ناشوگر کہاں جائے گی آپ کی۔۔۔!"

"تیرے پچھواڑے جائے گی۔۔۔!" دادا نے خشونت سے اسے گھورا۔۔۔"مجھے یہ بتا کہ اگر کھانے نہیں دینی تھی تو یہ اتنا بڑا ڈبہ لایا کیوں۔۔۔اج کل تو چارمنٹ میٹھی شے کہیں پڑی رہ جائے تو چیونٹیوں کا ڈھیر بمع اہل وعیال اوپر جمع ہو جاتا ہے۔۔۔اور ان کی دعوت سے بہتر ہے کہ میں خود کھاؤں۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

"ٹھیک ہے دادا، جیسے آپ کی مرضی۔۔۔یہ لیں کھائیں۔۔۔میں مومن کو بھی نہیں بتاؤں گا۔۔۔لیکن اب میرا بھی تو ایک کام کر دیں پلیز۔۔۔!" وہ لجاجت سے کہتے ذرا سا آگے کو جھکا۔۔۔جواب میں دادا نے ایک گلاب جامن کو منہ میں رکھتے ہوئے شیرے سے سنی ہوئی انگلیاں شاویز کے سر کے بالوں سے پونچھی۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا اور روہانسا ہوتے ہوئے بولا۔۔۔

"جب بھی کریں گے ظلم ہی کریں گے میرے ساتھ۔۔۔کیا دادا۔۔۔ابھی ابھی نہا دھو کر آیا تھا۔۔۔بالوں میں جیل بھی لگایا تھا۔۔۔!"

دادا پر مطلق اثر نہیں ہوا تھا۔۔۔بے نیازی سے سر دھنتے ہوئے بولے۔۔۔

"بعد میں رویئو۔۔۔پہلے کام بتا کام۔۔۔اگر کروانا ہے تو بول۔۔۔آج کل میں آسانی سے اویل ایبل ہوں۔۔۔!"

"وہ دادا۔۔۔میرا رشتہ کروا دیں میاں جی سے کہہ کر۔۔۔اب تو میری نوکری بھی ہو گئی دادا۔۔۔آپ میاں جی سے کہیں

گے تو وہ آپ کی بات نہیں ٹالیں گے۔۔۔ان سے کہیں ناشاویز اب سیانا ہو گیا ہے۔۔۔کماتا کھاتا ہے۔۔۔آج کل ایسے گھبر ولڑ کے لوگ راتوں رات اٹھوا لیتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ اس کی شادی کر دو۔۔۔!"

آخری بات پر دادا نے اسے خاصی استہزائیہ نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔

"نا مجھے بتا ذرا۔۔۔یہ تجھے کسی نے اٹھوا کر کتنے نفلوں کا ثواب کمانا ہے۔۔۔اتنا تُو حسن و جمال کا تعویز ہے نا جو تجھے اٹھوا کر کوئی اپنے گلے میں ڈالے گا۔۔۔شکل

تیری کالے جادو سی اور انداز تیرے ہوش ربا۔۔۔واہ بھئی واہ۔۔۔!"

"دادا۔۔۔اگر آپ نے میرا مذاق ہی اڑانا ہے تو ٹھیک ہے میں ڈھونڈ لیتا ہوں کوئی اور راہ۔۔۔لیکن اس سال میں نے گھوڑی چڑھ کر ہی رہنا ہے۔۔۔!" وہ دادا کے سامنے سینہ ٹھونک کر یوں بولا جیسے میدان جنگ میں اترنے کا عزم کر رہا ہو۔۔۔

"جا چڑھ جا۔۔۔جا شاوا۔۔۔تجھ جیسے کھوتے کے پاس سے گزر جائیں تو وہ اشتعال میں آ کر دولتی مار دیتا ہے......گھوڑی تو پھر زیادہ سیانی ہوتی ہے۔۔۔پوتر (بپھرنا) کر جو بھاگی نا تجھے راوی میں پھینک کر ہی واپس آئے گی۔۔۔!"

"باز آجائیں دادا۔۔۔آپ اپنا وعدہ بھول رہے ہیں۔۔۔یاد ہے جب مومن کے لیے لڑکیوں کی تصویریں دیکھ رہے تھے تب آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کو اس لڑکی کا اتا پتا معلوم کر کے دوں جس سے مومن کا چکر ہے تو آپ میری شادی وہاں کروا دیں گے جہاں میں چاہتا ہوں۔۔۔!"

"اور تُو کہاں چاہتا ہے۔۔۔بتا ذرا مجھے۔۔۔!" دادا نے اپنی چھڑی کی ہتھی پر دونوں ہاتھ ٹکا کر اس پر وزن ڈالا۔۔۔شاویز نے شرماتے ہوئے گردن کھجائی اور بولا۔۔۔

"وہ دادا۔۔۔پچھلے محلے میں ایک لڑکی ہے۔۔۔ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔۔۔چار دفعہ انٹر میں فیل ہونے کے بعد اب سلائی کڑھائی سیکھنے سینٹر جاتی ہے۔۔۔بس وہیں آتے جاتے نظریں چار ہوئیں تھیں۔۔۔" شرماتے ہوئے شاویز نے اپنے کرتے کا دامن مروڑا۔۔۔"وہ مجھ پر جی جان سے مرنے لگی ہے دادا۔۔۔کہتی ہے رشتہ بھیجو ورنہ کچھ کھا کر مر جاؤں گی۔۔۔!"

"وہ تیرے پاس آ کر بھی مرجائے گی خبیث......حرکتیں دیکھ اپنی۔۔۔شرما ایسے رہا ہے جیسے تُو نے رخصت ہو کر جانا ہے اس کے گھر۔۔۔اکیسویں صدی کی صبیحہ خانم نا ہو تو۔۔۔!" دادا نے چھڑی کی نوک اس کے پاؤں میں کھبو کر غصہ نکالا۔۔۔شاویز نے بلبلا کر پیر تھام لیا۔۔۔

"اپنے دادے کو کہہ دینا کہ شام میں چکر لگاؤں گا۔۔۔کروں گا بات اس سے۔۔۔مان گیا تو چلے جائیں گے ہم دونوں رشتہ لے کر تیرا۔۔۔ویسے باپ کیا کرتا ہے اس کا۔۔۔!" دادا کے قدرے سنجیدگی سے پوچھنے پر شاویز پاؤں بھول کر چہکتا ہوا فخر سے بولا۔۔۔

"باپ کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے دادا۔۔۔چھے بھائیوں کی ایک ہی بہن ہے۔۔۔سبھی بھائی پولیس کے محکمے میں ہیں۔۔۔ایک ڈولفن پولیس میں۔۔۔ایک وارڈن ہے۔۔۔ایک ایس ایچ او ہے۔۔۔ایک جیلر ہے۔۔۔باقی دو بھی اسی لائن میں بس آنے ہی والے ہیں۔۔۔!"

"اشکے بھئی اشکے۔۔۔اس سے اچھا تو ابھی سے جیل میں بھرتی ہو جا کیونکہ شادی کے بعد بھی تیرا ٹھکانہ وہیں پر دکھائی دے رہا ہے۔۔۔بے غیرت کوئی اور گھر نہیں ملا تھا تجھے۔۔۔لے دے کر پلسیئے (پولیس والے) ہی رہ گئے تھے کیا۔۔۔اور وہاں شیر کی کچھار میں تو بھیج رہا ہے ہم دونوں بڈھوں کو۔۔۔آفرین ہے۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔یہی نام ہے دادا اس کا۔۔۔آفرین۔۔۔" وہ خوش ہو کر دادا کے گھٹنے تھامتے ہوئے نیچے بیٹھ گیا۔۔۔" دادا پلیز دادا۔۔۔!" شاویز نے لجاجت سے گھٹنے دبائے۔۔۔اس سے پہلے کہ دادا اپنی اوریجنل فارم میں آتے، مومن انتہائی عجلت میں ہاتھ میں گاڑی کی چابی تھامے، کمرے سے نکلا تھا۔۔۔ان دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔۔۔دادا نے تو ابھی بھی پھبتی کسنی ضروری جانی۔۔۔

"خیریت ہے۔۔۔کیا میری بہو نے بلایا ہے۔۔۔اگر ایسا ہے تو مجھے اسی دن کا انتظار تھا۔۔۔!"

"جا تو میں اسی کے گھر رہا ہوں دادا مگر اس کے بلانے پر نہیں۔۔۔" وہ سنجیدہ سا نظریں چراتے ہوئے بولا۔۔۔" ماحور کے بابا فوت ہو گئے ہیں۔۔۔سیف نے ابھی ابھی کال کر کے بتایا۔۔۔!"

دادا نے تاسف سے انا اللہ پڑھی اور اپنی طرف سے بھی تعزیت کرنے کا کہا۔۔۔اس کے جانے کے بعد دادا اور شاویز نے ایک دوسرے کو تاسف بھری معنی خیز نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔۔مومن کا ماحور کے گھر جانا چھوٹی بات نہیں تھی۔۔۔ڈور گھس ضرور گئی تھی مگر ٹوٹی نہیں تھی۔۔۔ایک تار ابھی بھی کہیں نا کہیں تو جڑا ہوا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا اپنے کمرے کی گلاس وال کے پردے ہٹائے، کھڑیں بڑی محویت سے لان کے پیڑ پودوں کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔دھیان کی ڈوریں کہیں اور کھچ رہی تھیں۔۔۔وہ دونوں بازو سینے پر لپیٹے کبھی ماضی کے اوراق پلٹنے لگتیں تو کبھی حال کی گتھیاں سلجھانے لگتیں مگر بے چینی کا احساس جیسے مسلسل اعصاب پر سوار تھا۔۔۔ان کے عقب میں کمرے کا منظر بالکل واضح تھا، جہاں بیڈ پر ان کے زیورات کے ڈبے اور کچھ انتہائی قیمتی ملبوسات بکھرے ہوئے تھے۔۔۔وہ یہ سب ماحور کے لیے نکالے بیٹھی تھیں۔۔۔عادل پاشا نے گاہے بگاہے انہیں بہت گولڈ بنوا کر دیا تھا مگر ان کا کبھی جی ہی نہیں چاہا کہ وہ استعمال کرتیں۔۔۔اب اگر ان کی بیٹی پہنتی یا عادل پاشا کی بہو، بات تو ایک ہی تھی۔۔۔عادل پاشا کا خیال آتے ہی نفرت کی ایک شدید لہر ان کے رگ و پے میں دوڑ گئی تھی۔۔۔یہ نفرت کوئی نئی نہیں تھی مگر سالوں سے دل کے نہاں خانوں میں چھپی بیٹھی یکدم عود کر آئی تھی۔۔۔عادل پاشا

عقیل مغل سے نفرت کرتے ہیں، یہ بات ان کے لیے چنداں اہمیت نہیں رکھتی تھی مگر وہ ان کی اولاد سے اس حد تک دشمنی نبھائیں گے، اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں۔۔۔ایک بات تو پکی تھی کہ انہیں بھنک پڑ گئی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو نئے بنگلے میں شفٹ کرنے والی ہیں تبھی عادل پاشا نے یکدم ہی سالک کو اس گھر سے جانے سے منع کر دیا تھا۔۔۔اور سالک کے بنا وہ اتنا بڑا اقدم اکیلے نہیں اٹھا سکتی تھیں۔۔۔ان کے دل کو شدید ٹھیس پہنچی تھی یہ سوچ کر کہ عادل پاشا ان کے بچوں کی بہتری کسی صورت چاہتے ہی نہیں۔۔۔نگاہوں میں رہ رہ کر ریان، جنت اور زونی کے ستے ہوئے چہرے گھوم جاتے تھے۔۔۔اور اب نئی پریشانی انہیں مومن تراب کی لاحق ہو گئی تھی۔۔۔عادل پاشا نے اگر اسے نقصان پہنچانے کا تہیہ کر لیا تھا تو انہیں کوئی ٹال نہیں سکتا تھا سوائے سالک پاشا کے۔۔۔اسی لیے کل رات انہوں نے سالک کے کمرے میں جا کر اسے عادل پاشا کی تمام گفتگو بتا دی تھی جو انہوں نے اسٹڈی کے باہر کھڑے ہو کر سنی تھی۔۔۔وہ مومن تراب کے لیے سچ میں فکرمند تھیں۔۔۔اسے کوئی گزند نا پہنچے، وہ بس یہی چاہتی تھیں اور اس احساس کو وہ خود بھی کوئی نام دینے سے قاصر تھیں۔۔۔انہیں اندازہ تھا کہ سالک ہی اسے خبردار کر سکتا تھا۔۔۔وہ خود بھی سن کر ٹھٹھک گیا تھا مگر اس نے اپنی حیرت ظاہر ہونے نہیں دی تھی۔۔۔اس سے بات کرنے کے بعد وہ قدرے مطمئن ہو گئی تھیں۔۔۔سالک ضرور کوئی نا کوئی حل نکال ہی لیتا۔۔۔انہی بے نقط سوچوں میں غلطاں وہ گلاس وال کے ساتھ سر ٹیکے کھڑی تھیں جب ان کے کانوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔۔۔کوئی ان کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔وہ جانتی تھیں کہ کون ہو سکتا تھا مگر پلٹ کر دیکھنے کو دل ہی نہیں کیا۔۔۔اس وقت دل شدت سے ایک ہی خواہش کر رہا تھا کہ کوئی بھی انہیں نا پکارے نا دھیان بھٹکائے۔۔۔

"خیریت۔۔۔! یہ سارا کچرا آپ نے کس کے لیے پھیلا رکھا ہے۔۔۔؟" عادل پاشا کا طنز ان کا روم روم سلگا گیا۔۔۔حالانکہ وہ انجان نہیں تھے کہ یہ سب کس کے لیے ہو سکتا ہے مگر لفظوں کے تیر چلانا تو ان کی خصلت میں شامل تھا۔۔۔ماحور کے لیے ان کے لہجے میں چھپی حقارت نے ناعمہ پاشا کی آنکھیں بھگو ڈالیں۔۔۔وہ پلکیں جھپک جھپک کر پانی واپس دھکیلتی ہوئی پلٹیں اور بہت ضبط کے ساتھ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولیں۔۔۔

" ایسا کیوں کہہ رہے ہیں آپ پاشا۔۔۔یہ سب کچرا نہیں ہے۔۔۔آپ کی بہو کے لیے ہے۔۔۔سالک کی ہونے والی بیوی کے لیے۔۔۔!"

" ہونہہ۔۔۔سالک تو بچہ ہے ناعمہ۔۔۔وہ ابھی اپنے باپ کو اچھے سے پہچانتا ہی نہیں۔۔۔آپ تو مجھے جان کر بھی انجان بنی ہوئی ہیں۔۔۔ابھی تک اندازہ نہیں ہوا آپ کو کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کس حد تک جا سکتا ہوں۔۔۔اگر میں نے کہا ہے کہ آپ کی بیٹی اس گھر میں میری بہو بن کر نہیں آئے گی تو واقعی نہیں آئے گی۔۔۔آپ بلاوجہ یہ سارا کھڑاگ پھیلائے بیٹھی ہیں۔۔۔!"

عادل پاشا ان کے بے حد قریب کھڑے ویسے ہی ٹھنڈے لہجے میں کہہ رہے تھے جو لہجہ ہمیشہ سے ناعمہ پاشا کا خون جما

دیا کرتا تھا مگر آج پہلی بار ناعمہ پاشا کو عادل پاشا سے خوف محسوس نہیں ہوا تھا۔۔۔پہلی بار ان کا دل پتے کی طرح لرز نہیں رہا تھا۔۔۔انہوں نے عادل پاشا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال رکھی تھیں۔۔۔کوئی انجانی قوت تھی جو انہیں مہمیز کیے دے رہی تھی کہ وہ آج دبکنے کی بجائے اپنے حق کا استعمال کریں اور جب وہ بولیں تو انہیں اپنی ہی آواز کے اجنبی ہونے کا گمان ہوا۔۔۔

"قسمت میں کیا لکھا ہے پاشا، میں نہیں جانتی مگر اس بار آپ کیسا بھی داؤ کھیل لیں۔۔۔کیسی ہی بساط بچھا لیں، ہار آپ ہی کی ہو گی کیونکہ اب کی بار سب سے اہم مہرہ میرے پاس ہے۔۔۔آپ کا بیٹا۔۔۔اور آپ کا ہر داؤ، ہر چال آپ کے بیٹے کو اذیت دے گی۔۔۔آپ بڑی بھول میں ہیں۔۔۔آپ میرے بچوں کو نقصان تو پہنچا سکتے ہیں لیکن اس لپیٹ میں آپ کا بیٹا بھی آئے گا۔۔۔ماحور کی محبت کی جڑیں اس کے اندر تک اتر چکی ہیں۔۔۔انہیں اکھاڑ پھینکنا آپ کے بس سے باہر ہے پاشا۔۔۔!"

حیرت سے ساکت کھڑے عادل پاشا کے لیے ناعمہ کا لب ولہجہ بلکل نیا تھا۔۔۔وہ پچھلے پندرہ سال میں پہلی بار انہیں اس انداز میں نڈر ہو کر بولتا سن رہے تھے۔۔۔

"اور رہی بات میری۔۔۔تو میرے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں۔۔۔میرے بچے پندرہ سال میں میری جدائی کے عادی ہو چکے ہیں۔۔۔لیکن آپ اپنے بیٹے کی قربت کے عادی ہیں پاشا۔۔۔آپ کی اکلوتی اولاد اگر آپ کو چھوڑ گئی تو آپ سے سہنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔!"

ناعمہ پاشا خطرناک حد تک سرخ ہوتے عادل پاشا کے وجیہہ چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔وہ کسی بھی پل پھٹ پڑنے کو تیار تھے۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے ناعمہ پاشا کے سیل فون پر آتی کال نے دونوں کا دھیان بھٹکا دیا۔۔۔ناعمہ پاشا نے آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھایا اور کال ریسیو کی۔۔۔فون کے دوسری جانب جو بھی تھا، اس کی بات سنتے ہی ناعمہ پاشا کے چہرے کا خون جیسے یکدم نچڑ گیا تھا۔۔۔ان کا پورا وجود پھڑ پھڑانے لگا تھا۔۔۔اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے انہوں نے ذرا سا آگے جھک کر کاؤچ کا سہارا لیا تھا۔۔۔عادل پاشا کے چہرے کا تنفر ان کی حالت دیکھ کر یکدم چھٹا تھا۔۔۔انہوں نے فوراً ان کے ہاتھ سے سیل فون پکڑ کر بات کرنا چاہی تو لائن ڈس کنیکٹ ہو چکی تھی۔۔۔انہوں نے ناعمہ پاشا کو دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"کون تھا۔۔۔کس کی کال تھی۔۔۔کیا ہوا ہے ناعمہ۔۔۔آپ کو۔۔۔؟"

"عقی۔۔۔عقیل کا انتقال ہو گیا۔۔۔!"

عادل پاشا نے ایک جھٹکے سے ناعمہ کو چھوڑا۔۔۔وہ ششدر سے ان کی شکل دیکھنے لگے۔۔۔نا جانے طیش تھا بے بسی تھی یا رقابت۔۔۔اگلا جملہ ان کے منہ سے انگارے برساتا ہوا نکلا تھا۔۔۔

"تو سابقہ شوہر کی موت کی خبر سن کر تو آپ کا ردعمل جیسے کسی بیوہ کی طرح ہے۔۔۔اتنا صدمہ کیسے ہو سکتا ہے آپ کو

ناعمہ۔۔۔؟"

اورناعمہ پاشانے جواب میں بلکل سپاٹ نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔ جیسے ان کی بات ان سنی کر دی ہو۔۔۔انہیں اپنے حواس بحال کرنے کے لیے شعوری کوشش کرنی پڑی تھی۔۔۔وہ ہمت مجتمع کرتے ہوئے پورے قد سے کھڑی ہوئیں اور بولیں۔۔۔

" میں بچوں کے پاس جارہی ہوں۔۔کل واپس آجاؤں گی۔۔۔انہیں میری ضرورت ہے۔۔۔"!

" صاف کہیے ناعمہ کہ سابقہ شوہر کی موت پر کھل کر رونے کے لیے وہاں جانا چاہتی ہیں۔۔۔ یہاں تو آپ ایسا نہیں کر پائیں گی نا۔۔۔!"

" آپ کی بیمار سوچ کا میرے پاس کوئی حل نہیں پاشا۔۔ہٹیے سامنے سے۔۔۔مجھے جانا ہے۔۔۔!"

اور آج جیسے عادل پاشا پر پرت در پرت حیرت کدہ کھلنے کا دن تھا۔۔۔اتنی جرات ناعمہ پاشا میں کب اور کیسے پیدا ہو گئ تھی بھلا۔۔۔وہ جو ان کی آنکھ میں خفیف سا غصے کا شائبہ پا کر سہم جاتی تھیں، آج اتنی دلیر کیسے ہوگئیں کہ آنکھ میں آنکھ ڈالے ان سے اجازت طلب نہیں کر رہی تھیں بلکہ بتا رہی تھیں۔۔۔ اشتعال انگیز لہر ان کے سارے جسم میں پھریری کی مانند دوڑ گئ۔۔۔وہ پھنکارنے والے انداز میں ان کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔۔۔

" آپ نہیں جائیں گی ناعمہ۔۔۔ یہ میرا حکم ہے۔۔۔!"

جواباً ناعمہ پاشا کے ہونٹوں پر پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیلی۔۔۔

" میں آج سے خود کو آپ کے ہر حکم سے آزاد کرتی ہوں۔۔۔آپ کو جو بگاڑنا ہے بگاڑ لیجیے۔۔۔جان لیجیے کہ عقیل کی موت کے ساتھ ہی میرا ہر خوف بھی مرگیا۔۔۔وہ خوف جس نے پچھلے پندرہ برس سے مجھے جکڑ رکھا تھا، وہ خوف جس نے مجھے کبھی اپنی ہی اولاد سے ملنے نہیں دیا۔۔۔آج عقیل مغل کی موت نے میرے جسم کے گرد لپٹی تمام بیڑیاں کاٹ ڈالیں۔۔۔کاش۔۔۔کاش پاشا! جو جرات مجھ میں آج بیدار ہوئی ہے وہ کئی سال پہلے ہو جاتی تو حالات یکسر مختلف ہوتے۔۔۔!"

وہ کہہ کر ایک جھٹکے سے مڑیں۔۔۔ڈریسنگ روم میں جا کر ضرورت کی ایک آدھ چیز ہینڈ بیگ میں ڈالی اور بنا عادل پاشا کی جانب دیکھے، وہ چلی گئیں۔۔۔پیچھے عادل پاشا کا غرور سے تنا سر جیسے ڈھلک جانے کو تھا۔۔۔جس چیز کا انہوں نے کبھی گمان نہیں کیا تھا وہ کیسے ہوگئ تھی۔۔۔؟ ناعمہ پاشا نے اپنے ملظوم (زخمی) پروں سے اڑان بھرنے کی پہلی کوشش کر لی تھی۔۔۔اب وہ انہیں نوچ بھی ڈالتے تب بھی وہ راہ نکال ہی لیں گی کیونکہ جو ہمت و جرات ان میں عنقا تھی وہ عود کر آئی تھی۔۔۔عادل پاشا نے خود کو اس پل بے بسی کی انتہا پر محسوس کیا تھا لہذا مشتعل ہو کر ہاتھ میں تھاما ناعمہ پاشا کا موبائل دیوار میں دے مارا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

ابرش اور رائنہ دونوں ماحور کے دائیں بائیں بیٹھی تھیں۔۔۔صحن میں رشتے داروں اور محلے داروں کا رش بڑھتا جا رہا تھا۔۔کفن میں لپٹے عقیل مغل کی لاش وسط میں رکھی تھی۔۔۔عورتیں باری باری دیدار کرتیں اور سرہانے بیٹھی زلیخا دادی سے افسوس کا اظہار کر کے، باپ کی میت کی چارپائی کو لپٹے زونی اور جنت کے سروں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتیں اور ایک سائیڈ پر جا کر کھڑی ہو جاتیں۔۔۔ساری عمر عقیل مغل کی انہی لوگوں میں گزری تھی۔۔۔اس کا عروج بھی دیکھا تھا اور زوال بھی۔۔۔پر آسائش زندگی سے لے کر فقیری تک کا احوال لوگوں کو از بر تھا۔۔۔عقیل مغل کے نشے کی لت کی وجہ سے یہ تمام لوگ اس کی زندگی میں اس سے خار کھاتے تھے اب مرنے کے بعد ترس کھا رہے تھے۔۔۔افسوس کر رہے تھے۔۔۔زونی اور جنت بلک بلک کر رو رہے تھے۔۔۔باپ نے بھلے ساری عمر پیار بھری نگاہ نہیں ڈالی تھی پھر بھی انہیں باپ کے مرنے کا یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔یقین تو ماحور کو بھی نہیں آ رہا تھا۔۔۔وہ آنسو ضبط کیے بس یک ٹک عقیل مغل کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ذہن اور نگاہیں دونوں مصروف تھیں۔۔۔نگاہیں باپ پر ٹکی تھیں اور ذہن میں ماضی کے واقعات قافلوں کی صورت جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔۔۔ان کی بے اعتنائی، لاپرواہی، مار دھاڑ، چھین جھپٹ، گالم گلوچ۔۔۔بس یہی کچھ تھا یاداشت میں۔۔۔لیکن دکھ کہاں اور کیوں تھا۔۔۔ایک سناٹا سا تھا جو اندر تک اتر گیا تھا۔۔۔اس کی گود میں وہ فریم تھا جو گورکن نے عقیل مغل کی لاش کے سینے سے اٹھایا تھا اور سیف کو لا کر دیا تھا۔۔۔سیف آنسو پیتا اس کے حوالے کر گیا تھا۔۔۔وہ تب سے اسے گود میں چھپائے کوئی کوئی نظر ڈال لیتی۔۔۔ہر بار کوئی چیز اس کے دل کو جیسے چیرتی ہوئی گزر جاتی۔۔۔اسے بابا کی امی سے محبت کا اندازہ ہوا تھا۔۔۔وہ خود محبت گزیدہ تھی۔۔۔اس کے دکھوں سے نبرد آزما تھی۔۔۔وہ محسوس کر سکتی تھی کہ بابا کے لیے یہ فریم اور اس سے جڑی یادیں کیا معنی رکھتی ہوں گی۔۔۔مرتے دموں میں اسے سینے سے لگائے وہ یقیناً روتے رہے ہوں گے۔۔۔انہوں نے محبوب کی جدائی کا غم ناسور بنا کر سینچا تھا۔۔۔آج وہ ان کی جان لے کر ٹل گیا تھا۔۔۔تو آج اس کے بابا کی کہانی بھی ختم ہوئی۔۔۔اس نے اذیت سے سوچ کر آنکھیں میچ لیں۔۔۔آنسو جو کب سے شعوری کوشش سے روک رکھے تھے ایک تار بہنا شروع ہوئے۔۔۔ابرش نے تاسف اور ہمدردی کے ساتھ اسے خود سے لگا لیا۔۔۔رائنہ کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔۔۔اس نے وہاں موجود سبھی چہروں کو دیکھا۔۔۔زلیخا دادی کے بوڑھے وجود میں اتنی سکت کہاں تھی کہ وہ اتنے بڑے بڑے غم اٹھاتیں۔۔۔کتنی موتیں دیکھ ڈالی تھیں انہوں نے۔۔۔میکے اور سسرال کے سب قریبی رشتے دھیرے دھیرے قبروں میں اتر گئے تھے۔۔۔عقیل مغل تو ہاتھوں کے پلے تھے۔۔۔بے انتہا لاڈ اٹھائے تھے ان کے۔۔۔شادی پر کتنے ارمان پورے کیے تھے۔۔۔کیا پتا تھا کہ سب کچھ یوں ملیا میٹ ہو جائے گا۔۔۔وہی عقیل جوان کی گود میں سر رکھ کر اپنی چھوٹی چھوٹی کتنی ہی ضدیں منوایا کرتا تھا، آج ان کے سامنے بے جان پڑا تھا۔۔۔اس کے باہم پیوست لب جیسے انکہی داستاں کہنے کی آرزو لیے ہمیشہ کے لیے سل گئے تھے۔۔۔سفید لٹھے سا بے رونق چہرہ سفید کفن کے ہالے میں اپنی نارسائیاں ہر ہر

سلوٹ میں سموئے ہوئے تھا۔۔ناجانے کس جرم کی سزا کاٹ گیا تھا عقیل مغل۔۔۔ایسا کون سا کسب کر ڈالا تھا جس نے آخری سانس تک خراج وصول کیا تھا۔۔۔ایک نمو کی چاہت کا طوق ایسا گلے میں ڈالا جو بلآخر پھندا بن کر جان لے گیا۔۔۔!

وہیں برآمدے کے آخری کونے ہر چہرے پر نقاب کیے ناعمہ پاشا بیٹھی تھیں۔۔۔پہچانے جانے کے ڈر سے انہوں نے خود کو سر تا پا سیاہ چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔۔۔اس رخ پر بیٹھی تھیں کہ عقیل مغل کا چہرہ انہیں دکھائی دے رہا تھا۔۔۔وہ بار بار اپنی پلکیں جھپکتی تھیں مگر آنسو اس قدر ڈھیٹ تھے کہ بے شرم بنے اترتے چلے آرہے تھے۔۔۔بھلا کیوں روئیں وہ عقیل مغل کو۔۔۔کیا لگتا تھا ان کا۔۔۔؟

"نمو۔۔۔! مجھ سے ناراض نا ہوا کر۔۔۔بھلے سے میں ہو جاؤں مگر جب تُو روٹھتی ہے نا تو میرے لیے ساری دنیا بے رنگ ہو جاتی ہے۔۔۔"

کبھی کسی زمانے میں عقیل کے لبوں سے نکلا جملہ ناعمہ پاشا کی سماعتوں میں گونجا۔۔۔انہوں نے اپنے لبوں کو سختی سے بھینچ لیا۔۔۔

"میری محبت تیری محبت سے زیادہ گوڑھی ہے نمو۔۔۔دیکھ لینا۔۔۔میرا آخری سانس بھی تیری یاد میں نکلے گا۔۔۔!" ایک بار عقیل نے ان کا ہاتھ تھام کر بڑے جذب سے کہا تھا۔۔۔

نامہ پاشا کی سسکیاں حلق میں دم توڑنے لگیں۔۔۔ان کا خود پر اختیار نہیں تھا۔۔۔وہ خود سے ہار گئی تھیں۔۔۔پس ثابت ہو گیا تھا کہ عقیل مغل آج بھی ان کے دل میں بستے تھے۔۔۔وہ انہیں کبھی بھلا نہیں سکی تھیں۔۔۔ان سے نفرت ایسا خول تھی جس کے اندر ملائی جیسے نرم اور میٹھے احساسات چھپے تھے۔۔۔انہوں نے بنا پلک جھپکے عقیل مغل کے چہرے کو دیکھنا شروع کر دیا۔۔۔بس کچھ ہی وقت جاتا تھا اور یہ چہرہ تا حشر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہونے والا تھا۔۔۔ان کے روم روم سے اقرار کی شعاعیں نکل رہی تھیں کہ ہاں! وہ اب بھی عقیل مغل کی محبت کی اسیر تھیں اور اس زندان سے نکلنے کی انہیں ہرگز چاہ نہیں تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

قبرستان کے پرہول سناٹے میں گیلی قبر کے پاس اب محض تین نفوس کھڑے تھے۔۔۔عقیل مغل کو دفنا کر سبھی جا چکے تھے۔۔۔سوائے سیف، ریان اور مومن کے۔۔۔مومن ہر ہر پل دونوں بھائیوں کے ہمراہ رہا تھا۔۔۔سیف کو اس کے ہونے سے بڑی ڈھارس ہوئی تھی۔۔۔وہ باپ کی قبر کے سرہانے بیٹھا بے حد رنج سے قبر کو سہلا رہا تھا جیسے انہیں دلاسہ دے رہا ہو۔۔۔باپ مر جائیں تو پیٹھ ننگی ہو جاتی ہے۔۔۔کیا تھے بھلا بابا۔۔۔؟ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔کبھی میٹھی نگاہ ڈالنا گوارا نہیں کی لیکن لگ رہا تھا جیسے وہ تھے تو سب تھا۔۔۔اور آج وہ نہیں رہے تو ہر طرف بے امانی سی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اسے آخری دنوں میں باپ کی طرف اپنا بے اعتنائی سے دیکھنا یاد آیا تو وہ باوجود ضبط کے بچوں کی طرح رو پڑا۔۔۔اس کی دیکھا دیکھی ریان بھی قبر سے لپٹ کر رو دیا۔۔۔مومن نے

آگے بڑھ کر دونوں کو بازوؤں میں بھرا اور حوصلہ دیا۔۔۔

"میں جانتا ہوں کہ باپ کی کمی کوئی بھی رشتہ پوری نہیں کر سکتا لیکن جانے والے نے واپس نہیں آنا۔۔۔ان کی بخشش کی دعا کر کے اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کرو۔۔۔کیونکہ بلاشبہ اولاد ماں باپ کی مقروض ہی رہتی ہے۔۔۔جتنا بھی قرض اتارو، اصل وہیں کا وہیں رہتا ہے۔۔۔تم دونوں بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اپنے وجود کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنانے کی کوشش کرو۔۔۔اٹھو شاباش۔۔۔گھر چلو۔۔۔وہاں بھی تمہاری ضرورت ہے۔۔۔چلو۔۔۔!"

ان دونوں کو باری باری سینے سے لپٹاتا مومن اس پل ان کا سب سے زیادہ قریبی محسوس ہو رہا تھا۔۔۔دور فاصلے پر قبرستان کی حدود سے باہر لوہے کے جنگلے کے پار کھڑی گاڑی میں بیٹھے سالک پاشا نے بے حد اچنبھے سے یہ سارا منظر دیکھا تھا۔۔۔لیٹ ہو جانے کی وجہ سے وہ سیدھا قبرستان چلا آیا تھا مگر اندر جانے سے قبل ہی اس منظر نے اس کے پاؤں جکڑ لیے تھے۔۔۔وہ مومن کی ان سے قربت کے پس منظر پر غور ہی کرتا رہ گیا تھا اور وہ تینوں اس کے سامنے سے قبرستان سے نکل کر مخالف سمت روانہ ہو گئے تھے۔۔۔رات ناعمہ پاشا نے اسے کہا تھا کہ ابی مومن تراب کی جان لینے پر تلے ہیں۔۔۔کیوں بھلا۔۔۔؟۔۔۔وہ جب تک جاگتا رہا تھا اپنے ابی کی مومن سے دشمنی کے پیچھے محرکات کے بارے میں غور کرتا رہا اور اب یہ سامنے کا منظر تو روزن بنا حقیقت کا رخ دکھا رہا تھا۔۔۔ایک ایک کر کے تمام کڑیاں اس کی مٹھی میں جمع ہوتی جا رہی تھیں۔۔۔جس دن وہ انہیں زنجیر کرے گا، وہ انتہائی فیصلے کا دن ہو گا۔۔۔گاڑی کو واپس موڑتے ہوئے اس نے دل میں ٹھان لیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

گھر کی ویرانی اور وحشت سے گھبرا کر وہ بہت دن بعد باہر نکلی تھی۔۔۔پرانے راستوں پر پھرتے پھراتے، ڈھیروں آنسو بہاتے وہ وقت گھسیٹتی رہی۔۔۔آفس سے ریزائن کر چکی تھی ورنہ وہیں سے ہو آتی۔۔۔ایک بار جی چاہا کہ ابرش کے گھر چلی جائے۔۔۔اس کی جانب سے پہلے سے زیادہ دوستانہ رویے کے باوجود ماحور کے دل سے شرمندگی کا ملال نہیں چھٹتا تھا۔۔۔وہ کس طرح سامنا کر پائے گی اس

کی ماما کا یا سر منصور راٹھور کا۔۔۔بس یہی سوچ اسے پسینہ پسینہ کیے دیتی تھی۔۔۔اس نے اپنے بڑھتے قدم دوسرے راستے کی جانب موڑ لیے مگر کچھ فائدہ نا ہوا۔۔۔ہر راستہ یادوں سے اٹا پڑا تھا۔۔۔مومن اسے ہر موڑ پر یوں کھڑا دکھائی دیتا تھا جیسے اسے جتاتا ہو کہ مجھ سے دامن چھڑا کر بھلا کہاں بھاگو گی ماہی۔۔۔میرے نقوش ہر مقام پر ثبت ہیں۔۔۔میں تو تمہاری آنکھوں میں قید ہوں جدھر دیکھو گی میرا ہی سراپا نظر آئے گا۔۔۔

وہ اردگرد سے بے نیاز، ان بے تحاشا آوازوں سے گھبرا کر کانوں پر ہاتھ دھرے تیز تیز قدموں سے چلتی چلی

گئی۔۔۔نا جانے کیوں مگر اسے بے تحاشا خوف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔وہ جلد از جلد اپنے گھر پہنچنا چاہتی تھی۔۔۔اب مومن حقیقت میں کہیں نہیں تھا جو ہر مشکل میں بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو جاتا تھا۔۔۔وہ بے تابانہ چلتی ہوئی اسی ڈھابے کے سامنے سے گزری جہاں مومن اکثر شاویز کے ساتھ چائے پیا کرتا تھا۔۔۔آج بھی وہ وہیں موجود تھا۔۔۔بے دلی سے وہاں بیٹھا شاویز کی بے سروپا باتیں سن رہا تھا۔۔۔ماحور قریب سے گزری ہو اور مومن کو اس کی خوشبو نا پہنچے۔۔۔ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔اسی ساعت میں مومن کی نگاہوں نے ماحور کو جا لیا تھا۔۔۔اس کی دگرگوں حالت کا اندازہ اسے دور سے ہی ہو گیا تھا۔۔۔وہ قطعاً حواسوں میں نہیں تھی۔۔۔مومن نے دوسرا پل نہیں لیا تھا سوچنے میں اور اس کے پیچھے چل دیا تھا۔۔۔شاویز نے اسے

مسکراتے ہوئے جاتا دیکھا اور مومن کی چھوڑی ہوئی چائے والا کپ بھی اپنے سامنے دھر کر بڑی فرصت سے چسکیاں لینے لگا۔۔۔

تھوڑا سا فاصلہ رکھے وہ ماحور کے پیچھے تھا۔۔۔سابقہ بے وقوفی دہراتے ہوئے ماحور اسی ویران رستے کی اور بڑھ رہی تھی، جہاں ایک بار پہلے بھی ماحور کی خاطر وہ کتے سے بھڑ گیا تھا۔۔۔مومن نے گردن کی پشت سہلاتے ہوئے اس کی عقل کو سلامی دی جو وہ باہر نکلتے ہوئے گھر پر چھوڑ کر آتی تھی۔۔۔ابھی شام نہیں ڈھلی تھی اس لیے سڑک اس قدر سنسان نہیں تھی جتنی رات پڑتے ہی ہو جاتی تھی۔۔۔مومن نے ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں پھنسا رکھے تھے اور نگاہیں مسلسل ماحور کے قدم گن رہی تھیں۔۔۔ایک مقام پر اسے شک گزرا کہ وہ پلٹنے والی ہے تو وہ ایک جست میں درخت کی آڑ میں ہو گیا۔۔۔ماحور نے واقعی پلٹ کر دیکھا تھا۔۔۔چند ساعتیں وہ کچھ کھوجتی رہی، اس کی سبز آنکھوں میں خوف کی لکیریں تھیں۔۔۔مومن کو اس پر یکدم اس قدر ترس آیا کہ اس کا جی چاہا کہ وہ ہر پابندی، ہر حد توڑ کر اسے ساری دنیا سے چھپا لے۔۔۔اس کا ہر دکھ درد خود میں جذب کر لے مگر اس کے پاس ایسا کوئی حق ہی کب رہ گیا تھا۔۔۔ماحور اور اپنے بیچ دوبارہ سے فاصلہ بنا کر وہ پھر سے

اس کے تعاقب میں تھا۔۔۔اور اس بار کچھ غیر معمولی ہو گیا۔۔۔ماحور کے سامنے کی جانب سے تین لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق اور ٹھٹھے بازی کرتے چلے آ رہے تھے۔۔۔کندھے سے کندھا ملا رکھا تھا۔۔۔اسے دیکھ کر انہیں بدمعاشی سوجھی۔۔۔تینوں ماحور کے مقابل ٹھہر گئے۔۔۔اس نے اپنے خوف کو دباتے ہوئے دو تین مرتبہ سائیڈ سے نکلنا چاہا مگر وہ تینوں سرک کر پھر سامنے آ جاتے۔۔۔ساتھ ہنس ہنس کر ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر اسے ہراساں کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔۔۔تیسری سے چوتھی بار جب انہوں نے یہی حرکت دہرائی تو ماحور تڑخ کر بولی۔۔۔

"کیا موت پڑی ہے تم تینوں کو۔۔۔شرم حیا بیچ کھائی ہے کیا۔۔۔ہٹو میرے راستے سے۔۔۔!"

"کیوں ہٹیں بھئی۔۔۔راستہ کیا تیرے باپ کا ہے۔۔۔؟" اور ایک زوردار قہقہہ ساتھ تالی پر تالی۔۔۔باپ کے نام ہر

ماحور کی آنکھیں چھلک گئیں۔۔۔اگلی تالی بجانے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ ماحور کے عقب سے نکل کر مومن کے مارے گئے زوردار جھانپڑ نے پہلے والے کے منہ کا غبارہ پھوڑ ڈالا تھا۔۔۔باقی دونوں نے اس پر جوابی حملہ کرنے کے لیے آگے قدم بڑھائے تھے مگر مومن کا اونچا لمبا تنومند وجود ان کو دھول چٹا سکتا تھا۔۔۔وہ تینوں اسے تنفر سے دیکھتے فٹافٹ وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے تھے۔۔۔مومن نے پلٹ کر ماحور کو دیکھا جو شرربار نگاہوں سے اسے دیکھ کر آگے بڑھ گئی۔۔۔

"رکو۔۔۔میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔!" مومن نے آواز لگائی۔۔۔

"کیوں۔۔۔کس کھاتے میں۔۔۔میں چلی جاؤں گی۔۔۔!" ماحور کا وہی پرانا انداز

"میں نے کہا نا۔۔۔میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔کیا دوبارہ کسی کو پیچھے لگوانا ہے۔۔۔!"

"تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔۔تم جس کے پیچھے ہو آج کل، وہیں جاؤ۔۔۔کم از کم میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں۔۔۔!" وہ تڑخ کر بولی تو مومن کو اس پر جی بھر کر طیش آیا۔۔۔

"کسی گمان میں مت رہنا۔۔۔میں دعا کا انتظار ہی کر رہا تھا۔۔۔" اس بے محض اسے تپانے کے لیے یونہی کوئی نام لے دیا تھا۔۔۔اور وہ سچ میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئی تھی۔۔۔"تمہیں تو بس سر سالک کی وجہ سے اہمیت دے رہا ہوں۔۔۔لیکن ایک تو دماغ تمہارا شروع سے ہی ساتویں آسمان پر رہتا ہے۔۔۔منٹ نہیں لگتا تمہاری گھگھی بندھ جاتی ہے پر مجھے باتیں ایسے سنا رہی ہو جیسے خود تو جھانسی کی رانی ہو نا۔۔۔!"

مومن کے منہ سے کسی لڑکی کا نام سن کر ہی دل میں بھالا سا اتر گیا۔۔۔اس نے بہت مشکل سے آواز کو رندھنے سے بچایا۔۔۔

"میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔جاؤ یہاں سے۔۔۔میں نے کہا نا کہ میں چلی جاؤں گی۔۔۔!" اس نے پہلے سے بھی زیادہ اشتعال سے کہتے ہوئے رخ موڑ کر قدم آگے بڑھائے تھے لیکن مومن نے ایک جھٹکے سے اس کی کلائی تھام کر اپنی اور کھینچا۔۔۔اس کا سر پوری شدت سے مومن کے سینے سے ٹکرایا۔۔۔آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے۔۔۔وارننگ دینے والے انداز میں اس نے مومن کے سامنے انگلی کھڑی کی۔۔۔لیکن اگلے ہی پل اس کی بولتی بند ہو گئی۔۔۔

"شش۔۔۔شش۔۔!چپ۔۔۔بالکل چپ۔۔۔ایک لفظ بھی مت کہنا۔۔۔" مومن نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر انگلی نیچے کی اور نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔۔۔ماحور کو اپنا دم سینے میں اٹکتا محسوس ہوا۔۔۔وہ مزید کچھ بھی نہیں بولا بس انتہائی گہری نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔۔۔عرصے بعد ماحور کے سامنے پرانا گنگناتی آنکھوں والا مومن تراب کھڑا تھا۔۔۔جس کی چہرے کا ہر نقش بولتا تھا۔۔۔جو ماحور کو اپنے سامنے گنگ کر دیتا تھا۔۔۔نا جانے کتنے لمحے بیت گئے۔۔۔مومن کے ہاتھ میں دبا اس کا سرد

ہاتھ کسمسایا تو اس نے نرمی سے اسے چھوڑ دیا۔۔ ماحور کے شل حواس بحال ہوئے تھے۔۔۔

"چلو۔۔۔ یہاں زیادہ دیر کھڑے رہنا مناسب نہیں۔۔۔ گھر پر سب تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔!" وہ دھیمے لہجے میں کہتا اس کے آگے آگے چلنے لگا۔۔۔ اس بار ماحور نے بنا پس و پیش کیے اس کے پیچھے قدم بڑھا دیئے تھے۔۔۔ گھر آنے تک دونوں میں سے کوئی بھی نہیں بولا تھا۔۔۔ ماحور آگے بڑھی اور بیگ سے چابی نکال کر گیٹ کھولنے کے بعد پلٹ کر سلگتے لہجے میں مومن سے مخاطب ہوئی۔۔۔

"آئندہ کوشش کرنا مومن تراب کہ مجھے دیکھ کر بھی اندیکھا کر دینا۔۔ تم جب جب میرے سامنے آتے ہو میری وحشتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔۔۔ چھوڑ دو اب میرا پیچھا۔۔۔!" وہ اسے مزید کوئی بات کرنے کا موقع دیے بنا اندر جا کر گیٹ بند کر چکی تھی۔۔۔ مومن آزردگی سے اس زنگ آلود لوہے کے بند گیٹ کو دیکھتا رہ گیا۔۔۔

"پیچھا تو چھوڑ دیا ہے ماہی۔۔۔ محبت کرنا کیسے چھوڑوں۔۔۔!"

اس کی بڑبڑاہٹ بس اسی کی سماعت تک پہنچی اور وہ تھکا تھکا سا واپس پلٹ گیا۔۔ محبت روگ کا چولا اوڑھے اس کے ہمقدم تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

گھر میں وہی سناٹا، وہی اداسی اس کی منتظر تھی۔۔۔ پتا نہیں پوری دنیا میں اس کے لیے سکون کی کوئی جگہ تھی بھی یا نہیں۔۔۔ جنت زلیخا دادی کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی اور زونی اس کے پیروں کے قریب ڈھیر تھا۔۔۔ دونوں کے سکول بیگز کھلے ہوئے کارپٹ پر پڑے تھے۔۔۔ ریان صوفے پر لیٹا چھت گھور گھور کر نا جانے کیا معرکہ مار رہا تھا اور سیف ٹیبل کے ساتھ رکھی چھوٹی سی چیئر پر بیٹھا ٹی وی کا ریموٹ تھامے چینل پر چینل بدل رہا تھا۔۔۔ اففففف!

سبھی بے کار کی سرگرمیوں میں الجھے تھے۔۔۔ ماحور کو جھرجھری آ گئی۔۔۔ اتنا عجیب سا گھٹا گھٹا سا منظر تھا کہ اس کا دل چاہا وہ پھر گھر سے باہر نکل جائے۔۔۔ اس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سبھی کی نظریں اس پر آ ٹکی تھیں۔۔۔ وہ الجھن سی محسوس کرتی دادی کے پہلو سا آ لگی۔۔۔ سیف اپنی جگہ سے اٹھا اور ریان کو بھی کھڑا ہونے کا اشارہ کر کے ماحور کے پاس کارپٹ پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گیا۔۔۔ اس کی دیکھا دیکھی ریان نے بھی ایسا ہی کیا۔۔۔ وہ ابرو اچکاتے ہوئے ناسمجھی سے دونوں کو دیکھنے لگی۔۔۔ زلیخا دادی کی رو رو کر پہلے سے سوجی ہوئی آنکھیں دوبارہ سے بھر آئیں۔۔۔

"میرا خیال ہے اپیا کہ ہم سب کو ایک بار اور آخری بار مل کر رو لینا چاہیے۔۔۔ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ بابا ہمارے گھر کا ایسا فرد تھے جو صفر کی حیثیت میں بھی سب سے زیادہ قیمت رکھتا تھے۔۔۔ رولیں آپ بھی۔۔۔ مجھے بھی بہت رونا آ رہا ہے، میں رونا چاہتا

ہوں اپیا۔۔!" سیف بھرائی آواز میں کہہ کر اس کی گود میں سر رکھے بچوں کی طرح بلک اٹھا۔۔ماھور کے اندر کی گھٹن کو شائد ایسے ہی کسی روزن کی ضرورت تھی، درز ملی تو وہ بھی پھپھک پھپھک کر رو دی۔۔اونچی آواز سے۔۔۔بہت اونچی۔۔۔زلیخا دادی سمیت وہ سبھی رو رہے تھے۔۔۔ایک دوسرے سے لپٹے وہ عقیل مغل کی یاد میں آنسو بہا رہے تھے۔۔۔عقیل مغل شروع سے ایسا ہی تھا، نا ہو کر بھی اپنے ہونے کا پتا دیتا تھا۔۔اس دنیا میں کوئی بھی فالتو نہیں آیا،لیکن کچھ لوگ محض سینوں کو یادوں سے گرمانے کی خاطر دنیا کا بن باس کاٹ جاتے ہیں تاکہ یہ دنیا جذبات سے عاری نا ہو جائے۔۔۔اسے یاد رہے کہ اس کی رعنائیوں میں ان کا بھی حصہ ہے جنہیں زندگی گزار دیتی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

آج وہ آفس نہیں گیا تھا۔۔ایک دو پرانے دوستوں کے ساتھ وقت کاٹ کر شام ڈھلے گھر آیا تھا۔۔۔پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے بھی وہ کتنی دیر اندر ہی بیٹھا رہا تھا۔۔۔ذہن یکسو نہیں ہو پا رہا تھا۔۔خود کو مصروف رکھنے کی سر توڑ کوشش کے باوجود بھی وہ اس الجھن سے نکل نہیں پایا تھا جو اسے ماحور کے اور اپنے رشتے کے حوالے سے گھیر چکی تھی۔۔۔رہ رہ کر مومن کا اترا چہرہ نگاہوں میں گھوم جاتا اور وہ نئے سرے سے کھول اٹھتا۔۔۔اسے سمجھنا دوبھر ہو رہا تھا کہ آیا وہ ناراض کس سے اور کس بات پر ہے۔۔۔وہ جان بوجھ کر آفس نہیں جا رہا تھا تاکہ مومن سے اس کا سامنا نا ہو۔۔۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے رویے میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کا احساس مومن کو ہو۔۔۔درحقیقت وہ خود کو ہی وقت دینا چاہ رہا تھا۔۔گاڑی سے اتر کر وہ سست روی سے چلتا ڈیک پار کرتا لابی میں آیا تو وہاں چند اسپاٹس کے علاوہ سبھی لائٹس آف تھیں۔۔۔وہ ابی اور ناعمہ پاشا کے درمیان شدید قسم کی چپقلش کے آغاز سے بے خبر نہیں تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کی دلیری نے عادل پاشا کو فکر میں مبتلا کر دیا تھا۔۔۔دو تین دن سے وہ دونوں الگ بیڈروم میں سو رہے تھے مگر سالک نے ان کے درمیان مداخلت کی کوئی کوشش نہیں کی تھی جبکہ وہ اس معاملے میں ناعمہ پاشا کا ہمنوا تھا کہ عقیل مغل کی ڈیتھ پر ان کو جانا چاہیے تھا۔۔۔وہ کسی کے لیے نہیں، اپنی اولاد کے لیے گئی تھیں اور یہ ان کا حق تھا۔۔۔لابی سے ہو کر وہ سیدھا کچن میں آیا تھا۔۔۔خانساماں اپنا سارا کام ختم کر کے جا چکا تھا۔۔۔اس نے کافی میکر کا سوئچ آن کیا اور اپنے لیے کافی بنا کر کمرے میں چلا آیا۔۔۔راستے میں باپ کی اسٹڈی کی لائٹ جلتی دیکھ کر اس کا دل چاہا تھا کہ وہ ایک پل رک کر ان کی خیریت پوچھتا ہوا جائے مگر پھر ارادہ ملتوی کر دیا کیونکہ وہ اس وقت کسی بھی طرح کی بحث کے موڈ میں نہیں تھا اور یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ عادل پاشا ایسا کرنے سے باز رہتے۔۔۔بیڈروم میں داخل ہو کر اس نے اپنا مگ راکنگ چیئر کے ساتھ پڑی خوبصورت گول چھوٹی سی ٹیبل پر رکھا اور کوٹ اتار کر، شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول کر خود کو ریلیکس کرتا چیئر پر بیٹھ گیا۔۔۔راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر مگ کے کنارے کو چھوا۔۔۔گرم گرم کافی کی اڑتی بھاپ نے اس کی یادداشت میں کوئی منظر اجاگر کیا۔۔۔

جس وقت اس نے پہلی بار ماحور اور مومن کو آفیشل ایونٹ پر ایک ساتھ کھڑا دیکھا تھا تو وہ دونوں بلاشبہ ایک دوسرے سے یوں باتیں کر رہے تھے جیسے پرانی بے تکلفی ہو۔۔۔اور پھر اس کا مومن کے سامنے ماحور کے لیے اظہار محبت کرنے کے بعد یکدم اس کی رنگت متغیر ہونا۔۔۔اس کے چند منٹ بعد ہی اس کا وہاں سے چلے جانا۔۔۔!

سالک نے مگ سے ایک گھونٹ بھرا اور لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ سی آرکی۔۔۔!

اگلا منظر پچھلے سے زیادہ واضح تھا۔۔۔

وہ ماحور کے لیے انگوٹھی پسند کر چکا تھا جب مومن کے منہ سے اچانک نکلا تھا" یہ سائز بڑا ہے۔۔۔" اور پھر وہ اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے بات بدل بھی گیا تھا۔۔۔وہ اگنور کر جاتا بلکہ کر گیا تھا مگر شاپ سے نکلنے کے بعد وہ مومن کو انتظار کرنے کا کہہ کر اپی کے فرینڈ کے پاس رک گیا تھا۔۔۔اسے زیادہ دیر تو نہی لگی تھی مگر جب وہ واپس مومن کے پاس آیا تو وہ پلر کی اوٹ میں کھڑا تھا اور جولڑکی اس کے قریب کھڑی اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اس کے منہ سے ادا ہونے والا ہر جملہ سالک نے سماعت کیا تھا۔۔۔وفا اور بے وفائی کی باتیں، شکست اور پسپائی کے طعنے کوئی یوں ہی تو نہیں دیتا۔۔۔وہ اس سارے منظر کو بھی بھلانے میں کامیاب ہو جاتا مگر آخری ثبوت وہ چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتا تھا کیونکہ نا اسے سننے میں غلطی ہوئی تھی نا ناعمہ پاشا کے الفاظ مبہم تھے۔۔۔ہر چیز واضح ہو گئی تھی۔۔۔وہ کسی کام سے آفس سے گھر آیا تھا، اپی نے میٹنگ کے دوران اسے بھیجا تھا کہ ان کی اسٹڈی سے وہ امپورٹنٹ فائلز پکڑ لائے۔۔۔وہ آفس سٹاف کے سامنے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے گھر چلا آیا۔۔۔ارادہ یہی تھا کہ فائلز ڈرائیور کے ہاتھ بھیج کر خود ریسٹ کرے گا۔۔۔وہ اسٹڈی سے فائلز لینے کے بعد ناعمہ پاشا کے کمرے کی جانب بڑھا کہ انہیں اپنے آنے کا بتا کر اپنے بیڈ روم میں گرم گرم کافی بھجوانے کا کہے، تب تک وہ ڈرائیور کو فائلز دے کر خود بھی کمرے میں چلا جاتا۔۔۔مگر وہ دروازے پر ہی جم کر رہ گیا۔۔۔مومن۔۔۔! ہاں بلکل مومن کا ہی نام لیا تھا انہوں نے۔۔۔وہ فون پر کسی سے مومن ہی کی بات کر رہی تھیں۔۔۔وہ کہہ رہی تھیں کہ ماحور کو سمجھائیں کہ مومن کا خیال دل سے نکال دے۔۔۔!

اُفففففف! کس قدر دل چیر دینے والا انکشاف تھا یہ۔۔۔وہ تھک گیا تھا پہلو تہی کر کر کے۔۔۔۔یہ حقیقت ایک سو ایک بار اس کے سامنے مختلف زاویوں سے آشکار ہو چکی تھی کہ مومن تراب اور ماحور ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ تھے۔۔۔یا پھر یہ شائد ہلکا لفظ تھا۔۔۔"محبت"۔۔۔یہ لفظ ابھرا اور سالک پاشا کی کنپٹی کی رگ بھی ابھر آئی۔۔۔تو ان دونوں کے بیچ محبت کا تعلق تھا۔۔۔مومن تراب اس کی خاطر درمیان سے ہٹ گیا تھا کیونکہ اس نے مومن کے لیے کوئی دوسرا چارہ بھی تو نہیں چھوڑا تھا۔۔۔وہ اس کا باس تھا۔۔۔اس کے سامنے ماحور کے لیے اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کیا تھا تو وہ بھلا کیسے اس کی بات رد کرتا۔۔۔اس سارے میں جو پہلو سب سے زیادہ اذیت ناک تھا وہ ماحور کا بھی مومن تراب سے محبت کرنا! اسے بھی مومن سے پیار تھا یہ سوچ سالک پاشا کے فشارِ خون

کو نا جانے کیوں بلند کیے دے رہی تھی۔۔۔ایک لمبی گرم سانس خارج کر کے اس نے خود کو ریلکیس کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کافی کا مگ ہونٹوں سے لگایا۔۔۔نیم گرم کافی وہ ایک ہی سانس میں پی گیا تھا۔۔۔اس کا تنفس تیز ہوتا جا رہا تھا۔۔۔خود پر قابو پانے کی کوشش میں مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔۔۔وہ کوئی بچہ نہیں تھا بلکہ جب بچہ تھا تب سے وہ اپنی کمپنی رن کرنا شروع ہو گیا تھا اور اب وہ چند لوگوں کو کیسے اجازت دے دیتا کہ اس کے جذبات کے ساتھ کھیلتے۔۔۔ہرگز نہیں۔۔۔!

"سر۔۔۔یہ ماحور میم کے گھر کی رجسٹری کے پیپرز ہیں۔۔۔یہ اپنے ساتھ لے جایے گا کل۔۔۔ابھی مجھ سے کچھ پوچھیے گا مت،کل جب آپ ماحور میم کے گھر جائیں گے تو آپ خود ہی جان جائیں گے کہ یہ میں آپ کو کیوں دے رہا ہوں۔۔۔اس وقت میں جلدی میں ہوں،آپ کو تفصیل نہیں بتا سکتا،آج دادا کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے اسی لیے اب گھر کے لیے نکل رہا ہوں۔۔۔!"

آفس ٹائم ختم ہو چکا تھا جب مومن اجازت لے کر اس کے آفس میں داخل ہوا تھا۔۔۔وہ بھی بس اٹھنے ہی والا تھا ۔۔۔مومن نے اسے عجلت میں ماحور کے گھر کے پیپرز دیے تھے اور بنا اسے کچھ پوچھنے یا کہنے کا موقع دیے وہ چلا گیا تھا۔۔۔اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلدی میں نہیں تھا،محض سوال جواب سے بچنے کے لیے اس نے ایسا ظاہر کیا تھا۔۔۔ورنہ اس کے ذہن میں واقعی یہ بات آئی تھی کہ ان کاغذات کا مومن کے پاس کیا کام۔۔۔؟مگر اگلے دن ماحور کے گھر میں ہونے والے تماشے کے بعد وہ پوچھنا بھول گیا تھا۔۔۔اور اب جب کہ یاد آ رہا تھا تو سوائے کنپٹی مسلنے کے وہ کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔!

ناعمہ پاشا کا اس کے کمرے میں دیر رات کو آ کر درخواست کرنا کہ وہ مومن تراب کو اپنے ابی کے قہر سے بچا لے۔۔۔وہ بلاوجہ اس سے دشمنی پال بیٹھے ہیں۔۔۔ناعمہ پاشا اتنی مخبوط الحواس ہو چکی تھیں کہ انہوں نے اسے یہ سب بتاتے ہوئے یہ تک نہیں سوچا کہ اگر وہ ان سے سوال کر ڈالے کہ وہ مومن کو اس حد تک کیسے جانتی ہیں۔۔۔؟ تو یقیناً جواب میں وہ ایک لفظ نا بول پاتیں۔۔۔جب کہ وہ مومن کو قبرستان میں سیف اور ریان کے جتنا قریب محسوس کر چکا تھا،اسے ان لوگوں کے بیچ تعلق کی نوعیت جاننے میں دشواری نہیں ہوئی تھی۔۔۔

دادا ابھی تو اس سے اشارے کنائے میں سبھی کچھ کہہ گئے تھے مومن کا پژمردہ چہرہ اور اداس حالت اس کی نگاہوں کے سامنے آ کر بے چینی میں مزید اضافہ کیے دے رہا تھا۔۔۔اس کے لیے اس وقت سب سے زیادہ اذیت ناک یہ بات تھی کہ ماحور جس پر وہ جان دینے کو تیار تھا،وہ مومن میں دلچسپی رکھتی تھی۔۔۔اب تک ماحور کے جس گریز کو وہ جھجھک اور احتیاط سمجھ رہا تھا وہ در حقیقت مومن سے جدائی کا سوگ تھا۔۔۔!

جس بات کو وہ آج تک اپنا وہم جان کر جھٹکتا آیا تھا وہ وہم نہیں حقیقت تھی۔۔۔

"بس کر دو سالک پاشا۔۔۔بس کر دو۔۔۔خود سے جھوٹ بولنا بند کرو اور سچائی کا سامنا کرو۔۔۔تم اول روز سے جان چکے

تھے کہ مومن، ماحور کو چاہتا ہے۔۔۔لیکن تم موقع کے انتظار میں رہے۔۔۔اور ایسے وقت اسے پچھاڑا جب وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔اپنے دل پر جمی گرد جھاڑ کر دیکھو سالک۔۔۔تمہیں حقیقت کا اصلی چہرہ نظر آئے گا۔۔۔!"

اس کے اندر سے اٹھتی آوازوں کا شور پھنکاریں مارنے لگا۔۔۔اس نے جھنجھلا کر اپنی آنکھیں میچ لیں اور دونوں مٹھیوں میں بالوں کو جکڑ کر اندر اٹھتے جوار بھاٹا کو دبانے کی کوشش کی جو سب کچھ خاکستر کر دینے کے درپے تھا۔۔۔ایسی مشکل ترین صورتحال کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔۔۔یہ تو عادل پاشا کی ناراضی سے بھی زیادہ گھمبیر تھا۔۔۔مومن سے اسے انسیت تھی بلکہ انسیت دوستی میں ڈھل چکی تھی۔۔۔لیکن ماحور اس کی چاہت تھی۔۔۔مومن کو اس کی محبت لوٹانے کے لیے اسے اپنا دل کچلنا پڑتا۔۔۔اس خیال کے آتے ہی چھم سے ابرش کا سراپا اس کی نگاہوں کے آگے سرسرا گیا۔۔۔آج اس کی تکلیف کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا وہ۔۔۔اس دن حقیقت جان لینے کے بعد وہ جس ٹوٹی بکھری حالت میں ہوٹل سے باہر جاتی دکھی تھی، اسے افسوس ضرور ہوا تھا مگر وہ سب وقتی احساس تھا۔۔۔اس کے بعد وہ ابرش کو حرف غلط کی طرح بھول گیا تھا۔۔۔آج وہی ابرش اسے بری طرح یاد آئی تھی۔۔۔وہ دل سے اس سے ہمدردی محسوس کر رہا تھا۔۔۔ماحور کی مومن میں دلچسپی اسے ویسی ہی چبھن دے گئی تھی جیسی یقیناً ابرش کو ہوئی ہو گی جب اسے معلوم ہوا ہو گا کہ وہ اس کی بجائے ماحور سے محبت کرتا ہے۔۔۔اور پھر اسی لمحے نے اس سے فیصلہ کروا دیا کہ وہ ماحور پر بھی حد لگا دے۔۔۔ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس کھڑے ہونے کے بعد اس نے اسے مکمل کھول دیا۔۔۔اندر کی کھولن کو باہر کی سرد ہوا نے سرور کے تھپیڑے دیے تو شل ہوئی سوچوں میں روانی آئی۔۔۔ایک طویل سانس خارج کر کے اس نے آسمان کی اور نگاہ اٹھائی۔۔۔سب ستارے جیسے ایک مرکز پر سمٹ کر ماحور کی شبیہہ میں ڈھل گئے۔۔۔اسے ان ستاروں کو اپنے آنگن میں لانا تھا۔۔۔اور یہی اس کا فیصلہ تھا۔۔۔وہ ماحور کو نہیں چھوڑے گا۔۔۔بھلے سے کچھ بھی ہو جائے۔۔۔وہ اسے مجبور کر دے گا خود سے محبت کرنے پر۔۔۔وہ اتنا پیار دے گا ماحور کو کہ وہ اسی کے نام کی مالا جپے گی۔۔۔وہ مومن کی پرچھائی تک اس کے دل سے مٹا دے گا۔۔۔آسمان میں ستاروں کے جھرمٹ سے ایک ستارہ ٹوٹ کر وہیں گرا تھا، جہاں اس کی تقدیر تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

رائنہ اور ابرش شاپنگ مال کے اپر فلور پر فوڈ کارنر میں ایک ٹیبل پر بیٹھی تھیں۔۔۔رائنہ لوڈڈ فرائز کو کانٹے کی مدد سے کھاتی مسلسل ابرش کو گھور رہی تھی جو اپنی پلیٹ میں بس کانٹے کو یہاں سے وہاں سیر کرائے جا رہی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکے اس کی بے حد گوری رنگت پر بالکل نہیں جچتے تھے لیکن پچھلے کچھ عرصے سے وہ مسلسل اس کی آنکھوں سے یاری نبھا رہے تھے۔۔۔دکھ اور تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے رائنہ نے فاؤنٹین کوک کا سپ لیتے ہوئے گلا تر کیا اور بولی۔۔۔

"ایک بات کہوں ابرش۔۔۔تم میری سوچ سے بھی زیادہ کمینی نکلی ہو۔۔۔!"

ابرش نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر مسکرا دی۔۔۔وہ جانتی تھی رائنہ اسے ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔۔۔

"مجھے پتا ہے۔۔۔!"

"کیا پتا ہے۔۔۔؟ کچھ بھی نہیں پتا۔۔۔بالا ہی بالا تم نے ارسل کے پاس سڈنی جانے کا پروگرام بنالیا اور مشورہ تک نہیں کیا۔۔۔شرم آتی ہے۔۔۔؟"

"غصہ مت کرو رائنہ۔۔۔تم جانتی ہو کہ مجھے بریک چاہیے۔۔۔میں یہاں رہوں گی تو پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔میرا دھیان نہیں ہٹتا سالک کی طرف سے رائنہ۔۔۔میں ہار گئی ہوں خود سے لڑتے لڑتے۔۔۔میں کچھ عرصے کے لیے یہاں سے دور جانا چاہتی ہوں۔۔۔!" وہ بے بسی سے آنسو پیتے ہوئے بول رہی تھی۔۔۔

"اور ماہی کا کیا۔۔۔" رائنہ تنک کر بولی۔۔۔"کیا اسے برا نہیں لگے گا تمہارا جانا۔۔۔وہ تو پہلے ہی گلٹی فیل کرتی ہے،اوپر سے تم چلی بھی جاؤ گی تو اس کا جینا مزید مشکل کر دو گی۔۔۔دیکھو ابرش۔۔۔" رائنہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر رسان سے کہا۔۔۔"تم ذرا ماہی کا سوچو۔۔۔تم تو فرار کی راہ اختیار کر سکتی ہو۔۔۔تمہارے پاس اختیار ہے،وسائل ہیں۔۔۔ماہی کیا کرے۔۔۔؟ وہ تو چکی کے دو پاٹوں میں پس رہی ہے۔۔۔نا کہیں چھپ سکتی ہے نا کہیں جا سکتی ہے۔۔۔نا سالک سے رشتہ توڑ سکتی ہے نا شادی کرنے کو تیار ہے۔۔۔اس کی ذہنی حالت اس قدر ابتر ہے کہ مجھے یقین ہے کہ عنقریب اس کے نروس بریک ڈاؤن کی خبر ملے گی۔۔۔!"

"اللہ نا کرے۔۔۔!" ابرش نے دہل کر اسے ٹوکا۔۔۔

"آمین۔۔۔لیکن اس وقت جو سچویشن ہے وہ کچھ ایسی ہی ہے۔۔۔اور اب تم مجھے یہ نئی خبر سنا رہی ہو۔۔۔کبھی کبھی تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یکدم ساری کایا کیسے پلٹ گئی ابرش۔۔۔ایک دم سے ماہی اور مومن کا بریک اپ اور پھر آگلے تمام مراحل۔۔۔ان سب کے بیچ کچھ تو مسنگ ہے جو میں نہیں جانتی۔۔۔ابرش یار۔۔۔مومن بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔میں اور عاقب اسے پرسنلی بھی جانتے ہیں۔۔۔اس کی ماہی کے لیے دیوانگی سے میں واقف ہوں۔۔۔اب وہ کہتا ہے کہ ماہی کی فیملی کو نہیں سنبھال سکتا۔۔۔جبکہ میں جانتی ہوں کہ وہ بن کہے ہی ماہی کے گھر کے کتنے کام اپنے ذمے لے چکا تھا۔۔۔عقیل انکل کی ڈیتھ پر بھی اسے دیکھا تھا۔۔۔؟ کیسے اندر باہر سیف کے ساتھ سب کچھ نمٹاتا پھر رہا تھا۔۔۔اگر ایسا کرنا گراں تھا تو اب یہ سب کیا تھا بھلا۔۔۔پھر میں نے بات کرنے کی کوشش کی تو اس کا نظر چرانا۔۔۔اور آنکھوں کا نم ہونا۔۔۔اف ابرش میرا تو سوچ سوچ کر دماغ پلپلا ہو جائے گا۔۔۔!"

"تو مت سوچو نا اتنا۔۔۔کچھ منظر صاف ہوتے ہوئے بھی دھندلے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ ہم انہیں ایسا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔یہی کام سالک پاشا نے کیا۔۔۔وہ نادان تو نہیں ہے۔۔۔ہوشمند مرد ہے۔۔۔تمہیں کیا لگتا ہے کہ اسے مومن کا ماحور کی جانب جھکاؤ کبھی محسوس نا ہوا ہوگا۔۔۔نہیں رائنہ بی بی نہیں۔۔۔تواتر سے کئی ایسے موقعے آئے جب مومن،سالک پاشا کے ساتھ میٹنگز

اٹینڈ کرنے پاپا کے آفس آتا رہا ہے۔۔۔وہاں میں اور ماحور بھی موجود ہوتے تھے۔۔۔جس طرح مومن کی نظریں بے تابانہ ماحور کے چہرے کا طواف کرتی تھیں، کسی اندھے کو بھی دکھائی پڑ جاتا ہے، سالک پاشا تو پھر ایک کائیاں بزنس مین ہے۔۔۔کہا نا، جان بوجھ کر اندیکھا اسی لیے کیا جاتا ہے کیونکہ ہم وہ چیز دیکھنا چاہ ہی نہیں رہے ہوتے۔۔۔ورنہ اس دن ایونٹ پر۔۔۔"

ابرش بات کرتے کرتے یکدم خاموش ہو گئی تو رائنہ بری طرح چڑ گئی۔۔۔اسے بات ادھوری چھوڑنے سے نفرت تھی۔۔۔

"آگے بھی پھوٹو ابرش ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔مجھے بتاؤ ابرش پلیز۔۔۔پلیز۔۔۔!" وہ التجائیہ کہتی اس کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے بولی۔۔۔جواباً ابرش نے ایک شاکی نگاہ اس پر ڈالی۔۔۔

"اس دن سالک نے مومن کے سامنے کہہ ڈالا تھا کہ وہ ماحور سے محبت کرتا ہے اس کے بغیر جی نہیں سکتا، اگر مومن کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو یقیناً شاکڈ رہ جاتا۔۔۔مجھے اسی بات کی توقع تھی، سالک پاشا کے تیور صاف بتاتے تھے کہ وہ ایسا کر ڈالے گا۔۔۔وہ کب سے بے چین سا ماحور اور مومن کو ساتھ کھڑا دیکھ رہا تھا۔۔۔اس کے چہرے پر ناقابل فہم سے تاثرات تھے۔۔۔اور پھر اس نے مومن کو یہ سب بتا کر گنگ کر ڈالا، اس کے پاس کہنے کو کچھ نا رہا۔۔۔وہ وہاں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکا تھا۔۔۔اس کے جانے کے بعد سالک پاشا کے چہرے پر اترتا اطمینان دیکھ کر میری تکلیف دوچند ہو گئی تھی۔۔۔مومن نے ماہی کے ساتھ کوئی بے وفائی نہیں کی رائنہ وہ مجبور ہو گیا تھا۔۔۔سالک پاشا دانستہ یا نادانستہ تین تین لوگوں کا دل دکھانے کا مرتکب ہوا ہے رائنہ۔۔۔میں، ماحور اور مومن۔۔۔پر اسے احساس کیوں نہیں ہوتا۔۔۔وہ اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔!"

رائنہ نے دکھی دل سے اس کے کرب میں ڈوبے چہرے کو دیکھا۔۔۔اس مسئلے کا حل فی الحال کچھ بھی نہیں سجھائی دے رہا تھا۔۔۔اسے اب یاد آ رہا تھا کہ اس دن مال میں اس کے منہ سے سخت سست سننے کے بعد مومن کی آنکھوں میں نمی کس وجہ سے تھی۔۔۔اس کا اندازہ بلکل درست نکلا تھا۔۔۔مومن بے وفا نہیں تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ رات کے پچھلے پہر صحن کے گھپ اندھیرے میں کرسی پر ٹانگیں چڑھائے بیٹھی تھی۔۔۔آسمان پر کہیں کہیں بادل تھے اور چاند ان کے بیچ میں سے اسے تکتا اداس لگ رہا تھا۔۔۔آج کل تو زندگی جمود کا شکار ہو گئی تھی۔۔۔کرنے کو ہر کام جیسے ختم ہو گیا تھا۔۔۔ہر دوسرے دن امی چلی آتیں تھیں ڈھیروں سامان لیے اور اس کی جان پر بن جاتی تھی۔۔۔شادی کے دن جوں جوں قریب آ رہے تھے، اس کی وحشت میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔۔کبھی کبھی وہ بے حد ایمانداری سے تجزیہ کرتی تو اسے احساس ہوتا کہ سالک پاشا بے حد خوبرو اور نفیس انسان تھا مگر اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس کا دل سالک کی طرف مائل کیوں نہیں ہوتا تھا۔۔۔وہ آنے والے وقت کا سوچتی تو دماغی حالت مزید دگرگوں ہو جاتی۔۔۔یہ تصور ہی اس کی روح رگوں سے کھینچنے لگتا تھا کہ عنقریب سالک پاشا

اس کا شوہر ہوگا۔۔مومن تراب ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے خارج ہو جائے گا۔۔ابرش کی طرف سے الگ دل دکھا ہوا تھا۔۔اس کے سڈنی جانے کا سن کر وہ شرمندگی کی دلدل میں پہلے سے زیادہ دھنس گئی تھی۔۔۔کتنی ہی بار ابرش اسے اپنے گھر آنے کا کہہ چکی تھی مگر مسز راٹھور کا سامنا کرنے کی اس میں ہرگز ہمت نہیں تھی۔۔۔ کیا سوچتی ہوں گی وہ اس کے بارے میں کیسی گری ہوئی لڑکی نکلی وہ۔۔۔جس انسان کو ان کی بیٹی جی جان سے چاہتی تھی اسی سے شادی کرنے چلی تھی۔۔۔آج کل ایسی ہی سوچوں میں گھری اپنے دماغ کا دہی کیے رکھتی تھی۔۔۔آجا کر تان مومن تراب کی یادوں پر ٹوٹتی تھی۔۔۔وہ چھم سے اس کے خیالوں میں اتر آتا اور اس کی اذیت دو چند ہو جاتی۔۔۔!

وہ ہلکی ہلکی چلتی ہوا میں چاند کی ٹھنڈی روشنی میں نہائی مومن سے شکوے کرنے لگی۔۔۔نا جانے وہ اس کے سنگ دھیان کی کس تار سے بندھا تھا کہ جب بھی وہ کسی مشکل میں گرفتار ہوتی تھی، وہ اسے بچانے آہی جاتا تھا۔۔۔آج شام کے مناظر اس کی یادداشت پر دستک دینے لگے تو اپنی پیشانی یکدم سلگتی محسوس ہوئی۔۔۔اس نے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنا ماتھا چھوا جو مومن کے اچانک بازو کھینچنے پر اس کے سینے سے جا ٹکرایا تھا۔۔۔وہ غصہ ہونے کی بجائے شاکڈ زیادہ ہوئی تھی۔۔۔مومن کے وجود سے اٹھتی اس کی خوشبو وہ اب بھی اپنے آس پاس محسوس کر سکتی تھی۔۔۔وہ ہر بار اپنی چھاپ چھوڑ جاتا تھا۔۔۔ماحور نے دلگرفتہ ہو کر سر پیچھے گرا لیا۔۔۔آسمان کے رخ چہرہ کیے وہ بند لبوں سے دعا مانگنے لگی۔۔۔

"یارب اسے واپس موڑ دے یا وہ مجھے یاد آنا چھوڑ دے۔۔۔مجھے اس مشکل سے نکال لے میرے مولا۔۔۔میں ٹوٹ گئی ہوں۔۔۔اس سے پہلے کہ میرے اختیار میں کٹھ نا رہے تو میرے لیے کوئی راستہ نکال دے۔۔۔!"

بے آواز الفاظ دعا کی صورت اس کے دل سے نکل کر فضا میں تحلیل ہو گئے۔۔۔بند پپوٹوں کے تلے آنسو مچل مچل کر باہر گرنے لگے۔۔۔محبت ایک مسلسل کرب ہے۔۔۔محبت روح پر پڑی ضرب ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

"ویری گڈ ایاز۔۔۔بہت اچھے۔۔۔کافی دن بعد اچھی خبر سنائی ہے تم نے۔۔۔بس ایسے ہی بھگا بھگا کے مارو اس زلیل انسان کو۔۔۔اور ہاں ہر ثبوت ضائع کر دو۔۔۔کچھ بھی باقی نہیں بچنا چاہیے۔۔۔اور اس کی فیملی کو ابھی دو تین دن مزید رکھ کر آزاد کر دو۔۔۔!"

عادل پاشا نے ہشاش بشاش لہجے میں ایاز سے بات کر کے کال کاٹ دی۔۔۔خوشی ان کے چہرے سے مترشح تھی۔۔۔بہت دن بعد وہ خود کو پرسکون محسوس کر رہے تھے۔۔۔ایاز نے مختار انصاری کے پاس سے ہر ثبوت حاصل کر اس کی زبان بندی کے تمام اقدامات کر دیے تھے۔۔۔مختار انصاری کے بچوں کو سکول کے باہر سے آف ٹائم پر اٹھوا کر اور بیوی کو میٹر ریڈنگ کے بہانے گھر میں گھس کر اغوا کروایا تھا۔۔۔مختار انصاری کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔۔۔اس نے عادل پاشا سے ایسی گری ہوئی

حرکت کا گمان نہیں کیا تھا۔۔مگر وہ عادل پاشا کو جانتا ہی کتنا تھا۔۔وہ تو پاؤں جلنے پر اپنے ہی بچوں کو پیروں تلے لینے والی خصلت رکھتا تھا۔۔چوبیس گھنٹے مختار انصاری کو اپنے بیوی بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی، نا کسی کی کال آئی نا کہیں سے سراغ ملا۔۔اس نے ہار کر عادل پاشا کو کال کی تھی تو عادل پاشا نے ہر بار اس کی کال ڈس کنیکٹ کر کے اسے مزید حواس باختہ کیا تھا۔۔اگلے دن ایاز کے رابطہ کرنے پر اس کی جان میں جان آئی تھی۔۔اس کے بیوی بچوں کی واپسی کے بدلے ایاز نے اس سے سارے ثبوت طلب کیے تھے۔۔مختار انصاری کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔۔اس کا ریسٹورنٹ پہلے ہی ستر فیصد جل چکا تھا اب فیملی کو بھی نقصان پہنچ جاتا تو اس کے پاس بچنا ہی کیا تھا لہذا چاروناچار اس نے اپنا سیل فون جس پر مومن کی بھیجی گئی آڈیو اور ویڈیو دونوں سیو تھیں، ایاز کو بھجوا دیا تھا۔۔ساتھ میں آئیندہ کے لیے منہ بند رکھنے کی وارننگ بھی ملی تھی اسے۔۔ایاز نے فون قبضے میں لے کر اگلے آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس کے بیوی بچے گھر کے باہر ڈراپ کروا دیے تھے۔۔اس کی نظر میں مختار کا خون خشک کرنے کیلئے لیے یہ سزا کافی تھی۔۔کام ہو جانے کے بعد اس نے بڑے فخر سے عادل پاشا کو اطلاع دے دی تھی۔۔

راکنگ چئیر پر نیم دائرے کی صورت گھومتے ہوئے عادل پاشا نے تسلی سے سگار سلگا کر ہونٹوں کو سیٹی کی طرز پر سکیڑتے ہوئے دھواں چھوڑا اور انٹر کام کے ذریعے پی اے کو مومن تراب کو اندر آفس میں بھیجنے کے لیے کہا۔۔

"اب اس نیچ ذات سے بھی نمٹ لیا جائے۔۔!" وہ بڑی حقارت سے بڑبڑائے۔۔مختار انصاری کے بعد اب انہیں بہت طریقے سے مومن تراب سے ثبوت ہتھیانے تھے۔۔کچھ بھی کر کے، کیسے بھی سہی لیکن انہیں یہ کام کرنا تھا۔۔ماحور سے چھٹکارا پانے کے اور بھی بہت سے طریقے تھے مگر اس سے پہلے انہیں اس مصیبت سے گلو خلاصی کرانا تھی جو مومن تراب کی شکل میں ان کے گلے کی ہڈی بن گئی تھی۔۔

"مے آئی کم ان سر۔۔!" مومن نے دروازہ ناک کرنے کے بعد ذرا سا اندر جھانکتے ہوئے اجازت طلب کی۔۔عادل پاشا نے سر کے اشارے سے اسے اندر آنے کا کہا۔۔مومن نظروں سے عادل پاشا کے چہرے کو جانچتا ٹیبل کے قریب آ کھڑا ہوا۔۔

"کیا لو گے ان ثبوتوں کو میرے حوالے کرنے کا۔۔؟"

بغیر تمہید باندھے اور لگی لپٹی رکھے عادل پاشا نے سپاٹ لہجے میں استفسار کیا۔۔جواب میں مومن نے پہلے انہیں نا سمجھی سے دیکھا اور پھر جب سمجھ میں آ گیا تو کھل کر ہنس دیا۔۔عادل پاشا کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔۔یہ لڑکا مسلسل ان کا امتحان بنا ہوا تھا۔۔

"میں نے تمہیں یہاں تمہاری گھٹیا حرکتیں دیکھنے کے لیے نہیں بلایا بلکہ تم سے ڈیل کرنے کے لیے بلایا ہے۔۔بولو۔۔جتنی تمہاری اوقات ہے اتنا بولو۔۔میں تمہیں دینے کو تیار ہوں۔۔!"

" انٹرسٹنگ ۔۔۔آپ نے بھلا پہلے یہ آفر کیوں نہیں کی مجھے ۔۔۔!" مومن نے چہرے پر معصومیت سجا کر بلا اجازت چیئر گھسیٹی اور اس پر براجمان ہوتے ہوئے بولا ۔۔۔عادل پاشا دل ہی دل میں اس پر ہنسے ۔۔۔آخر کار آ ہی گیا تھا نا اصلیت پر ۔۔۔پیسے میں بڑی طاقت ہے ۔۔۔ساری مجنوں گیری ناک کے رستے نکل بھاگی ۔۔۔!

"تم قیمت بولو اپنی مومن تراب ۔۔۔میں تمہیں اس سے بڑھ کر ہی دوں گا ۔۔۔!"

"بات یہ ہے سر کہ جو قیمت میں بتاؤں گا، اس کو چکانے کی آپ کی اوقات ہی نہیں ہے ۔۔۔آپ پورے بک کر بھی اتنے مہنگے نہیں پڑیں گے ۔۔۔چچ چچ چچ ۔۔۔سوری سر ۔۔۔بہت سستے ہیں آپ ۔۔۔آپ نہیں چکا پائیں گے میری قیمت ۔۔۔!

" او یو ۔۔" عادل پاشا نے ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر زور سے دونوں ہتھیلیاں میز پر ماریں اور پھنکارتے ہوئے بولے ۔۔۔

" میں نے تمہیں بہت ڈھیل دی لڑکے ۔۔۔لیکن تم اس قابل نہیں ہو ۔۔۔اب میں مزید تمہیں جامے سے باہر نہیں ہونے دوں گا ۔۔۔میرے لیے تو ثبوت حذف کروانا کوئی بڑا ایشو نہیں ہے بس لحاظ کیا تو تمہاری بھری جوانی کا یا تمہارے گھر پڑے بڈھے کا ۔۔۔اب تم اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہو ۔۔۔!"

" میرے گھر جو بڈھا ہے نا وہ محض پنی چھڑی کی مدد سے آپ کو نکیل ڈالنے کے لیے کافی ہے سر، آپ میری جوانی ماپنے چلے ہیں ۔۔۔غلطی پر ہیں آپ ۔۔۔کر دیکھیے آپ، جو بھی آپ سے بن پڑے ۔۔۔میں وہ ثبوت کسی بھی قیمت پر آپ کے حوالے نہیں کروں گا جب تک آپ کا بیٹا، ماحور کو اپنی زوجیت میں لے کر اس کا مستقبل محفوظ نہیں بنا دیتا ۔۔۔!"

" اور ایسا میں کسی صورت نہیں ہونے دوں گا ۔۔۔آج اگر میں سالک کو بتا دوں کہ تم اس کی ہونے والی بیوی کے پرانے عاشق ہو تو وہ اس لڑکی کو ایک منٹ بھی نہیں لگائے گا چھوڑنے میں اور تمہیں بھی دھکے دے کر نکلوا دے گا یہاں سے ۔۔۔!"

" آ آ آ ۔۔۔! کر دیکھیے ایسا بھی سر ۔۔۔اچھا ہے ۔۔۔میں بھی ان ثبوتوں کا بوجھ سینے پر اٹھائے ہلکان ہوا جا رہا ہوں، ہلکا کر لوں گا تو سکون کی نیند سو سکوں گا ۔۔۔یو پلیز گو آہیڈ ۔۔۔بتا دیکھیے سر سالک کو ۔۔۔لیکن ذرا جلدی ۔۔۔مجھے اور بھی کئی کام ہیں ۔۔۔سی یو ۔۔۔!" مومن تراب انتہائی پر سکون لہجے میں کہتا عادل پاشا کا رواں رواں غصے کی آگ میں بھڑکا گیا تھا ۔۔۔

" میں تمہیں دیکھ لوں گا کم ذات انسان ۔۔۔نا میں اس گھٹیا لڑکی کو اپنی بہو بننے دوں گا نا تمہیں خود کو بلیک میل کرنے دوں گا ۔۔۔تم دیکھنا میں تمہارے ساتھ کرتا کیا ہوں ۔۔۔تم مجھے جانتے نہیں ہو ابھی ۔۔۔عادل پاشا نے بسے بسائے گھر مسمار کر کے اپنے محل کھڑے کیے ہیں، تمہاری تو ہستی ہی کچھ نہیں ۔۔۔!"

مومن انہیں ہذیان بکتا چھوڑ کر سکون سے چلتا آفس سے باہر نکل گیا ۔۔۔ادھ کھلے دروازے کے باہر ابھی ابھی آیا سالک

پاشا ایک جھٹکے سے اوٹ میں ہوا تھا۔۔اس نے گہری سانس خارج کی تھی۔۔مومن کی اور ابی کی مکمل گفتگو نہیں سن پایا تھا مگر جتنا سماعت کیا تھا اس کے بعد وہ صحیح معنوں میں مومن تراب کے خلوص پر اس کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار تھا۔۔وہ یہ تو جان گیا تھا کہ ابی ،مومن تراب کے ساتھ ماحور کے حوالے سے ہی کوئی محاذ کھولے بیٹھے ہیں مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ کیوں۔۔مومن کے پاس ایسے کون سے ثبوت تھے جو ابی کو حاصل کرنے تھے۔۔اور مومن مجھے کیا بتانے کے لیے ابی کو اکسا رہا تھا۔۔؟ایسا کیا، کیا تھا ابی نے جس کا علم صرف انہی دونوں کو تھا۔۔وہ پہلے سے زیادہ ڈسٹرب ہوگیا تھا۔۔ایک گتھی سلجھتی تھی تو اگلی ڈور پہلے سے زیادہ الجھی اس کی سوچوں سے لپٹ جاتی تھی۔۔کوئی تو ہوگا نا جو اس معاملے میں اس کی مدد کر پاتا۔۔اپنے آفس کی طرف جاتے ہوئے ایک خیال کوندے کی طرح اس کے دماغ میں لپکا۔۔اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کس کے پاس جانا تھا۔۔!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا آج خصوصی طور پر وقت نکال کر ماحور کو زبردستی ساتھ لیے شاپنگ پر نکلی تھیں۔۔اس کی خوشی اور اطمینان کی خاطر انہوں نے رائنہ کو بھی ساتھ ہی بٹھا لیا تھا۔۔وہ ماحور کی زندگی میں اس لڑکی کی اہمیت اور مقام سے بخوبی واقف ہو چکی تھیں۔۔اور انہیں ذاتی طور پر بھی رائنہ پسند تھی۔۔ناعمہ پاشا کی ان دنوں مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ وہ وقت پر نا کھانا کھا پاتی تھیں نا اپنی میڈیسن لیتی تھیں پھر بھی وہ خود کو بہت فریش محسوس کرتی تھیں تو محض اس لیے کیونکہ وہ اندر سے خوش تھیں۔۔ان کے دل سے خوف کے بادل چھٹ گئے تھے۔۔جس عادل پاشا سے ڈر ڈر کر انہوں نے اپنی عمر گزار دی تھی اسی عادل پاشا کے سامنے جب وہ تن کر کھڑی ہوئیں تو وہ جھاگ کی طرح بیٹھتے چلے گئے۔۔اب پتا نہیں ان کے مقدر نے یاوری کی تھی یا عادل پاشا کا زوال شروع ہوا تھا مگر جو بھی تھا ناعمہ پاشا اپنے اندر بھرپور توانائی محسوس کرتی تھیں۔۔عادل پاشا کی سخت خشمگیں نگاہوں کا سامنا انہیں اب بھی دن رات تھا مگر اب وہ سہمتی نہیں تھیں بلکہ بے پروا بنی سامنے سے ہٹ جاتی تھیں۔۔ایک بات انہوں نے اپنے دل و دماغ میں بٹھا لی تھی کہ ان کا جو نقصان عادل پاشا کے ہاتھوں ہونا تھا وہ ہو چکا، اب جو ہوگا دیکھی جائے گی۔۔اگر وہ ان کی مرضی کے تابع بھی رہیں گی تب بھی وہ جو کرنا چاہیں گے کر گزریں گے تو پھر کیا مضائقہ تھا اگر وہ، وہی کرتیں جو ان کی چاہت تھی۔۔عقیل مغل کی موت انہیں اندر تک جھنجھوڑ گئی تھی۔۔ان کے مرنے کے بعد جیسے وہ اپنے بچوں کے لیے پہلے سے زیادہ مستعد ہو گئی تھیں۔۔!

سالک پاشا نے جلد از جلد شادی کرنے کا عندیہ دے دیا تھا، ان کا اپنا خیال تھا کہ ابھی دو سے تین ماہ لگ جائیں گے ساری تیاریاں کرنے میں، مگر سالک بالکل بھی رکنے پر آمادہ نہیں تھا۔۔مجبوراً ناعمہ پاشا کو کمر کسنی پڑ رہی تھی۔۔دونوں جانب سے کپڑے زیور کے سب انتظامات انہیں ہی کرنے تھے۔۔سالک نے خاص ہدایت کی تھی کہ ایک ایک چیز ماحور کی پسند اور مرضی کے عین مطابق خریدی جائے۔۔ناعمہ پاشا اسی غرض سے ماحور اور رائنہ کو لے کر نکلی تھیں۔۔دونوں دن کے عروسی جوڑے ایک

سے بڑھ کر ایک خریدے جانے تھے۔۔۔بے حد شاندار اور مہنگے ترین۔۔۔وہ کوئی بھی رنگ ماحور کے ساتھ لگا تیں تو جیسے اس کا سوگوار حسن چلبلا اٹھتا۔۔۔انہیں فیصلہ کرنا دوبھر ہو گیا تھا کہ آیا کس رنگ کا لباس منتخب کریں۔۔۔بلآخر ماحور کی مسلسل چپ اور بے دلی سے تنگ آ کر رائنہ نے انتخاب میں مدد دی۔۔۔ناعمہ پاشا کا خوشی سے دمکتا چہرہ ماحور کو وحشت میں مبتلا کر رہا تھا۔۔۔سرخ ہی گرین اور رائل بلو کے کمبینیشن۔میں نفیس کام سے مزین وہ جوڑا اتنا شاندار تھا کہ نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔۔۔ولیمے کے لیے میکسی منتخب کی تھی جو لائٹ لیمن اور بیج کے کنٹراسٹ میں تھی۔۔۔ماحور کی نگاہیں بارات کے جوڑے پر اٹکی تھیں۔۔۔سرخ رنگ مومن کو بے حد پسند تھا۔۔۔

"ماہی تم بارات پر سرخ رنگ پہننا۔۔۔اس رنگ میں تمہارا چہرہ ہیرے کی دمک کو مات دیتا ہے۔۔۔!"

اسے مومن کا کہا جملہ یاد آیا تو اذیت سے اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔۔۔اس کا دل کیا کہ وہ یہ رنگ لینے سے انکار کر دے پر وہ چاہ کر بھی منع نا کر سکی۔۔۔

"جب میں کمرے میں آؤں گا نا تو تم اپنا لہنگا پورا گول پھیلا کر رکھنا۔۔۔!"

"وہ کیوں بھلا۔۔۔!" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

"کیونکہ۔۔۔وہ اس لیے کہ۔۔۔" اس کی آواز گھمبیر ہو گئی، وہ ذرا سا ماحور کی اور جھکا اور بولا۔۔۔" مجھے دلہن کے لہنگے پر دھپ سے بیٹھنے کا بچپن سے شوق تھا ماہی۔۔۔!" وہ یکدم شرارت سے کہتا بے تحاشا ہنستا ہوا اس کی پہنچ سے دور ہو گیا تھا جس نے اسے مارنے کے لیے اپنا بیگ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔۔۔

"تمہیں رومینس کرنا کبھی نہیں آئے گا مومن۔۔۔لکھ کر رکھ لو۔۔۔!"

اور پھر وہ دونوں ہی ہنسنے لگے تھے۔۔۔ان پلوں کو یاد کرتے ماحور کے ہونٹ اب بھی مسکرا اٹھے۔۔۔ناعمہ پاشا اور رائنہ کی نظریں پہلے اس کی مسکراہٹ پر ٹھہریں اور پھر آپس میں ملیں مگر ناعمہ نگاہیں چرا گئیں۔۔۔بیٹی کے درد سے نگاہیں چرائے رکھنے میں ہی سب کی بھلائی تھی۔۔۔ماحور یکدم ہوش میں آتی اٹھی اور لمبے لمبے سانس کھینچتی روشنیوں سے بھری اس شاپ سے باہر چلی گئی۔۔۔مزید بیٹھے رہنا اس کے اعصاب کے لیے کڑا امتحان تھا۔۔۔رائنہ نے گردن موڑ کر تاسف سے اسے دیکھا جو باہر کھلی فضا میں ابھی بھی گہرے سانس لے رہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل پاشا کا سکون بحال ہونے کی بجائے مزید غارت ہو گیا تھا۔۔۔مختار انصاری سے اگر جان چھوٹی تھی تو مومن تراب اس سے بڑی پریشانی تھا۔۔۔وہ اسے بہت آرام سے مسل سکتے تھے مگر مسئلہ یہ تھا کہ اگر اس نے اپنے ثبوت اسٹینڈ بائے حالت میں

رکھے ہوئے تھے تو اس کی موت ان کے لیے ایک بڑی مصیبت کا در کھولنے والی تھی۔۔۔سالک پہلے ہی ان سے بدظن تھا اگر اسے یہ سب معلوم ہو گیا کہ ماحور کے ساتھ جو کچھ بھی کروایا ہے اس میں انہی کا ہاتھ ہے تو وہ یقیناً ان کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔۔۔

"تمہیں اپنے بیٹے کی ناراضی کی فکر کہاں ہے عادل پاشا۔۔۔تمہیں تو اصل پریشانی یہ ہے کہ سالک پاشا تمہیں ہر چیز سے بے دخل کر دے گا۔۔۔تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس کمپنی میں اس کے شیئرز تم سے تین گنا زیادہ ہیں، وہ عالیشان محل نما کوٹھی بھی تمہارا باپ اسی کے نام کر چکا ہے۔۔۔اگر وہ تمہارے اعمال سے واقف ہو گیا تو تم ان سب سے ہاتھ دھو بیٹھو گے جو اسی کی طفیل تمہیں ملا ہے۔۔۔!"

اندر کی آوازوں نے بے چین کیا تو وہ اپنے کمرے سے نکل کر باہر لاؤنج میں چلے آئے، جہاں ناعمہ کپڑوں کا انبار لگائے بیٹھی تھیں۔۔۔ملازماؤں کی مدد سے ہر ہر جوڑے کو وہ سلیقے سے پیکنگ کرواتی جا رہی تھیں۔۔۔یہ تمام لباس ریڈی میڈ تھے جو ماحور کے لیے اس کی وارڈروب میں سجائے جانے والے تھے۔۔۔عادل پاشا کا تن بدن یہ سب کھڑاگ دیکھتے ہی جھلس کر رہ گیا۔۔۔اس فقطے عقیل مغل کی بیٹی کو وہ اس گھر میں کبھی نہیں آنے دیں گے۔۔۔بس ذرا انتظار۔۔۔وہ ہار تو کسی صورت نہیں مانیں گے۔۔۔ان کی ایک چال ناکام ہوئی تھی، اگلی کے لیے وہ جلد ہی ایسا لائحہ عمل تیار کریں گے کہ ناعمہ پاشا اور ان کی بیٹی کا خواب، خواب ہی رہ جائے گا۔۔۔وہ خود کو نارمل پوز کرتے ہوئے وہیں آ کر ایک صوفے پر آ بیٹھے۔۔۔ناعمہ نے انہیں بے دھیانی سے دیکھا اور پھر دوبارہ سے کام میں مصروف ہو گئیں۔۔۔ملازماؤں کو انہوں نے ابرو اچکا کر جانے کا اشارہ دیا۔۔۔

"ایک کپ چائے ملے گی۔۔۔؟" انہوں نے نرم لہجے میں بیوی سے فرمائش کی۔۔۔وہ سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھتی اثبات میں سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔جب سے ناعمہ پاشا کے تیور بدلے تھے، وہ لاشعوری طور پر ان سے مخاطب ہوتے وقت محتاط لہجہ اختیار کر رہے تھے۔۔۔کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کی آپ جی حضری کرتے رہو تو ان کی گردن مزید تنتی چلی جاتی ہے، جیسے ہی ان کے سامنے آپ خود تن کر کھڑے ہو جاؤ وہ جھاگ کی طرح بیٹھتے ہیں۔۔۔عادل پاشا کا بھی وہی حال تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کو بہر حال وہ کھونے سے ڈرتے تھے۔۔۔ان کی محبت آج بھی ان کے روم روم میں بستی تھی۔۔۔کچن کی جانب جاتی ہوئی ناعمہ پاشا کی پشت دیکھتے ہوئے وہ مسلسل ان کے بدلتے رویے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔۔۔چند لمحے یونہی گزار کر انہوں نے اپنا سیل فون نکالا اور نمبر ڈائل کیا۔۔۔

"ہاں ایاز۔۔۔مومن تراب کے ساتھ ہی ماحور کا قصہ بھی نمٹا دو۔۔۔میری بات بہت توجہ سے سننا۔۔۔ماحور مغل کا ایکسیڈنٹ ہونے والا ہے۔۔۔بہت شدید۔۔۔جان لیوا۔۔۔وہ دو دن بعد سڑک کنارے چلتی جا رہی ہو گی اور پیچھے سے ایک تیز رفتار کار اسے ٹکرا کر گزر جائے گی۔۔۔اس کے ذخمی وجود کو ایک اور کار دوبارہ سے روندتی گزرے گی۔۔۔اتنے شدید ایکسیڈنٹ کے

بعد اس کا بچنا ناممکن ہے۔۔۔اپنے ہاتھ صاف رکھنا ایاز۔۔۔اور یہ کام پرسوں کے بعد فوری طور پر ہو جانا چاہیے کیونکہ پرسوں شام میری فلائٹ ہو گی ترکی کے لیے۔۔۔اور جب یہ حادثہ ہو گا تو میں یہاں اس ملک میں موجود نہیں ہوں گا۔۔۔سمجھ گئے ایاز۔۔۔ویری گڈ۔۔۔بائے۔۔۔!"

عادل پاشا نے بے حد اطمینان سے فون بند کیا اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر ٹیک لگائے سامنے سے ہاتھ میں چائے کا کپ لیے آتی ناعمہ پاشا کو محبت پاش نظروں سے دیکھنے لگے۔۔۔ناعمہ کو ان کے یوں دیکھنے پر حیرت ضرور ہوئی مگر ظاہر نہیں کی۔۔۔اگلا لمحہ اس سے زیادہ جھٹکے والا تھا جب عادل پاشا نے پرشوق لہجے میں سینٹر ٹیبل پر بکھرے ملبوسات پر تبصرہ کرنا شروع کیا۔۔۔وہ بڑے سبھاؤ سے اپنی رائے دے رہے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا نے دل ہی دل میں خوش ہوتے شکر کا کلمہ ادا کیا تھا۔۔۔بلآخر عادل پاشا نے ان کی بیٹی کو بہو کے طور پر قبول کر لیا تھا۔۔۔اس وقت وہ اگر رخ پھیر کر ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ لیتیں تو ان کی رگوں میں بہتا خون جامد ہو جاتا۔۔۔!

☆......☆......☆

دادا نے شاویز کی منگنی کروا ہی دی تھی۔۔۔گو کہ شاویز کے میاں جی اور بڑے بھائی کو منانے میں انہیں دانتوں پسینہ آیا تھا مگر وہ بھی ایسی مٹی کے بنے تھے کہ جب ٹھان لیتے تھے تو کر کے دم لیتے تھے۔۔۔میاں جی کو اور محب بھائی کو لڑکی کے بھائیوں کا پولیس لائن میں ہونے پر اختلاف تھا۔۔۔

"اس ڈوم کو بس یہی گھر ملا تھا۔۔۔مروائے گا پیتو پیتی۔۔۔ذرا کوئی بات ہوئی نا تو کوئی ایک بھائی پستول نکال لائے گا اور بس۔۔۔ڈھوم ٹھاہ۔۔۔!" یہ میاں جی تھے جنہوں نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے دادا کو نشانے پر رکھ کر گولی مارنے کا شوق پورا کیا تھا۔۔۔دادا نے ابرو سکیڑ کر میاں جی کو گھورا اور بولے۔۔۔

"یہ اپنا ڈھوم ٹھاہ والا ہاتھ بوجے (جیب) میں گھسا۔۔۔جتنا تیرا ہاتھ لرزتا ہے، ابھی الٹا پٹاخہ چھوٹ جانا تھا۔۔۔اور تو نے پوتے کا ویاہ پانچ پلسیئوں کی بہن سے ہوتے دیکھنے کا ارمان دل میں لیے اپنی "ٹول کٹ" (قبر) میں فٹ ہو جانا تھا۔۔۔بڑا آیا اعتراض کرنے والا۔۔۔چپ کر کے بیٹھ رہو اب۔۔۔زیادہ چیں چیں کی نا تو چار دن کی سیر کو لے جائیں گے تھانے۔۔۔!" دادا نے میاں جی کو خوب لتاڑ کر دل ٹھنڈا کیا۔۔۔میاں جی بیچارہ سا منہ بنائے کچھ دیر سوچتے رہے پھر شاویز کو دیکھا جو موبائل پر اردگرد سے بے خبر ہو کر میسجنگ کرنے میں مگن تھا۔۔۔میاں جی نے اسے کینہ توز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔

"دیکھو اسے۔۔۔کیسے کمینہ اپنے گھر کے میمنوں کو گیدڑوں کے آگے پیش کر کے خرمستیوں میں لگا ہے۔۔۔شادی کے چار دن بعد جب جانم، جانم کا بھوت اترے گا نا تو وہی جانم بھائیوں سے پٹوا کر اس کا گلاب جامن بنا ڈالا کرے گی۔۔۔پتا نہیں

اس جامنی منہ والے میں اس عقل کی اندھی کو کیا دکھائی دیا۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے کہ آنکھ سے اندھی ہو گی جبھی انہوں نے آرام سے رشتہ کر لیا۔۔۔کیا کہتے ہو فضل۔۔۔؟"

ایسے سیر حاصل تجزیے کے بعد میاں جی نے دادا کی تائید چاہی تو دادا بند آنکھوں سے کرسی پر جھول رہے تھے۔۔۔میاں جی کا منہ کڑوا ہو گیا۔۔۔اتنے میں مومن گھر میں گھسا۔۔۔صحن میں سب کو بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا۔۔۔شاویز سارے وقت میں پہلی بار موبائل سے دھیان ہٹا کر اٹھا اور جذباتی انداز میں دونوں بانہیں پھیلائے مومن کی جانب بڑھا۔۔۔وہ بیچارہ پریشان سا بچاؤ کے انداز میں دونوں ہاتھ سامنے کیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔تب تک دادا بھی اپنی اختیاری اونگھ سے باہر نکل آئے تھے۔۔۔شاویز نے مومن کو زوردار جپھی دی اور بازوؤں سے تھام کر خود سے الگ کرتے ہوئے آواز کو سوبر اور بھاری بناتے ہوئے بولا۔۔۔

" میں بھی آخر کار گھوڑی چڑھوں گا میرے یار۔۔۔اللہ کے کرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے میں آج اس مقام پر آ ہی گیا۔۔۔لیکن میں شکر گزار ہوں ہر اس شخص کا جس نے بھی اس کارِ خیر کو انجام دینے میں حصہ ڈالا۔۔۔میرے لاڈی کے شدّو بٹنے والے ہیں مومن۔۔۔میرے یار۔۔۔میرے جگر۔۔۔!"

" تیرے کیا بٹنے والے ہیں۔۔۔کیا بکواس کر رہا ہے؟" مومن کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔۔۔شاویز کے اطوار دیکھ کر اس کی حیرت ہی رفع نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

" شادی کے لڈو کہنا تھا اس بے حیا نے پتر۔۔۔لگتا ہے اس کے سالوں میں سے کسی ایک نے اس کی زبان باہر کھینچ کر واپس چھوڑی ہے۔۔۔تبھی بل کھا گئی ہے۔۔۔!" میاں جی کے تنتے ہوئے لہجے نے دادا اور مومن دونوں کو جی کھول کر ہنسنے پر مجبور کر دیا۔۔۔جب کہ شاویز ابھی بھی نرم اور پر عقیدت نظروں سے سبھی کو باری باری دیکھ رہا تھا۔۔۔مومن ساری بات سمجھنے کے بعد محبت سے اس کے گلے لگا اور مبارک دی جسے اس نے سر خم کر کے قبول کیا۔۔۔

"چھچھورا۔۔۔لچا۔۔۔!" میاں جی پوتے کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائے

" لو بھئی اب ذرا ایک بار پھر منہ میٹھا کرو۔۔۔!" دادا اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے تپائی پر میاں جی کا ساتھ لایا ہوا مٹھائی کا ڈبہ کھولتے ہوئے بولے۔۔۔سبھی کے مٹھائی اٹھا لینے کے بعد دادا نے اعلان کیا۔۔۔

" یہ دوبارہ منہ میٹھا کرانے کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنے مومن کی بھی بات پکی کر رہا ہوں۔۔۔!"

منہ میں برفی کا ٹکڑا رکھے مومن اسے چبانا بھول گیا۔۔۔اور تو اور شاویز بھی ہکا بکا سا دادا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔یہ اس کے علم میں لائے بغیر دادا نے بالا ہی بالا کب اور کہاں لڑکی دیکھ لی تھی۔۔۔وہ حیرت سے سوچ رہا تھا۔۔۔جبکہ مومن سب کو یونہی بیٹھا چھوڑ کر دادا کو شاکی نظروں سے دیکھتا اندر کمرے میں جا کر دروازہ بند کر چکا تھا۔۔۔دادا نے تسلی اور اطمینان سے واپس کرسی سنبھالی

اور میاں جی کو مزید مٹھائی لینے پر اکسانے لگے۔۔۔ان کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ غصے میں گھرا پورے صحن میں ٹہل رہا تھا۔۔۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا اپنے بال نوچ ڈالے۔۔۔راستے میں آتی ہر چیز کو ٹھوکروں پر رکھے ہوئے تھا۔۔۔کرسی اڑا کر دور ماری تھی، گملا توڑ ڈالا تھا اور تو اور بیچارے توتوں کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا تھا تاکہ وہ اڑ جائیں مگر انہیں بھی دادا سے انسیت اتنی ہو چکی تھی کہ کسی بھی توتے نے اڑنے کو پر نا تولے۔۔۔دادا پرسکون انداز میں برآمدے میں بچھی چارپائی پر نیم دراز کانوں میں مومن کی ہی دلائی ہوئی ہینڈز فری ڈالے نصرت فتح علی خان مرحوم کی قوالی سن رہے تھے۔۔۔مومن تو جیسے انہیں دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔۔۔اس کا طیش جب اپنی موت آپ مرگیا تو وہ خود ہی دادا کی پائینتی آ بیٹھا۔۔۔اور اپنے لہجے کو حتی الامکان نرم ترین رکھتے ہوئے بولا۔۔۔

" آپ نے ایسا کیوں کیا دادا۔۔۔آپ ایسا کر بھی کیسے سکتے ہیں۔۔۔؟"

" زیادہ مشکل نہیں ہوئی باؤلے۔۔۔یہاں سے پیدل چلتا ہوا لڑکی والوں کے ہاں گیا۔۔۔ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔انہوں نے اندر بٹھایا اور میں نے تیرا رشتہ دے دیا۔۔۔بااااس۔۔۔اتنا سا کام تھا رے۔۔۔تُو مفت میں پریشان ہو رہا ہے۔۔۔!" دادا کے بھرپور اطمینان نے مومن کو روہانسا کر دیا۔۔۔

" دادا۔۔۔آپ کو کس نے کہا کہ مجھے شادی کرنی ہے......؟"

" وہ اپنا سالک نہیں۔۔۔وہ آیا تھا۔۔۔اسی نے مشورہ دیا کہ تیری شادی بھی اس کے ساتھ ہی کروا دوں۔۔۔یعنی آگے پیچھے کی تاریخوں میں۔۔۔یہ لڑکی بھی اسی نے بتائی ہے۔۔۔میرا ہی احساس کیا اس نے۔۔۔کہنے لگا کہ دادا آپ کے گھر کو بہو کی اشد ضرورت ہے اور مومن کو بیوی کی۔۔۔یہ جو مومن کھویا کھویا سا رہتا ہے نا، شادی کر دیں گے تو مل جائے گا۔۔۔یعنی تیرا دماغ ٹھکانے پر آجائے گا۔۔۔!"

" یہ سر سالک بھلا کب اور کیوں آئے تھے گھر۔۔۔مجھ سے تو کوئی ذکر نہیں کیا انہوں نے۔۔۔!" اسے سر سالک کا اپنے اتنے ذاتی معاملے میں مداخلت کرنا بالکل بھی نہیں بھایا تھا۔۔۔وہ بری طرح چڑ گیا۔۔۔

"کل پرسوں کا ہی قصہ ہے۔۔۔زیادہ دن نہیں ہوئے۔۔۔میں تو اس بات پر خوش ہوں کہ اس نے اتنا خیال کیا تیرا اور ایسی شاندار لڑکی بتائی۔۔۔ہیرا ہے ہیرا۔۔۔مجھے تو ہر سابقہ ملال بھول گیا۔۔۔تُو بھی دیکھ لینا چل کے میرے ساتھ۔۔۔دیکھتے ہی لٹو نا ہو گیا تو دادا نا کہنا مجھے۔۔۔!"

" میں بعد میں ہی دادا ہی کہوں گا آپ کو۔۔۔کیوں کہ میرے پاس اور کوئی آپشن نہیں ہے۔۔۔لیکن جو بھی ہے۔۔۔فی

الحال بند کریں یہ چیپٹر۔۔۔مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔۔۔میں۔۔۔میں ابھی شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں دادا۔۔۔!"

"تجھے کس عقلمند نے کہا ہے کہ شادی ذہن سے کی جاتی ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جس نے شادی کی اس نے اپنی عقل بیچ کر ہی کی۔۔۔ورنہ کمبخت قبول ہے قبول ہے کہتے وقت آڑے نا آجائے۔۔۔اس لیے تم فکر نا کرو اور بس شادی کرو۔۔۔اگلے دن ہی ذہن کومے سے باہر نکل آئے گا!"

"دادا بس کریں نا۔۔۔میں مذاق نہیں کر رہا۔۔۔آپ تو میری ہر بات کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔۔۔میرے کسی فیصلے کی کوئی اہمیت ہی نہیں آپ کی نظر میں۔۔۔!" اس کے زچ ہو کر کہنے پر دادا ایکدم سیریس ہو گئے۔۔۔انہوں نے انتہائی سنجیدگی سے اسے دیکھا اور سیدھے ہو بیٹھے۔۔۔

"تُو میری کس بات کو اہمیت دیتا ہے۔۔۔؟ بس اپنے دل کے فیصلے اور اپنی چاہت اہم ہے تیرے لیے۔۔۔تو نے ماحور کو خود پسند کیا، میں نے بھی فورا کر لیا۔۔۔تُو نے اسے ایک دن یونہی چھوڑ دیا، میں بھی چپ ہو رہا۔۔۔تیری منتیں کیں، ترلے کیے کہ اسے جا کر بتا دے سب کچھ پر نا۔۔۔تُو نے کی اپنی مرضی۔۔۔اور آخر میں مجھی سے شکوہ کر رہا ہے کہ میں تیرے کسی فیصلے کو اہمیت نہیں دیتا۔۔۔واہ مومن واہ۔۔۔!"

"میرا کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا دادا۔۔۔" مومن نے شرمندہ ہوتے ہوئے ان کے گھٹنے پکڑے۔۔۔"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب میں شادی کروں تو پوری دلی آمادگی کے ساتھ۔۔۔میں کسی بھی انجان لڑکی کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا دادا۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔سچ کہہ رہا ہے۔۔۔ٹھیس تو بس تُو اپنے دادے کو پہنچا سکتا ہے۔۔۔میری بھی سن لے پھر۔۔۔تیری شادی ہو گی اور ضرور ہو گی۔۔۔اسی لڑکی سے ہو گی جسے میں پسند کر آیا ہوں۔۔۔ایک بار پہلے زبان دی تھی مگر تیری پُٹھی حرکتوں کی وجہ سے سارا معاملہ بگڑ گیا اب میں دوبارہ وہی سب نہیں دہرانے دوں گا تجھے۔۔۔بہت ہو گیا۔۔۔اب تو تجھے شادی کرنی ہی ہو گی مومن ورنہ میں چپ چاپ کہیں چلا جاؤں گا گھر چھوڑ کر۔۔۔پھر کرتے رہنا اپنی من مانیاں۔۔۔!"

دادا نے غصے سے اپنی بات مکمل کی اور چارپائی پر مکمل دراز ہو کر بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔۔۔اب وہ مومن کی کسی بات کا جواب دینے والے نہیں تھے۔۔۔مومن تلملاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ایک دو چھوٹے چھوٹے قدموں سے چکر کاٹے۔۔۔اور پھر تنتناتا ہوا بولا۔۔۔

"ان دھمکیوں کا کیا مطلب ہوا دادا۔۔۔میں انسان ہوں کوئی مٹی کا مادھو نہیں۔۔۔آپ میرے ساتھ زبردستی کیسے کر سکتے ہیں۔۔۔اور سر سالک۔۔۔سر سالک کو تو میں کل پوچھ لوں گا۔۔۔وہ ہوتے کون ہیں میرے لیے فیصلہ صادر کرنے والے۔۔۔سن رہے ہیں نا آپ۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔رو رہا ہے تُو۔۔۔! دادا نے بازو رکھے رکھے ہی جواب دیا تو مومن پیر پٹختا کمرے میں چلا گیا۔۔۔اس کے

جاتے ہی دادا نے ذرا سا بازو ہٹایا اور اسے ناپا کر سکون کا سانس لیتے ہوئے بولے۔۔۔

"شادی تو اب تُو ضرور کرے گا پوتے۔۔۔ تُو کیا تیرا دادا بھی کرے گا۔۔۔!"

"تو کر لیں دادا۔۔۔ پوتے کو کوئی اعتراض نہیں۔۔۔!" دادا یکدم اپنی جگہ سے اچھلے۔۔۔ مومن نے ان کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی، اندر کمرے سے ہی اس کی آواز باہر آئی تھی۔۔۔ دادا نے اب کے آواز دبانے کا قصد نہیں کیا تھا اور زیر لب بولے تھے۔۔۔

"بے غیرت۔۔۔!"

☆......☆......☆

ماحور بری طرح بخار میں پھنک رہی تھی۔۔۔ زلیخا دادی پٹیاں رکھ رکھ کر بے حال ہو گئی تھیں مگر اس کا بخار کم ہوتا اور کچھ ہی دیر میں دوبارہ چڑھ جاتا۔۔۔ سیف آج صبح صبح شہر سے باہر گیا تھا۔۔۔ جاب کی نوعیت ایسی تھی کہ اب آئے دن جانا روٹین میں تھا۔۔۔ ریان کالج اور باقی دونوں سکول۔۔۔ ان کو تو کچھ سجھائی نہی دے رہا تھا کہ وہ کریں تو کیا کریں۔۔۔ ماحور کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر خود کیسے نکلتیں۔۔۔ وہ پریشانی سے باہر صحن میں نکل آئیں۔۔۔

"رائنہ۔۔۔ رائنہ بچی۔۔۔ ناہید۔۔۔ کوئی ہے بیٹا کیا گھر میں۔۔۔؟" وہ دیوار کا سہارا لیے رائنہ کے گھر میں جھانکتے ہوئے اسے آوازیں دے رہی تھیں۔۔۔ وہاں بلکل خاموشی تھی۔۔۔ انہوں نے دوبارہ آواز لگائی اور پھر یکدم انہیں کچھ یاد آیا۔۔۔ وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتی نیچے اتر آئیں۔۔۔ آج صبح ناہید تو خود اپنے گھر کی چابیاں ان کے حوالے کر گئی تھی۔۔۔ اس کے اکلوتے بھتیجے کی شادی تھی۔۔۔ وہ سب گھر والے دو دن کے لیے وہیں گئے تھے۔۔۔ رائنہ تو بطور خاص جانے سے پہلے کچھ وقت ماحور کے پاس بیٹھ کر گئی تھی۔۔۔ وہ فکرمند تھی اس کے بخار کو لے کر مگر زلیخا دادی نے اسے تسلی دے دی تھی کہ موسمی بخار ہے وہ خود ہی دیکھ بھال کر لیں گی۔۔۔ مگر اب دوپہر ہونے کو آئی تھی، وہ ہنوز بھٹی کی طرح دہک رہی تھی۔۔۔ زلیخا دادی پریشانی سے اندر آ کر دوبارہ اس کے سرہانے بیٹھ گئیں۔۔۔ ہاتھ پیشانی پر دھرا اور فوراً پرے کر لیا۔۔۔ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کر کر کے ان کی اپنی پوریں شل ہو گئیں تھیں۔۔۔ اس کے بند سوجے ہوئے پپوٹے دیکھتے ہوئے انہوں اس کے موبائل کا خیال آیا۔۔۔ سوچا نمو کو کال کر کے بلوا لیں۔۔۔ موبائل ڈھونڈ کر اس کے کانٹیکٹس میں جا کر ناعمہ پاشا کا نمبر تلاش رہی تھیں جب اچانک ان کے نام سے پہلے مومن کا نام سکرین پر نمبر سمیت دکھا تو ان کی انگلی جامد ہو گئی۔۔۔ ہونٹ یاسیت سے مسکرا دیے۔۔۔ بلا ارادہ انہوں نے مومن کو کال کر دی تھی۔۔۔ جو پہلی بیل مکمل ہونے سے بھی پہلے پک کر لی گئی تھی۔۔۔

"ہیلو ماحور۔۔۔ ہیلو۔۔۔!" اس کی آواز میں بے تابی محسوس کر کے زلیخا دادی نے دل ہی دل میں" ماں صدقے" کہا اور گلا صاف کرتے ہوئے بولیں۔۔۔

"مومن۔۔۔بیٹا، میں ہوں زلیخا دادی۔۔۔!"

"اوہ۔۔۔" مومن کے تنے اعصاب یکدم ڈھیلے پڑے۔۔۔" جی دادی کہیے کیسی ہیں۔۔۔کیسے یاد کیا آپ نے۔۔۔؟"

وہ بڑے ادب سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

"بس بیٹا۔۔۔میں تو ٹھیک ہوں لیکن اپنی ماحور کو رات سے بخار ہے۔۔۔صبح ہونے تک اتنا تیز ہو گیا کہ غشی سی طاری ہے اس پر۔۔۔نا آنکھیں کھول رہی ہے نا ہوش پکڑ رہی ہے۔۔۔گھر میں کوئی نہیں ہے مومن۔۔۔بچے اگر تم کسی ڈاکٹر کو لیتے آؤ یا پوچھ کر دوا ہی لے آؤ تو میرا بچہ بڑا احسان ہوگا تمہارا۔۔۔!"

اور ماحور کی ایسی حالت کا سن کر ہی اس کی جان نکل گئی تھی۔۔۔وہ دادی کو تسلی دے کر اپنا انتظار کرنے کا کہتا بجلی کی تیزی سے اٹھا تھا۔۔۔پیون کو انتہائی ضروری کام اور ایک گھنٹے میں واپسی کا کہہ کر وہ آفس سے نکل آیا تھا بنا نتیجے کی پرواہ کیے۔۔۔وہاں سے گاڑی بھگاتا سیدھا ڈاکٹر کے پاس گیا تھا اور ساتھ لے کر ماحور کی طرف پندرہ منٹ کے اندر پہنچ گیا تھا۔۔۔ڈاکٹر نے پراپر چیک اپ کے بعد سٹریس اور ذہنی دباؤ بھی بتایا تھا۔۔۔انجیکشن لگا کر دوا لکھ دی تھی جو مومن انہیں چھوڑ کر واپسی پر لیتا آیا۔۔۔زلیخا دادی جتنا شکریہ ادا کرتیں کم تھا۔۔۔فرط محبت سے انہوں نے اس کا ماتھا چوما اور اسے بغور دیکھا۔۔۔وہ بھی انہیں پہلے سے کمزور اور مرجھایا ہوا لگ رہا تھا۔۔۔ان کے دل میں ملال نے مزید گھر کر لیا۔۔۔کیا تھا جو موبیٹی کی خوشی کا لحاظ کرتی۔۔۔زلیخا دادی نے ماحور کو ایک دو ہلکی ہلکی آوازیں دیں تو اس کے پپوٹے سرسرائے۔۔۔ڈاکٹر نے جو انجیکشن لگایا تھا اس سے غشی دور ہوئی تھی۔۔۔

"مومن تم یہیں اس کے پاس بیٹھو، میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں اور ساتھ ماحور کے لیے دودھ اور توس گرم کر لاؤں۔۔۔کچھ کھا لے تو دوا دوں اسے۔۔۔!" وہ مسلسل بولتی ہوئی بنا اس کا جواب سنے باہر چلی گئیں تھیں۔۔۔مومن کے لب کچھ کہنے کے لیے کھلے اور بند ہو گئے۔۔۔وہ یہاں رکنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔ماحور اگر ہوش میں آتے ہی اسے دیکھے گی تو نا جانے کیسے ری ایکٹ کرے مگر مجبور وہ کرسی گھسیٹ کر اس کے سنگل بیڈ کے قریب بیٹھ گیا تھا۔۔۔چند پل ماحور کے سرخ انار جیسے دہکتے گالوں سے نگاہ چراتا رہا لیکن کب تک۔۔۔بالآخر نظر تھک کر اسی دلربا چہرے پر آٹکی۔۔۔

"آہ ماہی آہ۔۔۔دنوں میں ہم ایک دوسرے کے قریب آئے تھے اور دنوں میں کتنا فاصلہ ہم دونوں کے بیچ آ سمایا۔۔۔کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ تم سے دور رہ کر مومن کا دل قبر بن چکا ہے، جس میں ہر روز رات کو عذاب اترتے ہیں۔۔۔!"

اس کی نظروں کا مسلسل ارتکاز تھا یا ویسے ہی ماہی کی طبیعت سنبھلی تھی جو اس نے پلکیں کھولیں تھیں۔۔۔اسے ایسا کرنے میں دقت پیش آ رہی تھی۔۔۔نیم وا آنکھیں اس نے چند پل چھت پر گاڑے رکھیں پھر اپنے آس پاس کسی کی تلاش میں نظریں پھرتی ہوئیں قریب بیٹھے مومن پر آ رکیں۔۔۔اس کے ممکنہ مشتعل ردعمل کے پیش نظر مومن نے سانس روک لی۔۔۔مگر ماحور یک ٹک

اسے دیکھے جا رہی تھی۔۔۔پھر بلآخر اس کے لبوں میں جنبش ہوئی۔۔۔

"تم آگئے مومن۔۔۔کہاں چلے جاتے ہو بار بار تم۔۔۔مت جایا کرو۔۔۔میرا دل کہیں نہیں لگتا مومن۔۔۔مجھے بھی ساتھ لے جایا کرو پلیز۔۔۔!"

مومن کے جسم میں اس کے الفاظ پھریری کی صورت دوڑنے لگے۔۔۔خوشی تھی یا صدمہ مگر اس کی آنکھ بھر آئی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ جواباً کچھ کہتا، اس کے کندھے پر پشت کی جانب سے زلیخا دادی نے ہاتھ رکھا اور خاموش رہنے کی تنبیہہ کی۔۔۔ان کے دوسرے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں دودھ کی پیالی اور سلائس رکھا تھا۔۔۔

"کچھ مت کہنا۔۔۔یہ ہوش میں نہیں ہے۔۔۔بخار دماغ کر چڑھا ہوا ہے۔۔۔صبح بھی جب ایک بار ہوش میں آئی تھی تو میرا ہاتھ تھام کر ایسے ہی تم سے باتیں کرتی رہی تھی۔۔۔ابھی بھی اس کے حواس مکمل لوٹے نہیں ہیں۔۔۔تم بیٹا پریشان نا ہو۔۔۔!"

اور وہ کیسے پریشان نا ہوتا۔۔۔بھلا وہ ماہی کے لیے پریشان نا ہوتا۔۔۔؟ وہ بے تاثر نظروں سے دادی کو اسے سہارے سے اٹھا کر بٹھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔بیڈ کے ساتھ ٹیک لگوا کر وہ اسے چمچی کے ساتھ گھونٹ گھونٹ دودھ پلانے لگیں۔۔۔ماحور میکانکی انداز میں پی رہی تھی۔۔۔اس کی آنکھیں ابھی بھی مکمل کھلنے سے انکاری تھیں۔۔۔بخار کی کمزوری اس کے پورے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔۔۔جاگتی آنکھوں اور سوئے دماغ کے ہمراہ بے بس سی بیٹھی ماحور، مومن کا دل چیر گئی۔۔۔وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

"کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بے جھجک کال کر لیجیے گا دادی۔۔۔میں فوراً آجاؤں گا۔۔۔!"

"بس بیٹا۔۔۔کافی ہے۔۔۔تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔۔۔اب دوا دوں گی تو ان شاءاللہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔اور تم بیٹھو نا ابھی۔۔۔میں ماہی کو ناشتہ کروا لوں تو چائے لاتی ہوں تمہارے لیے۔۔۔!"

"نہیں پھر کبھی سہی۔۔۔ابھی چلوں گا میں۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔!"

وہ دادی کا جواب سنے بنا وہاں سے چلا گیا۔۔۔زلیخا دادی نے دکھ سے اسے جاتا دیکھا اور سر جھٹک کر ماحور کی جانب متوجہ ہو گئیں۔۔۔مومن گیٹ آہستگی سے بند کر کے آزردہ سا اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔۔۔

"میں نے ایسا تو نہیں چاہا تھا۔۔۔میں نے تو ماہی کی خوشی اور بھلائی چاہی تھی۔۔۔اف میرے خدا۔۔۔یہ سب کیا ہو گیا۔۔۔میں کس مشکل میں آن پھنسا ہوں۔۔۔نا میں اس کے بغیر جی پا رہا ہوں نا میں اسے پا سکتا ہوں۔۔۔میں کس اذیت میں خود کو اور ماہی کو ڈال بیٹھا ہوں۔۔۔!" وہ اسٹیئرنگ پر سر رکھے بڑبڑا رہا تھا۔۔۔اس کے لیے ماحور کو ایسی حالت میں دیکھنا جان کنی سے کم نا تھا۔۔۔اس طرح تو ماحور اسے کبھی بھول پائے گی نا اس کے تصور سے دامن چھڑا سکے گی۔۔۔اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور گھر

کی جانب چل دیا۔۔گھر پہنچ کر اسے دادا کو رشتے کے لیے ہاں کرنا تھا۔۔جب تک ماحور کو یہ یقین نہیں ہو جاتا کہ وہ سچ میں کسی اور کا ہو گیا ہے تب تک وہ کبھی بھی سالک پاشا کی ہمراہی دلی آمدگی کے ساتھ قبول نہیں کر پائے گی۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل پاشا مکمل تیاری کے ساتھ اس وقت اپنے آفس میں موجود تھے۔۔۔سارا اسٹاف تقریبا آف ہونے کے بعد جا چکا تھا،سوائے چند ایک کے اور انہیں یہ جاننے میں دلچسپی تھی بھی نہیں کہ کون کون اس وقت آفس میں موجود ہے۔۔۔وہ ایک ہفتے کے لیے ترکی روانہ ہونے والے تھے۔۔۔ان کی فلائٹ شام کی تھی اور وہ آج صبح ناشتے کی ٹیبل پر ہی ناعمہ پاشا اور سالک کو اپنے جانے کا بتا چکے تھے۔۔۔بلکہ انہوں نے ناعمہ پاشا سے بڑی چاہت سے کہا تھا کہ اگر وہ سالک کی دلہن کے لیے کچھ خاص منگوانا چاہیں تو انہیں بتا دیں۔۔۔اس بات پر سالک اور ناعمہ پاشا دونوں نے ہی اچنبھے سے انہیں دیکھا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا کا چہرہ تو اس آفر پر کھل گیا تھا مگر سالک نے ناشتہ کرتے ہوئے کئی بار کن اکھیوں سے باپ کے چہرے کے تاثرات جانچے تھے۔۔۔وہ اتنے آرام سے عادل پاشا کا یکدم بدلاؤ قبول نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ناشتے کے فورا بعد وہ اپنے سامان سمیت آفس آئے تھے جہاں سارا دن گزارنے کے بعد شام چھ بجے کی فلائٹ سے انہیں ترکی کے لیے روانہ ہونا تھا۔۔۔مگر اس سے پہلے وہ ایاز کو گرین سگنل دینے والے تھے۔۔۔

فائل پر آخری سائن کرنے کے بعد انہوں نے اپنے دونوں بازوؤں کو اونچا کر کے اکڑاؤ پیدا کیا اور پورے جسم کو بھرپور تناؤ دینے کے بعد ایک جھٹکے سے ڈھیلا چھوڑ دیا۔۔۔وہ خود کو بہت پرسکون محسوس کر رہے تھے۔۔۔اپنی سیٹ سے اٹھ کر انہوں نے گھڑی پر ٹائم دیکھا۔۔۔سوا پانچ ہو چکے تھے۔۔۔"مجھے اب نکلنا چاہیئے۔۔۔" انہوں نے زیر لب کہتے ہوئے اپنا سیل فون نکالا اور ایاز کا نمبر ڈائل کیا۔۔۔

"ہاں ایاز۔۔۔میں نکل رہا ہوں۔۔۔اب تمہیں جو کرنا ہے کل کی تاریخ میں کر ڈالنا ہے۔۔۔مجھے اپنی ہونے والی بہو کی موت کی خبر سنتے ہی پرسوں ایمرجنسی فلائٹ سے واپس آنا ہے۔۔۔اوکے۔۔۔دیٹس گڈ۔۔۔اور اس بار کوئی چوک نا ہونے پائے۔۔۔ورنہ۔۔۔"

اس "ورنہ" کے اندر چھپا زہر اس بار ایاز کی رگوں میں لازم اتر جانا تھا۔۔۔اسے عادل پاشا کافی سے زیادہ مارجن دے چکے تھے۔۔۔وہ اپنا سیل آف کر کے سیٹ کی پشت پر پھیلا کوٹ اٹھا کر پہن رہے تھے کہ آفس کا دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ ناگواری سے بنا پلٹے بولے۔۔۔

"خرم۔۔۔تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے کیا۔۔۔جانتے نہیں کہ ابھی میں موجود ہوں تو پھر کیوں ناک کیے بغیر آنے کی جرات کی۔۔۔؟"

"کیونکہ موت دستک دے کر نہیں آتی عادل پاشا۔۔وہ دروازے کھڑکیوں کی حدود نہیں پہچانتی۔۔۔!"

عادل پاشا سمجھے تھے کہ دروازے سے پیون داخل ہوا ہے مگر مختار انصاری کے زہرخند لہجے کی دھمک پر وہ ایک جھٹکے سے پلٹے تھے۔۔۔اسے دیکھ کر پل بھر کو دنگ رہ گئے۔۔۔سیاہ شلوار قمیض کے اوپر ملگجی سی گرم چادر اوڑھے کھڑے مختار کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔۔عادل پاشا اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں مخاطب ہوئے۔۔۔

"تمہارے کس بل سب نکل گئے مختار مگر پھر بھی بھس میں پڑی چنگاری کی طرح بھڑک بھڑک کرنا جانے کیا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔۔کیوں آئے ہو یہاں۔۔۔؟" آخر میں ان کا لہجہ تلخ اور بے لچک ہو گیا۔۔۔

"تمہیں جان سے مارنے آیا ہوں عادل پاشا۔۔بلکل ویسے جیسے تم نے مجھے جیتے جی مار ڈالا ہے۔۔۔!"

"ارے۔۔۔میں نے۔۔۔" عادل پاشا کا قہقہہ خاصا بلند اور نحوست زدہ سا محسوس ہوا۔۔" میں نے تمہیں مارا کب ہے مختار۔۔۔میں نے تو بس تمہیں تمہاری اوقات دکھائی ہے۔۔۔تم جیسے کتے دم ہلاتے رہیں جبھی اچھے لگتے ہیں، کاٹنے پر آجائیں تو گولی مارنی پڑتی ہے مختار۔۔۔!"

"اپنی بکواس بند کر عادل پاشا۔۔۔بہت سن لی تیری۔۔۔!" مختار انصاری چنگاری سے شعلہ بن کر بھڑکا تھا۔۔"کلمہ پڑھ لے۔۔۔تیرا آخری وقت بن کر آیا ہوں۔۔۔!"

عادل پاشا نے ابھی بھی اس کی دھمکی کو چنداں اہمیت دیے بنا سر جھٹکا اور گاڑی کی چابیاں ٹیبل سے اٹھا کر قدم آگے بڑھائے۔۔۔

"رک جاؤ عادل پاشا۔۔۔یہاں سے تو اب تم سیدھا قبرستان جاؤ گے۔۔۔سنا تم نے۔۔۔" مختار انصاری نے ایک جھٹکے سے اپنی چادر کے نیچے سے پستول نکالا تھا۔۔۔پہلی بار عادل پاشا کے حواس شل ہوئے تھے۔۔۔انہیں مختار سے ایسی جرات اور ہمت کی توقع نہیں تھی وہ بھی انہی کے آفس میں آکر۔۔۔!

☆......☆......☆

دوسری جانب مومن ابھی تک سالک کے ساتھ اسی کے آفس میں موجود تھا جب پیون خرم بوکھلایا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔

"سر جی سر جی۔۔۔عادل صاب کے آفس میں وہ بندہ پستول لے کر کھڑا ہے جی، وہی جو پہلے بھی کئی بار آچکا ہے۔۔۔!"

خرم کو ہڑبڑاہٹ میں ٹھیک سے بتانا بھی نہیں آرہا تھا تبھی مومن کو دیکھ کر جھٹ سے یاد دلاتے ہوئے بولا۔۔۔

"مومن سر! یاد ہے جی وہ جو موٹا تھا، جس کے بارے میں آپ نے مجھ سے پوچھا تھا۔۔۔وہی جی جو عادل صاب کے ساتھ ماحور

نام کی لڑکی کی باتیں کرتا تھا جی۔۔۔!" آخری جملہ اس نے جھجھکتے ہوئے نظر چرا کر کہا۔۔۔مومن ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا۔۔۔

"مختار۔۔۔مختار انصاری ہے وہ۔۔۔سر ہمیں ابھی عادل سر کے آفس میں جانا ہوگا،وہ شخص اچھے ارادے سے نہیں آیا ہوگا۔۔۔!"

"تم پہلے گارڈز کو کال دو مومن۔۔۔تب تک میں ابی کے آفس کی طرف جاتا ہوں۔۔۔ہری اپ۔۔۔!"

سالک کے دوٹوک کہنے پر مومن کو ناچار ایسا ہی کرنا پڑا۔۔۔خود سالک نے عادل پاشا کے آفس کی جانب دوڑ لگا دی۔۔۔!

☆......☆......☆

"لگتا ہے تم بھول گئے کہ تم میرے آفس میں کھڑے ہو۔۔۔ایک فائر ہوا تو باہر موجود گارڈ کا عملہ تمہارے وجود کو چھلنی میں بدل دے گا۔۔۔تمہارے گھر واپس تمہاری لاش جائے گی۔۔۔!"

"تو ابھی کون سا میں زندہ ہوں عادل پاشا۔۔۔تم نے میری عزت مٹی میں ملا دی۔۔۔میری ساکھ برباد کر دی۔۔۔میرے کاروبار کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا۔۔۔اب تمہاری باری ہے خاک میں ملنے کی عادل پاشا۔۔۔!"

"تم شرافت سے میری بات مان لیتے تو یہ سب نا ہوتا مختار۔۔۔وہ ثبوت میرے حوالے کر دیتے تو میں تمہیں معاف کر دیتا لیکن تم مجھے ہی دھمکانے پر اتر آئے۔۔۔!" عادل پاشا نے نامحسوس انداز میں اپنی جگہ سے دھیرے دھیرے کھسکتے ہوئے کہا۔۔۔ایک بار وہ دراز کے قریب پہنچ جاتے تو چانس تھا کہ اس میں موجود لوڈڈ پسٹل پر ان کا ہاتھ پڑ جائے اور وہ مختار انصاری کو مزہ چکھا دیتے۔۔۔مگر اس بار مختار انصاری مکمل الرٹ تھا پسٹل سے اشارہ کرتے ہوئے چلایا۔۔۔

"اپنی جگہ پر کھڑے رہو عادل پاشا۔۔۔میرے ساتھ کوئی چالاکی مت کرنا۔۔۔آج تمہاری نہیں میری باری ہے۔۔۔تم اگر شرافت سے مجھے میری طے کردہ رقم دے دیتے تو مجھے تمہیں دھمکانے کی ضرورت نا پڑتی۔۔۔تم نے جیسا کہا،میں نے کیا۔۔۔تم نے ماحور کے باپ کو بڑے جوئے میں ہرانے کا کہا تاکہ وہ مکان ہار جائے۔۔۔میں نے ہیرے کو کہہ کر ایسا ہی کروایا۔۔۔عقیل مغل مکان بھی ہارا اور اپنی بیٹی کو مکان کے بدلے میں دینے پر راضی بھی ہوا۔۔۔ہیرے پر میں نے بے دریغ پیسہ لگایا۔۔۔میری طرف سے تمام کام مکمل ہو گیا تھا عادل پاشا۔۔۔یہ تمہارا بیٹا تھا جو عین وقت پر ٹپک پڑا۔۔۔اس نے ماحور کو میرے چنگل سے بچا لیا ورنہ اب تک اس لڑکی کی ہڈیاں تک گل چکی ہوتیں۔۔۔اور پھر وہ لڑکا مومن۔۔۔وہ ویڈیو اور آڈیو اس نے بنائی تھی،تاکہ تمہارے کالے کرتوت اس کے پاس محفوظ ہو جائیں۔۔۔مگر تم نے اس چیز کا بدلہ بھی مجھی سے لیا۔۔۔میرا سب کچھ برباد کر دیا۔۔۔"

ادھ کھلے دروازے کی آڑ میں کھڑے سالک پاشا کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔۔۔تو یہ تھے وہ ثبوت جن کا تقاضا اس دن آفس میں ابی،مومن سے کر رہے تھے۔۔۔ماحور پر جوا لگوانے کے پیچھے اس کے ابی کا ہاتھ تھا اور مومن اس بات سے نا صرف باخبر تھا بلکہ اس کی اور ماحور کی منگنی سے ایک دن پہلے اسی لیے عقیل مغل کے گھر کی رجسٹری اس کے حوالے کر گیا تھا۔۔۔

”کتنی عجیب محبت تھی اس لڑکے کی۔۔۔اپنی ہر جیت وہ غیر محسوس انداز میں میرے نام کرتا آیا تھا۔۔“اس سوچ کے زیر اثر وہاں کھڑے کھڑے ہی سالک پاشا پسینے میں نہا گیا تھا۔۔۔اور ابی اب بھی اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے والے تھے۔۔۔آہ ابی آہ۔۔۔!دکھ کی شدید لہر اس کے رگ وپے میں سرایت کر گئی۔۔۔

”اور تم نے جو چار لاتوں کے عوض اس لڑکے کے آگے سب بک ڈالا ،اس کا کیا مختار۔۔۔تمہاری وہ ویڈیو اور آڈیو اگر وائرل ہو جاتی تو جانتے ہو میرا کیسا بڑا نقصان ہو جاتا۔۔۔!“

”وہ تو اب بھی وائرل ہو سکتی ہے عادل پاشا۔۔۔وہ لڑکا مومن ،ماحور کی دن رات پہرے داری کرتا ہے۔۔۔جس دن تم نے اسے نقصان پہنچانے کا سوچا بھی ،اسی دن تمہارا اکٹھا چٹھا سب تک پہنچ جائے گا،تمہارے بیٹے سمیت۔۔۔!“

اس کی بات کے جواب میں عادل پاشا کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔باہر کھڑا سالک پلکیں بھینچتے ہوئے بمشکل خود پر ضبط کیے ہوئے تھا۔۔۔آج وہ سب سن لینا چاہتا تھا۔۔۔

”ایسا نہیں ہوگا مختار۔۔۔کل اس لڑکی کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔۔۔مگر آج ہی کی تاریخ میں آدھی رات کے گھپ اندھیرے میں مومن کے گھر میں آگ لگ جائے گی۔۔۔وہ اپنے بڈھے دادا سمیت آگ میں جل کر مارا جائے گا۔۔۔بلکل ویسے ہی مختار جیسے تمہارا ریسٹورنٹ جلا تھا۔۔۔یاد ہے۔۔۔بھوم۔۔۔!“ عادل پاشا نے انتہائی حقارت اور استہزا سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑ کر یکدم کھولا ۔۔۔اس کے اس انداز نے مختار انصاری کے پورے بدن میں شرارے دوڑا دیے۔۔۔وہ یکدم پوری طاقت سے دھاڑا۔۔۔

”عادل پاشا۔۔۔“ساتھ ہی اس نے پسٹل دوبارہ تان لی تھی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا،سالک پاشا یکدم اندر داخل ہوا۔۔۔مختار انصاری اور عادل پاشا دونوں بری طرح بوکھلائے۔۔۔مختار کی پسٹل کا رخ سالک کی جانب ہو گیا۔۔۔

”مختار۔۔۔خبردار۔۔۔“ عادل پاشا حلق پھاڑ کر چلائے۔۔۔سالک کے بلکل پیچھے اسی لمحے مومن اندر داخل ہوا۔۔۔وہ جست لگا کر سالک اور عادل پاشا کے بیچ پہنچا تھا کہ مختار انصاری کے یکے بعد دیگرے تین فائرز سے پوری عمارت گونج اٹھی۔۔۔آفس کے کمرے میں مردانہ چیخوں اور آہوں کی آواز پوری شدت سے ابھر کر ڈوب گئی۔۔۔وہاں اب مکمل سکوت تھا۔۔۔!

❁ ❁

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **15** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 14

ہسپتال کے باہر ایک ایمبولینس آ کر رکی تھی۔۔۔سارے میں بھگدڑ مچی اور کچھ ہی دیر میں اسٹریچرز پر دو خون میں لت پت وجود عجلت میں ایمرجنسی میں لے جائے جا رہے تھے۔۔۔وہ تقریباً بھاگتا ہوا دونوں اسٹریچرز کے ہمراہ تھا۔۔۔انتہائی کمپوزڈ انسان ہونے کے باوجود اس وقت وہ اپنی خون آلود شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑے، اوپری دو بٹن کھولے، بکھرے بالوں کے ساتھ بے حد پریشان اور آزردہ دکھائی دے رہا تھا۔۔۔اس کی آنکھیں بار بار پانی سے بھر جاتیں جسے وہ بمشکل واپس دھکیلتا۔۔۔زخمیوں کو آپریشن تھیٹر میں منتقل کر دیا گیا تھا۔۔۔وہ اتنا بے چین تھا کہ اس نے اندر جھانکنے کی کوشش کی تو مجبوراً نرس کو اسے درشتی سے لابی میں بھیجنا پڑا۔۔۔ایک ایک پل جیسے عذاب بن کر اتر رہا تھا۔۔۔وہ لابی کے چکر کاٹ کاٹ کر جب تھک گیا تو اٹینڈینٹس کے لیے رکھی گئی آرام دہ چیئرز میں سے ایک پر جا بیٹھا اور سر ہاتھوں پر گرا لیا جو درد سے پھٹنے کو تھا۔۔۔دل کو وسوسوں نے گھیر رکھا تھا اور اسے شدت سے ایک ایسے کندھے کی تلاش تھی جس پر سر رکھ کر وہ جی ہلکا کر لے۔۔۔اسی لمحے اس کے کندھے پر جھریوں سے پُر لرزتا ہوا ہاتھ آ ٹھہرا۔۔۔اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تو دادا کو کھڑے پایا۔۔۔ان کی بوڑھی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی تھیں۔۔۔ان کے پہلو میں شاویز انہیں سہارے کے لیے تھامے کھڑا تھا۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دادا کے سینے سے لگ گیا۔۔۔

"میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا دادا۔۔۔مومن کو کچھ نہیں ہو گا۔۔۔یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔۔۔میں اسے موت کے منہ سے بھی کھینچ لاؤں گا۔۔۔میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔۔"

دادا کے سینے سے لگا سالک پاشا انہیں اور خود کو بہلانے کے لیے بے ربط بولے جا رہا تھا۔۔۔دادا کو اپنے بوڑھے سینے پر اس کے جوان دل کی گھبرائی ہوئی دھڑکنوں کی دھمک صاف محسوس ہو رہی تھی۔۔۔انہوں نے اس کی پشت تھپکی اور ساتھ لیے وہیں بیٹھ گئے۔۔۔شاویز البتہ روٹھا روٹھا اور پریشان سا ذرا ہٹ کر دیوار سے کاندھا ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔۔۔مومن کے گھائل ہونے کی خبر ان پر بجلی بن کر گری تھی۔۔۔وہ سالک پاشا سے ناراض تھا کیونکہ اسے لگتا تھا مومن کے ساتھ یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔سالک نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور کرب سے مسکرا دیا۔۔۔وہ اس کے احساسات سمجھ سکتا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

عجب وحشت کا عالم تھا۔۔مختار انصاری کے ہاتھ میں پسٹل تھا اور نشانے پر تھے تین افراد۔۔گارڈز کے آنے سے پہلے اسے سرعت سے یہاں لاشیں بچھانی تھیں۔۔۔عادل پاشا کو تو اسے مارنا ہی مارنا تھا مگر مومن اور سالک میں سے اس نے سالک کو نشانے پر لیا تھا۔۔عادل پاشا کو مرنے سے پہلے اپنے اکلوتے جوان بیٹے کی موت دیکھنی نصیب ہو جاتی تو اس کی تکلیف دو چند ہو جاتی۔۔۔اس نے مومن اور عادل پاشا کو ایک ساتھ حرکت میں آتے دیکھا۔۔دونوں ہی سالک کی جانب اسے بچانے کے لیے بڑھے تھے۔۔۔مختار انصاری نے عادل پاشا کی پشت پر ایک ساتھ دو فائر کر دیے۔۔۔ان کے زوردار چیخ مار کر نیچے گرتے ہی،اس نے اپنی پسٹل کا رخ سالک پاشا کی جانب کیا اور فائر کر دیا تھا۔۔مگر لمحے کا کھیل تھا اور مومن اسے بچانے کی غرض سے اس کے آگے آیا تھا۔۔گولی اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔۔۔گارڈز کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔۔۔انہوں نے مختار انصاری کو فورا قابو کیا اور سالک پاشا نے چلا چلا کر ایمبولینس کو کال کرنے کا کہا۔۔اس کے آگے اسے نہیں معلوم کہ کس نے ایمبولینس کو کال ملائی۔۔۔وہ بس مومن کا سر گود میں لیے بیٹھا رہا جو شدت تکلیف سے یا خون کے زیادہ اخراج کے باعث بے ہوش ہو چکا تھا۔۔اس وقت اس کا ذہن اس قدر ماؤف تھا کہ وہ اٹھ کر عادل پاشا کی جانب نہیں جا پایا تھا۔۔گارڈز نے ان کے ابھی زندہ ہونے کی تصدیق کی اور ایمبولینس آتے ہی فورا انہیں لے جایا گیا۔۔۔پولیس آ چکی تھی۔۔۔مختار انصاری ہذیانی قہقہے لگاتا ان کے ہمراہ جا چکا تھا۔۔ایک کانسٹیبل اور ایس ایچ او مسلسل سالک پاشا کے ساتھ ٹھہرے رہے تھے۔۔۔وہ سالک کا بیان لینا چاہتے تھے مگر وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ کچھ بھی بتا پاتا۔۔۔مجبورا انہیں انتظار کرنا ہی تھا۔۔۔سالک خود مومن کے ساتھ بیٹھ کر آیا تھا۔۔۔اس کے اپنے سارے کپڑے مومن کے خون سے رنگے تھے۔۔۔اسے نہیں یاد کہ وہ کبھی باآواز بلند رویا ہو یا آخری بار اس طرح کب رویا تھا۔۔مگر اس وقت وہ آواز کے ساتھ رو رہا تھا۔۔۔اسے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ زیادہ غم اسے کس بات کا تھا۔۔۔ابی کی اصلیت کھلنے کا۔۔۔ان کے ان الفاظ کا جو اس نے اپنے کانوں سے سنے۔۔۔؟ یا پھر مومن تراب کے اسے بچانے کے لیے خود موت کے منہ میں جانے کا۔۔۔وہ اتنی سرعت سے اس کے آگے آیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔۔۔اس کے توانا بازوؤں میں پھسلتے مومن کی مسکراتی آنکھیں سالک کی آنکھوں سے ملی تھیں۔۔۔اسے تو لگا جیسے اسکے لب بھی مسکرا رہے ہوں۔۔۔وہ اسی کیفیت میں گھٹنوں کے بل زمین پر گرا اور پھر چند کراہوں کے ساتھ اس نے آنکھیں موند لیں۔۔۔

”اس نے میرے ہاتھ پیر باندھ دیے ہیں دادا۔۔۔مجھے بلکل بے بس کر دیا ہے۔۔۔اس نے مجھے مقروض نہیں کیا بلکہ خرید لیا ہے۔۔۔بھلا کوئی اپنی جان داؤ پر لگاتا ہے کسی کے لیے۔۔۔مومن نے لگا دی دادا۔۔۔!“

دادا کو وہ حرف بہ حرف سب بتاتا چلا گیا۔۔۔ساتھ مسلسل اس کے آنسو بھی بے آواز گر رہے تھے۔۔۔وہ اندرونی شکست وریخت کا شکار نظر آتا تھا۔۔۔دادا نے اسے دلاسہ دینے کے لیے اپنے ساتھ لگا لیا۔۔۔ذرا سے فاصلے پر کھڑے شاویز کی بھی ناک

سے شوں شوں کرنے کی آواز مسلسل آرہی تھی۔۔۔مومن اس کا بھی تو یار تھا۔۔اور آج سالک کی وجہ سے وہ اس حال میں اندر پڑا تھا۔۔وہ سالک کو کینہ توز نگاہوں سے دیکھنے کا فرض ساتھ ساتھ ادا کر رہا تھا۔۔۔

" دادا۔۔۔میرے ابی۔۔۔میرے ابی نے آپ جانتے ہیں کیا، کیا ہے۔۔۔انہوں نے مومن کو مروانا چاہا۔۔۔انہوں نے ماحور کا سودا کروایا۔۔۔جب ناکام ہوگئے تو اسے بھی راستے سے ہٹانے والے تھے وہ۔۔۔وہ اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہیں دادا۔۔۔وہ میرے ابی کیسے ہو سکتے ہیں۔۔۔میں ان کی اصلیت جان کر اس قدر آزردہ ہوں کہ ان کے تکلیف میں ہونے کے باوجود بھی مجھے وہ دکھ نہیں محسوس ہو پا رہا جو ایک بیٹے کو باپ کے لیے ہونا چاہیے۔۔۔میرا دل ان کے لیے یکدم خالی سلیٹ ہو گیا ہے دادا۔۔۔مجھے بتائیں میں کیا کروں۔۔۔کیا کروں۔۔۔؟" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائے اپنی پیشانی سے ٹکائے کربناک آواز میں جیسے اعتراف جرم کر رہا تھا۔۔۔دادا نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے اس کے کاندھے پر اپنا بازو پھیلا کر اسے سہلایا۔۔۔

" معاف کرو بس۔۔۔اور کچھ بھی مت کرو۔۔۔کیونکہ سزا ہی ملی ہے جو وہ آج اندر بے بس ولاچار پڑا ہے۔۔۔اگر خدانخواستہ موت آگئی تو اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے اور زندگی باقی بچی ہے تو بیٹا پھر ایک بات ذہن میں رکھنا کہ جسے اللہ موقع دے دے ،اس کا حساب ہم کیسے لے سکتے ہیں۔۔۔کبھی کبھار طویل بے ہوشی کے بعد ہدایت کا روزن وا ہو جاتا ہے۔۔۔بے ہوشی برزخی کیفیت ہی ہوتی ہے۔۔۔اس میں انسان کے احتساب کے بڑے کھاتے کھل جاتے ہیں۔۔۔ہوش آنے پر جو یاد رہ جائے وہی آنے والی زندگی کے لیے لائحہ عمل بن جاتا ہے۔۔۔اس لیے انتظار کرو بچے۔۔۔اور دعا بھی کرو۔۔۔تمہارا حق نہیں بنتا کہ تم انہیں رسوا کرو بھلے سے اپنے دل میں ہی سہی۔۔۔!"

دادا کے الفاظ تھے یا پھائے۔۔۔اس کا غم ٹپکتا وجود پرسکون ہوتا چلا گیا۔۔۔!

☆......☆......☆

کھانے کی میز پر وہ سب بہن بھائی بہت دن بعد یوں اکھٹے ہوئے تھے۔۔۔زونی اور جنت بہت خوش تھے کیونکہ بابا کے جانے کے بعد جیسے سبھی نے گھر سے فرار کی راہ اختیار کر لی تھی۔۔۔وہ دونوں ابھی چھوٹے تھے اور سب کا وقت مانگتے تھے۔۔۔گھر میں زلیخا دادی کے علاوہ اب کوئی بھی ان کی بات سننے کے لیے موجود نہیں ہوتا تھا۔۔۔ماحور زیادہ تر کمرے میں پڑی رہتی تھیں۔۔۔سیف اور ریان کی گھر سے باہر مصروفیات تھیں۔۔۔ایسے میں دادی نے خاص طور پر آج کھانے پر اہتمام کیا تھا۔۔۔ماحور کی بیماری نے انہیں بھی سست ولاغر کر ڈالا تھا۔۔۔وہ ٹھیک تو ہو گئی تھی مگر چپ اوڑھ لی تھی۔۔۔دادی اسی چپ سے نالاں تھیں۔۔۔رائنہ کو بلوا لیتیں تو گھر جاگ اٹھتا تھا، اس کے جانے کے بعد پھر سے وہی حالات۔۔۔زلیخا دادی اس تمام صورتحال سے زچ سی ہونے لگی تھیں۔۔۔سیف سے کہتیں تو اس کا ایک ہی جواب ہوتا" ماہی اپیا خوش رہیں بھی کیسے، مومن بھائی ہی

ان کی خوشی ہیں۔۔۔ان کے علاوہ جو ہے سب بہلاوہ ہے۔۔۔" اس کی بات کے جواب میں وہ سر پکڑ کر بیٹھ جاتیں۔۔۔ادھر نمو تھی جو جیسے بازار میں ہی دن رات بتا رہی تھی۔۔۔ہر روز ڈرائیور شاپنگ بیگز کے ڈھیر چھوڑ جاتا۔۔۔زلیخا دادی انہیں سمیٹنے کے چکر میں ہلکان ہوتی رہتیں۔۔۔آدھا گھر تو اس کے جہیز کے سامان سے بھرتا جا رہا تھا۔۔۔وہ نمو کو روک بھی نہیں سکتی تھیں ویسے بھی اس کے پاس فرصت ہی کہاں تھی کچھ سننے کی۔۔۔ماحور کے بخار کی شدت کا بتاتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر کہتا ہے سٹریس ہے۔۔۔تو آگے سے بولی" چاچی۔۔۔بہن بھائیوں کی فکر سوار ہوگی اس پر۔۔۔پہلی بار دور ہو رہی ہے نا اس لیے۔۔۔آپ فکر نا کریں۔۔۔"

چکن پلاؤ کی ڈش کچن سے لے کر آتے ہوئے زلیخا دادی کو نمو کی بات یاد آئی تو کوفت سے سر جھٹکا۔۔۔عجیب ماں تھی۔۔۔رائنہ نے اٹھ کر فوراً ان کے ہاتھ سے ڈش لے کر ٹیبل پر رکھی۔۔۔اس وقت کھانے کی میز پر عاقب بھائی اور رائنہ بھی موجود تھے۔۔۔بڑے دن بعد وہی پرانی رونق تھی۔۔۔عاقب کے چٹکلے اور سیف اور ریان کے قہقہے۔۔۔رائنہ کی گوہر افشانیاں۔۔۔سب کچھ پلٹ آیا تھا۔۔۔بے دلی اور بے زاری سے بیٹھی ماحور کے چہرے پر بھی مسکراہٹ چھب دکھانے لگی اور پھر یہ مسکراہٹ ہلکی ہلکی ہنسی اور کھلے کھلے قہقہے میں تبدیل ہوئی تو سب کی محنت وصول ہو گئی۔۔۔رائنہ نے ماتھے سے خیالی پسینہ انگلی کی مدد سے جھاڑ کر سب کو اوکے کا سگنل دیا۔۔۔ویسے بھی سب نے یہ طے کیا تھا کہ آج ماہی کی شادی کو لے کر کوئی بات نہیں ہوگی سو کسی نے بھی اس ٹاپک کو نہیں چھیڑا تھا۔۔۔

" رائنہ۔۔۔میں نے کل ابرش کو کال کی تھی۔۔۔لیکن اس کا نمبر بند جا رہا ہے۔۔۔کیا وجہ ہو سکتی ہے بھلا۔۔۔؟" چمچ سے چاول منہ میں ڈالتے ہوئے ماحور نے یاد آنے پر رائنہ سے پوچھا۔۔۔

" وجہ کیا ہونی ہے۔۔۔موجیں کر رہی ہے آج کل۔۔۔شاپنگ، آؤٹنگ اور انجوائے منٹ۔۔۔بھائی کے پاس سڈنی جانے کی اتنی خوشی ہے اسے کہ ویٹ گین کر لیا ہے۔۔۔!" رائنہ نے کوفتوں کا ڈونگا اپنے آگے کرتے ہوئے مصروف لہجے میں کہا۔۔۔ماحور مطمئن ہوئی یا نہیں مگر رائنہ دل ہی دل میں جز بز ضرور ہوئی۔۔۔وہ اسے سچ بتا کر ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ابرش نے اپنی سم ہی بند کر دی تھی۔۔۔وہ سبھی سے ملنے سے کترانے لگی تھی۔۔۔سالک پاشا نے اس لڑکی کی نفسیات برباد کر کے رکھ دی تھی۔۔۔وہ شو یہی کراتی تھی کہ نارمل ہے مگر درحقیقت وہ اندر ہی اندر گھلتی جا رہی تھی۔۔۔وہ سالک پاشا کو بھولنے میں ناکام ہو چکی تھی۔۔۔کئی دن تک مسلسل رابطہ کرنے کی کوشش جب ناکام ہوئی تو رائنہ اس کے گھر گئی تھی۔۔۔ابرش کے آنے تک وہ مسز راٹھور کے پاس بیٹھی رہی تھی۔۔۔انہوں نے جو کنڈیشن اس کی بتائی تھی وہ ہرگز تسلی بخش نہیں تھی۔۔۔وہ راتوں کو اٹھ کر پورے گھر کے چکر کاٹتی رہتی تھی۔۔۔جسم ہڈیوں کا ڈھانچا ہوتا جا رہا تھا۔۔۔اس کے سڈنی جانے میں ابھی ایک ماہ تھا اور یہ وقت اس سے کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔۔۔اس کا بھائی ارسل اپنے یونی فیلوز کے ساتھ ٹور پر تھا۔۔۔اس کی واپسی تک ابرش کا وہاں جانا ممکن نہیں تھا اں

جیسے ہی وہ واپس آجاتا، وہ چلی جاتی۔۔۔رائنہ کے پاس الفاظ ختم ہو چکے تھے جن کی مدد سے وہ اسے سمجھاتی یا عقل دلاتی۔۔۔بس اس کے دل کی سن کر چلی آئی تھی۔۔۔یہ صورتحال خود رائنہ کے لیے اس قدر تکلیف دہ تھی تو ماحور کو بتانے کا مطلب تھا ایک نئی ٹینشن کا دروا کرنا۔۔۔اسی لیے اس نے اپنی باتوں کے شور اور ہنگامے سے سب کا دھیان باندھے رکھا۔۔۔ماحور کے ساتھ کھانے کے برتن سمٹوا کر اس نے سب کے لیے چولہے پر چائے کا پانی چڑھایا۔۔۔زلیخا دادی مان گئی تھیں اس کی نیک خصلت کو۔۔۔اسے قدرت کی طرف سے یہ خوبی ودیعت ہوئی تھی کہ وہ پریشانی اپنے کندھوں پر کبھی نہیں لادتی تھی بلکہ خود اس پر سوار ہو کر راستہ پاٹتی تھی۔۔۔سیف کے سیل پر کال آئی تھی۔۔۔وہ یکدم اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر ذرا سائیڈ پر ہوا اور ایک ہاتھ میں فون تھامے، دوسرے ہاتھ کی انگلی کان میں گھسیڑے وہ اس شور میں بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

اس کے چہرے کا اڑتا رنگ عاقب نے فوراً محسوس کیا تھا۔۔۔اوپن کچن میں کھڑی، ماحور کے ساتھ باتیں کرتی اور اپنے آگے کھڑی جنت کی پونی کو کھول کر دوبارہ سلیقے سے باندھتی رائنہ کی بھی نگاہیں سیف ہی پر مرکوز تھیں۔۔۔اس نے دیکھا کہ سیف نے کال بند ہونے کے بعد عاقب کے کان میں جھک کر کچھ کہا تھا اور اسی پل وہ دونوں کہیں جانے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔۔۔

"دادی۔۔۔ہم ایک دو گھنٹے میں آجائیں گے۔۔۔میرے دوست کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔۔۔میں عاقب بھائی کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں، پریشان نا ہوئیے گا۔۔۔!" سیف نے مدھم آواز میں زلیخا دادی سے کہا تو وہ ہائیں ہائیں کرتی رہ گئیں اور وہ ایک ہلکی سی جیکٹ عجلت میں پہنتے ہوئے، عاقب بھائی کو نگاہوں ہی نگاہوں میں اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔۔۔رائنہ کی نظر سے یہ اشارے چھپے نہیں رہے تھے۔۔۔ماحور کی اس کی جانب پشت تھی۔۔۔وہ چولہے پر چائے کے کھولتے پانی میں پتی ڈالنے کے بعد قہوے کو دم لگا رہی تھی۔۔۔

"اوہو۔۔۔مجھے عاقب کو کہنا تھا کہ رات آتے ہوئے امی کی دوائیں لیتے آئیں۔۔۔ورنہ نیند نہیں آئے گی انہیں۔۔۔" رائنہ نے اپنی کنپٹی کھجاتے ہوئے کہا۔۔۔"ماہی میں ابھی آئی۔۔۔تم چائے بناؤ۔۔۔میرے مگ میں چینی ڈیڑھ چمچ۔۔۔اوکے۔۔۔!"

کہتے ساتھ ہی وہ فوراً باہر کو لپکی۔۔۔سیف کی بائیک پر بیٹھے وہ دونوں بس نکلنے کو تیار تھے۔۔۔

"رک جاؤ۔۔۔رک جاؤ۔۔۔رک جاؤ۔۔۔" وہ تقریباً بھاگتی ہوئی ان تک پہنچی۔۔۔"سچ سچ بتاؤ سیف۔۔۔کس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔۔۔کہاں جا رہے ہیں آپ دونوں۔۔۔؟"

"سیف کے فرینڈ کا رائنہ۔۔۔تم بس دعا کرو کہ اللہ کرم کرے۔۔۔!" عاقب کا انداز ٹالنے والا تھا۔۔۔

"عاقبیییب۔۔۔!" رائنہ نے ایک ترچھی نظر میاں پر ڈالتے ہوئے تنبیہی لہجے میں پکارا۔۔۔

" یار اتنا لمبا پکارو گی تو میرے نام کی ہوا نکل جائے گی ۔۔۔قسم سے تمہاری آنکھوں کی جگہ عقاب کی آنکھیں فٹ ہیں ۔۔۔میلوں دور سے بھی چہرے پرکھ لیتی ہو۔۔۔!" عاقب نے دونوں ہاتھ طنز بھری عقیدت سے اس کے آگے جوڑتے ہوئے کہا۔۔۔سیف اتنی نازک صورتحال میں بھی مسکرا دیا۔۔۔وہ جانتا تھا کہ اب رائنہ آپی کو بتائے بنا یہاں سے نکلنا ممکن نہیں تھا۔۔۔

" آپی ۔۔۔مومن بھائی کو گولی لگی ہے۔۔۔وہ بری طرح سے زخمی ہیں ۔۔۔ہاسپٹل میں ہیں وہ ۔۔۔آپ فی الحال یہ بات اپنے تک رکھیے گا۔۔۔ہم وہاں سے ہو آئیں تو پھر۔۔۔ "

دھپ کی شدید آواز پر یکلخت ان سب نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا۔۔۔ماحوران سے ذرا سے فاصلے پر ہوش و خرد سے بیگانہ زمین بوس ہو چکی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ناعمہ پاشا سکتہ زدہ سی سر جھکائے بیٹھیں فرش کو گھور رہی تھیں ۔۔۔اس وقت وہ کس کیفیت سے گزر رہی تھیں اس کا اندازہ کسی کو بھی نہیں ہوسکتا تھا۔۔۔عادل پاشا سے محبت تو انہیں زندگی کے کسی بھی دور میں نا ہوئی تھی مگر وہ ان کی تابعدار اور وفادار ضرور رہی تھیں کیونکہ یہ بہر حال ان کی مجبوری تھی۔۔۔مگر عقیل مغل کی موت نے ان کے اندر جمع ہوئے خوف کو آپوں آپ ہی تحلیل کر ڈالا تھا۔۔۔وہ جو عادل پاشا کی ناراضی کے خوف سے سہم جایا کرتی تھیں یکدم دلیر ہو گئیں ۔۔۔مگر آج ان کے اندر نفرتوں کا ایک سیلاب تھا جو امڈا پڑ رہا تھا۔۔۔جو اگر اپنا بند توڑ دیتا تو عادل پاشا کا لاچار وجود اس سیلاب میں خس و خاشاک کی مانند بہہ جاتا۔۔۔انہیں جس وقت عادل پاشا کے ساتھ ہوئے حادثے کی اطلاع دی گئی تھی وہ اپنی گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ ماحور کے لیے سیلون میں بکنگ کروا کر نکلی تھیں ۔۔۔خبر اتنی اچانک اور شاکنگ تھی کہ وہ سٹپٹا کر رہ گئیں ۔۔۔انہوں نے ہاسپٹل کا نام کنفرم کر کے ڈرائیور سے گاڑی کا رخ اس جانب کروایا اور خود سالک کو کال کرنے لگیں ۔۔۔کئی کالز کے باوجود جب اس نے پک نہیں کی تو انہیں یقین ہو گیا کہ خبر جھوٹی نہیں ہے ورنہ سالک فون پک لازمی کرتا۔۔۔ان کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے ۔۔۔ناجانے کیا حادثہ ہوا تھا۔۔۔ہاسپٹل پہنچ کر گاڑی سے اتر کر بھی وہ مسلسل سالک سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر ہو کر نا دیا۔۔۔بالآخر وہ خود ہی کاؤنٹر سے معلومات لیتیں آپریشن تھیٹر کی جانب بڑھ گئیں ۔۔۔وہ ارد گرد نظر دوڑاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں جب انہیں کچھ فاصلے پر سالک بیٹھا دکھائی دیا۔۔۔اس کے ساتھ سفید بالوں اور گھنی سفید داڑھی والے کوئی بزرگ بھی تھے ۔۔۔اسے وہاں پہلے سے موجود پا کر انہیں خاصی ڈھارس ہوئی تھی ۔۔۔وہ سہج سہج چلتیں سالک کے قریب پہنچ چکی تھیں ،اتنا قریب کہ اس کی آواز ان کے کانوں میں بلا رکاوٹ پہنچنے لگی تھی ۔۔۔اور بس پھر ان کے کانوں کے پردے چیخ گئے ۔۔۔ان کی جسم کے اندر ان کی ہڈیوں کا پنجر بھربھری ریت کی مانند گرنے لگا۔۔۔دل و دماغ کو یہی ایک آخری جھٹکا تھا جو لگنے کو رہ گیا تھا کیونکہ اس کے بعد یکلخت ان کے

محسوسات جامد ہو گئے تھے۔۔۔وہ کتنی ہی دیر دکھ، اذیت، کرب یا کسی بھی قسم کے جذبے کو محسوس کرنے سے قاصر رہیں۔۔۔اپنے بے جان جثے کو تقریباً گھسیٹتی ہوئی وہ واپس مڑیں اور کافی دور جا کر ایک بینچ پر دھپ سے گریں تھیں۔۔۔یہاں لوگوں کی آمدورفت کم تھی پھر بھی انہیں ہلکی سی آواز بھی ہولناک چیخ کی صورت سنائی دے رہی تھی۔۔۔چند مسلسل اور گہرے سانس لے کر وہ خود کو ماحول سے مطابقت دلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔

" پاشا نے ماحور کا سودا کروایا۔۔۔میری بیٹی کا۔۔۔میری ماہی کا۔۔۔عقیل مغل کا پیچھا پاشا نے مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔۔۔اسے اس نہج پر لے گئے کہ وہ اپنی ہی بیٹی کا سودا کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔۔۔اففففف! پاشا۔۔۔" ناعمہ نے اپنے سر کی پشت کو دیوار کے ساتھ پٹخا۔۔۔ان کا بس چلتا تو وہ خود کو دیوار میں چنوا دیتیں۔۔۔" پاشا آپ نے میری بیٹی کو جان سے مروانے کی کوشش کی۔۔۔میں جو سمجھتی رہی کہ آپ کا دل پسیج گیا مگر نہیں۔۔۔آپ کے پاس تو دل ہی نہیں ہے۔۔۔وہ تو محض ایک لوتھڑا ہے جس کی ہر دھڑکن سیاہ ہے۔۔۔یہ سیاہی آپ کی نس نس میں بھری ہے۔۔۔میری زندگی اجاڑ کر رکھ دی آپ نے۔۔۔میرا گھر اجاڑا، میرے بچے مجھ سے دور کیے، عقیل مغل کو دربدر کر دیا۔۔۔اس کی زندگی کو ایسا تماشا بنا دیا جس کا اختتام اس کی سانسوں کے ساتھ ہوا۔۔۔میں نے ناکردہ جرم کی سزا پندرہ سال کاٹی۔۔۔محض اپنی انا کا علم بلند رکھنے کی خاطر آپ نے سبھی کو ان کے مدار سے ہٹا دیا پاشا۔۔۔تو اب تباہی تو آنی تھی۔۔۔ایک بار پھر دنیا کو اجڑنا ہو گا مگر اب کی بار یہ دنیا آپ کی ہو گی پاشا۔۔۔آپ کی۔۔۔!"

مسلسل بڑبڑا کر وہ تھک نہیں رہی تھیں۔۔۔آج وہ اتنا بولنا چاہتی تھیں کہ ان کے حلق میں کانٹے اگ آئیں۔۔۔تھک کر نڈھال سی وہ رونے لگیں۔۔۔پہلے ہلکی ہلکی سسکیوں بلند ہوئیں اور پھر ان کی آواز بتدریج بلند ہوتی چلی گئی۔۔۔دونوں ہاتھوں سے بینچ کو مضبوطی سے جکڑے وہ روئے چلی جا رہی تھیں۔۔۔اب سے پہلے وہ عادل پاشا کے خوف سے کبھی کھل کر رو بھی نا سکیں تھیں مگر آج وہ آزادی سے اپنے ماضی کی ہر محرومی کا سوگ منانا چاہتی تھیں۔۔۔اور بھلا عقیل مغل سے بڑھ کر ایسی کون سی محرومی تھی جس نے انہیں راتوں کو جگایا ہو اور اجالوں میں بے کل رکھا ہو۔۔۔وہ روتے روتے کربناک سی ہنسی ہنس دیں۔۔۔آج وہ خود پر عیاں ہونے کے لیے بالکل آزاد تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

سیف اور عاقب بھائی ہاسپٹل پہنچے تھے۔۔۔سامنے ہی سالک پاشا کھڑا دکھائی دیا تو وہ دونوں سیدھا اسی کی جانب بڑھ گئے۔۔۔دادا قریب ہی جائے نماز بچھائے آخری رکعت میں تھے۔۔۔

" السلام وعلیکم۔۔۔" سالک کی نگاہ ان پر پڑی تو آگے بڑھ کر سلام میں پہل کی۔۔۔" سوسوری۔۔۔میں آپ لوگوں کو خبر کرنا بھول گیا تھا مگر آپ کو پتا کیسے چلا۔۔۔؟" وہ باری باری ان سے ملنے کے بعد گویا ہوا۔۔۔

"اصل میں سالک بھائی۔۔۔شاویز بھائی سے پرانی ہائے ہیلو ہے۔۔۔بس انہوں نے ہی خبر کی۔۔۔!" سیف کا لہجہ صفائی دیتا ہوا تھا۔۔۔

"اٹس اوکے۔۔۔کسی کو تو بتانا تھا نا۔۔۔!" سالک پاشا نے نارمل لہجے میں کہا۔۔۔

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں سالک بھائی۔۔۔اب کیسی کنڈیشن ہے۔۔۔؟"

"کس کی۔۔۔؟" سیف کے بے تابانہ سوال کرنے پر سالک نے یکدم ہی پوچھا تو وہ سٹپٹا گیا۔۔۔عاقب بھائی فوراً بیچ میں کود ے۔۔۔

"عادل صاحب کی۔۔۔آپ کے فادر کی سالک۔۔۔کیسی کنڈیشن ہے ان کی اب۔۔۔؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتے ابھی۔۔۔آپریشن چل رہا ہے۔۔۔البتہ مومن کی گولی نکال دی گئی ہے اس سے زیادہ ابھی اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم۔۔۔" اس نے آگے بڑھ کر تسلی والے انداز میں سیف کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے بات جاری رکھی۔۔۔" میں جانتا ہوں تم نے اسی کے متعلق پوچھا تھا۔۔۔مومن سے بھی پرانی ہیلو ہائے ہے۔۔۔!"

اس کا انداز ہرگز طنزیہ تھا نا ہی جتاتا ہوا پھر بھی سیف دل ہی دل میں شرمندہ سا ہو گیا۔۔۔اسے اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔۔۔دادا نماز پڑھ کر انہی کے قریب چلے آئے تو بات ٹل گئی۔۔۔ایک دوسرے سے ملنے ملانے اور تعارفی مراحل طے ہونے تک آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر چلتا ہوا ان کے قریب آرکا۔۔۔

"مومن تراب؟" اس نے نام پکارا تو یکدم سبھی میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ڈاکٹر کے سر پر پہنچ گئے۔۔۔

"پیشنٹ از آوٹ آف ڈینجر ناؤ۔۔۔" ڈاکٹر کے مژدہ جاں فزا نے دادا کے جسم میں زندگی لوٹا دی تھی۔۔۔شکر کی کیفیت میں ان کا رواں رواں کانپنے لگا۔۔۔سالک نے بھی ایک طویل تشکر آمیز سانس خارج کی اور دادا کے گلے لگ گیا۔۔۔" اللہ کا کرم ہے کہ گولی نے کسی وائٹل آرگن کو انجرڈ نہیں کیا۔۔۔سینے میں لگنے کی وجہ سے وہ دل میں بھی پیوست ہو سکتی تھی بٹ لکی ہی از کہ ایسا نہیں ہوا۔۔۔ابھی ہوش آنے میں کچھ وقت لگے گا۔۔۔پیشنٹ کو روم میں شفٹ کیا جانے لگا ہے، وہاں آپ سب انہیں دیکھ سکتے ہیں مگر شور شرابے سے گریز کیجیے گا۔۔۔!"

ڈاکٹر پروفیشنل وے میں کہتا آگے بڑھ گیا۔۔۔سب کے چہروں پر خوشی اور سکون ہلکورے لینے لگا۔۔۔سالک نے بھی جی بھر کر شکر ادا کیا، مومن کی طرف سے دل مطمئن ہوا تھا مگر ابھی اس کی فکر دور نہیں ہوئی تھی۔۔۔عادل پاشا کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔۔۔وہ آپریشن تھیٹر میں ہی تھے۔۔۔کچھ وقت گزرا تھا تو ان پر آئے غصے پر فکر حاوی ہونے لگی تھی۔۔۔ان کا قصور ناقابل معافی سہی مگر وہ ان کی زندگی کے لیے اس قدر فکرمند ضرور تھا کہ اسے اپنی آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے مسلسل پلکیں جھپکنا پڑ

رہی تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحور کے ہوش میں آتے ہی رائنہ نے عاقب کو اطلاع دے دی تھی۔۔۔اس نے فوراسیف کو بتادیا تاکہ وہ اس کی جانب سے پریشان ناہو۔۔۔وہ گھر واپس نہیں جانا چاہتا تھا جب تک کہ مومن کو دیکھ نالیتا۔۔۔رائنہ نے مومن کی خیریت کی خبر سن کر ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بنا ماحور کو بتادیا تھا کیونکہ وہ تڑپتی اور مچلتی مسلسل ہاسپٹل جانے کے لیے بضد تھی جو کسی طور مناسب نہیں تھا۔۔۔عاقب نے رائنہ کو حادثے کی مکمل رپورٹ دی تھی۔۔۔ایسے میں ماحور وہاں مومن کو دیکھنے کے لیے پہنچ جاتی تو سالک پاشا جو پہلے سے ادھر موجود تھا، وہ ناجانے کیا قیاس کرتا۔۔۔اس لیے زلیخا دادی کی مدد سے وہ اسے کسی ناکسی طرح قابو کیے ہوئے تھی۔۔۔

"رائنہ پلیز ایک بار لے چلو۔۔۔تمہیں عاقب بھائی کی قسم رائنہ پلیز۔۔۔!"

"چلتے ہیں ماہی ابھی چلتے ہیں۔۔۔مومن کو روم میں شفٹ ہو لینے دو پھر چلتے ہیں۔۔۔ایسے تو ڈاکٹرز نے منع کیا ہے رش کرنے سے۔۔۔!"

"میرے جانے سے کیا رش ہو گا رائنہ۔۔۔مجھے ٹالو نہیں پلیز۔۔۔لے چلو مجھے۔۔۔ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔۔۔خدارا لے چلو۔۔۔!"

اس کے آگے کوئی بہانہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا تھا۔۔۔مجبوراً رائنہ کو لہجے میں سختی پیدا کرنی پڑی۔۔۔

"کیوں جانا ہے تمہیں وہاں۔۔۔ہاں بولو۔۔۔؟" اس نے ماحور کا بازو جھنجھوڑا۔۔۔"کیا لگتا ہے مومن تمہارا ماہی۔۔۔تم جاؤ گی اسے دیکھنے تو وہاں جواب حقیقت میں تمہارا کچھ لگتا ہے نا، پہلے سے موجود ہے۔۔۔ماہی، سالک پاشا وہاں مومن کے پاس ہے۔۔۔اسے اپنے آنے کا کیا جواز بتاؤ گی تم۔۔۔بولو۔۔۔؟"

"کک۔۔۔کیوں۔۔۔کیوں ہے وہ وہاں۔۔۔میرا مطلب ہے کہ مومن کے پاس اس کا کیا کام بھلا۔۔۔؟" اس نے حواس باختگی میں بمشکل فقرہ پورا کیا۔۔۔اس خنکی میں بھی اس کے چہرے پر پسینہ چمک رہا تھا۔۔۔

"سالک کے فادر عادل پاشا کو بھی گولی لگی ہے۔۔۔ابھی وہ خطرے سے باہر نہیں ہیں۔۔۔ان کی کسی سے ان بن چل رہی تھی۔۔۔اس آدمی نے دشمنی میں ان پر بھی فائر کیا اور سالک پر بھی۔۔۔مگر بدقسمتی سے مومن، سالک کے آگے آگیا۔۔۔گولی اسے جالگی۔۔۔شکر ہے اب وہ ٹھیک ہے۔۔۔تم اسے دیکھنا چاہتی ہو تو صبر کرو ماہی۔۔۔اگر ابھی تم وہاں چلی گئی تو ناجانے کیا حالات ہو جائیں۔۔۔یقیناً وہاں ناعمہ آنٹی بھی ہوں گی۔۔۔ایسے میں تمہارا وہاں بلا جواز جانا سالک کے ذہن میں بہت سے سوال کھڑے کر دے گا۔۔۔بہتر ہے کہ سنبھالو خود کو اور تھوڑا انتظار کرو۔۔۔!"

رائنہ کے اتنا مفصل بتانے کے بعد ماحور جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی۔۔۔اس کی عقل کا در وا ہوا تھا۔۔۔وہ وہاں جاتی بھی تو کس بل پر۔۔۔مومن کون سا اسے چاہتا تھا۔۔۔لیکن اس کا نا چاہنا بھلا ماحور کی چاہت سے منسوب ہی کب تھا۔۔۔مومن تراب کی زندگی میں کوئی بھی ہو مگر اس کی زندگی میں وہی وہ تھا۔۔۔سالک پاشا تو وہ شکنجہ تھا جو اس کے اٹھے ایک جذباتی قدم کے باعث اس کے پیر جکڑ بیٹھا تھا۔۔۔اب وہ اس شکنجے سے نکلنے کے لیے خود کو لہولہان تو کرسکتی تھی مگر رہائی ممکن نہیں تھی۔۔۔رائنہ مسلسل اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بغور دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ اندر ہی اندر خود سے لڑتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اس نے تسلی کے لیے اس کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی، ماحور کے ایک جملے نے اس کی بولتی بند کر دی تھی۔۔۔

"رائنہ۔۔۔مجھے بچالو۔۔۔مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔۔۔پلیز رائنہ۔۔۔!"

دروازے سے چائے لے کر اندر آتی زلیخا دادی کے ہاتھوں سے ٹرے چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔۔۔رائنہ کے چودہ طبق روشن کرتی وہ اب اس کے ہاتھوں پر جھکی زاروقطار روئے چلے جارہی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

کچھ لمحوں کی پرورش وقت اس سلیقے سے کرتا ہے کہ وہ انسان کے نصیب چاٹ جاتے ہیں۔۔۔ناعمہ پاشا کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ یہاں بیٹھے بیٹھے انہیں کتنا وقت بیت گیا تھا۔۔۔انہوں نے کئی برس دیے تھے عادل پاشا کو۔۔۔وہ اول روز سے جانتی تھیں کہ عقیل مغل نے جو سلوک ان کے ساتھ کیا تھا، اس سب کے پیچھے عادل پاشا کا ہاتھ تھا مگر عقیل مغل کی بے اعتباری کے بعد انہوں نے راہزن پر ہی بھروسہ کیا۔۔۔عادل پاشا راہزن ہی تو تھے۔۔۔انہوں نے شب خون نہیں مارا تھا بلکہ دن دیہاڑے عقیل مغل اور ناعمہ کی خوشیاں لوٹی تھیں۔۔۔پھر بھی جب وہ ان کے ساتھ تعلق میں بندھیں تو بھلے ان سے محبت نا کر پائیں مگر دیانتدار ضرور رہیں۔۔۔سالک پاشا کے بدترین رویے کے باوجود ایک ماں کی طرح اس کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی، اس پر ممتا لٹانے کی کوشش کی۔۔۔مگر بدلے میں انہیں کیا ملا تھا۔۔۔؟ عادل پاشا نے عقیل مغل کو قبر میں پہنچا کے دم لیا اور ان کی اولاد کے جانی دشمن بن گئے۔۔۔ماحور کو اپنی بہو نا بنانے کی ضد میں اس کی زندگی چھین لینے کے درپر ہو گئے۔۔۔کتنا آسان ہے اس شخص کے لیے کسی کو بھی موت کی نیند سلا دینا۔۔۔امرت جان کر دوسرے کی سانسیں پی جاتا ہے۔۔۔مومن تراب کا کیا قصور تھا بھلا۔۔۔؟ مگر اسے ترس نہیں آیا۔۔۔تو اب وہ کیسے عادل۔پاشا پر ترس کھائیں گی۔۔۔وہ بھی اب اپنی سی کر گزریں گی۔۔۔اب انہیں بھی اس آدمی سے انتقام لینا تھا۔۔۔

"خدا کرے پاشا کہ رب تمہاری سانسوں کا ربط نا توڑے۔۔۔تمہاری دھڑکنیں چلتی رہیں۔۔۔تم نے میرے کلیجے میں کانٹے پروئے ہیں۔۔۔تم اپنے جسم میں اپنے اعمالوں کے بھالے اترتے دیکھو۔۔۔!"

وہ اپنی جگہ سے اٹھیں تو ان کا روم روم تھکن زدہ تھا جیسے لمبی مسافت طے کر کے آج ہی پڑاؤ نصیب ہوا ہو۔۔۔وہ واپس اسی کاریڈور کی جانب قدم بڑھانے لگیں جہاں سالک پاشا کھڑا اپنے باپ کی زندگی کی نوید سننے کے لیے بے چین تھا۔۔۔بلاشبہ شکستگی اب بھی ان کے قدموں سے لپٹی دکھائی دیتی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

مومن کو ہوش آیا تو ارد گرد سبھی کھڑے تھے اور اتنی قریب کھڑے تھے کہ لگتا تھا اس کے اوپر ہی آ گریں گے۔۔۔تکلیف میں بھی مومن کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔اس کے بعد وہ دوبارہ غنودگی میں چلا گیا تھا۔۔۔سالک نے سبھی کو ذرا تسلی سے اس کے مکمل ہوش میں آنے کا انتظار کرنے کو کہا تب عاقب بھائی سیف کو لے کر روم سے باہر نکل آئے۔۔۔شاویز البتہ ہٹیلے پن سے وہیں دادا کے پاس کھڑا رہا تھا۔۔۔

"مومن۔۔۔میرے بچے۔۔۔آنکھیں کھول۔۔۔دیکھ تیرے دادا کا کیا حال ہو گیا۔۔۔مومن مجھ سے بات تو کر۔۔۔!"

سالک نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دیا۔۔۔

"فکر نا کریں دادا۔۔۔اب یہ بلکل ٹھیک ہے بس ابھی دواؤں کے زیر اثر ہے اس لیے مکمل ہوش میں آنے میں وقت لگے گا۔۔۔!"

"کوئی بات نہیں۔۔۔میں انتظار کر تو رہا ہوں۔۔۔اس نے دادا کو تنگ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے تو میں بھی اس کا دادا ہوں، گن گن کے بدلے لوں گا۔۔۔چھوڑوں گا نہیں اسے۔۔۔!"

دادا نے نہایت محبت سے اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے کہا تو مومن نے دوبارہ ذرا کے ذرا آنکھ کھولی۔۔۔

"میری زندگی بچانے کے لیے تمہارا شکریہ مومن۔۔۔تم نے مجھ پر احسان کیا ہے مومن۔۔۔اور اس احسان کا بدلہ میں ضرور دوں گا۔۔۔!" سالک نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تو مومن نے پلکوں کی لرزش سے اس کا شکریہ ادا کیا اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔۔۔شاویز کی زبان مچلی۔۔۔

"دادا میسنا بنا ہوا ہے۔۔۔یاد ہے ایک بار میں بھی ممٹی سے گر کر بے ہوش ہوا تھا تو اس سائنس دان (مومن) نے سب کو مشورہ دیا تھا کہ شاویز کو جوتا سنگھائیں یا اس کا اپنا موزہ۔۔۔اور پھر اسی نے مجھے جوتا سنگھانے کی جسارت کی تھی۔۔۔دل تو کر رہا ہے دادا کہ آج میں اپنا بدلہ لے لوں، دیکھنا کیسے نوے کے زاویے پر اٹھ کر بیٹھتا۔۔۔!"

دادا نے پلٹ کر کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا جبکہ سالک نے بمشکل اپنی ہنسی کنٹرول کی۔۔۔وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مومن نے اپنی آنکھیں کھولیں اور نقاہت زدہ آواز میں گویا ہوا۔۔۔"تیرا یہ خواب ہمیشہ خواب ہی رہے گا موٹے۔۔۔مجھے صحیح ہو کر

گھر آنے دے، تیرے سالوں سے کہہ کر حوالات کا ویزہ لگواتا ہوں تیرا۔۔۔مجھے جوتا سنگھانے والے ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

"او جی او میرے یار۔۔۔" شاویز اس کی پہلی طویل بات کے جواب میں فرطِ محبت سے اس سے لپٹ ہی گیا۔۔۔جسے سالک نے فوراً تھام کر پرے دھکیلا کیونکہ مومن کی حالت ابھی لپٹنے لپٹانے والی نہیں تھی۔۔۔شاویز اس کے بازوؤں میں مچلا۔۔۔

" چھوڑ دیں سالک صاحب ۔۔۔آج شاویز کے جذبات اس کے بس میں نہیں رہے۔۔۔میرا یار ہوش میں آ گیا۔۔۔جب بھی یہ میری شان میں بکے تو یہ پکی علامت ہے کہ اس کے حواسِ خمسہ مکمل بیدار ہیں۔۔۔!"

سبھی اس کی بات اور انداز پر ہنس دیے۔۔۔آوازیں باہر گئیں تو عاقب بھائی اور سیف بھی اندر چلے آئے۔۔۔مومن انہیں دیکھ کر حقیقتاً خوش ہوا۔۔۔ذرا سی دیر میں کمرے میں اچھی خاصی رونق لگ چکی تھی۔۔۔مومن کے زرد چہرے پر مسکراہٹ بھلی لگ رہی تھی۔۔۔سالک پاشا نے ایک پیار بھری نظر اس پر ڈالی کیونکہ اب سے مومن تراب، سالک پاشا کا محسن تھا۔۔۔وہ اس کی خاطر اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔۔۔شکریہ کا لفظ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اس سب کے آگے۔۔۔وہ غیر محسوس انداز میں کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔دل بیک وقت خوش بھی تھا اور بوجھل بھی یا شاید پورے وجود میں بے آرامی تھی۔۔۔اسے کھلی فضا کی اشد ضرورت تھی جہاں وہ چند طویل سانس خارج کر کے اپنے اندر کی گھٹن کو باہر نکلنے کی راہ دے پاتا۔۔۔!

☆......☆......☆

زلیخا دادی سر تھامے بیٹھی تھیں۔۔۔رائنہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اسے مسلسل جھلاتے ہوئے اپنی لٹ مروڑے جا رہی تھی۔۔۔اس کے سامنے ہٹ دھرم سے تاثرات چہرے پر سجائے ماحور بیٹھی تھی جو بالکل ایسے بچے کی طرح منہ پھلائے ہوئے تھی جسے اس کی ماں نے برگر سنگھا کر سیب کھلا دیا ہو۔۔۔یا پھر ٹانگوں میں جکڑ کر ناک بند کر کے حلق میں کڑوی دوائی انڈیل دی ہو۔۔۔اس وقت رائنہ کو اسے دیکھتے ہوئے ایسی ہی مثالیں ذہن میں آ رہی تھیں۔۔۔لیکن بس ایک بات کو اس کا اپنا بھی دل کر رہا تھا کہ کسی سخت گیر ماں کی طرح کمرے میں بند کر کے وہ بھی ماحور کی ایسی پٹائی لگائے کہ ساری چوکڑی ناک کے راستے باہر نکل جائے اور پھر کمرے میں اندھیرا کر کے اسے اگلے کئی گھنٹوں کے لیے اندر بند کر دے۔۔۔یعنی کہ حد ہی ہو گئی تھی۔۔۔سالک پاشا کے ساتھ شادی کرنی ہے اور پھر نہیں کرنی۔۔۔تماشا بنا کر رکھ دیا تھا اس لڑکی نے۔۔۔کتنے آرام سے کہہ دیا کہ مجھے یہ شادی نہیں کرنی۔۔۔اب جب کہ سب کچھ ہو چلا تھا، ڈیٹ فکس، تیاریاں آخری مراحل میں، لڑکا اس کے پیچھے الگ باؤلا۔۔۔تو اب بول رہی تھی کہ شادی نہیں کرنی۔۔۔

" ماہی۔۔۔کاش کہ میں اس وقت اپنے ہاتھوں سے تمہاری ایسی تواضع کر سکتی کہ تمہارے دماغ کی تمام بتیاں روشن ہو جاتیں۔۔۔!"

رائنہ نے ماحور کو بری طرح گھورتے ہوئے کہا۔۔۔جواب میں ماحور رخ پھیر کر بیٹھ گئ۔۔۔دادی کو بھی اسے دیکھ کر غضب کا تاؤ آرہا تھا۔۔۔

"اس سے پوچھو کہ یہ کون سا چاند چڑھانا چاہتی ہے رائنہ۔۔۔مجھے ذلیل نا کروائے اپنی ماں کے آگے۔۔۔ایک بار پہلے مجھے مومن کے دادا کے سامنے خوار کیا۔۔۔آج بھی میں کانپ اٹھتی ہوں کہ کیا ہو جو وہ بھلا مانس اچانک آ کر اپنے شگن کے لائے سامان کی مانگ کر ڈالے۔۔۔کہاں سے لاؤں گی وہ سونے کا سیٹ جو عقیل۔بیچ کر کھا گیا۔۔۔اور اب یہ مجھے نئے وختوں میں ڈال رہی ہے۔۔۔باز کرلو اسے رائنہ۔۔۔باز کرلو۔۔۔!"

"سن رہی ہو ماہی۔۔۔یار کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔سالک پاشا ابلا انڈا نہیں ہے کہ نمک مرچ چھڑک کر کھا لو کسی کو خبر بھی نا ہو۔۔۔وہ تو کچا انڈا ہے ماہی کچا انڈا۔۔۔جہاں گر کے پھوٹے گا، وہاں سے ہمک نہیں جانی۔۔۔سمجھی۔۔۔!"

ماحور سے مسکراہٹ ضبط کرنا محال ہو گیا۔۔۔زلیخا دادی کی اپنی شکل رائنہ کی بات پر بلکل ایسی بن گئ تھی جیسے ان کے ناک کے آگے کسی نے گندا انڈا سونگھنے کے لیے لا دھرا ہو۔۔۔انہوں نے اپنی چپل تلاش کرنے کے لیے نیچے فرش پر نظریں دوڑائیں۔۔۔

"نہیں ملنے والی دادی۔۔۔چپل آپ کی پہلے ہی ہوائی تھی۔۔۔ہوا کے زور پر اڑ کر ساتھ والے کمرے میں چلی گئ۔۔۔اس لیے تردد نا کریں۔۔۔!"

"چپ کر مینڈکی۔۔۔" انہوں نے بڑے دن بعد اسے اس نام سے پکارا۔۔۔" دیدہ ہوائی نا ہو تو۔۔۔فٹے منہ ایسے سمجھانے پر۔۔۔روتی نصیحت کرنے کو۔۔۔اٹھ جا ادھر سے ورنہ بلاتی ہوں ابھی تیری ساس کو کہ لے جائے تجھے چٹیا سے پکڑ کر۔۔۔!"

"اتنی جرات کسی میں نہیں دادی کہ رائنہ کی چٹیا پکڑ سکے کوئ۔۔۔ہاں پونی کھینچ کر لے گئیں تو میں مسکین کیا کر سکوں گی بھلا۔۔۔!" رائنہ کی ڈرامے بازی عروج پر تھی۔۔۔ماحور خوب ہنس رہی تھی۔۔۔اس کا آف موڈ بحال ہو ہی گیا تھا۔۔۔دادی منہ پر اپنا دوپٹہ اوڑھ کر لیٹ گئیں۔۔۔رائنہ نے انہیں دیکھ کر سنجیدگی سے ماحور کو ڈپٹا۔۔۔

"بس کر دو اب تم بھی۔۔۔انسان بنو اب۔۔۔زندگی ہے ماہی۔۔۔مذاق نا بناؤ۔۔۔ایک طرف تم مومن کی بے وفائ کی دہائی دیتی ہو اور دوسری طرف سالک پاشا سے عین وقت پر شادی سے انکار کر رہی ہو تا کہ اپنے ساتھ مومن کی بھی زندگی اجیرن کر سکو۔۔۔عقل کو ہاتھ مارو ماہی عقل کو۔۔۔!"

"مجھے کسی سے بھی نہیں کرنی شادی۔۔۔نا مومن سے نا سالک سے۔۔۔مجھے بس دادی کے پاس رہنا ہے۔۔۔!"

"نا بی بی نا۔۔۔میری گودی میں نا گھسو۔۔۔اپنے گھر جاؤ۔۔۔سمجھی۔۔۔!" دادی نے دوپٹہ پرے ہٹا کر ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔۔۔اسی پل باہر گیٹ پر بیل ہوئی اور رائنہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

"مرو تم۔۔۔ساتھ میں سب کو لے کر مرو۔۔۔سالک پاشا کو انڈر اسٹیمیٹ کر رہی ہو تم۔۔۔یہ مت بھولو کہ وہ اس شخص کا بیٹا ہے جس نے تمہاری ماں سے شادی کرنے کی خاطر ہر حد توڑ ڈالی۔۔۔مت للکارو اسے۔۔۔سمجھی۔۔۔!" رائنہ کی بات سچ تھی۔۔۔ماحور سن سی رہ گئی۔۔۔رائنہ باہر گیٹ کھولنے چلی آئی۔۔۔

"ابرش تم۔۔۔واؤ واؤ واؤ۔۔۔!" دروازے پر ابرش کو کھڑا دیکھ کر رائنہ کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔۔۔وہ اس سے گلے ملنے کے بعد اسے ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔!

☆......☆......☆

عادل پاشا ہنوز بے ہوش تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کے آنے سے سالک کو بے حد ڈھارس ہوئی تھی۔۔۔اگرچہ وہ بلکل خاموش تھیں پر ان کی خاموشی کو سالک نے ان کی پریشانی سے محمول کیا تھا۔۔۔اسے رتی برابر اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنے دل میں کیسے طوفان سے نبرد آزما ہیں۔۔۔ڈاکٹرز ابھی کچھ بھی کہنے سے گریز کر رہے تھے۔۔۔آپریشن ہو چکا تھا۔۔۔ان کی گولیاں بھی نکالی جا چکی تھیں مگر انہیں روم میں شفٹ کیا گیا تھا نا ہی کوئی ڈاکٹر سالک سے ان کی کنڈیشن ڈسکس کر رہا تھا۔۔۔اور انتظار جان لیوا تھا۔۔۔سالک پاشا کو انتظار کرنے سے نفرت تھی۔۔۔وہ ہر ایسا کام چھوڑ دیا کرتا تھا جس میں اسے خدشہ ہو کہ اسے انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔وہ ہارا تھا تو ماحور کے آگے۔۔۔اس کے سامنے اس کی ہر عادت، ہر سوچ، ہر حرکت بدل جاتی تھی۔۔۔وہ بے بس ہو جاتا تھا۔۔۔وہ واحد ایسی ہستی تھی جس کا انتظار وہ اپنی آخری سانس تک کر سکتا تھا۔۔۔محبت دیوانے کی بڑ نہیں ہوتی، یہ خرد کی معراج ہے۔۔۔محبوب کے روٹھ جانے کا خوف عقل سلب نہیں ہونے دیتا کہ مبادا کوئی عمل تعلق میں دراڑ نا لے آئے۔۔۔وہ بھی اسی مرحلے پر تھا۔۔۔ہر آن اس خوف میں مبتلا کہ اس کی محبت بند مٹھی میں سے ریت کی مانند پھسلتی نکل نا جائے۔۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اسی مرحلے کے قریب تر تھا۔۔۔اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔۔۔یہ ریت اس کی پلکوں پر جمع ہو کر اسے مجبور کر رہی تھی کہ وہ اپنی ہی آنکھوں کے خواب مسل دے۔۔۔

"سالک۔۔۔بیٹا کیا ہوا۔۔۔چہرہ اتنا تپ کیوں رہا ہے۔۔۔بخار تو نہیں۔۔۔؟"

ناعمہ پاشا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا ارتکاز توڑا تھا

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ڈونٹ وری۔۔۔بس ابی کی ٹینشن ہے۔۔۔ڈاکٹرز ابھی تک کچھ نہیں کہہ رہے۔۔۔اسی بات کی فکر ہے۔۔۔شائد۔۔۔شائد میرے اعصاب تھک گئے ہیں۔۔۔یہ سب اتنا اچانک تھا کہ ابھی تک ذہن قبول نہیں کر پا رہا۔۔۔!" وہ

کھل کر اپنی کیفیت بیان کر رہا تھا۔۔ناعمہ پاشا کو اس پر ترس آیا۔۔اتنا کمپوزڈ مرد تھا سالک پاشا۔۔حالات اسے کس نہج پر لے آئے تھے کہ وہ جو اپنے دل کی بات زبان پر نہیں لاتا تھا، آج ان سے کہہ دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ناعمہ پاشا نے ایک تھکن زدہ سی سانس بھرتے ہوئے اس کے کندھے کو سہلایا اور بولیں۔۔۔

"مومن کیسا ہے اب۔۔۔؟ اس کی کنڈیشن کیا بتاتے ہیں ڈاکٹرز۔۔۔؟"

"ہی از فائن۔۔۔شکر ہے ورنہ میں خود کو کبھی معاف نا کر پاتا۔۔آپ سوچ نہیں سکتیں کہ یہ لڑکا کیسے ایک جست میں میرے آگے آ کر مختار انصاری کی گولی کا نشانہ بن گیا۔۔!"※

مختار کا نام سن کر ایک بار پھر ناعمہ پاشا کے خون میں انگارے گردش کرنے لگے۔۔۔انہوں نے ہونٹ بھینچ لیے۔۔۔ابھی کچھ کہنے کا وقت نہیں آیا تھا۔۔۔

"آپ گھر چلے جاؤ بیٹا۔۔۔میں یہاں ہوں۔۔۔پاشا کو ہوش آئے گا تو آپ کو فورا کال کر دوں گی۔۔۔فی الحال آنے والے دنوں کی ٹینشن جھیلنے کے لیے خود کو تھوڑا ریسٹ دو۔۔۔ورنہ بہت ڈسٹرب ہو جاؤ گے۔۔۔!"

ان کی بات کی گہرائی میں جائے بنا سالک نے تائید میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا لیکن قدم دوبارہ جم کر رہ گئے۔۔۔سامنے سے ابرش راٹھور اور رائنہ کے ہمراہ ماحور چلی آ رہی تھی۔۔۔ہر بار کی طرح وہ اسے دیکھ کر، دیکھتا رہ گیا والی حالت میں کھڑا تھا۔۔ابرش نے ایک ہی تفصیلی نگاہ میں اس کا جائزہ لیا اور خود اذیتی سے مسکرا دی۔۔۔آگہی قبر سے مماثل ہے جس کا منہ کھل جائے تو ہر روز ادراک کے سانپ پھن پھیلائے ڈسنے کو آ جاتے ہیں۔۔۔وہ سالک پاشا کی دیوانگی سے باخبر تھی پھر بھی یہ حقیقت اس کے دل پر چٹکی ضرور بھرا کرتی تھی۔۔۔دوسری جانب ماحور تھی جس نے سالک پر نگاہ تک نا ڈالی تھی۔۔۔اس کے دل و دماغ یہاں ہوتے تو کچھ دکھائی دیتا نا۔۔رائنہ نے اسے ٹہوکا دیا تھا مگر وہ پھر بھی فرش پر نظریں جمائے قدم گنتی چلتی رہی۔۔۔وہ تو اسی بات پر خوش تھی کہ مومن کو دیکھ پائے گی۔۔۔ابرش اس کے لیے فرشتہ بن کر گھر آئی تھی۔۔۔آئی تو وہ سب سے محض ملنے کے لیے تھی مگر ماحور کی حالت دیکھ کر خود ہی آفر کر دی کہ وہ اسے مومن کے پاس ہاسپٹل لے جاتی ہے مگر اس شرط پر کہ وہاں ماحور خود کو سنبھالے رکھے گی۔۔۔وہ اپنے ہونے والے سسر عادل پاشا کو دیکھنے کے بہانے وہاں جائے گی، قسمت نے یاوری کی تو مومن تراب کو بھی دیکھ لے گی ورنہ چپ چاپ بلا حیل و حجت واپس آ جائے گی۔۔۔!

ان تینوں کے قریب آتے ہی ناعمہ پاشا بھی حیرانی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔۔۔سچ تو یہ تھا کہ ماحور کو دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھیں۔۔۔"یہ لڑکی کوئی نیا تماشا نا کھڑا کر دے کہیں۔۔۔یا الٰہی مدد فرما میری۔۔۔!" انہوں نے دل ہی دل میں دعا کی اور آگے بڑھ کر تینوں سے باری باری ملیں۔۔۔ماحور کا ماتھا چومتے ہوئے اسے بے حد پیار سے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"میری جان ۔۔۔میں پہلے ہی بے حد پریشان ہوں ۔۔۔کوئی ایسی بات نا کرنا جس کی وجہ سے میں سالک سے نگاہ نا ملا پاؤں ۔۔۔!"

ماحور نے ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے جواب دیا ۔۔۔

"مجھے احساس ہے امی ۔۔۔مگر میں مومن کو ایک نظر دیکھے بنا نہیں جاؤں گی ۔۔۔پلیز امی ۔۔۔آخری بار ۔۔۔۔مجھے اسے دیکھنے کا موقع فراہم کردیں ۔۔۔اب تک آپ نے اپنے سوتیلے بیٹے کی خاطر جو جتن کیے ہیں اس کا دس فیصد بھی نہیں ہے یہ ۔۔۔پلیز امی ۔۔۔!" ماحور کے التجائیہ لہجے نے ناعمہ پاشا کو اس سے نگاہیں چرانے پر مجبور کردیا ۔۔۔وہ اس کا ہاتھ دھیرے سے دبا کر رائنہ سے مخاطب ہوئیں ۔۔۔

"رائنہ بیٹا ۔۔۔آپ ماحور کو سیف اور عاقب بیٹے کے پاس لے جاؤ ۔۔۔یہاں سے سیدھا جا کر لیفٹ پر فرسٹ بینچ پر ہیں وہ ۔۔۔پاشا کو دیکھنے آئی ہے ماحور پر ابھی وہ آپریشن تھیٹر میں ہیں ۔۔۔۔۔یہ وہاں بھائیوں کے پاس کچھ دیر انتظار کرلے گی ۔۔۔!"

انہوں نے سالک پاشا کو باور کرایا تھا کہ ماحور کے یہاں آنے کا مقصد اپنے ہونے والے سسر کی عیادت تھا ۔۔۔سالک پاشا نے ناقابل فہم سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے تیز تیز قدموں سے رائنہ کے ساتھ سامنے کاریڈور میں جاتی ماحور کو دیکھا اور واپس ابرش کی جانب متوجہ ہوا ۔۔۔جو ناعمہ پاشا کے کسی سوال کے جواب میں کہہ رہی تھی ۔۔۔

"بس آنٹی یونہی بیٹھے بٹھائے دل کیا تو سوچا کچھ عرصے کے لیے چلی جاؤں ۔۔۔بھائی کا اس بار وکیشنز پر آنا ممکن نہیں تھا سو اس کا بھی اصرار تھا کہ میں اس کے پاس سڈنی آجاؤں ۔۔۔!"

"اوہ تو آپ سڈنی جارہی ہیں ۔۔۔دیٹس گڈ ۔۔۔کب ہے آپ کی فلائٹ ۔۔۔؟" سالک پاشا نے کے سوال پر اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا ۔۔۔دل کی دنیا ریزہ ریزہ ہونے لگی تو خود کو سختی سے ڈپٹ کر جواب دیا ۔۔۔

"ماہی کی شادی اٹینڈ نہیں کر پاؤں گی ۔۔۔جس دن اس کی بارات ہے، اسی دن میری فلائٹ ہے ۔۔۔ہے تو لیٹ نائٹ مگر جانے سے پہلے میں سارا وقت ماما پاپا کے ساتھ صرف کرنا چاہتی ہوں ۔۔۔نا جانے واپسی میں کتنے ماہ لگ جائیں ۔۔۔!"

سالک پاشا نے اس کے ٹھوس لہجے پر اسے بغور دیکھا ۔۔۔ناعمہ پاشا نے محبت سے اس کا ماتھا چوما اور اسے اچھے مستقبل کی دعائیں دے کر ماحور اور رائنہ کے پاس جانے کا کہا ۔۔۔وہ شکریہ کہہ کر آگے بڑھ گئی ۔۔۔سالک پاشا کے قریب سے گزرتے دونوں کی نگاہیں باہم ملیں اور تب تک ملی رہیں جب تک کہ نگاہوں میں سکت تھی ۔۔۔ابرش کو اپنی ٹانگوں میں لرزش کتنی دیر تک محسوس ہوتی رہی جبکہ سالک پاشا اس کی پشت کو سپاٹ نظروں سے دیکھتے کسی گہری سوچ میں تھا ۔۔۔!

☆......☆......☆

سیف اور عاقب بھائی کا ان تینوں کو دیکھ کر سر پیٹنے کو دل کیا۔۔۔دونوں اب گھر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ یہ پورا جتھے کا جتھا ٹپک پڑا تھا۔۔۔

"کیا کر رہی ہیں آپ تینوں یہاں۔۔۔ولیمہ کھانے آئی ہیں کیا۔۔۔حد ہو گئی غیر ذمہ داری کی رائنہ۔۔۔!" عاقب بھائی بیوی پر برس پڑے۔۔۔رائنہ بے چاری نے منمناتے ہوئے ابرش کی جانب اشارہ کیا اور بولی۔۔۔

"یہ۔۔۔یہ لے کر آئی عاقب ہمیں۔۔۔وہ بھی زبردستی۔۔۔ورنہ ہم نے کیا یہاں آ کر لنگر کھانا تھا۔۔۔!" وہ بھی رائنہ تھی ،سیدھی بات کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔۔۔ابرش نے اس الزام پر اسے استعجاب سے گھورا پھر سر جھٹک کر سیف سے پوچھا۔۔۔

"سیف۔۔۔مومن کیسا ہے اب۔۔۔!" ماحور کو جو بات پوچھنے میں دقت ہو رہی تھی وہ پوچھ کر ابرش نے اس کی آسانی کی۔۔۔

"مومن بھائی بلکل ٹھیک ہیں۔۔۔بلکہ ڈاکٹرز تو تعریف کر رہے تھے کہ اس لڑکے میں ول پاور بہت ہے۔۔۔تکلیف کو خود پر حاوی ہونے نہیں دیتا۔۔۔!"

ماحور کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔۔۔" سچ کہا۔۔۔تکلیف کو خود پر حاوی ہونے دیتا تو اتنے آرام سے کسی اور کے ساتھ مراسم قائم کر لیتا کیا۔۔۔!" اس نے دل میں سوچا اور خود کو کوسا کہ خوامخواہ میں چلی آئی۔۔۔دماغ اکسا رہا تھا کہ ابھی کے ابھی واپس چلی جائے ورنہ مومن سمجھے گا مر رہی ہے میرے بنا اور دل قدموں کو جکڑے ہوئے تھا، کہتا تھا کہ ایک بار اس ظالم کو دیکھ لو۔۔۔

" اپیا۔۔۔!" سیف نے ماحور کو آواز دی تو وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔۔۔" آپ اب آ ہی گئی ہیں تو مل لیں مومن بھائی سے۔۔۔مجھے معلوم ہے کہ آپ عادل انکل کے لیے آئی ہوں گی مگر مناسب نہیں لگتا کہ اب ملے بنا چلی جائیں۔۔۔آخر گولی لگی تھی اور سالک بھائی کو بچانے کی خاطر ہی انہوں نے یہ اذیت اٹھائی ہے۔۔۔!" سیف کا لہجہ جتاتا ہوا نہیں تھا مگر اسے لگا۔۔۔وہ نخوت سے ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔۔۔

" دیکھ لیتی ہوں۔۔۔مگر میں رکوں گی نہیں زیادہ۔۔۔گھر پر دادی انتظار کر رہی ہوں گی میرا۔۔۔!" وہ کہتی ہوئی سیدھا اندر کمرے میں گھس گئی۔۔۔اس کے انداز میں بے چینی اور عجلت تھی جو ان سب کو صاف طور پر محسوس ہوئی۔۔۔

کمرے کے اندر بلکل خاموشی تھی۔۔۔اس کی نگاہوں کے بلکل سامنے مومن بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔۔۔وہ اپنے دھڑکتے دل کو قابو کرتی چند قدم چل کر اس سے قریب ہوئی۔۔۔مومن نے آہٹ محسوس کی تو یونہی آنکھیں موندے ہوئے بولا۔۔۔

" دادا۔۔۔آپ پھر آ گئے، کہا بھی ہے گھر رہیں اب۔۔۔آپ کے لیے اتنی بے آرامی اچھی نہیں۔۔۔کل پرسوں تک میں بھی گھر آ ہی جاؤں گا۔۔۔!" وہ سمجھا تھا کہ دادا کمرے میں داخل ہوئے ہیں جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی شاویز کے ساتھ گھر گئے

تھے۔۔۔ماحور نے تھوک نگل کر گلا تر کیا۔۔۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے۔۔۔مگر اب اندر آ گئی تھی تو گونگی بن کر کب تک کھڑی رہتی۔۔۔

"کیسے ہو تم۔۔۔مومن۔۔!" اس نے حال پوچھ کر ایک ذرا توقف کے بعد اس کا نام پکارا تو مومن نے پٹ سے آنکھیں کھول لیں۔۔۔اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ابھی بند آنکھوں سے جسے دیکھ رہا تھا وہ یوں سامنے آ کھڑی ہو گی۔۔۔اس نے دل کی خوشی کو قابو کیا کیونکہ بے قابو ہونے کا فائدہ ہی کیا تھا بھلا۔۔۔وہ کون سا سدا کے لیے اس کے پاس آ گئی تھی۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔آپ کیسی ہیں ماحور۔۔۔اور خیریت یہاں کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" لہجے کو حتی الوسع بیگانگی کا کوٹ کر کے اس نے پوچھا تو ماحور کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔۔۔وہ توقع کر رہی تھی کہ مومن کا چہرہ اسے دیکھ کر کھل اٹھے گا مگر وہ تو یوں ملا تھا جیسے اس کا آنا بھی اسے پسند نا آیا ہو۔۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔عادل انکل کا پتا لینے آئی تھی ،سیف کو یہاں کھڑے دیکھا تو چلی آئی۔۔۔انفیکٹ میرا تمہیں شکریہ کہنا تو بنتا ہے نا، آخر کو میرے ہونے والے شوہر کی جان بچائی ہے تم نے۔۔۔سوچتی ہوں اگر تم نا ہوتے تو نا جانے کیا ہو جاتا۔۔۔تھینکس مومن۔۔۔تم نے تو احسان کیا مجھ پر۔۔۔!"

دونوں ہی اپنی اپنی کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئے۔۔۔دل میں کچھ تھا زبان پر کچھ۔۔۔نگاہیں ایک دوسرے پر گڑی تھیں جن میں لہراتے رنگ چاہت کا رنگ لیے ہوئے تھے۔۔۔مومن کو اس کی بات پر اشتعال سا آیا اور وہ چیخ کر بولا۔۔۔

"شکریے کی کیا بات مس ماحور۔۔۔سر سالک میرے باس ہیں۔۔۔ان کی جان میں نے آپ کی خاطر نہیں بلکہ انسانیت کے ناتے بچائی ہے۔۔۔ہاں اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو یقینا میری منگیتر کا صدمے سے برا حال ہو جاتا۔۔۔وہ برداشت نا کر پاتی۔۔۔!"

منگیتر کو صدمہ تو جو لگتا سو لگتا، ماحور ایک پل کو صدمے سے گنگ ہو گئی تھی منگیتر کا لفظ سن کر۔۔۔وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔۔۔

"کون منگیتر۔۔۔کس سے ہوئی تمہاری منگنی۔۔۔؟"

"لڑکی سے ہوئی۔۔۔میری پسند ہے وہ۔۔۔انفیکٹ ہم دونوں چاہتے ہیں ایک دوسرے کو۔۔۔بس اگلے ماہ ہی شادی ہے ہماری۔۔۔آپ بھی ضرور آئیے گا مس ماحور۔۔۔!"

"کیوں میں کیوں آؤں گی بھلا۔۔۔ایک تھرڈ کلاس شادی میں میرا کیا کام۔۔۔ویسے بھی تمہاری شادی تک تو میں اور سالک یقینا ہنی مون ٹرپ پر جا چکے ہوں گے۔۔۔یو نو۔۔۔پیرس ،لندن ،کینیڈا۔۔۔بھلا کسے فرصت ہو گی تمہاری پھٹیچر شادی کے بارے میں سوچے۔۔۔!"

اس کے ذہن میں جو بھی ملک آیا منہ سے نام لے دیا۔۔۔ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ اس نے اپنے گلے کو رندھنے سے بمشکل

روک رکھا تھا۔۔۔بہتری اسی میں تھی کہ وہ اب یہاں سے چلی جاتی۔۔۔

" آپ کی غلط فہمی ہے محترمہ۔۔۔میری شادی پھٹیچر نہیں بلکہ یادگار ہوگی۔۔۔اور ہنی مون ٹرپ تو ہمارا ابھی شاندار لوکیشنز پر ہو گا۔۔لیکن آپ کو بتا کر میں اپنی ہونے والی بیوی کو دیا جانے والا سرپرائز اسپائل نہیں کرسکتا۔۔۔بٹ یو ڈونٹ وری۔۔۔میں سر سالک کو پکچرز واٹس ایپ کر دوں گا، وہ آپ کو دکھانا نہیں بھولیں گے۔۔۔!" سالک پاشا کے ساتھ ماحور کے پیرس، لندن اور کینیڈا کی سیروں نے اس کے تخیل میں مرچیں بھر دی تھیں۔۔۔اتنا دل مارا، اپنی زندگی وار دی سر سالک کو، یہ کیا کم تھا جو دل کو مزید مسلنے کے لیے ایسی باتیں کرنے چلی آئی۔۔۔

" بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا سرپرائز مومن تراب۔۔۔تمہاری پکچرز کے لیے یہاں کون مرا جا رہا ہے جو بھیجنے کی بات کر رہے ہو۔۔۔میں نے غلطی کی یہاں آ کر۔۔۔اچھی بھلی سالک کے ساتھ ڈنر پر جا رہی تھی، ذرا وہ بھی فریش ہو جاتے۔۔۔اتنی ٹینشن میں رہے وہ۔۔۔!"

واہ! اتنی عزت۔۔۔مجھے تو کچا چبانے پر رہا کرتی تھی۔۔۔اور سر سالک اس کے" ان کے، کن کے، کون کے" ہو گئے۔۔۔واہ ماحور بی بی واہ۔۔۔

" ہاں تو جاؤ نا اپنے" وہ" کے ساتھ ڈنر پر۔۔۔یہاں بریانی بٹ رہی تھی کیا۔۔۔چلو پِک لو شاباش۔۔۔میری طبیعت خراب نا کرو۔۔۔!"

اتنے تضحیک آمیز انداز پر ماحور کی آنکھیں جل اٹھیں۔۔۔اس کا دل کیا دھاڑیں مار مار کر روئے کہ یہ ہے وہ ہرجائی جس کو دیکھنے کو مری جا رہی تھی وہ۔۔۔وہ آگے بڑھی اور مومن کے بیڈ کی پائینتی پر رکھے بکے کے ڈھیر میں سے ایک اٹھایا اور پوری قوت سے اچھال کر مومن کو دے مارا۔۔۔اس نے بمشکل دونوں ہاتھ یکدم آگے کر کے خود کا بچاؤ کیا۔۔۔وہ خون آشام نظریں اس پر ڈالتی پلٹی تو دروازے سے اندر آتے دادا اور شاویز سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔۔۔شاویز نے ایک طرف اچھل کو اسے گزرنے کا راستہ دیا جبکہ دادا کی تو اسے دیکھ کر ہی باچھیں چر گئی تھیں۔۔۔ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔۔

" دلہن۔۔۔تم یہاں۔۔۔!"

مومن ان کے ایسا کہنے ہر جزبز ہوا مگر ٹوکنے سے پہلے ہی اس تیز گام نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔۔۔

" مر گئی دلہن۔۔۔اللہ کرے مر ہی جائے دلہن۔۔۔اس کی بھی اور سالک پاشا کی بھی۔۔۔کوئی دلہن نہیں ہے یہاں۔۔۔!"

وہ تیزی سے زوردار آواز میں دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی تو دادا اور شاویز نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھ کر گہرا سانس چھوڑا۔۔۔پھر مومن کو دیکھا جو بکے میں سے نکلے پھولوں میں گھرا بالکل چغد لگ رہا تھا اور ان کی ہنسی نکل گئی۔۔۔

باہر کھڑے سبھی لوگ اتنی تیزی سے ماحور کو نکل کر جاتے ہوئے دیکھتے رہ گئے۔۔۔کسی کی بھی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ یکدم ہوا کیا۔۔۔چند پل یونہی ہونق بنے دیکھتے رہنے کے بعد رائنہ اور ابرش اا ایک ساتھ حرکت میں آئی تھیں اور فٹافٹ اس کے پیچھے لپکیں۔۔۔!

☆......☆......☆

سالک پاشا گرم پانی سے دیر تک شاور لینے کے بعد اپنے بیڈ پر دراز تھا۔۔۔بھورے بالوں میں ابھی بھی نمی چمک رہی تھی۔۔۔چہرے پر گرم پانی کی حرارت نے سرخی سی پیدا کر دی تھی جو اس کے خدوخال کی وجاہت کو زیادہ ابھار رہی تھی۔۔۔سالک بلاشبہ ایسا مرد تھا جس کے لیے تمام عمر آہیں بھری جائیں، تمام عمر بلا توقف جسے چاہا جائے۔۔۔مگر ماحور کا دل موم ہونے میں آتا ہی نہیں تھا۔۔۔وہ مسلسل کروٹیں بدلتے ہوئے اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔۔۔ حالانکہ اس کا خیال تھا کہ کچھ دیر نیند لے کر ہاسپٹل چلا جائے کیونکہ عادل پاشا کے پاس رات کو وہی ہوتا تھا اور وہاں کے انکمفرٹیبل ماحول میں وہ سو نہیں پاتا تھا۔۔۔اور اب یہاں اپنے ہی بیڈ پر ماحور کا تصور بے چین کیے ہوے تھا۔۔۔

"ایسا کیا کروں آخر کہ اس کے دل میں اتر جاؤں۔۔۔؟" یہ سوال سالک پاشا نے خود سے کیا تھا۔۔۔"میرے جیسا مرد آج اس مقام پر ہے کہ دل ہاتھوں میں لیے اس پر نثار ہونے کو تیار بیٹھا ہے اور وہ ہے کہ مجھے ایک نگاہ غلط کے بھی قابل نہیں گردانتی۔۔۔کیا محبت کرنے والے کو ایسی سزا ملا کرتی ہے۔۔۔؟"

"ہاں ملا کرتی ہے۔۔۔تم نے بھی تو دی تھی!"

یہ آواز نا جانے کہاں سے آئی تھی۔۔۔اس نے حیرت سے کہنی کے بل اٹھ کر کمرے میں نگاہ دوڑائی۔۔۔کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ڈریسنگ ٹیبل پر آئینے پر ایک شبیہہ تھی جو ابھر کر واضح ہوتی چلی گئ۔۔۔ابرش راٹھور۔۔۔!

اس کا لاشعور کب سے ابرش کے تخیل کو سینچ رہا تھا وہ سامنے مجسم دکھائی دی۔۔۔

"یہی ہے نا وہ جسے محبت کرنے کی سزا تم نے دی۔۔۔دیکھو آج کس مقام پر ہے کہ تمہاری یادوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے ملک چھوڑ رہی ہے۔۔۔تم نے اس کا درد محسوس نہیں کیا تھا، ماحور تمہارا نہیں کر پاتی۔۔۔ادلے کا بدلہ ہے سالک پاشا۔۔۔!"

ایک بار پھر وہ آواز انتہائی قریب سے ابھری، اسے لگا جیسے اس کے اندر سے آئی ہو۔۔۔

"میں نے ابرش کو دھوکا تو نہیں دیا۔۔۔دھوکہ تو اس نے خود کھایا اپنی بے وقوفی کی وجہ سے۔۔۔کس نے کہا تھا اسے کہ مجھے میسجز کرے۔۔۔مجھ سے طویل چیٹ کرے۔۔۔میں نے اسے جب بھی کال بیک کی اس نے بات نہیں کی۔۔۔پھر مجھے بھی اسی طرح بات چیت کرنے کی عادت سی ہوتی چلی گئ۔۔۔وہ مجھ سے بات کر لیتی تو یہ سب نا ہوتا۔۔۔میں اسے وہیں روک دیتا

۔۔۔اسے بتا دیتا کہ میں اس سے ماحور سمجھ کر بات کر رہا تھا۔۔۔پھر یہ سب نا ہوتا شائد۔۔۔!"

"واہ۔۔۔سالک پاشا واہ۔۔۔یعنی سب کچھ تمہاری مرضی سے ہوتا بس۔۔۔تم ایک لڑکی کے ساتھ انوالو ہوئے بھلے سے تمہیں حقیقت کا علم نہیں تھا مگر تم نے یہ سب کچھ کتنے بھونڈے طریقے سے ختم کیا۔۔۔ابرش راٹھور کوئی دسترخوان نہیں تھی جسے تم سیر ہونے کے بعد لپیٹ کر چلتے بنے۔۔۔وہ جیتی جاگتی ماحور جیسی ہی لڑکی تھی جسے دکھ ہوا، تکلیف ہوئی، اذیت ہوئی بلکل ویسی جیسی آج تمہیں ہو رہی ہے۔۔۔!"

اتنی بے باک اور بے لگام گفتگو ضمیر کیا کرتا ہے۔۔۔ضمیر جاگتا رہے تو شعور بن جاتا ہے سو جائے تو قصور بن جاتا ہے۔۔۔

سالک پاشا نے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں بھینچ کر چھوڑ دیا۔۔۔اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔۔۔آرام کی ضرورت تھی اسے ۔۔۔ابی ہاسپٹل میں تھے۔۔۔ان کو ہوش تک نہیں آیا تھا۔۔۔شادی قریب تھی اور اب وہ کچھ اور سوچ کر خود کو نت نئے عذابوں میں دھکیل نہیں سکتا تھا۔۔۔اس نے سائیڈ ٹیبل لیمپ بجھایا اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔۔۔!

☆......☆......☆

دادا خشمگیں نگاہوں سے پوتے کو دیکھ رہے تھے جو آنکھیں موندے سوتا بن ہوا تھا حالانکہ دادا کی گرم گرم نگاہوں کی تپش اسے اپنے چہرے پر اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔۔۔اس کی طبیعت اب بہت بہتر تھی۔۔۔ایک دو بار اٹھ کر بیٹھا بھی تھا۔۔۔امید تھی کہ جلد ڈسچارج ہو جائے گا۔۔۔شاویز قریبی کاؤچ پر بیٹھا اس کے لیے لائے گئے پھلوں میں سے سیب نکال کر کھا رہا تھا اور آنکھوں میں خونخواری بھر کر اسے بھی گھور رہا تھا۔۔۔

"کیوں لڑ رہا تھا تو اس بچی سے مومن۔۔۔؟" بلآخر وہ زچ ہو کر بول ہی پڑے۔۔۔مومن نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور چمک کر بولا۔۔۔

"میں نہیں لڑ رہا تھا دادا۔۔۔وہ خود لڑی مجھ سے۔۔۔خود ہی ملنے آئی تھی، میں نے نہیں بلوایا تھا کہ آؤ اور اپنی توپ کے آگے مجھے باندھ کر لفظوں کے گولے داغو مجھ پر۔۔۔!"

"بکواس بند کر مومن۔۔۔میں نے تو تیری زبان چلتے سنی۔۔۔ٹر ٹر کر رہا تھا۔۔۔!"

"حد ہی ہو گئی دادا۔۔آپ کو میری ٹر ٹر تو سنائی دے گئی اس کی قینچی کی طرح چلتی چر چر نہیں سنائی دی۔۔۔میرے کان کتر دیے اس نے۔۔۔مفت میں وہ بھی۔۔۔!"

"دادا۔۔۔یہ ایسے نہیں چپ ہو گا۔۔۔بہتر ہے کہ اسے بولتی بند کرنے کا سیرپ دے ہی دیں۔۔۔!" شاویز نے سیب کو بھنبھوڑتے ہوئے دادا کو مشورہ دیا تو مومن نے بھنویں اچکا کر اسے طنزیہ گھورا اور بولا۔۔۔

" مینڈکی کو زکام ہوتا دیکھنے کی سعادت آخر کار میں نے بھی حاصل کر ہی لی۔۔۔اپنا منہ بند کر کے بیٹھ موٹے ورنہ تیرے سالوں میں سے کسی ایک کو فون کر کے بول دینا میں نے کہ تو باہر تانک جھانک کرتا ہے تو تیری دونوں آنکھوں میں سریے ٹھونک دینے ہیں انہوں نے۔۔۔بڑا آیا۔۔۔!"

ایسی کڑی اور خوفناک دھمکی سن کر شاویز کی آنکھیں پھٹنے کے قریب آ گئیں۔۔۔وہ سکتے کے عالم میں چند پل اسے دیکھتا رہا اور پھر اسی کیفیت میں دوبارہ دادا سے مخاطب ہوا۔۔۔

" دادا۔۔۔! دے دیں سیرپ۔۔۔!" اور ساتھ ہی تاثرات نارمل کرتے ہوئے دوبارہ کچر کچر سیب کھانے لگا۔۔۔مومن محض دانت پیس کر رہ گیا۔۔۔

" دیکھ مومن۔۔۔!" دادا نے گلا کھنکھارتے ہوئے چھڑی کو ہتھیلی میں گول گول گھمایا اور اس کی طرف دیکھا۔۔۔" میں اب مزید نہیں رک سکتا مومن۔۔۔پہلے ہی تیری شادی دیکھنے کو ترس چکا ہوں میں، اب جو یکدم حالات ہوئے ہیں، ان میں بہتر ہے کہ تیری شادی کر دوں۔۔۔ماحور کو دیکھ کر میرا ارادہ مزید پکا ہو گیا ہے۔۔۔میں تیرے سسرال والوں کے ہاں سے ہی ہو کر آ رہا ہوں۔۔۔وہ پریشان تھے تیری طرف سے۔۔۔آنا چاہ رہے تھے میں نے روک دیا ابھی۔۔۔لیکن شادی کی تاریخ پکی کر آیا ہوں۔۔۔چڑھے ماہ کے پہلے ہفتے میں۔۔۔بس وہی دن ہوں گے تیرے بیاہ کے بھی جب سالک کی شادی ہو گی۔۔۔ناہم اس کی شادی میں جا کر دل جلائیں ناوہ ہمارے ہاں آ کر تکلیف کا سبب بنے۔۔۔اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔۔تجھے اگر انکار ہے تو میں مرتے دم تک کلام نہیں کروں گا تجھ سے۔۔۔کہہ دیا تو سو کہہ دیا۔۔۔!"

اور مومن کے پاس ایک لفظ بھی جواب میں کہنے کو نہیں بچا۔۔۔ٹھیک ہے دادا نے اپنی مرضی سے منگنی کر دی۔۔۔لیکن اب شادی۔۔۔وہ بھی یوں اچانک۔۔۔وہ ذہنی طور پر ہرگز تیار نہیں تھا۔۔۔یہ تو جبر تھا جس پر صبر کرنا بہت مشکل تھا۔۔۔اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے دادا کو دیکھا اور کمبل سر تک تان لیا۔۔۔شاویز اور دادا کی معنی خیز نظریں ایک دوسرے سے متصادم ہوتی رہیں۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ گھٹنوں میں سر دیے بیڈ سے ٹیک لگائے فرش پر بیٹھی تھی۔۔۔اندر جھولی میں آنسو ایک قطار میں گر رہے تھے۔۔۔مومن کے ہاتھوں جو ذلت اٹھوا کر آئی تھی اس کا قلق جان نکال لینے کے در پر تھا۔۔۔وہ کسی کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی مگر رائنہ، ابرش اور دادی اس کے بلکل سامنے پرانے بوسیدہ کاؤچ پر مہارانیوں کی طرح بیٹھیں اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے ابھی وہ اٹھ کر کھتک کرنے والی ہو۔۔۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا تینوں کو ایک دم وہاں سے غائب کر دے۔۔۔

"اب کیوں رو رہی ہو۔۔۔تمہیں ہی پڑی تھی جانے کی مومن سے ملنے کے لیے۔۔۔کیا تھا نا منع میں نے۔۔۔مگر تم کون سا سنتی ہو میری۔۔۔بلکل اپنے ماں باپ پر پڑی ہو۔۔۔!"

زلیخا دادی دونوں بازو سینے پر لپیٹے اسے گھرکتے ہوئے بولیں تو ابرش نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔مگر اگلی باری رائنہ کی تھی جسے کوئی مائی کا لعل چپ نہیں کرا سکتا تھا۔۔۔

"ہاں تو صحیح کہہ رہی ہیں نا دادی۔۔۔کس حکیم نے مشورہ دیا تھا اسے بیمار کی عیادت کا۔۔۔بولا تھا میں نے بھی۔۔۔بولا تھا کہ ماہی سوچ لو۔۔۔ایسا نا ہو کہ جا کر پچھتاؤ۔۔۔مگر یہ سوہنی بنی نکل کھڑی ہوئی کچے گھڑے پر اور ماہیوال نے ڈوبنے سے پہلے وٹہ مار کر گھڑا ہی توڑ ڈالا۔۔۔!"

ماحور کے رونے میں مزید شدت آچکی تھی۔۔۔ابرش حیرت سے زلیخا دادی اور رائنہ کو دیکھ رہی تھی جو اس کی ابتر حالت کی پرواہ کیے بغیر بے نقط سنائے جا رہی تھیں۔۔۔

"سوچیں دادی۔۔۔کیا بنتا جو اگر سالک پاشا کو شک بھی ہو جاتا کہ یہ مومن سے ملنے وہاں آئی ہے۔۔۔سوچیں بس۔۔۔ایک بار سوچیں۔۔۔وہ تو اچھا ہوا کہ ہمارے آنے سے پہلے وہ گھر جانے کے لیے نکل رہا تھا اور ناعمہ آنٹی کے اصرار پر چلا بھی گیا ورنہ اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی تماشا لگانے میں۔۔۔!"

رائنہ اپنے گھٹنے پر ہاتھ پھیر پھیر کر دہائی دینے والے انداز میں بولے چلی جا رہی تھی۔۔۔سالک کے ذکر پر ابرش کی نگاہوں کے سامنے اس کا سراپا لہرایا۔۔۔وہ نظریں جو اس کی نظروں سے چار ہوئی تھیں، یاد آئیں تو سنسناہٹ سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔۔۔وہ ان نگاہوں کا مفہوم نہیں جانتی تھی مگر وہ اتنی گہری تھیں جیسے اس کے اندر تک اتر جانا چاہتی ہوں۔۔۔اس نے بے چارگی سے ماحور کو دیکھا جو رونے کے باعث جھٹکے کھا رہی تھی مگر زلیخا دادی اور رائنہ کو چنداں فرق نہیں پڑ رہا تھا۔۔۔بلکہ انہوں نے قریب رکھی ٹرے میں دھری تھرماس سے چائے کپوں میں انڈیلنی شروع کی۔۔۔

ماحور کے دل کا درد مزید بڑھ گیا۔۔۔مومن کا ذلت آمیز رویہ اسے جیتے جی مار گیا تھا۔۔۔وہ جو اس خوش فہمی میں وہاں گئی تھی کہ شاید مومن اسے دیکھ کر خوش ہو اور مارے خوشی کے اس سے کہے گا کہ ماہی میں غلط تھا، میں تمہارے بنا نہیں جی سکتا، مجھ سے غلطی ہو گئی، چلو وہیں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے ادھورا چھوڑا تھا۔۔۔مگر اس نے تو اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا۔۔۔وہ ارزاں ہو گئی تھی۔۔۔اپنی ہی نظروں میں بے وقعت ہو گئی تھی۔۔۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی مومن۔۔۔کبھی بھی نہیں۔۔۔!"

شکوہ اس کے سینے میں کرلا کر وہیں اوندھے منہ سسکنے لگا۔۔۔اس کے اندر باہر بس سسکاریاں ہی گونج رہی تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

زندگی بڑی عجیب شے ہے۔۔۔انسان کو اس دھوکے میں رکھتی ہے کہ وہ اس کی زرخرید ہے جیسے چاہے برتے جیسے چاہے روند دے۔۔۔پھر ایک دم اچانک انجانے میں پچھاڑ دیتی ہے۔۔۔وہ داؤ کھیلتی ہے جو تمام عمر گرو کی طرح اپنے چیلے سے پوشیدہ رکھتی ہے۔۔۔جب وقت آتا ہے تو کھیل جاتی ہے۔۔۔چاروں شانے چت کر ڈالتی ہے۔۔۔یہی زندگی کا وہ وار ہے جس سے سنبھلنا قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔۔۔

چھت کو گھورتے ہوئے ان کو اپنا دماغ کسی شفاف سلیٹ کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔۔۔یہ تک یاد نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ ہوا کیا تھا۔۔۔کانوں میں آتی آوازیں ایسی تھیں جیسے بہت سی مکھیاں ان کے سر پر بھنبھنا رہی ہوں۔۔۔کسی کے ہاتھ ان کی پیشانی، چہرے، کندھے، بازوؤں کو چھو رہے تھے مگر یہ چھیڑ چھاڑ انہیں کسی آرے کی کاٹ سے کم محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔پر وہ بول نہیں پا رہے تھے۔۔۔وہ چاہ کر بھی کسی کا ہاتھ جھٹک نہیں پا رہے تھے۔۔۔انہوں نے اذیت کی انتہا پر جاتے ہوئے چلانا چاہا مگر آواز جیسے حلق میں گھونٹ دی گئی تھی۔۔۔وہ اپنی انگلی کی جنبش سے منع کرنا چاہ رہے تھے کہ خدارا! مجھے مت چھوؤ مگر بے بس تھے۔۔۔ان کے سینے پر انجانا بوجھ تھا۔۔۔کوئی ان کی ہر سانس کو نکلنے سے پہلے شکنجے میں کستا پھر آزاد کر دیتا تھا۔۔۔ان کی رگوں میں لاوا بھر دیا گیا تھا۔۔۔جو اپنی حرکت کے ساتھ ان کے پورے جسم کو راکھ بناتا جا رہا تھا۔۔۔کوئی ان کا کرب جان نہیں سکتا تھا، کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔۔۔انہوں نے اپنی کھلی آنکھوں کو گھمانا چاہا تو وہ بھی ان کے اختیار سے باہر ہو چکی تھیں۔۔۔وہ اپنی پلکوں تک کو جنبش نہیں دے پا رہے تھے۔۔۔شائد ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔۔۔ان کی جان نکلنے والی تھی جبھی تو ان کی ٹانگیں بے جان لوتھڑے کی طرح پڑی تھیں۔۔۔ان کی سماعتیں سن تھیں۔۔۔ارد گرد کی کوئی آواز ان کے کان سننے سے قاصر تھے۔۔۔تبھی ایکدم سے ان کے اوپر دو تین چہرے جھکے۔۔۔انہوں نے اپنی پوری کوشش سے ان پر نگاہیں ٹکانی چاہیں تو وہ معمولی سے کامیاب ہوئے تھے۔۔۔وہ شائد ان چہروں کو پہچانتے تھے۔۔۔انہوں نے اپنے ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی کہ آخر انہیں کیا ہوا ہے۔۔۔وہ اس طرح معذوروں کی سی حالت میں کیوں ہیں۔۔۔ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔۔۔مگر وہ کچھ بھی یاد نہیں کر پائے۔۔۔اسی وقت ان کے بازو میں جیسے کوئی زہریلا ڈنک اتر گیا۔۔۔کوئی شے اتنی شدت سے انہیں چبھی تھی کہ انہوں نے چلانے کے لیے حلق سے آواز نکالنی چاہی مگر پھندا پڑ گیا۔۔۔ان کا سانس اٹکنے لگا۔۔۔اپنے اوپر جھکے چہروں کو پریشانی سے خود کو دیکھتا پایا اور پھر کسی نے ان کے ناک اور منہ پر ایک خول سا چڑھا کر بند کر دیا۔۔۔ان کی تھکی ہوئی آنکھیں دوبارہ بند ہو چکی تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

ڈاکٹرز کا پینل عادل پاشا کا کیس ڈسکس کر رہا تھا۔۔۔عادل پاشا کوئی چھوٹا نام نہیں تھا۔۔۔شہر کی معروف شخصیت تھے۔۔۔ان کے لیے قابل ترین ڈاکٹرز کی ٹیم تشکیل دی گئی تھی۔۔۔جب سے ڈاکٹر نے عادل پاشا کی صحت مندی کے حوالے سے

شکوک کا اظہار کیا تھا تب سے سالک پاشا نے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی تھی خود پر۔۔۔ وہ نہایت پریشانی کے عالم میں اس وقت ڈاکٹر اصغر کے آفس میں موجود تھا جنہوں نے ابی کا آپریشن کیا تھا۔۔۔

"سالک! آپ کے فادر کی فزیکل کنڈیشن کے حوالے سے ابھی ہم شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔۔۔ انہیں ہوش ضرور آیا ہے، بظاہر آپریشن کامیاب رہا ہے مگر ابھی حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔۔۔ بلٹس مسٹر عادل کی ریڑھ کی ہڈی میں پیوست ہوئی تھیں، اس کی وجہ سے ان کی ٹانگیں بے کار ہو سکتی ہیں۔۔۔ ہماری ٹانگوں میں جو نروز ہوتی ہیں وہ ریڑھ کی ہڈی سے گزر کر جاتی ہیں۔۔۔ ریڑھ کی ہڈی کے اندر اسپائنل کورڈ ہوتی ہے اگر وہ ڈیمج ہو جائے تو انسان چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔۔۔ اور افسوس ناک بات یہی ہے کہ وہ اپنی ٹانگوں کو حرکت نہیں دے پا رہے۔۔۔ یعنی کہ جس بات کا ڈر تھا وہ ممکن ہے کہ ہمارے سامنے آ جائے۔۔۔ آپ کے اصرار پر ہم نے ڈاکٹرز کا پینل بٹھایا ہے لیکن۔۔۔" ڈاکٹر اصغر سالک پاشا کی متغیر رنگت دیکھ کر پل بھر کو خاموش ہوئے اور پھر قدرے سنبھل کر بولے۔۔۔ "لیٹس ہوپ فار دا بیسٹ۔۔!"

یہ سب بہت اچانک اور غیر متوقع تھا۔۔۔ ابی کو ایسی حالت میں دیکھنا سالک پاشا کے لیے آسان ہرگز نہیں تھا۔۔۔ فی الحال اس نے یہ بات ناعمہ پاشا سے چھپا لی تھی۔۔۔ اصل میں وہ خود اس قدر شاکڈ تھا کہ اسے سنبھلنے کے لیے تھوڑا وقت چاہیے تھا۔۔۔ اس نے فوری طور پر انٹرنیٹ کے ذریعے باہر کے ممالک کے قابل ترین ڈاکٹرز کو اپروچ کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ ان کو ابی کی کیس ہسٹری ای میل کی تھی۔۔۔ سبھی کی طرف سے تقریباً وہی جواب ملا تھا جو ڈاکٹر اصغر نے کہا تھا۔۔۔ وہ مایوس ہو چلا تھا۔۔۔

تین دن ہو چکے تھے اسے نا وہ ڈھنگ سے سو پایا تھا نا کچھ کھا ہی سکا تھا۔۔۔ کل مومن تراب کو بھی ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔۔۔ وہ خود اپنی گاڑی میں اسے گھر چھوڑ کر آیا تھا۔۔۔ دادا اور شاویز نے اس کی صحت یابی کی خوشی میں گھر کا کونا کونا سجا رکھا تھا۔۔۔ وہ محض دل و دماغ پر طاری بوجھ سے چھٹکارہ پانے کے لیے کتنا ہی وقت وہاں بتا کر گیا تھا۔۔۔ شاویز کی بے سروپا باتیں اور دادا کی ٹوک وحجت، ساتھ ساتھ چھڑی سے شاویز کی دھلائی۔۔۔ مومن کے نخرے جو دادا بصد شوق اٹھا رہے تھے۔۔۔ ایک عجیب قسم کا احساس محرومی اس کے اندر اٹھا تھا۔۔۔ بہرحال وہ کھانا کھا کر اور قدرے فریش ہو کر وہاں سے ہاسپٹل آیا تھا۔۔۔ جہاں ایک بار پھر وہی منظر تھا جو اس کے اعصاب کے لیے امتحان بنا ہوا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ مکمل ہوش میں آ چکے تھے۔۔۔ ان کی سماعت اور بصارت سب ٹھیک سے کام کر رہی تھیں۔۔۔ لیکن چپ ان کی اختیاری تھی۔۔۔ وہ نا کسی سے کوئی بات کر رہے تھے نا کسی بات کا جواب دے رہے تھے۔۔۔ سالک پاشا خوش تھا کہ انہوں نے دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد ہنگامہ نہیں کیا جس کی ان سے توقع تھی۔۔۔ جس وقت وہ ہوش میں آئے تھے ناعمہ پاشا اور سالک ان کے پاس

ہی موجود تھے۔۔۔انہوں نے آنکھیں گھما گھما کر کمرے کا جائزہ لیا تھا اور پھر سالک پر نگاہ پڑتے ہی ایک سکون سا ان کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔۔۔سالک ان کا ہاتھ تھامے کتنی دیر بیٹھا رہا۔۔۔اسے چوم کر آنکھوں سے لگا تا رہا۔۔۔بے شک انہوں نے جو بھی کیا تھا مگر سالک کا دل نسبتاً نرم ہو چکا تھا اور بلاشبہ اس میں ہاتھ دادا کا تھا تھا۔۔۔عادل پاشا نے اپنے بازوؤں کو جنبش دی، گردن کو سرکو اور پھر جب وہ ٹانگوں کو حرکت دینے لگے تو ان کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے۔۔۔پہلے شدید بے چینی اور پھر خوف دونوں نے انکے چہرے کی ہیئت بدل دی۔۔۔وہ حواس باختہ ہوئے بہت عجیب سے دکھائی دے رہے تھے۔۔۔

"میری ٹانگیں سالک۔۔۔میری ٹانگیں نہیں ہیں۔۔۔میں انہیں ہلا نہیں پا رہا۔۔۔سالک۔۔۔سالک میری ٹانگیں۔۔۔"

وہ لگاتار چلانے لگے تھے۔۔۔ڈاکٹر کو فوراً بلایا گیا کیونکہ سالک کے لیے انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا اس دوران ایک کونے پر کھڑیں، ڈاکٹر کو انہیں سکون آور انجیکشن لگاتے دیکھتی رہیں مگر ایک قدم بھی عادل پاشا کے بیڈ کی جانب نہیں اٹھایا تھا۔۔۔ان کا چہرہ اس قدر سپاٹ تھا کہ اگر وہ خود کو آئینے میں دیکھتیں تو پہچان نا پاتیں۔۔۔کئی گھنٹے عادل پاشا دوبارہ دنیا و مافیہا سے بے خبر رہنے کے بعد جب ہوش میں آئے تو ان کا ردعمل خلاف توقع تھا۔۔۔وہ یک ٹک چھت کو گھورتے بالکل خاموش تھے۔۔۔سالک ان سے کتنی ہی دیر باتیں کرتا رہا تھا۔۔۔ناعمہ اس دوران کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔۔۔وہ لمبے لمبے سانس لیتیں کاریڈور ناپتی رہیں۔۔۔بلآخر جب سالک انہیں بتا کر کچھ دیر کے لیے کسی کام سے چلا گیا تو وہ خود پر ضبط کرتی اندر داخل ہوئیں۔۔۔عادل پاشا ہنوز چھت کو گھور رہے تھے۔۔۔ان کے نیم وا ہونٹ اور ساکت چہرہ دیکھ کر مردے کا گمان ہوتا تھا۔۔۔وہ چلتی ہوئی ان کے قریب رکھی چیئر پر آ بیٹھیں۔۔۔ان کے کنیولا لگے ہاتھ پر انہوں نے ایسے انگلی بجائی جیسے دروازہ بجاتے ہیں۔۔۔عادل پاشا نے پہلی بار چونک کر گردن گھمائی اور انہیں دیکھا۔۔۔ان کی آنکھوں میں حیرت کی رمق جاگی مگر وہ بولے کچھ بھی نہیں۔۔۔یقیناً ناعمہ پاشا کی اس عجیب و غریب جسارت پر وہ دنگ رہے ہوں گے۔۔۔ناعمہ کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آ کر ٹھہر گئی۔۔۔وہ اپنی ٹھوڑی اچکاتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں بولیں۔۔۔

"کیسا لگ رہا ہے پاشا۔۔۔یوں بے بس۔۔۔لاچار اور اپاہج ہو کر۔۔۔؟ یقیناً اس وقت آپ کا دل کر رہا ہو گا کہ ساری دنیا کو آگ لگا دیں۔۔۔بھسم کر دیں۔۔۔جن کی وجہ سے آپ کی یہ حالت ہوئی ہے انہیں تگنی کا ناچ نچا دیں۔۔۔چچ چچ چچ۔۔۔لیکن افسوس پاشا افسوس۔۔۔آپ آج کسی کو کیا ناچ نچائیں گے، آپ تو خود کھڑے ہونے کے بھی قابل نہیں رہے۔۔۔!"

اور حیرت و صدمے کے جتنے استعارے تھے وہ تمام عادل پاشا کی آنکھوں میں آ ٹھہرے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کہہ رہی تھیں یہ سب۔۔۔کیا واقعی۔۔۔؟ انہیں لگ رہا تھا کہ یا تو ان کے کانوں نے غلط سنا ہے یا پھر وہ خواب دیکھ رہے ہیں۔۔۔اس قدر

دل چیر دینے والا لہجہ ناعمہ کا تو کبھی بھی نہیں تھا۔۔۔۔

"کیوں۔۔۔ حیران ہو رہے ہیں۔۔۔" انہیں خود پر نظریں گاڑے دیکھ کر وہ دوبارہ گویا ہوئیں "یقین نہیں آ رہا نا۔۔۔ مجھے بھی نہیں آیا تھا جب میں نے پہلی بار یہ جانا تھا کہ میری عقیل مغل سے طلاق ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت آپ نے کروائی۔۔۔ یقین مجھے بھی نہیں آیا تھا جب مجھے یہ پتا چلا کہ آپ نے میری بیٹی پر جوا لگانے کے لیے آدمی خریدے تھے۔۔۔ یقین مجھے بھی نہیں آیا تھا جب مجھے پتا چلا کہ ایک بار پھر آپ نے برباد کر دینے کے لیے عقیل مغل ہی کو چنا۔۔۔ مومن تراب کو راستے سے ہٹا دینے کی باتیں اور میری بیٹی کے خلاف زہر اگلتی گفتگو نے بھی مجھے یقین کر لینے سے روکے رکھا تاوقتیکہ میں نے آپ ہی کے بیٹے کے منہ سے یہ نہیں سن لیا کہ آپ ماحور کو مروانے والے تھے۔۔۔ آپ محض اپنے بیٹے سے شادی نا ہونے دینے کے لیے میری بیٹی کو موت کے گھاٹ اتارنے لگے تھے۔۔۔ واہ پاشا واہ۔۔۔" انہوں نے زوردار تالی پیٹ کر انہیں شاباش دی۔۔۔ عادل پاشا کی رنگت اس قدر زرد ہو چکی تھی جیسے کسی نے ان کی نس نس سے خون نچوڑ ڈالا ہو۔۔۔ "میری ساری عمر اپنے بچوں سے دور کٹی پاشا، میں نے اس پر صبر کیا۔۔۔ عقیل مغل میری پہلی اور آخری محبت تھا جو آپ کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گیا، میں اس صدمے کو بھی سہہ گئی۔۔۔ میں اپنی اولاد سے دور دیارِ غیر میں کئی سال آپ کے ساتھ گزار آئی، ان تمام سالوں کی تمام راتوں میں بہنے والے میرے آنسوؤں نے میرے دل پر برف جما دی، میں نے برداشت کی حد کر دی۔۔۔ مگر اب آپ نے میرے کلیجے کو اپنے پیروں تلے مسلنے کی کوشش کی تھی پاشا، میں اتنا ظرف کہاں سے لاتی کہ اب کی بار بھی چپ کر کے سہہ جاتی۔۔۔ میں نے ایک طویل عرصہ آپ کی سن کر، مان کر گزارا ہے، آپ نے مکڑے کی طرح میرے گرد خوف کا جو جال بنا اس میں، میں پھڑ پھڑاتی رہی پر اب وہ تمام تار ٹوٹ گئے پاشا۔۔۔ اب آپ کا کھیل ختم۔۔۔ قدرت نے کیسا انتقام لیا آپ سے۔۔۔ آپ میری پھول سی بچی کو مسلنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے، میرے رب نے آپ کو اپنی ہی چال کا شکار کر دیا۔۔۔ آنے والی تمام زندگی کے لیے آپ کو بستر مبارک ہو پاشا۔۔۔ آپ کو لاچار اور اپاہج ہو کر رہنا نصیب ہوا ہے، میری دعا ہے کہ یہ سعادت آپ سے کبھی نا چھینی جائے۔۔۔ رہ گئی میری بات، تو پاشا میں اب مزید آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔۔۔ آپ کے بیٹے نے چوبیس گھنٹوں کے لیے دو میل نرسز کا انتظام کیا ہے آپ کے لیے۔۔۔ اب وہی آپ کی دیکھ بھال کریں گے۔۔۔ میں اپنے بچوں کے پاس لوٹ رہی ہوں۔۔۔ ماحور کی شادی کے بعد انہیں میری ضرورت ہو گی۔۔۔ میں انہیں اب کسی قیمت پر اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔۔۔ ویسے بھی اکیلا رہنے کی باری اب آپ کی ہے۔۔۔ اور قدرت کے انتقام کے بعد آپ کو سزا دینے کا کچھ حق میرا بھی ہے اور اس سے بڑی سزا میں جانتی ہوں کہ آپ کے لیے کوئی بھی نہیں کہ میں آپ کو چھوڑے جا رہی ہوں۔۔۔!"

الفاظ تھے یا بارود جنہوں نے عادل پاشا کے زخمی وجود کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے تھے۔۔۔ ناعمہ پاشا کی ایسی سنگدلی تو

انہوں نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کی تھی۔۔۔وہ کمرے سے جا چکی تھیں، یہ دیکھے بنا کہ عادل پاشا کی آنکھوں سے آنسو ایک قطار کی صورت اس تیزی سے بہتے چلے آ رہے تھے جیسے ساری عمر کا جمع شدہ پانی ایک ہی بار میں ختم ہو جائے گا۔۔۔وہ رو رہے تھے۔۔۔بے آواز۔۔۔ان کے پاس گویائی کی طاقت تھی مگر الفاظ سلب ہو گئے تھے، پکار حلق میں اٹک گئی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا، ان کی اولین چاہت اور جنونی محبت آج ان سے روٹھ کر چلی گئی تھی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔انہون نے آنکھیں میچ کر تمنا کی کہ انہیں موت آ جائے۔۔۔ناعمہ کے بنا ان کی زندگی موت سے بدتر تھی مگر جو سزا ان کے لیے تفویض ہو چکی تھی وہ اب انہیں آخری سانس تک کاٹنی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

زلیخا دادی کو ناعمہ پاشا نے شادی کی تیاریاں جاری رکھنے کا کہا تھا۔۔۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ مقررہ وقت سے ایک دن بھی آگے پیچھے ہو۔۔۔

"چاچی۔۔۔! ماحور اور سالک کی شادی میری زندگی کی آخری بڑی خواہش ہے۔۔۔اور چاہے کچھ بھی ہو جائے میں یہ شادی انہی تاریخوں میں کروا کر رہوں گی۔۔۔!"

ناعمہ پاشا کی اس بات نے زلیخا دادی کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔۔۔وہ چپ نہیں رہ سکیں تھیں۔

"نمو اتنی من مانی اچھی نہیں ہوتی۔۔۔تمہارا شوہر اور سالک کا باپ ہاسپٹل پڑا ہے۔۔۔ڈاکٹر خاص امید نہیں دلا رہے۔۔۔تم ذرا ٹھہر جاؤ بیٹا۔۔۔یہ تو بہت نامناسب بات ہو گی۔۔۔ماہی کہیں بھاگی نہیں جا رہی۔۔۔!"

"عادل پاشا کے لیے تو مجھے کسی صورت رکنا بھی نہیں چاچی۔۔۔وہ پہلے کون سا راضی تھے جواب نا ہوں گے تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔۔۔اور ویسے بھی ڈاکٹرز نے انہیں اس ہفتے ڈسچارج کر دینا ہے۔۔۔ان کی حتمی رپورٹس یہی کہتی ہیں کہ عادل پاشا اب کبھی بھی چل پھر نہیں سکیں گے۔۔۔تو اگر شادی میں شامل ہونا چاہیں گے تو وہیل چیئر ہے نا۔۔۔!"

انہوں نے ابھی زلیخا دادی کو اپنے آنے کا نہیں بتایا تھا۔۔۔کچھ ضروری کام تھے جو وہ عادل پاشا کے گھر شفٹ ہونے سے پہلے نمٹا لینا چاہتی تھیں اور پھر ابھی انہیں سالک کو بھی سب سمجھانا تھا، جو کہ ایک مشکل ترین مرحلہ تھا۔۔۔

زلیخا دادی، ناعمہ پاشا کی اس قدر سخت دلی پر حیران رہ گئیں تھیں۔۔۔بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔لہذا وہ بھی دوبارہ سے شادی کی تیاریوں میں لگ گئیں تھیں۔۔۔رائنہ بے چاری الگ کھپ رہی تھی۔۔۔ماحور نے تو ٹھس بیٹھے رہنے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔۔رائنہ اسے زبردستی گھسیٹتی پھر رہی تھی۔۔۔پارلر جا کر بکنگ کروائی تب بھی گھنگنیاں منہ میں ڈالے بیٹھی رہی۔۔۔ایسا شاندار ڈریس بن کرایا تھا بارات کا کہ نگاہ خیرہ ہوتی تھی مگر اس نے ایک سے دوسری نگاہ ڈالنا گوارا نا کیا۔۔۔

"تمہارا پورا خاندان ہی ضدی ہے ماہی۔۔۔تمہارا ذاتی قصور نہیں ہے اس میں۔۔۔تمہارے جینز میں آئی۔ ہے ضد۔۔۔" رائنہ نے بڑے میٹھے لہجے میں اسے لتاڑا۔۔۔" شادی تو تمہاری ہو کر رہنی ہے بھلے سے اب تم جو مرضی کرتی پھرو۔۔۔بہتر ہے کہ شرافت سے ہمارے ساتھ تعاون کرو ورنہ سالک پاشا تو اس تام جھام کے بنا بھی تمہیں لے کر چلتا بنے گا۔۔۔سمجھی۔۔۔!"

"تم اس قدر کمینی کیوں لگ رہی ہو مجھے رائنہ۔۔۔اتنی بے حس اور سنگدل۔۔۔!" ماحور کو رائنہ کا دوٹوک لب ولہجہ کھلا تو بول پڑی۔۔۔

"وہ اس لیے کیونکہ میں تمہاری طرح احمقوں کی جنت میں نہیں رہتی۔۔۔ہوش کرو ماہی بی بی ہوش۔۔۔مومن نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔۔۔اس کی منگنی ہو چکی ہے۔۔۔مجھے سیف بتا رہا تھا کہ تمہاری شادی کے ساتھ ہی اس کی بھی شادی کے دن ڈالے ہیں اس کے دادا نے۔۔۔تو پھر کس بات کا انتظار ہے تمہیں۔۔۔؟"

"اپنے مرنے کا۔۔۔" وہ آنسو بہاتی بولی۔۔۔

"موت بھی اپنے وقت پر ہی آنی ہے۔۔۔لیکن ماہی ایک بار اپنا برائڈل دیکھ لو واللہ تمہارا دل۔کرے گا مرنا پوسٹ پون کر لوں۔۔۔!"

رائنہ نے چٹخارہ بھرتے ہوئے اسے اکسایا تھا۔۔۔اس کی بے اعتنائی پر ماحور کے اشک بھی جم گئے۔۔۔اس نے ایک دم طیش میں آتے نیچے سے چپلیں اٹھائیں اور باری باری رائنہ کی جانب اچھال دیں جن سے وہ مہارت سے دائیں بائیں اچھلتی بچ گئی۔۔۔ساتھ ہی کیچ کرنے والے انداز میں کھڑی ہو گئی کہ اگر ماحور کچھ اور بھی پھینکنا چاہے تو وہ پکڑ سکے۔۔۔بالآخر ماحور نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا سالٹڈ لیمپ اٹھایا اور دے مارا رائنہ کو۔۔۔اب کے وہ چھلاوے کی طرح کمرے سے باہر تھی۔۔۔لیمپ فرش سے ٹکرا کر چکنا چور ہوا اور ماحور تکیے میں منہ چھپائے ایک بار پھر قسمت کو رونے لگی۔۔۔!

☆......☆......☆

دادا اور شاویز کو جیسے ضد سی ہو گئی تھی۔۔۔دھڑا دھڑ شادی کی تیاریوں میں مگن تھے۔۔۔کبھی مومن کی دلہن کے لیے کوئی چیز لائی جا رہی ہے تو کبھی اس کے زیور کپڑے کا آرڈر دیا جا رہا ہے۔۔۔مومن کا یہ سب دیکھ کر جی جلتا رہا۔۔۔اس نے اپنی منگنی کو قبول کیا تھا مگر اتنی عجلت میں شادی وہ ہضم نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔یہ تو اس کے لیے کسی سزا سے کم نہیں تھا۔۔۔پہلے ہی دن رات سلگتے ہوئے گزرتے تھے یہ سوچ کر کہ ماحور کی شادی کا دن بہت تیزی سے قریب آتا چلا جا رہا تھا۔۔۔اب سے ٹھیک بیس دن بعد وہ ہمیشہ کے لیے سالک پاشا کی ملکیت بن جائے گی۔۔۔وہ اسے یاد کرنے کا بھی حق کھو دے گا۔۔۔دادا نے جان بوجھ کر اس کی شادی کا دن وہی طے کیا تھا تاکہ اس دن وہ اپنی دلہن کے ساتھ موجود ہو اور ماحور کی جدائی میں آنسو نا بہا سکے۔۔۔شاویز نے تو ابھی سے

گدھے کی طرح بھنگڑے کے نام پر دولتیاں چلانی شروع کر دی تھیں۔۔۔

اس وقت وہ اپنے بیڈ پر اوندھا لیٹا بلکہ اوپری دھڑ کو تھوڑا سا لٹکائے، دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے فرش پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔۔۔ذہن سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔۔۔آنکھیں بند کرتا تو ماحور کا سراپا دلہن کے روپ میں نگاہوں کو خیرہ کرنے آ کھڑا ہوتا۔۔۔اور کھولتا تو تب بھی وہ اردگرد پھرتی محسوس ہوتی۔۔۔باہر صحن میں دادا اور شاویز کی آوازیں اتنی بلند تھیں کہ اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں۔۔۔وہ اس کی شادی کی پلاننگز کرتے اسے یکسر فراموش کیے ہوئے تھے۔۔۔اسی اثنا میں باہر گیٹ پر بیل ہوئی تھی۔۔۔اس نے سن کر ان سنی کر دی۔۔۔شاویز نے گیٹ کھولا تھا اور پھر دادا کی جوشیلی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔۔

"آؤ آؤ سالک بیٹا۔۔۔بڑے وقت پر آئے ہو۔۔۔میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔۔۔یہ دیکھو میری ہونے والی بہو کا سامان۔۔۔شاویز کی بھابھی کھجل خوار ہوتی پھر رہی ہے بازاروں میں۔۔۔میں اور یہ غریب شاویز۔۔۔" دادا نے ایک پل رک کر شاویز کے صحت مند وجود کو دیکھا اور دوبارہ بولے۔۔۔" نہیں نہیں غریب نہیں ہے، توبہ استغفار کیا نکل گیا میرے منہ سے۔۔۔یہ غریب کو بھی ہڑپ کر جانے والا شاویز نما نا میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔۔۔میں سامان ٹھکانے لگانے میں ہلکان ہوں اور یہ ڈشکرا ناچ ناچ کر میرے گھر کا صحن اکھاڑ دینے کے در پر ہے۔۔۔رہ گیا مومن۔۔۔تو وہ اس بچے کی طرح روتا ہی رہتا ہے جسے اسکی ماں لیٹرین میں بٹھا کر بھول گئی ہو اور وہ ماں کے انتظار میں دو باریاں لگا چکا ہو۔۔۔نا اٹھنے جوگا نا دھونے جوگا۔۔۔ہائے میرا مومن۔۔۔بیچارہ۔۔۔!"

اور صحن سالک کے اور شاویز کے قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔۔۔اتنی غیر اخلاقی مثال خود پر تھوپے جانے کے بعد مومن چپلیں اڑس کر باہر نکل آیا۔۔۔

"کیا دادا۔۔۔مجھے کسی کو تو منہ دکھانے کے قابل رہنے دیں۔۔۔اور کب رو رہا ہوں میں بھلا۔۔۔میں تو خوش ہوں بہت۔۔۔!" وہ دل پر جبر کرتا مسکراتا ہوا سالک سے گلے ملتے ہوئے بولا۔۔۔

"ویری ویل مومن۔۔۔خوش ہونا بھی چاہیے یار۔۔۔آخر شادی روز روز تو نہیں ہوتی نا۔۔۔اب اپنی شادی پر خوش نہیں ہو گے تو کیا باس کی شادی پر ہو گے۔۔۔!" سالک پاشا نے ہنستے ہوئے باکمال انداز میں دکھتی رگ کو چھیڑا تھا اور کیا خوب چھیڑا تھا۔۔۔مومن کا رواں رواں سلگ اٹھا تھا لیکن وہ جبر کرتا محض مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔۔۔

"چل اسی خوشی میں سالک کے ساتھ جا اور اپنے لیے لاڑے والا لباس خرید کے لا۔۔۔چل شاوا۔۔۔!" دادا نے ایک اور مصیبت اس کے گلے ڈالی۔۔۔وہ شدید جز بز ہوا۔۔۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے دادا۔۔۔چار دن تو رکیں ابھی۔۔۔خرید لوں گا۔۔۔اب کہاں سر کو اپنے ساتھ پریشان کروں گا۔۔۔!"

"ارے نہیں یار۔۔۔میں اسی کام کے لیے تو آیا ہوں۔۔۔میرے ساتھ چلو۔۔۔مجھے بھی تو لینا ہے اپنا ڈریس۔۔اچھا ہے مل کر لے لیں۔۔۔اب جب شادی ایک ساتھ کر رہے ہیں تو تیاری بھی ساتھ ساتھ ہی ہو جائے۔۔۔چلو جلدی کرو۔۔۔واپسی جلدی کرنی ہے کیونکہ ابی کے پاس زیادہ سے زیادہ وقت گزارتا ہوں میں۔۔۔!"

"بہت اچھا کرتے ہو بیٹا۔۔۔اللہ تمہیں سلامت رکھے۔۔۔یہی موقع ہے خدمت کا۔۔۔!" دادا نے خوش ہوتے ہوئے اسے کہا تو وہ دھیما سا مسکرا کر رہ گیا۔۔۔وہ انہیں کیا بتاتا کہ ابی کو ہینڈل کرنا اب کسی آزمائش سے کم نا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا گھر چھوڑ کر جا چکی تھیں۔۔۔وجوہات سے باخبر ہوتے ہوئے بھی اسے دکھ ہوا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے اس سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔۔۔وہ ابی کی ماحور کے خلاف کھیلی جانے والی چال سے واقف ہو جانے کے بعد مزید ان کے ساتھ رہنے بسنے انکاری تھیں۔۔۔اس نے انہیں پھر نہیں روکا۔۔۔زندگی میں پہلی بار ان کے جذبات کا احترام کیا تھا اور اب ان کا بھرم قائم رکھنا چاہتا تھا۔۔۔!

"کدھر کھو گئے آپ سالک صاحب۔۔۔؟ چلیے ہم تیار ہیں۔۔۔!" شاویز نے اس کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے اس کا دھیان بھٹکایا۔۔۔مومن اس کے پیچھے چہرے پر بیزاری سجائے چلنے کو مارے باندھے تیار کھڑا تھا۔۔۔سالک کو ہنسی آ گئی۔۔۔

"یار تم ہو کہ شکل سے ہی لگ رہا ہے رسہ تڑا کر بھاگ لینے کے در پر ہو اور ایک یہ دیکھو بن کہے ساتھ چلنے کو اتاوَلا ہو رہا ہے۔۔۔!" شاویز پر کی گئی پر مزاح چوٹ پر دادا اور مومن دونوں نے لطف لیا۔۔۔شاویز کا منہ بارہ بجے پر پھیلا۔۔۔

"آپ جو مرضی کہیں۔۔۔ساتھ تو میں جاؤں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔۔آپ مومن کو جانتے نہیں، یہ میرے بغیر گواچی گاں کی طرح ہو جاتا ہے۔۔۔جیسے میلے میں ماں سے بچھڑا بچہ۔۔۔جیسے گیسی غبارہ ہاتھ سے چھوٹ جائے تو بچے کی حالت ہوتی ہے وہی مومن کی میرے بنا ہو جاتی ہے۔۔۔!"

"تو شاویز۔۔۔تمہارا رول یقیناً گواچی گاں، ماں اور گیسی غبارے کا ہو سکتا ہے۔۔۔اگر میں غلط نہیں ہوں تو۔۔۔!"

سالک پاشا کے پرسوچ لہجے میں قیافہ لگانے پر شاویز جہاں بدمزہ ہوا تھا وہیں مومن کی طبیعت کا بوجھل پن دور ہوا تھا۔۔۔وہ پوری آمادگی کے ساتھ سالک پاشا کے ہمراہ خریداری کے لیے ہولیا تھا۔۔۔اب جس کے ساتھ تھی ہو چکا تھا جب وہی قسمت میں لکھی تھی تو ناچار دل کڑا کر کے اس کو خوش آمدید کہنے میں کیا جاتا تھا۔۔۔سوائے اک دل بیمار کے۔۔۔!

☆......☆......☆

ماحور اور اس کے بہن بھائیوں کے لیے یہ دن کسی عید سے کم نہیں تھا۔۔۔لاؤنج میں ناعمہ پاشا کے گرد گھیرا ڈالے وہ سب یوں بیٹھے انہیں اشتیاق سے تک رہے تھے جیسے پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔۔۔اتنی ناقابل یقین صورتحال تھی کہ بیان کرنا مشکل تھا۔۔۔لاؤنج میں ایک کونے پر ناعمہ پاشا کے بیگز پڑے تھے۔۔۔وہ آ گئیں تھیں اپنے بچوں کے پاس۔۔۔سب کچھ چھوڑ کر۔۔۔حیرت سی حیرت تھی۔۔۔صرف زلیخا دادی تھیں جو بغور انہیں دیکھ رہی تھیں۔۔۔بظاہر خوش وہ بھی تھیں مگر انہیں ناعمہ پاشا

کا آنا بلا وجہ نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

”امی آپ واقعی آ گئیں ہیں نا۔۔۔!“ زونی نے ناعمہ پاشا کی گود میں چڑھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

”آ گئی ہوں میری جان۔۔۔لمبے عرصے کے لیے یا شاید ہمیشہ کے لیے۔۔۔لیکن اگئی ہوں۔۔۔تمہاری اپیا کی شادی بھی تو کرنی ہے۔۔۔اب میری ضرورت یہاں پر زیادہ ہے۔۔۔تمہارے سالک بھائی نے خود مجھ سے کہا کہ میں تم لوگوں کے پاس جا کر شادی کی ہر تیاری اپنے ہاتھ سے کروں۔۔۔!“

ناعمہ پاشا کی بات سن کر ماحور کی طبیعت مکدر ہوئی مگر وہ اس وقت خود بھی خوش تھی اور باقی سب کی خوشی بھی ملیا میٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

”تو کیا شادی کے بعد آپ چلی جائیں گی امی۔۔۔؟“ جنت نے اندیشوں سے بھرپور لہجے میں دریافت کیا۔۔۔

”کہیں نہیں جا رہی امی تمہاری۔۔“ زلیخا دادی نے جنت کو پچکارا ”چلو اب اٹھو تم سب۔۔۔ماہی تم امی کے لیے اپنے کمرے میں بستر کرو۔۔۔میرے بیڈ کو اپنے بیڈ سے جوڑ لو تو تم، جنت اور نمو آرام سے سو لو گی۔۔۔میں زونی کے ساتھ صوفہ کم بیڈ پر ہو جایا کروں گی۔۔۔بس یہ ٹھیک ہے۔۔۔چلو اب جلدی کرو۔۔۔پھر کھانے کی تیاری کرنی ہے۔۔۔سیف تم جاؤ اور تھوڑا سا چکن لے آؤ۔۔۔چلو شاباش۔۔۔!“

ناعمہ پاشا سمجھ رہی تھیں کہ زلیخا دادی سب کو یہاں سے ہٹانا چاہ رہی ہیں تا کہ ان سے پوچھ تاچھ کر سکیں۔۔۔وہ ذہنی طور پر تیار تھیں۔۔۔سب تتر بتر ہو گئے تو دادی نے پوزیشن سنبھالی اور ناعمہ پاشا سے پوچھا۔۔۔

”ہاں بھئی نمو۔۔۔اب بتانا شروع کر مجھے کہ کیا ہوا ہے۔۔۔ایسے کیسے چلی آئی تُو میاں کو بیماری کی حالت میں بستر پر چھوڑ کر۔۔۔نمو تُو مجھے اتنی آسانی سے نہیں بہلا سکتی۔۔۔!“

”کیا بتاؤں چاچی۔۔۔“ انہوں نے ایک طویل افسردہ سانس خارج کی۔ ”چھوڑ آئی سب۔۔۔عادل پاشا کے ساتھ ایک دن مزید رہتی تو میں خود بستر پر پڑ جاتی۔۔۔چاچی میرے ساتھ جو عادل پاشا نے کیا ہے وہ دشمنی کی آخری حد ہے، اس کے آگے بس جہنم کی وہ کھائی ہے جس میں وہ اپنے ساتھ مجھے بھی لے جاتے مگر میں انہی کو اس میں دھکیل کر آ گئی ہوں۔۔۔!“ صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے وہ بولتی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔دادی کا دل دہل گیا، انہوں نے سینے پر ہاتھ دھر کر مزید سوال کرنا چاہے مگر نمو نے ان سے پہلے ہی سب کچھ بتانا شروع کر دیا۔۔۔زلیخا دادی کی حالت کاٹو تو لہو نہیں والی تھی۔۔۔وہ جوں جوں سن رہی تھیں ان کی رنگت زرد پڑتی جا رہی تھی۔۔۔ان کی ماہی کی جان اتنے عرصے سے مصیبت میں پھنسی تھی اور کسی کو خبر بھی نا ہو سکی۔۔۔اگر اسے کچھ ہو جاتا تو۔۔۔؟ یہ سوچ کر ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔۔۔

”تو نمو اس موئے کے بیٹے نے تجھے روکا نہیں۔۔۔؟“ ساری بات سن کر زلیخا دادی نے سالک پاشا کے موقف کے

بارے میں پوچھا۔۔۔

" روکا تھا چاچی۔۔۔کیسے نا روکتا۔۔۔وہ تو مجھ سے نگاہ نہیں ملا رہا تھا۔۔۔وہ شرمندہ ہے بہت اپنے باپ کے کرتوتوں سے۔۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ میں اس کی سب باتیں سن چکی ہوں۔۔۔لیکن جب میں نے اسے بتایا تو وہ چپ کا چپ رہ گیا، اس کے بعد اس نے مجھے نہیں روکا۔۔۔میں چلی آئی چاچی۔۔۔!"

" اسی کے ساتھ تو تم نے اپنی بیٹی کی شادی طے کر رکھی ہے۔۔۔۔میں تو کہتی ہوں نمو ابھی سوچ لے۔۔۔وقت بیتا نہیں۔۔۔!"

" نہیں چاچی۔۔۔" نمو نے فوراً زلیخا دادی کا ہاتھ تھام کر دبایا۔۔" میں سالک کا دل نہیں توڑ سکتی۔۔۔مجھے معلوم ہے کہ اسے ماہی سے کتنی محبت ہے، وہ اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔۔اگر چاچی وہ خود ہی پیچھے ہٹ جاتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا مگر میں اسے اندھیرے میں رکھ کر دھوکہ نہیں دے سکتی۔۔۔میں اسے بہت مان سے کہہ کر آئی ہوں کہ میں تم سے دور نہیں ہو رہی سالک بلکہ ماہی کے روپ میں ایک بار پھر یہیں آجاؤں گی۔۔۔اس کی آنکھوں کی مانند ہوتی چمک میرے دل کو مٹھی میں لیے ہوئے تھی۔۔۔نہیں چاچی نہیں۔۔۔اب ماہی اسی کی ہے۔۔۔بس۔۔۔!"

زلیخا دادی نے سینے سے ایک ہوکا نکالا اور نمو کا گال محبت سے تھپتھپاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔نمو نے آسودگی کے ساتھ دوبارہ سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں۔۔۔عادل پاشا سے دور ہونے کا فیصلہ کڑا سہی مگر ان کی سزا میں ہی ان کے دل کا اطمینان پوشیدہ تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

سالک پاشا زندگی میں پہلی بار مومن اور شاویز کے ساتھ بازار آیا تھا۔۔۔ورنہ اسے تو بس مالز کے رستوں کا ہی علم تھا۔۔۔مگر یہاں آ کر اسے مزہ آ رہا تھا۔۔۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ مسنگ تھا جو آج اس کے اندر سرایت کر رہا ہے۔۔۔نا ہیلو سر، ہائے سر، ویلکم سر کا مشینی لہجہ نا ہی فکس پرائس کا ٹیگ۔۔۔یہاں تو ہر دکان سے آواز آتی تھی۔ ۔۔۔

" پرا تھوڑا اکٹ کر، ویکھا اپنے اسی تیرے پرانے آون والے۔۔۔ایج تے نئیں کری دا نا۔۔۔!"

(بھائی تھوڑا کم کرو، دیکھو اتنے ہم آپ کے پرانے آنے والے، ایسے تو نہیں کرتے نا۔۔۔)

تو کہیں پہ سیلز مین تھان کے تھان کھولے دے رہے تھے پر جواباً خواتین چٹکیوں میں تھام کر کپڑا پھرولتی اٹھ کھڑی ہوتیں۔۔۔لو جی اب اگلے دکاندار کی شامت۔۔۔!

شاویز نے یہاں پہنچتے ہی زبردستی پہلے فالودہ کھانے کا شور مچایا، مومن کا بھی موڈ بنا اور وہ دونوں سالک کو لے کر گھس گئے چھوٹی سی دکان میں۔۔۔یہاں پردے سے پارٹیشن کی گئی تھی خواتین کے لیے۔۔۔وہ تینوں سامنے ہی پڑی ایک ٹیبل پر بیٹھ

گئے۔۔۔ایک گندے سندے کپڑوں والا درمیانی عمر کا لڑ کا تینوں کے آگے پیالے رکھ گیا۔۔۔سالک سوچ میں پڑ گیا کہ یہ فالودہ کس قدر ان ہائی جینک ہو سکتا ہے مگر جب اس نے مومن اور شاویز کو رغبت سے کھاتے دیکھا تو خود بھی شروع ہوا۔۔۔شاویز کی شڑ شڑ کی آوازیں سن کر اسے لگا شائد اسے ایسے ہی کھایا جاتا ہے۔۔۔خود بھی کوشش کی اور سیدھا حلق میں جا لگا۔۔۔دم الٹا اور مومن کے ہاتھ پیر پھول گئے۔۔۔کمر سہلا کر پانی کے دو گھونٹ پلائے اور سالک سے بولا۔۔۔

"سر۔۔۔یہ موٹا جاہل ہے۔۔۔ایسی چیزیں انسانوں کی طرح کھا ہی نہیں سکتا۔۔۔آپ اسے فالو کرنے کی بجائے اسی طرح کھائیں جیسے ایزی ہیں۔۔۔!"

سالک شرمندہ سا ہوا اور پھر تینوں قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔۔۔یہاں سے پھرتے پھراتے وہ ہر دوسری دکان میں گھستے۔۔۔رش کا لطف اٹھاتے راستے میں آتی لڑکیوں کو آنٹی باجی کہہ کر گزرتے اور ان کی شرربار نگاہوں کا سامنا کرتے تیزی سے آگے بڑھ جاتے۔۔۔مسالے والی شکر قندی، پاپڑی چاٹ اور گولے گنڈے کا لطف سالک نے زندگی میں پہلی بار اٹھایا تھا۔۔۔اتنا تو اس نے سیر ہو کر کبھی نہیں کھایا تھا۔۔۔نتیجے کی پرواہ کیے بنا وہ مکمل انجوائے کر رہا تھا۔۔۔بلآخر انہیں خیال آہی گیا کہ اب انہیں اپنی شیروانیوں کی خریداری کی طرف بھی دھیان دے لینا چاہیے۔۔۔کھسے بھی دیکھنے تھے ابھی۔۔۔یہاں بھی شاویز ایک دکان میں لے گھسا دونوں کو۔۔۔یہ شاپ قدرے معقول تھی۔۔۔شیشے کا ڈسپلے تھا اور اندر سے بھی کھلی اور پر اپر بنی ہوئی تھی۔۔۔ڈمیز پر شیروانی تو کسی پر پینٹ کوٹ چڑھا ہوا تھا۔۔۔شاویز بڑے اشتیاق سے اور دیدے پھاڑے دیکھ رہا تھا۔۔۔ہر ڈمی کے پہنے کپڑے ٹٹولتا وہ انتہائی چول لگ رہا تھا۔۔۔یہ مومن کا خیال تھا جب کہ سالک کو اس کی ہر بات ہنسا رہی تھی۔۔۔وہ جب یہاں آیا تھا تو اس کا بلکل موڈ نہیں تھا کہ یہیں سے خریداری کرے مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ بازار کی چھوٹی دکانوں سے کم داموں اتنا کوالٹی اسٹف مل سکتا ہے۔۔۔اس لیے وہ بھی پورے دل سے اپنے لیے کچھ پسند کر رہا تھا اور اسے پسند آبھی گیا۔۔۔وہ سیلز مین کو بتا کر مومن اور شاویز کی جانب چلا آیا، اس کے کانوں میں شاویز کی آواز پڑی۔۔۔

"دیکھ مومن۔۔۔"مومن" وہ ہوتا ہے جو اپنے بھائی کے لیے بھی ویسی ہی چیز پسند کرے جیسی اپنے لیے۔۔۔اس لیے میرے بھائی تم بھی اپنے بھائی کو ہدیہ دے کر ثواب کماؤ۔۔۔!"

"میرا ان رشتوں سے اعتبار ہی اٹھ چکا جانی۔۔۔اس لیے اپنا بھائی میں خود ہوں۔۔۔!" مومن نے مصروف سے لہجے میں اسے ٹرخایا تو شاویز جذباتی ہوا

"شرم کر مومن۔۔۔اس دن کے لیے تجھے کھلا پلا کر پالا تھا۔۔۔کہ آج ایک شیروانی لے کر دینے کے پیچھے خون ہی سیاہ کر ڈالا۔۔۔!"

"سفید ہوتا ہے سیاہ نہیں ہوتا۔۔۔!"

" جو بھی ہوتا ہے ہوتا تو خون ہی ہے نا۔۔۔دیکھ مومن میں نے تیرا شہ بالا بننا ہے۔۔۔تیرے ساتھ گھوڑی پر بیٹھوں گا۔۔۔اب اچھا تو نہیں لگتا نا کہ تُو شیروانی پہنے اور شہ بالا سادے فقیری جوڑے میں ہو۔۔۔!"

" میرا دماغ نہیں خراب جو ایک کھوتے کو شہ بالا بنا کر گھوڑے پر ساتھ لے کر بیٹھوں۔۔۔گھوڑا تاب نالاتے ہوئے بدک کر سرپٹ بھاگ کھڑا ہو۔......اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ گاڑی ہی اچھی ہے۔۔۔اس میں تم شہ بالے بن کر جہاں مرضی سما جانا اور تمہارے کپڑے بھی نہیں دِکھیں گے کسی کو۔۔۔!"

شاویز کا غصے سے منہ لال ہو رہا تھا اور سالک کا ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں۔۔۔اسی اثنا میں شاویز نے اپنی ناراضی دکھانے کی خاطر مومن کو دھکیلا، وہ غیر متوازن ہو کر پیچھے کھڑی ڈمی سے ٹکرایا۔۔۔ڈمی بیچاری کا سر ایک جھٹکا نا سہہ سکا اور لڑھک کر فرش پر گر کر ٹوٹ گیا۔۔۔اس صدمے کے زیر اثر باقی کا پتلا بھی اس کے پیچھے ہی زمین بوس ہو کر ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ مگر فرش پر گرنے سے پہلے وہ واٹر ڈسپنسر کے اوپر گرا اور اس پر اچھی خاصی رگڑ ڈالتا چلا گیا تھا۔۔۔سارے میں یکدم خاموشی پھیل گئی۔۔۔

" یہ کیا کر دیا کمینے۔۔۔؟" مومن نے سرگوشی کی۔۔۔

" مجھے کیا پتا تھا کہ گردن میں سریا ہی نہیں ڈالا ہوا۔۔۔ورنہ آج کل تو عام ہے، ہر دوسری گردن میں پڑا ہوتا ہے۔۔۔!"

" بکواس بند کر۔۔۔!"

سیلز مین اور شاپ کا مالک وہیں آ گئے۔۔۔سالک پاشا بھی کھسک کر ان دونوں کے قریب آ کھڑا ہوا۔۔۔

"کس نے کیا ہے یہ۔۔۔؟" موٹی توند والے مالک نے اکھڑ لہجے میں دریافت کیا تو وہ تینوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔۔۔پھر مومن ایک قدم آگے ہوا اور بولا۔۔۔

" مجھ سے ہوا ہے یہ جناب۔۔۔آئم سوری۔۔۔!"

" کیا سوری اوئے۔۔۔اندھے تھے کیا۔۔۔!" دکان کا مالک مزید آنکھیں دکھانے لگا۔۔۔سالک پاشا ایک قدم اگے آیا اور بولا۔۔۔

" ایکسکیوز می۔۔۔یہ مجھ سے ہوا۔۔۔میں معافی چاہتا ہوں۔۔۔!" دکان مالک نے اب کے حیرت سے تینوں کو دیکھا اور اس سے پہلے کہ کچھ کہتا شاویز سینہ پھلا کر پورے جوش سے تین قدم آگے بڑھا اور بولا۔۔۔

" مجھ سے ہوا ہے یہ۔۔۔بتا کیا کرے گا۔۔۔بول۔۔۔؟"

شاویز کی غیرت جاگی تھی۔۔۔جب مومن اور سالک پاشا حق دوستی نبھا سکتے ہیں تو وہ کیوں نہیں۔۔۔

"اوئے میں آخری بار پوچھ رہا ہوں۔۔۔بتاؤ کس سے ہوا ہے یہ۔۔۔!"

اور اب کی بار مومن اور سالک پاشا دونوں نے مسکراہٹ ضبط کرتے اپنی اپنی انگلی اٹھا کر شاویز کی جانب اشارہ کیا۔۔۔

"یہ سچ کہہ رہا ہے۔۔۔اسی سے ہوا ہے۔۔۔!"۔

اور مروتا آگے ہوا ہکا بکا شاویز انہیں دل میں کوستا رہ گیا۔۔۔

"مروا گئے دونوں مجھے، بتاؤں گا دادا کو، مجھ مسکین کے ساتھ ہمیشہ ہی ہاتھ ہوتا ہے۔۔۔" شاویز دل میں کرلایا۔۔شاپ کا مالک آگے بڑھا اور اسے کالر سے پکڑ کر دو جھٹکے دیے۔۔۔اس نے پیچھے مڑ کر گھگیاتے ہوئے سالک اور مومن دونوں کو دیکھا تو وہ دونوں بغلیں جھانکنے لگے۔۔۔

"میرا نقصان پورا کرو یا کرواتا ہوں اندر۔۔۔!" شاپ کے مالک نے شاویز کو آگے کو جھٹکا دے کر اپنی موٹی توند کے ساتھ ٹکراتے ہوئے کہا۔۔۔

"مم۔۔۔میں کہاں سے دوں جناب۔۔۔میں نے کب کیا ہے یہ۔۔۔آپ کی ڈمی پہ کسی نے کالا جادو کرا رکھا ہے اسی لیے وہ خود ہی حرکت میں آئی اور دھڑا اس سے گر پڑی۔۔۔!"

"اوئے۔۔۔اپنی بک بک بند کرو ورنہ مکا مار کر تمہارا تھوبڑا بگاڑ دوں گا اور یہاں ڈمی بنا کر کھڑا کر دوں گا۔۔۔میرا نقصان پورا کرو ورنہ بلاتا ہوں پولیس کو۔۔۔!"

بس اتنی بہت تھی۔۔۔مومن اور سالک پاشا اب بیچ بچاؤ کرانے آگے بڑھے۔۔۔

"جھگڑا مت کریں آپ۔۔۔مجھے بتائیں کتنا نقصان ہوا ہے۔۔۔پورا کر دیتا ہوں بلکہ آپ میرے بل میں ایڈ کر دیں۔۔۔!"

"سر آپ کیوں ادائی کریں گے میں کر دوں گا۔۔۔آپ ٹینشن مت لیں۔۔۔!" مومن کو اچھا نہیں لگا اس کا بلاوجہ پیسے دینا۔۔۔

"ہرگز نہیں۔۔۔میں لے کر آیا تھا تم دونوں کو، سمجھو میرے مہمان ہو اس لیے ہر خرچ میرے ذمے۔۔۔!"

مومن شرمندہ ہوتا کچھ کہنے لگا تھا مگر سالک پاشا نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔شاویز کی جان میں جان آئی تھی وہ تو آیا بھی خالی جیب تھا۔۔۔خیال یہی تھا کہ مومن کی جیب ہلکی کروائے گا مگر یہاں تو کھایا پیا کچھ بھی نہیں تھا اور ٹوٹا گلاس گلے پڑنے لگا تھا۔۔۔خریداری کر کے وہ تینوں باہر نکلے تو بازار کا رش ابھی بھی جوبن پر تھا۔۔۔شاویز کا پھولا منہ دیکھ کر سالک نے مومن کو آنکھ ماری اور سنجیدہ سا شاویز سے مخاطب ہوا۔۔۔

"کیا کہتے ہو شاویز۔۔۔ یہ جو سامنے گول گپے والا ہے۔۔۔ تمہارے خیال میں اس کے گول گپے کیسے ہوں گے۔۔۔؟"

"ارے میں کہتا ہوں ان کا تو جواب ہی نہیں۔۔۔ اب کی نا آپ نے دل لبھانے والی بات۔۔۔ قسم سے ساری کلفت دور ہو جائے گی۔۔۔ آپ ایک بار کھا کے دیکھیں۔۔۔!" شاویز صاحب سب بھول بھال ایک بار پھر بجنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔ مومن اور سالک پاشا ہنستے چلے گئے۔۔۔ وہ تینوں گول گپے کے ٹھیلے کی جانب چل دیے۔۔۔

آج کا دن سالک پاشا کی زندگی کا یادگار دن تھا۔۔۔ اس نے زندگی برتی تھی آج۔۔۔ وقت کو مٹھی میں قید کیا تھا۔۔۔ وہ اتنا ہنسا تھا کہ اس کے پیٹ میں گرہیں سی پڑنے لگی تھیں۔۔۔ خوش تو مومن بھی تھا۔۔۔ سالک پاشا کو اتنا تازہ دم اور اچھے موڈ میں دیکھنا اس کے لیے طمانیت کا باعث تھا۔۔۔ آنے والا وقت دونوں کی زندگی میں اہم دن لانے والا تھا مگر اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ دن سالک پاشا کی زندگی کا رخ موڑنے والا تھا یا مومن کی یا پھر دونوں کی۔۔۔!

❁ ❁

ناول **ساگر کنارے** ابھی جاری ہے۔ بقیہ واقعات آخری قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

قسط نمبر 15

اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر فریش کیسے تھا۔۔حالانکہ جس وقت وہ دادا کے اصرار پر مومن کو شاپنگ کے لیے پک کرنے گیا تھا، خاصا جبر کر کے گیا تھا۔۔آج کل پریشان رہنے لگا تھا اس لیے کسی کام کے کرنے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔۔مگر اب اسے یہ ماننے میں معمولی سا بھی تامل نہیں تھا کہ وہ اگر آج نا جاتا تو یقینا اپنی زندگی کا سب سے بہترین وقت گنوا دیتا۔۔زندگی کے رنگوں سے آشنائی اور بناوٹ سے پاک رویے، وہ برت کر آ رہا تھا۔۔اگر اس کی کلاس کا کوئی شخص یا اس کا دوست اسے یوں بازار میں مومن اور شاویز کے ساتھ تماشے کرتا دیکھ لیتا تو خود کو چٹکی ضرور کاٹتا۔۔وہ اتنا ہی ٹھہرے مزاج کا بندہ تھا۔۔اس نے تو قریبی دوستوں کے ساتھ ایک تکلف ہمیشہ قائم رکھا تھا۔۔مگر آج جیسے ہر بندش توڑ کر اس نے خود کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔۔اسے حیرت تھی کہ واپسی پر مومن اور شاویز کو گھر اتارتے ہوئے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ مزید ان سب میں بیٹھے، وقت گزارے۔۔اپنی اس خواہش کا بمشکل گلا گھونٹتے ہوئے وہ محض ابی کے خیال سے واپس ہو لیا تھا۔۔

ناعمہ پاشا کے گھر سے چلے جانے کے بعد وہ بہت عجیب سے ہو گئے تھے۔۔کبھی کبھار اس قدر پرسکون دکھائی دیتے جیسے سک سا بہتا پانی تو کبھی طوفانی چیخ چنگھاڑ شروع ہو جاتی۔۔ایسے میں وہ سوائے اس کے کسی سے بھی نہیں سنبھلتے تھے۔۔ان کے لیے رکھا گیا میل نرس بھی گھبرا کر فوراً سالک پاشا کو بلوا لیا کرتا تھا۔۔وگرنہ عام حالات میں وہ ان کی دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔۔شروع شروع کے دنوں میں سالک نے دو میل نرس رکھے تھے کیونکہ عادل پاشا نے بلکل ہمت ہاری ہوئی تھی۔۔وہ ڈاکٹرز کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون نہیں کر رہے تھے۔۔نا فزیوتھراپی کراتے نا میڈیسنز لیتے تھے۔۔ایسے میں ان کو اٹھانے بٹھانے سے لے کر نہلانے دھلانے، کپڑے بدلوانے اور ضروریات سے فارغ کروانے کے لیے دو میل نرسز سے بے حد آسانی تھی مگر پھر گھر آ جانے کے بعد جب چند دن میں انہیں یقین ہو گیا کہ ناعمہ پاشا واقعی انہیں چھوڑ کر جا چکی ہیں تو وہ لاشعوری طور پر تھوڑا سنبھل گئے تھے، تب سالک نے ایک میل نرس کو فارغ کر دیا تھا۔۔عادل پاشا الیکٹرک وہیل چیئر کا استعمال کرنے لگے تھے۔۔وہ سارا سارا دن ناعمہ پاشا کے اس کمرے میں گزار دیتے تھے جہاں وہ گھر چھوڑ کر جانے سے پہلے منتقل ہو گئی تھیں۔۔ان کی چیزوں کو چھو چھو کر دیکھتے رہتے۔۔اور جب ضبط کرنا محال ہو جاتا تو چلانے لگتے۔۔اونچی آواز میں اپنے گناہوں کا اعتراف

کرتے، ہر اس شخص کا نام لے لے کر معافی مانگتے جس جس کا دل دکھا چکے تھے یا نقصان کر چکے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کو پکارا کرتے اور پھر نڈھال ہو کر رونے لگتے۔۔۔ناعمہ پاشا سے دوری ان کی روح کھینچے دے رہی تھی۔۔۔انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وہ زندگی میں کبھی ناعمہ سے دور بھی ہوں گے جسے پانے کی خاطر انہوں نے کیا کیا نا کھویا تھا۔۔۔اپنے رشتے، اپنا اعتبار، اخلاقیات، اقدار اور کردار۔۔۔سب کچھ۔۔۔!

سالک نے لاؤنج میں قدم رکھا تو دل کو جکڑنے والا سناٹا پھیلا تھا۔۔۔نوکر ابھی اپنے کوارٹرز میں نہیں گئے تھے مگر پھر بھی اس قدر خاموشی اور سرد ماحول تھا کہ اسے لگا جیسے کسی قبر میں اتر آیا ہو۔۔۔اس نے بازو پر ڈالا ہوا کوٹ کندھے کی پشت پر ڈالا اور تھکی تھکی سی سانس پھیپھڑوں میں بھر کر ناعمہ پاشا کے کمرے کا رخ کیا۔۔۔عادل پاشا یقیناً وہیں ملتے۔۔۔اس نے بنا آواز پیدا کیے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔۔۔سامنے ہی وہ ناعمہ پاشا کی تصویر ہاتھ میں تھامے کسی بت کی مانند بیٹھے تھے۔۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔وہ تیز قدموں سے چلتا ان کے قریب آ کر پیروں کے بل بیٹھ گیا۔۔۔

"آپ ابھی تک سوئے کیوں نہیں ابی۔۔۔ڈاکٹر نے کہا تھا کہ آپ کو حد نو بجے تک سو جانا ہے اور اب ٹائم دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔۔۔ایسے تو آپ۔۔۔"

"سالک تم نے مجھے معاف کیسے کر دیا۔۔۔؟" عادل پاشا، سالک کی بات کاٹتے ہوئے بولے۔۔۔

""ابی۔۔۔میں بھلا آپ کو معاف کرنے والا کون ہوتا ہوں۔۔۔آپ بھی سب بھول جائیں اب۔۔۔!"

"کیسے۔۔۔کیسے بھولوں۔۔۔" وہ ہیجان انگیز لہجے میں بولے" میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو عقیل مغل اپنے ماں باپ کے ساتھ مجھے مارنے آ جاتا ہے۔۔۔خواب میں کئی بار اس نے مجھے مارا ہے۔۔۔سالک وہ مجھے اتنا مارتا ہے مگر مجھے درد نہیں ہوتا پتا ہے کیوں۔۔۔؟" وہ عجیب سے انداز میں بات کرتے سالک کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولے۔۔۔" کیونکہ وہ میری ان بے جان ٹانگوں پر مارتا ہے۔۔۔بھلا یہاں مار کر اسے کیا حاصل ہوتا ہوگا، یہ میں کئی دن تک سوچتا رہا۔۔۔پھر ایک رات اس نے مجھے کہا کہ تیری ٹانگوں کی معذوری تیرے کالے اعمال کی سب سے ہلکی سزا ہے۔۔۔تجھے لمحہ لمحہ مرنا ہے ابھی۔۔۔انتظار کر۔۔۔اس وقت کا جب تو اکیلا بستر پر سسک سسک کر مرے گا۔۔۔" سالک کیا واقعی میں ایسے مروں گا۔۔۔؟" وہ سالک کی طرف خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔۔۔سالک نے ان کے ہاتھ تھام کر چومے اور انگوٹھے سے ان کے ہاتھ کی پشت سہلاتا ہوا بولا۔۔۔

"نہیں ابی۔۔۔آپ وہم مت پالیں۔۔۔آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔۔۔بالکل ٹھیک ہو جائیں گے آپ۔۔۔ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ اگر آپ علاج میں دلچسپی لیں گے تو جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔!"

"سالک۔۔۔بیٹا مجھے معاف کر دو۔۔۔میں نے بڑے گناہ کیے ہیں۔۔۔میں نے کبھی سوچا بھی نا تھا کہ میری گرفت بھی ہو سکتی ہے۔۔۔اب جب پکڑ ہوئی ہے تو ایسی کہ میرا پورا وجود اس شکنجے میں پھڑ پھڑاتا ہے مگر نکل نہیں پاتا۔۔۔میرا اپنی ہی سانسوں سے دم گھٹتا ہے۔۔۔میرا دل اسی سینے میں مسلا جاتا ہے اور میں سہتا ہوں، بس سہتا ہوں۔۔۔!" سوال گندم جواب چنا کے مصداق وہ بولے۔۔۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔۔اس طرح مت سوچیں ابی۔۔۔اور ریلیکس رہیں ورنہ طبیعت بگڑ جائے گی آپ کی۔۔۔!"

"میں جانتا ہوں کہ تم بھی مجھے معاف نہیں کرو گے۔۔۔جیسے عقیل مغل نہیں کرتا جیسے ناعمہ نے نہیں کیا ویسے ہی تم بھی مجھے سزا دو گے۔۔۔!"

سالک کے تھکے ہوئے اعصاب مزید کشیدہ ہوتے جا رہے تھے۔۔۔عادل پاشا جب ایسی باتیں شروع کر دیتے تھے تو اس کی عقل ماؤف ہونے لگتی تھی۔۔۔اس وقت بھی اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے اپنی آنکھوں کو مسلا اور باپ کے ہاتھ کی پشت کو تھپتھپا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔عادل پاشا نے بے چینی سے اسے دیکھا۔۔۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔۔میری بات کا جواب نہیں دیا نا تم نے۔۔۔!"

"میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔پھر ہم دونوں مل کر ڈنر کرتے ہیں۔۔۔!"

"نہیں تم نہیں آؤ گے۔۔۔تم بھی مجھے چھوڑ جاؤ گے سالک۔۔۔مجھ سے جھوٹ مت بولو۔۔۔تم بھی عقیل مغل کے ساتھ ملے ہوئے ہو۔۔۔تم سب مل کر مجھے سزا دینا چاہتے ہو۔۔۔لیکن یاد رکھنا کہ میرا نام بھی عادل پاشا ہے۔۔۔میں نے کبھی ہار نہیں مانی۔۔۔سمجھے تم سب۔۔۔!" عادل پاشا ہذیان بکنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔سالک بے حد دلگرفتہ ہوا تھا۔۔۔اس نے دکھ سے باپ کو دیکھا جو اپنے ہی بوئے ہوئے گناہوں کی فصل کو پچھتاووں کی صورت کاٹ رہے تھے۔۔۔

"مراد۔۔۔مراد۔۔۔!" سالک نے ان کے اٹینڈینٹ کو پکارا۔۔۔وہ فوراً اندر کمرے میں داخل ہوا تو سالک اسے ان کے پاس رہنے اور مکمل خیال رکھنے کا کہہ کر تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل گیا۔۔۔اپنے کمرے میں داخل ہونے تک اس کے کانوں میں عادل پاشا کے چلانے کی آوازیں آتی رہی تھیں۔۔۔!

☆......☆......☆

دادا کے گھر کا گیٹ چوپٹ کھلا تھا اور ایک بڑا لوڈر سامنے کھڑا تھا جس میں سے چمکتا دمکتا فرنیچر مزدور بے حد احتیاط سے نیچے اتار اتار کر گھر کے اندر لا رہے تھے۔۔۔شاویز مسلسل ان کے سر پر کھڑا انہیں بے تکی ہدایات دے دے کر کنفیوژ کیے دے رہا تھا۔۔۔

"اوئے۔۔۔ادھر سے اونچا کرو۔۔۔دھیان سے پکڑو اگر کچھ ہوا نا تو یہیں باندھ دوں گا کھمبے سے۔۔۔جھٹکے مت دو، ڈریسنگ کا شیشہ تڑخ جائے گا۔۔۔ابے آرام سے بے۔۔۔!"

تنگ آکر دادا نے اینٹری دے کر شاویز کی بے نقط چلتی زبان بند کروائی۔۔۔

"جس طرح رولا لپاڈال کر تُو انہیں جھاکے کروا رہا ہے اگر نہیں بھی کچھ ہاتھ سے چھوٹنا تو تیری بکواس نے کام دکھا دینا ہے۔۔۔بند کر بک بک اور آرام سے لانے دے انہیں سامان۔۔۔!"

"دادا آپ کو میری قدر میری شادی کے بعد آئے گی جب میں اپنی بیوی کو مستقل پیارا ہو جاؤں گا۔۔۔دن سے رات کرنا مشکل ہو جائے گا آپ کا میرے بنا۔۔۔!"

"وہ ابھی بھی مشکل ہے۔۔۔ستی سویرے منہ اندھیرے ٹپک پڑتا ہے۔۔۔گھر میں گھستے ہی ڈھول کی طرح بجنے لگتا ہے۔۔۔تجھے بھی پتا چلے گا جب تُو صبح صبح بیوی کی فرمائش پر باقر خانیاں لینے نکلا کرے گا۔۔۔!"

شاویز نے شرماتے ہوئے دادا کی بغل میں گھسنا چاہا مگر انہوں نے پہلے ہی چھڑی کو لہرا کر اس کی گردن پر ٹکا کر اسے روک لگائی۔۔۔

"خبردار۔۔۔میرے ساتھ چھچھورا بننے کی ضرورت نہیں۔۔۔سمجھا۔۔۔!"

چھٹی کا دن تھا، مومن دیر تک سوتا رہا تھا، ابھی بھی کسلمندی سے بستر پر پڑا تھا جب بھانت بھانت کی آوازیں سن کر آنکھیں مسلتا باہر آیا۔۔۔سارا صحن نئے نکور فرنیچر سے بھرتا جا رہا تھا۔۔۔ڈبل بیڈ، ڈریسنگ، الماری، صوفہ سیٹ، سینٹرل ٹیبل، خوبصورت دیوان اور بھی چھوٹی بڑی کتنی ہی چیزیں تھیں۔۔۔وہ حیرت سے ایک ایک چیز دیکھتا جا رہا تھا اور اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوتے چلے جا رہے تھے۔۔۔اس نے اپنے دل میں اٹھتے وہم کو دباتے ہوئے دادا سے پوچھا۔۔۔

"یہ سب کیا ہے دادا۔۔۔اتنا سارا سامان آپ نے کب آرڈر کیا۔۔۔اور کیوں۔۔۔؟"

"مجھے باؤلے کتے نے کاٹا ہو لے جو میں آرڈر کروں گا۔۔۔میں تو خود کے لیے کفن نا آرڈر کروں۔۔۔!"

"لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔دادا وقت گھڑی دیکھ لیا کریں۔۔۔خدا کا نام ہے۔۔۔!"

"تو میں نے کون سا غلط کہا۔۔۔بچپن سے تیرا دادا ہوں میں۔۔۔اچھی طرح جانتا ہے کہ تیرے دادے کو خرچے کے نام پر خلجان ہونے لگتا ہے پھر بھی مجھ پر اتنی بڑی تہمت لگا دی۔۔۔!" دادا نے تاسف سے صحن میں بکھرے سامان کو دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔شاویز بھی موڑھا گھسیٹ کر وہیں آبیٹھا۔۔۔دونوں ہاتھوں کے ناخنوں سے سر کھجاتے ہوئے بولا۔۔۔

"ویسے دادا کیا خیال ہے، لڑکی والوں سے ڈائننگ ٹیبل کی بھی فرمائش نا کر دیں۔۔۔اب دیکھیں نا سب کچھ آ گیا، بس

وہی رہ جائے گا تو کتنا ادھورا ادھورا سا لگے گا۔۔۔!"

" ویسے کہہ تو تُو سچ رہا ہے۔۔۔ملا فون ذرا مومن کی سسرال۔۔۔لگے ہاتھوں اس کی بھی بات کروادوں بلکہ یہ خود ہی رعب سے ڈائننگ ٹیبل کی فرمائش کرے۔۔۔میں تو کہتا ہوں موٹر سائیکل بھی کہہ دے مومن۔۔۔!" وہ بہت بردباری سے شاویز کو جواب دینے کے بعد مومن کی طرف متوجہ ہوئے جو انتہائی افسوس اور دکھ سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

" آپ نے سوچ بھی کیسے لیا دادا کہ میں جہیز مانگوں گا۔۔۔اور یہ سب آپ نے لڑکی والوں سے فرمائش کر کے لیا ہے۔۔۔اففففف! دادا بہت دکھ کی بات ہے۔۔۔مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔کیا اوقات دکھی ہوگی انہیں ہماری۔۔۔؟"

" یہی والی، جو ہے۔۔۔تیرے پاس اندر نئی اوقات پڑی ہے تو وہ دکھا دینا۔۔۔میرے پاس فی الحال یہی تھی۔۔۔اور زیادہ فیثا غورث نا بن۔۔۔مومن ہی رہ۔۔۔سامان ٹھکانے لگانے کا سوچ۔۔۔ابھی تو کچن کا سامان بھی آنے والا ہے۔۔۔اوون، فرج، چولہا، شوکیس۔۔۔اور وہ۔۔۔وہ کیا کہتے ہیں شاویز اسے۔۔۔!"

" شرم۔۔۔شرم کہتے ہیں دادا اسے، جو اس وقت مجھے بے حد آرہی ہے۔۔۔!" مومن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بال نوچ ڈالے خود کے۔۔۔

" شرم آرہی ہے تو شرما کے اندر بھاگ۔۔۔یہاں کھڑا ہمیں کیوں بے شرموں کی طرح گھور رہا ہے۔۔۔ایک تو تیری شادی نے ہلکان کر رکھا ہے اوپر سے باتیں بھی تیری سنو۔۔۔!"

شاویز نے اپنا دس کلو کا سر ہلا ہلا کر دادا کی تائید کی۔۔۔مومن تاسف سے انہیں دیکھتا پیر پٹخ کر اندر چلا گیا۔۔۔باہر دادا اور شاویز کے سر مشورے کے لیے دوبارہ جڑ چکے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

مسز راٹھور خاص ماحور سے ملنے ابرش کے ہمراہ آئی بیٹھی تھیں۔۔۔ماحور کا مزاج ان کو دیکھ کر خاصا بحال ہوا تھا۔۔۔ان کا آنا اس کے لیے کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔۔۔بلاشبہ وہ بہترین عادات اور فطرت کی مالک تھیں۔۔۔اپنے ساتھ ڈھیروں تحائف لائی تھیں جو بہترین پیکنگ میں بھی اپنی قیمت کا پتا دیتے تھے۔۔۔وہ بے حد محبت سے ماحور سے ملی تھیں۔۔۔اسے گلے لگا کر اس کے اپنے گھر نا آنے کے ڈھیروں شکوے کیے تھے۔۔۔ماحور شرم سے پانی پانی ہوتی رہی۔۔۔ناعمہ پاشا اور زلیخا دادی نے ان کی بہترین خاطر مدارت کی تھی۔۔۔لاؤنج میں رونق سی لگ گئی تھی۔۔۔اتفاق سے سیف اور ریان بھی گھر تھے جنہوں نے انواع واقسام کے لوازمات لا کر میز پر سجا دیے تھے۔۔۔

" ماحور۔۔۔! ابرش کے پاپا نے بھی تمہارے لیے بہت سی دعائیں اور نیک خواہشات بھیجی ہیں۔۔۔انہیں تمہاری بے حد

قدر ہے۔۔۔وہ تو کہتے ہیں کہ ماحور کی وجہ سے ہماری ابرش میں خوب سدھار آیا ہے۔۔۔!" ان کے ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ بات پر ابرش سمیت سبھی ہنس دیے۔۔۔

"آپ کی مہربانی ہے مسز راٹھور کہ آپ میری بیٹی کی اتنی پرواہ کرتی ہیں۔۔۔ورنہ آج کل کے دور میں تو سگی ماں بھی دیکھ بھال سے قاصر رہتی ہے۔۔۔!" ناعمہ پاشا کا انداز بجھا ہوا تھا۔۔۔نا جانے کیسے کیسے قلق جاگ اٹھتے تھے اب۔۔۔مسز راٹھور نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر تسلی سی دی۔۔۔

" وقت لوٹایا نہیں جا سکتا ناعمہ۔۔۔مگر گزرتے وقت کو خوشگوار بنا کر بیتے وقت کے اثرات کو مدھم ضرور کیا جا سکتا ہے۔۔۔ماں سے بڑھ کر مجبور رشتہ کوئی نہیں ہوتا۔۔۔یہ ہر ہر شکل میں آزمائش کی بھٹی میں جلتا ہی آیا ہے۔۔۔!"

" بہت خوب بیٹی۔۔۔بڑی پیاری بات کہی۔۔۔میرے اختیار میں ہوتا تو تمہاری بات کو موتیوں سے تول دیتی۔۔۔!" زلیخا دادی نے جذبات سے پُر بھرائے لہجے میں کہا تھا۔۔۔ماں تو وہ بھی تھیں۔۔۔بڑی کڑی سزا کاٹ چکی تھیں پردیس میں۔۔۔دل آج بھی روتا تھا۔۔۔

"چلیں آپ مائیں اپنی باتیں کریں، ہم دونوں ذرا اپنی باتیں کر کے آتی ہیں۔۔۔!" ابرش اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی بولی، ساتھ ہی اس نے ماحور کو اشارہ کیا۔۔۔وہ دونوں اندر کمرے میں چلی آئیں۔۔۔باہر دوبارہ سے گفتگو کا آغاز ہو چکا تھا۔۔۔ابرش نے دروازہ بند کر دیا۔۔۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے ماہی۔۔۔شکل دیکھو ذرا اپنی۔۔۔تمہاری شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں پاگل اور تم جیسے سوگ میں ڈوبی ہوئی ہو۔۔۔!"

ابرش نے سنجیدگی سے ماحور سے استفسار کیا۔۔۔جواباً اس نے اپنی دونوں آنکھوں کو میچ کر بالوں سے کیچر نکالا، ان میں انگلیاں چلا کر انہیں دوبارہ ڈھیلے ڈھالے جوڑے کی شکل میں باندھا جیسے اس سے ضروری کام اس وقت اور کوئی نہیں تھا۔۔۔ابرش اسے گھورتی رہی یہاں تک کہ ماحور زچ ہو کر خود ہی پوچھ بیٹھی۔۔۔

" کیا ہے تمہیں۔۔۔یہاں میرا پوسٹ مارٹم کرنے آئی ہو کیا۔۔۔مت پوچھو مجھ سے ایسے سوال جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔۔۔!"

" کیوں نا پوچھوں۔۔۔کیا مجھے اپنی دوست نہیں سمجھتی ہو۔۔۔یا مجھ پر اعتبار نہیں رہا۔۔۔؟"

" میں تمہیں کیا سمجھتی ہوں، کاش دل کھول کر دکھا سکتی۔۔۔اور اعتبار کی بھی خوب کہی ابرش۔۔۔مجھے بس اپنی قسمت پر اعتبار نہیں وگرنہ لوگوں سے اب امید رکھنی چھوڑنا سیکھ رہی ہوں۔۔۔!"

"زیادہ بک بک نا کرو۔۔۔دوستوں کو لوگوں میں شمار کرو گی تو خود کو خیر خواہوں سے دور کر لو گی۔۔۔جنہوں نے تمہارے لیے اچھا سوچا اور اچھا کیا ہو انہیں اپنے دامن سے گرد کی طرح مت جھاڑو۔۔۔!"

"تو اگر تم میری خیر خواہ ہو ابرش۔۔۔" ماحور نے آگے ہو کر ابرش کے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی ہتھیلیوں میں ایک ساتھ لے کر دبائے اور سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔۔۔" یہ شادی رکوا دو پلیز۔۔۔ابرش مجھے سالک پاشا سے شادی نہیں کرنی۔۔۔اگر تمہارے دل میں اس کے لیے ذرا سی بھی محبت ہے تو اس کی شادی مجھ سے ہونے سے روک لو ابرش کیونکہ میں اسے کبھی خوش نہیں رکھ پاؤں گی۔۔۔میں اسے شوہر کی حیثیت میں تسلیم ہی نہیں کر پاؤں گی۔۔۔!"

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا ماہی۔۔۔" ابرش بدک کر اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔۔۔اسے ماحور کی ذہنی حالت مخدوش لگ رہی تھی۔۔۔"تم عین شادی سے بیس بائیس دن پہلے کون سا تماشا کھڑا کرنے جا رہی ہو ماہی۔۔۔ہوش کرو ہوش۔۔۔!"

" کیوں۔۔۔بس نکل گئی نا ہوا میری دوست کی۔۔۔رائنہ کی بھی نکلی پڑی ہے۔۔۔اب بتاؤ کہ کیا اعتبار کروں میں کسی پر۔۔۔!"

" ماہی دوست ڈرامے کرنے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ یہ ہماری اصل زندگی کا ایک روپہلا کردار ہوتے ہیں۔۔۔تم نے تو مجھے لگتا ہے رائنہ سے بھی لازماً ایسی ہی ڈیمانڈ کی ہو گی۔۔۔اففففف ماہی تم نے تو میرے طبق روشن کر دیے ہیں۔۔۔خوف آ رہا ہے مجھے تم سے۔۔۔!"

" ہاں اتنی ہی تو میں خوفناک ہوں نا۔۔۔رائنہ کی بچی بھی مجھ سے بات نہیں کر رہی۔۔۔اسے بھی میں نے کہا تھا کہ مجھے یہ شادی نہیں کرنی، تب سے ناراض ہے مجھ سے۔۔۔بات تک نہیں کر رہی مجھ سے۔۔۔بس گھر آتی ہے اور زلیخا دادی کی مدد کروا کر چلی جاتی ہے۔۔۔اچھی دوست نکلی وہ بھی۔۔۔!" ماحور کے لہجے میں بلا کی بیزاری تھی۔۔۔وہ رائنہ کو مس کر رہی تھی اور وہ تھی کہ دیکھتے ہی منہ پھیر کر نکل جاتی تھی۔۔۔

" بلکل ٹھیک کر رہی ہے وہ ماہی۔۔۔تمہاری جذباتیت کو کوئی کب تک پانی دے گا۔۔۔جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔۔۔مومن کی شادی ہو رہی ہے اور رائنہ بتا رہی تھی کہ اس کی ہونے والی دلہن بہت. بہت خوبصورت ہے۔۔۔ماہی وہ موو آن کر چکا یار۔۔۔" اس بات پر ماحور کے چہرے پر کرب سا پھیل گیا۔۔۔اس نے بمشکل اپنی آنکھوں کو بھیگنے سے روکا۔۔۔

"تم بھی اب اس بچکانہ فیز سے نکل آؤ پلیز۔۔۔سالک پاشا کو اپنے لیے وبال مت بناؤ۔۔۔اس سے کھیلو مت، ورنہ خود کھلونا بن جاؤ گی۔۔۔اب جاؤ اور سیف سے کہو رائنہ کو بلا کے لائے۔۔۔میرے آنے کا کہے گا تو لازماً آئے گی۔۔۔!"

ماحور میکانکی انداز میں اٹھی تھی کہ بیڈ پر اوندھے پڑے اس کے سیل پر بیل ہوئی۔۔۔اس نے ایک نظر سیل فون کو دیکھا

اور ابرش سے بولی۔۔۔

"تم اٹھانا ذرا۔۔۔کینیڈا سے دادی کے بیٹے کی ہو گی۔۔۔آج کل سارا دن کال کرتے رہتے ہیں اور دادی بات تک نہیں کرنا چاہتیں۔۔۔میری آواز پہچانتے ہیں، تم پک کر کے رانگ نمبر کہہ دو شائد دوبارہ نا کریں۔۔۔" اتنا کہہ کر وہ باہر چلی گئ۔۔۔بیل مسلسل ہو رہی تھی، ابرش نے اوندھے پڑا موبائل اٹھایا اور کال پک کر لی۔۔۔

"جی فرمائیے......کس سے بات کرنی ہے آپ کو۔۔۔؟" وہ دادی کا بیٹا جان کر ذرا سپاٹ لہجے میں مخاطب ہوئی جب اس کے کانوں میں پڑنے والی مقابل کی آواز نے سارے وجود میں پھریری سی دوڑا دی۔۔۔

"میں سالک پاشا بات کر رہا ہوں۔۔۔کیسی ہیں آپ ابرش۔۔۔!"

اور ابرش کے منہ میں زبان پتھر کی ہو گئ۔۔۔اس کے منہ سے اپنا نام سن کر ہی دل کی دھڑکنیں تھم گئ تھیں۔۔۔

"ہیلو۔۔۔ابرش۔۔۔آر یو دیئر۔۔۔ہیلو۔۔۔!" مکمل خاموشی پر سالک نے دوبارہ سے پکارا۔۔۔ابرش نے تھوک نگل کر گلا تر کیا اور حواس مجتمع کرتی ہوئی بولی۔۔۔

"جی۔۔۔جی کہیے۔۔۔میں سن رہی ہوں۔۔۔" اس نے اپنے ماتھے کو تین انگلیوں سے سہلایا۔"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں بات کر رہی ہوں۔۔۔!" دل نادان کو خوش فہمیاں ہمیشہ پٹخ پٹخ کر مارتی رہتی ہیں۔۔۔

"میں ماحور کی آواز پہچانتا ہوں ابرش۔۔۔!" خوش فہمیوں کا قلعہ ایک جھٹکے میں زمین بوس ہوا تھا۔۔اس کی آنکھیں یکدم پانی سے بھر گئ تھیں۔۔۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ماحور روم میں نہیں ہے۔۔۔ابھی آتی ہے تو میں کال بیک کرنے کا کہہ دیتی ہوں۔۔۔!"

"جی ضرور۔۔۔ویسے آپ کیسی ہیں۔۔۔آپ کے سڈنی جانے میں تو کچھ ہی دن رہ گئے ہیں نا۔۔۔آئی گیس۔۔۔!"

"جی۔۔۔جس دن ماہی کی شادی ہے اسی دن مجھے فلائی کرنا ہے۔۔۔آپ کو بتایا تو تھا میں نے۔۔۔!

"بتایا تھا مگر یونہی دوبارہ پوچھ لیا، سوچا سننے میں غلطی نا ہوئی ہو۔۔۔!"

"نہیں سالک صاحب۔۔۔آپ غلطی نہیں کرتے۔۔۔آپ ہر معاملے میں پرفیکٹ ہیں۔۔۔آپ کی ٹائمنگز اور سیٹنگز بلکل ایکیوریٹ رہتی ہیں۔۔۔!" نا چاہتے ہوئے بھی ابرش کے لہجے میں طنز کی آمیزش گھل گئ۔۔۔گلے کو رندھنے سے بچانے کے لیے وہ ضبط کے کڑے مرحلے سے گزر رہی تھی۔۔۔دوسری طرف سالک پاشا کچھ دیر کے لیے مکمل خماوش ہو گیا۔۔۔دونوں جانب چپ چھا گئ تھی۔۔۔ایک دوسرے کی سانس کی آواز سے کال پر موجود ہونے کا پتا چلتا تھا بس۔۔۔ابرش کو وحشت سی محسوس ہوئی اس لیے بلآخر بول پڑی۔۔۔

"میرا خیال ہے مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔۔مجھ سے غلطی ہو گئی سالک صاحب۔۔۔!"

"لیکن اگر میں غلطی کر بھی لوں تو اسے سدھارنا تو جانتا ہوں مگر دہرانا نہیں جانتا۔۔۔ٹیک کیئر اینڈ گڈ بائے۔۔۔!"

سالک پاشا کا بے حد بھاری اور جتاتا لہجہ اس کے حواس مزید سلب کر کے خاموش ہو چکا تھا۔۔۔وہ ساکت سیل فون کانوں سے لگائے بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

سیف دادی کی دوائیاں لینے میڈیکل سٹور تک آیا تھا جب اندر سے ہاتھ میں دواؤں کا شاپر تھامے مومن سے ٹکرا گیا۔۔۔دونوں کافی دنوں بعد آمنے سامنے تھے اس لیے جوش سے گلے ملے۔۔۔سیف کے چہرے پر مومن کو دیکھ کر ہمیشہ رونق سی جاگ اٹھتی تھی۔۔۔ابھی بھی طبیعت ایکدم ہشاش بشاش سی ہو گئی تھی۔۔۔ایک دوسرے کا حال احوال۔ پوچھ کر مومن اسے پیار سے گال پر چپت لگا تا ساتھ لیے چائے پینے کھوکھے کی طرف چل پڑا۔۔۔راستے میں دونوں اپنی اپنی پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ گھسائے دھیمی چال سے قدم اٹھاتے چپ چاپ چل رہے تھے۔۔۔

"لگتا ہے جونئیر کے پاس بات چیت کا کوٹہ ختم ہوا پڑا ہے۔۔۔!"

مومن اس کی عادات میں اپنی جھلک ہونے کی بنا پر اسے جونئیر کہا کرتا تھا۔۔۔سیف اس کی بات سن کر مسکرایا اور پاؤں سے راستے میں پڑے پتھر کو ٹھوکر سے پرے اچھالتے ہوئے بولا۔۔۔

"مومن بھائی زندگی ایسے مقام پر لے ائی ہے جہاں چپ رہوں تو سوچ گلنے لگتی ہے بولوں تو زبان پر چھالے پڑتے ہیں۔۔۔!"

"او میرا شیر۔۔۔فلسفی ہو گیا تُو تو۔۔۔!" مومن نے بات کو مذاق میں ٹالنا چاہا مگر سیف سنجیدہ تھا۔۔۔

"فلسفی نہیں ہوا، زندگی کو سمجھنا شروع ہو گیا ہوں۔۔۔خیر جانے دیں۔۔۔آپ اپنی سنائیں، سنا ہے شادی کر رہے ہیں؟"

"دادا کروا رہے ہیں۔۔۔!"

"ایک ہی بات ہے۔۔۔ہو تو رہی ہے نا۔۔۔!"

"ہاں ہو تو رہی ہے۔۔۔میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں سیف۔۔۔تم سے اس سے زیادہ کچھ بھی کہنا نامناسب ہو گا کہ ماحور کی بھی اسی میں بھلائی ہے۔۔۔!"

"اپیا کی بھلائی کا ٹھیکہ کسی اور نے لے لیا۔۔۔ٹینشن ناٹ۔۔۔!" سیف کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا اور اس نے ایک آنکھ میچ کر اپنی زبان دانتوں میں بھی دے لی تھی۔۔۔

"کیا مطلب اس بات کا سیف۔۔۔کس نے لے لیا اس کی بھلائی کا ٹھیکہ۔۔۔کیا کہنے لگے تھے سیف۔۔۔بولو۔۔۔!"

" کچھ خاص نہیں مومن بھائی۔۔۔" مومن کی بے چینی دیکھ کر سیف نے رسان سے کہا۔۔" سالک بھائی نے اور کس نے۔۔۔آخر اپیا سے شادی کر رہے ہیں تو اب سے ان کی تمام ذمہ داریاں بھی تو انہی کی ہیں۔۔۔!"

" ہاں سچ کہہ رہے ہو۔۔۔میرے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ اب ماحور کی ہر ذمہ داری سر سالک کی ہے۔۔۔!" اس کا لہجہ ایک دم بجھ گیا تھا۔۔۔اب تک لاشعوری طور پر وہ ماحور کے لیے حفاظتی خول بنا ہوا تھا۔۔۔اس کی ہر مشکل اور ہر مصیبت کو فیس کرنے کی عادت ہو چکی تھی اسے۔۔۔ایسے میں اچانک سے اس کی من پسند ذمہ داری کسی اور کے نام تفویض ہونے جارہی تھی تو دل میں ناجانے کیوں بگولے اٹھنے لگے تھے۔۔۔سیف نے مومن کا اترا ہوا چہرہ کن اکھیوں سے دیکھا اور بات بدلنے کی غرض سے پوچھا

" آپ کے زخم کیسے ہیں اب مومن بھائی۔۔۔!"

" ہرے ہیں۔۔۔!"

" ارے وہ کیوں۔۔۔کیا ڈاکٹر کو نہیں دکھا رہے باقاعدگی سے۔۔۔!"

" نہیں۔۔۔جس کے پاس میرا اعلاج ہے وہ طبیب میری پہنچ سے باہر ہے۔۔۔!"

" اب آپ فلسفے کا بگھار لگا رہے ہیں مومن بھائی۔۔۔!"

" اچھا واقعی۔۔۔چلو چھوڑو ان باتوں کو۔۔۔آؤ کڑک سی چائے پیتے ہیں۔۔۔!""

وہ چائے کے کھوکھے تک پہنچ چکے تھے۔۔۔مومن اس کے کندھے پر بازو پھیلائے بینچ کی جانب بڑھا۔۔۔چائے پیتے ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے بھی سیف کے چہرے پر معنی خیز تاثرات موجود رہے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

سارا گھر ایک دم سے نیا ہو گیا تھا۔۔۔ہر کمرے کا نقشہ بدل گیا تھا۔۔۔مومن کا بیڈ روم تو نئے فرنیچر سے سجا ہی تھا، باقی کے کمروں میں بھی نیا نکور فرنیچر اور کچن میں نئے برتن اور الیکٹرک کا ساز و سامان بہار دکھا رہا تھا۔۔۔دادا بچوں کی طرح خوش ہو رہے تھے۔۔۔شاویز کی مدد سے سب کچھ سیٹ کرنے کے بعد وہ صحن کے وسط میں کرسی رکھے ناقدانہ نگاہوں سے اطراف میں دیکھ رہے تھے۔۔۔مومن کی شادی ان کی باقی رہ جانے والی مختصر زندگی کا طویل ترین خواب تھی۔۔۔جو وہ تب سے دیکھ رہے تھے جب ابھی مومن کی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔۔۔کبھی کبھار وہ تصور کیا کرتے کہ مومن کی اولاد کو جب۔ وہ ہاتھوں میں لیں گے تو کیسا محسوس کریں گے۔۔۔کیا انہیں اس پل سے بھی زیادہ خوشی ملے گی جب انہوں نے پہلی بار مومن کو اپنی بانہوں میں بھرا تھا۔۔۔جواب اثبات میں ملتا تھا۔۔۔ان احساسات کو ماپنے کا کوئی پیمانہ بنا ہی نہیں۔۔۔!

شاویز کچن میں گھسا بڑے ذوق وشوق سے نئے چولہے پر چائے بنا رہا تھا۔۔۔انداز میں احتیاط کے باعث اسقدر نزاکت تھی کہ اسے خود پر کسی نازنین کا گمان ہو رہا تھا مگر کیا کرتا کہ دادا نے کھڑکا کر اندر بھیجا تھا کہ اگر ایک چھینٹ بھی چولہے پر دکھی تو تیری لٹوں کو تیلی لگا دوں گا۔۔۔آج کل وہ اس کے نئے ہیئر کٹ سے بڑی خار کھا رہے تھے۔۔۔گردن کو چھوتے اور چہرے پر آتے لمبے گھنے سیاہ بال دیکھ کر دادا کو خلجان ہونے لگتا تھا۔۔۔اس نے احتیاط سے چائے نئے مگوں میں ڈالی اور مگ ٹرے میں رکھ کر ایک جھٹکے سے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے پھینکا اور ٹرے تھامے باہر آ گیا۔۔۔عصر کے بعد کا وقت تھا اور دھوپ ڈھل رہی تھی مگر صحن کے کافی حصے میں ابھی دھوپ پہنچ رہی تھی۔۔۔دادا بھی آنکھیں موندے، چہرہ دھوپ کی جانب اونچا کیے مزہ کشید کر رہے تھے جب شاویز نے ٹرے تپائی پر رکھ کر انہیں پکارا۔۔۔

"لیں دادا چائے۔۔۔کیا یاد کریں گے نئے چولہے پر کیسی شاندار چائے بنا کر لایا ہوں۔۔۔نئی نئی سی۔۔۔!"

دادا نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو سامنے بالوں سے چہرہ ڈھانپے ڈائن دیکھ کر اپنی جگہ سے ایک فٹ اچھل پڑے۔۔۔

"اللہ اکبر۔۔۔استغفراللہ۔۔۔یا اللہ رحم۔۔۔!"

ان کے یوں اچھلنے پر شاویز بھی ڈر کر اپنی جگہ سے کھسک کر پرے ہوا۔۔۔

"ککلک۔۔۔کیا ہوا دادا۔۔۔کیوں ڈرا رہے ہیں۔۔۔؟"

"میں ڈرا رہا ہوں۔۔۔؟ دل میرا اچھل کر حلق میں آ گیا بن مانس کی اولاد اور تو کہہ رہا ہے کہ ڈرا کیوں رہے ہیں۔۔۔شاویز تیرے یہ چانے (بال) میں نے پٹ کر کیاری میں لگا دینے ہیں۔۔۔کالی توری تو اگ ہی آئے گی بے حیا۔۔۔!"

شاویز کو صورتحال سمجھ میں آئی تو سانس خارج کرتا پرسکون ہو کر دوسری کرسی پر ٹک گیا۔۔۔

"دادا۔۔۔آفرین کو پسند ہے یہ ہیر کٹ۔۔۔وہ تو کہتی ہے کہ میں پرانے زمانے کا ہیرو لگتا ہوں۔۔۔!"

"سلطان راہی کی وگ بلکل ایسی ہوتی تھی یا بچپن میں ایک ملنگ ہمارے ہاں آٹا مانگنے آیا کرتا تھا، اس کے بال ہو بہو ایسے ہوا کرتے تھے۔۔۔ہونہہ۔۔۔بڑا آیا۔۔۔آفرین کو پسند ہے۔۔۔جتنی موٹی اس نمانی کو عینک لگی ہوئی ہے اسے تیری بوتھی ہور ے کیسے دکھ جاتی ہے جو مینڈھیاں بنانے کے لیے بال رکھوا دیے۔۔۔!"

اس بات پر تسلی سے چائے کا گھونٹ بھرتے شاویز کو اچھو لگتے لگتے بچا۔۔۔اپنا آپ "کرس گیل" جیسا لگا جو لگنے میں اسے ہرگز دلچسپی نہیں تھی۔۔۔اس نے دادا کا موڈ فریش کرنے کے لیے کہا۔۔۔

"بس دادا مومن کی شادی کے لیے ہیں۔۔۔شادی گزرتے ہی کٹوا دوں گا۔۔۔!"

"ان بودوں کو کسی سیانے بچے نے ہاتھ میں پکڑی مہندی کی پلیٹ اونچی کر کے موم بتی دکھادی نا تو تیری کھوپڑی آپوں آپ ہی انار بن کر جل جانی ہے۔۔۔تیرے جیسے ہوتے ہیں جو عین خوشی کے موقع پر ایسا کوئی پواڑہ ڈال کر" سبز قدم" کہلواتے ہیں۔۔۔!"

دادا اور شاویز کی تکرار بڑھی اور گیٹ کے پار سنائی دینے لگی۔۔۔گھر میں داخل ہوتے مومن نے اپنی دونوں ڈیلے گھما کر خود کو ریلکیس رکھنے کی کوشش کی اور سلام کر کے اندر کمرے کی جانب بڑھنے لگا تھا کہ دادا نے آواز دے دی۔۔۔

"کدھر شہزادے۔۔۔تم تو ہمیں شادی سے پہلے ہی منہ لگانا چھوڑ گئے ہو، بعد میں تو پہچانو گے بھی نہیں۔۔۔!"

"دادا۔۔۔بات وہ کیا کریں جو ہونی ہو۔۔۔آپ جانتے ہیں مجھے اچھی طرح سے۔۔۔میری شادی اپنی مرضی سے بھی ہو رہی ہوتی تب بھی میں مجنوں نا ہو جاتا، اب تو معاملہ ہی بس خانہ پری کا سمجھیں۔۔۔!"

وہ نا جانے کیوں چڑ رہا تھا۔۔۔گھر اتنا زیادہ سج گیا تھا سامان سے کہ پرایا پرایا لگنے لگے تھا۔۔۔آنے والی سارے گھر میں چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔فرار کی سب راہیں مسدود ہوتی جا رہی تھیں لمحہ بہ لمحہ۔۔۔دادا کو اسے دیکھ کر ہنسی آ گئی تو وہ اور زیادہ چڑ گیا۔۔۔خود کو بمشکل کچھ کہنے سے روکا اور اندر جانے لگا تو دادا کی ٹوک نے دوبارہ اس کے قدم جکڑے۔۔۔

"خانہ پری نہیں پتر۔۔۔وہ اتنی دھان پان سی نہیں کہ ایک خانے میں سما جائے۔۔۔" دادا اور شاویز ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسے تو مومن کی آنکھیں حیرت واستعجاب سے پھٹنے کو آ گئیں۔۔۔

"کیا مطلب ہے دادا۔۔۔؟" کیا موٹی ہے بہت۔۔۔خدایا!...آخر کہاں پھنسا مارا ہے آپ نے مجھے۔۔۔؟"

"اب تجھے کہیں نا کہیں تو بیاہنا تھا نا مومن۔۔۔لڑکی ہے تو کچھ موٹی۔۔۔" انہوں نے اپنا کان کھجایا۔۔۔" اچھا کچھ نہیں کافی موٹی ہے۔۔۔لیکن خاندان اچھا ہے۔۔۔یہ بس اپنی ماسی شوکت کی کاربن ہی سمجھ لے تُو لیکن خاندان اچھا ہے۔۔۔سارے گھر میں چلتی پھرتی اَنّے وا دکھائی دے گی لیکن خاندان اچھا ہے۔۔۔رنگ بھی مٹیالا ہے تو اچھا ہے نا کسی کی نظر ہی نہیں لگنی لیکن۔۔۔"

"خاندان اچھا ہے۔۔۔" مومن جھنجلایا ہوا بیچ میں سے ہی بات اچک کر بولا۔۔۔" خاندان کو چاٹوں گا کیا۔۔۔دادا آپ نے میرے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے۔۔۔میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔۔آج امی ہوتیں تو آپ سے پوچھتیں۔۔۔!" وہ حقیقتاً دلگرفتہ ہوا تھا۔۔۔ماحورسی تو کوئی بھی نہیں ہو سکتی تھی وہ ایک ہی تھی مگر اب جب کسی کھونٹے سے دادا باندھ ہی رہے تھے تو اس کے دل کے کسی کونے میں یہ خواہش ضرور تھی کہ ایسی تو ہو جو اسے ماحور کو بھولنے میں مدد دے، اسے اپنی محبت سے باندھ لے اور اس کے دل میں نقش ماحور کی چاہت دھندلا جائے۔۔۔مگر دادا نے تو اسے کالے پانی کی سزا سنا ڈالی تھی۔۔۔وہ پیر پٹختا اندر کمرے میں چلا گیا اور دھم سے دروازہ مارا۔۔۔شاویز نے چھچھوری لڑکیوں کی طرح دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر نزاکت سے کمر لچکائی۔۔۔

"مجھے تو ہمیشہ سے شک تھا کہ تیرے میں کوئی نا کوئی کسر ہے۔۔۔تیرا سسٹم بگاڑ کا شکار ہے۔۔۔!"

دادا کی چوٹ پر شاویز کھسیا کر رہ گیا۔۔۔اس کی ایکٹنگ اسی کے گلے پڑ گئی۔۔۔وہ شرافت سے کرسی پر ٹک گیا۔۔۔

"سوچ رہا ہوں کہ تیرے بیڈ روم کو مرچوں والی لائٹوں سے سجاؤں اور تیری مسہری بھی مرچوں سے بھر دوں۔۔۔کیا کہتا ہے مومن۔۔۔؟" دادا نے اونچی آواز میں ہانک لگائی تاکہ بند کمرے میں کڑھتا مومن سن لے۔۔۔جواب میں کوئی چیز زوردار آواز کے ساتھ فرش پر پھینکی گئی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

آج بڑے دن بعد وہ اکیلی گھر سے بنا بتائے نکلی تھی۔۔۔رائنہ کو بھی ساتھ لینے کو دل نہیں کیا۔۔۔دل میں اس کے لئے بھی اس قدر گلے تھے کہ اس کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھی مبادا کوئی سخت بات نا منہ سے نکل جائے آخر کو رائنہ وہ ہستی تھی جس نے اسے ہر طرح کی سچویشن میں سپورٹ کیا تھا۔۔۔مگر اب تو آنکھیں ماتھے پر رکھے اسی کے سامنے بے رخی سے دندناتی اسی کی شادی کی تیاریوں میں مشغول دکھائی دیتی تو اس کا خود پر سے اختیار ختم ہونے لگتا۔۔۔امی کے آجانے سے گھر کے کونے کونے میں رونق بھر گئی تھی۔۔۔ہر طرف سے سارا دن امی امی کی آوازیں آتی رہتیں۔۔۔کوئی اس کی حالت کو نوٹس بھی نہیں کرتا تھا۔۔۔وہ اداس کیوں ہے، وہ روئی روئی سی کیوں ہے، وہ سر درد کا بہانہ کر کے بستر میں کیوں پڑی ہے۔۔۔کوئی نہیں پوچھتا تھا اور اس بات کا اسے دکھ بھی تھا۔۔۔سیف جو اس کے پل پل سے باخبر رہا کرتا تھا اور اپنی بھی ایک ایک بات اسے بتایا کرتا تھا، یکدم اس سے لاتعلق سا ہو گیا تھا۔۔۔اس نے تمام عمر ان بہن بھائیوں کے لیے جان ماری تھی، کام کیا تھا محنت کی تھی۔۔۔اب اسے دیوار سے لگا کر سب بچوں بیچ محفل جمائے بیٹھے ہوتے تو اذیت دو چند ہو جاتی۔۔۔مانا اس کی ضرورت نا سہی کسی کو مگر اس کی کوئی حیثیت تو تھی۔۔۔اس لیے وہ بنا کسی کو بتائے گھر سے نکل کر وہ تمام راستے ماپتی پھری جن پر وہ مومن کے سنگ چلی تھی۔۔۔وہ پارک جہاں وہ دونوں بیٹھا کرتے تھے، وہ شاپ جہاں سے مومن نے اسے جوتے دلوائے تھے، وہ سڑک جہاں اس نے اور مومن نے شٹاپو کھیلا تھا۔۔۔

وہ ہر جگہ پر بے مقصد پھرتی پھراتی نہر کنارے آبیٹھی۔۔۔یہ نہر اس کی اور مومن دونوں کی پسندیدہ تھی۔۔۔ابھی سورج ڈوبنے میں خاصا وقت تھا پھر بھی پانی کی گود میں اس کا عکس خاصا بڑا دکھائی دے رہا تھا۔۔۔دھوپ بڑی مسحور کن تھی۔۔۔وہ نیم نم سی گھاس پر سورج کی سیدھ میں آبیٹھی اور چہرہ اونچا کر کے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔نرم گرم سی دھوپ نے اس کے گالوں کو سہلانا شروع کیا تو سکون سا سارے وجود میں سرایت کر گیا۔۔۔زندگی میں اچھا ساتھ بلکل سرما کی دھوپ کی طرح ہوتا ہے، جانفزا اور دل ربا۔۔۔سکون کی ردا اوڑھا کر میٹھی نیند سلانے والا۔۔۔!

کچھ ہی فاصلے پر درخت تلے ایک بینچ پر ٹیک لگائے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا سالک پاشا حیرت سے اس اتفاق کو دیکھ رہا تھا جو اس کے دل کی خواہش کے عین مطابق ماحور بھی وہاں آموجود ہوئی تھی۔۔۔ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسی کے متعلق خوش

آئند خیالات میں گھرا تھا اور اب اس دودھ اور کانچ سے بنی مورت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر دل بے اختیار ہوا جا رہا تھا۔۔۔وہ کچھ سوچ کر اٹھا اور چلتا ہوا ماحور سے ذرا سے فاصلے پر آ بیٹھا۔۔۔قریب سے اسے دیکھنے کا احساس بے حد اچھوتا تھا۔۔۔وہ کتنے ہی پل بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ماحور کو کسی کی نگاہوں کی گرمی نے آنکھیں کھول کر اطراف میں دیکھنے پر مجبور کر دیا۔۔۔اپنی بائیں جانب نگاہ ڈال کر جیسے ہی اس نے گردن موڑ کر دائیں جانب دیکھا، سالک پاشا کا وجاہت سے بھرپور مردانہ وجود سامنے پا کر وہ ہکا بکا رہ گئی تھی۔۔۔وہ ایسے شوق سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی ماورائی مخلوق ہو۔۔۔نا چاہتے ہوئے بھی وہ محجوب سی ہو گئی۔۔۔اس وقت وہ مومن کو سوچ رہی تھی، کیا ردعمل ہو گا اس شخص کا اگر اسے پتا چلے کہ اب سے دو ہفتے بعد جو لڑکی اس کی بیوی بننے والی ہے وہ اپنے پچھلے منگیتر کی یاد میں آہیں بھرنے کو یہاں بیٹھی ہے۔۔۔؟ پہلی بار اسے سالک سے تھوڑی سی شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔۔۔مگر وہ بھی کیا کرتی، مومن کو بھلانا اس کے اختیار میں ہوتا تو اس کی تمام کج روی اور بے اعتنائی کے بعد وہ اسے یاد کرنا تو دور کی بات، اس کا تصور بھی اپنے دل و دماغ سے کھرچ ڈالتی مگر۔۔۔!

"سوری۔۔۔میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔۔۔ویسے میں آپ سے پہلے کا یہاں آ کر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ایک بار مومن تراب کے ساتھ آیا تھا یہاں تو اچھی لگی تھی یہ جگہ۔۔۔!"

اس نے بلا صفائی دی تھی۔۔۔جواباً ماحور نے سپاٹ تاثرات کے ساتھ اس پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی تھی اور واپس سامنے نہر کے پانی کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔سالک پاشا محض ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔۔۔نا جانے یہ برف سے بنی لڑکی کب پگھلنے والی تھی، پگھلتی بھی یا نہیں کون جانے۔۔۔!

"ماما کیسی ہیں۔۔۔؟" اس نے ناعمہ پاشا کے متعلق سوال کیا مگر پھر ماحور کے ماتھے پر پڑنے والے بلوں کو دیکھ کر سوال کا انداز بدلا۔۔۔"میرا مطلب تھا آپ کی امی کیسی ہیں۔۔۔اور گھر میں باقی سب ٹھیک ہیں۔۔۔؟"

"آپ کا سیل فون کہاں ہے۔۔۔؟" ماحور نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال پوچھا تھا۔۔۔سالک نے اپنی پاکٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔۔

"میرے پاس ہی ہے۔۔۔کیوں۔۔۔کیا کال کرنے کے لیے چاہیے آپ کو۔۔۔؟"

"جی نہیں۔۔۔مجھے نہیں چاہیے۔۔۔آپ کو یاد کروایا ہے کہ آپ کے پاس میری امی اور گھر والوں سے رابطے کا ذریعہ موجود ہے تو ان کا حال احوال بھی معلوم کر لیجیے نا۔۔۔!"

اس کے پھیکے لہجے پر سالک پاشا کھسیا سا گیا مگر پھر بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔۔۔وہ اس کے اس لب و لہجے پر بھی تو نثار تھا۔۔۔

"اچھا چلیں شادی کی تیاریاں کیسی جا رہی ہیں۔۔۔اب ایٹ لیسٹ یہ تو بتائیں گی کہ نہیں۔۔۔!"

"نہیں۔۔۔کیونکہ میں کر رہی نہیں رہی تو بتاؤں کیا۔۔۔جو کر رہے ہیں، یہ سوال بھی آپ کو انہی سے پوچھنا چاہیے۔۔۔!"

" کیوں۔۔۔آپ کیوں نہیں کر رہیں ماحور۔۔۔شادی آپ کی ہے تو تیاری میں حصہ تو لینا چاہیے نا۔۔۔روز روز تو نہیں آتے یہ مواقع زندگی میں۔۔۔!"

" پہلی اور آخری بار کا آنا ہی جان پر بنا ہو تو کون کافر روز روز کا مرنا مانگے گا۔۔۔!" ماحور کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا اور سالک پاشا کے چہرے کی رنگت یکدم ماند پڑی تھی۔۔۔وہ خاموش ہو کر سامنے دیکھنے لگا۔۔۔ماحور کو اپنے اوپر افسوس ہوا تھا۔۔۔اسے اس حد تک روڈ ہو کر بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔۔۔مومن کا غصہ وہ ہر ایک پر اتارتی پھرتی تھی آج کل۔۔۔

" آئم سوری۔۔۔وہ اصل میں طبیعت کچھ اچھی نہیں تو بس منہ سے بھی الٹا سیدھا نکل گیا۔۔۔آپ پلیز برا نا منائیے گا۔۔۔میری عادت سی ہے یوں اول فول بک جاتی ہوں اور پھر پچھتاتی ہوں۔۔۔!" وہ سچ میں شرمندہ تھی۔۔۔اس کی پٹپٹاتی نیلی سبز آنکھوں میں پانی کا عکس جھلملاتا اس قدر منفرد لگ رہا تھا کہ سالک چند پل کو بالکل کھو سا گیا۔۔۔بمشکل اس نے نگاہ چرا کر لہجے کو بشاش بناتے ہوئے کہا۔۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ہو جاتا ہے۔۔۔آخر چند دن بعد آپ اپنی فیملی سے دور ہو جائیں گی، اداسی تو الگ بات ہے فکر بھی ہو گی مگر یہ یونا تو ہے ہی۔۔۔آپ کو شادی تو کرنی ہی ہے۔۔۔ہر حال میں کرنی ہے ماحور۔۔" اس کا لہجہ مدھم ہوتا یکدم سرسراہٹ میں بدلا۔۔۔ماحور کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔۔۔اس نے چونک کر سالک پاشا کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر فوراً نگاہ چرا گئی۔۔۔

" اپنی شادی کی تیاری دل سے کیجیے ماحور........ورنہ آپ حقیقتاً پچھتائیں گی۔۔۔!"

ماحور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔اسے سالک پاشا سے عجیب سا خوف محسوس ہوا۔۔۔تو کیا جن باتوں سے رائنہ اسے ڈراتی تھی، وہ سچ ہونے والی تھیں۔۔۔سالک پاشا کو وہ واقعی انڈر اسٹیمیٹ کر رہی تھی کیا۔۔۔؟

" میں چلتی ہوں۔۔۔امی انتظار کر رہی ہوں گی۔۔۔!"

" میں چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔آپ میری ذمہ داری ہیں۔۔۔!"

" وہ تو ٹھیک ہے مگر راستے میں مجھے ٹیلر کے پاس رکنا ہے اور پھر ایک چکر پارلر کا لگانا ہے۔۔۔بہت دیر ہو جائے گی۔۔۔کافی دیر ہو جائے گی۔۔۔!" وہ نیم ہکلاہٹ میں اوندھے سیدھے پلانز بتا رہی تھی جن پر بہر حال اسے عمل نہیں کرنا تھا مگر سالک پاشا سے جان چھڑانے کا اور کوئی طریقہ اسے سوجھ نہیں رہا تھا۔۔۔

"ٹھیک ہے آپ جائیے۔۔۔مگر احتیاط سے۔۔۔بس چند دن کی بات ہے پھر آپ کو اپنے ہسبنڈ کی اجازت درکار ہوا کرے گی۔۔۔!" سالک نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا مگر ماحور کو لگا اس نے جتایا ہے۔۔۔وہ خدا حافظ کہتی فوراً وہاں سے نکلتی چلی گئی۔۔۔سالک کی گہری نگاہوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔۔۔اس کا ہر عکس وہ اپنی پتلیوں میں قید کرتا چلا جا رہا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

گھر کے پورچ میں گاڑی کرتے ہی گارڈ تیزی سے اس تک پہنچا تھا۔۔۔وہ بوکھلایا ہوا تھا اور پریشان بھی۔۔۔سالک فوراً گاڑی سی اترا۔۔۔

"سر۔۔۔بڑے صاحب کی طبیعت پھر بگڑ گئی ہے۔۔۔وہ نوکروں پر بھی چلا رہے ہیں اور انہوں نے اپنے اٹینڈنٹ کو بھی واز کھینچ مارا ہے۔۔۔وہ بیچارہ پریشان سالاؤنج میں بیٹھا ہے کب سے۔۔۔!"

"تو تم نے مجھے کال کیوں نہیں کی احمق۔۔۔ہزار بار بولا ہے کہ ابی کی طبیعت خراب ہونے لگے تو فوراً مجھے انفارم کرو۔۔۔!" اس نے کہتے ہوئے تیزی سے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔۔۔

"کیا تھا سر۔۔۔پر آپ کا موبائل آف تھا۔۔۔!" گارڈ اس کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا بولا تو اسے یاد آیا کہ نہر پر جانے سے پہلے ہی اس نے اپنا موبائل آف کر دیا تھا۔۔۔وہ کچھ وقت بلکل اکیلے گزارنا چاہتا تھا۔۔۔

سر جھٹک کر وہ لابی میں داخل ہوا تو ابی کے چیخنے چلانے کی آوازیں ان کے کمرے سے باہر تک آ رہی تھیں۔۔۔لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ابی کا میل اٹینڈینٹ فوراً اس کی جانب لپکا۔۔۔

"سوری سر۔۔۔مگر میرے پاس یہاں بیٹھنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔سر بہت ہائپر ہو رہے تھے۔۔۔انہوں نے مجھے بھی واز کھینچ مارا اور جو بھی کمرے میں جانے کی کوشش کر رہا تھا اسے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔ہمیں ڈر یہ تھا کہ وہ خود کو ہی کچھ کر نا ڈالیں۔۔۔!"

"اٹس اوکے مراد۔۔۔تم نے اچھا کیا جو باہر آ گئے۔۔۔کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔۔۔؟"

اس نے اٹینڈینٹ کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس کے نفی میں سر ہلاتے ہی وہ تیزی سے عادل پاشا کے روم کی جانب لپکا۔۔۔دروازہ کھولتے ہی ان کی تیز اور اونچی آواز کانوں میں پڑی۔۔۔

"میرا تماشا دیکھتے ہو تم سب۔۔۔خبردار جو کوئی بھی میرے کمرے میں آیا تو۔۔۔میں عادل پاشا ہوں۔۔۔مجھے کوئی ہرا نہیں سکتا۔۔۔میں اب بھی تم سب کی کھالیں کھینچ سکتا ہوں۔۔۔!"

"ابی۔۔۔کام ڈاؤن۔۔۔ریلیکس۔۔۔یہ میں ہوں سالک۔۔۔!" وہ تیزی سے آگے بڑھا اور ان کے ہاتھ تھام لیے جن

میں اس وقت بھی وزنی ڈیکوریشن پیس تھا جو وہ یقیناً کسی کو مارنے کے لیے تھامے ہوئے تھے۔۔۔سالک کو دیکھتے ہی ان کے کشیدہ اعصاب قدرے پرسکون ہو گئے۔۔۔سالک نے احتیاط سے ان کے ہاتھ سے وہ ڈیکوریشن پیس پکڑا اور اسے ٹیبل ۔پر رکھ کر دونوں گھٹنے ٹیک کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔۔۔

" کیوں ابی۔۔۔کیوں۔۔۔آپ خود کو سنبھالیں گے نہیں تو ٹھیک کیسے ہوں گے ابی۔۔۔خدانخواستہ کسی کو کوئی نقصان پہنچ جاتا تو کیا کرتا میں۔۔۔آپ چاہتے ہیں کہ میں کسی نا کسی مشکل میں پڑ کر حوالات کی شکل دیکھوں۔۔۔ہے نا۔۔۔!"

" یہ سب میرا مذاق اڑاتے ہیں سالک۔۔۔انہیں لگتا ہے کہ میں اب بے کار گوشت کو لوتھڑا ہوں جو خود سے اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔۔کیا میں واقعی بے کار ہو چکا ہوں سالک۔۔۔کیا تمہیں لگتا ہے ایسا۔۔۔؟" ان کی آنکھوں میں وحشت ناچتی تھی۔۔۔وہ تیز تیز سانس لیتے بلکل مخبوط الحواس انسان محسوس ہو رہے تھے۔۔۔سالک کو ان پر ڈھیر سارا ترس آیا۔۔وقت کیسے ردی کر دیا کرتا ہے کوئی ان وقت کے سورماؤں سے پوچھے۔۔۔اس نے ان کے ہاتھوں کو چوما اور بولا

" ہرگز نہیں ابی۔۔۔آپ نا پہلے کبھی بے کار تھے نا اب ہیں۔۔۔مگر آپ کو یہ ثابت کرنے کے لیے سیلف کنٹرول کی ضرورت ہے بس۔۔۔خود کو سنبھالے بنا آپ کسی پر بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اس حادثے نے آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑا۔۔۔آپ میں اب بھی اتنی ہمت و طاقت ہے کہ آپ ہر مشکل کا سامنا کر سکیں۔۔۔!" وہ انہیں کسی بچے کی طرح بہلا رہا تھا۔۔۔

" اگر میں خود کو سنبھال لوں تو ناعمہ آجائے گی واپس۔۔۔؟"

ان کے اچانک سوال نے سالک کو لاجواب سا کر دیا۔۔اس نے ان کی آنکھوں میں جھانکا جہاں آس و نراس کا سمندر ہلکورے لے رہا تھا۔۔۔وہ ان کے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں گویا ہوا۔۔۔

" آئیں گی۔۔۔بلکل آئیں گی۔۔۔بھلا میری شادی پر نہیں آئیں گی کیا۔۔۔اور جب شادی پر آئیں گی نا تو ہم کوشش کریں گے انہیں منانے کی۔۔۔گھر لانے کی۔۔۔!" بھلے سے اب شائد یہ ممکن نہیں رہا تھا مگر باپ کی ذہنی حالت کے پیش نظر اس نے دلاسہ دینا ضروری سمجھا۔۔۔عادل پاشا کے چہرے کے تاثرات فوراً نرم پڑ گئے۔۔۔وہ بے حد شوق سے بولے۔۔۔

" تو کرو نا شادی۔۔۔لے آؤ نا اس بچی کو۔۔۔وہ کیا نام ہے اس کا۔۔۔ماحور۔۔۔ماحور مغل کو۔۔۔مجھے کوئی اعتراض نہیں سالک۔۔۔ناعمہ جس بھی طرح سے آئے جیسے بھی کر کے آئے بس آجائے۔۔۔اس کی بیٹی یہاں بہو بن کر آجائے تو ہم اسے بھی مجبور کر دیں گے واپسی کے لیے۔۔۔بلکہ تم اس کے باقی بچوں کو بھی لے آنا۔۔۔پھر وہ کبھی بھی انکار نہیں کرے گی۔۔۔دیکھ لینا۔۔۔!"

سالک کوئی جواب دیے بنا بس دھیما دھیما مسکراتا رہا۔۔۔

" اور۔۔۔اور تمہاری شادی میں تو اب بہت کم دن رہ گئے ہیں سالک۔۔۔گھر کو سجاؤ۔۔۔رونق لگاؤ۔۔۔مجھ سے گھر کی

ویرانی اب سہی نہیں جاتی۔۔۔!"

"لگ جائے گی رونق ابی۔۔۔ضرور لگے گی۔۔۔بس چند دن ہی کی تو بات ہے پھر اس گھر میں آپ کی بہو ہر طرف چلتی پھرتی دکھائی دے گی۔۔۔!"

"وہ مجھے معاف تو کر دے گی نا سالک۔۔۔؟" عادل پاشا نے امید سے مزین لہجے میں استفسار کیا۔۔۔ان کی آنکھوں میں ناقابل فہم سا خوف بھی تھا۔۔۔

"اگر معاف نا کر دیتی تو شادی کیوں کراتی۔۔۔؟" سالک نے بھنویں اچکا کر مسکراتے ہوئے کہا تو عادل پاشا بھی مسکرا دیے۔۔۔اس نے ان کے ہاتھوں کو نرمی سے دبا کر چھوڑا اور کھڑا ہو گیا۔۔۔

"میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں تب تک آپ اپنا ڈنر لیں کیونکہ آپ کی میڈیسن کا ٹائم ہے اور اب آپ ہائپر نہیں ہوں گے ابی۔۔۔ مراد کو بھی پریشان نہیں کریں گے،اس کی بات مانیں گے۔۔۔میں چاہتا ہوں کہ میری شادی تک آپ ایک دم فٹ نظر آئیں۔۔۔!"

عادل پاشا نے سر دھیمے سے اثبات میں ہلا دیا۔۔۔وہ ان کی پیشانی چومتا کمرے سے باہر آ گیا۔۔۔مراد کو تسلی دے کر اندر بھیجا اور خود تھکا تھکا سا نڈھال وجود لیے اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھ گیا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ اب بلاناغہ آفس آ رہا تھا۔۔۔فی الحال سوچوں بلکہ وحشت ناک سوچوں سے چھٹکارے کے لیے یہی ایک جائے پناہ تھی۔۔۔حالانکہ سالک نے اسے لیو اپلائی کر دینے کا کہا بھی تھا مگر گھر میں تو دادا اور شاویز نے اس کے ناک میں دم کر کے رکھ دیا تھا۔۔۔اتنا ذلیل دادا نے اسے گزشتہ تمام زندگی میں نہیں کیا تھا جتنا اس ایک ماہ میں کر کے رکھ دیا تھا۔۔۔اور اوپر سے شاویز کا چھچھورا پن۔۔۔وہ آتے جاتے اسے ایسی نظروں سے دیکھتا کہ وہ خوامخواہ ہی پانی پانی ہونے لگتا۔۔۔کمرے میں گھسا رہتا تو ماحور کی یاد سکون نہیں لینے دیتی تھی۔۔۔اس لیے آفس کا کیبن بہترین پناہ گاہ تھی۔۔۔وہ کافی دیر فائلز میں الجھا رہا اور پھر چند ضروری فائلز لے کر سالک پاشا کے آفس کی جانب چل دیا۔۔۔آفس کا دروازہ نیم وا تھا۔۔۔اسے اچنبھا ہوا۔۔۔ناک کرنے ہی لگا تھا کہ اچانک کانوں میں ناعمہ پاشا کی آواز پڑی۔۔۔

"میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں بیٹا۔۔۔آپ ہی تو وہ واحد ہستی تھے جس میں مجھے اپنے ہر بچے کی شبیہہ دکھتی تھی۔۔۔پاشا نے جو بھی کیا ہو مگر میرا اور آپ کا رشتہ ہمیشہ ماں بیٹے کا ہی رہے گا سالک۔۔۔!"

"تو بیٹے سے کوئی ماں دور کیسے ہو سکتی ہے ماما۔۔۔میں آپ کو مس کرتا ہوں۔۔۔ابی مس کرتے ہیں۔۔۔گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔۔۔آپ پلیز واپس آ جائیں۔۔۔!"

" میں نے اپنے بچوں کے چودہ سال مس کر دیے سالک۔۔۔میں ان کا بچپن دیکھ ہی نہیں پائی۔۔۔اب جبکہ ان کا باپ بھی نہیں رہا میں کیسے انہیں تنہا چھوڑ دوں۔۔۔قدرت نے مجھے ایک موقع فراہم کیا اور میں نے اس کا فائدہ اٹھا لیا۔۔۔میری خود غرضی کو معاف کر دینا سالک، مگر مجھے مجبور مت کرو واپسی کے لیے۔۔۔پلیز بیٹا۔۔۔!"

مومن حیرت و استعجاب میں گھرا وہیں سے یہ سوچ کر واپس ہو لیا کہ کچھ دیر میں دوبارہ آجائے گا۔۔۔اپنے کیبن میں آکر بھی وہ یکسو نہیں ہو پایا تھا۔۔۔ناعمہ پاشا نے عادل پاشا کا گھر چھوڑ دیا تھا۔۔۔یہ جان کر وہ ششدر تھا۔۔۔اس کا مطلب تھا کہ وہ یقیناً ماحور کے گھر آچکی تھیں۔۔۔سیف نے بھی اسے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔۔۔مگر اتنا انتہائی ردعمل کہ وہ گھر ہی چھوڑ آئیں۔۔۔!

اس نے اپنا موبائل نکالا اور سیف کا نمبر ملایا مگر بیل جانے سے پہلے ہی کال کاٹ دی۔۔۔اسے مناسب نہیں لگا کہ وہ اس سے اس بارے میں کچھ پوچھے۔۔۔پندرہ بیس منٹ لیپ ٹاپ پر اور فائلز میں کھپا کر وہ دوبارہ اٹھا تھا اور سالک کے آفس کی جانب چل دیا۔۔۔اسکا اندازہ تھا کہ اب تک ناعمہ پاشا جا چکی ہوں گی۔۔۔مگر وہ لابی کا موڑ مڑتے ہی فوراً تھم گیا۔۔۔سالک اور ناعمہ پاشا آفس سے باہر کھڑے الوداعی کلمات کہہ رہے تھے۔۔۔سالک نے عقیدت سے ان کے ہاتھ تھام رکھے تھے اور وہ بے چینی سے مسلسل نفی میں سر ہلائے جا رہی تھیں۔۔۔

" پلیز ماما۔۔۔میری خاطر آپ کو ایسا کرنا ہوگا۔۔۔اسی میں ہم سب کی خوشی اور بھلائی ہے۔۔۔اور اب آپ کچھ بھی نہیں کہیں گی بس جلد از جلد شادی کی تیاریاں مکمل کریں گی اور ماحور کو رخصت کریں گی۔۔۔!"

" آپ مجھے کس آزمائش میں ڈال رہے ہو سالک میرے بچے۔۔۔مجھے ماں بھی کہتے ہو اور آزماتے بھی ہو۔۔۔کیا ماں کو اپنی اولاد کی خوشی سے بڑھ کر کچھ عزیز ہوتا ہے۔۔۔؟"

" اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ کو میری خوشی عزیز ہے تو میری بات ماننی ہوگی۔۔۔!"

سالک پاشا نے نرمی اور مان سے ناعمہ پاشا کو کاندھوں سے تھام کر اپنی پیشانی ان کی پیشانی سے ٹیک دی تو وہ دھیرے سے ہنس دیں۔۔۔مومن تراب اس گتھی کو سلجھانے سے قاصر تھا۔۔۔کچھ تو عجیب تھا اس سب میں۔۔۔!

☆......☆......☆

"کنداں پکیاں نے جی
پریتاں سچیاں نے جی۔۔۔
کوٹھے چوندے نے جی
ترپاؤندے نے جی

کنداں پکیاں نے جی
پریتاں سچیاں نے جی
تینوں ہر گل دساں گے
اکھاں وچ وسا کے ماہیا
تیرے نال ہی ہسّاں گے
لگّی خوشیاں دی جھڑیاں نے
رب نے ملائیاں جوڑیاں
اج شگناں دی گھڑیاں نے

زلیخا دادی نے محلے اور خاندان میں جن جن سے واقفیت یا اچھے تعلقات بحال تھے ان کی بچیوں کو بلا کر رونق لگانی شروع کر دی تھی۔۔۔سارے صحن میں اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔۔۔ یہ سب بہت خوش کن ہوسکتا تھا جو اگر دل کا موسم اچھا ہوتا۔۔۔دل میں تو ویرانی اور اداسی نے ایسے گھیرے ڈال رکھے تھے کہ جوں جوں شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے ماحور کا دل مر جانے کو کرنے لگا تھا۔۔۔سالک پاشا سے لاکھ خار سہی مگر وہ اس کی اچھی عادات کی بھی قائل ہو چکی تھی۔۔۔اسے دھوکہ دینا چاہتی تھی نا اندھیرے میں رکھنا چاہتی تھی۔۔۔کئی بار اسے خیال آیا کہ اسے سب کچھ سچ سچ بتا دے مگر ہمت جواب دے جاتی تھی۔۔۔اور اب تو بس چند دن کی بات تھی پھر ہر شے ایک مقام پر آ کر تمام عمر کے لیے ٹھہر جانے والی تھی۔۔۔کسی بھی تعلق میں دو رشتے بے حد اہم ہوتے ہیں۔۔۔ایک پیار کا دوسرا اعتبار کا۔۔۔ان میں سے کوئی ایک رشتہ بھی موجود ہو تو تعلق نبھ جاتا ہے مگر اگر دونوں ہی نا ہوں تو پنپ بھی نہیں پاتا۔۔۔!

سبز اور نارنجی جوڑے میں ملبوس ماحور زردی مائل سفید رنگت لیے کافی دیر تک باہر برآمدے میں خاص طور پر سجائے گئے تخت پر بیٹھی رہی تھی۔۔۔بلکہ رائنہ نے زبردستی ڈنڈے کے زور پر بٹھایا تھا۔۔۔کل اس کی مہندی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا نے ہر ہر رسم کے لیے دن مخصوص کر دیے تھے۔۔۔ان کا بس چلتا تو وہ پورا مہینہ اس کے چاؤ اور شگنوں میں گزار کر اسے رخصت کرتیں۔۔۔!

اردگرد اتنا شور تھا مگر اسے جیسے کوئی آواز سنائی ہی نہیں دے رہی تھی۔۔۔کانوں میں کبھی مومن تراب کی سیٹی کی آواز گونجتی تو کبھی اس کی خوبصورت مردانہ ہنسی کی بازگشت سنائی دیتی۔۔۔وہ پلکیں جھپک جھپک کر آنسو روکے ہوئے تھی۔۔۔نگاہیں سامنے بیٹھے لڑکیوں کے جھرمٹ پر تھیں مگر ذہن مومن کی شرارتوں اور باتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔۔۔

”مومن تمہیں نا رومینس کرنا آیا نا ہی محبت۔۔۔تمہیں صرف درد دینا آتا تھا اور وہی ہنر مجھ پر آزما ڈالا۔۔۔!“

اس کے دل سے ہوک سی اٹھی۔۔۔کچن کے دروازے سے نکلتی رائنہ نے کن اکھیوں سے اس کی گیلی آنکھوں کو دیکھا اور تاسف سے سر جھٹکتی ہاتھ میں تھاما تھال لیے چل دی۔۔۔اسی وقت گیٹ سے ابرش ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھامے داخل ہوئی۔۔۔اسے دیکھ کر رائنہ کو تسلی ہوئی کم از کم ماحور کا کچھ تو دل بہلے گا۔۔۔اس سے ملنے کے بعد وہ ماحور کو اوراسے اندر کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔۔۔جاتے جاتے ابرش کے کان میں کھسر پھسر کرنا نہیں بھولی تھی۔۔۔ماحور نے دیوار گیر آئینے میں اسے ایسا کرتے دیکھا اور سر جھٹک کر کانوں اور ہاتھوں میں پہنا پھولوں کا زیور اتارنے لگی۔۔۔ابرش گہرے سبز رنگ کے لباس میں غضب کی حسین لگ رہی تھی۔۔۔ماحور نے آئینے میں اس کا عکس دیکھ کر اسے دل سے سراہا اور داد دی اس کے حوصلے کی جو اتنی بڑی چوٹ کھا کر بھی مجسم ہمت تھی۔۔۔وہ اگر دکھاوا بھی کرتی تھی تو کمال کا کرتی تھی۔۔۔

"آخر اسے بھی تو سالک پاشا نے ٹھکرایا ہی تھا جیسے مجھے مومن نے ٹھکرا دیا۔۔۔تو پھر میرا دل سنبھلتا کیوں نہیں۔۔۔میری روح سے اس ہرجائی کی یاد جونک بن کر کیوں چمٹ گئی ہے۔۔۔کاش مومن میں تمہیں کبھی ملی ہی نا ہوتی۔۔۔کاش تم میرے راستے میں کبھی آئے ہی نا ہوتے۔۔۔"

وہ آئینے کو اب بے دھیانی سے دیکھتے اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔۔۔ابرش کب سے اسے بغور دیکھ رہی تھی۔۔۔ماحور کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اس قدر واضح ہوتے تھے کہ دوسرا بندہ صاف سمجھ جاتا تھا کہ اس کے اندر کیسی جنگ چھڑی ہے۔۔۔

" کیوں خود سے لڑ رہی ہو ماہی۔۔۔کتنا لڑو گی اور کب تک۔۔۔اب ہار مان کیوں نہیں لیتی۔۔۔قسمت سے اچھی امید رکھو۔۔۔!"

"قسمت اچھی ہو تو امید اچھی باندھوں نا۔۔۔!"

"تو کیا ہے تمہاری قسمت۔۔۔؟"

"یوں ہی اس کی یاد میں مر جانا۔۔۔!"

"یہ تمہاری قسمت نہیں، تمہاری مرضی ہے۔۔۔!"

اور ماحور سناٹے میں آ گئی۔۔۔ہاں یہ واقعی اس کی مرضی تھی۔۔۔وہ اسی کے نام کا جوگ لے کر زندگی گزار دینا چاہتی تھی۔۔۔نہیں تھا قسمت میں تو نا ملتا مگر اسے تو کسی کے ساتھ نتھی نا ہونا پڑے۔۔۔اسے تو دل میں کسی کی تصویر سجائے پیشانی پر کسی اور کے نام کی تختی لگائے نا گھومنا پڑے۔۔۔

" دیکھو ماہی۔۔۔زندگی گزارنے کے لیے طور طریقوں میں لچک ہونی چاہیے۔۔۔نفع نقصان دیکھنا چاہیے۔۔۔!"

"یہ تو خود غرضی ہوئی۔۔۔!"

"نہیں یہ معاملہ فہمی ہے۔۔۔مصلحت اندیشی ہے۔۔۔!"

اور ہاتھ میں تھامے پھولوں کے زیور ماحور نے چرمرا کر رکھ دیے۔۔۔وہ پھپک پھپک کر رو دی۔۔۔ابرش اٹھ کر اس کے پاس آئی اور اس کا رخ اپنی جانب کر کے گلے سے لگا لیا۔۔۔اسے تسلی دلاسے دینے والی ابرش راٹھور کی بھنورا آنکھوں کے کٹورے بھی پانیوں سے بھر گئے۔۔۔!

☆......☆......☆

سارے صحن میں ہر طرف مہمان ہی مہمان بھرے ہوئے تھے۔۔۔گیٹ سے اندر آتے ہی چارپائی بچھی ہوئی تھی جس پر خاندان کے انجان بزرگ (مومن کے لیے) براجمان تھے۔۔۔اس سے آگے بھی تین چار چار پائیاں تھیں۔۔۔برآمدے میں بھی دو تو تھیں ہی اور کرسیوں کا رش الگ لگا تھا۔۔۔سبھی پر مہمان تھے۔۔۔تین چار پائیاں خواتین نے قبضے میں کر رکھی تھیں اور بقیہ پر مرد حضرات تھے۔۔۔بچے آگے پیچھے کرسیوں کو ریل گاڑی بنائے گھسیٹتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔۔۔شور و غوغا ایسا غضب کا تھا کہ مومن کو لگا وہ کسی پاگل خانے میں آ گیا ہے جہاں سب ایک دوسرے کو" پاگل ای اوئے" کہتے ہنس رہے ہوں۔۔۔ایک پل کو تو اس کا دل کیا واپس ہو لے مگر کچن کے جالی والے دروازے میں کسی بوڑھی سی خاتون کے ساتھ مخولیاں کرتے دادا نے اسے دیکھ کر دور سے ہی ہانک لگائی۔۔۔

"لو وئی بزرگو۔۔۔لاڑا آ گیا جے۔۔۔!"

اور آدھے سے زیادہ مہمان اس کی طرف یوں لپکے جیسے بازار میں پبلک پاکٹ مار کی جانب لپکتی ہے۔۔۔کوئی اسے کہیں سے کھینچ رہا تھا تو کوئی کہیں سے نوچ لینے کے درپے تھا۔۔۔دادا نے سب کے چنگل سے چھڑوا کر خود ہی باری باری تعارف کروانا شروع کیا۔۔۔ڈھیروں رشتے کے مامے اور چاچے بھگتا کے وہ رشتے کے داداؤں اور ناناؤں کی طرف آیا تو اس کا سر چکرا رہا تھا۔۔۔اللہ جانے کون سی اینٹیں اکھاڑ کر دادا اتنے رشتے دار نکال لائے تھے۔۔۔جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔وہ موقع نکال کر دادا کے کان میں بدبدایا۔۔۔

"دادا۔۔۔یہ سب کیا ہے دادا۔۔۔کون ہیں یہ سب۔۔۔کہاں سے آئے ہیں یہ سب۔۔۔؟"

"اپنے گھروں سے آئے ہیں یہ سب۔۔۔!" دادا کا ترکی بہ ترکی جواب۔۔۔

"تو انہیں واپس ان کے گھروں میں بھیج دیں نا۔۔۔!"

"لے۔۔۔ابھی سے ایویں۔۔۔ابھی تو پاٹی شروع ہوئی ہے۔۔۔!"

"پاٹی نہیں دادا۔۔۔پارٹی۔۔۔!" اس نے بوکھلا کر تصحیح کی۔۔۔شکر تھا کہ شور اس قدر تھا کہ ان کی بات کوئی جتن کر کے بھی سن نہیں سکتا تھا۔۔۔

"جب اتنے لوگوں کی کچھ مچی ہو نا تو وہی کہتے ہیں جو میں نے کہا۔۔۔!" دادا اپنی ہی بات کا لطف لیتے ہوئے جی کھول کر ہنسے۔۔۔مومن نے سر جھٹکا اور شاویز کا پوچھا۔۔۔

"وہ شتونگڑا چھت پر ہے۔۔۔لائٹیں لگوا رہا ہے۔۔۔چل آ تجھے تیری دادی کے بھائی سے ملواؤں۔۔۔اپنا نانا ہی سمجھ اسے۔۔۔بڑی اوتری آئٹم ہے۔۔۔!"۔

"دادا۔۔۔بری بات۔۔۔مہمان ہیں اور دادای کے بھائی ہیں۔۔۔!"

"تبھی تو کہا پاغلا۔۔۔چل آ۔۔۔!" وہ ایک بار پھر ہنسے اور اسے لیے ایک چارپائی پر بیٹھے منحنی سے بزرگ کے پاس لے آئے جن کو موٹے موٹے شیشوں والی عینک لگی تھی۔۔۔دادا نے اپنی چھڑی کے زور پر ذرا سا جھک کر انہیں کہا۔۔۔

"او یونس۔۔۔اس سے ملو۔۔۔میرا پوتا۔۔۔!"

"کیا دھوتا۔۔۔؟" ان بزرگ نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر اونچا سا کہا تو دادا ایک بار پھر ہنس ہنس کر بے حال ہوئے۔۔۔مومن کو اب سمجھ آیا کہ وہ انہیں آئٹم کیوں کہہ رہے تھے۔۔۔دادا نے دوبارہ اونچی آواز میں دہرایا۔۔۔

"دھوتا نہیں پوتا۔۔۔پوتا۔۔۔!"

"کھوتا۔۔۔کہاں ہے کھوتا۔۔۔؟"

"آ کے ملواتا ہوں تجھے کھوتے سے۔۔۔!"

اور دادا ہنستے ہوئے اسے کچھ فاصلے پر لے آئے۔۔۔

"کتنی بری بات ہے دادا۔۔۔کسی کو تو بخش دیا کریں۔۔۔!"

"میرا دادا نا بن۔۔۔" وہ اسے مصنوعی گھرکتے ہوئے بولے ورنہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں لال انار ہوئے جا رہے تھے۔۔۔اتنے میں شاویز ہانپتا ہوا چھت کی سیڑھیاں اتر کر سیدھے ان کے پاس آیا۔۔۔

"دادا۔۔۔لگ گئیں سب لائٹیں۔۔۔بس اب مومن کے کمرے کو سجانا ہے اور نیچے یہ صحن رہ گیا ہے۔۔۔!"

"کوئی ضرورت نہیں میرے کمرے میں گند مچانے کی۔۔۔ایسے ہی رہنے دو۔۔۔مجھے نہیں پسند یہ سب کچھ۔۔۔!" مومن بے زار سا ہو کر بولا۔۔۔نا جانے دل کو کیوں پنکھے لگے ہوئے تھے۔۔۔

"ایویں ضرورت نہیں۔۔۔اور تیرے بوتھے نے تو ایسے ہی سوجے رہنا ہے۔۔۔اب جو مسکین تیرے لیے لا رہا ہوں اس کے بھی دل کے ارمان ہیں کہ نہیں۔۔۔!"

"ہر ارمان پورا ہو جائے تو رونا کاہے کا ہو۔۔۔!"

"پتر جب وہ آئے گی تو خود ہی سب ارمان جاگ جائیں گے۔۔۔وہ ہٹی چیز ہی ایسی ہے۔۔۔!"

"تو آپ لے آتے نا اپنے لیے۔۔۔ووہٹی۔۔۔!" مومن غصہ ضبط کر رہا تھا۔۔ورنہ دل تو سب کچھ ملیا میٹ کرنے کو کر رہا تھا۔۔۔

"دادا کو کس نے دینی تھی یار۔۔۔نا منہ میں دانت نا سر پر بال۔۔۔نظر انہیں ٹھیک سے نہیں آتا۔۔۔ چلتے بھی چھڑی پکڑ کر ہیں۔۔۔تم بھی حد کرتے ہو مومن۔۔۔!" شاویز نے بے چارے سے لہجے میں کہتے ہوئے دادا کا کندھا یوں تھپتھپایا جیسے تسلی دے رہا ہو۔۔۔دادا نے پلٹ کر ایک چماٹ گدی پر دھری اور دبنگ لہجے میں بولے۔۔۔

"آج بھی فضل تراب میں اتنا دم خم ہے کہ تجھ جیسوں کو دھول چٹا سکوں۔۔۔سمجھا۔۔۔بڑا آیا میرے دانت اور بال گنوانے والا۔۔۔چل نکل ادھر سے اب۔۔۔باقی کی لائیٹیں بھی لگوا کر کام ختم کر ورنہ تیرے منہ کی بتی گل کر دوں گا۔۔۔اس کے بعد مہمانوں کے رات کے کھانے کا بندوبست بھی کرنا ہے۔۔۔"

شاویز گردن سہلاتا ہوا دو فٹ پرے ہو چکا تھا۔۔۔دادا کے ہاتھ کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتا فوراً فو چکر ہو گیا۔۔۔مومن سامنے دیوار کو تکتا نا جانے کیا سوچ چلا جا رہا تھا، اسے بھی دادا گھورتے ہوئے بولے۔۔۔

"اور تُو۔۔۔چپ کر کے یہیں کسی کے پاس ٹک کر بیٹھ جا۔۔۔جب تک شاویز کمرہ سجا نہیں لیتا یہاں سے اٹھنا مت۔۔۔سمجھ گیا۔۔۔بڑا آیا ماتمی شکل بنا کر گھومنے والا۔۔۔شادی کروا رہا ہوں کوئی بلی نہیں دے رہا تیری۔۔۔سمجھا۔۔۔!" سینہ اکڑا کر دادا آگے بڑھ گئے اور مومن بے دھیانی میں یونس نانا کے ساتھ ہی آ بیٹھا۔۔۔یونس نانا نے آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنایا اور کان پھاڑ آواز میں پوچھا۔۔۔

"کون ہے۔۔۔؟"

"مومن۔۔۔!" اس نے بھی گلا پھاڑ کر جواب دیا۔۔۔

"دومَن۔۔۔کیا شے۔۔۔؟" یونس نانا نے کان قریب کیا

"آٹا۔۔۔!" اس نے جان چھڑائی۔۔۔

"کس نے کاٹا۔۔۔؟"

"جوتے نے۔۔۔!"

"کتے نے۔۔۔؟ چودہ ٹیکے لگیں گے۔۔۔!"

"یا اللہ۔۔۔!" مومن نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔۔۔یونس نانا دوبارہ سے کچھ پوچھ رہے تھے مگر وہ رسہ تڑا کر فوراً گھر سے باہر نکل گیا تھا۔۔۔!

☆......☆......☆

سیف نے بارات کے لیے ہال کی بکنگ کروالی تھی۔۔۔ناعمہ پاشا نے وارن کیا تھا کہ سب کچھ شیڈول کے مطابق اور آن ٹائم ہونا لازمی تھا۔۔۔ویسے وہ خود بھی خاصا ذمہ دار تھا۔۔۔یہ تو پھر اس کی اپیا کی شادی تھی۔۔۔اور اس نے اس شادی کو دل سے قبول کرلیا تھا۔۔۔جب نصیب میں یہی ہونا لکھا تھا تو وہ کون ہوتا تھا بلاوجہ ناپسندیدگی دکھاتا۔۔۔ریان لائٹنگ کا کام سنبھالے ہوا تھا، زونی اسی کے ساتھ مدد کروا رہا تھا۔۔۔اسے بڑوں والے کام کرنے کا ویسے بھی بہت شوق تھا۔۔۔اوپر نیچے بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔۔۔زلیخا دادی کی ناجانے کون سی آثار قدیمہ کی سہیلیاں برآمدے میں تخت پر پھسکڑے مارے بیٹھی تھیں۔۔۔وہ کئی دن پہلے سے رہنے چلی آئی تھیں اور اب ہر بات میں ٹوک ٹوک کر سب کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔۔۔زلیخا دادی نے پہناؤنیوں کے سبھی جوڑے ان کے آگے لا دھرے اور انہیں پیکنگ کے دھیان لگا کر سب کی گلو خلاصی کروائی۔۔۔ناعمہ پاشا نے اپنے سبھی بچوں کے شادی کے دنوں میں پہننے والے کپڑوں کو استری کر کر کے ہینگ کرنا شروع کیا تھا حالانکہ اب تو کئی ماہ سے زلیخا دادی نے سیف اور ماحور کے کہنے پر جزوقتی ملازمہ رکھ چھوڑی تھی مگر ناعمہ پاشا کو اپنے بچوں کے کام کرنے میں عجب ہی تسکین حاصل ہو رہی تھی۔۔۔ایک مدت انہوں نے یہ سب مس کیا تھا اب وہ پاس ہو کر دوبارہ مس نہیں کرنا چاہتی تھیں۔۔۔وہ یہ کام اتنے چاؤ سے کر رہی تھیں جیسے کوئی مقدس فریضہ ہو جو انجام دے رہی ہوں۔۔۔سب کے کپڑے انہوں نے خود بنوائے تھے۔۔۔بیش قیمت اور شاندار۔۔۔سالک پاشا نے ان کے منع کرنے کے باوجود انہیں شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں خطیر رقم مہیا کیا تھی، اس کے علاوہ بھی وہ ہر ہر ضرورت کا ذاتی طور پر خیال رکھ رہا تھا۔۔۔۔جنت، رائنہ کے آگے بال کھولے بیٹھی تھی جس نے اسے ایک بار کہا تھا کہ وہ اسٹیپ کٹنگ جانتی ہے، اب جب جنت اس کے پاس قینچی کنگھی لے کر بال گیلے کیے بیٹھی تھی تو رائنہ تھوک نگلتے ہوئے سوچ میں تھی کہ بھلا اسٹارٹ کیسے لے۔۔۔زلیخا دادی نے الگ قریب ہی موڑھا گھسیٹ کر فرمائشی پروگرام جاری کر رکھا تھا۔۔۔

"دیکھ مینڈکی۔۔۔میں تو اب اس عمر میں پارلر جاتی اچھی نہیں لگتی۔۔۔تُو گھر پر ہی میرے بالوں کی بیک کومبنگ کر دینا۔۔۔ذرا سر بھرا بھرا سا لگے گا۔۔۔!"

قینچی اور جنت کے بالوں سے نبرد آزما رائنہ نے ایک نظر ان کے مٹھی بھر بالوں کو دیکھا تو ہنسی چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔۔۔

"دادی اگر آپ کے بالوں کی بیک کومبنگ کر دی تو سارے کے سارے بال گچھا بن کر آگے آجانے ہیں، جوڑے کے لیے پیچھے ککھ نہیں بچنا۔۔۔!"

"بکواس نا کر۔۔۔پیچھے نقلی جوڑا لگاؤں گی نا۔۔۔تُو بس دیکھتی جانا میری ٹور۔۔۔تُو نے ابھی زلیخا دادی کے ٹشن دیکھے ہی کہاں ہیں۔۔۔!"

سیڑھیاں اترتے ریان اور زونی دادی کی بات پر منہ پھاڑ کر ہنسے۔۔۔دادی شوقین مزاج تو بلاشبہ تھیں۔۔۔اب بھی

گہرے اور تیز رنگ پہنتی تھیں۔۔۔رائنہ نے انہیں تسلی دلائی کہ جیسا چاہیں گی ہیر اسٹائل بنا دے گی وہ۔۔۔ساتھ ہی کن اکھیوں سے کچن کے جالی والے دروازے سے نظر آتی ماحور کو دیکھا جو شدید بے چین سی کبھی اپنی ہتھیلیوں کو مسلتی تو کبھی اپنے چہرے کو۔۔۔رائنہ نے خود کو بے نیاز ظاہر کر کے ساری توجہ جنت کی جانب مبذول کی۔۔۔بلا وجہ کی ہمدردیاں انسان کو بزدل بنا دیتی ہیں۔۔۔وہ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی بجائے ان پر بین ڈالنے لگتا ہے۔۔۔جب کوئی تدبیر کارگر نا ہو تو سب سے بہترین حل خود کو تقدیر کے حوالے کرنا ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

کسی بھی شخص میں عاجزی اور انکساری نمایاں ہونے لگے تو جان لیجیے کہ وہ خود احتسابی کے عمل سے گزر رہا ہے۔۔۔عادل پاشا پر یہ وقت گو خاصی دیر سے آیا تھا مگر آ ہی گیا۔۔۔آج کل رات دن اپنی بداعمالیاں مجسم ہو کر سامنے آ کھڑی ہوتی تھیں۔۔۔ان کے بھیانک چہرے انہیں پسینہ پسینہ کر دیتے تھے۔۔۔ان کی چیخیں دہشت و وحشت کا چولا اوڑھے اندر ہی گھٹ کر رہ جاتیں تھیں۔۔۔ہر اس شخص کا چہرہ نگاہوں میں پھرتا جو ان کی ایذا رسانی کے باعث سخت اذیت کا شکار رہا۔۔۔وہ کہاں سے شروع کرتے بھلے۔۔۔ابھی تو سرا ہی پکڑ پائے تھے، انت نا جانے کہاں تھا۔۔۔کس کس سے معافی مانگیں گے۔۔۔کون معاف کرے گا انہیں۔۔۔کئی تو اس دنیا سے گزر گئے ان کے دیے دکھوں کا وبال سہتے سہتے۔۔۔عقیل مغل۔۔۔! عقیل مغل کا چہرہ اچک اچک کر سب سے زیادہ سامنے آتا۔۔۔اس بھلے مانس سے کیونکر عداوت پالی انہوں نے۔۔۔اس نے کیا بگاڑا تھا ان کا۔۔۔لکھ سے ککھ کا سفر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کا۔۔۔اور بے حد لطف اندوز ہوئے تھے۔۔۔ایک ناعمہ پاشا کو پانے کی خاطر۔۔۔بس!

تو ناعمہ پاشا کو وہ بھلا کب پا سکے تھے۔۔۔کیا وہ جانتے نہیں تھے کہ پندرہ سال کسی پنجرے میں قید بے بس پنچھی سی زندگی گزاری تھی انہوں نے۔۔۔نا کوئی امنگ نا کوئی ترنگ۔۔۔وہ راتوں کو جاگ جاگ کر دبے پاؤں کمرے سے نکل جاتی تھیں اور کسی کونے کھدرے میں جا کر بچوں کی یاد میں آنسو بہاتی تھیں۔۔۔کتنا شاندار نظارہ ہوتا تھا یہ ان کے لیے۔۔۔انہیں روتا تڑپتا اور سسکتا دیکھنا۔۔۔وہ ان کے پیچھے آتے اور بنا کوئی آہٹ کیے ویسے ہی لوٹ جاتے بس سینہ فخر کے احساس سے بھرا ہوتا۔۔۔عقیل مغل تو قصہ پارینہ بن چکا تھا مگر وہ ان کی اولاد کی یاد ان کے دل سے محو نہیں کر پائے تھے اور یہ بھی ان کی نظر میں اس انکار کی سزا تھی جو ناعمہ پاشا نے ان کی پہلی پیش قدمی کے جواب میں بے حد حقارت سے کیا تھا۔۔۔آخر عادل پاشا نام تھا ان کا۔۔۔!

آج وہی ناعمہ پاشا انہیں ٹھوکر مار کر ان کی زندگی سے یوں چلی گئی تھیں جیسے کبھی آئی ہی نا ہوں۔۔۔وہ جو کبھی ان کی خفگی بھری نگاہ سے دہل جایا کرتی تھیں، اب ان کے چیخنے چلانے پر بھی پلٹ کر خبر نا لے رہی تھیں۔۔۔آج جب انہیں ان کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تو وہ بلکل تنہا رہ گئے تھے۔۔۔آج جب وہ ان کی بیٹی کو جی جان سے اپنی بہو بنانے جا رہے تھے تو ناعمہ پاشا ان کی

سلطنت کی حدود سے دور جا چکی تھیں۔۔۔ یہ سزا ان کے لیے موت سے کڑی تھی۔۔۔اس سے اچھا تو ان کی جان نکل جاتی کم از کم وہ اس جان کنی کی مسلسل اذیت سے تو چھٹکارہ پا لیتے۔۔۔اوپر سے اپنے کیے ہوئے گناہوں کا بوجھ عفریت بن کر ان کے حواسوں پر مسلط تھا۔۔۔وہ دل ہی دل میں توبہ کرتے اور پھر توبہ کے الفاظ زبان تک آتے آتے شرمسار سے منہ چھپائے دل میں ہی دبک کر بیٹھ رہتے۔۔۔بھلا کس منہ سے توبہ کریں۔۔۔کیا کہیں اللہ سے۔۔۔ یا اللہ! مجھے معاف کر دے تو کیا اتنا کہہ دینے سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔۔۔زندوں سے تو پاؤں پڑ کر معافی مانگ لیں گے مرے ہوؤں کو کہاں سے لائیں۔۔۔ان کی قبروں پر جا کر سر پٹخیں یا ویرانے میں جا چھپیں جہاں کوئی بھی ان کو پکڑ نا سکے۔۔۔ان سے پوچھ پڑتال نا ہو۔۔۔انہیں گرز تھامے انجان مخلوق نا دکھائی دے۔۔۔تھک ہار کر انہوں نے اونچی اونچی بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔۔۔دروازہ اندر سے لاک کر رکھا تھا اور مراد کو زبردستی لاؤنج میں سونے کے لیے بھیج دیا تھا۔۔۔ویسے بھی رات کے اس پہر ان کی آواز سے کون جاگتا۔۔۔وہ رو رو کر فریاد کر رہے تھے۔۔۔اللہ سے امید و رجا میں گھرے معافی کے طلبگار تھے۔۔۔انہیں ہرگز بھی یقین نہیں تھا اللہ انہیں معاف کر دے گا۔۔۔جب نڈھال سے ہو گئے تو وہیل چیئر پر بیٹھے بیٹھے ہی سر پیچھے کو گرا لیا۔۔۔

"مجھے کیسے معاف کرے گا تُو میرے رب۔۔۔بھلا میرے گناہوں کی کثرت تیری رحمت کی حقدار کیونکر ہو سکتی ہے۔۔۔!"

آنسوؤں نے ان کی ٹھوڑی سے ٹپک ٹپک کر شہ رگ پر پھسلنا شروع کیا تو انہوں نے میکانکی انداز میں اپنی شہ رگ پر ہاتھ رکھا۔۔۔نمی ہتھیلی میں جذب ہوئی اور باہر فضاؤں میں فجر کی اذان کی آواز بلند ہوئی۔۔۔وہ کان لگا کر اسی انداز میں اذان سننے لگے۔۔۔حی علی الصلوۃ تک مؤذن کی صدا پہنچی اور انہوں نے وہیل چیئر کا رخ واشروم کی جانب کیا۔۔۔بڑی دقت کے ساتھ وضو کر کے وہ واپس آئے اور قبلہ رخ ہو کر نیت کے لیے الفاظ تلاشنے لگے۔۔۔عید بقر عید یا پھر جمعہ کی کبھی کبھی نماز پڑھنا انہیں نصیب ہوئی تھی۔۔۔بڑے نصیب تھے کہ آج فجر کے لیے اللہ نے اس قابل جانا کہ اپنی بارگاہ میں کھڑا ہونے کی توفیق دی۔۔۔انہوں نے خوب سوچ سوچ کر نیت کی اور نماز پڑھنا شروع ہوئے۔۔۔پہلی رکعت کے مکمل ہونے تک وہ ایک بار پھر آنسوؤں میں ڈوب چکے تھے۔۔۔انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان کی معافی تھی یا نہیں مگر ایک بات تو طے تھی کہ زندگی اس طور ہی گزرنی تھی۔۔۔اب یا تو وہ اپنے گناہوں پر شرمسار ہوئے بنا سانسیں پوری کر لیتے یا پھر باقی کی زندگی ہر پل توبہ کرتے رہتے۔۔۔پہلی صورت میں تو بلاشبہ خسارہ جہنم کی صورت ان کے گلے کا طوق بن ہی جاتا مگر دوسری صورت میں آخری سانس تک آس کا جگنو معمولی سی روشنی کی صورت ان کی امید قائم رکھتا۔۔۔یہی بہتر آپشن تھا۔۔۔!

اور اللہ کی رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔۔۔!

☆......☆......☆

یونس نانا کے ہتھے مومن دوبارہ چڑھ گیا تھا۔۔ناجانے کس بچے نے ان کی چھڑی شرارتاً کہیں رکھ چھوڑی تھی۔۔۔وہ بے چارے اپنی چھڑی کی تلاش میں اسی کے کمرے میں آ گھسے تھے۔۔۔ادھر ادھر ہاتھ کا چھجا بنائے چھڑی تلاش کر رہے تھے۔۔۔مومن بیڈ پر لیٹا تھا یکدم اٹھ بیٹھا۔۔۔

"مارے گئے۔۔۔یہ اس وقت کہاں سے آ گئے۔۔۔!" وہ دھیرے سے بڑبڑایا اور پھر ان سے پوچھا۔۔۔

"خیریت ہے نانا۔۔کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔۔۔؟"

"کیا کہا سونڈ۔۔۔" نانا نے خفگی سے ہاتھ کا چھجا آنکھوں سے ہٹا کر کان پر رکھا۔۔" ہم کیا ہاتھی ہیں کیا میاں جو ہماری سونڈ دکھائی دے گئی تمہیں۔۔۔!"

"میرے کہنے کا مطلب ہے، کیا چاہیئے آپ کو۔۔۔؟" اسے یاد آیا کہ انہیں اونچا سنائی دیتا ہے اس لیے تقریباً چلاتا ہوا بولا۔۔۔

"نہائیے۔۔۔؟" نانا نے اچنبھے سے نظریں مومن پر گاڑیں۔۔۔" کیوں نہاؤں میاں۔۔۔یہاں نہانے آیا ہوں کیا۔۔۔؟"

"افففف۔۔۔کیا سیاپا ہے۔۔۔!" مومن کو خود پر ترس آیا۔۔۔

"آپا۔۔کس کی آپا۔۔تمہاری آپا یا ہماری۔۔۔ہماری کو تو تمہارے دادا کبھی کے آگے روانہ کر چکے۔۔۔!" یونس نانا بھی خاصے کائیاں تھے۔۔۔دادا کو رگیدنا نہیں بھولے تھے۔۔۔مومن نے زچ ہوتے ہوئے روہانسے لہجے میں کہا

"معاف کر دیں مجھے نانا۔۔۔معاف۔۔۔!"

"کیا کہا ناف۔۔۔تمہاری ناف ٹل گئی۔۔۔یہ تو بہت برا ہوا۔۔کل تمہاری شادی ہے میاں۔۔۔عین ایک دن پہلے ناف ٹل گئی تمہاری۔۔۔سیدھے لیٹ جاؤ، میں ابھی سہی کیے دیتا ہوں۔۔۔!" یونس نانا اسے چت لٹانے کو آگے بڑھے تھے اور دادا کمرے میں داخل ہوئے تھے۔۔۔مومن نے شکر کا کلمہ پڑھا اور ان سے یونس نانا کو باہر لے جانے کی درخواست کیا۔۔۔

"آ یار یونس۔۔۔باہر چل تجھے ٹھنڈی بوتل پلاؤں۔۔۔!"

"کیا کہا لنڈی کوتل۔۔۔میں کیوں جانے لگا بھلا لنڈی کوتل۔۔۔پگلا گئے ہو کیا فضل۔۔۔؟"

"سوچ تیری دادی اللہ بخشے مجھے کتنا پکاتی ہو گی۔۔۔!" دادا نے مڑ کر مومن کو تائید طلب نظروں سے دیکھا تو اس نے سر جھٹک کر اسے دونوں ہاتھوں پر گرا لیا۔۔۔دادا یونس نانا کو باہر بٹھا کر واپس اندر آئے اور مومن سے کڑک لہجے میں مخاطب ہوئے۔۔۔

"باہر محلے کی خواتین اور رشتے دار عورتیں سب انتظار کر رہی ہیں تیرا۔۔۔باہر چل تیل مہندی کی رسم کرنی ہے انہوں نے۔۔۔!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔مجھے نہیں کرنا ان سب خرافات کو۔۔۔ان سے کہیں ایک دوسرے کو ہی مل لیں تیل اور لگا لیں مہندی۔۔۔!"

دادا بولے۔۔۔

"اگر پانچ منٹ کے اندر باہر صحن میں نکل کر نا آیا تو میں یونس کو تیرے کمرے میں واپس چھوڑ دوں گا۔۔۔اور باہر سے کنڈی بھی لگا دوں گا۔۔۔!"

"دادا آپ نے حد ہی کر دی ہے۔۔۔مجھے اتنا ٹارچر کیوں کر رہے ہیں آپ۔۔۔؟"

"جسے تو ٹارچر کہہ رہا ہے، ہماری زبان میں اسے شادی کہتے ہیں۔۔۔!"

"تو کر تو رہا ہوں شادی۔۔۔اور کیا کروں۔۔۔اس سے زیادہ میرے بس میں نہیں ہے دادا۔۔۔!" وہ زچ ہوتے ہوئے اکڑ کر بیٹھ گیا۔۔۔

"شاویز۔۔۔!" دادا نے پلٹ کر شاویز کو پکارا تو مومن نے کن اکھیوں سے انہیں دیکھا۔۔۔"یہ ذرا اپنا یونس کو اندر بھیجنا۔۔۔آ کر مومن کے دماغ کا بھرتہ بنائے۔۔۔تاکہ اس کا دماغ جو سوچنے کی اتنی مشقت میں پڑا ہے، اس کے قابل ہی نا رہے۔۔۔!"

باہر سے ایک پل کی تاخیر کے بغیر شاویز کی آواز سنائی دی۔۔۔

"لایا جی۔۔۔!"

اور مومن تراب اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔اب وہ دادا سے بھی پہلے کمرے سے باہر تھا۔۔۔پیچھے دادا گردن تانے ہنسی ضبط کرتے چلے آئے۔۔۔

صحن کے بیچوں بیچ خوبصورت سجی سجائی کرسی پر اکتایا اور بیزار سی شکل لیے مومن براجمان ہو چکا تھا۔۔۔نانیوں دادیوں کی کھیپ اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑی ہو چلی تھی۔۔۔شوکت ماسی چمچماتے کپڑوں میں ملبوس اپنی بیٹی اور بہو کے ہمراہ پوری ذمہ داری کے ساتھ مہمانوں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔۔۔عورتوں کے تیل مہندی لگا لینے کے بعد جب لڑکوں نے اسے گھیرا تو وہ حیران ہو کر سب کی شکلیں دیکھنے لگا۔۔۔کئی کو تو وہ دیکھ ہی پہلی بار رہا تھا، جان پہچان تو دور کی بات تھی۔۔۔اپنے کولیگز کو اس نے دادا کے بے حد اصرار پر بارات اور ولیمے کے کارڈز دیے تھے۔۔۔اسے گڑبڑ کا احساس ہوا۔۔۔اس نے اشارے سے شاویز کو پاس بلایا اور کان میں پوچھا۔۔۔

"یہ سب کون ہیں۔۔۔میں تو انہیں نہیں جانتا اور یہ میرے ارد گرد کیوں جمع ہو گئے ہیں منحوس آدمی۔۔۔!"

جواباً شاویز اس کے کان میں گھس کر انتہائی کمینی سی ہنسی انڈیلتے ہوئے بدبدایا۔۔۔

"ماں قسم ان میں سے میں بھی بس دو چار کو جانتا ہوں جو کہ محلے کے لڑکے ہیں اور چند تیرے دور پار کے اور ذرا اس پار کے کزن ہیں باقی سب لونڈے لپاڑے وہ اپنے ساتھ نا جانے کہاں کہاں سے اکھاڑ کر پکڑ لائے ہیں۔۔۔ دادا نے کہا تھا کہ جتنے لڑکے اکھٹے کر سکتا ہے کرلا، میرے مومن کی شادی میں" کھچ" مچ جائے بس۔۔۔!"

"اور تُو ہر قسم کا غنڈہ موالی پکڑ لایا۔۔۔!" مومن غرایا

"نا۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ میں نے دو چار کو بلایا تھا باقی سب ان کے یار دوست۔۔۔!" شاویز نے چٹخارہ بھرا۔۔۔

"میں ابھی جا رہا ہوں کمرے میں۔۔۔ سمجھا۔۔۔ دادا کو بتا دینا۔۔۔ ویسے بھی مجھے اس تیل مہندی سے الجھن ہو رہی ہے۔۔۔ بھلا پان کے پتے پر رکھنے کی بجائے میری ہتھیلیوں اور کلائیوں پر لگا ڈالی مہندی۔۔۔ حد ہے ویسے۔۔۔!" وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو شاویز نے کندھے سے پکڑ کر دوبارہ بٹھا دیا۔۔۔

"نا بیٹا نا۔۔۔ آج نہیں۔۔۔ آج تو ہمارا دن ہے۔۔۔ آج تو تجھے تیل میں اتنا ڈبوئیں گے کہ کل تک" تلک تلک" (پھسل پھسل) کر گرتا رہے گا۔۔۔!"

"شاویز میرے ہاتھوں مرے گا تُو۔۔۔ جانے دے مجھے۔۔۔!"

مر کر بھی نہیں۔۔۔" شاویز نے گرفت مزید مضبوط کی۔۔۔" ابھی تو انڈے بھی پھوڑے جائیں گے تیرے سر پر۔۔۔ ساری عمر اپنی تیل مہندی تجھے یاد رہے گی مومن۔۔۔!"

اور پھر جو تماشا ہوا الامان والحفیظ۔۔۔ لڑکوں نے مل کر تیل کے جیسے کنستر اس پر الٹ دیے تھے۔۔۔ وہ پہلے تو احتجاج کرتا رہا مگر کب تک۔۔۔ بلآخر ڈھیلا ہو کر بیٹھ گیا کہ لو جو کرنا ہے کرو۔۔۔ شاویز انڈوں کا کریٹ اٹھا لایا۔۔۔ اس نے بے بسی سے انڈوں کو دیکھا اور خود سے اٹھنے والی ہمک کا تصور کیا جو اس زلالت کے بعد لازمی تھی تو ابکائی سی آ گئی۔۔۔ دادا مزے سے صحن کے ایک کونے میں اپنے جیسے بزرگوں کا جتھا لیے بیٹھے تھے یعنی آج شاویز کو فری ہینڈ دے رکھا تھا۔۔۔ اس نے ایک لمبی سانس بھری اور خود کو ان تمام کمینوں کے حوالے کر دیا مگر شکر ہوا کہ عین اسی لمحے شاویز کے بڑے بھائی محب نے آ کر اس کی خلاصی کرا دی۔۔۔ شاویز کو بھی گھر کا اور باقی سب کو بھی اس کے آس پاس سے ہٹا کر اسے اندر کمرے میں روانہ کیا۔۔۔ متشکرانہ نگاہوں سے انہیں دیکھ کر مومن نے فوراً کمرے میں آ کر اندر سے کنڈی چڑھالی۔۔۔ ایک سکون آور سانس خارج کر کے وہ بستر پر ڈھے جانے کو تھا جب یکدم اپنے گندے حلیے کے باعث تھم گیا۔۔۔ اسے فوری طور پر گرم شاور کی ضرورت تھی۔۔۔ وہ واشروم کی جانب بڑھا مگر نگاہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دکھائی دیتے اپنے عکس پر جا ٹھہری۔۔۔ تیل مہندی میں لتھڑا وہ کوئی اور ہی مخلوق لگ رہا تھا۔۔۔ ایک پھیکی سی مسکان نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔۔۔ دل یکدم شدید بے چین ہو گیا۔۔۔ آج ماحور اور سر سالک کی بھی تو

مہندی کی رسم تھی۔۔۔ماحورکو سالک پاشا کے نام کی مہندی لگ رہی ہوگی۔۔۔وہ گھونگٹ نکالے سر جھکائے ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھی کتنی دلکش لگ رہی ہوگی۔۔۔

"مت سوچ مومن۔۔۔مت سوچ۔۔۔وہ تیرے لیے نہیں تھی۔۔۔وہ تیرا نصیب نہیں تھی۔۔۔اس کی یاد کو آج سینے میں کہیں دفنا دے۔۔۔اب تیری ہر سوچ اس لڑکی کی امانت ہے جو اس وقت تیرے نام کی مہندی ہتھیلیوں پر سجا رہی ہوگی۔۔۔مت وہی درد اسے دے جس سے خود گزر رہا ہے۔۔۔!"

اس نے آنکھوں میں اتری نمی کو انگلی کی پور پر سمیٹ کر جھٹک دیا۔۔۔ماحور کا یاد آنا اس کے بس میں نہیں تھا مگر اس کی یاد کو پور پر رکھے آنسو کی طرح جھٹک دینا اس کے بس میں تھا۔۔۔شائد۔۔۔!

☆......☆......☆

شادی والے گھر کی مخصوص ہڑبونگ سی مچی تھی۔۔۔گھر مہمانوں سے اس قدر اٹا پڑا تھا کہ کہیں بیٹھنے تک کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔۔۔ماحور کا سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔۔۔اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ دادی نے اتنی رشتے داریاں سنبھال رکھی ہیں۔۔۔ناعمہ پاشا بھی اس سارے ہنگامے سے محظوظ ہو رہیں تھیں۔۔۔لوگ ان کے حوالے سے متجسس ضرور تھے مگر زلیخا دادی کے ڈر سے کسی نے کچھ بھی کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔اس معاملے میں زلیخا دادی کی ایک کڑک دار للکار ہی سب کا منہ بند کرا دینے کو کافی ہوسکتی تھی۔۔۔سب جانتے تھے کہ وہ کسی کے گھریلو معاملات میں تب تک دخل اندازی نہیں کرتیں جب تک ان سے رائے طلب نا کی جائے اسی طرح اپنے گھر کے معاملات بھی خود ہی سنوارنا پسند کرتی تھیں۔۔۔خوبصورتی سے سجے جھولے پر بیٹھی ہرے، آتشی اور پیلے غرارے میں ملبوس ماحور کی مہندی تیل کی رسم ادا ہوئی تو اس نے اندر کمرے میں جانے کو پر تولے۔۔۔رائنہ اور ابرش اسے اندر لے تو گئیں مگر وہاں اس کے لیے ایک اور آزمائش تیار کھڑی تھی۔۔۔ماحور نے سروس لینے کے لیے پارلر جانے سے انکار کر دیا تو رائنہ نے اپنی ایک دوست جو پارلر چلاتی تھی، اسے گھر بلوا لیا تھا۔۔۔اس نے اب ماحور کو چمکانا تھا اور مہندی بھی لگانی تھی۔۔۔اس خوش مزاج سی لڑکی عطیہ کی خوش آمدیدی مسکراہٹ کے باوجود بھی ماحور کا چہرہ ہنوز سپاٹ تھا۔۔۔رائنہ نے اسے کچھ اشارہ کیا تو وہ اپنا سامان کھولنے لگی۔۔۔

"رائنہ۔۔۔کیوں یار۔۔۔کیوں مجھے اتنی ٹینشن دے رہی ہو۔۔۔نہیں کرانا مجھے یہ سب۔۔۔!" وہ کلستے ہوئے رائنہ سے پوچھ رہی تھی۔۔۔جواباً اس نے آنکھیں ماتھے پر رکھتے ہوئے ابرش کو جواب دیا۔۔۔

"ابرش۔۔۔اس سے کہو کہ یہ سب تو اسے کرانا ہی کرانا ہے، انکار کر کے ہمیں ٹینشن نا دے ورنہ میں بلاتی ہوں زلیخا دادی کو۔۔۔!"

ابرش بیچاری اچھی پھنسی تھی۔۔۔سمجھ نہیں آرہا تھا ماحور کی سائیڈ لے یا رائنہ کی۔۔۔دونوں ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے بولی۔۔۔
" پلیز یار۔۔۔تم دونوں میری فرینڈز ہو۔۔۔اس طرح سے ایک دوسرے سے بات مت کرو مجھے دکھ ہو رہا ہے۔۔۔یہ خوشی کا موقع ہے،اس موقعے پر ایک دوسرے کو اِن ڈائریکٹلی بلانے کی بجائے ڈائریکٹ ہو جاؤ۔۔۔سمجھیں دونوں۔۔۔اور ماہی تم۔۔۔" اب اس کا رخ ماحور کی جانب تھا۔۔۔اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کی اوک میں بھر کے بولی۔۔۔" کل میری فلائیٹ ہے ماہی۔۔۔میں تمہاری بارات اٹینڈ نہیں کرسکوں گی۔۔۔اس وقت میں ائیر پورٹ پر ہوں گی یا شائد فلائی کر چکی ہوں۔۔۔پلیز میری خاطر اپنی زندگی کے اتنے قیمتی ایونٹ کو انجوائے کرو۔۔۔اسے اسپوئل مت کرو۔۔۔پلیز۔۔۔!"

ماحور اور رائنہ دونوں کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔ابرش نے بانہیں پھیلا کر انہیں اس میں سما جانے کا اشارہ کیا تو وہ تینوں ایک دوسرے کے گلے لگی رو دیں۔۔۔ابرش کے دل میں بھی غم چٹکیاں لے رہا تھا۔۔۔کل ماہی ہمیشہ کے لیے سالک پاشا کی ہو جائے گی اور وہ شائد ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلی جائے گی۔۔۔ماحور کے دل میں مومن کا غم سلگ سلگ کر غبار بنا چکا تھا۔۔۔آج آخری بار آنکھوں کے رستے وہ اسے بہہ جانے دینا چاہتی تھی۔۔۔کل وہ اور مومن ایک دوسرے کو کھو دینے والے تھے۔۔۔ہر راہ مسدود ہو جانے والی تھی۔۔۔مگر رائنہ کی آنکھوں کی گیلی سی چمک کے راز سے نا ابرش واقف تھی نا ماحور۔۔۔!

اگلے ایک گھنٹے بعد ماحور کا چہرہ آئینے کی مانند چمکانے کے بعد اب بیوٹیشن اس کی سڈول سپید بانہوں کو مہندی کے نقش ونگار سے مزید خیرہ کر رہی تھی۔۔۔باہر لڑکیوں کا جمگھٹا ڈھولک کی تھاپ پر راگ الاپ رہا تھا۔۔۔

" آنی بھولئیے

مہندی لاون دے

تیری میندی دے وچ کانے

تینوں مہندی لاون مامے

مہندی لاون دے

جیون جوگئے مہندی لاون دے

تیری مہندی دے وچ ٹہناں

تینوں مہندی لاون پیناں۔۔۔

مہندی لاون دے

جیون جوگئے مہندی لاون دے۔۔۔

☆......☆......☆

آج مومن تراب کی بارات تھی اور دادا بہت خوش تھے۔۔۔سارے گھر میں اس قدر رونق اور گہما گہمی تھی کہ ان کا دل کر رہا تھا وقت کی نبضیں تھام لیں۔۔۔یہ سماں کبھی ختم نا ہو۔۔۔اوپر والے پورشن کے دونوں کمرے بھی انہوں نے رشتے داروں کے لیے بلکل تیار کروا چھوڑے تھے جہاں اب لڑکیاں اور عورتیں بارات کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔۔۔شور و غوغا کانوں کو بے حد بھا رہا تھا۔۔۔کوئی استری کے لیے پکار رہا تھا تو کوئی صحن کے کونے میں بنے واشروم میں سے موٹر چلا دینے کے لیے فریادیں کر رہا تھا۔۔۔بڑے بزرگ حسب معمول روٹین لے حلیے میں صحن میں چار پائیاں بچھائے ایک ہی اخبار سے مستفیض ہو رہے تھے۔۔۔ساتھ چائے کا دور مسلسل چل رہا تھا۔۔۔ان بابوں کا کیا تھا، جن کپڑوں میں تھے انہی میں بارات کے ہمراہ ہو لینا تھا انہوں نے۔۔۔ماسی شوکت کمروں میں سے رات کے بچھے بستر سنبھالتی ہلکان ہو رہی تھی اور اس کی بہو ہر کمرے میں سے کپوں اور گلاسوں کا ڈھیر نکال نکال کر کچن میں رکھ رہی تھی۔۔۔ماسی شوکت کی بیٹی چولہے کے آگے کھڑی مستعدی سب کو باری باری ناشتہ دیتی جا رہی تھی۔۔۔یہ ایسا دلکش منظر تھا کہ دادا کو سب خواب سا لگ رہا تھا۔۔۔ایسی رونقیں اور ایسی ہڑبونگ فی زمانہ مفقود ہو چکی تھی۔۔۔نفسا نفسی کے دور میں رشتے دار شادی والے گھروں میں قیام کرتے ہی کب ہیں، سیدھے ہال چلے آتے تھے اور وہیں سے واپسی۔۔۔بارات کے لیے روانگی سے قبل لڑکے کی سہرا بندی پر بھی محض چند افراد کھڑے دکھائی دیتے ہیں ورگرنہ اکثر لوگ اپنی گاڑیوں میں ہال کو جاتی سڑک کے کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں، جیسے ہی دلہا کی گاڑی اس سڑک پر چڑھتی ہے اس کے پیچھے سب اپنی گاڑی دوڑانا شروع کر دیتے ہیں۔۔۔دادا مومن کی شادی بھرپور طریقے سے کرنا چاہتے تھے۔۔۔وہی مخصوص تام جھام اور چاؤ چونچلے۔۔۔اس لیے انہوں نے بطور خاص سب کو مایوں مہندی سے بھی ایک دو دن پہلے گھر رہنے کے لیے بلوا لیا تھا۔۔۔اپنے چھپے خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔۔۔وہ دادا جو پیسے پیسے کا حساب رکھتے تھے، پوتے کے بیاہ میں حساب ایک طرف لپیٹ کر رکھ چھوڑا تھا۔۔۔

برآمدے میں کھڑے ہو کر دادا نے ایک تسلی بخش نگاہ سب پر ڈالی اور مطمئین سے مومن کے کمرے کی جانب چل دیے۔۔۔اسے "حسب دلہا" تیار ہونے پر راضی کرنا بھی ایک مشکل امر تھا جو بضد تھا کہ شیروانی نہیں پہنے گا۔۔۔وہ کمرے میں داخل ہوئے تو مومن بیڈ پر دونوں بازوؤں کی ٹیک کے سہارے بیٹھا ٹانگ جھلا رہا تھا۔۔۔آنکھیں سرخ اور چہرہ لٹکا ہوا۔۔۔صاف معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر جاگا تھا۔۔۔

"دوسری ٹانگ کو بھی جھولا جھلا لے ورنہ سو جائے گی۔۔۔!" دادا نے اینٹری مارتے ہی چوٹ کی۔۔۔

"میری تو قسمت سو رہی ہے دادا۔۔۔ٹانگیں سو جائیں گی تو کیا۔۔۔!" دادا نے اپنا قہقہہ بمشکل ضبط کیا۔۔۔اس وقت وہ سنجیدہ رہنے کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے ورنہ مومن کو ڈھیل مل جاتی۔۔۔

"تیار کیوں نہیں ہوا ابھی تک۔۔۔؟" وہ اصل موضوع کی جانب آئے۔۔۔

" ہونے لگا تھا۔۔۔ماسی شوکت کو شلوار قمیض دے کر بھیجا ہے استری کرنے کے لیے۔۔۔لاتی ہیں تو ہوتا ہوں۔۔۔!"

"کیسی شلوار قمیض۔۔۔شیروانی کدھر ہے تیری۔۔۔؟"

"نہیں پہننی۔۔۔؟"

" کیوں نہیں پہننی۔۔۔؟"

" دل نہیں کر رہا دادا۔۔۔شیروانی پہن کر اپنا آپ مجرم مجرم سا لگے گا۔۔۔!"

" کیوں کیا بارات جیل چلی ہے۔۔۔؟"

"نہیں دادا۔۔۔بس۔۔۔یہ شیروانی اور ان سب لوازمات کا تصور میں نے ماحور کی سنگت میں کیا تھا۔۔۔اب وہ نہیں تو یہ سب بھی نہیں۔۔۔!"

" تو پھر دادا بھی کرائے پر لے آ۔۔۔کیونکہ دادا تو تیرا جب بھی تھا اور اب بھی ہے۔۔۔اپنی ہنڈیا کے سبھی مصالحے بدل دے نا۔۔۔!"

" دادا۔۔۔پلیز مجھے اس بات پر فورس نا کریں۔۔۔آپ نے جیسا کہا میں نے کیا مگر یہ میری برداشت سے باہر کی بات ہے۔۔۔!"

" میں تجھے مرغا بننے کو نہیں کہہ رہا مومن۔۔۔دلہا بننے کو کہا ہے۔۔۔جہاں میری سبھی باتیں مان لیں ہیں وہاں بس آج کے دن کی یہ آخری بات بھی مان لے۔۔۔کل تُو بنا میرے کہے ہی ناک کی سیدھ میں چلے گا۔۔۔!"

" ہر بات مذاق نہیں ہوتی دادا۔۔۔میرے جذبات کا کچھ تو خیال کریں۔۔۔ماحور میری زندگی سے تو چلی گئی مگر میری مٹھی میں اپنے رنگ چھوڑ گئی۔۔۔میں جس چیز کو چھوتا ہوں وہ ماحور کا عکس چرا لیتی ہے۔۔۔میں جس طرف رخ کرتا ہوں وہاں اس کی خوشبو اندیکھا پیرہن اوڑھے میری سانسوں سے ٹکراتی رہتی ہے۔۔۔میں خود کو سمجھا سمجھا کر ہار چکا ہوں دادا۔۔۔میرے بس میں اب کچھ بھی نہیں۔۔۔میں جل کر خاک ہو چکا ہوں، مزید خود کو بھٹی کا ایندھن نہیں بنا سکتا۔۔۔!"

دادا نے پوتے کو بغور دیکھا۔۔۔وہ انہیں بے حد نڈھال دکھائی دیا۔۔۔ان کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔یہ وہ مومن تو نہیں تھا جس کی نس نس شرارت سے پھڑکتی رہتی تھی۔۔۔بات بات ہر چٹکلے چھوڑا کرتا تھا۔۔۔انہوں نے ایک لمبی تھکن آلود سانس اندر کھینچی اور رسان سے گویا ہوئے۔۔۔

" مومن۔۔۔جب تو چھوٹا تھا تو تیری ماں کو ڈاکٹرنی نے کہہ دیا کہ تیرا اور کوئی بہن بھائی نہیں ہو سکتا۔۔۔وہ دنوں روتی رہی تھی۔۔۔تیرا باپ اور میں اسے تسلی دلاسے دیا کرتے، اسے احساس دلاتے کہ اللہ نے تمہیں بے اولاد نہیں رکھا، جو نعمت پاس ہے

اس پر شکر ادا کرو رب کا مگر اسے چین نہیں آتا تھا۔۔۔تبھی اس نے تیری شادی کا شوق پال لیا۔۔۔وہ چاہتی تھی کہ تیرا بچپن میں نکاح کر دے۔۔۔تا کہ جب تُو سیانا ہو جائے تو لڑکی بلکل تیار ہو اور وہ جھٹ سے اسے تیری دُلہن بنا کر لے آئے۔۔۔میں اور تیرا اباپ اس کے آڑے نہیں آئے کہ چلو اس کا دکھ تو کم ہو گا۔۔۔اور بھلا ایسے بھی کوئی بچی دیتا ہے نکاح کرنے کو۔۔۔سو اسے بھی نا ملی۔۔۔وقت کے ساتھ ساتھ اس کے جنون میں کمی تو ہو گئی مگر شوق وہیں کا وہیں تھا۔۔۔تیرا اباپ گزر گیا۔۔۔تُو جوان ہو گیا اور تیری ماں کو کینسر ہو گیا۔۔۔جب وہ اپنے آخری دنوں میں تھی تو مجھ سے بڑی حسرت سے کہا کرتی تھی کہ کاش تُو جلد از جلد پڑھائی مکمل کرے اور وہ تیری شادی کر کے دُلہن گھر لائے۔۔۔تیرے بچے کھلائے مگر قدرت نے اسے مہلت نہیں دی۔۔۔جب وہ مری تو اس کی مردہ آنکھوں کا خواب میں نے چرا کر اپنی زندہ آنکھوں میں بھر لیا۔۔۔اس دن سے میں نے لمحہ لمحہ اس خواب کو جیا ہے مومن۔۔۔میں نے دن رات اسے سینچا ہے، میری تمنائیں، خواہشیں اور آرزوئیں پی کر توانا ہوا ہے یہ خواب۔۔۔تیری شادی اور پھر تیرے بچے۔۔۔بس یہ میرے بڑھاپے کا حاصل رہا ہے۔۔۔میں نے اس دن کی آس میں زندہ رہنے کی شعوری کوشش کی ہے مومن ورنہ موت میرے لیے دروازے پر ایسے ہی کھڑی ہے جیسے اس وقت اس کمرے کے دروازے سے کان لگائے، ہماری باتیں سنتا شاویز۔۔۔!" اتنی دل سوز اور سنجیدہ گفتگو کا اختتام اتنا مضحکہ خیز تھا کہ شاویز تو سٹپٹا کر اندر داخل ہوا ہی، مومن تراب کو بھی ہنسی آ گئی۔۔۔وہ واقعی باتیں سن رہا تھا۔۔۔

"دادا میں تو یہ شیروانی لایا تھا۔۔۔آپ کی باتیں سن کر وہیں رک گیا۔۔۔ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی دردناک فلم کا اختتامی سین دیکھ رہا ہوں۔۔۔کمال کے ایکٹر ہیں دادا آپ۔۔۔!"

"اگر تو تُو نے لطیفہ سنایا ہے تو یقین مان ہنسی نہیں آئی اور اگر یہ میری تعریف ہے تب بھی فٹے منہ۔۔۔دے اب اسے شیروانی۔۔۔" دادا فارم میں آتے ہی دبنگ ہو گئے۔۔۔دونوں کو تنبیہی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔" دیکھ مومن آدھا گھنٹہ ہے بس تیرے پاس۔۔۔تیار ہو کر باہر آ جا۔۔۔شادی کرا لے اس کے بعد میں تجھے پورا ٹائم دوں گا اکیلے رہنے کا۔۔۔دُلہن کو میں تجھے دیکھنے بھی نا دوں گا۔۔۔بے فکر رہ۔۔۔تو اکیلا بیٹھ کر آہیں بھر لیا کرنا۔۔۔مگر ابھی تیار ہو کر باہر آ۔۔۔چل شاوا۔۔۔!"

دادا کمرے سے باہر چلے گئے اور مومن، شاویز کے ہاتھوں میں شیروانی کے ہینگر کو بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔شاویز نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔۔۔

"کاش کہ اس طرح دھونس سے کوئی مجھے میری بارات کے لیے تیار ہونے کو کہے۔۔۔واللہ دس باراتیں لے کر نکلوں۔۔۔!"

"فی الحال میرے کمرے سے نکل۔۔۔!"

مومن نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔۔۔شاویز نے مسکین صورت بناتے ہوئے سر ہلایا اور ہینگر اسے پکڑا کر کمرے سے باہر

نکل گیا۔۔۔لاک کرتے ہوئے مومن کی نگاہیں مسلسل شیروانی پر اور دماغ کی سوچیں ماحور کی جانب لگی تھیں۔۔۔وہ تصور میں اسے سجتا سنورتا دیکھ رہا تھا۔۔۔آج وہ سالک پاشا کی دُلہن بننے والی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

پارلر میں اس کے حسن کی دھوم مچی تھی۔۔۔اس جیسی کوئی دُلہن نہیں تھی۔۔۔وہ جس قدر مغموم تھی اسی قدر دمک رہی تھی۔۔۔سرخ اور سبز امتزاج کے لہنگے کو ماحور کی رعنائی نے چار چاند لگا دیے تھے۔۔۔اس پر آج نگاہ ٹھہرتی نا تھی۔۔۔رائنہ اس پر واری صدقے ہوئی جا رہی تھی۔۔۔اس کا بس چلتا تو کالا بکرا منگوا کر صدقہ کرتی۔۔۔یہاں بس اس نے اتنا کیا کہ اس پر سے چند نوٹ وار کر پارلر کی سوپر کو دے دیے تھے۔۔۔وہ اور جنت اس کے ہمراہ پارلر آئی تھیں۔۔۔حالانکہ دادی کو رائنہ کی گھر اور ہال میں اشد ضرورت تھی پھر بھی ناعمہ پاشا نے ماحور کی دلجوئی کے لیے اسے ساتھ بھیج دیا تھا۔۔۔رائنہ خوبصورت پرپل میکسی کے ساتھ نفیس سے میک اپ کے ساتھ خوب جچ رہی تھی۔۔۔لمبے قد اور متناسب سراپے والی رائنہ یکسر مختلف اور دلکش دکھائی دے رہی تھی۔۔۔جنت کا ڈریس اور میک اپ اس کی عمر کے حساب سے بے حد لائٹ اور سوبر سا تھا۔۔۔جیسے ہی ماحور کا فوٹو شوٹ مکمل ہوا ،رائنہ نے عاقب کو انہیں پک کرنے کے لیے کال ملا دی تھی۔۔۔

"سیف کو کرتی بھلا۔۔۔اب کہاں عاقب بھائی کو پریشان کرتی پھرو گی۔۔۔!" ماحور کو عاقب بھائی کا سامنا کرنے میں جھجھک سی محسوس ہوائی اس لیے رائنہ کو انہیں بلانے سے منع کرنا چاہا۔۔۔

"سیف بیچارہ کیسے آئے گا ماہی۔۔۔اس کے پاس کرنے کو اور تھوڑے کام ہیں بھلا۔۔۔اس وقت وہ ہال جا چکا ہو گا۔۔۔وہاں کتنا کچھ دیکھنا ہے اسے۔۔۔اور ریان کو کار ڈرائیو کرنی نہیں آتی۔۔۔اس لیے عاقب کو بلایا ہے۔۔۔ویسے بھی انہوں نے مجھے پارلر آتے ہوئے خود ہی کہا تھا۔۔۔!"

ماحور خاموش ہو گئی۔۔۔اس کا دل بار بار بھر آ رہا تھا۔۔۔صبح بھی خوب روئی تھی۔۔۔زلیخا دادی اور ناعمہ پاشا کے گلے لگ کر کتنی ہی دیر آنسو بہائے تھے۔۔۔اس کے بعد سیف ،ریان اور زونی سبھی نے جی ہلکا کیا تھا۔۔۔جنت نے گھر پر رونے سے صاف انکار کر دیا تھا کہتی تھی ہال میں رخصتی کے وقت روئے گی۔۔۔اس کی بات پر وہ سب ہی روتے سے ہنس دیے تھے۔۔۔سیف اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لیے کتنی دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا تھا۔۔۔

"اپیا۔۔۔!میں نے اور آپ نے بہت سا مشکل وقت ایک دوسرے کے سہارے کاٹا ہے۔۔۔جس وقت ہمیں کچھ بھی میسر نہیں تھا اس وقت ہم دونوں ایک دوسرے کو میسر رہے۔۔۔آپ کے ساتھ ہنسا ہوں ،آپ کے ساتھ رویا ہوں۔۔۔اب آپ کو اس گھر سے وداع کرتے وقت بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔۔۔اس لیے تاکہ آپ اس یقین کے ساتھ رخصت ہوں کہ آئندہ بھی جب کبھی آپ کو

رونے کے لیے کاندھا اور ہنسنے کے لیے ساتھ درکار ہو تو بھائی کا سینہ حاضر ہے۔۔۔میں کبھی بھی آپ کو پیٹھ نہیں دکھاؤں گا۔۔آپ کی خوشیوں کے لیے آخری حد تک جاوں گا۔۔یقین مانیں اپیا کہ میں نے آج کے دن کے لیے اپنا بیسٹ ایفرٹ آپ کے حوالے کر دیا ہے۔۔۔!" وہ اسے سینے میں چھپائے اس کے آنسو جذب کرتا رہا۔۔ننھا سا سیف ایک چھتناور درخت کی مانند اس پر سایہ کیے ہوئے تھا۔۔زندگی نے اسے اس معاملے میں خوب نوازا تھا کہ آج اس کے پلو سے مخلص اور کھرے رشتے بندھے تھے۔۔۔!

☆......☆......☆

ڈل گولڈن اور ایمرلڈ گرین شیروانی اپنے لمبے چوڑے وجود پر سجائے، سر پر سنہری کلاہ پہننے کی بجائے اسے کھول کر اس نے گردن میں ایک بل دے کر پٹکے کی صورت ڈال لیا تھا۔۔وہ اسی میں ہی اس قدر منفرد اور وجیہہ لگ رہا تھا کہ جس وقت سنجیدہ چہرہ لیے وہ کمرے سے باہر نکلا تو دادا اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئے تھے۔۔۔انہیں یقین تو تھا کہ ان کا مومن دلہا بن کر خوب چمکے گا مگر وہ ایسا ہیرا دکھے گا، اس کا انہیں اندازہ نہیں تھا۔۔انہوں نے پل کی تاخیر کیے بنا اس پر دم کیا تھا۔۔صحن مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔۔اس کی سہرا بندی کا دادا کو از حد شوق تھا، اس کے لیے انہوں نے گنجائش سے زیادہ لوگوں کو بلایا تھا کہ سب ان کے اکلوتے پوتے کی اس رسم میں شریک ہو کر اسے اپنی دعاؤں سے نوازیں۔۔۔وگرنہ ان کے گھر میں تو اسقدر مہمانوں کو ٹھہرانے کی گنجائش ہرگز نا تھی۔۔۔خاندان کے بزرگوں میں گھرا وہ روشن ستارہ لگ رہا تھا۔۔روٹھا روٹھا سا بانکا سا، دادا کا بس چلتا تو اسے دل میں چھپا لیتے۔۔۔شاویز جھٹ سے پھولوں کی لڑیوں سے سجا سہرا لیے حاضر ہوا تو مومن کے تمام طبق روشن ہو گئے۔۔۔

"دادا۔۔۔یہ کیا ہے۔۔۔؟" بغل میں کھڑے دادا کے کان میں تقریباً گھس کر کراہا۔۔۔

"اسے سہرا کہتے ہیں پوتے۔۔۔دلہا کے منہ پر سجاتے ہیں تا کہ کوئی منہ نا لگا سکے۔۔۔!" دادا بھی دادا تھے۔۔۔

"مجھے دلہا بنا رہے ہیں یا لیلا (چھترہ)۔۔۔؟"

"ایک ہی بات ہے پتر۔۔۔قربان تو دونوں ہی ہوتے ہیں۔۔۔!"

"لوگ کیا کہیں گے دادا۔۔۔میں یہ نہیں پہننے والا۔۔۔بس۔۔۔!"

"تیرا دادا بھی پہنے گا تُو کس کھیت کی سُنڈی ہے۔۔۔!"

"تو دادا پہن لے۔۔۔میں تو ہرگز نہیں پہننے والا۔۔۔چار بندوں میں میری بھی عزت ہے دادا۔۔میرے کولیگز آ رہے ہیں آج۔۔۔مذاق اڑائیں گے میرا۔۔۔!"

"تیری غلط فہمی ہے۔۔۔مذاق نہیں اڑائیں گے بلکہ اپنی شادیوں پر بھی پہنیں گے۔۔۔لکھوا لے مجھ سے۔۔۔اب اگر ایک بھی لفظ نکالا منہ سے تو لال رومال بھی تیری ناسوں (ناک) کے آگے رکھوا دوں گا۔۔سمجھا۔۔۔!" بلا خر دادا کو دھمکی آمیز لہجہ

اختیار کرنا پڑا۔۔۔ان سے بعید بھی کچھ نا تھا۔۔۔اور مومن کو سہرا اپنے چہرے پر سجانا ہی پڑا۔۔۔شاویز بھی آف وائٹ شیروانی پہنے اپنی طرف سے شہ بالا بن کر اترا رہا تھا۔۔۔مومن کے دور پار کے سبھی کزنز اپنے طور پر شہ بالے ہی تھے۔۔۔شاویز زبردستی یہ ٹائٹل خود پر ثبت کیے ہوئے تھا۔۔۔

"میں تو کہتا ہوں دادا کہ ایک دو لڑیوں کا سہرا میں بھی باندھ ہی لوں ورنہ میرا شہ بالا ہونا مشکوک ہو جائے گا۔۔۔دیکھیں نا ہر کوئی منہ چک کے خود کو شہ بالا ہی سمجھ رہا ہے۔۔۔ایویں ای۔۔۔مفت میں۔۔۔!" وہ کینہ توزی سے سب لڑکوں کو گھور رہا تھا جو الگ تھلگ گروپ کی صورت میں کھڑے تھے۔۔۔

"بالوں میں موتیے کے گجرے ڈال لے۔۔۔دور سے ہی پہچانی جائے گی تُو۔۔۔میرا مطلب ہے پہچانا جائے گا۔۔۔!"

دادا کی بات پر سارے عرصے میں پہلی بار مومن کے ہونٹوں کو ہنسی نے چھوا۔۔۔سہرا بندی کے بعد رشتے داروں نے سلامیاں دیں جو دادا حق سمجھ کر اپنی جیب میں ڈال رہے تھے۔۔۔مومن کو کیا فرق پڑنا تھا۔۔۔اسے تو درحقیقت کسی بھی چیز سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔۔۔دل بے طرح اداس تھا۔۔۔لاشعور میں ایک سوچ دعا بن کر گردش کر رہی تھی کہ کاش لڑکی عین وقت پر انکار کر دے۔۔۔کاش اس کے ابا کو دل کا دورہ پڑ جائے اور شادی ملتوی ہو جائے کاش۔۔۔کاش۔۔۔!

آ جا کہ ابھی ضبط کا موسم نہیں گزرا!!!
آ جا کہ پہاڑوں پہ ابھی برف جمی ہے...
خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک!!!
اِس شہر میں سب کچھ ہے بس تیری کمی ہے۔۔۔
(محسن نقوی)

☆......☆......☆

برائیڈل روم میں اس وقت خوب رونق تھی۔۔۔سب لڑکیوں نے ماحور کو گھیرا ہوا تھا۔۔۔اس کا دلہن بنا حسین روپ نگاہیں خیرہ کر رہا تھا۔۔۔رائنہ اسے بٹھا کر خود مہمانوں کے پاس جا چکی تھی۔۔۔بارات آنے میں کچھ ہی وقت رہ گیا تھا۔۔۔زلیخا دادی اور ناعمہ پاشا مہمانوں کے ساتھ بے حد مصروف تھیں پھر بھی گاہے بگاہے آ کر ایک نگاہ اس چاند پر ڈال جاتیں جو تمام تر رعنائیوں کے ساتھ زمین پر اتر آیا تھا۔۔۔ان کی نگاہیں سیر ہونے کا نام ہی نا لے رہی تھیں۔۔۔ماحور کا یہ روپ دل موہ لے رہا تھا۔۔۔زلیخا دادی بار بار ماحور کو دم کرتیں اور ناعمہ پاشا آنکھ کے کنارے آئی نمی کو انگلی کی پور پر اکٹھا کرتی جاتیں۔۔۔عقیل مغل نا جانے کیوں بار بار سائے جیسا منڈلاتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ہر جگہ ہر کونے میں اس کا وہم سا ہوتا۔۔۔باپ تھا، چاہے جیسا بھی تھا شائد آج ہوتا تو بہت

خوش ہی ہوتا۔۔زندگی سے کچھ لے کر نہیں گیا تھا عقیل مغل مگر اپنی بے شمار یادیں چھوڑ گیا تھا۔۔کڑوی اور بے حد کڑوی۔۔۔پھر بھی دانستہ دہرانے کو جی چاہتا تھا۔۔۔!

وہ چپکے سے نظر چرا کر روم سے باہر نکل آئیں۔۔۔اس وقت ماحور کے سامنے زیادہ دیر ٹھہرنے کا یارا نا تھا۔۔۔اس کی آنکھوں میں ٹھہرا ملال ان کے دل کو تاسف سے بھر رہا تھا۔۔۔دل میں اس کی دائمی خوشیوں کی دعا کرتیں وہ ہال میں موجود مہمانوں کی جانب بڑھ گئیں۔۔۔اس ہال کی بکنگ سالک پاشا نے خود کروائی تھی۔۔۔ہال کی سجاوٹ وخوبصورتی اور ارینجمنٹ اس قدر شاندار تھا جیسے کسی شاہ زادی کی بارات آنے والی ہو۔۔۔اور سالک پاشا کی نگاہ میں ماحور کسی شاہ زادی سے کم ہرگز نا تھی۔۔۔رائنہ استقبالیے پر جنت کی معیت میں لڑکیوں کو ایک ترتیب سے کھڑا کرنے کے بعد ان کے ہاتھوں میں پھولوں سے بھری ٹوکریاں پکڑا رہی تھی۔۔۔خواتین ہاتھوں میں گجرے اور ہار لیے بارات کے ساتھ آنے والی خواتین کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔۔۔سب کچھ مکمل تھا۔۔۔ہر چیز سیٹ تھی۔۔۔سیف اور ریان تھری پیس میں نک سک سے تیار مصروف سے یہاں وہاں پھرتے دکھائی دے رہے تھے۔۔۔ناعمہ پاشا کا سینہ فخر کے احساس سے معمور تھا۔۔۔کتنے پیارے قد کاٹھ تھے ان کے بیٹوں کے۔۔۔اونچے لمبے اور چوڑے، عقیل مغل کی طرح۔۔۔عقیل مغل ایک بار پھر یاداشت کے پردے پر سرسرانے لگا۔۔۔وہ سر جھٹک کر زونی کی جانب متوجہ ہوئیں جو دوبارہ اپنی ٹائی کی ناٹ ان سے درست کروانے چلا آرہا تھا۔۔۔وہ مسکرادیں۔۔۔بھلا وہ جانتی ناتھیں کہ زونی آنے بہانے سے ان کی توجہ حاصل کرتا تھا۔۔۔اور وہ جی جان سے اس پر ممتا نچھاور کرتی تھیں کیونکہ سب سے زیادہ ترسا ہوا وہی تو تھا جس نے ماں کا لمس بھی محسوس نا کیا تھا۔اور جدا کر دیا گیا تھا۔۔۔ناٹ درست کر کے انہوں نے اس کی پیشانی چومی تو عین اسی پل باہر ڈھول بجنے کی زوردار آواز گونجی۔۔۔پٹاخے پھوٹنے کا شور اور بارات آگئی۔۔۔بارات آگئی کا غلغلہ۔۔۔زونی فوراً باہر کو لپکا تو۔ناعمہ پاشا آسودگی بھرا سانس اندر کھینچتیں ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ سجائے استقبالیے کی جانب بڑھ گئیں۔۔۔!

☆......☆......☆

بارات ہال کے باہر پہنچ چکی تھی۔۔۔مومن چہرے پر سہرا ڈالے ٹھس سا فرنٹ سیٹ پر بیٹھا قربانی کا جانور لگ رہا تھا۔۔۔محب بھائی گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے جبکہ دادا، شاویز کے میاں جی اور یونس نانا پچھلی سیٹوں پر براجمان تھے۔۔۔شاویز کے لاکھ کرلانے کے باوجود بھی اسے دلہے کی گاڑی میں جگہ نہیں ملی تھی۔۔۔باقی سبھی گاڑیاں بھی بظاہر بھری ہوئی ہی دکھائی دے رہی تھیں اور مہمانوں کے لیے بک کروائی کوچ میں وہ بیٹھنے کو تیار نہیں تھا۔۔۔

”یہ غلط ہے دادا۔۔۔شہ بالا دلہے کے ساتھ ہی بیٹھتا ہے۔۔۔یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔۔۔ایسے کسی کو کیسے پتا چلے گا کہ میں کون ہوں۔۔۔!“

وہ دادا اور دیگر بزرگوں کو پچھلی سیٹوں پر پھیل کر بیٹھا دیکھ کر بولا۔۔۔

"رونا ہی یہی ہے کہ تُو شاویز ہی رہے گا۔۔۔ تیرا امیڈ بدل نہیں جانا۔۔۔ دیکھ میری طرف۔۔۔" انہوں نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے پرسوچ انداز میں کہا۔۔۔" تیرا مسئلہ مومن کے ساتھ بیٹھنا ہے نا تو اس سے کہہ کہ تجھے گودی میں لے لے۔۔۔ جا شاباش۔۔۔!"

"دادا۔۔۔ یہ میری ہی جگہ پر آجائے۔۔۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ میرے حصے کا اسے ہی لے جائیں۔۔۔ میں اف بھی کر گیا تو مومن تراب میرا نام نہیں۔۔۔!" مومن کی چلچلاتے لہجے میں کی گئی اس آفر پر دادا نے اس کی پشت کو چلچلاتی نظروں سے گھورا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔۔۔

"ایک بار۔۔۔ ایک بار مومن تُو رخصتی کروا کر گھر چل۔۔۔ بس اس کے بعد تُو میرے آگے ناک رگڑے گا مگر میں تجھے تیری ہی دلہن کے پاس پھٹکنے نہیں دوں گا۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔! یہاں کون مرا جا رہا ہے۔۔۔ سات پردوں میں چھپا کر رکھیے گا اسے۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔!" اس نے سہرے کی لڑیوں کو کوفت سے مٹھی میں جکڑ کر پرے کیا اور پیچھے پلٹ کر دادا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔۔۔ جواباً دادا نے اس پر چڑاتی مسکراہٹ اچھالنے پر اکتفا کیا۔۔۔ شاویز کو اگلی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر جگہ مل گئی تو وہ شکر ادا کرتا فوراً وہاں فٹ ہوگیا۔۔۔

ہال کے باہر بارات پہنچتے ہی اس نے ڈھول والوں کو کوچ سے نیچے اتارا اور سب لڑکوں کے ہمراہ ہال کے مرکزی دروازے کے باہر پہنچ کر بھنگڑا پوزیشن سنبھال لی۔۔۔ دادا نے لاکھ کہا کہ وہ بینڈ لے کر جائیں گے مگر اس معاملے میں شاویز نے ان کی نہیں سنی تھی۔۔۔ بقول اس کے بینڈ پر رقص نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ڈھول والے ہی جائیں گے۔۔۔ جیسے ہی اس نے اشارہ کیا ڈھول پر تھاپ پڑی اور تمام لڑکوں نے بھنگڑا ڈالنا شروع کیا۔۔۔ رفتہ رفتہ رونق بڑھنے لگی اور درمیانی عمر کے مرد حضرات بھی درمیان میں کود پڑے۔۔۔ دادا کی ہڈیاں اجازت نہیں دیتی تھیں ورنہ اکلوتے پوتے کی شادی کی خوشی میں وہ بھی ضرور ناچتے۔۔۔ سہرے کے پیچھے چھپے مومن کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے چہرے پر گیلا کمبل اوڑھ رکھا ہے۔۔۔ آنکھوں میں نیند سی بھرنی شروع ہوگئی تھی اس رکاوٹ کی وجہ سے۔۔۔ وہ پلکیں جھپک جھپک کر اپنے اندر تک سرایت کی ہوئی اکتاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ وہ یقیناً پہلا دلہا ہوگا جو اپنی شادی کو رتی بھر بھی انجوائے کرنے میں ناکام تھا۔۔۔ بارات کے استقبال کے لیے بلکہ درحقیقت اس کے استقبال کے لیے لڑکی والے ہال کے داخلی دروازے پر جمع ہو چکے تھے۔۔۔ سامنے مرد حضرات کھڑے تھے اور ان سے پیچھے کچھ فاصلے پر خواتین ہاتھوں میں ہار گجرے لیے کھڑی تھیں۔۔۔ اس نے ایک لمبا سانس کھینچ کر ذرا سی

جھری میں سے مجمع پر نگاہ دوڑائی اور نگاہ کے آخری زاویے پر اسے ایسا زوردار شاک لگا کہ اس نے ایک ہی جھٹکے میں سہرا الٹ دیا۔۔۔سامنے سیف، ریان اور زونی کے ہنستے مسکراتے چہرے اس کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔۔۔!

بارات آ گئی کا شور سنتے ہی اس کے جامد وجود کو جھٹکا سا لگا تھا۔۔وہ اندر تک تھرا اٹھی تھی۔۔۔موم کا مجسمہ پگھلنے لگا تھا۔۔اپنے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پر اس نے قابو پانے کی ناکام کوشش کی۔۔۔اس وقت اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔۔سبھی بارات کا سن کر باہر نکل گئی تھیں۔۔۔اکیلے ہونے کا فائدہ اٹھا کر اس نے آنکھوں کا پانی بہنے دیا۔۔اس وقت تو اس پر کوئی دفعہ نہیں لگ سکتی تھی۔۔۔آج وہ رخصت ہونے بوالی تھی۔۔۔وہ کھل کر رو سکتی تھی۔۔۔اپنے ہاتھ کی پشت پر آنسو کا قطرہ دیکھ کر اسے خیال آیا کہ اس وقت مومن تراب بھی شاہانہ انداز میں اپنی من چاہی دلہن بیاہنے چلا ہو گا۔۔۔پور پور سجی اس کی دلہن جب اس کے پہلو میں بٹھائی جائے گی تو کتنی چاہت سے اس پر نگاہ ڈالے گا۔۔اس کی شرارتی آنکھوں کے دیکھنے کا مخصوص انداز ماحور کے تصور میں ابھر کر اس کی تکلیف دوچند کر رہا تھا۔۔۔ناجانے کیوں ملا تھا وہ اسے جب ساتھ نہیں رہنا تھا۔۔جب سالک پاشا ہی مقدر تھا تو وہ زندگی میں کبھی آیا ہی نا ہوتا۔۔۔آج وہ بھی فخر اور مان سے سالک پاشا کی زندگی میں شامل ہو جاتی۔۔۔ایک ایسا شخص جو کتنے ہی دلوں کی دھڑکن تھا مگر اس کا دل ماحور کے نام پر دھڑکتا تھا۔۔۔کیوں مومن تراب کیوں۔۔۔؟ تم ہی میرے جذبات کے ساتھ کھیلتے ہوئے ترس کھا لیتے۔۔۔ایک بار سوچ لیتے کہ میں محرومیوں کا شکار ایسی لڑکی ہوں جسے زندگی کے دکھوں نے کبھی اتنی بھی فرصت نہیں دی تھی کہ وہ اپنی بے بسی پر ہی ہنس لے۔۔۔!

انہی تکلیف دہ سوچوں میں گھری وہ آنسو بہاتی اپنے انگوٹھیوں اور مہندی سے سجے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور نکاح خواں کے ہمراہ سیف اور عاقب بھائی اندر داخل ہوئے۔۔۔پیچھے خوشی اور غم کا امتزاج لیے چہروں کے ساتھ زلیخا دادی، ناعمہ پاشا اور انہیں کاندھوں سے تھامے رائنہ اندر داخل ہوئی۔۔۔وہ تینوں ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔۔۔سیف آگے بڑھ کر بہن کے پہلو میں بیٹھا اور اسے باپ سی شفقت کے ساتھ خود سے لگا یا۔۔۔عاقب بھائی نے نکاح خواں کو بسم اللہ کرنے کو کہا۔۔۔

"مسماۃ ماحور مغل ولد عقیل مغل آپ کا نکاح بعوض پانچ لاکھ حق مہر، مومن تراب ولد حسن تراب سے کیا جا رہا ہے۔۔۔کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟"

اور ماحور مغل کے پیروں سے زمین ایسے کھسکی تھی جیسے کسی ان دیکھی طاقت نے اسے ہوا میں معلق کر دیا ہو۔۔۔اس کے حواس بری طرح سن ہوئے تھے۔۔۔اسے یقین کرنا ناممکن تھا کہ جو الفاظ وہ آخری دموں پر بھی سننے کی امید نہیں رکھتی تھی وہی اس کے سامنے دہرائے گئے تھے۔۔۔اس کی نظروں نے حیرت و استعجاب سے سبھی چہروں کو دیکھا اور پھر اس کا سر ڈول کر سیف کے

کندھوں پر آ گرا۔۔۔!

☆......☆......☆

وہ لان میں بیٹھا، سفید شلوار قمیض اور پیروں میں گھریلو استعمال کی سادہ سیاہ چپل پہنے بھی بے حد خاص لگ رہا تھا۔۔۔اس کی شخصیت کا سحر ہر لباس میں نمایاں ہوتا تھا۔۔۔بھورے بال اس کی سوچوں کی طرح بکھرے بکھرے سے ماتھے پر گرے تھے۔۔۔ٹیبل پر دھرا کافی کا مگ اب اتنا گرم نہیں رہا تھا۔۔۔یعنی وہ خاصی دیر سے یہاں بیٹھا ماضی کے سمندر میں یادوں کے چپو چلا رہا تھا۔۔۔

ماحور کے بابا کی تدفین کے وقت جب وہ قبرستان پہنچا تھا تو اس نے سیف اور ریان کے ہمراہ مومن کو دیکھا تھا۔۔۔جس قدر دھچکا اسے لگنا چاہیے تھا، اتنا لگا نہیں تھا کیونکہ اس کے لاشعور میں یہ بات بھنبھناتی تھی کہ مومن کا ماحور کی فیملی سے کوئی ناکوئی لنک ہے۔۔۔وہ سیف اور ریان کے پاس جانے کی بجائے وہاں سے سیدھا دادا کے پاس آیا تھا۔۔۔ان کے سامنے بیٹھ کر وہ کتنی دیر الفاظ ترتیب دیتا رہا تھا، اس دوران دادا مکمل پرسکون رہے تھے۔۔۔

" دادا۔۔۔میں حقیقت جاننے آیا ہوں۔۔۔بلکل سچ۔۔۔شائد میں اس سچ کو جانتا ہوں مگر ماننے سے انکاری ہوں۔۔۔پھر بھی میں چاہوں گا کہ میرے سامنے سب کچھ کھل کر کہہ ڈالیں۔۔۔!" بلآخر اس نے کہہ ڈالا تھا جو کہنے میں اسے دقت تھی۔۔۔

" کیا سننا چاہتے ہو سالک پتر۔۔۔اگر سچ جانتے ہو تو پھر تم حقیقت کا سامنا کرنے نہیں آئے بلکہ اس حقیقت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمت مستعار لینے آئے ہو۔۔۔کہو۔۔۔کیا ایسا ہی نہیں ہے۔۔۔!"

اور سالک پاشا دادا کے اس تجزیے پر دنگ رہ گیا تھا۔۔۔ان کے چہرے کی ہر جھری میں ان کی عمر کی ایک دہائی چھپی اپنے تجربے سینچ کر رکھے ہوئے تھی۔۔۔اسے دادا پر رشک آیا، کتنے آرام سے دل میں اتر جاتے تھے۔۔۔

" مجھے یقین نہیں تھا دادا ورنہ اتنی دیر نا لگاتا۔۔۔ہماری کمپنی کے ایمپلائی کی شادی میں جو باتیں آپ نے مجھ سے کی تھیں، انہوں نے میرے شک کو یقین میں بدلا تھا۔۔۔مومن کے بجھے بجھے رویے نے اس یقین کو تقویت دی۔۔۔ماحور کی بے زاری نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا۔۔۔اس کے گھر والوں کے گھٹے گھٹے رویے نے میرا دھیان اس جانب کروایا۔۔۔منگنی کی انگوٹھی میں پسند کر رہا تھا اور ماپ مومن جانتا تھا دادا۔۔۔!"

" کیونکہ وہ اسے انگوٹھی پہنا چکا تھا۔۔۔اس لیے ماپ جانتا تھا۔۔۔!"

" کیا۔۔۔؟" دادا کے اطمینان بھرے جواب نے اسے دنگ کر دیا تھا۔۔۔انہوں نے ایک لمبی سانس بھری اور سب کہہ

ڈالنے کے لیے خود کو تیار کیا۔۔مومن اور ماحور کی پسندیدگی سے لے کر منگنی اور پر سالک پاشا کی چاہت دیکھ کر مومن کے قدم پیچھے ہٹا لینے سے لے کر ماحور اور اس کے بہن بھائیوں کے بہترین مستقبل کی خاطر خود پر بے وفائی کی تہمت لینے تک۔۔عادل پاشا کی ماحور کے خلاف رچی سازش کو ناکام بنانے کے لیے اس کے مکان کی رجسٹری کے کاغذات اس تک پہنچانے تک۔۔۔ہر ہر بات کہتے چلے گئے۔۔۔اور سالک پاشا کا وجود بھربھری ریت کی مانند ہو گیا۔۔اس پل وہ مومن تراب کے ظرف کا قائل ہو گیا تھا جو محبت اس طور بھی نبھانا جانتا تھا۔۔۔وہ محبت میں دینے پر یقین رکھنے والا پیارا شخص اس کی خاطر صرف اپنی چاہت سے دستبردار نہیں ہوا بلکہ اپنی جان پر کھیل گیا۔۔شرمندگی کا ساگر تھا جس میں وہ غوطے کھا رہا تھا۔۔کتنا خود غرض ہو گیا تھا وہ۔۔۔دل کے کسی گوشے میں شبہہ ہوتے ہوئے بھی اس نے لاپروائی کی گرد اس پر بٹھا دی تھی۔۔۔جان کر انجان بنا رہا تھا۔۔کب کب قدرت نے اس کے سامنے حقیقت کا پردہ چاک نہیں کیا۔۔تب جب وہ فائلز لینے گھر آیا تھا اور ناعمہ پاشا کو اپنے آنے کا بتانے کے لیے ان کے کمرے کی جانب بڑھا تو ان کے منہ سے صاف صاف اس نے مومن کا نام سنا تھا۔۔وہ دوسری طرف کسی کو ماحور کو سمجھانے کا کہہ رہی تھیں۔۔۔وہ چند باتیں مزید سننے کے بعد وہاں سے فوراً ہٹا تھا اور ابی کو فائلز دینے خود ہی آفس واپس چلا گیا تھا۔۔تب بھی اس نے مومن کا نام شعوری کوشش سے لاشعور میں دھکیل دیا تھا۔۔وہ خود سے ہی لکن چھپی کا کھیل کھیلتا رہا تھا۔۔اور اب جب وہ کھیل کھیل کر بری طرح تھک گیا تھا تو دادا کے پاس چلا آیا تھا۔۔انہوں نے صحیح کہا تھا کہ وہ حقیقت جاننے نہیں بلکہ اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمت پیدا کر رہا تھا۔۔۔اپنی چاہت سے دستبردار ہونا اس کے لیے آسان تو ہرگز نہیں تھا مگر وہ اس احساس کے ساتھ ماحور کو کیسے اپنا لیتا کہ اس کے دل میں مومن تراب تھا۔۔اگر ماحور کے رویے میں نرمی یا جھکاؤ ہوتا تو اس سارے قصے کو اس کا ماضی جان کر دفن کر دیتا مگر اس کے لیے مومن تراب ماضی بنا ہی نہیں تھا۔۔اس کے لیے وہی اس کا حال تھا جس میں وہ جیتی تھی۔۔۔

"میں ماحور اور مومن کے درمیان سے ہٹ جانا چاہتا ہوں دادا۔۔مگر یہ سب اتنا آسان نہیں۔۔۔!"

دادا پر تو جیسے ٹھنڈی پھوار برس گئی تھی۔۔۔وہ یکدم چہکتے ہوئے بولے۔

"کوئی کام بھی مشکل نہیں ہوتا پتر۔۔۔بس نیت نیک ہو اور اٹل ہو تو وہ ہو کر رہتا ہے۔۔۔!"

"تو پھر اب یہ سب کیسے ہوگا۔۔۔؟"

سالک کی بات کے جواب میں دادا نے جو پلان بتایا تھا آج اسی کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔۔۔مومن اور ماحور کو مکمل بے خبر رکھ کر عین وقت پر مومن کی بارات ماحور کو لینے وہاں پہنچ چکی تھی۔۔۔دادا نے زلیخا دادی اور رائنہ کو اس سارے میں شامل کیا تھا۔۔جب مومن کا پتا لینے کے لیے ماحور ہاسپٹل پہنچی تھی تب دادا اور شاویز ماحور کے گھر زلیخا دادی کے پاس بیٹھے سارے معاملات طے کر رہے تھے۔۔۔زلیخا دادی پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔۔۔وہ تو پہلے ہی مومن پر جی جان سے فدا تھیں

پھر ماحور کی پسند سے زیادہ ان کے لیے اہم کیا ہو سکتا تھا۔۔۔ایسے میں دادا مژدہ جانفزا لیے چلے آئے تھے مگر انہوں نے ماحور کو بے خبر رکھنے کا کہا تھا۔۔۔

"بہن جی نا آپ دلہن کو بتائیں گی نا میں اس گھامڑ کو بتاؤں گا۔۔۔دونوں کے دماغ ناکارہ ہیں۔۔۔اب جب حالات کا رخ بدلا ہے تو اپنی جھوٹی انا کا پرچم تھامے منڈیروں پر نا چڑھ جائیں۔۔۔!" دادا نے زلیخا دادی کو دوٹوک کہا تو وہ سوچتے ہوئے بولیں۔۔۔

"نمو۔۔۔میرا مطلب ہے ناعمہ کو کون منائے گا بھائی جی۔۔۔وہ تو سالک کے علاوہ کسی کے ساتھ ماہی کو بیاہنے پر راضی ہی نہیں۔۔۔!"

"سالک ہی منائے گا۔۔۔یہ کام وہی کرے گا۔۔۔اس نے اپنے سر لیا ہے۔۔۔!"

اور پھر اپنے دل کو خود ہی جلتے بھانبھڑ میں پھینک کر اس نے ناعمہ پاشا کو اپنے آفس ملنے کے لیے بلوایا تھا۔۔۔گھر تو وہ چھوڑ کر جا چکی تھیں اس لیے آفس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔سارا معاملہ ان کے آگے رکھنے پر وہ یکدم ہتھے سے ہی اکھڑ گئیں تھیں۔۔۔

"یہ کوئی مذاق نہیں ہے سالک بیٹے۔۔۔نا میری بچی کوئی تماشا ہے۔۔۔آپ آخر کس کے بہکاوے میں آ کر یہ سب کہہ رہے ہو۔۔۔!"

"بہکاوہ یہ نہیں ہے ماما۔۔۔پہلے تھا۔۔۔میں غلط اندازوں کے ہنڈولوں میں جھولتا رہا یہ سوچے بنا کہ اس شادی کا خمیازہ سب سے زیادہ مجھے ہی بھرنا پڑے گا۔۔۔میں آج بھی ماحور کا دل مائل ہو جانے کی چاہ رکھتا ہوں مگر یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔میں نے اس کا دل موم ہونے کی دن رات دعائیں مانگی ہیں۔۔۔میں نے کبھی خود کو اس طرح زیر ہونے نہیں دیا تھا کہ کوئی لڑکی میرے حواسوں پر اس قدر مسلط ہو جائے کہ میں اسے رام کرنے کے طریقے سوچا کروں گا۔۔۔لیکن شائد یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔۔۔میرے دل کے ہاتھوں جو خرابی دو دلوں کے بیچ میں ہوئی، اسے درست کرنے کی باری ہے اب۔۔۔گو کہ یہ فیصلہ میرے لیے آسان نہیں مگر میں نے مومن سے سیکھا ہے کہ محبت کی سچائی اس کی نمائش سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اسے گھونٹ گھونٹ اپنے دل میں اتار کر روح میں جذب کر لینا ہی اس کی بقاء ہے"

اور ناعمہ پاشا کے پاس کہنے کو آگے سے ایک لفظ نہیں رہا تھا۔۔۔وہ شدت جذبات سے رو دیں تھیں۔۔۔اس کے بعد سب کچھ اسی ترتیب سے ہوتا چلا گیا تھا جو دادا اور اس نے طے کی تھی۔۔۔اس کے لیے یہ سب بے حد جاں گسل سہی مگر وہ خوش تھا کہ اس پر مومن تراب کا جو قرض تھا وہ اتر جائے گا۔۔۔

بہتے پانی کی تیز آواز پر اس کا ارتکاز ٹوٹا اور وہ یکدم ہوش میں آیا تھا۔۔۔مالی کچھ فاصلے پر پودوں میں پانی لگانے ابھی

ابھی آیا تھا۔۔اس نے کافی کے مگ پر ایک نظر ڈالی اور پھر ہاتھ بڑھا کر اسے باہر سے چھوا تو وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔۔پینے کا ارادہ ترک کر کے وہ اٹھنے ہی والا تھا جب اپنے پیچھے اسے ابی کی آواز سنائی دی۔۔۔

کب سے تمہیں کمرے کی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا،تم ایک ہی پوزیشن میں پچھلے سوا گھنٹے سے بیٹھے ہو سالک۔۔۔!"

سالک اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کی الیکٹرک وہیل چئیر تھام کر اپنی کرسی کے مقابل لے آیا۔۔۔

"بس ابی۔۔۔ایسے ہی آفس کے معاملات کے بارے میں سوچتے وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔۔۔!" وہ اپنی چئیر پر بیٹھتا ہوا لاپروائی سے بولا۔۔۔

"آفس کے یا ماحور کے۔۔۔؟" انہوں نے بلا توقف کہہ ڈالا تھا۔۔۔سالک چونکا ضرور مگر ظاہر نہیں کیا۔۔۔

"آج تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس تھی سالک۔۔۔لیکن شادی نہیں ہوئی۔۔۔میں ایک ہفتے سے کہہ رہا تھا کہ گھر کو سجاؤ،لائٹنگ کرواؤ،پتا تو چلے کہ شادی والا گھر ہے مگر تم ٹال گئے۔۔۔مجھے بتاؤ سالک۔۔۔کیا ہوا ہے ایسا۔۔کہیں ایسا تو نہیں کہ ماحور بیٹی مجھ سے بدظن ہوا ابھی تک۔۔۔اس نے شادی سے انکار تو نہیں کر دیا۔۔۔!" ان کے لہجے میں فکر نمایاں تھی۔۔۔سالک نے بغور انہیں دیکھا،وہ پہلے سے کافی بدل گئے تھے،چیخنا چلانا بالکل بند ہو چکا تھا،ملازم بتاتے تھے کہ وہ اکثر راتے گئے تک جاگ کر قرآن پڑھتے رہتے تھے۔۔۔اور پھر فجر کی نماز پڑھ کر سوتے تھے۔۔۔ان کی اندر جو ٹھہراؤ سے آیا تھا وہ اسی کا نتیجہ تھا۔۔۔سالک نے آگے کو جھک کر نرمی سے ان کا ہاتھ تھاما اور رسان سے بولا۔۔۔

"میں ماحور سے شادی نہیں کر رہا ابی۔۔۔!"

"کیوں آخر۔۔۔وجہ بھی تو ہو۔۔۔تم چاہتے ہو اسے۔۔۔کیا ناعمہ نے انکار کیا ہے سالک۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔میں نے اپنے قدم پیچھے ہٹا لیے ہیں ابی۔۔۔کیونکہ اس کا راستہ مومن تراب کی سمت جاتا ہے۔۔۔وہی اس کی منزل ہے۔۔۔!"

جواباً عادل پاشا یکدم بالکل خاموش ہو گئے۔۔۔ان کی نظریں جھک کر اپنی گود میں آرکیں۔۔۔

"آپ گلٹی فیل مت کریں ابی۔۔۔یہ سراسر میرا ذاتی فیصلہ ہے۔۔۔!"

"میں کیسے نا شرمندہ ہوں۔۔۔" وہ انہی جھکی نگاہوں سے گویا ہوئے" ماحور تمہارے دل کی خوشی ہے۔۔۔میں کیا جانتا نہیں کہ تم اس سے کس قدر محبت کرتے ہو۔۔۔!"

"میری خوشی اس کی خوشی میں ہے ابی۔۔۔اور اس کی خوشی وہی ہے جس کی بارات آج اس کے دروازے پر کھڑی ہے۔۔۔ابی محبت کا سودا ظرف کے ترازو پر مقررہ قیمت پر تلتا ہے،نا ایک ٹکا کم نا ایک ٹکا زیادہ۔۔۔اور اب کی بار ظرف بڑا کرنے کی باری میری تھی۔۔۔!"

”تو سالک تم۔۔۔تمہاری بارات۔۔۔کیا تمہاری بارات کسی کی چوکھٹ پر نا جائے گی۔۔۔کیا تمہاری شادی نا دیکھ سکنا میری سزاؤں میں سے ایک سزا ہوگی۔۔۔؟“

اور سالک پاشا کی نگاہوں کے آگے ایک جھماکہ سا ہوا۔۔۔وہ فوراً اٹھا۔۔۔ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا اور جیب میں گاڑی کی چابی ٹٹولتے ہوئے عادل پاشا سے بولا۔۔۔

”ابی۔۔۔مجھے ایک انتہائی ارجنٹ کام یاد آیا ہے۔۔۔جتنی جلدی ہوسکا واپس آؤں گا اور آپ کی اس بات کا جواب لازمی دوں گا مگر آپ ٹائم پر کھانا کھا کر میڈیسن لیں گے۔۔۔اوکے۔۔۔آپ دعا کریں جس کام سے جا رہا ہوں اس میں کامیاب لوٹوں۔۔۔!“

اتنا کہہ کر وہ جھکا اور عادل پاشا کے ماتھے پر بوسہ دے کر تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔۔۔گارڈ نے اس کے بیٹھتے ہی گیٹ کھول دیا اور وہ اسپیڈ میں گاڑی ریورس کرتا باہر نکلتا چلا گیا۔۔۔عادل پاشا نم آنکھوں سے اسے اوجھل ہوتے دیکھتے رہے۔۔۔!

☆......☆......☆

چھوٹی چھوٹی آنکھوں اور زرد رنگت لیے یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے اسٹیج پر چڑھتی ماحور کو مومن تراب کے پہلو میں لا کر بٹھایا گیا تو بے یقینی اور حیرت دونوں کے چہرے سے مترشح تھیں۔۔۔وہ سکتہ زدہ سا اسے اپنے برابر بیٹھتا دیکھتا رہا اور اس کے استقبال کے لیے کھڑا تک نا ہوسکا۔۔۔ماحور کی اپنی کیفیت بھی ہو بہو ایسی ہی تھی۔۔۔اندر ڈریسنگ روم میں تو وہ غش کھا گئی تھی مگر اب جب کہ حواس لوٹ آئے تھے تب بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جام ہو چکی تھی۔۔۔تین بار” قبول ہے“ کہہ لینے کے بعد اور تین جگہوں پر دستخط کر لینے کے باوجود اسے یہ سب خواب ہی لگ رہا تھا۔۔۔زلیخا دادی اور ناعمہ پاشا اس کی دگرگوں حالت کے باوجود خوشی سے دمکتے چہرے لیے دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔سیف اور رائنہ ماحور کے ناک کی سیدھ میں اسٹیج سے نیچے کھڑے شرارت سے بھرپور تاثرات چہروں پر سجائے اس کی حالت سے حظ اٹھا رہے تھے۔۔۔یہ سب کچھ، باقی سب کے لیے اچانک نہیں تھا محض ان دونوں کو ہی پردے میں رکھا گیا تھا۔۔۔ماحور کے ہاتھوں کی لرزش کو مومن نے بغور دیکھا اور اس تمام عرصے میں پہلی بار کھل کر مسکرا دیا۔۔۔اب وہ ساری سچویشن پر غور و خوض کرنے کے قابل ہوتا جا رہا تھا۔۔۔یعنی کہ حد ہی ہوگئی تھی۔۔۔اس کی ناک کے نیچے دادا اور شاویز اتنا جاسوسانہ پلان تیار کر کے عملی جامہ پہنا چکے تھے اور وہ گاؤدی بنا منہ اٹھا کر بنا سوچے سمجھے اس پلان کا حصہ بنتا چلا گیا تھا۔۔۔مگر ہنسی اسے اس بات پر آ رہی تھی کہ وہ اکیلا بے وقوف نہیں بنایا گیا تھا بلکہ ماحور بھی بلکل بے خبر تھی۔۔۔

”دادا۔۔۔!“ اس نے اپنی بائیں جانب بیٹھے دادا کو دھیرے سے پکارا۔۔۔”یہ سب کیا ہے دادا۔۔۔ماحور کہاں سے آگئی۔۔۔؟“

"بس بیٹا۔۔۔آسمان سے ٹپک پڑی۔۔۔اس سے پہلے کہ کھجور میں اٹکتی ،میں نے چھڑی کی مدد سے لپک کر کھینچ لیا۔۔۔" بڑی متانت سے جواب دے کر ساتھ ہی پینترا بدل کر بولے۔۔۔"کہاں سے آئے گی گھامڑ۔۔۔اپنے اماں باوا کے گھر سے آرہی اور کیا۔۔۔!"

"تو دادا سر سالک کہاں ہیں۔۔۔ماحور کی شادی تو ان سے ہو رہی تھی۔۔۔کیا چکر ہے یہ دادا۔۔۔!"

"ایک ریپٹا ماروں نا تیرا منہ دوسرے پاسے جا لگے گا۔۔۔سر سالک سے ہو رہی تھی۔۔۔" انہوں نے اس کے لہجے کی نقل اتاری۔۔۔"جیسی شوخی تُو نے ماری تھی ویسی شوخی اب کے سالک نے مارلی۔۔۔کمینے میری ہڈیاں مرکنی ہوگئیں تیرا بیاہ ماحور سے کروانے میں اور تجھے اتنے نازک وقت میں بھی یہی چول مارنی یاد آئی کہ اس کا بیاہ تیرے باس سے کیوں نہیں ہوا۔۔۔مار مار کر نا تیرا منہ چمٹے جیسا کر دینا چاہیے۔۔۔!"

دادا کی ایسی شاندار کھنچائی کرنے پر مومن کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔۔۔اس سے پہلے کہ چار مہمان اس طرف کان لگاتے اس نے اپنا دھیان ماحور کی جانب لگایا جس کے چہرے کے نقوش میں رفتہ رفتہ خونخواری سی آتی جا رہی تھی۔۔۔مومن نے تھوک نگل کر گلا تر کیا اور سرگوشی سے ذرا بلند آواز میں مخاطب ہوا۔۔۔

"میں نے کہا۔۔۔یہ سب تو ناقابل یقین ہے۔۔۔کیا تم سچ میں میرے پہلو میں بیٹھی ہو یا خواب دیکھ رہا ہوں۔۔۔؟"

"دادا سے کہو رکھ کر ایک چماٹ ماریں تمہیں۔۔۔خواب کی حقیقت دکھ جائے گی۔۔۔!" ماحور سے ایسے سڑے ہوئے جواب کی ہی توقع تھی۔۔۔مومن کو تسلی ہوئی کہ یہ خواب نہیں تھا۔۔۔

"ماہی۔۔۔میرا تو دل کر رہا ہے کہ خوشی سے چھلانگیں مارنا شروع کر دوں۔۔۔مجھ سے برداشت نہیں ہو پا رہا یہ سرپرائز۔۔۔!"

"ماحور۔۔۔میرا نام ماحور ہے۔۔۔اور چھلانگیں کیوں نا لگاؤ گے۔۔۔بندر جو ٹھہرے۔۔۔!"

"اور میری بندریا میرے ساتھ بیٹھی ہے۔۔۔!"

"بکومت۔۔۔خبردار جو مجھ سے فری ہونے کی کوشش کی ہو تو۔۔۔منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔۔!"

"منہ ٹوٹ جائے خیر ہے۔۔۔شکر ہے دل دوبارہ جڑ گئے یہی کافی ہے۔۔۔!"

"کس نے کہا دل جڑ گئے۔۔۔تمہارے جیسے ہرجائی کو میں ٹوٹی چپل نا دوں ،دل تو بہت قیمتی ہے میرا۔۔۔!"

"اچھا جی۔۔۔تبھی سالک پاشا کے حوالے کر دیا تھا اتنے آرام سے۔۔۔!"

"کیا۔۔۔؟" وہ دبا دبا سا غرائی" میری کوئی کمٹمنٹ نہیں تھی سالک پاشا سے۔۔۔جب تم نے مجھے چھوڑا تب مجھے اس

سے بہتر آپشن کوئی نہیں لگا اور غصے میں اس سے شادی کی حامی بھری تھی میں نے۔۔۔!"

"میں نے تمہیں چھوڑا نہیں تھا ماہی۔۔۔اب تمہیں لے کر گھر ہی جانا ہے نا تسلی سے سب بتاؤں گا۔۔۔اپنے دل کا ہر حال سناؤں گا۔۔۔!"

"ہونہہ۔۔۔مجھے کوئی دلچسپی نہیں تمہارے دل کا حال سننے میں۔۔۔تمہیں رومینس کرنا کبھی آ ہی نہیں سکتا مومن۔۔۔!"

"نہیں نہیں۔۔۔آتا ہے۔۔۔آج ثابت کر دوں گا۔۔۔!"

"بکومت۔۔۔!"

"تم دونوں بکنا بند کرو ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔۔۔سمجھے۔۔۔!"

رائنہ جو کب سے ان کی پشت پر کھڑی دونوں کی تکرار پر کان لگائے ہوئے تھی یکدم اچک کر بولی۔۔۔"غضب خدا کا۔۔۔دانتوں پسینہ آ گیا ہمیں تم دونوں کی شادی کروانے کے چکر میں۔۔۔شیطان کی طرح ہر دوسری جگہ پر ٹپک کر اس بھلے مانس سا لک کو تم دونوں کی محبت کے ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی،،،ہر حیلہ حربہ آزما ڈالا اور تم دونوں ہو کہ کسی کی نیکی کو پانی ہی دینا نہیں جانتے۔۔۔لڑ مر ایسے رہے ہو جیسے پہلے ایک دوسرے کے لیے مر رہے تھے۔۔۔چپکے بیٹھے رہے اب دونوں ورنہ بلاتی ہوں زلیخا دادی کو۔۔۔وہ لتے لیں گی نا سارے فیوز ہی آف ہو جائیں گے دماغ کے۔۔۔!"

اور دونوں نے اپنے چہرے فوراً سیدھ میں اکڑا لیے تھے۔۔۔

ناعمہ پاشا نے رسم کے طور پر زلیخا دادی کو خوبصورت اور انتہائی قیمتی رسٹ واچ تھمائی تا کہ وہ مومن کو پہنا دیں۔۔۔دادا اور شاویز کو بھی سیف نے گھڑیاں پہنائی تھیں۔۔۔شاویز کی گردن فخر سے اکڑی جا رہی تھی۔۔۔اسے ایسے پروٹوکول کی امید نہیں تھی۔۔۔وہ ہر ایک کے پاس جا جا کر اپنی گھڑی کی نمائش کرتا پایا جا رہا تھا۔۔۔

"بس جی۔۔۔شہ بالا بنا تھا نا۔۔۔اگلوں نے مجھے بھی ڈال دی۔۔۔ہی ہی۔۔۔ہی ہی ہی۔۔۔!" اسی شوخی میں میاں جی کے سامنے بازو لہرا کے نکالا اور انہیں بھی دکھائی اور بولا۔۔۔

"میاں جی۔۔۔آپ کی گھڑی میں کیا وقت چل رہا ہے بھلا۔۔۔میرے ہاں تو ساڑھے سات بج رہے ہیں۔۔۔!"

میاں جی اس کی کلائی کو دیکھتے ہوئے بولے۔۔۔

"گھڑی تو اچھی ہے مگر تیرا وقت برا چل رہا ہے نا ہنجار۔۔......دولتر ماروں گا نا سارے ہندسے یہیں اگل دے گا۔۔۔ہٹ پرے۔۔۔!"

شاویز دبک کر دوبارہ اسٹیج کی جانب بڑھ گیا جہاں رائنہ اور جنت ہاتھ میں دودھ کا سجا ہوا گلاس تھامے،لڑکیوں کا جمگھٹا

لیے اسٹیج پر چڑھ چکی تھیں۔۔۔شاویز بجلی کی تیزی سے لپکا اور مومن کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔۔بھلا سامنے ایسی حسینائیں بھکاری بنی بیٹھی ہوں تو کون پاگل ان پر خزانوں کے منہ نا کھول دے۔۔۔

" چلو جی مومن صاحب نکالو پیسے اور اپنی خوشی کو تول کر نکالنا۔۔آج تو دریا دلی کی حد ہو جانی چاہیے۔۔۔!" دودھ کے چند گھونٹ شرافت سے پلا دینے کے بعد رائنہ نے نیگ کا مطالبہ کیا۔۔۔

"خوشی کو تولوں تو بدلے میں اپنی جان ہی دے سکتا ہوں۔۔۔!" مومن کے جواب پر سارے میں ہاہا کار مچی۔۔۔

" پتر۔۔۔! تم لوگ مومن ہی رکھ لو۔۔۔دلہن ہم لے جائیں گے گھر۔۔۔!" دادا نے مومن کو دیکھتے معنی خیز لہجے میں کہا۔۔۔وہ اسے باور کرا رہے تھے کہ کیسے وہ مچل مچل کر اس شادی سے انکاری تھا۔۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔دادا بھلا میرے بغیر کیا کریں گے آپ گھر۔۔۔میں نیگ دیتا ہوں نا۔۔۔!" مومن نے سرعت سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ہزار ہزار کے کئی نوٹ جنت کی ہتھیلی پر دھر دیے۔۔۔شکر تھا کہ یہ بھی دادا نے نکلتے ہوئے زبردستی اس کی جیب میں ٹھونسے تھے۔۔۔ویسے بھی اسے رخصتی کی جلدی تھی۔۔۔ایک طویل داستان تھی جو کہنی سننی باقی تھی اگر ماحور آج کچھ بھی سننے کے موڈ میں آ پاتی تو۔۔۔!

رخصتی کے وقت زلیخا دادی اور ناعمہ پاشا سے گلے ملتے ماحور ضبط کھو بیٹھی تھی۔۔۔یہ اس کے اپنے ،جنھوں نے آج اس کی جھولی میں زمانے بھر کی خوشیاں ڈال دی تھیں۔۔۔نا جانے کیسے کیسے کشٹ اٹھا کر یہ سب ہوا تھا۔۔۔سالک پاشا نے قدم کیسے پیچھے ہٹائے ہوں گے ،یہ جاننے کی اسے بھی حاجت تھی مگر فی الوقت تو اس کا روم روم رب کے آگے سجدہ ریز تھا جس نے مومن سے جدائی کو ایک بھیانک خواب کی صورت جھٹکے سے ختم کر ڈالا تھا۔۔۔

"مس جانتی ہوں ،میری بیٹی کو مجھ سے بہت سے گلے ہیں ،میں تمہیں زندگی بھر کچھ نہیں دے پائی ،تم نے میرے حصے کی ذمہ داریاں اٹھائیں ،انہیں احسن طریقے سے نبھایا۔۔۔میں تمہاری مقروض تھی میری بچی لیکن میرا قرض سالک نے اتار دیا۔۔۔یہ سب اسی کی وجہ سے ممکن ہو سکا ورنہ تمہاری ماں اس مقام پر بھی ہار جاتی آج۔۔۔" ناعمہ پاشا اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے کٹورے میں لیے لگاتار بہتے آنسوؤں کے درمیان بولیں۔۔۔" میری دعا ہے کہ تم مومن کے ساتھ پنی زندگی کی آخری سانس تک خوش اور آباد رہو۔۔۔کبھی گرم ہوا کا جھونکا تم دونوں کی محبت کو نا چھوئے۔۔۔!"

ماحور نے ان کے سینے میں منہ چھپا لیا۔۔۔الفاظ اس کے پاس جیسے ختم ہو چکے تھے اور آنکھوں کا پانی تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔۔زلیخا دادی نے دوپٹے کے پلو سے ناک پونچھتے ہوئے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا۔۔۔

" بس کر و لڑکیو۔۔۔بس۔۔۔دعاؤں کی گھڑیاں ہیں نمو۔۔۔پلو بھر کر اسے روانہ کرو۔۔۔آج تو اللہ نے مقدروں والا دن دکھایا ہے۔۔۔چل ماہی۔۔۔بیٹھ میرا بچہ گاڑی میں۔۔۔!"

"رائنہ۔۔۔!" ماحور کے لبوں سے سسکی کی صورت رائنہ کا نام نکلا اور وہ متورم آنکھیں لیے جھٹ سے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔۔

"تمہیں کیا کہوں رائنہ۔۔۔ تمہارے اندر میں نے دوست، بہن، ماں۔۔۔ ہر رشتہ پایا۔۔۔ تم ہر مشکل میں میرے ساتھ کھڑی رہی اور آج تم نے میری زندگی کو مسلسل عذاب کی بھینٹ چڑھنے سے بچا لیا رائنہ۔۔۔!"

"بکواس نا کرو زیادہ۔۔۔" رائنہ نے لمبی سی شوں کرتے ہوئے اسے گھر کا۔۔۔ "میں مزید بھی تمہارے لیے کچھ کر سکتی تو ضرور کرتی، دوستی جیسے انمول رشتے اگر اخلاص کے پیرہن میں لپٹے ہوں تو وہ قدرت کا بہترین تحفہ ہوتے ہیں۔۔۔ اب بس کرو، مجھے زیادہ نا رلاؤ ورنہ ابھی دادی بولیں گی" مینڈکی کو زکام ہو گیا۔۔۔"!

اور وہ دونوں روتے سے ہنس دیں۔۔۔ ریان، زونی اور جنت نے روتے ہوئے اس سے لپٹ لپٹ کر اسے رخصت کیا۔۔۔ وہ ان سب کی ماں جائی تھی مگر ماں بن کر پالا تھا اس نے انہیں۔۔۔ سیف آگے بڑھا اور احتیاط سے اسے تھام کر اس کا سر چوما اور گاڑی میں بٹھاتے ہوئے بولا۔۔۔

"اپیا۔۔۔ یہ پیار بابا کی طرف سے تھا۔۔۔ آج وہ ہوتے تو یقیناً آپ کو وداع کرتے وقت ماتھے پر پیار کرتے، آپ کا سر چومتے۔۔۔" وہ دروازے پر جھکا ہوا اپنے آنسوؤں پر ضبط کیے ہوئے تھا۔۔۔ "اپیا میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں مگر میں نے ہر ہر موقع پر آپ کے ساتھ کھڑے رہ کر خود کو آپ کا سرپرست ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ کبھی بھی زندگی میں کوئی مشکل درپیش ہو تو اپنے بھائی کو باپ کی جگہ جان کر آواز دینا اپیا۔۔۔ ان شاء اللہ میں آپ کے میکے کا مان کبھی نہیں ٹوٹنے دوں گا۔۔۔!" ماحور نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگائے اور انہیں چوم کر چند پل سیف کی آنکھوں میں دیکھتی رہی جو سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔ آج وہ اپنے پیاروں کو چھوڑ کر پیا کی گلی چلی تھی۔۔۔ ساجن کا گھر آباد کرنے چلی تھی۔۔۔ یہ سب رشتے اس کی ہستی کے ستون تھے جن کے سہارے اس نے مشکل دن کاٹے تھے اور آج انہی کی بدولت آنے والا خوبصورت وقت اس کا منتظر تھا۔۔۔ سیف نے دھیرے سے دروازہ بند کیا تو دوسری جانب بیٹھے مومن تراب نے پورے استحقاق اور محبت کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔۔ گاڑی اسے لیے اس کی سلطنت کی جانب رواں ہو گئی تھی۔۔۔!

☆......☆......☆

ائیرپورٹ پر حسبِ معمول مسافروں کا رش تھا۔۔۔ آنے والوں کا بھی اور جانے والوں کا بھی۔۔۔ ابرش، منصور راٹھور اور مسز منصور کے ساتھ ائیرپورٹ پہنچ چکی تھی۔۔۔ اس کی فلائیٹ کا ٹائم ہوا چاہتا تھا۔۔۔ حالانکہ وہ گھر میں ہی پاپا اور ماما سے مل لینا چاہتی تھی مگر مسز راٹھور بضد تھیں کہ وہ خود سی آف کرنے اسے ائیرپورٹ جائیں گی۔۔۔ وہ ان کے ساتھ بحث نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اب

اسے ایک طویل عرصہ ماما پاپا سے دور رہنا تھا۔۔اس کا جلد پاکستان واپسی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔وہ وہاں جا کر اپنے بھائی ارسل کو آہستہ آہستہ مائل کرنے والی تھی کہ وہ ماما پاپا کو بھی سڈنی سیٹل ہونے کے لیے فورس کرے مگر ابھی تو اسے بس جلد از جلد یہ شہر اور یہ ملک چھوڑ دینا تھا۔۔۔

"آج ماحور کی بارات تھی، سالک پاشا دلوں پر بجلیاں گراتا اسے بیاہنے پہنچ چکا ہوگا۔۔کس قدر خوش ہوگا وہ اپنی من چاہی مراد پا کر۔۔کیا ایک بار بھی اسے میرا خیال آیا ہوگا۔۔وہ کیوں بھلا۔۔؟ کتنی پاگل ہوں میں بھی، آج تو اس کا دھیان پل بھر کو بھی چوکنے سے رہا۔۔پہلو میں ماہ روشی تو اسے بجھتے ستاروں سے کیا مطلب۔۔۔!"

ایسے کتنے ہی خیال اسے ایک تار آتے چلے جا رہے تھے۔۔۔وہ اندر ہی اندر اذیت پیتی درد سہہ رہی تھی۔۔۔وہ فوراً مسز منصور کے گلے آلگی، اسی بہانے آنکھ بہتی تو عجب نہ لگتا۔۔۔پاپا نے بھی اسے پیار کیا اور اس کے چہرے کو تسلی آمیز انداز میں تھپتھپایا، جیسے اسے مضبوط رہنے کا کہہ رہے ہوں۔۔۔وہ آنسو پونجھتی ایک ہاتھ سے اپنی لگیج ٹرالی تھام کر اور دوسرے میں ٹکٹ اور پاسپورٹ تھامے سیکیورٹی آفیسر کی جانب بڑھی۔۔۔سیکیورٹی آفیسر کو دونوں چیزیں دکھانے کے بعد وہ ڈیپارچر ٹرمینل میں اپنی ایئر لائین کے کاؤنٹر کی طرف چل دی۔۔۔آنکھیں مسلسل ڈبڈبائی ہوئی تھیں اور ان آنسوؤں میں سالک پاشا کا ہی عکس تیرتا اسے ہلکان کیے دے رہا تھا۔۔۔وہ چہرہ جھکائے چلے جا رہی تھی جب اچانک عقب سے اس کے نام کی پکار پڑی۔

"ابرش۔۔۔!"

وہ یکدم ساکت ہوگئی۔۔۔اس کی دھڑکنیں بھی جیسے جم سی گئیں۔۔۔یہ سالک پاشا کی آواز تھی۔۔۔

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔میرا دماغ خراب ہے بس۔۔۔بھلا سالک پاشا کا یہاں کیا کام۔۔۔" اس نے دل میں سوچا اور پلٹے بنا دوبارہ قدم آگے بڑھائے مگر اب کی بار کسی نے پکارا نہیں تھا بلکہ اس کے جس ہاتھ میں اس کی ٹکٹ اور پاسپورٹ پاس تھا، اس ہاتھ کی کلائی کسی نے تھام کر اس کا رخ ایک جھٹکے سے اپنی جانب کیا تھا۔۔۔سامنے سالک پاشا وہم کی نہیں یقین کی صورت ہلکا سا مسکراتا ہوا کھڑا تھا۔۔۔وہ پھٹی پھٹی آنکھیں لیے قریب المرگ ہوگئی۔۔۔یہ وہ گمان تھا جو وہ مر کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ہونٹوں پر قفل لیے وہ یک ٹک اسے دیکھے چلی گئی۔۔۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔" یہ سالک پاشا ابرش سے پوچھ رہا تھا۔۔۔یا حیرت۔۔۔!

"مت جاؤ ابرش۔۔۔!"

اس ایک فقرے میں کیا نہیں تھا۔۔۔التجا، مان، اپنائیت۔۔۔

ابرش کا دل پانی بن کر بہہ گیا۔۔۔اس کے عارضوں پر آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔۔۔

"کیوں رکوں۔۔۔کس لیے۔۔۔کس کے لیے۔۔۔؟" لفظ ٹوٹ ٹوٹ کے اس کی زبان سے ادا ہوئے۔۔۔

"ان تینوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے" میرے لیے"۔۔۔!"

"آپ کے لیے بھی کیوں۔۔۔آپ میرے کیا لگتے ہیں جو رک جاؤں۔۔۔؟"

"میں نا سہی، تم تو میری لگتی ہونا جس کے لیے میں بھاگتا ہوا آیا ہوں کہ کہیں ایسا نا ہو تمہارا جانا میری ساری زندگی کا زیاں بن جائے!"

اس کے مدھم لہجے نے ابرش کی دھڑکنوں کو مرتعش کیا تھا۔۔۔اس نے پلکیں جھکا لیں مگر چہرے پر خفگی قائم تھی۔۔۔

"آپ کی زندگی کا حاصل، آپ کے حوالے تو کر دیا، اب سود و زیاں کیسا۔۔۔!"

"میری زندگی کا حاصل وہ نہیں تھا ابرش، جو مجھ سے اتنا ہی دور ہوتا چلا گیا جتنا میں نے اس کے قریب ہونے کی کوشش کی، بلکہ وہ ہے جسے میری قسمت میرے اس قدر پاس لے آئی جتنا میں نے اس سے دور ہونے کی کوشش کی۔۔۔!"

ابرش کے گال یکدم دہک اٹھے۔۔۔اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گالوں پر ٹھہرے آنسو صاف کیے اور لہجے میں ہلکا سا تناؤ لیے بولی۔۔۔

"اب آپ نے بہت دیر کر دی سالک پاشا۔۔۔آپ کی بے اعتنائی کے غم نے رس رس کر میرے پورے وجود میں سیلن بھر دی ہے۔۔۔ہر جذبہ مرجھا کے دم توڑ گیا ہے۔۔۔!"

"محبت کا پانی کسی بھی جذبے کو مرنے نہیں دیتا ابرش۔۔۔" نا جانے اس کے لہجے میں کیسی کسک تھی کہ ابرش نے بے اختیار اس کی آنکھوں میں جھانکا۔۔۔سالک نے پہلی بار جسارت کرتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھاما اور بولا "میں یہ نہیں کہتا ابرش کہ تمہاری محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں یہاں چلا آیا ہوں۔۔۔بلکہ میں اس محبت کو بچانے آیا ہوں جو کسی کے شفاف دل میں میرے لیے پنپتی ہے۔۔۔میں بڑے لمبے سفر سے لوٹا ہوں ابرش۔۔۔میری تھکن کو چن لو۔۔۔میرا وعدہ ہے تم سے زیادہ محبت میں تمہیں لوٹاؤں گا۔۔۔بس کچھ وقت کے لیے مجھے سمیٹ لو۔۔۔میرے دل کو اپنی چاہت کے شفاف پانی سے دھوتی رہو، ایک دن اس پر محض تمہارا ہی عکس رہ جائے گا۔۔۔میرا یقین کرو۔۔۔مگر مجھے چھوڑ کر مت جاؤ ابرش۔۔۔ایک بار میں نے تمہیں ٹھکرایا تھا۔۔۔اس کی سزا اذیت ناک تھی۔۔۔اب تم مجھ سے وہی سلوک مت کرو۔۔۔پلیز۔۔۔مت جاؤ۔۔۔مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔۔۔!"

اور ابرش راٹھور کو اس سمے موت بھی آجاتی تو زندگی سے کوئی گلہ نہیں تھا۔۔۔اس کے نیناں پھر سے چھم چھم برسنے لگے مگر اب کی بار اس پانی میں ساری کثافت ڈھلتی چلی جا رہی تھی۔۔۔اس نے اپنی پیشانی سالک پاشا کے ہاتھوں پر ٹکا دی جن میں ابھی

بھی اس کے ہاتھ مقید تھے۔۔۔یہ منظوری تھی کہ وہ الفت کی راہ پر ایک بار پھر اس کے ہمراہ گامزن ہونے کو تیار تھی۔۔۔

"چلو پھر۔۔۔" سالک نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی اوپر کی اور بولا۔۔۔"باہر تمہارے ماما پاپا ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔وہ جانتے ہیں کہ میں تمہیں واپس لے جانے آیا ہوں۔۔۔!"

کبھی کبھار زندگی ایسا پلٹا کھاتی ہے کہ وہ تصوراتی محسوس ہونے لگتی ہے۔۔۔واپسی کے لیے سالک پاشا کے سنگ قدم بڑھاتی ابرش راٹھور کو ہو بہو ایسا ہی لگ رہا تھا۔۔۔وہ جانتی تھی کہ ماحور کا نقش ماند ہونے میں کچھ وقت لگے گا مگر اپنی محبت پر بھروسہ اسے ہمیشہ سے تھا۔۔۔ایک خلش زدہ سی سانس سالک پاشا کے سینے سے چپکے سے خارج ہوئی۔۔۔ماحور کے زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکل جانے کے غم کا مداوا ممکن نہیں تھا مگر ابرش کو بھی کھو کر دوہری اذیت کا شکار ہونا نہیں چاہتا تھا۔۔۔اور اتنا تو اسے یقین تھا کہ اس سفید پری سے جو انسیت اس کے دل میں پھوٹی تھی وہ کبھی نا کبھی چاہت میں ضرور ڈھل جائے گی۔۔۔!

☆......☆......☆

بارات دلہن لیے دادا کے گھر پہنچ چکی تھی۔۔۔سارا گھر بے تحاشا جگمگا رہا تھا یا مومن تراب کو لگ رہا تھا۔۔۔ہر شے جگر جگر کر رہی تھی۔۔۔دادا کے وجود میں جوانی عود کر آئی تھی۔۔۔قدم رکھتے کہیں تھے پڑتے کہیں تھے۔۔۔تشکر سے بار بار آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔۔۔ماحور کو لا کر برآمدے میں دھرے خوبصورت منقش جھولے پر بٹھا دیا گیا جو دادا نے خاص اسی مقصد کے لیے منگوایا تھا۔۔۔لاؤنج چھوٹا سا تھا اور مہمان خاصے تھے۔۔۔اندر بٹھانے کی صورت میں رش پڑ جاتا۔۔۔شاویز کی بھابھی نے اور چند دیگر رشتے دار خواتین نے رسمیں ادا کیں۔۔۔ماسی شوکت اور اس کی بہو بیٹی نے سارا گھر سمیٹ رکھا تھا اور اب بھی بڑے سلیقے سے سب تھکے ہوئے مہمانوں کو چائے سرو کر رہی تھیں۔۔۔ماحور کے حسن کی چکا چوند نے جیسے سارے صحن میں اجالا کر رکھا تھا۔۔۔مومن بار بار آس پاس منڈلاتا مہمانوں کے چھٹنے کا منتظر تھا۔۔۔دادا کن اکھیوں سے اس کی بے چینی دیکھ رہے تھے۔۔۔کچھ وقت گزرا اور ہنگامہ سرد پڑنے لگا۔۔۔شاویز کی بھابھی نے ماحور کو اس کے کمرے میں پہنچایا۔۔۔بہترین فرنیچر سے سجا اور نفاست سے آراستہ کیا گیا بیڈ روم بے حد خوابناک سا لگ رہا تھا۔۔۔اسے بیڈ پر سلیقے سے بٹھا کر اس کا لہنگا پھیلا کر بھابھی اسے پیار کرتی باہر جا چکی تھیں۔۔۔اب وہ فرصت سے سارے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔۔۔ہر شے قیمتی اور اعلیٰ تھی مگر اس کے جہیز کی نہیں تھی۔۔۔ناعمہ پاشا نے محض اس کے زیور کپڑے بنائے تھے یا بہت ضروری کچھ سامان۔۔۔فرنیچر کے لیے بقول ان کے سالک پاشا نے منع کر دیا ہے تو پھر یہ سب کچھ یقیناً مومن تراب نے اس لڑکی کے لیے خریدا ہو گا جس سے اس کی شادی ہونے والی تھی۔۔۔طیش اور غضب اس کے چہرے پر ایک بار پھر چھب دکھلانے لگا۔۔۔

"کتنا بھونچکا رہ گیا تھا مجھے اسٹیج پر آتا دیکھ کر۔۔۔نا جانے کیا چکر چلا ہے۔۔۔سب کچھ اچانک سے بدل کیسے گیا۔۔۔" وہ خود

ہی بڑبڑاتی ہوئی ارد گرد نگاہیں پھیرتی جارہی تھی۔۔۔سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اس کا عکس بے حد دلنشین تھا۔۔۔وہ محجوب سی ہو کر گردن جھکا گئی۔۔۔باہر مہمان خواتین سیڑھیاں چڑھتیں اوپر والے پورشن میں چلی گئیں اور مردوں کی کھیپ کو میاں جی اور محب بھائی، دادا کی خاص ہدایت پر بخوشی اپنے ہاں لے گئے۔۔۔آج رات وہاں قیام کا خصوصی بندوبست کیا گیا تھا۔۔۔

"پتر محب۔۔۔کوئی کمی نا رہے۔۔۔ناشتے پانی کے خرچے کی فکر نا کرنا۔۔۔!"

"ارے دادا۔۔۔کیسی باتیں کرتے ہیں۔۔۔مومن ہمارا بھائی ہے اور آپ کے مہمان ہمارے سر آنکھوں پر۔۔۔بیگانگی کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔۔۔؟"

"چل پھر شاوا۔۔۔بس رات ادھر کوئی نا آنے پائے۔۔۔سمجھ گیا نا پتر۔۔۔!"

جواب میں محب بھائی نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔۔۔کچھ کچھ انہیں اندازہ تو تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔۔۔وہ شاویز کو دادا کے پاس چھوڑ کر خود گھر روانہ ہوگئے۔۔۔سارا صحن بلکل خالی تھا اب۔۔۔تبھی مومن خود کو لاپرواہ ظاہر کرتا ڈھیلے قدموں سے گیٹ سے اندر داخل ہوا۔۔۔سامنے ناک کی سیدھ پر دادا اور شاویز اپنی اپنی کمر پر ہاتھ باندھے جیسے اسی کے استقبال کو کھڑے تھے۔۔۔

"ہی ہی۔۔۔!" مومن انہیں دیکھ کر بے تکی ہنسی ہنسا۔۔۔

"ہی ہی۔۔۔!" جواباً ویسی ہی ہنسی ان دونوں کی طرف سے اچھالی گئی۔۔۔

"رات بڑی ہوگئی دادا۔۔۔باہر دوست آگئے تھے کچھ۔۔۔بڑی مشکل سے بھیجا ہے یہ کہہ کر کہ میرے دادا ناراض ہوں گے۔۔۔جاؤ اب۔۔۔ہی ہی۔۔۔!" وہ بے ڈھنگی تاویل دیتا مضحکہ خیز دکھ رہا تھا۔۔۔

"ہی ہی۔۔۔!" ایک بار پھر وہی ہنسی اس کی جانب لوٹا دی گئی تو وہ نگاہیں چراتا کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔دو قدم بھی نہیں چلا ہوگا کہ گردن کو لگنے والے زوردار جھٹکے نے آنکھوں کے آگے ترمرے سے نچوا دیے۔۔۔دادا نے اس کی شیروانی کے کالر میں اپنی چھڑی کی ہتھی پھنسا کر اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

"کدھر چلے مومن میاں۔۔۔بھول گئے کیا۔۔۔دلہن بیاہ کر لانے تک کی ذمہ داری تھی تمہاری۔۔۔اسکے بعد اس کی صورت وسیرت، کسی چیز سے دلچسپی نا رکھنے کا عہد باندھا تھا تم نے۔۔۔اب کدھر۔۔۔بولو۔۔۔!"

"دادا۔۔۔ایک تو اتنا جان لیوا مذاق کیا گیا میرے ساتھ۔۔۔لے کر کس کے لیے گئے اور سامنے کون آگئی۔۔۔واللہ جان جاتے جاتے رہی ہے میری۔۔۔اوپر سے نئی سزا سنا رہے ہیں۔۔۔!"

"جس کے لیے لے کر گئے تھے، وہی سامنے بھی لائے ہیں۔۔۔سمجھا۔۔۔مگر تُو بنا ہوا تھا دکھ کا مارا بنجارا۔۔۔ہوش سے جانچ لیتا سب کچھ تو سمجھ بھی لیتا۔۔۔بڑی باتیں سنا رہا تھا نا مجھے کہ دادا اب آپ جہیز بھی لیں گے۔۔۔اففف دادا۔۔۔یہ اتنا سارا جہیز لے

رہے ہیں آپ۔۔۔دادا یہ۔۔۔دادا وہ۔۔۔!" دادا لہک لہک کر اس کی نقل اتارتے ہوئے بولے۔۔۔شاویز نے ہنستے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔۔۔مومن نے اسے گھور کر دیکھا۔۔۔

"دادا مجھے کیا پتا تھا کہ یہ سب فرنیچر آپ اپنے پیسوں سے خرید رہے ہیں۔۔۔زندگی میں پہلی بار آپ نے اتنا بڑا دل کیا۔۔۔ورنہ آپ نے تو ایک ڈوئی تک نہیں خریدی تھی کبھی۔۔۔!"

"مگر اب دادا نے سب ڈوئیاں نئی خرید لی ہیں مومن اور پرانی کو شاندار استعمال میں لانے والے ہیں۔۔۔!" شاویز نے اپنے بالوں سے بھرے سر کو سہلاتے ہوئے اور مزہ لیتے ہوئے کہا

"دادا۔۔۔میں جاؤں اندر۔۔۔؟" اس وقت مومن کو دادا کے پاؤں بھی پڑنا پڑتا تو وہ کر گزرتا۔۔۔دادا اس کی بے چینی دیکھ کر ہنسے اور زیر لب بڑبڑائے۔۔۔"آج میرا پوتا پٹے گا۔۔۔"

"کچھ کہا آپ نے دادا۔۔۔!"

"نا۔۔۔تُو جا اندر۔۔۔اللہ کے حوالے۔۔۔!"

وہ ایک بار پھر ہنسے اور ان کا ساتھ شاویز نے بھی دیا۔۔۔مومن انہیں مشکوک نظروں سے دیکھتا مڑا۔۔۔برآمدے سے اس کے کمرے کا بند دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔۔۔اس نے تھوک نگل کر گلا تر کیا اور شیروانی کا اوپری بٹن کھول کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔!

☆......☆......☆

بیڈ پر ناقابل فہم تاثرات سجائے بیٹھی ماحور چینی کی گڑیا لگ رہی تھی۔۔۔وہ کمرے کی سجاوٹ اور فرنیچر کی خوبصورتی سراہ سراہ کر تھک چکی تھی اور اب یا تو مومن صاحب جلد از جلد تشریف لے آتے یا پھر وہ کمرہ لاک کر کے سو جاتی۔۔۔رہتا ساری رات باہر ہی۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ دوسرے آپشن پر عمل درآمد کرتی، دروازے پر کھٹکا ہوا اور مومن تراب صاحب سینہ پھلائے، گردن اکڑائے اندر تشریف لے آئے۔۔۔ماحور نے اسے تیکھے چتونوں سے گھورا۔۔۔جواباً مومن نے کھسیانی سی ہنسی اس کی نذر کی۔۔۔وہ چلتا ہوا قریب آیا اور اس سے پہلے کہ دھپ کر کے اس کے پھیلے ہوئے لہنگے پر بیٹھتا، ماحور نے ایک جھٹکے سے اپنا لہنگا کھینچ کر سمیٹا۔۔۔

"خبردار جو میرے لہنگے پر بیٹھے تو۔۔۔!" وہ نیم غراہٹ سے بولی۔۔۔مومن کو سچ میں ہنسی آ گئی۔۔۔یعنی اسے یاد تھا کہ ایک بار اس نے کہا تھا کہ اسے دلہنوں کے لہنگوں پر دھپ کر کے بیٹھنے کا شوق بچپن سے تھا۔۔۔وہ طریقے سے بیڈ کے کنارے پر ٹک گیا۔۔۔

"کیسی ہو۔۔۔؟" بات شروع کرنے کا بہانہ۔۔

"اچھی نہیں ہوں۔۔۔!" تڑخ کر جواب دیا گیا

"وہ تو تم مجھ سے پوچھو نا کہ کتنی اچھی ہو۔۔۔!"

"کون۔۔۔میں یا دعا۔۔۔؟"

"دعا۔۔۔دعا کون۔۔۔!"

"جس سے شادی کرنے والے تھے۔۔۔!"

"وہ ہ ہ ہ۔۔۔!وہ تو کوئی بھی نہیں تھی......بس جو نام منہ میں آیا لے دیا تھا۔۔۔ورنہ تو مجھے کبھی تمہارے علاوہ کسی کا نام یاد ہی نہیں رہا پاگل۔۔۔!"

"پاگل کس کو بولا تم نے مومن تراب۔۔۔!" ماحور نے تکیوں کے بیچ میں رکھا کشن کھینچ مارا جو اڑتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے گلاس کو جالگا اور وہ چھناکے سے گر کر ٹوٹ گیا۔۔۔باہر تپائی پر شطرنج کی بساط بچھائے بیٹھے دادا اور شاویز نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بے اختیار دونوں کے منہ سے نکلا۔۔۔

"اے پڑی۔۔۔!"

اندر مومن مدھم آواز میں ماحور سے مخاطب تھا۔۔۔

"پاگل ہوئی ہو کیا۔۔۔میرا مطلب پاگل کرو گی کیا مجھے۔۔۔آدھی رات کو سارے مہمان جاگ جائیں گے توڑ پھوڑ سے۔۔۔!"

جاگتے ہیں تو جاگنے دو۔۔۔سارے زمانے کو پتا تو چلے کہ تم جیسا بے وفا انسان کس ڈھٹائی سے میرے سامنے بیٹھا ہے جس نے مجھے کسی اور لڑکی کے لیے چھوڑ دیا۔۔۔!"

میں نے کب چھوڑا۔۔۔!!" وہ یکدم زور سے بولا مگر پھر فورا آہستہ ہوا۔۔۔" میں نے چھوڑا نہیں تھا ماہی۔۔۔وہ تو میں سر سالک کی خاطر پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔۔!"

کیا۔۔۔" اس کی چیخ نما دھاڑ پر مومن نے فورا اپنی ہتھیلی اس کے ہونٹوں پر جمائی جسے اگلے ہی پل اس نے دونوں ہاتھوں میں تھام کر دانت گاڑ دیے۔۔۔مومن کی آنکھیں حلقوں سے باہر ابلیں اور چیخ حلق سے مگر ایک ہاتھ ماحور کے دانتوں تلے تو دوسرا چیخ روکنے کو اپنے دانتوں میں دے دیا۔۔۔

"تم نے مجھے۔۔۔سالک پاشا کے لیے چھوڑا۔۔۔" ماحور لہنگا سنبھالتی بیڈ سے اتری اور ادھر ادھر نگاہ دوڑاتی مارنے کے لیے کوئی چیز ڈھونڈنے لگی۔۔۔تبھی باہر سے شاویز کی آواز آئی۔۔۔

"بھابھی۔۔۔دادا نے آپ کے بیڈ کے نیچے پرانی ڈوئیاں اور برتن رکھے ہیں۔۔۔وہ کہتے ہیں آج مکدی مکا

لیں۔۔۔!"

ماحور نے گھٹنوں کے بل جھک کر نیچے جھانکا تو وہاں ایک ترتیب سے پلاسٹک کی پلیٹیں اور ڈوئیاں، اسٹیل کے گلاس رکھے تھے۔۔۔اسے جھکتے ہی ہنسی آ گئی مگر وہ کنٹرول کرتی دو تین گلاس باہر نکالتی سیدھی ہوئی اور ایک نشانہ باندھ کے مومن کو دے مارا۔۔۔وہ بوکھلا کر اچھلا اور سائیڈ پر ہو گیا۔۔۔اسٹیل کے گلاس کی زوردار چبھتی ہوئی آواز فرش سے ٹکرا کر سارے میں پھیلی۔۔۔باہر دادا نے شاویز کا گھوڑا ایویں مار گرایا اور بولے۔۔۔

" یوں لگتا ہے مومن کی دادی پلٹ آئی ہے۔۔۔کسی زمانے میں ایسی ہی آوازیں گونجا کرتی تھیں اس گھر میں۔۔۔واہ۔۔۔سواد آ گیا۔۔۔!"

" اچھاااااا تو اس کا مطلب یہ ہوا دادا کہ آپ بھی پٹا کرتے تھے دادی کے ہاتھوں۔۔۔!"

اور دادا کی گوشمالی سے پہلے ایک اور برتن کمرے کے دروازے پر اندر سے ٹکرایا تھا۔۔۔اور دادا جیسے نہال ہی ہو گئے۔۔۔

" دادا قربان جائے۔۔۔یوں لگتا ہے جیسے مومن کے کمرے میں توپ فٹ ہو گئی ہے۔۔۔ایسی گولہ باری تو ہماری سات پشتوں میں نا ہوئی ہو گی۔۔۔!"

" آپ کو پتا تھا نا دادا کہ یہ سب ہونا ہے تبھی آپ نے مہمان ہمارے ہاں بھیج دیے۔۔۔بڑے ہوشیار ہیں دادا آپ۔۔۔!"

اور دادا نے اب کے اپنا چنا منا سا پیادہ اٹھایا اور ایک بار پھر ایویں شاویز کا بادشاہ اڑا دیا۔۔۔شاویز بے بسی سے ان کی چلی چال دیکھ کر رہ گیا۔۔۔!

" تمہارا دماغ واقعی چل گیا ہے ماہی۔۔۔سب کیا کہتے ہوں گے۔۔۔تاریخ لکھی جائے گی ماہی تاریخ کہ ایک دلہن ساری رات دلہا پر برتن برساتی رہی۔۔۔!" مومن نے ماحور کی جانب سے پھینکی گئی پلاسٹک کی پلیٹ کو فریز بی کی طرح کیچ کرتے ہوئے اسے شرم دلانے کی کوشش کی۔۔۔

" ہاں تو تاریخ میں یہ بھی لکھا جائے گا مومن کہ تم نے اپنے باس کی خاطر مجھے چھوڑ دیا۔۔۔مجھے یعنی مجھے مومن اور وہ بھی سالک پاشا کے لیے۔۔۔میں کوئی چیز تھی مومن جس سے تم دستبردار ہو گئے۔۔۔کیا تم نے ایسا کرنے سے پہلے مجھ سے رائے لی تھی کہ آیا میں سالک پاشا کے ساتھ شادی کرنا پسند کروں گی۔۔۔؟ تم ہوتے کون ہو ایسا کرنے والے۔۔۔!"

طیش اور غصے سے بولتی ماحور کے ہاتھ میں اچھی خاصی صحت مندسی مدہانی دیکھ کر مومن کے ہاتھوں کے توتے اڑ رہے تھے۔۔۔وہ الرٹ پوزیشن میں کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔۔۔

"غلطی۔۔۔فاش غلطی ہوئی تھی یار مجھ سے۔۔۔معاف کر دو نا۔۔تھوڑی سزا تو نہیں سہی تمہاری جدائی کی صورت۔۔۔دن رات تڑپا ہوں ماہی۔۔۔بچوں کی طرح رویا ہوں یار۔۔۔قسم لے لو۔۔۔!"

اپنے نرخرے پر دو انگلیاں رکھے وہ اتنی معصومیت سے بولا کہ ماحور لاجواب ہو گئی۔۔۔چند پل اسے دیکھتے رہنے کے بعد مدہانی بے بسی سے دروازے کو دے ماری اور خود تھک کر آنکھوں میں آنسو لیے بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔۔۔مومن کو اس پر جی بھر کر پیار آیا۔۔۔وہ سنبھل سنبھل کر چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے پہلو میں ٹک گیا۔۔۔اس کے کاندھے سے اپنا کاندھا ٹکرایا تو وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔۔۔

"مت کرو مومن۔۔۔ورنہ پٹو گے۔۔۔!"

"پیٹ لو۔۔۔اب تو پاس آ کر بیٹھ گیا ہوں۔۔۔مار لو جتنا مارنا ہے۔۔۔جتنی بھڑاس ہے نکال لو۔۔۔مگر مجھ سے یہ ناراضی ختم کرو ماہی۔۔۔!"

ماحور نے منہ اس کی جانب پھیر کر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور یکدم اس کے کندھے سے سر ٹیک کر رو دی۔۔۔مومن دوسرے ہاتھ سے اس کا سر سہلاتا رہا۔۔۔اسے جی بھر کر رونے دیا۔۔۔جب خوب رو چکی تو بولا۔۔۔

"تمہارا ہر شکوہ جائز ہے ماہی۔۔۔مگر بعض اوقات حالات و واقعات اچانک اس انداز میں پلٹا کھاتے ہیں کہ ہم نا چاہتے ہوئے بھی وہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو عام حالات میں سوچنا ہی ہمارے لیے سوہانِ روح ہوتا ہے۔۔۔اور ہم دریا میں گرے سوکھے پتے کی طرح اس کی لہروں کے رحم و کرم پر بہتے چلے جاتے ہیں۔۔۔!"

"اور اگر ہم ایک نا ہو پاتے مومن تراب۔۔۔تو پھر۔۔۔؟"

"ہم ایک ہو گئے ہیں ماحور مغل۔۔۔اہم یہ ہے۔۔۔!" اس نے محبت سے اس کی سرخ ناک کو چھوا اور جیب سے ایک مخملیں کیس نکال کر اسے کھولا۔۔۔نازک اور باریک سی چین میں دو ننھے منے جگمگاتے دلوں کا پینڈنٹ تھا۔۔۔مومن نے وہ چین کیس میں سے نکالی مگر اس سے پہلے کہ پہناتا، ہاتھ سے چین کا سرا چھوٹا اور پینڈنٹ لڑھکتا ہوا بیڈ کے نیچے غائب ہو گیا تھا۔۔۔

"بیڑہ ہی غرق۔۔۔!ہر کام آج ہی الٹا ہونا ہے۔۔۔!" وہ کوفت سے گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھا اور جھک کر بیڈ کے نیچے نگاہ دوڑائی۔۔۔وہاں ابھی بھی برتن تو کافی تھے مگر وہ ننھا سا پینڈنٹ نا جانے کہاں منہ چھپا گیا تھا۔۔۔مجبوراً برتنوں کو ہلانا پڑا۔۔۔اس سے جو آوازیں پیدا ہوئیں ان کے نتیجے میں باہر صحن میں کب سے چھائی خاموشی میں جیسے جان پڑ گئی۔۔۔دادا اور شاویز کی مشترکہ ہنسی کی آواز اندر تک آئی تھی۔۔۔مومن تلملا کر رہ گیا۔۔۔بڑی مشکل سے پینڈنٹ ڈھونڈا اور اسے چین میں دوبارہ پرو کر، چین مضبوطی سے تھام کر لال ٹماٹر منہ لیے مومن نے تڑخے ہوئے لہجے میں ماحور سے کہا۔۔۔

”اب گردن ادھر گھماؤ گی یا مونکی رینچ لے کر آؤں۔۔۔!“ اتنے سڑے ہوئے لہجے پر ماحور کی ہنسی نکل گئی۔۔۔

”میری بات لکھ کر رکھ لو مومن تراب۔۔۔تمہیں رومینس کرنا کبھی نہیں آئے گا۔۔۔!“

”آتا ہے، قسم سے آتا ہے۔۔۔ابھی تو آغازِ سفر ہے جانِ مومن۔۔۔!“

اس کی مرمریں گردن میں چین پہنا کر مومن نے خمار آلود لہجے میں کہا اور محبت، تشکر کے احساس سے لبریز ہوتے ہوئے اپنی پیشانی اس کی پیشانی کے ساتھ جوڑ دی۔۔۔ساگر کنارے کھڑے پریم پنچھیوں نے پریت کے آسمان کی جانب اڑان بھری تھی۔۔۔جس کی بے پناہ وسعتیں انہیں اپنی پناہوں میں لینے کو بے قرار تھیں۔۔۔!

ختم شد